# فتاویٰ نذیریہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ الکل حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلویؒ

★

ناشر

اہلحدیث اکادمی۔ کشمیری بازار۔ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

# محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

## معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

## تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ

حضرت شیخ الکل فی الکل حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی ف ۱۳۲۰ھ

کے

مکتوبہ و مصدقہ فتاوی کا بینظیر مجموعہ

www.KitaboSunnat.com

# فتاوی نذیریہ

مبوّب و مترجم

جلد سوم

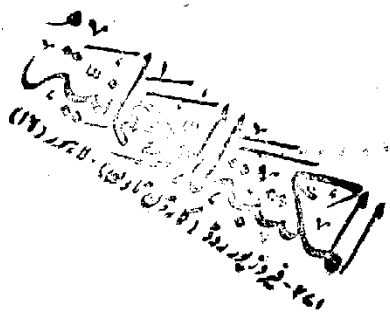

ناشر

اہل حدیث اکادمی کشمیری بازار لاہور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



257
ن ذی - ف

سلسلہ مطبوعات نمبر ۱۵

طالع شیخ محمد اشرف

ناشر ..... المحدیث اکادمی لاہور

مطبع ..... اشرف پریس لاہور

تاریخ اشاعت

طبع اول ..... ۱۳۳۳ھ / ۱۹۱۳ء

طبع دوم ..... ۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۱ء

قیمت

جلد اول مجلد ..... ۱۸ روپے

جلد دوم مجلد ..... ۱۵ روپے

جلد سوم مجلد ..... ۱۲ روپے

کامل سیٹ ۴۵ روپے

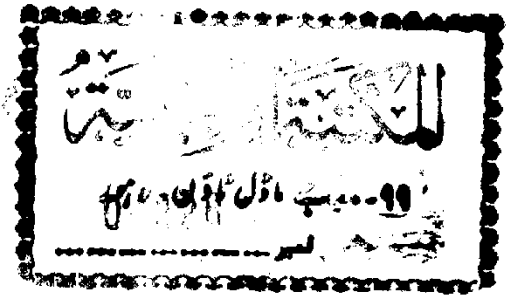

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

# فہرست مضامین استفتاہائے مجموعہ فتاوی نذیریہ جلد ثالث


| | مضمون استفتاء | صفحہ |
|---|---|---|
| | **کتاب الولیمہ** | |
| ۱ | عورت یا اس کے اولیاء کی طرف سے دعوت ولیمہ جائز ہے یا نہیں۔ | ۱ |
| ۲ | ایضاً | ۷ |
| ۳ | ایضاً | ۱۴ |
| ۴ | جس کے ہاں حلال وحرام پیسہ ہو وہ دعوت کرے اور کہے کہ میں حلال سے دعوت کرتا ہوں تو کھانا جائز ہے یا نہیں۔ | ۱۷ |
| ۵ | فساق کی دعوت کھانا جائز ہے یا نہیں۔ نومسلم حلال خور جو برائے نام مسلم ہیں ان کے ہاں نکاح خوانی کو جانا کیسا ہے | ۱۸ |
| | **کتاب الطلاق والخلع** | |
| ۱ | عدت خلع کس قدر ہے ایک حیض یا تین | ۲۰ |
| ۲ | کوئی شخص زبان سے کہے یا لکھ دے کہ اپنی زوجہ کو نان ونفقہ اگر نہ دوں میں تو میری طرف سے اس کو طلاق واقع ہو جائیگی پس اگر اس کو نان ونفقہ نہیں دیگا تو اس کو طلاق ہو جاویگی۔ | ۲۱ |
| ۳ | جب طلاق قبل خلوت صحیحہ کے دی جائے تو عدت نہیں ہوتی | |
| ۴ | زید بوجہ نامرد ہونے کے اپنے گھر سے نکل گیا ڈیڑھ برس کا عرصہ ہوگیا تو اس کا کچھ پتہ نہیں لگتا اور جانے کے وقت اپنی زوجہ سے کہہ گیا تھا کہ تین چار مہینہ میں انتظار کرنا پھر کوئی کسی کے لئے بیٹھا تھوڑا ہی رہتا ہے اس صورت میں اس کی زوجہ پر طلاق کنائی واقع ہوگئی | ۲۱ |
| ۵ | شوہر کا عورت کو یہ کہنا کہ اگر فلاں امر نہ ہو تو تجھ کو اختیار ہے جو چاہے سو کرنا امر دئے قرآن و حدیث طلاق نہیں ہوتی | ۲۵ |
| ۶ | شوہر کا اپنی زوجہ کو یہ کہنا کہ اس سے مجھے کچھ سروکار نہیں طلاق کنائی ہے | ۲۷ |
| ۷ | صورت مذکورہ میں جب یہ شرط پائی گئیں کہ جن پر طلاق متعلق تھی تو زوجہ خالد مطلقہ ہوگئی | ۲۹ |


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| | مضمون استفتاء | صفحہ |
|---|---|---|
| ۸ | صورت مذکورہ میں جب یہ شرط پائی گئیں کہ جن پر طلاق متعلق تھی تو زوجہ خالد مطلقہ ہوگئی | ۳۰ |
| ۹ | اس لفظ سے کہ ہم نے اس کو چھوڑ دیا ہم تو اس کو دل سے چھوڑ چکے ہیں طلاق کنائی واقع ہوتی ہے | ۳۲ |
| ۱۰ | اگر عدت نہیں گذری تو زید بلا نکاح کے رجوع کر سکتا ہے اور اگر عدت گذر گئی ہے تو نکاح کی ضرورت ہے | ۳۳ |
| ۱۱ | جلسہ واحدہ میں تین طلاق کا مسئلہ | ۳۵ |
| ۱۲ | ایضاً | ۳۹ |
| ۱۳ | ایضاً | ۴۱ |
| ۱۴ | شخصے زوجہ خود را طلاق داد پس ایں زوجہ بروے حرام مطلقہ و بائن شد یا ہنوز بدو رجعت ممکن و جائز است | ۴۲ |
| ۱۵ | طلاق تحریری دے اور زبان سے نہ کہے تو بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے | ۴۷ |
| ۱۶ | طلاق بائن کس کو کہتے ہیں | ″ |
| ۱۷ | صورت مسئولہ میں زید کی زوجہ اس کے نکاح سے باہر ہوگئی | ۴۸ |
| ۱۸ | صورت مذکورہ فی السوال میں طلاق کنائی واقع ہوئی | ″ |
| ۱۹ | صورت مذکورہ میں موافق مذہب حنفیہ طلاق واقع نہ ہوگی | ۵۴ |
| ۲۰ | صورت مذکورہ میں شوہر کے لفظ فسخ استعمال کرنے سے فرقت یعنی طلاق واقع ہوئی | ۵۵ |
| ۲۱ | اگر کوئی کہے اپنی بیوی کو طلاق دوں گا تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی | ۵۶ |
| ۲۲ | ایک شخص نے اپنی عورت کو بایں لفظ طلاق لکھ دی کہ بشرط بخشیدن مہر عقد کند ایک طلاق دی پس ان دونوں امر کے وجود سے طلاق واقع ہوگی یا صرف ایک کے وجود سے۔ | ۵۷ |
| ۲۳ | عورت مختلعہ کو نکاح جدید سے بغیر حلالہ اپنی زوجیت میں لانا درست ہے | ۵۸ |
| ۲۴ | عورت اور مرد زانیہ کا نکاح بعد توبہ درست ہے یا نہیں۔ | ۵۸ |
| ۲۵ | صورت مذکورہ میں طلاق سنی ہوگی یا بدعی | ۵۹ |
| ۲۶ | صورت مذکورہ میں رجعت ثابت ہوگئی اور بعد اس کے دونوں کا نکاح لغو ہے | ۶۰ |
| ۲۷ | صورت مذکورہ میں رجوع درست ہے | ۶۱ |
| ۲۸ | صورت مذکورہ میں عند الحنفیہ دختر مذکورہ مطلقہ بائنہ ہوگئی اور بکر کے نکاح میں نہ رہی اور بکر پر مہر ادا کرنا ضروری ہے | ″ |


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| | مضمون استفتاء | صفحہ |
|---|---|---|
| ۲۹ | صورت مذکورہ میں زید کو مناسب ہے کہ خلع پر راضی ہو کر طلاق دے دے | ۶۲ |
| ۳۰ | مسئلہ طلاق بحالت غیظ وغضب | ۶۳ |
| ۳۱ | ایضاً | ۶۴ |
| ۳۲ | صورت مسئولہ میں بلاشبہ ہندہ مطلقہ ہوگئی | ۶۵ |
| ۳۳ | شوہر کا یہ کہنا کہ میں نے بی بی کو چھوڑ دیا طلاق بالکنایہ ہے | ۶۶ |
| ۳۴ | صورت مذکورہ میں زید کا یہ سب شرطیں کرنا باطل ہے اور لغو ہے اور ہندہ اسکے نکاح سے باہر ہوگئی | ″ |
| ۳۵ | نابالغ کی طلاق واقع نہیں ہوتی | ۶۷ |
| ۳۶ | نابالغ کی طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں اور اس کی طرف سے اس کے ولی کی طلاق واقع ہوسکتی ہے یا نہیں | ۶۸ |
| ۳۷ | صورت مسئولہ میں زوجہ زید پر طلاق واقع ہوگئی | ۷۰ |
| ۳۸ | صورت مذکورہ میں تین طلاق کنائی واقع ہوچکی ہیں اور اب حاجت عدت کی بھی نہیں عورت جس سے چاہے نکاح کرے | ۷۱ |
| ۳۹ | صورت مذکورہ میں وہ عورت جس سے چاہے نکاح کرسکتی ہے | ″ |
| ۴۰ | صورت مسئولہ میں فیصلہ الٰہی یہ ہے کہ عورت خلع کرے | ۷۲ |
| ۴۱ | تحریری طلاق جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو اس کا کیا مضمون ہونا چاہیئے | ۷۳ |
| ۴۲ | صورت مسئولہ میں خلع جائز ہے | ۷۴ |
| ۴۳ | صورت مذکورہ میں زید کو چاہیئے کہ طلاق دے کر یا خلع کرکے ہندہ کی گلو خلاصی کردے | ۷۸ |
| ۴۴ | فارغ خطی ہمارے عرف میں ایک طلاق بائن ہوتی ہے لہٰذا صورت مذکورہ میں حق رجوع حاصل نہیں | ۷۹ |
| ۴۵ | صورت مسئولہ میں ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی | ۸۰ |
| ۴۶ | صورت مذکورہ میں دونوں طلاقیں رجعی ہیں | ۸۲ |
| ۴۷ | جب شوہر کو طلاق دینے سے انکار ہو تو بلا گواہوں کے طلاق نہیں ہوسکتی | ۸۴ |
| ۴۸ | تعلیق طلاق بعد عقد نکاح کے بالاجماع معتبر ہے | ″ |
| ۴۹ | صورت مسئولہ میں شوہر جب طلاق نہ دے نکاح فسخ نہیں ہوسکتا | ۸۵ |
| ۵۰ | جب زید اپنے وطن کو جانے لگا تو ساس نے کہا کہ میری بیٹی کو جو تیری بہو ہے طلاق دیکر جا زید نے کہا کیا کہوں ساس نے کہا کہ میں نے تین طلاق دیا زید نے کہا کہ دیا اس صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں | ۸۶ |


www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| | مضمون استفتاء | صفحہ |
|---|---|---|
| ۵۱ | مسئلہ۔ صرف طلاق طلاق طلاق کہنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی | ۸۹ |
| ۵۲ | صورت مرقومہ میں ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اور باقی اخبار میں محسوب ہونگی | ״ |
| ۵۳ | طلاق رجعی ثابت ہوئی یا مغلظہ | ۹۰ |
| ۵۴ | استفسار رضا سے طلاق واقع نہیں ہوتی | ״ |
| ۵۵ | مذہب حنفی میں مکرہ سے جبراً طلاق نامہ لکھوا لینے سے طلاق واقع نہیں ہوتی | ۹۱ |
| ۵۶ | درصورت مرقومہ واضح ہو کہ گواہان اثبات کے معتبر ہوتے ہیں اور گواہان نفی کے مسموع نہیں ہوتے | ۹۲ |
| ۵۷ | زنے کہ مطلقہ بالثلاث بسہ اطہار گشت بعد طلاق آخر براں مطلقہ مسطورہ حیض لازم است یانہ | ۹۲ |
| | **کتاب الظہار** | |
| ۱ | اپنی عورت کو ماں یا بیٹی کہنے سے بغیر تشبیہ کے ظہار نہیں ہوتا | ۹۷ |
| ۲ | اپنی زوجہ کو یہ کہنا کہ تو میری بہن ہے ظہار نہیں ہوتا | ״ |
| ۳ | اپنی زوجہ کو والدہ یا بہن یا نانی وغیرہ کہنا لغو ہے ظہار کی تعریف اور اس کے احکام اور ظہار کے کفارہ کا بیان | ۹۸ |
| | **کتاب النفقات** | |
| ۱ | شوہر اگر اپنی زوجہ کو والدین کے ہاں چھوڑ دے تو بعد مدت مدیدہ دعوی نان ونفقہ زمانہ گذشتہ کا پہنچتا ہے یا نہیں۔ | ۱۰۰ |
| ۲ | زوجہ زید قوت شد اکنوں زید نفقہ بیماری۔ زوجہ خود از دارثان او می طلبد آیا ایں درست است یانہ ونیز زید رو برد گواہان زوجہ خود را گفتہ کہ آنچہ بر تو حقوق من ہستند بخشیدم آیا نفقہ دریں ابراء آمد یانہ وہر زوجہ بحالت سخت بیماری مہر خود بخشید ایں جائز است یانہ | ۱۰۲ |
| ۳ | فیصلہ | ۱۰۴ |
| ۴ | ناشزہ کی تعریف اور نان ونفقہ اور غیر محرم کے ساتھ سفر کا حکم | ۱۰۶ |
| ۵ | صورت مذکورہ میں ہندہ کا نان ونفقہ اور خورد سال بچوں کا نان ونفقہ وپرورش زید پر بلاشبہ فرض ہے۔ | ۱۰۷ |


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| | مضمون استفتاء | صفحہ |
|---|---|---|
| ۶ | زید فوت ہوا بعد وفات زوجہ نے اپنا مہر معاف کر دیا اولیاء زید اس سے زیور چڑھاوا نکاح کا مطالبہ کرتے ہیں وہ ایام عدت کا نان ونفقہ مانگتی ہے حکم شرعی کیا ہے | ۱۰۹ |
| ۷ | ناشزہ کو نان ونفقہ نہیں پہنچتا | ۱۱۰ |
| ۸ | شرع میں جس طرح کھانا کپڑا زوجہ کا زوج پر واجب ہے اسی طرح مکان سکنی بھی واجب ہے | ۱۱۱ |
| ۹ | صورت مسئولہ میں قول ہندہ کا برحق ہے اور قول زید کا حق نہیں | ۱۱۴ |
| | **کتاب الحضانۃ والنسب** | |
| ۱ | اپنے والد زانی کا وارث ہو سکتا ہے یا نہیں | ۱۱۷ |
| ۲ | مدت حضانت بقول مفتی برسات سال ہے | 〃 |
| ۳ | بعد وفات والد اولاد کا حق حضانت دادا کو ہے یا والدہ کو بصورتیکہ دوسرا نکاح نہ کر چکی ہو | ۱۱۸ |
| ۴ | صورت مسئولہ میں حق حضانت صغیر کا ماں کو ہے اگر ماں قبول نہ کرے تو نانی کو ہے اور اگر نانی قبول نہ کرے تو دادی کو ہے اور اس کے مال کی ولایت حاکم کو ہے۔ | ۱۲۰ |
| ۵ | صورت مرقومہ میں زید کو اس وقت لڑکی کے چھین لینے کا کوئی حق نہیں | 〃 |
| ۶ | صورت مسئولہ میں حق حضانت سات برس تک ماں کو ہے بعد ازاں باپ کو اختیار ہے | ۱۲۱ |
| ۷ | صورت مرقومہ جب خاوند مقروض ومدیون ہے اور مال متروکہ ہندہ اس کے پاس محفوظ نہیں رہے گا تو اس صورت میں وہ ہندہ کے خورد سال بچوں کا بوجہ بدینتی کے ولی نہ رہا | 〃 |
| ۸ | صورت مسئولہ میں حق حضانت نانی کو ہے۔ | ۱۲۲ |
| ۹ | صورت مسئولہ میں زید کو بلاشبہ اپنے چھ سالہ بچے سے ملنے اور گھنٹہ دو گھنٹے اپنے پاس رکھنے کا شرعاً حق ہے اور ہندہ کو ہرگز حق نہیں کہ اس کو روکے۔ | ۱۲۳ |
| ۱۰ | فیصلہ | ۱۲۴ |
| ۱۱ | صورت مرقومہ میں لڑکے کی پرورش ماں پر فرض نہیں ہے مگر پرورش کا حق زیادہ ماں ہی کو ہے | ۱۲۵ |
| ۱۲ | زید نے اپنی زوجہ کو طلاق دے دی نو سالہ لڑکی کس کے پاس رہے گی۔ | ۱۲۶ |
| ۱۳ | درصورتیکہ محمد حسینی مرحوم نے برملا اقرار کیا کہ یہ دونوں ہمارے بیٹے ہیں تو اقرار اس کا قبول ہوگا۔ | 〃 |


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| | مضمون استفتاء | صفحہ |
|---|---|---|
| ۱۴ | زید ایک پسر ہشت سالہ اور ایک پسر بالغ اور ایک بیوی چھوڑ کر مرگیا ولایت نکاح و حضانت صغیر کس کو ہے اور اس کا مال کس کے پاس رہے گا | ۱۲۷ |
| ۱۵ | باپ اور دادا دادی اور نانا نانی کے ہوتے ہوئے حق حضانت کس کو ہے | ۱۲۸ |
| ۱۶ | جب صغیر بچوں کی والدہ دوسرا نکاح کسی اجنبی سے کرلے تو حق حضانت اس سے ساقط ہو جاتا ہے اور نانی دادی بہن وغیرہ مستحق حضانت ہوتے ہیں اور صورت نہ ہونے ان کے مستحق حضانت عصبہ ہوتے ہیں اور صورت مرقومہ میں برادر حقیقی مستحق حضانت ہے برادر علاتی نہیں | ۱۳۰ |
| ۱۷ | مسئلہ۔ حد بلوغت جاریہ نزدیک امام اعظمؒ سترہ برس ہیں اور دیگر ائمہ کے نزدیک پندرہ برس ہیں۔ | ۱۳۱ |


## کتاب الرضاع


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | دو عورتیں حقیقی بہنیں ہیں ایک نے اپنے حقیقی برادر کو دودھ پلایا اور دوسری بہن نے کسی اجنبی کو دودھ پلایا تو اب دونوں کے لڑکی لڑکا کا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں | ۱۳۳ |
| ۲ | مسئلہ رضاعۃ وحکم شہادت مرضعہ | ۱۳۹ |
| ۳ | رضیع کی لڑکی مرضعہ کے لڑکے پر حرام ہے | ۱۴۰ |
| ۴ | صورت مرقومہ میں دونوں کے درمیان حرمت رضاعت نہیں پائی گئی | // |
| ۵ | ایضاً | // |
| ۶ | صورت مسئولہ میں یہ سب لڑکیاں عثمان پر حرام ہیں | ۱۴۲ |
| ۷ | رضاعی پھوپھی سے نکاح حرام ہے | ۱۴۳ |
| ۸ | مدت رضاعت کے بعد دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی | ۱۴۴ |
| ۹ | لایتعدی التحریم الی غیر المرضعۃ ممن ھو فی درجتہ من اخوتہ واخواتہ | ۱۴۵ |
| ۱۰ | بڑی بہن نے چھوٹی بہن کو دودھ پلایا اب اس بڑی بہن کے وفات کے بعد اس کے شوہر کا نکاح اس چھوٹی بہن سے نہیں ہوسکتا | // |
| ۱۱ | تنہا مرضعہ کی شہادت ثبوت رضاعت کے لئے کافی ہے | ۱۴۶ |
| ۱۲ | رضاعی بھانجی سے نکاح جائز نہیں ہے | ۱۴۹ |


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| | مضمون استفتاء | صفحہ |
|---|---|---|
| ۱۳ | دو برس کے اندر حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے اور یہی قول عند الحنفیہ مفتی بہ اور اصح ہے | ۱۴۹ |
| ۱۴ | ایک دو دفعہ دودھ پلانے سے حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے یا نہیں | ۱۵۱ |
| ۱۵ | کسی عورت کا دودھ اگر دوا یا پانی میں ملا کر کسی لڑکے کو پلایا جاوے تو اس سے حرمت رضاعت ثابت ہوگی یا نہیں | ۱۵۳ |
| ۱۶ | رضاعی باپ کے اصول و فروع رضیع پر حرام ہیں اور نیز رضاعی خالہ و رضاعی پھوپھی بھی حرام ہیں | 〃 |
| ۱۷ | جب زید نے خود دودھ پینے کا اقرار کیا ہے اور شیر دہندہ بھی مقر ہے تو بلاشبہ حرمت رضاعت ثابت ہے۔ | ۱۵۴ |
| ۱۸ | مسئلہ۔ رضاعی بہن عام ہے سگی ہو یا سوتیلی دونوں سے نکاح حرام ہے | ۱۵۵ |
| ۱۹ | پسر مرضعہ غیر مشارک رضیع با بنت رضیع جائز است یا نہ | ۱۵۶ |
| ۲۰ | رضاعت کی حرمت رضیع کے لئے ہے نہ کہ اس کے بھائیوں کے لئے | ۱۵۷ |
| ۲۱ | بنت رضیع ابنائے مرضعہ پر حلال نہیں | 〃 |
| ۲۲ | شوہر اگر اپنی زوجہ کا دودھ پی لے تو اس سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی | ۱۵۸ |
| ۲۳ | اپنی زوجہ کا دودھ پی لینے سے نکاح باقی رہتا ہے یا نہیں | ۱۵۹ |
| ۲۴ | یجوز ان یتزوج الرجل باخت اخیہ رضاعًا | 〃 |
| | **کتاب المحرمات** | |
| ۱ | زید کی منکوحہ سے اس کے لڑکے کا نکاح حرام ہے | ۱۶۰ |
| ۲ | ماں کی ممیری بہن سے نکاح درست ہے اسی طرح چچیری پھوپھیاں خلیری ممیری پھوپھیاں بھی داخل محرمات نہیں۔ | 〃 |
| ۳ | کسی مرد کی پہلی بیوی سے لڑکا ہے اور اس کی دوسری بیوی کے پہلے شوہر سے لڑکی ہے تو باہم دونوں کا نکاح درست ہے | ۱۶۱ |
| ۴ | زید کی ماں یعنی فاطمہ ہندہ کے پہلے شوہر کے نکاح میں تھی اب وہ شوہر مر گیا بعد چندے زید نے اپنا نکاح کر لیا صحیح ہے یا نہ | 〃 |
| ۵ | صورت مسئول عنہا میں نکاح درست ہے | ۱۶۲ |


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| | مضمون استفتاء | صفحہ |
|---|---|---|
| ۶ | زنا سے جو لڑکی پیدا ہو اس سے نکاح کرنے میں شرعی ممانعت نہیں ہے | ۱۶۲ |
| ۷ | ایک وقت میں دو بہنوں سے نکاح حرام ہے | ″ |
| ۸ | چار زوجہ کی موجودگی میں پانچویں سے نکاح کرنا حرام ہے | ۱۶۳ |
| ۹ | ایضاً | ۱۶۴ |
| ۱۰ | کسی نے کسی عورت سے نکاح کیا اور بلا طلاق دینے اس عورت کے اس کی حقیقی بہن سے نکاح کر لیا تو اس صورت میں نکاح اول صحیح ہے اور نکاح دوسرا باطل ہے | ″ |
| ۱۱ | مسئلہ شغار | ۱۶۵ |
| ۱۲ | مسئلہ شغار اور اس کی تعریف و تحقیق | ۱۶۶ |
| ۱۳ | ایضاً | ۱۶۸ |
| ۱۴ | جس عورت کا شوہر زندہ ہو بلا طلاق کسی دوسرے کو اس سے نکاح کرنا حرام ہے | ۱۶۹ |
| ۱۵ | ماں کی چچیری بہن سے نکاح جائز ہے یا نہیں | ۱۷۰ |
| ۱۶ | سوتیلی خالہ سے نکاح کرنے کا کیا حکم ہے | ″ |
| ۱۷ | جو شخص تصور شیخ میں مبتلا ہو یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ کا وظیفہ کرتا ہو تو کیا اس وجہ سے اس کی بیوی اس کے نکاح سے باہر ہو گئی اور بلا طلاق اس کی بیوی سے نکاح جائز ہے | ″ |
| ۱۸ | زید کی بیوی کی ایک لڑکی دوسرے شوہر سے ہے اور زید کی اور بیوی سے ایک لڑکا ہے تو ان دونوں لڑکا لڑکی کا نکاح باہم درست ہے | ۱۷۲ |
| ۱۹ | سوتیلے باپ کی منکوحہ سے نکاح درست ہے یا نہیں | ۱۷۳ |


## كِتَابُ السَّتْرِ وَالْحِجَابِ وَبَيَانِ الْعَوْرَاتِ


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | ان پیروں کا کیا حکم ہے جو اپنے مریدوں کی عورتوں کے ساتھ بلا حجاب نشست و برخاست کرتے ہیں اور ان کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں اور ان سے خدمت لیتے ہیں۔ | ۱۷۴ |
| ۲ | جو بڈھا کہ مسلوب القویٰ شہوانیہ ہو گیا ہو وہ اپنی محرمات سے بیٹھا اور ران پر مالش کرا سکتا ہے یا نہیں و نیز بغرض تعلم احکام اسلام غیر محرم عورتیں اس کے سامنے ہو سکتی ہیں یا نہیں | ۱۷۶ |
| ۳ | واعظ و مدرس را وعظ گفتن۔ رو برو زناں نامحرم بالمشافہ بلا حجاب جائز است یا نہ | ۱۷۷ |


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# کِتَابُ الْاِیْمَانِ وَالنُّذُوْر


| | مضمون استفتاء | صفحہ |
|---|---|---|
| ۱ | نذر کی تعریف اور اس کی شرطوں کا بیان کہ ناذر کے لئے نذر کا کیا کہنا جائز نہیں۔ اگرچہ فقیر ہو اور اغنیاء کے لئے بھی درست نہیں اور اس بات کا بیان کہ حرام اور معصیت کی نذر درست نہیں اگر کوئی معصیت کی نذر مانے تو یمین ہوگی اور کفارہ دینا لازم ہوگا۔ | ۱۷۸ |
| ۲ | رنڈی کا نچوانا اور شراب خوری کی نذر ماننا | ۱۸۰ |
| ۳ | نذر کا کھانا ناذر کے لئے شریعت میں ناجائز ہے اگرچہ فقیر ہو | ۱۸۱ |
| ۴ | شراب خوری اور رنڈی کا نچوانا حرام لعینہ اور معصیت فی نفسہ ہے۔ | ۱۸۱ |
| ۵ | جو شخص احادیث نبویہ صحیحہ کو بے اصل بتاوے وہ فاسق گمراہ ہے | ۱۸۳ |
| ۶ | کوئی عورت یہ نظر مانے کہ میرا لڑکا بیماری سے صحت پاوے تو تمام عمر روزہ رکھوں گا اسکا کیا حکم ہے | 〃 |
| ۷ | اس مسئلہ کی تحقیق کہ جو طعام تعزیہ یا پنجہ یا جھنڈی یا دیبی یا دیو کے مٹھ پر چڑھایا جاتا ہے اس کا کھانا حرام ہے اس لئے کہ وہ منذور لغیر اللہ ہے اور منذور لغیر اللہ کا کھانا حرام ہے اور یہ فعل بھی حرام بلکہ شرک وکفر ہے | ۱۸۴ |
| ۸ | مسئلہ۔ نذر لغیر اللہ | ۱۹۳ |
| ۹ | اس مسئلہ کی تحقیق کہ جو جانور غیر اللہ کی تعظیم وتقرب کے لئے ٹھہرایا گیا ہو حرام ہے اگرچہ ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا جاوے۔ | ۱۹۵ |
| ۱۰ | اولیاء اللہ کی قبروں پر لے جاکر مساکین کو کھانا کھلانا | ۲۰۵ |
| ۱۱ | جو جانور کہ غیر اللہ کی تعظیم وتقرب کی نیت سے ذبح کیا جاوے وہ حرام ہے اگرچہ ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا جاوے۔ | ۲۰۶ |


# کِتَابُ الْفَرَائِضِ وَالْوَصَایَا


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | ہندہ نے ایک بیٹی اور ایک زوج اور ماں اور دو بھائی دو بہن چھوڑ کے ترکہ کیسے ہوگا | ۲۰۷ |
| ۲ | صورت مسئولہ میں جب قرض باقی ماندہ بطیب خاطر زید کو معاف کر دیا تو زید عند اللہ وعند الناس بری الذمہ اور سبکدوش ہو گیا | ۲۰۸ |


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| | مضمون استفتاء | صفحہ |
|---|---|---|
| ۳ | یہ کہنا کہ تو فلاں فلاں چیز کا مختار ہے وصیت نہیں ہے | ۲۰۹ |
| ۴ | عرصہ کثیر تک کسی کے ترکہ پر قابض رہنا اور ترکہ کا مدت مدید تک تقسیم نہ ہونا مبطل جواز تقسیم ترکہ نہیں اور نہ رافع حق ارث ہے | ۲۱۰ |
| ۵ | زید نے ماں و تین بہن حقیقی و ایک برادر علاتی و چار بہنیں علاتی و ایک بہن اخیافی چھوڑے پس ترکہ زید کیونکر تقسیم ہوگا | ″ |
| ۶ | صورت مسئولہ میں چونکہ ملک نثار احمد اس میں تام ہے اب اس میں امیر النساء کا رجوع کرنا نہ درست ہے۔ | ۲۱۲ |
| ۷ | صورت مذکورہ میں کل ترکہ یعنی جہیز و چڑھاوا کل مہر و ختر متوفیہ کا چھ سہام پر منقسم ہو کر تین اس کے شوہر کو ایک والدہ کو اور دو سہام والد کو پہنچیں گے۔ | ۲۱۳ |
| ۸ | صورت مذکورہ میں کل مکان کے تین حصہ کر کے ان میں سے ایک ایک حصہ ہر ایک بیٹی کو بطور فرضیت کے اور باقی ایک حصہ وہ بھائی چچازاد کو بطور عصوبت کے دینا چاہیئے۔ | ۲۱۳ |
| ۹ | انفاذ وصیت باتفاق محدثین و فقہا واجب است مادام کو بحد ضرر نہ رسد و زائد از ثلث مال نہ بود۔ | ۲۱۴ |
| ۱۰ | عدت کے اندر نکاح جائز نہیں اور ایسے نکاح سے جو اولاد پیدا ہو وہ صحیح النسب نہیں لہٰذا ترکہ کی مستحق بھی نہیں۔ | ۲۱۶ |
| ۱۱ | زید نے والدہ اور ایک سوتیلی ماں اور ایک اخیافی دو و بھائی و چار ہمشیرہ علاتی چھوڑے ترکہ کیسے تقسیم ہو | ۲۱۷ |
| ۱۲ | زید نے ایک ہمشیرہ عینیہ اور ایک ہمشیرہ علاقیہ و ایک ہمشیرہ اخیافیہ چھوڑے ترکہ کس طور پر تقسیم ہوگا | ″ |
| ۱۳ | صورت مسئولہ میں ہبہ نامہ والدہ محمود ناجائز ہے قبل تقسیم جائداد متوفی کے کسی وارث کو بذریعہ ہبہ یا بذریعہ وصیت اس کے منتقل کرنے کا اختیار نہیں | ۲۱۸ |
| ۱۴ | کوئی نومسلم اگر اپنے باپ کافر کی جائداد متروکہ لینے سے انکار کرے اور بعد مرنے اس نومسلم کے اس کا بیٹا مسلم وہ جدی جائداد لے تو جائز ہے یا نہیں۔ | ۲۱۹ |
| ۱۵ | جو زیور چڑھاوا بندہ کو ملا ہے وہ اس کا ملک ہے بعد وفات وہ کل متروکہ اس کے ورثا کو ملے گا | ۲۲۰ |
| ۱۶ | بیمار اگر اپنے وارث کو حصہ معینہ دے کر قابض کرا دے تو بعد صحت واپس کر سکتا ہے یا نہیں | ″ |


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| | مضمون استفتاء | صفحہ |
|---|---|---|
| ۱۷ | صورت مسئولہ میں نکاح کی ولائیت پھوپھی کو نہیں ماموں کو ہے اور ماں کی ولائت بھی ماموں کو حاصل ہے | ۲۲۱ |
| ۱۸ | زید متوفی کے ورثا ذیل پر ترکہ کیسے تقسیم ہوگا ایک زوجہ اور والدین اور تین برادر اور چار ہمشیرہ حقیقی | ۲۲۲ |
| ۱۹ | ادائے دین تقسیم میراث پر مقدم ہے | ۲۲۳ |
| ۲۰ | سبب غلام وکنیزک شدن ابتدا راستیلا راست حالاً و مالاً نہ غیر آن از بیع وغیرہ | 〃 |
| ۲۱ | زید بمرد و یک زوجہ گذاشت پس کل ترکہ بزوجہ یا چہارم حصہ | ۲۲۵ |
| ۲۲ | عمر نے ورثار ذیل چھوڑے دو زوجہ تین دختر تین برادر حصص شرعیہ کیسے ملیں گے | 〃 |
| ۲۳ | زید ایک زوجہ اور ایک دختر چھوڑ مرا زوجہ کو ثمن آتا ہے اگر کوئی نصف دلوائے تو کیسا ہے | ۲۲۶ |
| ۲۴ | ہندہ ایک بیٹا اور نواسہ و نواسی چھوڑ مری متروکہ کس کو ملنا چاہیئے۔ | 〃 |
| ۲۵ | زید متوفی کا ترکہ بہن، بھانجا، بھانجی، پھوپھی چچیری بہن میں سے کس کو ملنا چاہیئے | 〃 |
| ۲۶ | زینب متوفیہ کے وارث ذیل کو ترکہ کیسے ملے گا والدین شوہر دو بھائی ایک بہن حقیقی | ۲۲۷ |
| ۲۷ | ولد الزنا زانی باپ کا وارث ہو سکتا ہے یا نہیں | 〃 |
| ۲۸ | در صورت مرقومہ کنیز و پسرش وارث زید نیستند | ۲۲۸ |
| ۲۹ | کل مال کی وصیت بعض ورثار کو جائز ہے یا نہیں اور اگر متوفی کے مال میں کسی وارث نے تجارت کی تو نفع نقصان میں سب شریک ہیں یا نہیں اور لڑکے نابالغ کا متولی کون ہوگا | ۲۳۱ |
| ۳۰ | ہندہ ایک دختر و مادر و یک برادر و شوہر چھوڑ مری ترکہ وارثوں کا کیوں کر تقسیم ہوگا | 〃 |
| ۳۱ | اخیافی بھائی جو زنا سے پیدا ہوں وارث ہوں گے یا نہیں | ۲۳۲ |
| ۳۲ | زید متوفی نے اشخاص ذیل چھوڑے ان میں سے کون کون وارث ہوں گے اور کیا کیا حصہ ہر ایک کو ملے گا۔ زوجہ یک دو کنیزک مروجہ فی زمانہ غیر منکوحہ ایک کنیزک کے پیٹ سے ایک بیٹا ہے اور ایک کے پیٹ سے ایک دختر اور ایک برادر کا حقیقی بھائی اور تین بہنیں اور ایک ہمشیرہ بھی قبل تقسیم تین پسر اور ایک دختر چھوڑ کر مر گئی۔ | 〃 |
| ۳۳ | صورت مذکورہ میں وصیت مذکورہ تہائی مال میں جاری ہوگئی زیادہ میں نہیں ہاں اگر وارث جائز رکھیں تو جائز ہے۔ | ۲۳۵ |
| ۳۴ | زید مر گیا اور قبل تقسیم ترکہ اس کی زوجہ نے دوسرا نکاح کر لیا تو زوجہ مذکورہ مستحق حصہ میراث ہوگی یا نہ۔ | ۲۳۶ |


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| | مضمون استفتاء | صفحہ |
|---|---|---|
| ۳۵ | اگر کوئی بعض ورثاء کو اپنی عین حیات میں کچھ نقد وغیرہ دے کر کہے کہ بس اب میرے مرنے کے بعد تمہارا کچھ حصہ نہیں۔ یہ جائداد دوسرے وارثوں کی ہے تو بعد وفات شخص مذکور اس جائداد میں سے سب ورثاء کو حصہ ملے گا یا کہ جن کو وہ متوفی وصیت کر گیا ہے | ۲۳۷ |
| ۳۶ | زوجہ بعد وفات زوج کے متروکہ زوج کو اپنے دین مہر میں استغراق کر سکتی ہے یا نہیں | ۲۳۸ |
| ۳۷ | زید مقروض مرا اور کچھ بھی ترکہ نہیں چھوڑا اس کے ورثہ بیٹے یعنی ابن تین اور بھائی ایک اور بی بی ایک ہے ان میں سے ورثہ میں کون کون کتنا کتنا قرضہ ادا کرنے کا ذمہ دار ہے | ۲۳۹ |


## كِتَابُ الْأُضْحِيَةِ وَالْعَقِيقَةِ


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | گائے میں سات آدمی اور اونٹ میں دس آدمی کے شریک ہونے کا حکم خاص ہدی میں ثابت ہے یا قربانی میں بھی ثابت ہے۔ | ۲۴۰ |
| ۲ | کھال قربانی کے مستحق مساکین ہیں | 〃 |
| ۳ | فقراء کو قربانی کی کھال دینا چاہیئے یا اس کو بیچ کر قیمت بھی دینا جائز ہے اگر وقت پر مساکین نہ ہوں تو کیسا کرے۔ | ۲۴۱ |
| ۴ | ہرن اور بکری سے جو بچہ پیدا ہو اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں | 〃 |
| ۵ | قیمت کھال قربانی کی اپنے مصرف میں لانا چاہیئے یا نہ | ۲۴۲ |
| ۶ | میت کی طرف سے جو قربانی کی جائے اس کا گوشت اغنیاء کو اور دوستان میت کو کھانا درست ہے یا نہیں۔ | ۲۴۳ |
| ۷ | عقیقہ سات روز کے بعد کب تک ہو سکتا ہے۔ | ۲۴۴ |
| ۸ | عید الاضحی میں قربانی ہر متنفس کی جانب سے کرنی چاہیئے یا گھر گھر کیلئے ایک جانور کافی ہے | 〃 |
| ۹ | عقیقہ واجب ہے یا سنت یا مستحب اور اس کے احکام کیا ہیں | ۲۴۶ |
| ۱۰ | میت کی طرف سے قربانی جائز ہے یا نہیں | ۲۵۱ |
| ۱۱ | گائے کی قربانی کے سات حصوں میں بعض حصے زندہ کی طرف سے ہوں اور بعض مردوں کی طرف سے تو جائز ہے یا نہیں۔ | ۲۵۴ |
| ۱۲ | احکام قربانی کیا کیا ہیں۔ | ۲۵۵ |


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| | مضمون استفتاء | صفحہ |
|---|---|---|
| ۱۳ | ہنود کا یہ بیان غلط ہے کہ گائے کی قربانی قرآن مجید میں نہیں ہے | ۲۶۱ |
| ۱۴ | تحقیق مسئلہ خصاء بہائم ماکول اللحم وغیرہ | ۲۶۶ |
| | **کتاب الامارۃ والجہاد** | |
| ۱ | مولوی عبداللہ صاحب جو علاقہ خراسان میں ہیں وہ امام وقت ہیں یا نہیں اور جہاد فرض عین ہے یا کفایہ اور اس وقت جہاد ہے یا نہیں۔ | ۲۷۷ |
| ۲ | ہندوستان میں فی الحال جہاد جائز ہے یا نہیں۔ | ۲۸۴ |
| ۳ | حدیث من مات ولم یعرف امام زمانہ کے مطلب کی تشریح | ۲۸۵ |
| | **کتاب الحدود والتعزیر** | |
| ۱ | حد تعزیر و فرق درمیان اشراف و اجلاف | ۲۸۷ |
| ۲ | زید نے اپنی زوجہ کو بوجہ قرائن زانیہ قرار دے کر زجر کی اور زوجہ بھی مقر ہوگئی بعد ازاں زید نے روبرو چند لوگوں کے کہا کہ میں نے غصہ میں کہا تھا اس صورت میں عمرو متہم پر زنا ثابت ہوگا یا نہیں | ۲۹۰ |
| ۳ | صورت مسئولہ میں زید کا دعویٰ اور پرولا پانے اپنی زوجہ کے پہنچتا ہے یا نہیں | ۲۹۲ |
| ۴ | ایک شخص نے خط میں ایسے کلمات تحریر کئے جو صراحۃً یا کنایۃً کسی محصنہ کے حق میں قذف ہیں اس پر کیا حکم ہے | ۲۹۳ |
| ۵ | صورت مذکورہ سوال مقتضی لعان ہے | ۲۹۴ |
| | **کتاب الحظر والاباحۃ** | |
| ۱ | زید نے اپنی زوجہ کو گھر سے نکال دیا وہ بدوضع آوارہ پھرتی ہے زید نہ طلاق دیتا ہے نہ رکھتا ہے پس دونوں گنہگار ہوتے ہیں یا نہیں اور زید کی امامت کا کیا حکم ہے۔ | ۲۹۶ |
| ۲ | پردہ زناں از خواجہ سرائے جائز است یا نہ | 〃 |
| ۳ | نان پاؤ تاری آمیز کھانا درست ہے یا نہیں اور اس کی بیع شرعی جائز ہے یا نہیں | ۲۹۷ |
| ۴ | اگر خواجہ سرائے بکسے زن عقد نکاح کند جائز است یا نہ | ۲۹۸ |


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| | مضمون استفتاء | صفحہ |
|---|---|---|
| ۵ | تعویذ نوشتہ در گلو انداختن جائز است یا نہ | ۲۹۸ |
| ۶ | اگر کسی صورت سے قرض ادا ہونے کی امید نہ ہو تو ایسی حالت میں قرضدار کو واسطے ادائے قرض کے سوال کرنا درست ہے یا نہیں۔ | ۲۹۹ |
| ۷ | زید کسب حلال کرتا ہے اور عمر کی کمائی مخلوط بحلال وحرام ہے تو زید اپنے حلال مال کو عمر کے ہاتھ فروخت کرے یا نہیں | ۳۰۱ |
| ۸ | فصد یا حجامت یعنی نشتر کن دنوں میں لگوانا چاہیے | ۳۰۲ |
| ۹ | ایک شخص ولد الزنا ہے اس کو برا سمجھنا یا برے الفاظ سے یاد کرنا کیسا ہے | 〃 |
| ۱۰ | مسئلہ۔ جن کپڑے برتنوں میں تصویریں بنی ہوں ان کا برتنا اور بیچنا خریدنا ناجائز ہے | ۳۰۴ |
| ۱۱ | مرجع مکروہ تنزیہی کا ترک اولیٰ ہے یا کچھ اور۔ اور مکروہ تنزیہی جملہ ممنوعات شرعیہ سے ہو یا نہیں | 〃 |
| ۱۲ | نوکری خصی وخواجہ سرائے جائز است یا نہ و در اجرت ایشاں ہم کراہت و حرمت سرایت کند یا نہ۔ | ۳۰۵ |
| | **کِتَابُ الْاَطْعِمَةِ وَالصَّیْدِ وَالذَّبَائِحِ** | |
| ۱ | جانور ذبح شدہ کے پیٹ میں سے بچہ مردہ نکلے تو وہ حلال ہے یا نہیں | ۳۰۷ |
| ۲ | جو جانور بنام شیخ سدو پالا گیا ہو اور ذبح کے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا جاوے تو وہ بھی جانور حرام ہے | ۳۰۸ |
| ۳ | جو جانور بہ نیت نذر غیر خدا ذبح کیا جاوے اگرچہ بوقت ذبح بسم اللہ اللہ اکبر کہا لیکن نیت نذر غیر خدا اور تقرب الی غیر اللہ کی ہے اس جانور کا گوشت کھانا شرع میں حلال ہے یا نہیں اور اس کے کرنے والے پر کیا حکم ہے | ۳۱۲ |
| ۴ | ذبح فوق العقدہ و چند مسائل دیگر | ۳۱۳ |
| ۵ | ذبیحہ اہل تشیع کا حلال ہے | ۳۱۷ |
| ۶ | بازاری قصابوں سے گوشت خریدنا کیسا ہے | ۳۱۸ |
| ۷ | زید کو اپنی زوجہ کا جنازہ اٹھانا اور غسل دینا جائز ہے یا نہیں اور بکرے کی آنکھیں کھال کان بیضہ وغدد وحرام مغز وغیرہ کتنی چیزیں حرام ہیں۔ | ۳۱۹ |


محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| | مضمون استفتاء | |
|---|---|---|
| ۸ | جو شخص کسی حیوان سے جس کا کھانا حلال ہے جماع کرے تو اس حیوان کا گوشت یا شیر کھاویں پیویں یا نہ | ۳۲۲ |
| ۹ | حقہ کشی اور کھانا تمباکو اور استعمال اس کا ناک میں کیسا ہے اور پانی اس کا پاک ہے نا پاک | ″ |
| ۱۰ | کوا حلال ہے یا حرام | ۳۲۵ |
| ۱۱ | ایضاً | ۳۲۸ |
| ۱۲ | ایضاً | ۳۲۹ |
| ۱۳ | اس گوشت کا کیا حکم ہے جس کو کافر بازاروں میں فروخت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کو مسلمان نے ذبح کیا ہے | ۳۳۱ |
| ۱۴ | اگر کوئی شخص بندوق بنام خدا سر کرے اور قبل از ذبح شکار مر جاوے تو اسکا کھانا کیسا ہے | ۳۳۲ |
| ۱۵ | اگر کسی نے اللہ کا نام لے کر جانور حلال کو ذبح کیا اور دل میں غیر اللہ کا تقرب و تعظیم تھی اور وہ جانور حرام ہے۔ | ۳۳۶ |
| ۱۶ | گولر اور غلیلہ کا شکار حلال ہے یا حرام | ۳۳۷ |
| ۱۷ | شکار جانور وحشی چار پایہ یا پرندہ وغیرہ کا مباح ہے یا ممنوع اور جو شکاری کو برا جانے وہ کیسا ہے | ۳۴۲ |
| ۱۸ | عمرو کہتا ہے کہ مبتدعین ببدعت مکفرہ کا ذبیحہ حلال ہے اور امامت ان کی نادرست اور نکاح ان کی عورتوں سے درست قیاساً علی اھل الکتاب اور زید ان مبتدعین کو مرتد کہتا ہے حق پر کون ہے | ۳۴۳ |
| ۱۹ | مسئلہ علت سائڈ | ۳۴۴ |
| ۲۰ | چربی خنزیر کی حلال ہے یا حرام اور خالہ پھوپھی سے نکاح حلال ہے یا حرام | ۳۴۸ |


## كِتَابُ اللِّبَاسِ وَالزِّينَةِ


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | عورتوں کو ایسا باریک کپڑا پہننا جس سے بدن ظاہر ہو منع ہے | ۳۴۹ |
| ۲ | موئے زہار عورتوں کو کس طرح دور کرنا سنت ہے | ۳۵۱ |
| ۳ | استعمال موئے عورتوں کے لئے جائز ہے یا نہیں | ″ |
| ۴ | مردوں کو چاندی کے ٹمن لگانا جائز ہے یا نہیں | ۳۵۲ |
| ۵ | عورتوں کو ناک چھدانا اور کیل نتھ جائز ہے یا نہیں | ۳۵۴ |
| ۶ | عورتوں یا لڑکیوں کے کان یا ناک چھیدنا جائز ہے یا نہیں | ۳۵۸ |


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| | مضمون استفتاء | صفحہ |
|---|---|---|
| ۷ | ڈاڑھی کس قدر رکھنا چاہیئے۔ | ۳۵۹ |
| ۸ | شارمین کو حلق کرانا یا کھروانا ایسے ہی موئے حزین کو حلق و تنف کرنا جائز ہے یا نہیں | ۳۶۱ |
| ۹ | اکثر عالموں کے پاس جو عصا چوبی ہوتا ہے اس میں پھل آہنی کس قدر لانبا ہونا چاہیئے اور ایک عالم کے پاس کئے عصا رکھنے کا حکم ہے | ۳۶۳ |
| ۱۰ | سر کے بال منڈانا جائز ہے یا ناجائز | ۳۶۴ |
| ۱۱ | اس مسئلہ کی تحقیق کہ سر منڈوانا جائز ہے یا نہیں | ۳۶۷ |
| ۱۲ | سیاہ خضاب کرنا درست ہے یا نہیں | ۳۶۹ |
| ۱۳ | جن کپڑوں پر ریشم یا سونے یا چاندی کے گل بوٹے ہوں ان کا پہننا امام ابو حنیفہ کے نزدیک جائز ہے۔ | ۳۷۰ |
| ۱۴ | ستار سے نماز پڑھنا واجب ہے یا نہ اور کیا دونوں مساوی ہیں | ۳۷۱ |
| ۱۵ | مسئلہ نماز با عمامہ | ۳۷۷ |
| ۱۶ | اس مسئلہ کی تحقیق کہ نماز با عمامہ کو نماز بے عمامہ پر کچھ فضیلت ہے یا نہیں | ۳۷۳ |
| ۱۷ | مردوں اور بچوں کو چاندی کا زیور پہننا جائز ہے یا نہیں | ۳۸۲ |
| ۱۸ | مسئلہ۔ عورتوں کو میانہ آواز سے قرآن پڑھنا چاہیئے اور زیور گھنگرو دار پہننا بھی منع ہے | ۳۸۳ |
| ۱۹ | عورتوں کو سونے کا زیور پہننا جائز ہے یا نہیں | ۳۸۴ |


# کتاب الطب


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | طاعون سے بھاگنے کے متعلق مفصل بحث | ۴۰۵ |
| ۲ | تداوی بالحرام بمذہب حنفی جائز است یا نہ | ۴۱۲ |
| ۳ | مسئلہ استعمال ادویہ انگریزی | ۴۱۴ |
| ۴ | تداوی بالخمر | ״ |
| ۵ | دواؤں میں حرام و ناپاک اجزا ملے ہوں تو ان کا استعمال ناجائز ہے | ۴۱۵ |


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# کِتَابُ الْاَدَبِ


| | مضمون استفتاء | صفحہ |
|---|---|---|
| ۱ | اس مسئلہ کی تحقیق کہ مصافحہ ایک ہاتھ سے مسنون ہے یا دو ہاتھ سے اور رخصت ہونے کے وقت مصافحہ چاہیئے یا نہیں | ۴۱۷ |
| ۲ | مصافحہ ایک ہاتھ سے سنت ہے یا دو ہاتھ سے | ۴۲۲ |
| ۳ | بغرض حصول دنیا اگر پیری پڑھنا جائز ہے یا نہیں | ۴۲۵ |
| ۴ | کوئی دیندار مسلمان اہل پیشہ جیسے ماہی فروش سبزی فروش وغیرہ اپنے پیشہ کی وجہ سے اپنے آپ کو شیخ کہہ سکتا اور لکھ سکتا ہے یا نہیں | 〃 |
| ۵ | اس مسئلہ کی تحقیق کہ کسی عالم یا حاکم کے آنے کے وقت تعظیماً کھڑا ہو جانا درست ہے یا نہیں اور حدیثوں میں جو بڑوں کی تعظیم کرنا آیا ہے اس سے کیا مراد ہے | ۴۲۹ |
| ۶ | عبد علی یا عبد حسین یا بندہ علی و عبد النبی وغیرہ نام رکھنا غیر مشروع و ممنوع ہیں | ۴۳۲ |
| ۷ | مسئلہ۔ اسماء الٰہیہ میں سے کن کن ناموں کے ساتھ غیر اللہ کا نام رکھ سکتے ہیں اور کن کن ناموں کے ساتھ نہیں | ۴۳۵ |


# کِتَابُ الْبِرِّ وَالصِّلَةِ


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | بیان حقوق والدین و زوجین | ۴۳۷ |
| ۲ | سادات کا بھی لوگوں پر کچھ حق ہے یا نہیں اور سادات سے کیونکر پیش آنا چاہیئے | ۴۴۳ |
| ۳ | زوجہ اگر اپنے باپ ماں سے ملنا چاہے یا اس کے باپ ماں اس سے ملنا چاہیں تو شوہر منع نہیں کر سکتا | 〃 |


# کِتَابُ مَنَاقِبِ الصَّحَابَةِ وَغَيْرِهِمْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | خالد بن ولید جلیل القدر صحابی تھے جو شخص ان کو برا کہے وہ جاہل ہے اس کو توبہ کرنی لازم ہے۔ | ۴۴۵ |
| ۲ | حضرت علیؓ کے مقابلہ میں حضرت معاویہؓ کو خاطی باغی کہنا چاہیئے یا نہیں اور بغیر مقابلہ کے ان کے نام کے ساتھ حضرت اور رضی اللہ عنہ ضرور ہے یا نہیں اور اگر کوئی تعصب سے معاویہ کہے تو اس کا کیا حکم ہے ان امور کا جواب مولوی محمد فصیح صاحب غازی پوری سے اور اس جواب کی تردید اور اظہار حق | |


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| | مضمون استفتاء | صفحہ |
|---|---|---|
| | میں ایک تقریر دلپذیر حضرت میاں صاحب مرحوم سے | ۴۴۵ |
| ۳ | فتوٰی در باب تفضیل شیخین از علماء محدثین | ۴۵۷ |
| ۴ | مراد از تفضیل شیخین بر مرتضٰی چیست | ۴۵۹ |
| ۵ | سر کہ تفضیل حضرت علیؓ بر خلفاء ثلثہ وہد خاطی و مخطی اجماع امت و تحقیق مسئلہ افضلیت خلفاء ثلثہ بر حضرت علیؓ | ۴۶۰ |
| | **کتاب ذکر الانبیاء وبدأ الخلق** | |
| ۱ | اس مسئلہ کی تحقیق کہ ذبیح کون تھے اسماعیل علیہ السلام یا اسحاق علیہ السلام | ۴۶۳ |
| ۲ | حضرت آدم علیہ السلام کے پہلے اگر اللہ تعالٰے نے کوئی اور انسان پیدا کیا تو وہ کیا ہوا اور اس کا قصہ کس طرح ہے۔ | ۴۷۱ |
| ۳ | یوسف نجار سے مریم علیہا السلام کا نکاح مسلمانوں کی تاریخ میں ثابت ہے یا نہیں | 〃 |
| ۴ | ایک شخص کہتا ہے کہ جنات کو کسی قسم کا تصرف نہیں اور کہتا ہے کہ کوہ قاف کا کوئی ثبوت نہیں اس کا قول غلط ہے یا صحیح | ۴۷۲ |
| ۵ | آنحضرت صلعم و حضرت عیسٰی از دہن ماور پیدا شدند یا مانند دیگر مولود پیدا شدہ اند | ۴۷۴ |
| ۶ | کسی نبی یا ولی یا جن کا بعد موت کے یا قبل موت اپنی کے کسی شخص کے سر پر آنا اور اس کی زبان پر بولنا اور اس کی مدد کرنا کسی دلیل سے ثابت ہے یا نہیں | ۴۷۵ |
| | **کتاب المعراج** | |
| ۱ | معراج کے متعلق انیس الواعظین کی روایت مذکورہ فی السوال صحیح ہے یا در منثور کی روایت صحیح ہے اور کتاب انیس الواعظین معتبر ہے یا غیر معتبر۔ | ۴۷۷ |


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى

# تصدیر

اللہ عزوجل کی توفیق سے علمائے اہلحدیث کثر اللہ سوادھم نے برصغیر میں اسلام کی تجدیدی خدمات کے سلسلے میں ایک بنیادی خدمت یہ ہے کہ "فقہ الحدیث" کے موضوع پر عربی، فارسی اور اردو میں مدلل اور ٹھوس تسہیم کی کتابوں کا ایک وافر ذخیرہ نہ صرف کہ تیار بلکہ طبع و اشاعت کے ذریعہ (متحدہ) ہندوستان کے کونے کونے تک ان کو پھیلا بھی دیا۔ جزاہم اللہ تعالیٰ۔

"فقہ الحدیث" کا موضوع اسلام کی پوری تعلیم پر حاوی ہے جس میں عقائد، عبادات، معاشرت، معیشت، سیاست، اخلاق وغیرہ سارے مسائل پر خالص قرآن و حدیث کی تصریحات اور سلف امت ـــ صحابہ و تابعین و فقہائے محدثین ـــ کی تنقیحات کی روشنی میں مسائل کا حل موجود ہے۔ معتدل طریق فکر و عمل سے روزمرہ پیش آنے والے مسائل کا حل موجود ہے۔ مثال کیلئے اس مبارک فن ـــ فقہ الحدیث ـــ کی ایک اہم کتاب "فتاویٰ نذیریہ" کو ملاحظہ کیا جا سکتا ہے جو اس وقت آپ کے سامنے ہے۔

---

فتاویٰ نذیریہ ـــ میں شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے سلسلۂ نکر کے گل سرسبد حضرت شیخ العرب والعجم مولانا سید محمد نذیر حسین {ف ۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۲ء} نور اللہ مرقدہ اور آپ کے تلامذہ کرام کے لکھے ہوئے فتاویٰ کا ایک عظیم مجموعہ ہے جو بیشتر تحقیقات نادرہ پر مشتمل ہے گو یہ ضروری نہیں کہ ہر مسئلے میں ہر شخص کسی مفتی سے اتفاق کر سکے یا یہ کہ کسی استدلال میں کوئی خامی نہ ہو۔

---

دو ضخیم جلدوں کا یہ فتاویٰ، حضرت موصوف کے دو خصوصی شاگردان رشید حضرت مولانا محمد شمس الحق محدث عظیم آبادیؒ {ف ۱۳۲۹ھ / ۱۹۱۱ء} اور مولانا محمد عبدالرحمٰن مبارک پوریؒ {ف ۱۳۵۳ھ / ۱۹۳۲ء} کی مساعی حسنہ نیز نظر ثانی اور حضرت مولانا محمد شرف الدین دہلویؒ {ف ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء} کی تصحیح و مختصر تعلیقات سے حضرت اقدس کے نبیرگان کے اہتمام سے ۱۳۳۳ھ / ۱۹۱۳ء میں دہلی سے شائع ہوا۔

---

یہ فتاویٰ کافی مدت سے اب بالکل ناپید ہو گیا تھا جب کہ اس کی ضرورت بعض وجوہ سے سابقہ دور سے بھی زیادہ ہے قدیم تعلم کے علماء، طلباء اور متوسط درجے کے علاوہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ کا بھی ایک حلقہ فقہ الحدیث کی کسی جامع سی کتاب کا متلاشی ہے

---

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



چند سال ہوئے ہیں کہ حضرت الاستاذ مولانا محمد عطاء اللہ صاحب حنیف نے اہل حدیث اکادمی کے منصرم جناب شیخ محمد اشرف صاحب سے مزید تنقیح کے بعد فتاویٰ نذیریہ طبع ثانی کی ضرورت اور اہمیت بیان کی تو شیخ صاحب آمادہ ہو گئے۔ حضرت مولانا محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ (گوجرانوالہ) نے یہ ارشاد فرمایا کہ ان فتاویٰ میں آمدہ عربی فارسی عبارتوں کے اردو ترجمے بھی ساتھ ہو جائیں تاکہ اردو دان طبقہ بھی اس سے مستفید ہو سکے۔ چنانچہ ۱۳۸۷ھ/۱۹۶۷ء میں کام شروع کر دیا گیا۔ اور چار سال کی محنت شاقہ اور صرف زر کثیر کے بعد بحمد اللہ پوری کتاب ـــــ جو اب تین ضخیم جلدوں میں ہے ـــــ طباعت کے سارے مراحل طے کر کے نظر نواز ناظرین ہے۔

موجودہ اشاعت چند باتوں میں سابقہ اشاعت سے ممتاز نظر آئے گی۔

• بعض مسائل متعلقہ ابواب کے سوا دوسرے ابواب میں ضمناً آ گئے تھے (مثلاً نماز کے بعض مسائل بیوع یا نکاح (مثلاً) کے سوالات کے ساتھ مذکور ہوئے تھے) لیکن موجودہ اشاعت میں ان سے اکثر کو ہر مسئلہ متعلقہ موضوع کے تحت لانے کی کوشش کی گئی ہے۔

• عموماً عربی اور فارسی عبارتوں کے اردو ترجمے حاشیہ میں کر دیئے گئے ہیں۔

• فہرست مضامین سابق سے زیادہ تفصیلی ہے۔

• فتاویٰ میں مذکور مفتیان کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے اور مصدقین کے اسمائے گرامی کی ایسی فہرست آخر میں لگا دی گئی ہے جس سے معلوم ہو سکے گا کہ کس کس مفتی یا مصدق کا فتویٰ یا تصدیق، کون کون سے صفحے میں ہے۔

امید ہے کہ یہ کاوش افادیت میں اضافہ کا سبب ہو گی دعا ہے اللہ تعالیٰ اشاعت دین کی اس کوشش کو قبول فرمائے۔ اور ہم سب کو اخلاص کی نعمت سے نوازے۔ آمین وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وآلہ وسلم۔

یوم الترویہ ۱۳۹۰ھ

خاکسار۔ نذیر احمد سبحانی

منیجر اہل حدیث اکادمی لاہور۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# تمہید

(طبع اوّل)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی مَا اَسْبَغَ عَلَیْنَا نِعَمَہٗ فِی الْقَدِیْمِ وَالْحَدِیْثِ وَاَرْسَلَ اِلَیْنَا رَسُوْلَہُ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ بِاَحْسَنِ الْحَدِیْثِ الَّذِیْ بَیَّنَ لَنَا مَا اُحِلَّ لَنَا فِیْہِ مِنَ الطَّیِّبِ وَحَرَّمَ عَلَیْنَا مِنَ الْخَبِیْثِ وَوَضَعَ عَنَّا آصَارَ الرُّسُوْمِ وَاَغْلَالَ الْاَوْھَامِ فَسَرَّنَا بِلَفْظِہِ السَّیْرَ الْحَثِیْثَ وَاَوْصٰی اِلٰی اَصْحَابِہٖ وَخُلَصِ اَحْبَابِہٖ اَنْ یُّبَلِّغُوْا عَنْہُ مَا سَمِعُوْا مِنَ الْحَدِیْثِ فَبَذَلُوْا جُھْدَھُمْ فِیْ اَشَاعَۃِ عِلْمِہٖ وَاِذَاعَۃِ اَمْرِہٖ بِالسَّیْرِ السَّرِیْعِ وَالطَّلَبِ الْحَثِیْثِ فَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلَیْھِمْ وَعَلٰی مَنْ جَلَسَ مَجَالِسَ الْعِلْمِ لِلْحَدِیْثِ۔

**اَمَّا بَعْدُ** اس مجموعۂ فتاویٰ کے قدرے حالات ہدیۂ ناظرین کرنے بھی خالی از دلچسپی نہیں اس لئے عرض ہے کہ حضرت مولانا شمس العلماء مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب المعروف میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو فتوے خود لکھے یا تلامذہ و فرزندان وغیرہم سے لکھوائے اور اُن کو اپنی مُہر و دستخط و اصلاح سے مزین فرمایا۔ اگر یہ سب دستیاب ہوتے تو یقیناً فتاویٰ عالمگیری سے چہار چند یا اس سے بھی زائد ہو جاتے مگر حضرت ممدوح کے زمانہ میں نہ اس کا خیال ہوا نہ نقل فتووں کی مہلت ملی مگر چند سال عالیجناب مولوی سید محمد شریف حسین صاحب مرحوم والد ماجد احقران نے نقل کا التزام کیا مگر صاحب موصوف کی عمر نے وفا نہ کی اور چند حوادثات مثل کثرت برسات و تبدیلی مکانات وغیرہ سے یہ مجموعہ بھی مجموعہ پریشانی ہی میں رہا۔ اور سوء اتفاق سے ایک بار آتشزدگی نے سامان خانہ داری کے علاوہ اس مجموعہ پر بھی ہاتھ صاف کرنا چاہا مگر عجیب اتفاق ہے کہ یہ مجموعہ بالکل ضائع نہ ہوا۔ البتہ اس کے درست و مرتب کرنے میں محنت کثیر و زر خطیر صرف کرنا پڑا اگرچہ اس کام میں دیر لگی اور حضرت میاں صاحب موصوف کے بعض معتقدین نے بعد انتظار بسیار نا امیدی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سی اختیار کر لی مگر جن اجزائے سوختہ و پریشان اور جن جواہر زواہر کو فراہم و اندوختہ کرنا تھا اس کے مرتب و منسلک کرنے میں جناب مولوی شمس الحق صاحب مرحومؒ ڈیانواں نے اور مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبارک پوریؒ نے جس قدر محنت و جانفشانی سے کام کیا ہے وہی اس کے شاہد عادل بھی ہو سکتے ہیں کہ یہ فتاویٰ کس قدر دقت اور صرف سے مہیا و مرتب ہوئے ہیں بایں ہمہ علمائے کرام و ناظرین خواص و عوام سے استدعا ہے کہ جو سہو و اغلاط اس میں پائیں اس کی اصلاح فرما کر خاکساران کے ذمہ لگائیں اور جس قدر حظ و فائدہ ان سے اٹھائیں اس کے بدلے ہم عاجزان کو بھی دعا خیر میں شریک فرمائیں ؛

؎ جمادے چند دادم جان خریدم
بحمد اللہ عجب ارزاں خریدم

**الملتمسان سید محمد عبدالسلام و سید محمد ابوالحسن غفر لہما**

(نبیرگان حضرت میاں صاحبؒ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# المجلد الثالث

# کِتَابُ الوَلِیْمَۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم الانبیاء والمرسلین محمد والہ واصحابہ اجمعین والتابعین لھم باحسان الی یوم الدین وبعد فانہ ورد من بعض الفضلاء سوال فی الولیمۃ التی تصنع فی العرس من جھۃ اولیاء الزوجۃ او من جھۃ الزوجۃ نفسھا ویدعی الناس الیھا ھل ھی من قسم الولیمۃ المسنونۃ او من قسم الدعوۃ التی تجب الاجابۃ الیھا او من قسم الحرام او المکروہ او من قسم الجائز فیتداوونا بما یشفی العلیل ویروی الغلیل من کلام ائمۃ العلم جزیتم خیرا۔

**فاقول**:۔ مستعینا باللہ وطالبا منہ التوفیق لاصابۃ الصواب فی الجواب قال الامام البخاری باب حق اجابۃ الولیمۃ والدعوۃ قال الحافظ فی فتح الباری کذا عطف الدعوۃ علی الولیمۃ فاشار بذلک الی ان الولیمۃ مختصۃ بطعام العرس ویکون عطف الدعوۃ علی الولیمۃ من عطف العام بعد الخاص واما اختصاص اسم الولیمۃ بہ فھو قول اھل اللغۃ فیما نقلہ عنھم ابن عبد البر وھو المنقول عن

---

سوال:۔ بعض علماء کی طرف سے سوال ہوا ہے کہ دلہن کے اقرباء یا خود دلہن کی طرف سے جو لوگوں کو نکاح کے موقعہ پر دعوت دی جاتی ہے کیا یہ ولیمہ مسنونہ کی قسم سے ہے یا ایسی دعوت ہے جس کی اجابت واجب ہے یا یہ حرام یا مکروہ ہے یا جائز ہے، جواب شافی سے مستفید فرمادیں۔

الجواب:۔ امام بخاری نے کہا "باب دعوت ولیمہ کی قبولیت حق ہے" حافظ ابن حجر نے کہا کہ "دعوت کا ولیمہ پر عطف معلوم کراتا ہے کہ ولیمہ شادی کے کھانے کے ساتھ مخصوص ہے، اور دعوت کا ولیمہ پر عطف "عطف عام بعد الخاص" ہے اور ولیمہ کا لفظ جو شادی کے کھانے پر بولا جاتا ہے یہ اہل لغت کا قول ہے، ابن عبد البر نے خلیل بن احمد اور ثعلب وغیرہما سے یہی نقل کیا ہے، صاحب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الخلیل بن احمد وثعلب وغیرھما وبہ جزم الجوھری وابن الاثیر وقال صاحب المحکم الولیمۃ طعام العرس والاملاک وقیل کل طعام صنع لعرس وغیرہ وقال عیاض فی المشارق الولیمۃ طعام النکاح وقیل الاملاک وقیل طعام العرس خاصۃ وقال الشافعی واصحابہ تقع الولیمۃ علی کل دعوۃ تتخذ لسرور حادث من نکاح او ختان وغیرھما ولکن الاشھر استعمالھا عند الاطلاق فی النکاح وتقید فی غیرہ فیقال ولیمۃ الختان ونحو ذلک وقال الازھری الولیمۃ ماخوذۃ من الولم وھو الجمع وزنا ومعنی لان الزوجین یجتمعان وقال ابن الاعرابی اصلھا من تتمیم الشیء واجتماعہ وجزم الماوردی ثم القرطبی بانھا لا تطلق فی غیر طعام العرس الا بقرینۃ واما الدعوۃ فھی اعم من الولیمۃ وھی بفتح الدال علی المشھور وضمھا قطرب فی مثلث تہ وغلطوہ فی ذلک علی ماقال النووی انتھی کلام الحافظ ابن حجر وقال الامام الشوکانی فی نیل الاوطار قال الازھری الولیمۃ مشتقۃ من الولم وھو الجمع لان الزوجین یجتمعان وقال ابن الاعرابی اصلھا تمام الشیء واجتماعہ ونقع علی کل طعام یتخذ لسرور ونستعمل فی ولیمۃ الاعراس بلا تقیید وفی غیرھا مع التقیید فیقال مثلا ولیمۃ ماربۃ ھکذا قال بعض اھل اللغۃ وحکاہ فی الفتح عن الشافعی واصحابہ وحکی ابن عبد البر عن اھل اللغۃ وھو المنقول عن الخلیل وثعلب وبہ جزم الجوھری و ابن الاثیر ان الولیمۃ ھی الطعام فی العرس خاصۃ قال ابن رسلان وقول اھل اللغۃ اقوی لانھم اھل اللسان وھم اعرف بوضوعات اللغۃ واعلم بلسان اھل العرب انتھی ویمکن ان یقال الولیمۃ فی اللغۃ ولیمۃ العرس فقط وفی الشرع للوکائم المشروعۃ وقال فی القاموس الولیمۃ طعام العرس او کل طعام صنع لدعوۃ وغیرھا او لم

---

محکمہ ابن اثیر اور جوہری نے اس کی تائید کی کہ ولیمہ شادی اور ملک کا کھانا ہے، امام شافعی اور ان کے ساتھی کہتے ہیں کہ ولیمہ ہر وہ کھانا ہے، جو خوشی کے موقع پر پکایا جائے لیکن یہ عموماً شادی کے کھانے پر بولا جاتا ہے، اور یہ ولم سے مشتق ہے، جس کے معنی جمع کے ہیں، چونکہ اس میں لوگ جمع ہوتے ہیں، یا عورت مرد جمع ہوتے ہیں، لہٰذا اس کو ولیمہ کہتے ہیں، قرطبی نے کہا بغیر قرینہ کے یہ لفظ شادی کے بغیر اور کسی کھانے پر نہیں بولا جاتا اور دعوت ولیمہ سے عام ہے بعض اوقات ولیمہ کے کھانے کو عرس بھی کہہ دیتے ہیں، یعنی سبب کے نام پر، اور عرس کا معنی بھی نکاح ہے، کیونکہ شادی سے وہی کچھ تو مقصود ہوتا ہے، اور اعرس الرجل باہلہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



صنعها وقال صاحب المحکم الولیمۃ طعام العرس والاملاک انتہی وقال فی تاج العروس شرح القاموس قال ابو عبید سمعت ابا زید یقول الطعام الذی یصنع عند العرس الولیمۃ والذی یصنع عند الاملاک ای العقد النقیعۃ وقال الحسن بن عبد اللہ العسکری فی کتاب الاسماء واللغات الولیمۃ ما یطعم فی الاملاک من الولم وھو الجمع لان الزوجین یجتمعان وقولہ وادلم صنعها ای الولیمۃ ومنہ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لعبد الرحمن بن عوف اولم ولو بشاۃ ای اصنع ولیمۃ انتہی کلام تاج العروس مع المتن وفی القاموس وشرحہ ایضا والعرس طعام الولیمۃ وھو یعمل فی العرس سمی عرسا باسم سببہ والعرس ایضا النکاح لانہ المقصود بالذات من الاعراس من اعرس الرجل باھلہ اذا بنی علیها ودخل بها ثم سمیت الولیمۃ عرسا وھی تؤنثها العرب وقد تذکر انتہی وفی العینی علی البخاری قولہ اجیبوا ھذہ الدعوۃ ای دعوۃ الولیمۃ وفیہ ایضا العرس طعام الولیمۃ وھو الذی یعمل عند العرس سمی عرسا باسم سببہ انتہی۔ قال الحافظ ابن حجر فی فتح الباری قولہ باب اجابۃ الداعی فی العرس وغیرہ ذکر فیہ حدیث ابن عمر اجیبوا ھذہ الدعوۃ وھذہ اللام یحتمل ان تکون اللام للعھد والمعھود ولیمۃ العرس ویؤیدہ روایۃ ابن عمر الاخری اذا دعی احدکم الی الولیمۃ فلیاتها وقد تقرر ان الحدیث الواحد اذا تعددت الفاظہ امکن حمل بعضها علی بعض تعین ذلک ویحتمل ان تکون اللام للعموم وھو الذی فھمہ راوی الحدیث فکان یاتی الدعوۃ للعرس ولغیرہ واخرجہ مسلم وابوداؤد من طریق ایوب عن نافع بلفظ اذا دعی احدکم اخاہ فلیجب عرسا کان او نحوہ ولمسلم من طریق الزبیدی عن نافع بلفظ من دعی الی عرس او نحوہ فلیجب وھذا یؤید ما فھمہ ابن عمر وان الامر بالاجابۃ لا یختص بطعام العرس وقد اخذ بظاھر الحدیث

کا ترجمہ ہے، کہ آدمی نے اپنی بیوی سے خلوت کی، اور عبداللہ بن عمر کی حدیث میں ہے، کہ اس دعوت کو قبول کیا کرو، اور دوسری روایت میں ہے، کہ جب تمہیں ولیمہ کی طرف بلایا جائے تو اس میں شامل ہوا کرو، اور نافع کی حدیث میں ہے، کہ جس کو ولیمہ یا اس جیسی دعوت کی طرف بلایا جاوے، اسے قبول کرنا چاہیئے، اور اجابت دعوت صرف ولیمہ کے کھانے ہی کے لئے نہیں ہے، بلکہ ہر مباح دعوت کے لئے ہے، اور ائمہ لغت اور فقہاء کے نزدیک دعوت ولیمہ صرف مرد ہی کی طرف سے نہیں ہوتی، بلکہ جو کھانا دلہن

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بعض الشافعیۃ فقال بوجوب الاجابۃ الی الدعوۃ مطلقا عرسا کان او غیرہ بشرط انتہی کلام الحافظ ابن حجر بلفظہ فتحصل من مجموع ما نقلناہ من الاحادیث وکلام ائمۃ اللغۃ والفقہ ان العرس لا تختص بما یکون من جانب الزوج فقط کما تقدم من ان الولیمۃ تستعمل حقیقۃ شرعیۃ فی ولیمۃ العرس وتستعمل فی کل دعوۃ فہذا الاطلاق وہو انہا تستعمل فی کل دعوۃ حقیقۃ شرعیۃ وتقدم ان العرس یطلق علی العقد وعلی الدخول فالولیمۃ المتخذۃ من جانب اہل الزوجۃ واہلہا طعام عرس لان العرس العبد ویقال لہا ولیمۃ ایضا والعرس النکاح فالطعام المتخذ من جانب اہل الزوجۃ او من جانب الزوجۃ یقال لہا طعام عرس وولیمۃ ودعوۃ فالاجابۃ الی ہذا الطعام واجبۃ وداخل فی عموم الولیمۃ کما تقدم عن ابن الاعرابی وہو من ائمۃ اللغۃ ان الولیمۃ تقع علی کل طعام یتخذ علی کل سرور بلا قید وکما تقدم عن الازہری وہو من ائمۃ اللغۃ ایضا انہا مشتقۃ من الولم وہو الاجتماع لان الناس یجتمعون لہا والحاصل ان الطعام المتخذ من جانب اہل الزوجۃ داخل فی الولائم المشروعۃ دون الولائم المخالفۃ للشرع واللہ اعلم ومما یشہد لذلک ما رواہ ابن ماجہ عن حدیث ام سلمۃ وعائشۃ رضی اللہ عنہما قالتا امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نجہز فاطمۃ رضی اللہ عنہا حتی ندخلہا علی علی رضی اللہ عنہ فعمدنا الی البیت ففرشناہ ترابا لینا من اعراض البطحاء ثم حشونا مرفقتین لیفا فنفشناہ بایدینا ثم اطعمنا تمرا وزبیبا وسقینا ماء عذبا وعمدنا الی عود فعرضناہ فی جانب البیت لیلقی علیہ الثوب ویعلق علیہ السقاء فما رأینا عرسا احسن من عرس فاطمۃ رضی اللہ عنہا وروی الحافظ الآجری عن محمد بن الحسین فی

یا اس کے لواحقین کی طرف سے بھی پکایا جائے، اسے بھی دعوت عرس یعنی ولیمہ ہی کہا جاتا ہے، اور عرس کا معنی نکاح ہے، اور اس کھانے کی دعوت کو قبول کرنا واجب ہے، اور ولیمہ کے عموم میں شامل ہے، چنانچہ اس کی تائید حضرت ام سلمہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے ہوتی ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت فاطمہ کے نکاح کا ارادہ کیا، تو ہمیں حکم دیا، کہ ہم نکاح کی تیاری کریں، چنانچہ ہم نے مکان کو لیپا پوتا، فرش بچھایا، صاف کیا، پھر ہم نے لوگوں کو کھجور اور منقہ کھلایا، میٹھا پانی پلایا، ایک لکڑی مکان کی ایک جانب گاڑ دی گئی تاکہ لوگ اس پر اپنے کپڑے لٹکائیں اور پانی کی مشکیں بھی اس سے لٹکا دی گئیں، ہم نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



انکاح النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاطمۃ رضی اللہ عنہا بعلی رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امر بلالا بقصعۃ من اربعۃ امداد او خمسۃ ویذبح جزورا لولیمتہا فاتیتہ بذلک فطعن فی رأسہا ثم ادخل الناس رفقۃ رفقۃ یاکلون منہا حتی فرغوا وبقیت فضلۃ فبرک فیہا وامر بحملہا الی ازواجہ وقال کلن واطعمن من شئتن انتہی کذا ذکرہ العلامۃ الخفاجی فی شرحہ علی شفا القاضی عیاض والحدیث الذی رواہ ابن ماجہ فی اسنادہ جابر الجعفی قال الحافظ فی التقریب ضعیف وقال فی الخلاصۃ احد کبار علماء الشیعۃ عن عامر بن واثلۃ والشعبی وعنہ السفیانان وخلق ووثقہ الثوری وغیرہ وقال النسائی متروک ولکن اقل درجات الحدیثین اعنی حدیث ابن ماجہ والاخر انہما ضعیفان لا موضوعان فیصلحان شاہدین لما نحن فیہ من ان الطعام المتخذ من جانب اہل الزوجۃ یقال لہ طعام عرس وطعام ولیمۃ عرس قال الشوکانی فی نیل الاوطار روایۃ ضعیف مع الضعف توجب کالارتفاع عن درجۃ السقوط الی درجۃ الاعتبار انتہی وقال الحافظ ابن حجر فی فتح الباری ان حکم الشئ الخاص الذی لم یرد فیہ نص داخل تحت حکم دلیل اخر بطریق العموم انتہی والحاصل ان الطعام المتخذ من جہۃ اہل الزوجۃ او من جہۃ الزوجۃ یقال لہ طعام العرس لغۃ وشرعا کما تقدم وداخل فی اسم الولیمۃ لانہا مشتقۃ من الولم وہو الاجتماع لان الناس یجتمعون فیہا ولانہا المتخذۃ لحادث سرور والنکاح ای سرور فہی حقیقۃ شرعیۃ ایضا کما تقدم ولان العرس النکاح کما تقدم والنکاح یطلق علی ما کان من جانب المرأۃ ومن جانب الرجل

---

کبھی بھی ایسی دعوت نہ دیکھی جیسی کہ فاطمہ کے نکاح پر ہوئی، دوسری روایت میں ہے، کہ حضرت فاطمہ کے نکاح کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال کو حکم دیا، انہوں نے چار پانچ مد کا کھانا تیار کیا، اور ایک اونٹ ذبح کیا گیا، ولیمہ ہوا، پھر لوگ جماعت جماعت ہو کر کھانے کے لئے آنے لگے، جب سب کھا چکے تو پھر بھی کھانا بچ گیا، آپ نے وہ کھانا اپنی بیویوں کے پاس بھجوا دیا، اور فرمایا، خود بھی کھاؤ، ہدیہ جس کو چاہو، کھلاؤ، پہلی حدیث کی سند میں جابر جعفی ضعیف ہے، اور شیعہ ہے، اور دوسری حدیث کی سند بھی ضعیف ہے لیکن بہرحال یہ دونوں حدیثیں موضوع نہیں ہیں، اور ان سے یہ ثابت ہو سکتا ہے، کہ دلہن یا دولہن کے لواحقین کی طرف سے کھانا کھلایا جا سکتا ہے، اور اس کا نام بھی دعوت ولیمہ یا دعوت عرس ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وفی الحدیث فطلقها وتکحت زوجا غیرہ والطعام المذکور ایضا داخل فی عموم الدعوۃ التی ورد الامر بوجوب الاجابۃ الیها۔

والقول بان الطعام المتخذ من جهۃ الزوجۃ او من جهۃ اهلها حرام بدعۃ او مکروہ قول باطل لا معول علیہ بل هو مخالف لعموم الاحادیث الدالۃ علی وجوب الاجابۃ الی عموم الدعوۃ قال الامام الشوکانی فی نیل الاوطار والظاهر الوجوب للاوامر الواردۃ بالاجابۃ من غیر صارف لها عن الوجوب ولیجعل الذی لم یجب عاصیا وهذا فی ولیمۃ النکاح فی غایۃ الظهور واما فی غیرها من الولا ئم فان صدق علیہ اسم الولیمۃ شرعا کما تقدم فی اول الباب کانت الاجابۃ الیها واجبۃ لا یقال ینبغی حمل مطلق الولیمۃ علی الولیمۃ المقیدۃ بالعرس کما وقع فی حدیث ابن عمر بلفظ اذا دعی احدکم الی ولیمۃ عرس فلیجب لانا نقول ذلک غیر نافع للتقیید لما وقع فی الروایۃ المتعقبۃ لهذہ الروایۃ بلفظ من دعی الی عرس او نحوہ وایضا قولہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یجب الدعوۃ فقد عصی اللہ ورسولہ یدل علی وجوب الاجابۃ الی غیر ولیمۃ العرس قال فی فتح الباری واما الدعوۃ فهی اعم من الولیمۃ وهی بفتح الدال علی المشهور وضمها قطرب فی مثلثاتہ وغلطوہ فی ذلک علی ما قال النووی وقال فی فتح الباری ایضا فی باب اخر والذی یظهر ان اللام فی الدعوۃ للعهد من الولیمۃ المذکورۃ او کما قال وقد تقدم ان الولیمۃ اذا اطلقت حملت علی طعام العرس بخلاف سائر الولا ئم فانها تقید انتهی و یجاب اولا بان هذا مصادرۃ علی المطلوب لان الولیمۃ المطلقۃ هی محل النزاع و ثانیا بان فی احادیث الباب ما یشعر بالاجابۃ الی کل دعوۃ ولا یمکن فیہ ما ادعاہ فی الدعوۃ وذلک نحو ما فی روایۃ ابن عمر بلفظ من دعی فلم یجب فقد عصی اللہ

---

باقی رہا یہ سوال کہ دلہن یا دلہن کے لواحقین کی طرف سے کھانا، کھانا مکروہ یا بدعت یا حرام ہے، تو یہ قول باطل ہے، اس کی کوئی سند نہیں، بلکہ وہ عام احادیث کے مخالف ہے، جو وجوب اجابت پر دلالت کرتی ہیں، اور جو آدمی اس کو قبول نہ کرے وہ گنہ گار ہے، یہ تو شادی کی دعوت کے متعلق ہے، اور دوسری دعوتوں کا قبول کرنا بھی واجب ہے، بشرطیکہ ان میں کوئی شرعی مانع نہ ہو، ایک حدیث میں ہے، کہ جس نے دعوت کو قبول نہ کیا، اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی، حضرت عبداللہ بن عمر کو اگر ولیمہ یا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ورسولہ وکذلک قولہ من دعی الی عرس او نحوہ فلیجب انتہی کلام الشوکانی فی نیل الاوطار وقال فی فتح الباری ویحتمل ان تکون اللام للعموم وھو الذی فہمہ الراوی الحدیث فکان یاتی الدعوۃ للعرس وغیرہ وھذا یؤید ما فہمہ ابن عمر وان الامر بالاجابۃ لا یختص بطعام العرس انتہی کلام الحافظ فی فتح الباری وفی البخاری باب اجابۃ الدعوۃ فی العرس وغیرہ واورد فیہ حدیث نافع عن ابن عمر انہ کان یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجیبوا ھذہ الدعوۃ اذا دعیتم لہا قال وکان ابن عمر یاتی الدعوۃ فی العرس وغیر العرس وھو صائم ثم قال الحافظ فی فتح الباری قولہ اجیبوا ھذہ الدعوۃ نحن[1] فیہ من ذلک کان حدیث اذا دعی احدکم فلیجب عرسا کان او غیرہ اعم من ان یکون من جانب الزوج او من جانب اھل الزوجۃ او من جانب الزوجۃ۔

ھذا ما ظہر للحقیر فان کان صوابا فمن اللہ والحمد للہ وان کان خطا فمنی ومن الشیطان واستغفر اللہ والحمد للہ اولا واٰخرا وظاہرا وباطنا وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ محمد واٰلہ وصحبہ وسلم۔ حررہ الحقیر الفقیر الی احسان ربہ الباری حسین بن محسن الانصاری الخزرجی السعدی الیمانی نزیل بھوپال فی الحال اصلح اللہ الحال والمآل آمین آمین آمین۔ یکم رمضان المبارک سنہ ۱۳۱۶ ہجری

الجواب صحیح والرای نجیح۔ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ

| | | |
|---|---|---|
| سید محمد نذیر حسین | سید محمد ابو الحسن | سید محمد عبد السلام غفرلہ |

**سوال** لڑکی کی شادی میں اگر بیٹی والا بہ نیت سرور حادثہ عقد نکاح دختر کے بلا جبر ولغیر ریا ونفاخر کے قرابت والوں اور دوستوں کو خواہ ان کا مکان قریب ہو یا بعید دعوت کرے تو کھانا جائز ہے یا نہیں یا براتیوں کی دعوت بلحاظ دعوت زور وضعیف بلا جبر واکراہ

---

کسی اور دعوت میں بلایا جاتا تو اگر وہ روزہ سے بھی ہوتے تو بھی دعوت کو قبول کر لیتے اور ولیمہ کی دعوت کو قبول کرنا جب واجب ٹھہرا تو پھر تمام وہ جس میں شامل ہیں خواہ وہ مرد کی طرف سے ہوں یا عورت کی طرف سے یا عورت کے لواحقین کی طرف سے واللہ اعلم ۱۲

---

(۱) ھکذا فی المنقول عنہ ولا شک فی انہ سقط ھھنا عبارۃ ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دبلا لحاظ رسم معمول کرے، تو وہاں کھانا کیسا ہے، اور حضرت نے بی بی فاطمہ رضؓ کی شادی میں لوگوں کو کچھ کھلایا تھا یا نہیں یا کسی ازواج کی شادی میں کچھ کھانا کھلانا سنت ہے یا نہیں اور ولیمہ کی دعوت کے دن تک بعد از نکاح جائز ہے، اور پانسو درہم سے زیادہ میں نکاح ہونا یہ نکاح مطابق سنت کے ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب:** فی الواقع صورت مندرجہ سوال حادثہ سرور وخوشی وفرحت تزویج کا ہے، اس میں کچھ طعام کھلانا سنت انبیاء علیہم السلام کی ہے، چنانچہ کلام نجاشی بادشاہ حبشہ سے مستفاد ہوتا ہے، جیسا کہ طبری نے سیر میں نقل کی ہے۔ فروی[1] انہ صلی اللہ علیہ وسلم بعث عمرو بن امیۃ الضمری الی النجاشی لیخطبھا علیہ فزوجھا ایاہ واصدقھا عنہ اربع مائۃ دینار وبعث بھا الیہ مع شرحبیل بن حسنۃ وروی ان النجاشی ارسل الیھا جاریتہ ابرھۃ فقالت ان الملک یقول لک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتب الی ان ازوجک وانا ارسلت الی خالد بن سعید بن العاص فوکلتہ واعطت ابرھۃ سوارین وخاتم فضۃ سرورا بما بشرتھا بہ فلما کان العشی امر النجاشی جعفر بن ابی طالب ومن ھناک من المسلمین فحضروا وخطب النجاشی فقال الحمد للہ الملک القدوس السلام المؤمن المھیمن العزیز الجبار اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ ارسلہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون: اما بعد فقد اجبت الی ما دعا الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقد اصدقتھا اربع مائۃ دینار ذھبا ثم صب الدنانیر بین یدی القوم فتکلم خالد بن سعید فقال الحمد للہ احمدہ

---

[1] نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن امیۃ الضمری کو نجاشی کے پاس بھیجا، تاکہ ام حبیبہ کے متعلق نکاح کا پیغام دے پس نجاشی نے ان کا نکاح نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا، اور اپنی طرف سے چار ہزار دینار حق مہر ادا کیا، اور ان کو شرحبیل بن حسنہ کے ساتھ روانہ کر دیا، اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ نجاشی نے ام حبیبہ کے پاس ایک لونڈی کو بھیجا، اس نے جا کر کہا کہ بادشاہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے لکھا ہے، کہ میں تیرا نکاح کر کے ان کے پاس بھیج دوں ام حبیبہ نے اپنا وکیل خالد بن سعید بن عاص کو مقرر کیا اور اس لونڈی کو دو کنگن اور چاندی کی انگوٹھی بخش دی کیونکہ اس نے خوشخبری سنائی تھی پچھلے پہر نجاشی نے حضرت جعفر اور مسلمانوں کو بلایا، جب وہ آ گئے، تو نجاشی نے خود خطبہ پڑھا، اور کہا جو کچھ رسول اللہ صلی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واستعینه واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریك له وان محمدا عبده و رسوله ارسله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله ولو کره المشرکون اما بعد فقد اجبت الی ما دعا رسول الله صلی الله علیه وسلم وزوجته ام حبیبة بنت ابی سفیان فبارك الله لرسول الله صلی الله علیه وسلم ودفع الدنانیر الی خالد بن سعید بن العاص فقبضها ثم ارادوا ان یقوموا فقال اجلسوا فان سنة الانبیاء علیهم السلام اذا تزوجوا ان یوکل طعام علی التزویج فدعا بطعام فاکلوا ثم تفرقوا اخرجه صاحب الصفوة کما قاله الطبری هکذا فی المرقاة نقلا عن المواهب۔ پس اگر والی دختر بطریق شکریہ سبکدوشی تزویج بقصد سرور وایتلاف ومواخات برادری وموالات اسلامی بلا فرض ودوام اور بدون تفاخر و نام آوری وبغیر ریا ومباہات دعوت وضیافت اقربا واحبا کی کرے تو مشروع ومباح بلکہ مستحب ہے کیونکہ یہ مہمانی عروسی ہے، عرس بالضم مہمانی عروسی کذا فی الصراح وغیرہ، اور مہمانی عروسی وولیمہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے بتقریب نکاح حضرت فاطمہ زہرا کے ماثور اور منقول ہے، چنانچہ سیرت احمدیہ سے واضح ہوتا ہے اور تعامل وتعارف سلف صالحین سے قرناً بعد قرن چلا آتا ہے۔ قد[1] صرح الامام الشافعی فی الام الولیمة التی تعرف ولیمة العرس وکل دعوة علی املاك او نفاس او ختان او حادث سرور وقال ابن العربی اصل الولیمة تمام الشیء واجتماعه والفعل فیها اولم وتقع علی کل طعام تتخذ لسرور حادث من عرس واملاك وغیرهما واستعمالها مطلقا فی العرس اکثر واشهر وفی غیره بالتقیید فیقال ولیمة الاعذار ونحوه کذا فی بدر التمام شرح بلوغ المرام لملا حسین المغربی الولیمة کل

اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا تھا میں نے اس کی تعمیل کر دی، اور ام حبیبہ بنت ابی سفیان کا نکاح آپ سے کر دیا اب اللہ اس نکاح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برکت دے اور حق مہر کی رقم خالد بن سعید کے سپرد کر دی، پھر لوگ اٹھ کر جانے لگے، تو نجاشی نے کہا بیٹھ جاؤ، انبیاء کی یہ سنت رہی ہے کہ جب وہ شادی کرتے ہیں تو کھانا کھلاتے ہیں، پھر کھانا منگایا، اور سب نے کھایا۔

[1] امام شافعی نے کہا، ولیمہ جو مشہور ہے، وہ شادی کی دعوت ہے، اور اس میں ہر خوشی کی دعوت شامل ہے جو نکاح کی وجہ سے ہو یا ختنہ وغیرہ کی وجہ سے (بدر التمام شرح بلوغ المرام)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دعوۃ تتخذ لسرور من نکاح او ختان او غیرھما کذا فی مجمع البحار اور علاقہ مہمانی عروسی کا دونوں طرف سے پایا جاتا ہے، بنا بر اس کے کہ مہمانی منسوب ہے طرف عروس کے اور عروس بالفتح زن و مرد نو خاستہ یک دیگر را یقال رجل عروس و امرأۃ عروس کذا فی الصراح وغیرہ تو اس صورت میں مہمانی عروسی دونوں طرف سے ثابت اور روا ہوئی عام ہے اس سے کہ بیٹی والا عقد نکاح کی دعوت کرے یا وقت زفاف یعنی رخصتی کے کرے، چنانچہ در مختار اور طحطاوی اور فتاوی عالمگیری سے واضح ہوتا ہے، اور دعوت عند املاک یعنی وقت تزویج اور عقد نکاح کے تقریر امام شافعی رح اور ابن العربی سے پہلے معلوم ہو چکا۔ الملاک والاملاک التزویج وعقد النکاح کذا فی مجمع البحار۔ املاک زن دادن کذا فی الصراح، پس زن دادن وقت تزویج اور وقت رخصتی دونوں کو شامل ہے۔ کما لا یخفی علی المتامل الماھر، نقل القاضی عیاض عن الاجری بضم الجیم عن محمد بن الحسین رض فی انکاح النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاطمۃ رضی اللہ عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امر بلالا بقصعۃ من اربعۃ امداد او خمسۃ و بذبح جزور لولیمتھا قال فاتیتہ بذلک فطعن فی راسھا ثم قال ادخل الناس رفقۃ رفقۃ یاکلون منھا حتی فرغوا وبقی منھا فضلۃ فبرک فیھا وامر بحملھا الی ازواجہ وقال کلن واطعمن من غشیکن ای اتاکن والاحادیث فی ھذا الباب کثیرۃ وفیما ذکرنا کفایۃ انتھی کذا فی السیرۃ الاحمدیۃ للمولوی کرامت علی الدھلوی من تلامذۃ الشیخ العلامۃ عبد الحی ومولانا محمد اسحق الدھلوی رحمہما اللہ تعالی وکذلک اذا اتخذ ولیمۃ لزفاف ابنتہ فاھدی الناس ھدایا فھو علی ما ذکرنا من التقسیم وھذا کلہ اذا لم یقبل المھدی شیئا وتعذر الرجوع الی قولہ اما اذا قال اھدیت للاب او الام او للزوج او للمرأۃ فالقول

---

لہ قاضی عیاض نے نقل کیا ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رض کے نکاح کے وقت حضرت بلال رض کو حکم دیا انہوں نے چار پانچ مد کھانا تیار کیا، اور ایک اونٹ ذبح کیا گیا پھر آہستہ آہستہ لوگ آکر کھانے لگے جب سب فارغ ہو گئے تو باقی ماندہ کھانا اپنی ازواج کے پاس بھجوا دیا، اور فرمایا خود بھی کھاؤ اور جس کو چاہو کھلاؤ، اس مضمون کی بہت سی احادیث مروی ہیں، عالمگیری میں ہے، کہ اگر کوئی آدمی اپنی بیٹی کے زفاف کے موقع پر کھانا کھلائے تو وہ کھانا سنت ہے، اور زفاف کا معنی ہے لڑکی کو اپنے گھر روانہ کرنا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



للمهدی کذا فی الظهیریة هکذا فی الفتاوی العالمگیریة وکذلک ان اتخذ ولیمة لزفاف ابنته فاهدی الناس هدایا فهو علی ما ذکرمن التفصیل انتهی هندیة والزفاف بکسر الزاء مصدر زفت المرأة زفها زفافا وزفافا والمراد به بعثها الی بیته انتهی مافی الطحطاوی۔ زفاف عروس بخانہ شوی فرستادن کذا فی الصراح اقربا اور احباب بیٹی والے کے اور براتی جو مسافت بعید سے آویں، یہ لوگ ضیف ہیں داخل ہیں ضیف مہمان، ضیافت مہمانی داشتن کسے را کذا فی الصراح، فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے من کان یؤمن باللہ والیوم الاخر فلیکرم ضیفہ الحدیث، دور سے آنے والے اور قریب والے لوگ مہمانی عروسی اور زور میں بھی شامل ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ان لزورک علیک حقا الحدیث، جب مدارات اور مہمانی کرنے کے بغیر تقریب شادی کی سنت اور مستحب ہے تو بروقت تقریب شادی کے کہ ہنگامہ سرور ہے مدارات اور مہمانی بطریق اولے مشروع اکد ہوگی اور اس تقریب میں اپنے اور بیگانے کو موجب فرحت اور سرور کا ہوتا ہے، سب شریک ہوا کرتے ہیں، چنانچہ صحیح بخاری میں اس کا ایک باب منعقد کیا ہے۔ باب ذهاب النساء والصبیان الی ولیمة العرس۔ ابصر النبی صلی اللہ علیہ وسلم نساء او صبیانا مقبلین من عرس الی آخر ما فی صحیح البخاری۔ اور اوپر مذکور ہو چکا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ولزورک علیک حقا یعنی زیارت کرنے والے اور آنے والے کے لئے بغیر تقریب شادی کے خاطرداری اکل و شرب میں لازم ہوئی تو تقریب شادی میں بطریق اولے ہوگی، اور اس خاطرداری میں قریب اور بعید بیٹی والے کے اور براتی سب داخل ہیں، الغرض ضیافت اور دعوت براتیوں کی بھی بواسطہ سرور حصول نعمت ازدواج دختر کے حسب مقدور بلا تکلف اور بلا جبر و اکراہ اور بغیر استدعائے والیان زوج کے مشروع و مستحب ہے ممنوع کسی طرح سے نہیں شرعا اسی نظر سے مولانا محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے مسائل اربعین میں لکھا ہے، کردہ آنچہ مروج

---

لہ جو آدمی اللہ اور آخرت پر یقین رکھتا ہے، وہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔ سے تیری ملاقات کرنے والوں کا بھی تجھ پر حق ہے سے عورتوں اور بچوں کا ولیمہ کی طرف جانا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کو شادی سے واپس آتے ہوئے دیکھا ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



است، کہ بعد نکاح والیان عروس بمردمان برات طعام میدہند این ہم بطریق ضیافت جائز است، انتہی کلامہ، اور وجہ جواز کی یہ ہے، کہ طعام ضیافت اور دعوت محل سرور اور خوشی میں مشروع ہے، نہ محل شرور اور مصیبت میں۔ لانہ شرع فی السرور لا فی الشرور کذا فی فتح القدیر وغیرہ۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بعد تمام کرنے سورہ بقر کے اونٹ نحر کیا، اور دوستوں کو کھلایا، چنانچہ تفسیر عزیزی میں مذکور ہے، اور یہ بھی معلوم ہے کہ اس تقریب کو ایسا فرض و واجب جاننا کہ خواہ مخواہ قرض دام لے کر انجام کرنا مذموم اور خلاف شرع ہوگا۔ لما جعل علیکم فی الدین من حرج۔[1] اور المر مباح و مستحب کو واجب جاننا بدعت ہے۔

مہر نبی بی خدیجۃ الکبری کا بیس اونٹ ٹھہرایا تھا، یا بارہ اوقیہ سونے کا، اور مہر امہ حبیبہ کا چار سو دینار نجاشی بادشاہ نے مقرر کیا تھا، اور آپ ہی انہوں نے ادا کر دیا، اور باقی ازواج مطہرات کا پانچسو درم سے زیادہ نہ تھا، اور مہر فاطمہ رضی اللہ عنہا کا چار سو اسی درم تھا، اس قدر مہر زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں باعتبار غالب عادت کے مروج تھا، باوجود اس کے حضرت کے مزاج مبارک میں تکلیف اور تکلف پسندیدہ نہ تھا، بہرحال یہ اولے اور افضل ہے و موجب برکت ہے باعتبار اتباع کے نہ اس سبب سے کہ زیادت مہر ممنوع ہے شرعاً کیونکہ نہی زیادت مہر کی پانسو سے وارد نہ ہوئی، بلکہ زیادت اس سے قرآن مجید سے ثابت ہوتی ہے۔ قال اللہ تعالی واتیتم احدٰھن قنطارا ای مھرا۔ قنطار معاذ بن جبل کے نزدیک ایک ہزار اوقیہ سو طلا ہوتا ہے، الغرض مہر کثیر حسب مقدور و رضا طرفین منع نہیں ہے۔ علی الموسع قدرہ وعلی المقتر قدرہ۔ حضرت عمر فاروق نے چاہا تھا کہ جو کوئی پانسو سے زیادہ مہر مقرر کرے، تو زیادہ بیت المال میں داخل ہو، اس پر ایک عورت نے ان کو الزام دیا، اور کہا اے عمر تو زیادت مہر کو منع کرتا ہے، اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ واتیتم احدٰھن قنطارا۔ پس رجوع کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے، اور کہا مرد نے خطا کی اور عورت مصیب ہوئی، یا یہ کہا کل احد افقہ من عمر چنانچہ بدر التمام شرح بلوغ المرام اور

---

[1] اللہ تعالیٰ نے تمہارے دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی [2] اور تم نے ان کو ایک خزانہ بھی دے دیا ہو، یعنی حق مہر میں [3] دولتمند پر اس کی حیثیت کے مطابق ہے اور تنگدست پر اس کی حیثیت کے مطابق"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مرقات اور دیگر تفاسیر میں مذکور ہے، حاصل کلام کا اس مقام میں یہ ہے، کہ نکاح زیادت مہر پانسو سے ساتھ سنت تقریری کے بلا ریب بالاجماع ہو جاتا ہے، کیونکہ سنت یا قولی ہوتی ہے یا فعلی یا تقریری، چنانچہ سنت تقریری مہر کی در ضمن آیت کریمہ فان خفتم الا تقسطوا فی الیتامی فانکحوا ما طاب لکم قالت عائشۃ رض ھی الیتیمۃ فی حجر ولیھا فیرغب فی جمالھا ومالھا ویرید ان یتزوجھا بادنی من سنۃ نسائھا فنھوا عن نکاحھن الا ان یقسطوا لھن فی اکمال الصداق وامروا بنکاح من سواھن من النساء[1] صحیح بخاری اور صحیح مسلم وغیرہما میں دیکھنا چاہیئے کہ مہاجرین اور انصار میں مہر مختلف تھا، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تحدید شرعی نہ فرمائی، کہ اس قدر چاہیئے اور اس قدر منع ہے، بلکہ اس کو حسب حال مقدور و رواج قوم کے موقوف رکھا، اپنے گھر میں جو حسب اتفاق مہر ٹھہرا عمل میں لایا امت مکلف ہے امر دنیا پر اور مصلحت بلا امر پر تکلف نہیں، چنانچہ قصہ بریرہ سے واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور مصلحت کے اس سے کہا، کہ شوہر کو نہ چھوڑ دے، اس نے کہا امر سے فرماتے ہیں یا سفارش کرتے ہیں، فرمایا سفارش، کہا سفارش مجھ کو منظور نہیں ہے، چنانچہ صحیح بخاری وغیرہ میں یہ قصہ مذکور ہے۔

جواز دعوت ولیمہ ایک روز یا دو روز یا زیادہ ازیں صحیح بخاری اور اس کی شرح سے لکھا جاتا ہے واضح ہوگا۔ باب ذکر من اولم سبعۃ ایام کما رواہ ابن ابی شیبۃ من طریق حفصۃ بنت سیرین قالت لما تزوج ابی دعا الصحابہ سبعۃ ایام الحدیث واخرجہ البیھقی ایضا من وجہ اخر ولفظہ ای نحوا لسبعۃ قیل یشیر الی روایۃ عبد الرزاق حدیث حفصۃ المذکور اذ فیہ عند ثمانیۃ ایام بدل

---

[1] اگر تم کو ڈر ہو، کہ تم یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہیں کر سکو گے، تو جو عورتیں تم کو پسند ہوں، ان سے نکاح کرو، حضرت عائشہ رض نے کہا یہ یتیم بچی کے متعلق ہے، جو اپنے ولی کے پاس ہوتی، وہ اس کے جمال اور مال کی وجہ سے تھوڑا سا حق مہر مقرر کر کے اپنے گھر میں نکاح کر لینا، تو اس سے منع کر دیا گیا، ہاں اگر وہ پورا حق مہر اور پورے حقوق دیں، تو جائز ہے، ورنہ کسی اور عورت سے نکاح کر لیں ۱۲

[2] ولیمہ کی دعوت سات روز تک جائز ہے حفصہ بنت سیرین کہتی ہیں، کہ میرے باپ نے شادی کی، اور صحابہ کو سات دن تک بلایا، اور نہی صلی اللہ علیہ وسلم نے ولیمہ کے لئے کوئی خاص وقت مقرر نہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سبعۃ ولم یوقت النبی صلی اللہ علیہ وسلم للولیمۃ وقتا یختص بہ الایجاب اوالاستحباب یوما ویومین نعم اخرج ابوداؤد والنسائی من طریق قتادۃ عن عبداللہ بن عثمان الثقفی عن رجل من ثقیف کان یثنی علیہ ان لم اسمہ زہیر بن عثمان فلا ادری ما اسمہ لقولہ قتادۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الولیمۃ اول یوم حق والثانی معروف والثالث ریاء وسمعۃ قال البخاری فی تاریخہ لا یصح اسنادہ ولا یصح لزہیر صحبۃ قال وقال ابن عمر رضہ وغیرہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا دعی احدکم الی الولیمۃ فلیجب ولم یخص ثلاثۃ ایام ولا غیرہا انتہی ولحدیث زہیر بن عثمان شواہد منہا عند ابن ماجہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ مثلہ وفیہ عبدالملک بن حسین وہو ضعیف جدا واحادیث اخر ضعیفۃ لکن مجموعہا یدل علی ان للحدیث اصلا وقد عمل بظاہر ذلک الحنابلۃ والشافعیۃ فقالوا تجب فی الیوم الاول ویستحب فی الثانی وتکرہ فیما بعدہ انتہی مافی القسطلانی شرح البخاری واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ السید شریف حسین عفی عنہ۔

| |
|---|
| شرف سید کونین شد شریف حسین |
| سید محمد نذیر حسین |

الجواب صحیح والدای نجیح۔

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین سید المرسلین اس مسئلہ میں کہ بروز شادی دلہن کے مکان میں کھانا کھانا زردے شرع شریف کے جائز ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

---

کیا جس کو قبول کرنا واجب ہو، ایک دن یا دو دن وغیرہ اور وہ حدیث جس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ولیمہ پہلے دن حق ہے اور دوسرے دن معروف ہے، اور تیسرے دن ریا و دکھلاوا ہے، امام بخاری نے تاریخ میں کہا ہے کہ اس کی سند ضعیف ہے، اور زہیر کی صحبت بھی ثابت نہیں ہے اور ایک حدیث میں ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو ولیمہ کی طرف بلایا جائے، تو اسے قبول کرے اور تین دن یا کم وبیش کی تخصیص نہیں کی، حنابلہ اور شوافع نے زہیر بن عثمان کی حدیث کی بنا پر کہا ہے، کہ پہلے دن ولیمہ کی دعوت کو قبول کرنا واجب ہے اور دوسرے دن مستحب ہے، اور اس کے بعد مکروہ ہے (قسطلانی شرح بخاری)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**الجواب**: قبل اس کے کہ جواب لکھا جائے، بطور مقدمہ کے چند باتوں کا لکھنا ضروری ہے پس واضح ہو کہ عرس بضم مہمانی عروسی وعروس بروزن صبور زن ومرد نوخواستہ یک دیگر را چنانچہ صراح وغیرہ کتب لغت سے ہویدا ہوتا ہے، اور ولیمہ اس طعام کو کہتے ہیں، جو بوقت سرور حادث کے تیار کیا جاوے، لیکن مشہور طعام نکاح میں زیادہ تر ہے، اور مہمانی عروسی دونوں طرف مرد وزن کی مہمانی پر دلالت کرتی ہے۔ کما لا یخفی علی اھل المذاق۔ الولیمۃ کل طعام یتخذ بسرور من نکاح او ختان او غیرھما و اشتھر استعمالھا علی الاطلاق فی النکاح کذا فی مجمع البحار وقال صاحب الحکم الولیمۃ طعام العرس والاملاک وقیل کل طعام صنع بعرس وغیرہ وقال الشافعی واصحابہ تقع ولیمۃ علی کل دعوۃ یتخذ بسرور حادث من نکاح او ختان او غیرھما لکن اشتھر استعمالھا عند الاطلاق فی النکاح وتقید فی غیرہ فیقال ولیمۃ الختان ونحو ذلک وقال شیخنا الولائم سبع ولیمۃ الاملاک وھو التزویج وولیمۃ الدخول وھو العرس والمادبۃ مما یتخذ بلا سبب فیھا تفصیل لانھا ان کانت بقوم مخصوصین فھی النقری بفتح النون والقاف مقصورا وان کانت عامۃ فھی الجفلی بالجیم والفلد بوزن اولی انتھی ما فی فتح الباری مختصرا وایضا فیہ اما دعوۃ فھی اعم من الولیمۃ وعن نافع اذا دعی احدکم الی ولیمۃ عرس فلیجب واخرجہ مسلم وابوداؤد من طریق ایوب عن نافع بلفظ اذا دعا احدکم اخاہ الی عرس او نحوہ فلیجب وھذا یؤید ما فھمہ ابن عمر رضی اللہ عنہ ان الاجابۃ لا تختص بطعام عروس وقد اخذ بظاھر الحدیث الشافعیۃ بوجوب الاجابۃ الی الدعوۃ مطلقا عرسا کان او غیرہ بشرطہ ونقلہ ابن عبد البر عن

---

ولیمہ ہر وہ کھانا ہے جو خوشی کے موقع پر تیار کیا جائے شادی ہو یا ختنہ یا کچھ اور لیکن زیادہ مشہور شادی کا کھانا ہے، پھر ایک ولیمہ نکاح ہے اور ایک ولیمہ زفاف ہے اور دعوت وہ ہے جو بلا سبب ہو پھر دعوت اگر کسی خاص قوم کی ہو تو اسے نقری کہا جاتا ہے، اور اگر عام ہو تو اسے جفلی کہا جاتا ہے اور دعوت ولیمہ سے عام ہے، نافع کی حدیث میں ہے، کہ جب کسی کو دعوت ولیمہ میں بلایا جاوے تو اسے قبول کرے، عبداللہ بن عمر کی حدیث میں ولیمہ اور اس کے علاوہ دوسری دعوت کا بھی ذکر ہے اور خود ان کا عمل میں یہی تھا، اور وہ ولیمہ اور دوسری عام دعوتوں کو قبول کیا کرتے تھے، ابن حزم نے کہا جمہور صحابہ اور تابعین کا یہی مذہب ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



عبد اللہ بن الحسن العنبری قاضی البصرۃ وزعم ابن حزم انہ قول جمہور الصحابۃ والتابعین انتہی مافی فتح الباری مختصرا

اب صاحبان شریعت غرا وماہران سیر وتعامل قرون ثلاثہ وواقفین بموارد کلام عرب پر مخفی نہ رہے، کہ دالی دلہن کے مکان پر کھانا تین وجہ سے درست ومباح بلکہ مستحب بو سنت بلکہ واجب ہے، بروایت مسلم اذا دعا احدکم اخاہ فلیجب عرسا کان او نحوہ یعنی عموم اجابت دعوت میں طعام والی دلہن کا بھی داخل اور شامل ہے، اور نیز اجابت دعوت والی دلہن کے روز برات کے ولیمۃ الاملاک سے صاف استحباب ظاہر ہوتا ہے اور معنی املاک کا لغت میں تخمیر سخت کردن وزن دادن ہے، جیسا کہ صراح وغیرہ کتب لغت میں مذکور ہے، اور نسبت زن دادن کی طرف والی زن کے صریح ہے اور ولیمۃ الاملاک ہوالتزویج مغایر ہی ولیمۃ الدخول ہوالعرس سے پس علاقہ ولیمۃ الاملاک کا جانب والی زن کے سمجھنا چاہیئے، اور وظیفہ ولیمۃ الدخول ہوالعرس کا طرف ناکح کے جاننا چاہیئے، فی الجملہ دعوت دلہن کے مکان پر کھانا مباح ہے اور منع ومکروہ نہیں ہے، بلکہ واجب ہے ان کے نزدیک کہ جو "فلیجب" میں امر وجوبی کہتے ہیں علی الاطلاق تو امر "فلیجب" سے اجابت دعوت دلہن کے والی کی واجب ہوگی، اور تارک اس کا عاصی اور گنہ گار ہوگا کما فی صحیح البخاری من ترک الدعوۃ فقد عصی اللہ ورسولہ عن ابی ہریرۃ رضہ وھکذا فی صحیح مسلم وغیرہ۔ اور دعوت والی دلہن کی دعوت مادیہ میں بھی داخل ہے، اور دعوت مادیہ کی دو نوع ہے اگر خاص دعوت اہل برات مردان ناکح کی طرف کی ہوگی، تو وہ نقری میں داخل ہے، اور اگر وہ دعوت عام ہے، تو جلبی میں داخل ہے، اور یہ اسامی دعوت کے قرون ثلاثہ وقدماء مجتہدین اعلام ومحدثین کرام سے منقول اور نام زد ہوئے ہیں، یہ محدث اور بدعت نہیں کما لا یخفی علی ماہر تعامل السلف من الصحابۃ والتابعین وعلی واقف لغات العرب۔ ہاں اگر والی دلہن کے ضیافت اور دعوت دولہا کی نہ کریں، اور دولہا والے جبرًا وقہرًا دلہن والے سے ضیافت برات خواہ مخواہ طلب کریں، تو یہ بات نہ مشروع ہے اور نہ جائز ہے کیونکہ دعوے اور طلب دولہا کا بلا سبب شرعی جبرًا باطل ہے، اور جو والی دلہن حسب مقدرت بلا قرض ولغیر مشقت برضا ورغبت دولہا کے برات کی کریں تو مصیب ہوں گے اور اجابت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اس دعوت کی بوجب ضیافت اور دعوت ردایت صحیح مسلم کے مباح اور مستحب بلا نکیر ہوگی، اور جن کے نزدیک "فلیجب" سے امر وجوب کے واسطے ہے، تو واجب ہوگی جار الحق وزہق الباطل پھر جو کوئی نادان از راہ جہالت کے اس دعوت کو حرام جانے تو وہ احکام شرعیہ سے جاہل ہے، اس کے حق میں اعرض عن الجاہلین پڑھنا چاہیئے، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب، فقط۔ حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ ماقولکم رحمکم اللہ تعالیٰ۔ اس صورت میں کہ ایک شخص سود لیتا ہے، اور علاوہ اس کے اس کا حلال پیشہ بھی ہے، اور جب کسی کی ضیافت کرتا ہے، اس وقت کہتا ہے، کہ میں جو کھلاتا ہوں، حلال میں سے ہے، ایسے شخص کے یہاں کھانا جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ جب وہ شخص ضیافت کے وقت کہتا ہے، کہ جو کھلاتا ہوں وہ حلال میں سے ہے، اور اس کا حلال پیشہ بھی ہے، تو اس کے یہاں کھانا جائز ہے، فقہائے حنفیہ نے بھی اس کی تصریح کی ہے، اشباہ والنظائر میں ہے۔ اذا کان غالب مال المھدی حلالا فلا باس بقبول ھدیتہ واکل مالہ مالم یتبین انہ من حرام وان کان غالب مالہ الحرام لا یقبلھا ولا یاکل الا اذا قال انہ من حلال ورثہ او استقرضہ اور عالمگیری میں بھی ہے اھدی الی رجل شیئا او اضافہ ان کان غالب مالہ من الحلال فلا باس الا ان یعلم بانہ حرام فان کان الغالب ھو الحرام ینبغی ان لا یقبل الھدیۃ ولا یاکل الطعام الا ان یخبرہ انہ حلال ورثہ او استقرضہ من رجل واللہ اعلم بالصواب

حررہ خلیل الرحمٰن عفی عنہ ۲۳ محرم الحرام ۱۳۱۲ھ ہجری

سید محمد نذیر حسین

---

۱؎ اشباہ والنظائر اور عالمگیری میں جب ہدیہ دینے والے کا اکثر مال حلال ہو، تو اس کا ہدیہ قبول کرنے اور کھانا کھا لینے میں کوئی حرج نہیں ہے، جب تک کہ معلوم نہ ہو جائے، کہ یہ کھانا حرام ہے، اگر اس کا اکثر مال حرام ہو، تو ہدیہ قبول کرے نہ کھائے، ہاں اگر وہ کہہ دے کہ یہ حلال مال سے ہے، جو ورثہ میں ملا ہے، یا قرض لیا ہے، تو جائز ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**سوال**:۔ (۱) بعض اشخاص فرقہ اسلامیہ میں زبان اور دل سے فقط مدعی تسلیم اسلام ہیں، اور گاہ گاہ ادائے نماز وغیرہ ارکان فرائض وسنن میں شامل ہو جاتے ہیں، لیکن منہیات شرع مثلاً زنا و فسق و فجور سے بھی اکثر اوقات پرہیز نہیں کرتے، ان کے گھروں سے دعوت کا شرعاً کیا حکم ہے۔

(۲) ملک پنجاب میں قوم بھنگی یعنی چوہڑے کوئی ظاہر میں تو کام مشروع نہیں کرتے مگر زبانی کلمہ محمدی پڑھ لیتے ہیں، اپنے آپ کو بہت کاموں میں شامل کر لیتے ہیں، گویا کہ خود بخود مدعی اسلام ہیں اور منکر اسلام نہیں ہوتے، ان کے گھروں میں برائے نکاح خوانی وغیرہ کو جانا ممنوع ہے یا نہیں، مثل ہندوان یک لخت منکر اسلام نہیں ہیں، اور مردار کھا لیتے ہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ (۱) واضح ہو کہ اشخاص مذکورہ یعنی جو مدعی اسلام ہیں، اور ترک صلوٰۃ ان سے نہاوتاً و تکاسلاً پایا جاتا ہے، اور منہیات شرع سے اکثر اوقات پرہیز نہیں کرتے عوام کو ان کی دعوت قبول کر لینا جائز ہے، اس لئے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذا دعی احدکم الی طعام فلیجب فان شاء طعم وان شاء ترک رواہ مسلم اور فرمایا من لم یجب الدعوۃ فقد عصی ابا القاسم (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ارشاد کیا، کہ حق مسلم کے مسلم پر پانچ ہیں منجملہ ان کے اجابت دعوت کو بھی فرمایا، البتہ علمائے دیندار اور مقتدائے قوی شعار کو ایسی دعوتوں سے اجتناب و احتراز چاہیئے، کیونکہ بہیقی میں عمران بن حصین سے مروی ہے، کہ نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اجابۃ طعام الفاسقین، پس بمقتضائے عموم حدیث عوام الناس کو اجابت دعوت اشخاص مذکورہ میں مضائقہ نہیں، اور خواص کو بمقتضائے حدیث عمران بن حصین شریک ہونا روا نہیں ہے، واللہ اعلم

(۲) حنفی نہ رہے، کہ اگر سائل کے اس قول سے کہ قوم بھنگی یعنی چوہڑے کوئی ظاہر میں تو کام مشروع بجا نہیں لاتے، مگر زبانی کلمہ محمدی پڑھ لیتے ہیں، اور مردار کھا لیتے ہیں، یہ

---

۱؎ جب تم میں سے کسی کو کھانے کی طرف بلایا جائے، تو اس دعوت کو قبول کرے، پھر چاہے تو کھائے چاہے تو نہ کھائے، اور فرمایا جس نے دعوت قبول نہ کی، اس نے ابو القاسم کی نافرمانی کی ۱۲

۲؎ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فاسقین کا کھانا کھانے سے منع فرمایا ہے ۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مراد ہے، کہ پابند صوم وصلوٰۃ وحج وزکوٰۃ نہیں، اور مستحل مردار ہیں اور کلمہ طیبہ عرف ورسم ورواج کے طور پر پڑھ لیتے ہیں، اور نیز دفن میت بھی بایں طور کرتے ہیں، تو ان کی نکاح خوانی مسلمانوں کو نہیں چاہیئے، اور اگر نفس الامر میں مؤمن باللہ والیوم الآخر ہیں، اور اللہ ورسول کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام جانتے ہیں، اور یہ افعال وحرکات بحرص وہوائے نفسانی مثل فساق سرزد ہوتے ہیں، تو ان کی نکاح خوانی جائز ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ محمد حمایت اللہ عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**ھوالموفق**:۔ جو مسلمانان کہ گاہ گاہ ادائے نماز وغیرہ فرائض وسنن میں شامل ہوتے ہوں، اور زنا وفسق وفجور سے اکثر اوقات پرہیز نہ کرتے ہوں، وہ بلاشبہ فاسق وفاجر ہیں، میرے نزدیک ایسے فاسق لوگوں کی دعوت قبول کرنے سے ہر شخص کو احتراز چاہیئے، عوام اور خواص، علماء اور غیر علماء میں سے کسی کو بھی ایسے لوگوں کی دعوت قبول نہیں کرنی چاہیئے، کیونکہ عمران بن حصین کی حدیث نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اجابۃ طعام الفاسقین سے عموماً ہر شخص کے لئے ممانعت ثابت ہوتی ہے، اس حدیث کو صاحب مشکوٰۃ نے بیہقی کی کتاب شعب الایمان سے نقل کیا ہے، اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس حدیث کو ذکر کرکے لکھا ہے۔ اخرجہ[1] الطبرانی فی الاوسط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ کتبہ محمد عبدالرحمٰن المبارکفوری عفا اللہ عنہ

---

[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاسق لوگوں کی دعوت قبول کرنے سے منع فرمایا ہے ۱۲

---

(۱) قولہ اخرجہ الطبرانی فی الاوسط الخ اقول عزاہ الہیثمی فی مجمع الزوائد الی الطبرانی فی الکبیر والاوسط ثم قال فی سندہ ابو مروان الواسطی ولم اجد من ترجمہ انتہی

ابو سعید محمد شرف الدین عفی عنہ

(ترجمہ) میں کہتا ہوں ہیثمی نے مجمع الزوائد میں اس روایت کے متعلق کہا ہے، کہ طبرانی نے اوسط اور کبیر دونوں میں اسے بیان کیا ہے، اس کی سند میں ابو مروان واسطی ایک شخص ہے جس کے حالات کا کچھ پتہ نہیں چل سکا۔ ابو سعید شرف الدین عفی عنہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# کتاب الطلاق والخلع

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خلع میں کس قدر عدت ہے، ایک حیض تک، یا تین حیض، ایک حیض کی عدت تو زید کہتا ہے، اور عمرو تین حیض کی عدت کہتا ہے، اب عوام الناس کس پر عمل کریں، اور میں نے ایک نکاح خلع والی عورت کا ایک حیض کے بعد پڑھا دیا ہے، اب کیا حکم ہے شرع میں، اس نے خلع بالعوض مہر کے کیا ہے، موافق قرآن وحدیث کے تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ واضح ہو، کہ اس میں قول زید کا قرین صواب اور احادیث معتبرہ کے موافق ہے یعنی خلع کی عدت صرف ایک حیض ہے، کیونکہ خلع طلاق نہیں ہے بلکہ فسخ و تفریق کا نام ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ میں خلع کو طلاق سے علیحدہ طور پر بیان فرمایا ہے، اول آخر طلاق کا ذکر کیا، اور درمیان میں خلع کو بیان فرمایا اس سے پایا گیا، کہ طلاق کے حکم سے خلع کا حکم جدا ہے، طلاق کی عدت تین حیض ہے اور خلع کی عدت ایک حیض، جیسا کہ ترمذی اور ابوداؤد اور ابن ماجہ میں مذکور ہے ترمذی اور ابوداؤد کی یہ روایت یہ ہے۔ عن ابن عباس ان امرأة ثابت بن قیس[1] اختلعت من زوجها علی عهد النبی صلی الله علیه وسلم فامرها النبی صلی الله علیه وسلم ان تعتد بحیضة۔ اور ترمذی اور ابن ماجہ میں ربیع بنت معوذ بن عفراء سے اسی کے موافق مروی ہے، اور نسائی میں بسند صحیح ایسا ہی ہے، اور حضرت عثمان بن عفان اور ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے بھی اسی طرح منقول ہے، اور اکابر صحابہ میں سے کسی کا فتوی صحیح و قوی طور پر اس کے خلاف نہیں پایا گیا، جیسا کہ زاد المعاد میں مذکور

[1] ثابت بن قیس کی عورت نے اپنے خاوند سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں خلع کیا، تو آپ نے اس کو ایک حیض عدت گذارنے کا حکم دیا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، اور تفسیر ابن کثیر میں اس کے موافق روایتوں کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، فقط، واللہ اعلم بالصواب۔ راقم عبدالجبار عمرپوری کان اللہ لہٗ۔

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے بابت خرچ نفقہ اپنی زوجہ کے اقرار نامہ لکھدیا، اور یہ عبارت بھی لکھ دی، جو کہ ذیل میں نقل ہے، ایک ماہ تک روپیہ ماہواری ادا نہ کروں گا، تو موافق آئین خدا اور رسول کے میرے طرف سے یہ اقرار نامہ بطور فارغ خطی سمجھا جاوے، اب سوال یہ ہے، کہ نفقہ سال بھر سے زید نے نہیں دیا، تو اس صورت میں طلاق ہو گئی یا نہیں، اور دیگر یہ اقرار تین مرتبہ دو مرد ایک عورت کے سامنے بھی زید نے کیا، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ صورت مسئولہ میں جو زید نے زوجہ کی مفارقت کے لئے تعلیق ایک ماہ نفقہ نہ دینے کی کی ہے، اور اس کو ایک سال گذر گیا، کہ اس نے کچھ نہیں دیا، تو شرط تعلیق موجود ہو گئی، اور فارغ خطی بھی یہاں کے عرف میں طلاق ہے تو اس کی زوجہ پر طلاق واقع ہو کر عدت بھی گذر گئی، اب اس کو اختیار ہے، کہ جس سے چاہے یعنی اور مرد سے اپنا نکاح کرلے، واللہ اعلم بالصواب،

حررہ فقیر محمد حسین بقال لہ ابراہیم

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ زید نے ہندہ سے نکاح کیا، اور قبل خلوت صحیحہ کے طلاق دے دی، اور قبل گذرنے عدت کے بکر نے ہندہ سے نکاح کر لیا، اس قسم کی طلاق میں عدت کی قید ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ جب طلاق قبل خلوت صحیحہ کے دی جائے تو عدت نہیں ہوتی پس بکر کا نکاح صحیح ہوا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ السید عبدالحفیظ عفی عنہ،

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مساۃ ہندہ کا زید کے ساتھ عقد ہوا، جب زید ہندہ کے پاس گیا، تو معلوم ہوا، کہ وہ نامرد ہے، مردوں کی طرح وہ جماع پر قادر نہ ہو سکا، بعض مرتبہ اگر دخول ہو گیا، تو عضو فوراً مسترخی ہو کر بے کار ہو جاتا تھا اور پھر اس کی حالت نامردی کی اور ترقی کر گئی، زید نے بعد شادی علاج بھی کیا، لیکن

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اس میں وہ کامیاب نہ ہوا، اور زید نے ہندہ اور ادلیائے ہندہ سے یہ بھی کہا کہ فیصلہ کر لو یعنی طلاق لے لو اور مہر معاف کر دو، ادلیائے زید نے زید کو سمجھایا، کہ گھبراؤ مت اپنا علاج کرو، پھر دیکھا جائے گا، لیکن زید ایسا گھبرایا، کہ اس نے نکل جانے کا ارادہ کیا اور ہندہ سے کہا، کہ اچھا ہوں گا تو آؤں گا، ورنہ نہیں آؤں گا، ہندہ نے کہا میں کیا کروں گی، زید نے کہا، چند دنوں یعنی تین چار مہینے تک میرا انتظار کرنا، پھر کوئی کسی کے لئے بیٹھا تھوڑا ہی رہتا ہے، نہ میں خوبصورت ہوں، نہ مالدار جو مجھ سا تم کو کوئی اور نہ ملے گا، پھر بلا اطلاع چل دیا، اور پھر آج تک جس کو عرصہ ڈیڑھ برس کا ہوا، اس کا کہیں پتہ نہ چلا، باوجود تلاش کے اس کی کچھ خبر نہ ملی، اور نہ اپنی کچھ خبر ہندہ کو بھیجی، اب ہندہ ضروریات بشریہ کی وجہ سے متضرر ہے، اب وہ عقد ثانی کرنا چاہتی ہے، لہذا شرع شریف کا ہندہ کے لئے کیا حکم ہے، اور جہاں تک غور کیا جاتا ہے زید کی واپسی کی کوئی امید نہیں ہے، اور زید ایک مسافر غریب الوطن تھا۔

**الجواب**:۔ اس صورت میں شرع شریف کا حکم ہندہ کے لئے یہ ہے، کہ وہ عقد ثانی کر سکتی ہے، اگر عدت گذر چکی ہے، اور اگر عدت نہیں گذری ہے، تو عدت گذرنے کے بعد کر سکتی ہے، اس لئے کہ ہندہ پر طلاق کنائی واقع ہو چکی ہے، وہ عورت انقضائے عدت کے بعد عقد ثانی کر سکتی ہے، ہندہ پر اس لئے طلاق کنائی ہو چکی ہے، کہ زید نے ہندہ کے پوچھنے پر کہ تمہارے چلے جانے کے بعد میں کیا کروں گی کہا "چند دنوں یعنی تین چار مہینے تک میرا انتظار کرنا، پھر کوئی کسی کے لئے بیٹھا تھوڑا ہی رہتا ہے، نہ میں ایسا خوبصورت ہوں نہ مالدار جو مجھ سا تم کو کوئی اور نہ ملے گا" جس کا مطلب بہت صاف ہے، کہ زید نے ہندہ سے کہا، کہ تم مدت مذکورہ یعنی تین چار مہینے تک میرا انتظار کرنا، پھر دوسرا عقد کر لینا، کیونکہ کوئی کسی کے لئے بیٹھا تھوڑا ہی رہتا ہے، تو تم بھی میرے لئے بیٹھی نہ رہنا، بلکہ دوسرا عقد کر لینا، پس زید کا یہ قول لفظا ابتغی[1] الازواج سے ایقاع طلاق میں زیادہ صاف ہے، بلکہ قریب بتصریح ہے، کیونکہ لفظ ابتغی الازواج میں جس قدر غیر طلاق کا احتمال ہے، اس قدر زید کے اس قول میں نہیں ہے، اور لفظا ابتغی الازواج طلاق کنائی ہے، جیسا کہ ہدایہ وغیرہ کتب فقہ میں مذکور ہے، تو زید کا قول مذکور

[1] کوئی خاوند تلاش کرلے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بالا دے طلاق کنائی ہے، ہدایہ صفحہ ۳۵ ۴ جلد اکی عبارت یہ ہے۔[1] وبقیۃ الکنایات اذا نوی بہا الطلاق کانت واحدۃ بائنۃ وان نوی ثلاثا کانت ثلاثا وان نوی ثنتین کانت واحدۃ بائنۃ ھذا مثل قولہ انت بائن وبتۃ وبتلۃ وحرام (الی قولہ) وابتغی[2] الازواج اور ایسا ہی کنز الدقائق میں ہے، اور فتاوی عالمگیری صفحہ ۵۲۹ جلد ا میں ہے۔ ابتغی[3] الازواج یقع واحدۃ بائنۃ ان نواھا او ثنتان وثلاث ان نواھا ھکذا فی شرح الوقایۃ اھ

باقی رہا یہ امر کہ زید کی نیت بھی اس قول سے طلاق کی تھی یا نہیں، سو واضح رہے، کہ ضرور تھی، اور یہ بہت ظاہر ہے، اس لئے کہ زید نے جو یہ بات کہی تھی، ہندہ کے پوچھنے پر کہی تھی، کہ تمہارے چلے جانے کے بعد میں کیا کروں گی، اور ایسی حالت میں ظاہر یہی ہے، کہ زید کی نیت طلاق ہی کی تھی، یہاں تک کہ اگر زید بالفرض اس نیت سے انکار بھی کرے، کہ میری نیت اس قول سے طلاق نہ تھی، تو اس کا یہ قول اخیر مسموع نہ ہوگا، ہدایہ صفحہ ۳۵ ۴ جلد ا میں ہے۔ وفی[4] حال مذاکرۃ الطلاق لم یصدق فیما یصلح جوابا ولا یصلح ردا فی القضاء مثل قولہ خلیۃ وبریۃ بائن بتۃ حرام اعتدی امرک بیدک اختاری کان الظاھر ان مرادہ الطلاق عند سوال الطلاق اھ اور ظاہر ہے، کہ زید کا قول مذکور ہندہ کے سوال کا جواب ہے، نہ ہندہ کے سوال کا رد، اور نہ وہ رد ہونے کا صالح ہے، الحاصل ہندہ پر طلاق کنائی واقع ہو چکی ہے، تو ہندہ کو شرعاً اختیار ہے، کہ اگر عدت گذر چکی ہے، تو ابھی عقد ثانی کر سکتی ہے، ورنہ بعد انقضائے عدت واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب، اور اگر بالفرض زید کا قول مذکور طلاق قرار نہ دیا جاوے، تو

---

[1] طلاق کنائی میں اگر نیت ایک طلاق کی ہو، تو ایک طلاق واقع ہوگی، اور اگر تین کی نیت ہوگی، تو تین ہوں گی، اور ایک دو کی نیت ہوگی، تو ایک بائن ہوگی، جیسے کہے تو بائن ہے، تو بتہ ہے، تو بتلہ ہے، حرام ہے ۱۲ [2] اگر یہ لفظ کہے، کہ کوئی خاوند تلاش کر لے، تو اگر نیت ایک طلاق کی ہوگی، تو ایک ہوگی، دو کی ہوگی تو دو، اور تین کی ہوگی، تو تین ۱۲ [3] اگر طلاق کا تذکرہ ہو رہا ہو، اور مرد کوئی ایسی بات کہے، جو سوال کا جواب ہو سکے، تو وہ اگر طلاق کا انکار کرے، تو اس کو سچا نہ سمجھا جائے گا، جیسے تو خالی ہے، تو بری ہے، تو بائن ہے، تو بتہ ہے، تو حرام ہے، تجھے اختیار ہے، کیونکہ اس صورت میں ظاہراً طلاق ہی مراد ہے، جب کہ وہ طلاق کا سوال کر رہی ہو ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اگر زید نے ہندہ کے لئے نفقہ نہیں چھوڑا ہے، جیسا کہ عبارت سوال سے اس کا اشعار ہوتا ہے، تو اگر ایسی حالت میں ہندہ فسخ نکاح کی طالب ہو، تو شرعاً اس کے نکاح کے فسخ کر دینے کا حکم ہے، اور جب نکاح فسخ کر دیا جاوے، تو انقضائے عدت کے بعد ہندہ عقد ثانی کر سکتی ہے، رد المحتار چھاپہ مصر جلد ۲ صفحہ ۱۵۱ میں فتاوے قاری الہدایہ سے منقول ہے۔ حیث[1] سئل عمن غاب زوجها ولم يترك لها نفقة فاجاب اذا قامت بينة على ذلك وطلبت فسخ النكاح من قاض يراه ففسخ نفذ وهو قضاء على الغائب وفي نفاذ القضاء على الغائب روايتان عندنا فعلى القول بنفاذه يسوغ للحنفي ان يزوجها من الغير بعد العدة واذا حضر الزوج الاول وبرهن على خلاف ما ادعت من تركها بلا نفقة كانت بينة لان البينة الاولى ترجحت بالقضاء فلا تبطل بالثانية اھ ویؤیدہ ما فی بلوغ المرام وھو ما اخرجہ سعید بن منصور عن سفیان عن ابی الزناد عن سعید بن المسیب فی الرجل لا یجد ما ینفق علی اھلہ قال یفرق بینھما قال ابو الزناد وقلت لسعید بن المسیب سنۃ قال سنۃ وھذا مرسل قوی اھ و فی شرحہ سبل السلام صفحہ ۱۲۷ جلد ۳ و مراسیل سعید معمول بھا لما عرف من انہ لا یرسل الا عن ثقۃ قال الشافعی والذی یشبہ ان یکون قول سعید سنۃ سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اھ وفیہ ایضا وقد اخرج الدارقطنی والبیہقی من حدیث ابی ھریرۃ مرفوعا بلفظ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ

---

[1] اگر کوئی آدمی غائب ہو جائے، اور عورت کے لئے خرچ نہ چھوڑ جائے، اور عورت اس پر دلائل پیش کر کے ثابت کر دے، اور فسخ نکاح کا مطالبہ کرے، تو میرے خیال میں قاضی اگر فسخ کر دے، تو یہ فیصلہ نافذ ہوگا، ہمارے نزدیک غائب کے خلاف فیصلہ دینے میں دو روایتیں ہیں، ایک قول کے مطابق اس کا فیصلہ نافذ ہوگا، حنفی کو جائز ہے، کہ عدت کے بعد اس عورت کا نکاح کسی اور سے کر دے، اگر اس کے بعد اس کا خاوند آجائے، اور کہے کہ اس کے پاس خرچ موجود تھا، اور دلائل سے ثابت بھی کر دے تو بھی اس کی دلیل قبول نہ کی جائے گی، کیونکہ پہلی دلیل فیصلہ کی وجہ سے راجح ہو چکی ہے، وہ دوسری سے باطل نہ ہوگی، اس کی تائید سعید بن مسیب کے قول سے بھی ہوتی ہے، کہ اگر کوئی آدمی بیوی کو خرچ نہ دے سکے، تو ان میں تفریق کر دی جائے میں نے سعید سے پوچھا کیا یہ سنت ہے؟ کہا ہاں، اور یہ مرسل قوی ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وسلم فی الرجل لا یجد ما ینفق علی امرأتہ قال یفرق بینہما اھ وفی بلوغ المرام ایضا عن عمر رضہ انہ کتب الی امراء الاجناد فی رجال غابوا عن نسائھم ان یاخذوھم بان ینفقوا او یطلقوا الحدیث اخرجہ الشافعی ثم البیہقی باسناد حسن اھ وفی سبل السلام صفحہ ۱۲۸ جلد ۲ ھذا دلیل علی انہ یجب احد الامرین علی الزوج الانفاق او الطلاق اھ واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد عبداللہ عفی عنہ | مدرسہ احمدیہ | سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ ایک عورت برس ڈیڑھ برس ایک شخص کے نکاح میں رہی، پھر وہ شخص دوسری جگہ سکونت کرنے کو جانے لگا، اس وقت اس کی عورت نے کہا، مجھ کو بھی ہمراہ لیتے چلو، تب اس کے خاوند نے کہا، کہ میں پندرہ روز بعد بلوالوں گا، اگر میعاد مقررہ پر نہ بلوالوں، تو تجھ کو اختیار ہے، جو چاہے وہ کرنا، چنانچہ اس نے مدت مذکورہ پر نہیں بلایا جس کو عرصہ دو ڈیڑھ سال کا ہوا، اور اس اثنار میں وہ عورت بے نکاح کے دوسرے شخص کے پاس رہنے لگی، اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا، جو اب چھ ماہ کا ہے، اب اس نے بھی چھوڑ دیا، جس نے بے نکاح عورت کو رکھا تھا، مگر اب یہ ایک تیسرے سے نکاح کرنا چاہتی ہے، تو سوال یہ ہے، کہ اس شخص نے جس کے ساتھ نکاح ہوا تھا، یہ لفظ کہے تھے کہ میں بعد پندرہ روز کے تجھ کو نہ بلالوں، تو تجھ کو اختیار ہے جو چاہے سو کرنا، اس نے عرصہ تک نہ بلایا، اس کو طلاق ہوگی یا نہیں، اور جو وہ دوسرے سے نکاح کرنا چاہتی ہے، یہ نکاح جائز ہوگا یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ شوہر کا عورت کو یہ کہنا، کہ اگر فلاں امر نہ ہو، تو تجھ کو اختیار ہے، جو چاہے سو کرنا اور دے قرآن وحدیث طلاق نہیں ہوسکتی، ہر چند کہ اس میں اختلاف

---

سعید بن مسیب کی مراسیل معمول بہا ہیں کیونکہ معلوم ہے، کہ وہ ثقہ ہی سے ارسال کرتے ہیں، امام شافعی نے کہا، کہ سعید کے قول کہ یہ سنت ہے سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، ابوہریرہ سے مرفوعا روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو آدمی بیوی کو خرچ نہ دے سکے اس کی عورت کو علیحدہ کردیا جائے، حضرت عمر نے لشکروں کے سپہ سالاروں کو لکھا تھا، کہ جو لوگ اپنی بیویاں چھوڑ کر باہر چلے گئے ہیں، ان سے مطالبہ کرو، یا وہ اپنی عورتوں کو خرچ دیں یا طلاق دیں الحدیث، امام شافعی نے اپنی مسند میں اور بیہقی نے اسے روایت کیا ہے، اور کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہے، حنفیہ کہتے ہیں، کہ اختیار دینے کے بعد جب عورت خاوند کو اختیار نہ کرے، تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی، اور امام شافعی بھی فرماتے ہیں، کہ اس صورت میں طلاق بالکل واقع ہو جاوے گی، لیکن قرآن سے صراحۃً یہ معلوم ہوتا ہے، کہ اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی، بلکہ اختیار دینے کے بعد خاوند کو از سر نو طلاق دینے کی ضرورت ہوگی۔ قال اللہ تعالیٰ یا ایہا النبی قل لازواجک ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا وزینتہا فتعالین امتعکن واسرحکن سراحا جمیلا۔ مطلب یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا، کہ تم اپنے ازواج کو اختیار دو، چاہیں وہ دنیا حاصل کریں، چاہیں رضائے اللہ و رسول کو لیویں، اگر وہ دنیا چاہیں، تو ان کو بلاؤ، اور حق شرعی ادا کر کے طلاق دے دو، اگر صرف خاوند کا اختیار دینا، اور عورت کا اپنے نفس کو اختیار کرنا طلاق میں داخل ہوتا، تو پھر اس کے بعد بلانے اور طلاق دینے کی کیا ضرورت تھی اور صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ قالت خیرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاخترناہ فلم یعدہا شیئا۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اختیار دیا، ہم نے آپ کو اختیار کیا، اور اس اختیار کو آپ کے طلاق نہیں شمار کیا، فتح الباری میں مذکور ہے۔ الظاہر من الآیۃ ان ذلک بمجردہ لا یکون طلاقا بل لابد من انشاء الزوج الطلاق کان فیہا فتعالین امتعکن واسرحکن سراحا ای بعد الاختیار ودلالۃ المنطوق مقدمۃ علی دلالۃ المفہوم انتہی، عورت کو چاہیئے، کہ اگر وہ خاوند کے پاس رہنا نہیں چاہتی، تو اس سے طلاق طلب کرے، اور اگر وہ طلاق نہ دے، اور نہ کوئی حق ادا کرے، اور عورت تنگ اور پریشان ہو جاوے، تو ایسے موقع پر امام و قاضی یا سردار اس عورت کا نکاح فسخ کرا کر کسی مرد صالح سے کرا دے، لیکن یہ خیال کرنا نہایت ضروری ہے، کہ وہ عورت زنا و بدکاری میں مبتلا ہوئی ہے، اور بغیر نکاح اس کے بچہ پیدا ہوا، اور زنا کار عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ الزانی لا ینکح الا زانیۃ او مشرکۃ والزانیۃ لا ینکحہا الا زان او مشرک وحرم ذلک

---

۱؎ ظاہر آیت سے یہی معلوم ہوتا ہے، کہ صرف اختیار بذات خود طلاق نہیں، بلکہ اس کے بعد خاوند کا طلاق دینا ضروری ہے، کیونکہ اسی آیت میں یہ بھی ہے، کہ آجاؤ میں تم کو سامان دوں اور چھوڑ دوں یعنی اختیار کے بعد اور دلالۃ المنطوق دلالۃ المفہوم سے ہمیشہ مقدم ہوتی ہے ۱۲ ۲؎ زانی نہیں نکاح کرتا، مگر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



علی المؤمنین، اگر اس نے صاف طور سے توبہ کی، اور اس کی پاکدامنی اور عفت ظاہر ہوئی، تو کوئی مضائقہ نہیں۔ التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ۔ ایسی حالت میں وہ ضرور نکاح کرلے، واللہ اعلم۔ راقم عبد الجبار عمر پوری خصہ اللہ بلطفہ المعنوی والصوری، خاکسار نے جواب سوال کو غور سے دیکھا، جواب بہت ٹھیک ہے۔

الراقم العاجز محمد سعید عفا اللہ عنہ | سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی زوجہ سے ناراض ہے، چونکہ کھانے کو نہیں دیتا، اور نہ طلاق دیتا ہے، اور وہ اپنے والدین کے گھر رہتی ہے، اور یہ کہتا ہے، کہ میرے پاس نہ آوے، میں نے دوسری شادی کرلی ہے، یہ حال عرصہ چار سال سے ہے، اور کہتا ہے، کہ وہ تا زندگی وہیں پڑی رہے، میرے پاس نہ آوے، اس سے مجھے کچھ سروکار نہیں، پس سوال یہ ہے، کہ اس صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ زید کا اپنی زوجہ کی نسبت یہ کلمہ کہنا، کہ اس سے مجھے کچھ سروکار نہیں ہے، طلاق کنائی ہے، کیونکہ اس کا یہ قول لا سبیل لی علیک کے قبیل سے ہے، اور طلاق کنائی میں نیت یا دلالت حال سے طلاق واقع ہوجاتی ہے، اور صورت مسئولہ میں زید کا اپنی زوجہ سے ناراض ہونا، اور اس کو کھانے کو نہ دینا، اور خود دوسری شادی کرلینا، اور اس کا یہ کہنا، کہ وہ تا زندگی وہیں پڑی رہے میرے پاس نہ آوے صاف دلیل ہے اس کی نیت طلاق دینے اور اپنی زوجہ کو اپنی زوجیت سے خارج کرنے کی ہے، بناء علیہ صورت مسئولہ میں طلاق واقع ہوگئی، اب زید کی اس عورت مطلقہ کو اختیار ہے، کہ اپنا نکاح کسی اور مرد سے کرلے، اور اگر زید طلاق کنائی کے اس لفظ کو نہ بولتا، تب بھی اس کی زوجہ کو بوجہ نان ونفقہ نہ پانے کے تفریق قاضی یا حاکم وقت فسخ نکاح کا اختیار حاصل تھا، کیونکہ شوہر کو شریعت سے صرف دو ہی بات کا اختیار ہے، یا تو اس کو کھانا کپڑا دے، اور اچھی طرح پر رکھے، یا اس کو طلاق دے دے، رہی یہ بات کہ شوہر نہ اپنی زوجہ کو نان ونفقہ دے، اور نہ اس کو طلاق دے، سو اس

---

زانی یا مشرک عورت سے اور زانیہ کا نکاح نہیں کرتی مگر زانی مرد یا مشرک مرد سے، اور ایسا نکاح مومنوں پر حرام ہے"۔ "جو گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے، گویا کہ اس نے گناہ کیا ہی نہیں"۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بات کا شوہر کو ہرگز اختیار نہیں ہے، اگر ایسا کرے گا، تو حاکم وقت یا قاضی اس کے قائم مقام ہو کر درمیان ان دونوں کے تفریق کر دے گا۔ قال اللہ تعالیٰ فامساک بمعروف او تسریح باحسان ولا تمسکوھن ضرارا لتعتدوا۔ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابدأ بمن تعول تعول المرأۃ امان تطعمنی وامان تطلقنی الحدیث رواہ البخاری قال الحافظ فی الفتح واستدل بقولہ اما ان تطعمنی وامان تطلقنی من قال یفرق بین الرجل وامرأتہ اذا اعسر بالنفقۃ واختارت فراقہ وھو قول جمھور العلماء وقال الکوفیون یلزمھا الصبر وتتعلق النفقۃ بذمتہ واستدل الجمھور بقولہ ولا تمسکوھن ضرارا لتعتدوا واجاب المخالف بانہ لو کان الفراق واجبا لما جاز لا بقاء اذا رضیت وردعلیہ بان الاجماع دل علی جواز الابقاء اذا رضیت فبقی ما عداہ علی عموم النھی انتھی بلوغ المرام میں ہے۔ وعن سعید بن المسیب رضی فی الرجل لا یجد ما ینفق علی اھلہ قال یفرق بینھما اخرجہ سعید بن منصور عن سفیان عن ابی الزناد رضی اللہ عنہ قال قلت لسعید بن المسیب سنۃ قال سنۃ وھذا مرسل قوی۔ قال فی سبل السلام تحت ھذا الحدیث وقد اختلف العلماء فی ھذا الحکم وھو فسخ النکاح عند اعسار الزوج علی اقوال الاول ثبوت الفسخ

---

لہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، یا ان کو اچھی طرح رکھو یا اچھی طرح چھوڑ دو۔ اور فرمایا ان پر زیادتی کر کے تکلیف دینے کے لئے نہ روک رکھو، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جن کی تم عیالداری کرتے ہو ان سے شروع کرو، ایسا نہ ہو کہ عورت کہے یا مجھے کھانے کو دے یا طلاق دے، حافظ ابن حجر نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ اگر مرد تنگ دست ہو اور عورت جدا ہونا چاہے، تو ان میں تفریق کر دی جائے گی، جمہور کا یہی مذہب ہے، کوفی کہتے ہیں، اسے صبر کرنا چاہیئے، اور خرچ مرد کے ذمہ واجب الادا رہے، جمہور کی دلیل یہ ہے، کہ ان کو تکلیف دینے کے لئے نہ روک رکھو، مخالف کہتے ہیں اگر فراق واجب ہوتا، تو رضا کی صورت میں بھی اس کا رہنا جائز نہ ہوتا، اس کا جواب یہ ہے، کہ اجماع نے رضا کی صورت میں اس کا باقی رہنا جائز رکھا، تو جو اس کے علاوہ ہے، وہ نہی پر باقی رہے گا، سعید بن مسیب نے کہا جو آدمی بیوی کو خرچ نہ دے سکے، اس کی بیوی کو اس سے الگ کر دیا جائے، ابو الزناد نے پوچھا کیا یہ سنت ہے؟ سعید نے کہا ہاں، مرد کے تنگدست ہونے کی صورت میں عورت کو فسخ نکاح کا اختیار ہونے میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وھو مذھب علی وعمر وابی ھریرۃ وجماعۃ من التابعین ومن الفقھاء مالك والشافعی واحمد وبہ قال اھل الظاھر مستدلین بما ذکر والحدیث لا ضرر ولا ضرار تقدیم تخریجہ وبیان النفقۃ فی مقابل الاستمتاع بدلیل ان الناشزۃ لا نفقۃ لھا عند الجمھور فاذا لم تجد النفقۃ سقط الاستمتاع فوجب الخیار للزوجۃ وبانھم قد اوجبوا علی السید بیع مملوکہ اذا عجز عن انفاقہ فایجاب فراق الزوجۃ اولی کان کسبھا لیس مستحقا للزوج کاستحقاق السید لکسب عبدہ وبانہ قد نقل ابن المنذر اجماع العلماء علی الفسخ بالعنۃ والضرر الواقع من العجز عن النفقۃ اعظم من الضرر الواقع بکون الزوج عنینا وبانہ تعالی قال ولا تضاروھن وقال فامساك بمعروف او تسریح باحسان وای امساك بمعروف وای ضرر اشد من ترکھا بغیر نفقۃ انتھی واللہ تعالی اعلم

کتبہ محمد عبد الحق سلمانی عفی عنہ — سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خالد وزوجہ خالد مسماۃ ہندہ میں اکثر نااتفاقی رہتی تھی، اور تین سال تک درمیان زن وزوج کے کچھ تعارف نہیں رہا، بعد وفہمائش چند صاحبان باہم رضامندی حسب شرائط ذیل ہوگئی، اور استامی ایک روپیہ کے کاغذ پر شرطیں تحریر ہوگئیں، شرط اول، اب کوئی امر مثل سابق کے

---

علماء کا اختلاف ہے، حضرت علی، عمر، ابو ہریرہ اور تابعین کی ایک جماعت اور فقہاء میں سے امام مالک شافعی اور احمد بن حنبل اور اہل ظاہر اختیار فسخ کے قائل ہیں، اور کہتے ہیں، نفقہ فائدہ اٹھانے کے مقابل میں ہے، اور اس کی دلیل یہ ہے، کہ جمہور کے نزدیک گھر سے نکل جانے والی عورت کا نفقہ نہیں ہے، تو جب وہ نفقہ نہ پائے گی، تو مرد اس سے فائدہ اٹھانے کا مجاز نہ ہوگا، تو بیوی کا اختیار لازم آئے گا، اور دوسری دلیل یہ ہے، کہ جب مالک خرچ دینے سے عاجز آجائے، تو واجب ہے، کہ مالک اپنے غلام کو بیچ ڈالے، تو بیوی کو اگر خرچ نہ ملے، تو ان میں جدائی بالاولیٰ ہو سکے گی، اور ایک دلیل یہ بھی ہے، کہ اگر مرد نامرد ہو، تو بالاتفاق عورت کو اختیار فسخ ہے، کیونکہ اس طرح عورت کو تکلیف ہوگی، اور یہ تکلیف بہ نسبت کھانے پینے کے بہت تھوڑی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، یا اچھی طرح رکھو، یا اچھی طرح چھوڑ دو تو بغیر نفقہ کے بیوی کو چھوڑ دینے سے بڑھ کر اور کیا ضرر ہو سکتا ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اور ان کو تکلیف دینے کے لئے نہ روک رکھو۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جن امور سے زوجہ منکوحہ میری ناراض ہوگی، ہرگز ہرگز نہ کروں گا۔

شرط دوم۔ ہمیشہ اس کی خوشنودی و دلجوئی کرتا رہوں گا، اور حسب حیثیت خود نان ونفقہ سے اس کی خبر گیری کرتا رہوں گا۔

شرط سوم۔ اگر معاذ اللہ کوئی امر خلاف تحریر مجھ سے سرزد ہوا، اور زوجہ منکوحہ میری مجھ سے ناراض ہو، تو زوجہ منکوحہ کو میری جانب سے طلاق ثلاثہ بائنہ ہو جاوے گی، اور پھر باہم فریقین کوئی تعارف زن وزوجیت باقی نہیں رہے گا، اور بعد اس کے زوجہ منکوحہ میری کو اختیار ہوگا۔ کہ بعد ایام عدت خواہ دوسرا عقد کرے یا نہ کرے مجھ سے کچھ تعلق اور سروکار دعوے باقی نہیں رہے گا۔

بعد چند یوم کے خالد اپنی کسی شرط پر قائم نہ رہا، اور خلاف شرطوں کے برتاؤ، اور بد مزاجی ظہور میں آکر نااتفاقی کی صورت پھر پیش آئی، اب بموجب شرع شریف کے ہندہ پر خالد کی جانب سے طلاق عاید ہوگئی ہے یا نہیں، اور اگر ہوگئی ہے، تو کون سی عائد ہوئی ہے، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ یہ جملہ شروط جو زوج نے اختیار کئے تعلیقات طلاق سے ہیں پس جب یہ شروط پائی گئیں، کہ جن پر طلاق معلق تھی، تو زوجہ خالد کی مطلقہ ہوگئی۔ فی مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر۔ التعلیق ھو ربط حصول مضمون جملۃ بحصول مضمون جملۃ اخری یعنی تعلیق کے معنی ہیں کسی مضمون جملہ کو کسی مضمون جملہ کے ساتھ ربط دینا، جیسا کہ ان تعلیقات میں ہے۔ وایضا فی الشرح المذکور[1] فاذا وجد الشرط فیہ ای فی الملک بان کان النکاح قائما انحلت الیمین ووقع الطلاق۔ پس یہ عورت مطلقہ ہوگئی بعد انقضائے عدت کسی اور مرد مسلمان سے اپنا نکاح کرلے، واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ فقیر محمد حسین

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ بنت زید کا نکاح بکر کے ساتھ ہوا، اور حقوق زوجیت وشوہری جانبین سے ادا ہوتے رہے، بعد عرصہ دراز کے بکر نے نکاح ثانی اپنا بنت عمر سے کیا، اور حقوق ہر دو ازواج کے بکر ادا کرتا رہا، بعد ازاں بکر

[1] جب اس میں شرط پائی گئی، یعنی ملک میں اگر نکاح قائم تھا، تو قسم حلال ہوگئی، اور طلاق واقع ہوگئی۔ (مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے ارادہ نکاح ثالث کا ہمراہ بنت خالد کیا قبل نکاح ثالث بکر کے ہندہ بنت زید بکر کی زوجہ اول نے چار شرطیں مفصلہ ذیل روبرو بکر شوہر خود کے بیان کیں:۔

شرط اول۔ پندرہ روز میرے ہاں شب کو رہو، اور سات یوم زوجہ ثانی کے ہاں، اور آٹھ یوم زوجہ ثالث کے ہاں جس کو اب تم نکاح میں لاؤ گے۔

شرط دوم۔ کھانا دونوں وقت میرے ہاں کھایا کرو۔

شرط سوم۔ پارچہ پوشیدنی وغیرہ اپنا تمام میرے پاس رکھو۔

شرط چہارم۔ تمام تنخواہ اپنی میری تحویل میں رکھو، اور جس جس کا جو ماہوار مقرر کیا جاوے وہ میں اپنے ہاتھوں سے دوں گی۔

اگر چاروں شرطوں میں سے ایک شرط بھی تمہاری طرف سے پوری نہ ہوگی تو بغیر طلاق دیئے مجھ تمہاری طرف سے طلاق ہے، اس وقت بکر نے دو عادل گواہوں کے روبرو در جواب شرائط ہندہ بنت زید زوجہ اول اپنی کے بیان کیا، کہ اگر میں تمہاری شرائط مذکورہ کے خلاف کروں، تو بے شک تم کو طلاق ہے، بعد مقبولی شرائط مذکورہ بالا کے بکر نے نکاح ثالث کر لیا، من بعد ہندہ نے ایک بزرگ متقی پابند سنت محمدیہ کے روبرو بکر سے شرائط مذکورہ پھر بیان کیں، چنانچہ بکر نے ان بزرگ کے روبرو بھی مقبولی شرائط مذکورہ بالا کا اقبال کیا، اور بکر نے ایک عرصہ تک شرائط کا ایفا نہیں کیا، اور خلاف شرائط کر رہا ہے اس صورت میں ہندہ پر بموجب شرع شریف بکر کی طرف سے طلاق عاید ہوتی ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ صورت سوال سائل میں ایسی اطاعت زوج کی زوجہ کے لئے آثار قیامت سے ہے، اور خلاف امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے کہ کالمیت فی ید الغسال زوجہ کے لئے ہو گیا، مگر چونکہ اس نے اقرار اپنے ضرر کا منظور کیا، اور جملہ شرائط مذکورہ کو قبول کیا، اور دو عادل گواہوں کے روبرو بیان کیا، کہ اگر میں شرائط مذکورہ کے خلاف کروں، تو تم کو طلاق ہے، تو اب اس کے شرائط مذکورہ کے خلاف کرنے کی وجہ سے اس کی عورت مطلقہ ہو گئی۔ فاذا وجد الشرط فیہ ای فی الملک بان کان النکاح قائما اغلت الیمین ووقع الطلاق کذا فی مجمع الانہر شرح الملتقی۔ پس ہندہ کو بعد عدت

---

لہ جب اس میں شرط پائی گئی یعنی ملک میں اگر نکاح قائم تھا، تو قسم حلال ہو گئی، اور طلاق واقع ہوئی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کے بعد اختیار ہے، کہ اپنا نکاح کسی مرد مسلمان سے کرلے، واللہ اعلم بالصواب

سید محمد نذیر حسین

فقیر محمد حسین

**سوال**:۔ زید نے ہندہ سے خلوت صحیحہ کی، اس کے چند روز بعد ایک خط بنام ایک عورت کے جو نکاح میں ساعی تھی لکھا، اور وہ عورت ہندہ کی رشتہ دار سے تھی اور مضمون خط یہ ہے، کہ بخدا اگر میں پہلے اس کے بھائی کو دیکھ لیتا، تو ہرگز اس سے نکاح نہ کرتا، افسوس تو یہ ہے کہ نکاح ہو جانے کے بعد اس کو دیکھا، یہ میری بدقسمتی ہے، کہ اس قدر پریشانی اٹھائی، میں نے صبر کیا لوگوں کی باتیں سنی، مگر نتیجہ کچھ نہ نکلا، ہم تو دل سے چھوڑ چکے، اگر آپ کے انصاف میں آئے، تو ہم کو ان سے زیور دلا دیجیے، آپ کے انصاف میں نہ آئے تو نہ دلائیے، ہم دہلی میں آکر کیا کریں گے، آپ کے سب قبضہ میں ہے، آپ اس کے کام کرنے سے انکار کریں، تو جو آپ کا مزاج چاہے فیصلہ کر دیجیے ہم کو ہر طرح منظور ہے، ہم دہلی میں آکر کیا کریں، ہم کو ان سے مطلب رکھنا ہو، تو آویں بھی" اور ایک شخص نے زید کو سمجھایا تھا، اور گھر آباد کرنے کی طرف رغبت دلائی تھی، اور زید نے جواب میں یہ کہا کہ میں اپنے کو راغب کرتا ہوں، مگر دل رجوع نہیں ہوتا، اور زید نے بیان کیا تھا، کہ میں نے کانپور میں مسئلہ دریافت کیا تھا، کہ مہر نصف دینا ہوگا، اور زیور مجھ کو واپس مل جاوے گا، وہ شخص زید کے ہمراہ شہری مسجد میں واسطے دریافت فتوی کے گیا تھا، اور مولوی صاحب سے استفسار کیا، کہ اس طرح پر زید کی شادی ہوئی، مولوی صاحب نے پوچھا کہ خلوت ہوئی یا نہیں، بیان کیا، کہ خلوت ہوئی تھی، اور اب یہ یعنی زید چھوڑنا چاہتے ہیں، اس صورت میں زیور واپس مل سکتا ہے، اور مہر دینا پڑے گا یا نہیں، تو مولوی صاحب نے کتاب دیکھ کر بیان کیا، کہ زیور ملکیت عورت کا ہو گیا، اور مہر کل دینا پڑے گا، وہ شخص کہتا ہے، کہ مجھ سے اور زید سے چند مرتبہ گفتگو ہوئی، کہ زیور میرا مجھ کو دلا دو، اور نصف مہر مجھ سے مساۃ کو دلا کر فیصلہ کرا دو، اور اسی قسم کا بیان زید نے اور لوگوں سے کیا، پس سوال یہ ہے کہ ایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ صورت مرقومہ میں زید کے جملہ اقوال و افعال مذکورہ مشعر بطلاق ہیں، اگرچہ طلاق صریح لفظوں میں نہیں پائی جاتی، لیکن طلاق بالکنایہ میں کوئی شبہ نہیں ہے کیونکہ زید کے خط کا یہ جملہ "ہم تو دل سے چھوڑ چکے" و نیز دیگر جملہ "ہم کو ان سے مطلب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



رکھتا ہو، تو آدیں بھی" اور پھر زید کا مسئلہ دریافت کرنا، اور اپنے زیور ات کا طالب ہونا، و نصف مہر ادا کر کے فیصلہ چاہنا یہ سب طلاق پر دال ہیں، فقہائے کرام کے نزدیک طلاق بالکنایہ کے تین احوال ہیں، حالت رضا، حالت غضب، یا حالت مذاکرہ طلاق، حالت رضا میں نیت شرط ہے، اور حالت غضب و مذاکرہ طلاق میں کل الفاظ میں نیت ملحوظ نہیں ہے، بلکہ بعض میں بدون نیت و قصد کے طلاق واقع ہو جاتی ہے، اور صورت مسئولہ میں حالت مذاکرہ طلاق پائی جاتی ہے، اور یہ لکھنا زید کا کہ ہم دل سے چھوڑ چکے ترجمہ سرحتک کا ہے، اور لفظ کے کہنے و لکھنے سے حالت مذاکرہ طلاق میں طلاق واقع ہوتی ہے، اگرچہ نیت طلاق کی نہ ہو، جیسا کہ شرح وقایہ میں ہے، وفی[1] حال مذاکرۃ یتوقف الاول ای ما یصلح ردا علی التہمۃ واما الاخیران وھما ما یصلح سبا وما لا یحتمل الرد والسب رد من جملتہا لفظ سرحتک) فیقع بہما الطلاق وان لم ینو انتہی۔ پس صورت مسئولہ میں بلاشبہ طلاق واقع ہوئی۔ واللہ اعلم بالصواب

حررہ سید ابوالحسن عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو طلاق بائن دے دی، اور بحالت قیام مذاکرہ و قریبہ طلاق یہ کہا کہ میں نے تجھ کو چھوڑا، میرا تیرا کچھ واسطہ نہیں، اب زید مذکور اپنی مطلقہ بائنہ سے نکاح کرنا چاہتا ہے اب یہ نکاح بعد عدت کے درست ہوگا، یا عدت کی اس میں ضرورت نہیں؟

**الجواب**:۔ اگر عدت نہیں گزری ہے، تو زید بلا نکاح کے رجوع کر سکتا ہے اور اگر عدت گذر گئی ہے، تو نکاح کی ضرورت ہے، یہ مسلک محدثین کا ہے، اور فقہائے حنفیہ کے نزدیک چونکہ یہ طلاق، طلاق بائنہ ہے، لہٰذا ان کے مسلک پر ہر دو صورت میں نکاح کی ضرورت ہے۔ واللہ اعلم بالصواب، حررہ السید عبدالحفیظ عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

---

[1] طلاق کے مذاکرہ کی حالت میں پہلا تو توقف ہوگا یعنی جس میں نیت کا احتمال ہے، اور دوسرے دو جواب یعنی جو گالی کے معنے میں ہو، یا ایسا جواب جو سوال کا جواب بھی نہ ہو سکے، اور گالی بھی نہ بن سکے، ان میں سے ایک لفظ "سرحتک" (میں نے تجھ کو چھوڑ دیا) بھی ہے، ان دونوں جوابوں سے طلاق واقع ہو جائے گی، اگرچہ اس کی نیت نہ ہو۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ھوالموفق، ۔ واضح ہو کہ امام شافعی اور امام احمد وغیرہما کے نزدیک طلاق بائن واقع ہونے کی تین ہی صورتیں ہیں، ایک یہ کہ عورت کو قبل دخول کے طلاق دی جائے، اور دوسری یہ کہ طلاق بالعوض دی جائے، تیسری یہ کہ تین طلاقیں شرعی طور پر دی جاویں ان تینوں صورتوں کے علاوہ کوئی اور صورت طلاق بائن واقع ہونے کی نہیں ہے، بلکہ ان کے علاوہ اور جو صورت ہے، وہ طلاق رجعی کی صورت ہے، مثلاً اگر کسی نے اپنی عورت کو یا ین لفظ طلاق دی، کہ انت[1] طالق طلقۃ بائنۃ تو بھی طلاق رجعی ہی ہوگی، اور بینونت کی قید لغو ہوگی، اور یہی مسلک حق ہے، اور جمہور اسی کے قائل ہیں، علامہ ابن القیم زاد المعاد صفحہ ۲۴۱ جلد ۲ میں لکھتے ہیں۔ وقد ذکر اللہ سبحانہ وتعالیٰ اقسام الطلاق کلھا فی القرآن وذکر احکامھا فذکر الطلاق قبل الدخول وانہ لا عدۃ فیہ وذکر الطلقۃ الثالثۃ وانھا تحرم الزوجۃ علی المطلق حتی تنکح زوجا غیرہ وذکر طلاق الفداء الذی ھو الخلع وسماہ فدیۃ ولم یحسبہ من الثلث کما تقدم وذکر الطلاق الرجعی الذی المطلق احق فیہ بالرجعۃ وھو ما عدا ھذہ الاقسام الثلاثۃ وبھذا احتج احمد والشافعی وغیرھما علی انہ لیس فی الشرع طلقۃ واحدۃ بعد الدخول بغیر عوض بائنۃ وانہ اذا قال لھا انت طالق طلقۃ بائنۃ کانت رجعیۃ ویلغو وصفھا بالبینونۃ وانہ لا یملک ابانتھا الا بعوض واما ابو حنیفۃ وقال تبین بذلک لان الرجعۃ حق لہ وقد اسقطھا والجمھور یقولون وان کانت الرجعۃ حقا لہ لکن نفقۃ الرجعیۃ وکسوتھا حق علیہ فلا یملک اسقاطہ الا

---

[1] تجھے ایک بائنہ طلاق ہے [2] اللہ تعالیٰ نے طلاق کی تمام اقسام کا ذکر قرآن مجید میں کیا ہے، اور ان کے احکام بھی بیان کئے ہیں، طلاق قبل دخول کا ذکر کیا، اور کہا اس میں عدت نہیں ہے، اور تیسری طلاق کا ذکر کیا، اور اس سے عورت کو خاوند پر حرام کیا، یہاں تک کہ وہ اس کے علاوہ کسی اور آدمی سے نکاح کرے، اور فدیہ کی طلاق کا ذکر کیا یعنی خلع کا، اور اسے تین طلاقوں میں شمار نہ کیا، اور رجعی طلاق کا ذکر کیا، اور فرمایا طلاق دینے والا اس میں رجوع کا زیادہ حق دار ہے، اور وہ ان تینوں اقسام سے الگ ہے، اور یہی وجہ ہے، کہ احمد اور شافعی نے دلیل پکڑی ہے، کہ شریعت میں دخول کے بغیر عوض کے کوئی ایک طلاق بائن نہیں ہے، اگر اپنی عورت کو مرد ایک طلاق بائن دے، تو بھی وہ رجعی ہوگی، اور اس کے بائن ہونے کی صفت لغو ہوگی، اور عوض کے بغیر مرد اس کو بائن نہیں کر سکے گا ابو حنیفہ کہتے ہیں، کہ اس سے معلوم ہوا، کہ مرد کو رجوع کا حق تھا، اور اس نے اپنا حق ساقط کر دیا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


یا اختیار ھلو بین لھا العوض وسوالھا ان تفتدی نفسھا منہ بغیر عوض فی احد القولین وھو جواز الخلع بغیر عوض واما اسقاط حقھا من الکسوۃ والنفقۃ بغیر سوالھا وکابین لھا العوض فخلاف النص والقیاس الی قولہ ونکتۃ المسئلۃ ان اللہ لم یجعل للامۃ طلاقا بائنا قط الا فی موضعین احدھما طلاق غیر المدخول بھا والثانی الطلقۃ الثالثۃ وما عداہ من الطلاق فقد جعل للزوج فیہ الرجعۃ ھذا مقتضی الکتاب کما تقدم تقریرہ وھذا قول الجمھور منھم الامام احمد والشافعی واھل الظاھر قالوا لا یملک ابانتھا بدون الثلاث الا فی الخلع وقال اصحاب مالک ثلاثۃ اقوال فیما اذا قال انت طالق طلقۃ لا رجعۃ فیھا الی قولہ الثالث انھا واحدۃ رجعیۃ وھذا قول ابن وھب وھو الذی یقتضیہ الکتاب والسنۃ والقیاس وعلیہ الاکثرون انتھی۔ ھذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی بی بی کو ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دیں اور کاغذ پر ایک ہی وقت میں تین طلاقیں لکھ بھی دیں پس یہ تینوں طلاقیں پڑ جائیں گی اور اس کی بی بی اس سے مطلقہ بائنہ ہو جائے گی یا اب تک اس سے رجعت ہو کر پھر یہ اس کی بی بی ہو سکتی ہے بینوا توجروا

**الجواب**:۔ علمائے حنفیہ کے نزدیک یہ از اقسام طلاق بدعیہ ہے اور باوجود

---

اور جمہور کہتے ہیں کہ اگرچہ اس کو رجوع کا حق تھا لیکن رجعیت کا خرچ اور کپڑا اس کے ذمہ تھا، وہ اس حق کو ساقط کرنے کا اختیار عورت کی رضامندی کے بغیر نہیں کر سکتا اور عورت بغیر عوض خلع کا سوال کرے اور اپنے خرچ اور لباس سے دستبردار ہو جائے یہ نص کے خلاف ہے۔ حاصل کلام یہ کہ اللہ تعالیٰ نے عورت کے لئے دو مقام کے علاوہ طلاق بائن نہیں رکھی ایک غیر مدخولہ کی طلاق اور دوسری تیسری طلاق اور ان کے علاوہ جتنی طلاقیں ہیں ان میں مرد کو رجوع کا حق ہے اور یہی جمہور کا قول ہے امام احمد شافعی اور اہل ظاہر کہتے ہیں کہ تین طلاقوں کے سوا مرد عورت کو بائن نہیں کر سکتا۔ مالکیہ کے اس بارے میں تین قول ہیں کہ اگر مرد اپنی عورت سے کہے کہ تجھے ایسی طلاق جس میں رجوع نہیں ہے تیسرا قول یہ ہے کہ یہ ایک رجعی طلاق ہے ابن وہب کا یہی قول ہے اور کتاب و سنت اور قیاس بھی اسی کی تائید کرتے ہیں اور اکثر کا یہی مذہب ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اس کے بھی ان کے نزدیک متحقق الوقوع ہے، کما قال فی التفسیر المظہری جمع الطلقتین او ثلاث تطلیقات بلفظ واحد او بالفاظ مختلفۃ فی طھر واحد حرام وبدعۃ خلافا للشافعی رحمۃ اللہ علیہ فانہ یقول لا باس بہ لکنھم اجمعوا علی ان من قال لامرأتہ انت طالق ثلاثا یقع ثلاثا بالاجماع وقال فی القدوری طلاق البدعۃ ان یطلقھا ثلاثا بکلمۃ واحدۃ او یطلقھا ثلاثا بطھر واحد فاذا فعل ذلک وقع الطلاق وبانت منہ انتہی۔ وھکذا فی عامۃ کتب الاحناف لکن قال اللہ تعالی فی کتابہ المجید وکلامہ الحمید الطلاق مرتان والمرتان فی اللغۃ لما یاتی مرۃ بعد مرۃ کقولہ تعالی سنعذبھم مرتین۔ اولا یرون انھم یفتنون فی کل عام مرۃ او مرتین۔ یا ایھا الذین امنوا لیستاذنکم الذین ملکت ایمانکم والذین لم یبلغوا الحلم منکم ثلاث مرات ثم فسرھا بالاوقات الثلث ثم قال تعالی فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ فھذہ الثالثۃ ولم یشرع جمع تطلیقتین او ثلاث فکان المطلق فی زمن الرسول صلی اللہ علیہ وسلم وزمن ابی بکر وسنتین من خلافۃ عمر اذا طلق ثلاثا تحسب واحدۃ کما دل علیہ الحدیث ان الصحیحان احدھما فی صحیح مسلم

---

ملہ دو یا تین طلاقوں کا اکٹھا ایک ہی لفظ سے بیان کر دینا، یا مختلف الفاظ سے ایک ہی طہر میں طلاقیں دے دینا حرام اور بدعت ہے، اور امام شافعی اس کو بدعت یا حرام نہیں کہتے، پھر اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اگر تین طلاقیں ایک ہی لفظ سے دے دے، یا تین طلاقیں ایک طہر میں دے دے لیکن اگر ایسا کرے تو تینوں واقع ہو جائیں گی، قدوری میں ہے، کہ بدعت طلاق یہ ہے کہ ایک ہی کلمہ سے تین طلاقیں دے دے یا تین طلاقیں ایک ہی طہر میں دے دے لیکن اگر ایسا کرے تو تینوں واقع ہو جائیں گی احناف کی عام کتابوں میں ایسا ہی ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے، طلاق دو مرتبہ ہے، اور دو مرتبہ لغت میں اس کو کہتے ہیں کہ ایک کے بعد دوسری دی جائے، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ہم ان کو دو مرتبہ سزا دیں گے اور فرمایا، کیا وہ یہ نہیں دیکھتے کہ وہ ہر سال میں ایک یا دو مرتبہ آزمائے جاتے ہیں، ایسا ہی اللہ نے غلام تم سے تین اوقات میں اجازت لے کر آیا کریں، اور وہ بچے جو ابھی جوانی کو نہیں پہنچے، پھر ان تین اوقات کی تفسیر بیان کی، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اگر اس کو طلاق دے، تو اس کے لئے حلال نہیں ہوگی یہاں تک کہ کسی اور خاوند سے نکاح کرے، اور یہ تیسری طلاق ہے، اور دو یا تین طلاقوں کا جمع کرنا مشروع

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والاخر فی سنن ابی داؤد ومسند احمد اما حدیث مسلم فمن طریق ابن طاؤس عن ابیہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال کان الطلاق علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وسنتین من خلافۃ عمر طلاق الثلاث واحدۃ فقال عمر رضی ان الناس قد استعجلوا فی امر کان لھم فیہ اناۃ فلو امضیناہ فامضاہ وفی صحیحہ ایضا عن طاؤس ان ابا الصھباء قال لابن عباس ھات من ھناتک الم یکن الثلاث علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر واحدۃ قال قد کان ذلک فلما کان فی عہد عمر رض تتابع الناس فی الطلاق فاجازہ علیھم ووقع فی روایۃ لابی داؤد عن ابی الصھباء انہ قال لابن عباس اما علمت ان الرجل اذا طلق امرأتہ ثلاثا قبل ان یدخل بھا جعلوھا واحدۃ علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث فاخذ اسحٰق بن راھویہ وجماعۃ من السلف بظاہر الروایۃ وجعلوا الثلاث واحدۃ فی غیر المدخول بھا وسائر الروایات الصحیحۃ لیس فیھا قبل الدخول ولھذا لم یذکر مسلم ذلک فی روایۃ طاؤس نفسہ عن ابن عباس رض لیس فی شیء منھا قبل الدخول وانما حکی ذلک طاؤس من سوال ابی الصھباء فاجابہ بما سئل عنہ ولعلہ انما بلغہ جعل الثلاث واحدۃ فی حق مطلق قبل الدخول فسئل عن ذلک ابن

---

نہیں ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رض کے زمانہ میں اور حضرت عمر رض کی خلافت کے دو سال تک یہی دستور تھا، کہ اگر کوئی تین طلاقیں اکٹھی دے دیتا، تو اس کو ایک ہی طلاق شمار کیا جاتا تھا جب کہ مسلم اور ابوداؤد کی دو صحیح حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے تو حضرت عمر رض نے کہا، لوگ اس کام میں جلدی کر رہے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مہلت رکھی تھی، اگر ہم اس کو ان پر جاری کر دیں، تو اچھا ہو، پھر آپ نے تین طلاقوں کو جاری کر دیا، ابن عباس رض کہتے ہیں، کہ حضرت عمر رض کے زمانہ میں لوگ کثرت سے تین طلاقیں اکٹھی دینے لگے، تو حضرت عمر رض نے ان پر تین طلاقیں ہی جاری کر دیں، ابو صہبا نے ابن عباس رض سے کہا، کیا یہ صحیح نہیں کہ جب کوئی آدمی اپنی عورت کو دخول سے پہلے تین طلاقیں دیا کرتا تھا تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک ہی شمار کی جاتی تھی؟ الحدیث (ابوداؤد) اسحاق بن راہویہ اور سلف کی ایک جماعت کا یہی مذہب ہے، کہ وہ اکٹھی تین طلاقوں کو ایک ہی سمجھتے تھے، اور دخول کی شرط عام روایات میں نہیں پائی جاتی، ابو صہبا نے چونکہ قبل دخول کی تین طلاقوں کا سوال کیا تھا، لہٰذا انہوں نے اس کا تذکرہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



عباس رضہ وقال کانوا یجعلونها واحدة فقال ابن عباس نعم وهذا لا مفهوم له لان وقوع التقیید فی الجواب فی مقابلة تقیید السؤال وهذا کما قال عن فارة وقعت فی سمن فقال اذا وقعت الفارة فی السمن فالقوها وما حولها وکلوه لا یدل ذلك علی تقیید الحکم بالسمن خاصة واما الحدیث الآخر فقال ابوداؤد ثنا احمد بن صالح ثنا عبد الرزاق انا ابن جریج قال اخبرنی بعض بنی ابی رافع مولی النبی صلی الله علیه وسلم عن عکرمة عن ابن عباس قال طلق عبد یزید ابو رکانة واخوته ام رکانة ونکح امرأة من مزینة فجاءت الی النبی صلی الله علیه وسلم فقالت ما یغنی عنی الا کما یغنی هذه الشعرة لشعرة اخذتها من رأسها ففرق بینی وبینه فاخذت النبی صلی الله علیه وسلم حمیة فدعا برکانة واخوته ثم قال لجلسائه اترون فلانا یشبه منه کذا وکذا من عبد یزید وفلانا لابنه الآخر یشبه منه کذا فقال النبی صلی الله علیه وسلم طلقها ففعل فقال راجع امرأتك ام رکانة واخوته قال انی طلقتها ثلاثا یا رسول الله قال قد علمت ارجعها وتلی یا ایها النبی اذا طلقتم النساء الآیة فامره ان یراجعها وقد طلقها وتلا الآیة التی هی وما بعدها هذه صریحة فی کون الطلاق الذی شرعه الله لعباده هو الطلاق الذی یکون للعدة فاذا شارفت انقضاءها فاما ان یمسکها بمعروف او یفارقها بمعروف وانه سبحانه شرعه علی وجه التوسعة والتیسیر فلعل المطلق

---

کر دیا، ابن عباس رضہ سے جب انہوں نے سوال کیا، تو انہوں نے جواب دیا ہاں ایک ہی طلاق شمار ہوتی تھی، اور جواب میں قید کا وقوع سوال کی قید کی وجہ سے ہے، اور یہ اسی طرح کی حدیث ہے، کہ جیسے سوال ہوا، کہ اگر چوہیا گھی میں گر پڑے، تو آپ نے فرمایا، اس کو پھینک دو، اور اس کے آس پاس کے گھی کو بھی پھینک دو اور باقی کھالو، اس سے صرف گھی کے متعلق ہی حکم خصوصا معلوم نہیں ہوتا

ابن عباس رضہ نے کہا، ابورکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، اور مزینہ کی ایک عورت سے نکاح کر لیا، وہ عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی، اور کہنے لگی، کہ اس کے پاس تو اس بال جیسا ہے اس نے اپنے سر سے ایک بال توڑ کر بتایا، سو آپ مجھ میں اور اس میں تفریق کر دیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات سے غصہ آیا، آپ نے ابورکانہ اور اس کے بھائیوں کو بلایا اور کہا، کیا تم ابورکانہ کے فلاں فلاں بیٹوں کی مشابہت ابورکانہ سے نہیں دیکھتے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس کو طلاق دے دے، چنانچہ اس نے طلاق دے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


ان یندم فیکون لہ سبیل الی الرجعۃ وھو قولہ تعالیٰ لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا ھکذا فی اغاثۃ اللھفان للعلامۃ ابن القیم وقد الف شیخہ العلامۃ ابن تیمیۃ رسالۃ فی رد وقوع الطلاق البدعی کما قال فی نزل من اتقی بکشف احوال المنتقی کابی الفتح عبد الرشید الکشمیری، لشوبیانی رحمۃ اللہ علیہ۔ پس مطابق ان آیات و احادیث کے یہ تینوں طلاقیں ایک ہی طلاق ہوں گی، اور عدت کے اندر یہ شخص اپنی بی بی سے رجعت کر سکتا ہے یعنی اس کو اپنی بی بی بنا سکتا ہے۔ ھذا ما عندی وعلمہ احکم واتم۔ وانا العبد المذنب الراجی الی اللہ ابو محمد المدعو بعبد اللہ غفرلہ اللہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ کو تین طلاق بیک جلسہ دیں، پس یہ طلاق بائن ہوئی یا رجعی، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ یہ طلاق رجعی ہوئی، اس واسطے کہ ایک جلسہ میں تین طلاق دینے سے صرف ایک طلاق رجعی واقع ہوتی ہے صحیح مسلم میں ہے۔ عن ابن عباس قال کان الطلاق علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وسنتین من خلافۃ عمر طلاق الثلاث واحدۃ فقال عمر بن الخطاب ان الناس قد استعجلوا فی امر کانت لھم فیہ اناۃ فلو امضیناہ علیھم فامضاہ علیھم۔ اور مسند احمد بن حنبل میں ہے۔ عن ابن عباس قال طلق رکانۃ بن عبد یزید اخو بنی المطلب امرأتہ ثلاثا فی مجلس واحد فحزن علیھا حزنا شدیدا قال فسالہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف طلقتھا قال طلقتھا ثلاثا قال فقال فی مجلس واحد قال نعم

---

دی، آپ نے فرمایا، اپنی پہلی بیوی ام رکانہ سے رجوع کر لے، اس نے کہا میں نے اس کو تین طلاقیں دی تھیں، آپ نے فرمایا مجھے معلوم ہوا، اس سے رجوع کر لے، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی "اے پیغمبر جب تم عورتوں کو طلاق دو"

۱؎ ابن عباس نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر و عمر رضی کی خلافت کے دو سال تک اگر کوئی بیک وقت تین طلاق دیتا، تو وہ ایک ہی شمار کی جاتی، پھر حضرت عمر رضی نے کہا، کہ لوگ اس کام میں جلدی کرنے لگے جس میں ان کے لئے مہلت تھی، اگر ہم بھی ان پر جاری کر دیں، تو اچھا ہو، پھر انہوں نے تین طلاق نافذ کر دیں

۲؎ ابن عباس نے کہا، رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاق دی دیں، پھر اس کے بعد اس کو اس پر بڑا افسوس ہوا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا، تم نے کیسے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قال فانما تلك واحدة فارجعها ان شئت قال فراجعها فكان ابن عباس يرى انما الطلاق عند كل طهر قال ابن القيم في اعلام الموقعين وقد صحح الامام هذا الاسناد وحسنه وقال الحافظ في فتح الباري بعد ذكر هذا الحديث اخرجه احمد وابو يعلى وصححه من طريق محمد بن اسحق وهذا الحديث نص في المسئلة لا يقبل التاويل الذي في غيره من الروايات انتهى فان قلت قال الحافظ في الفتح ان ابا داؤد رجح ان ركانة انما طلق امرأته البتة كما اخرجه هو من طريق ال بيت ركانة وهو تعليل قوي لجواز ان يكون بعض رواته حمل البتة على الثلاث فقال طلقها ثلاثا فهذه النكتة يقف الاستدلال بحديث ابن عباس انتهى قلت قال ابن القيم في الاغاثة ان ابا داؤد انما رجح حديث البتة على حديث ابن جريج لانه روى حديث ابن جريج من طريق فيها مجهول ولم يرو ابو داؤد الحديث الذي رواه احمد في مسنده من طريق محمد بن اسحاق ان ركانة طلق امرأته ثلاثا في مجلس واحد فلذا رجح ابو داؤد حديث البتة ولم يتعرض لهذا الحديث ولا رواه في سننه ولا ريب انه اصح من الحديثين وحديث ابن جريج شاهد له وعاضد فاذا انضم حديث ابي الصهباء الى حديث ابن اسحق والى حديث ابن جريج مع اختلاف مخارجها وتعدد طرقها افاد العلم بانها اقوى

---

طلاق دی، کہنے لگا میں نے تین طلاقیں دے دی ہیں، آپ نے فرمایا ایک ہی مجلس میں؟ کہا ہاں، آپ نے فرمایا، تو یہ ایک طلاق ہے، اگر تو چاہے تو اس سے رجوع کر لے، چنانچہ اس نے رجوع کر لیا، ابن عباس ہر طہر میں ایک طلاق کے قائل تھے، امام ابن قیم اعلام الموقعین میں تحریر فرماتے ہیں، کہ حافظ ابن حجر نے اس کی سند کو حسن صحیح کہا ہے، اور اس کو احمد اور ابو یعلی نے بھی روایت کیا ہے، یہ حدیث اس مسئلہ میں نص ہے جس کی تاویل نہیں ہو سکتی، اگر اس میں یہ شبہ پیدا کیا جائے، کہ رکانہ کے گھر والے کہتے ہیں، کہ رکانہ نے طلاق بتہ دی تھی، اور ہو سکتا ہے، کہ بتہ کو تین طلاق سمجھ لیا گیا ہو، اس کا جواب یہ ہے کہ ابو داؤد نے بتہ طلاق والی حدیث کو ابن جریج کی حدیث پر ترجیح دی ہے، اس لئے کہ مؤخر الذکر کی سند میں چند ایک مجہول راوی ہیں، لیکن ابو داؤد نے مسند احمد میں روایت کردہ محمد بن اسحاق کی روایت کو ذکر نہ کیا، جس میں صاف لفظ ہیں، کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں، اور اس میں تو کوئی شبہ ہی نہیں، کہ محمد بن اسحاق کی روایت کی سند ان دونوں سے زیادہ بہتر ہے، اور ابن جریج کی حدیث اس کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



من البتة بلا شك ولا يمكن من شم رواتح الحديث ولو على بعد ان يرتاب في ذلك فكيف يقدم الحديث الضعيف الذي ضعفه الائمة ورواته مجاهيل على هذه الاحاديث انتهى كلام ابن القيم۔ والله تعالى اعلم وعلمه اتم

كتبه محمد عبد الرحمن المباركفوري عفا الله عنه | ابو العلى محمد عبد الرحمن

ابو الطيب محمد شمس الحق | سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ زید نے اپنی عورت ہندہ کو ایک ہی وقت ایک ہی جلسہ میں تین طلاق دیں، تو یہ تین طلاقیں ایک طلاق شمار ہوگی، یا تین طلاقیں مکمل ہو چکیں، ہندہ زید کے نکاح سے بالکل جدا ہو گئی، ایسی حالت میں زید اپنی زوجہ ہندہ سے رجوع کر سکتا ہے یا نہیں، یعنے بغیر حلالہ کے ہندہ زید کے نکاح میں رہ سکتی ہے یا نہیں؟

**الجواب**:۔ ایسی حالت میں طلاق ایک واقع ہوگی، اور خاوند کو رجوع کرنے کی گنجائش رہے گی، مسند امام احمد بن حنبل میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے عن ركانة انه طلق امرأته ثلاثا في مجلس واحد فحزن عليها حزنا شديدا فساله النبي صلى الله عليه وسلم كيف طلقتها فقال ثلاثا في مجلس واحد فقال له صلى الله عليه وسلم فانما تلك واحدة فارجعها كذا في نيل الاوطار۔ یہ قاعدہ ہے، کہ راوی کی روایت کا اعتبار کیا جاتا ہے، اس کے مقابلہ میں ان کی رائے و اجتہاد کو قبول نہیں کیا جاتا، حضرت ابن عباس کا اجتہاد جو اس بارہ میں نقل کیا جاتا ہے، وہ اگر صحیح منقول مان لیا جائے، تو ان کی روایت کے معارض نہیں ہو سکتا، اس کے موافق زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور شروع زمانہ خلافت حضرت عمر فاروق میں عمل درآمد رہا، جیسا کہ صحیح مسلم میں مروی ہے، واللہ اعلم بالصواب

راقم عبد الجبار عمر پوری خصه الله بلطفه المنوي والصوري | سید محمد نذیر حسین

---

شاہد ہے، اور پھر اگر ابو صہبا کی حدیث کو بھی ان سے ملا دیا جائے، تو اس کی سند سب سے زیادہ قوی ہو جائے گی پھر دوسری روایت جس میں تین طلاق کا تذکرہ ہے۔ اس کو تین طلاق پر ہی محمول کرنا چاہیئے۔

لہ رکانہ نے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاق دے دیں، پھر اس کو اس پر بڑا افسوس ہوا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا، تو نے کیسے طلاق دی کہنے لگا میں نے ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دی ہیں، آپ نے فرمایا۔ یہ تو ایک طلاق ہے، تو اگر چاہے، تو اس سے رجوع کر لے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**سوال** :۔ چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ شخصے زوجہ خود را۔ طلاق داد پس ایں زوجہ بردے حرام مطلق وبائن شد، یا ہنوز بدو رجعت ممکن وجائز است، بینوا توجروا۔

**الجواب** :۔ نزد حنفیہ ایں از اقسام طلاق بدعیہ است وباوجود ایں ہم متحقق لوقوع است۔ کما قال فی التفسیر المظہری جمع المطلقتین او ثلاث تطلیقات بلفظ واحد او بالفاظ مختلفۃ فی طہر واحد حرام بدعۃ موثم خلافا للشافعی فانہ یقول لا باس بہ لکنہم اجمعوا علی انہ من قال لامرأتہ انت طالق ثلاثا یقع ثلاثا بالاجماع وقال فی القدوری وطلاق البدعۃ وھو ان یطلق الرجل امرأتہ ثلاثا بکلمۃ واحدۃ او فی طہر واحد فاذا فعل ذلک وقع الطلاق وبانت منہ وکان عاصیا انتہی وھکذا فی عامۃ کتب الاحناف لکن روی عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ قال طلق ابو رکانۃ امرأتہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راجع امراتک فقال انی طلقتہا ثلاثا قال قد علمت راجعہا رواہ ابو داؤد وفی لفظ لاحمد طلق ابو رکانۃ امرأتہ فی مجلس واحد ثلاثا فحزن علیہا حزنا شدیدا فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راجعہا فانہا واحدۃ وعنہ رضی اللہ عنہ قال کان الطلاق علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وسنتین من خلافۃ عمر

---

**سوال** :۔ ایک آدمی نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دے دیں، اب یہ عورت اس پر حرام مطلق اور بائن ہوگئی ہے، یا ابھی رجوع ممکن ہے؟

**الجواب** :۔ حنفیہ کے نزدیک یہ بدعی طلاق ہے اور اس کے باوجود ان کے نزدیک ہوگئی ہے تفسیر مظہری میں لکھا ہے تین یا دو طلاقیں ایک ہی لفظ سے ایک ہی طہر میں مختلف اوقات میں دے دے تو یہ حرام ہے، بدعت ہے، اس سے گنہ گار ہوگا، شافعی اس کے خلاف ہیں اور پھر ان دونوں کا اتفاق ہے، کہ اگر کوئی اپنی عورت کو اکٹھی تین طلاقیں دیدے، تو تینوں ہوجائیں گی، قدوری میں ہے، بدعت طلاق یہ ہے، کہ آدمی اپنی عورت کو ایک ہی کلمہ سے تین طلاق یا ایک ہی طہر میں تین طلاق دے دے، اگر اس طرح کرے تو طلاق واقع ہوجائے گی، عورت علیحدہ ہوجائے گی، اور وہ گنہ گار ہوگا، احناف کی عام کتابوں میں ایسا ہی لکھا ہے لیکن ابن عباس نے روایت کیا، کہ ابو رکانہ نے ام رکانہ کو طلاق دے دی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی عورت سے رجوع کرلے، اس نے کہا میں نے اس کو تین طلاق دے دی تھیں، آپ نے فرمایا مجھے معلوم ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الثلاث واحدة فقال عمر ان الناس قد استعجلوا فی امر کان لهم فیه اناة فلو امضیناه علیهم فامضاه علیهم رواه مسلم وورد فی الباب غیر واحد من الاحادیث الصحاح وقد اطال ابن القیم فی تخریج احادیث الباب والکلام علیها واثبته بالکتاب والسنة واللغة والعرف وعمل اکثر الصحابة ثم قال بعد ذلک فهذا کتاب الله تعالی وهذه سنة رسول الله صلی الله علیه وسلم وهذه لغة العرب وهذا عرف التخاطب وهذا خلیفة رسول الله صلی الله علیه وسلم والصحابة کلهم معه فی عصره وثلاث سنین من خلافة عمر رضی الله تعالی عنه علی هذا المذهب فلو عدهم العداد باسمائهم واحدا واحدا انهم کانوا یرون الثلث واحدة اما بفتوی واما باقرار علیها ولو فرض منهم من لم یکن یری ذلک فانه لم یکن منکرا بالفتوی بل کانوا ما بین مفت ومقر بفتیا وساکت غیر منکر وهذا حال کل صحابی من عهد الصدیق الی ثلاث سنین من خلافة عمر وهو یزیدون علی الالف قطعا کما ذکر یونس بن بکیر عن ابی اسحاق فکل صحابی کان علی ان الثلاث واحدة بفتوی او اقرار او سکوت ولقد ادعی بعض اهل العلم ان هذا اجماع قد یحوزه تجمع الامة ولله الحمد علی خلافه بل لم یزل فیهم من یفتی بر

اس سے رجوع کرے، ایک روایت میں ہے کہ ابو رکانہ نے ایک مجلس میں تین طلاقیں دی تھیں، پھر اس کو بڑا غم ہوا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس سے رجوع کرلے، وہ ایک ہی طلاق ہے، ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کے عہد میں اور حضرت عمر رضی کی خلافت کے دو سال تک اکٹھی تین طلاقیں ایک ہی طلاق شمار ہوتی تھی، حضرت عمر رضی نے کہا، لوگوں کو اس میں مہلت تھی لیکن وہ جلدی کرنے لگے ہیں، اگر ہم ان پر تینوں طلاقیں جاری کردیں تو اچھا ہو، تو انہوں نے تینوں طلاقیں نافذ کردیں، اس مضمون کی بہت حدیثیں ہیں، علامہ ابن قیم نے ان کو درج کیا ہے، اور ان پر کلام کیا ہے، اور طلاق ثلاثہ بیک وقت کو ایک طلاق کتاب وسنت اور لغت اور عرف اور اکثر صحابہ کے عمل سے ثابت کیا ہے، پھر اس کے بعد کہا ہے یہ اللہ کی کتاب ہے، اور یہ رسول اللہ کی سنت ہے، یہ عرب کی لغت ہے، یہ عرف تخاطب ہے، اور یہ خلیفہ رسول ہے، اور ان کے زمانہ کے تمام صحابہ ان کے ساتھ ہیں، اور حضرت عمر رضی کے عہد کے تین سال بھی اسی پر گذرے ہیں، اگر تم ان کو ایک ایک کرکے شمار کرو تو فتوے دینے والے اور خاموش رہنے والے سب ملا کر ہزار سے اوپر بنتے ہیں، جیسا کہ یونس بن بکیر نے ابو اسحاق سے اس کی تصریح کی ہے، بعض اہل علم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قرنا بعد قرن الی یومنا ھذا فافتی بہ حبر الامۃ وترجمان القرآن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کما رواہ حماد بن زید عن ایوب عن عکرمۃ عن ابن عباس اذا قال انت طالق ثلاثا بفم واحدۃ فھی واحدۃ وافتی بانہا واحدۃ الزبیر بن العوام وعبد الرحمن بن عوف حکاہ عنہما ابن وضاح واما التابعون فافتی بہ عکرمۃ وطاؤس واما اتباعہم التابعین فافتی بہ محمد بن اسحاق وحلاس بن عمرو الحرب الکلبی واما اتباع تابعی التابعین فافتی بہ داؤد بن علی واکثر اصحابہ وافتی بہ بعض اصحاب مالک وافتی بہ بعض الحنفیۃ وافتی بہ بعض اصحاب احمد والمقصود ان ھذا القول تدخل علیہ الکتاب والسنۃ والقیاس والاجماع القدیم ولم یات بعدہ اجماع یبطلہ ولکن رای امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالی عنہ ان الناس استہانوا بامر الطلاق وکثر منہم ایقاعہ جملۃ واحدۃ فرای من مصلحۃ عقوبتہم بامضائہ علیہم فرای عمر ان ھذہ المصلحۃ لھم فی زمانہ والذی ندین اللہ تعالی بہ ولا نبتغی غیرہ وھو المقصد فی ھذا الباب ان الحدیث اذا صح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یصح عنہ حدیث اخر ینسخہ ان الفرض علینا وعلی الامۃ الاخذ بحدیثہ

---

نے دعوی کیا ہے، کہ یہ سب سے قدیمی اجماع تھا، اور اس کے بعد آج تک کسی زمانہ میں بھی امت تین طلاق بیک وقت کو تین طلاق شمار کرنے میں متفق نہیں ہوئی والحمد للہ بلکہ ہر زمانہ میں قرنا بعد قرن تین طلاق بیک وقت کو ایک طلاق شمار کرنے والے رہے ہیں، عبد اللہ بن عباس نے کہا، اگر تو ایک ہی منہ سے عورت کو تین طلاق دے دے، تو یہ ایک طلاق ہوگی اور یہی فتوی زبیر بن عوام اور عبد الرحمن بن عوف نے دیا، اور تابعین میں سے عکرمہ اور طاؤس اور تبع تابعین میں سے محمد بن اسحاق، حلاس بن عمرو اور تبع تبع تابعین میں سے داؤد بن علی اور اس کے اکثر ساتھیوں نے فتوی دیا، اور یہی فتوی امام مالک کے بعض اصحاب اور بعض احناف اور امام احمد بن حنبل کے بعض اصحاب نے فتوی دیا، غرض کتاب وسنت اور قیاس اور قدیم اجماع اسی کا مؤید ہے، اور اس کے بعد کوئی اجماع ایسا نہیں ہوا، جو اس اجماع کو باطل کرے، اور حضرت عمر رضی کی رائے یہ تھی کہ لوگوں نے طلاق کے معاملہ کو معمولی سمجھ رکھا ہے، اور کثرت سے تین طلاقیں دینے لگے ہیں، تو انہوں نے ان کو سزا دینے کی مصلحت سے ان پر جاری کر دیا، اور اس مصلحت کا تعلق آپ ہی کے زمانہ سے تھا، ہم نے اللہ کا دین اختیار کیا ہے، اور وہی ہمارا مقصود ہے، جب کوئی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو جائے، اور اس کے خلاف کوئی حدیث اس کو منسوخ کرنے کے لئے ثابت نہ ہو تو امت پر فرض ہے، کہ اس حدیث

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وترک کل ما خالفہ ولا نترکہ لخلاف احد من الناس کائنا من کان ھکذا فی روضۃ الندیۃ شرح درر البھیۃ۔

وقال فی مسک الختام شرح بلوغ المرام بر عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب مخفی نبود کہ این سنت توسع است از جانب خدا بر عباد کہ طلاق را مرۃ بعد مرۃ گردانیدہ نہ یک بار دفعۃ و ہر چہ مرۃ بعد مرۃ باشد مکلف مالک ایقاعش در یک بار نیست مثل لعان کہ اگر گوید گواہی می دہم بخدا چہار گواہے کہ من از صادقین ام این یک گواہی باشد نہ چہار و ہم چنین اگر سوگند خورد در قسامت و گوید پنجاہ قسم است یک قسم باشد و اگر مقر بزنا گوید کہ اقرار می کنم چہار بار یک اقرار باشد نزد معتبر اقرار چہار بار و فرمودہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر کہ گوید در روز سبحان اللہ و بحمدہ صد بار الخ و بے گفت سبحان اللہ و بحمدہ مائۃ مرۃ حاصل نہ شود ادا ثواب موعود تا کہ آنکہ مرۃ بعد مرۃ نہ گوید و نظائرش بسیار است و کذلک قولہ تعالے لیستاذنکم الذین ملکت ایمانکم قولہ ثلاث مرات پس اگر یکے بگوید طلب اذن می کنم سہ بار این یک اذن باشد تا آنکہ اذن خواہد مرۃ بعد مرۃ و این استعمال چنانکہ در اقوال است در افعال نیز ہست کقولہ تعالی سنضعف لہا العذاب ضعفین مراد مرۃ بعد مرۃ است و ہم چنین قول ابن عباس کہ دید رسول خدا رب خود را دو بار دقول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گزیدہ نمی شود مومن از یک سوراخ دو بار و این منقول است

کو قبول کریں، اور جو اس کے مخالف ہو اس کو چھوڑ دیں، اور لوگوں کی مخالفت کی وجہ سے اس کو نہ چھوڑیں۔

مسک الختام شرح بلوغ المرام ہے، کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سے ناواقف نہیں تھے، کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں پر تین طلاق میں وسعت رکھی ہے، کہ طلاق مرۃ بعد مرۃ ہو، نہ کہ ایک ہی بار اور جو تین بار طلاق کا مکلف ہو وہ ایک ہی بار تین طلاق کہہ دینے سے تین نہیں سمجھے گا، مثلاً اگر کوئی لعان میں کہے، میں خدا کی قسم اٹھا کر چار گواہیاں دیتا ہوں، کہ میں سچا ہوں، تو یہ ایک گواہی ہوگی نہ چار، اور اگر قسامت میں کوئی آدمی کہے، میں خدا کی قسم کھا کر پچاس قسمیں اٹھاتا ہوں، تو وہ پچاس نہ ہوں گی، بلکہ ایک قسم ہوگی، اگر زنا کا اقرار کرنے والا کہے، میں چار بار اقرار کرتا ہوں، کہ میں نے زنا کیا ہے تو یہ ایک اقرار ہوگا نہ چار، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص سبحان اللہ وبحمدہ سو بار پڑھے، تو اگر کوئی کہے سبحان اللہ وبحمدہ سو بار، تو وہ سو بار نہیں ہوگا، بلکہ ایک بار ہوگا، اور اس کی نظیریں کتاب وسنت میں بے شمار ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، غلام اور نابالغ بچے تین مرتبہ تم سے اجازت لے کر داخل ہوا کریں، اور ان کو تین مختلف اوقات پر تقسیم کیا ہے، اگر کوئی کہے، کہ میں تین بار اجازت لیتا ہوں، تو وہ ایک ہی اجازت ہوگی، اور یہ استعمال جیسا کہ اقوال میں ہے افعال میں بھی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ہم ان کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



از لغت وعرف پس احادیث ونصوص مذکورہ وقولہ تعالےٰ الطلاق مرتان ہمہ از یک باب است واز یک مشکوۃ واحادیث مذکورہ مفسر مراد قولہ تعالیٰ است الطلاق مرتان چنانکہ حدیث لعان مفسر قولہ تعالےٰ است فشہادۃ احدھم اربع شہادات باللہ۔

قال فیہ ایضا امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی چون دید کہ مردم کار طلاق را سبک گرفتند وبسیار شد ایقاعش از ایشان دفعۃ واحدۃ لاجرم مصلحت در عقوبت ایشان بامضاء سہ طلاق دید تا بائن شدن زن وحرام گردیدن او بر خود شان بیک بارگی دریابند وبدانند کہ دے حرام است تا آنکہ نکاح دیگر کند برائے دوام نہ نکاح تحلیل زیرا کہ عمر رضی اللہ عنہ اشد الناس بود در نکاح تحلیل وبدریافت این معنی از طلاق باز ماندند گویا مصلحت در زمان دے در ہمیں بود دالیق در زمان آنحضرت وعہد ابی بکر وصدر خلافت خود ش ہمان ایقاع واحد بود در ثلاث زیرا کہ مردم دران زمان تتابع در طلاق نمی کردند واز خدا در طلاق دادن می ترسیدند واو تعالیٰ برائے ترسندگان از خود مخرجی نہادہ اما چون ایشان خوف خدا ترک دادہ تلاعب بکتاب او بدادن طلاق بغیر وجہ مشروع دے شروع کردند عمر رضی اللہ عنہ عقوبت طلاق ثلاث بر ایشان لازم گردانیدہ انتہی۔ وھکذا فی نیل الاوطار واغاثۃ اللھفان وغیرھا۔

کتبہ العبد المذنب الراجی الی رحمۃ اللہ عبدہ ابو محمد المدعو بعبد اللہ غفرلہ

---

دو مرتبہ سزا دیں گے، ابن عباس نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ کو دوبارہ دیکھا ہے، اور آپ نے فرمایا، مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا، اور یہ دستور لغت وعرب میں مشہور ہے۔

امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا، کہ لوگوں نے طلاق کے معاملہ کو معمولی سمجھ لیا ہے اور دفعۃ واحدۃ اس کا وقوع عام ہونے لگا ہے، تو آپ نے تین طلاقیں بطور سزا شمار کیں، تاکہ لوگ تین طلاقیں اکٹھی دینے سے باز آجائیں، اور ان کو معلوم ہو جائے، کہ اس طرح عورت حرام ہو جائے گی، یہاں تک کہ دوسرا نکاح نہ کرے، ہمیشہ کا نکاح نہ کہ حلالہ کا نکاح، کیونکہ حلالہ کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روش بڑی سخت تھی، مقصد یہ تھا کہ اس طرح لوگ تین طلاقیں اکٹھی دینے سے باز آجائیں، گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر کے زمانہ میں تو لوگ خدا سے طلاق کے معاملہ میں ڈرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے آسانی رکھی ہوئی تھی، اور حضرت عمر رضہ کے زمانہ میں اللہ کی کتاب سے مذاق کیا جانے لگا، اکٹھی تین طلاقیں ہونے لگیں، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو حضرت عمر رضہ سے سزا دلوائی، کہ انہوں نے تین اکٹھی طلاقوں کو تین ہی شمار کر کے اس کی بیوی کو اس سے علیحدہ کر دیا ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اللہ وفقہ بما یحب ویرضاہ ۲۷ رجمادی الاولی ۱۳۱۳ھ ہجری

الجواب صحیح والمجیب یصحح۔ محمد عبدالحق ملتانی۔ الجواب صحیح۔ ابو محمد عبدالحق اعظم گڈھی

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے چند شخصوں کے کہنے سننے سے حالت غصہ میں آکر اپنی بی بی کو یوں کہا، کہ میں نے اپنے زوجہ کو تین طلاق دیں، اور میری مرضی نہیں تھی، اور نہ بی بی گھر میں تھی، بی بی اپنی والدہ کے گھر میں تھی، میں نے ایک پرچہ پر تین طلاقیں تحریر کر کے دے دیں، اور زبان سے نہیں کہا، اور نہ زبان سے لاکر لکھا، صرف ذہن کے خیال سے لکھ دیا، آیا اس صورت میں طلاق ہوئی ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ اس صورت میں طلاق واقع ہوگئی، مگر ایک طلاق رجعی واقع ہوئی صحیح بخاری میں ہے۔ عن[1] ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ تجاوز عن امتی ما حدثت بہ انفسھا ما لم تعمل او تکلم قال قتادۃ اذا طلق فی نفسہ فلیس بشیء حافظ ابن حجر اس حدیث کے تحت میں لکھتے ہیں۔ واستدل بہ علی ان من کتب الطلاق طلقت امرأتہ لانہ عزم بقلبہ وعمل بکتابہ[2] و ھو قول الجمھور و شرط مالک فیہ الاشھاد علی ذلک انتھی۔

کتبہ محمد عبدالرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ طلاق بائن کس کو کہتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ طلاق بائن اس طلاق کو کہتے ہیں جس کے بعد رجعت جائز نہ ہو اور طلاق بائن صرف تین صورتوں میں ہوتی ہے، ایک یہ کہ تین طلاقیں تین طہر میں دی جائیں پس تیسری طلاق کے بعد رجعت جائز نہیں، دوسری یہ کہ قبل دخول کے طلاق دی جائے اس صورت میں بھی رجعت جائز نہیں، تیسری یہ کہ عورت سے کچھ مال لے کر طلاق دی جائے

---

[1] نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے میری امت سے خیالات کو معاف کر دیا، جب تک ان پر عمل نہ ہو، یا کلام نہ کرے (بخاری) قتادہ نے کہا، اگر دل میں طلاق دے، تو کوئی چیز نہیں ہے

[2] اس سے استدلال کیا گیا ہے، کہ جو اپنی عورت کو لکھ کر طلاق دے اس کی طلاق ہو جائے گی کیونکہ اس نے دل سے ارادہ کیا، اور لکھ کر عمل کیا، جمہور کا یہی قول ہے، اور امام مالک اس پر شہادت کی شرط زیادہ کرتے ہیں،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جس کو خلع کہتے ہیں، اس صورت میں بھی رجعت جائز نہیں ہے، اور ہاں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ایک طلاق اور دو طلاق دخول کے بعد جس صورت سے دی جائے گی رجعی ہی ہوگی، اگرچہ بقید بینونت دی جائے یعنی مثلاً یوں کہا جائے کہ انت طالق طلقۃ بائنۃ یا انت طالق طلاقا بائنا یا انت بائن تب بھی طلاق رجعی ہی ہوگی یہی مذہب ہے جمہور کا اور یہی حق ہے، اور اسی طرح تین طلاقیں اگر ایک جلسہ میں دی جائیں تب بھی طلاق رجعی ہی واقع ہوگی یہی حق ہے، دیکھو زاد المعاد جلد ثانی صفحہ ۲۱۴ و ۲۱۵ واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید جس کی عمر قریب ستر سال کے ہے، اور زوجہ زید بعمر پچپن سال ہے، اور زید سالہا سال سے اپنی زوجہ کا خبر گیران بھی نہ تھا عرصہ تخمیناً تیرہ ماہ کا ہوا، کہ زید نے مسمی شہاب الدین خسرو پورہ اور سلطان اپنے داماد کو، اور اسمٰعیل اپنے کنبہ دار کو بخانہ زوجہ خود جمع کیا، اور ان ہر سہ گواہان کے روبرو تین بار بآواز بلند اپنی زوجہ کا نام لے کر طلاق دے دی، ایسی حالت میں زید کی زوجہ بموجب قانون محمدی اس کے نکاح سے باہر ہوگئی یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ صورت مسئولہ میں زید کی زوجہ اس کے نکاح سے باہر ہوگئی، واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ ابو محمد عبد الحق اعظم گڈھی

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عرصہ نو سال کا ہوا، کہ ہندہ کا نکاح زید سے ہوا، شروع تین مہینے ہندہ زید کے ساتھ رہی اور بعد میں باہمی تنازعہ ہوگیا، اور زید نے ہندہ کو اس کی ماں کے یہاں بھیجدیا، اور بعد ازاں پونے چار سال کے عرصہ میں زید مذکور نے تقریباً چالیس روپے بطور علی الحساب واسطے نان وپارچہ زوجہ کے بتفاریق مختلف اوقات میں ہندہ کو ادا کئے، پھر عرصہ پانچ سال سے زید نے ہندہ کو ایک جبہ نہیں دیا، اور اپنا دوسرا نکاح بھی کرلیا، ہندہ بسبب تنگ دستی وامورات دنیوی ناچار ہے، زید مذکور ہندہ سے سختی ومغلظات ناقابل برداشت سے پیش آتا رہا، اور کلمات ایسے سخت اور ناگفتہ ہیں جن کا اعادہ نہیں ہوسکتا، ایسے کلمات سخت پر ہندہ کسی صورت سے صبر نہیں کرسکتی، اور ان پانچ سال سے قبل تیس چالیس مرتبہ مصلحوں نے باہم صلح کرادی یعنی زید مذکور سے ملاپ کرادیا لیکن وہی ناموافقی اور دری

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کلمات سخت بلکہ روز افزوں زید کی جانب سے ہوتے رہے، دیگر یہ کہ اتنے عرصہ میں زید نے ہندہ کو مختلف خطوط بدیں مضمون بھیجے، اور ان خطوط کی عبارت یہ ہے۔

مضمون خط اول بابت پردہ کے اس سے دو باتیں ثابت ہوتیں، ایک تو یہ کہ بجز کے سامنے ہوتی ہو، دوسرے یہ کہ میں ہزار کچھ کروں گا، مگر تم پردہ نہ کرو گی، پس اگر تم اس کے سامنے ہوگئیں (یعنی بجز کے) تو عمر بھر میرے سامنے ہونے کی امید نہ رکھنا، ضرور تم کو کچھ نہ کچھ لالچ ہے، جو کہنا نہ مانا، اور بجز کے سامنے ہوگئیں، مناسب تو یہ ہے، کہ اس یا اور یا زیادہ دونوں کا سر کاٹتا، مگر مجبور ہوں، کہ اللہ جل شانہ نے قرآن شریف میں آدمی کے مارنے کو ہر جگہ منع فرمایا ہے، اب تمہارے واسطے یہ بہتر ہے، کہ مہر بخش دو، اور فارغ خطی لو، اور یہ خیال نہ کرنا، کہ جب تک مہر نہ بخشوں گی، فارغ خطی نہ ہوگی، اگر تم نے قاعدہ کا جواب نہ لکھا، اور میری تسلی نہ ہوئی، تو خدا کی قسم صاف طلاق دوں گا، جب تم میرے کہنے کی نہیں، تو پھر میری کاہے کی جورو ہو۔

خط دوم۔ مگر یہ تو فرمایئے، کہ یقین مجھ کو کیونکر آئے، تم نے ایک جھوٹی قسم کھا کر ایسا بولا ہے، کہ اب اگر تم قرآن کا جامہ پہن کر آؤ، تو بھی یقین نہ ہو۔

خط سوم، خط آپ کا بطلب جواب مع طلب فارغ خطی وصول ہوا، کیا اس قدر لکھنے سے اثر نہیں ہوا، جو جواب اس کا مطلوب ہے، جیسا یہ خط ہے، ایسا ہی اس کا جواب تصور کرنا چاہیئے، بلکہ اس میں تمام جھوٹ باتیں لکھی ہوئی ہیں، اور میں اس کے جواب میں جو کچھ لکھوں گا، وہ سب سچ ہوگا، اور قاعدہ ہے، کہ سچ برا معلوم ہوتا ہے، سو تم کو جواب اور برا معلوم ہوگا، بمصداق (الحق مر) کے سوائے اس کے جس حالت میں مدار ایک امر کا قطع تعلق پر ٹھہرا، تو اور باتیں شکوہ شکایت کی لکھ کر جواب طلب کرنا فضول اور کھیانی کرنا ناحق، اس لئے جواب میں نے نہیں لکھا، یہ عقل کی خوبی مضمون بنانے والے اور کہنے والے دونوں کی ہے، کہ درخواست فارغ خطی کے ساتھ اور باتیں جواب طلب لکھیں، درخواست منظور ہے۔

خط چہارم:۔ ایک مرتبہ ہندہ کی نانی نے زید سے یہ بھی کہا تھا، کہ آج تک تمہاری بیوی کو ہم سے رکھا گیا، اور حفاظت کی گئی، اب ہم سے حفاظت نہیں ہو سکتی، کیونکہ تم دیکھتے ہو، کہ زمانہ کیسا نازک گذر رہا ہے، ہم نے اب تک انتظار کیا، کہ تم اب بھی راہِ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



راست پر آجاؤ۔ اور تمہاری امانت تم کو سونپ دی جائے، مگر تم کو ذرا خیال نہیں ہے اس پر زید نے ہندہ کی نانی کو یہ جواب دیا، کہ مجھ کو غرض اور مطلب نہیں (یعنی اپنی بیوی سے) انہیں اور تمہیں اختیار ہے، جو چاہو سو کرو۔

خط پنجم۔ اس روپیہ کے عوض یہ زیور میں نے رکھ چھوڑا ہے تم کو چاہیئے کہ اپنے آدمی کے ہاتھ میرا روپیہ اور وہ جوڑا زنانہ شادی کا یہاں روانہ کردو، میں بھی تمہارے آدمی کے ہاتھ تمہارا زیور اور اسباب بھیجدوں گا، اس کے بعد تمہاری طرف سے میں مرگیا، اور میری طرف سے تم۔

خط ششم۔ اور اصل تو تمہارے رشتہ کے سبب وہاں خط لکھا کرتا تھا، جب میں نے اپنے دل میں یہ سمجھ لیا، کہ یہ عورت اپنے کہنے کی نہیں تو گویا اپنے دل کی روح سے اس رشتہ کو قطع کردیا، پس جب سے رشتہ قطع کردیا تو پھر اس کے عزیزوں سے تعلق رکھنا فضول ہے،

بابت پردہ مذکور تحریر بالا کے جو زید نے ہندہ کو منع کیا تھا، بعد لکھنے زید کے ہندہ بکر کے سامنے برابر ہوتی رہی یعنی پردہ نہیں کیا، خلاصہ یہ کہ علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں، کہ ہندہ زید کے نکاح میں رہی یا نہ رہی، اور اگر طلاق ہوئی، تو کیونکر ہوئی، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ ہوالموفق للصواب، صورت مرقومہ سے یہ امر بالتحقیق ثابت و متحقق ہے، کہ زید و ہندہ میں باہم سخت نزاع و خصومت اور از حد مخالفت اور مبائنت رہتی ہے کہ جس سے حسن معاشرت بکسر مفقود و معدوم ہوگئی، اور فریقین کے دلی قصد اور ارادے طلاق دینے لینے کے بات بات پر ہوتے ہیں، پس اگر زید ان خطوط مرسلہ کا اقرار کرتا ہے کہ یہ میرے بھیجے ہوئے ہیں، تو البتہ یہ خطوط شرعاً معتبر اور ان کی تحریر کا ہندہ پر ضرور اثر پڑیگا کیونکہ المرء یوخذ باقرارہ کذا فی کتب الفقہ قاعدہ مقررہ مسلمہ ہے، اور جو زید ان خطوط کے بھیجنے کا منکر ہے، تو یہ خطوط معتبر نہیں، اور ہندہ پر ان خطوط کا کچھ اثر نہیں کان الخط یشبہ الخط هکذا فی کتب الفقہ جب یہ بات محقق و منقح ہوچکی تو اب خطوط زید کے فقرات کا جواب بہ توضیح و تنقیح معلوم کرنا چاہیئے۔ اول خط میں زید کا یہ فقرہ کہ جب تم

---

لہ آدمی اپنے اقرار سے پکڑا جاتا ہے ۱۲ سہ تحریر تحریر سے مشابہ ہوجاتی ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


میرے کہنے کی نہیں، تو پھر میری کاہے کی جورو ہو) اس کلمہ زید سے ہندہ پر ایک طلاق بائنہ ہوئی، کیونکہ یہ کلمہ استفہام انکاری ہے، اس کے یہ معنی ہیں، کہ جب تم میرے کہنے کی نہیں ہو، تو تم میری زوجہ نہیں ہو، پس معنوں میں یہ کلمہ خلیۃ و بریۃ و بائن کے ہے، لہٰذا اس سے ایک طلاق بائنہ پڑ گئی، کیونکہ یہ الفاظ کنایہ میں سے ہیں، اور کنایہ میں سوائے تین الفاظ کے سب میں بائنہ طلاق ہوتی ہے۔ قولہ[1] خلیۃ ای خالیۃ اما عن النکاح او عن الخیر رد المحتار وقولہ بریۃ ای منفصلۃ اما عن قید النکاح او حسن الخلق علامہ شامی وقولہ بائن ای منفصلۃ من وصلۃ النکاح او عن الخیر شامی۔ مگر یاد رہے، کہ اگر زید یہ کہے، کہ میری نیت اس کلمہ کے کہنے سے طلاق کی نہ تھی، تو زید اپنی اس نیت پر شرعاً سچا قرار دیا جاوے گا، اگر حلف شرعی کرے گا، والا نہیں کیونکہ حالت غضب و غصہ کی خطوں سے ثابت ہے، مذاکرہ طلاق کا خط میں کچھ ذکر نہیں ہے، لہٰذا زید کی تصدیق عدم نیت طلاق میں کی جاوے گی۔ وفی الغضب توقف اولا لان ان نوی وقع والا لا تنویر الابصار والدر المختار۔

اور خط دوم میں کسی قسم کی طلاق کا کوئی لفظ و کلمہ نہیں ہے، مگر قرآن صحیفۃ الرحمٰن کو نعوذ باللہ جامہ کہنا خالی بے ادبی و بے باکی سے نہیں ہے۔

اور خط سوم کا یہ فقرہ کہ (جس حالت میں مدار ایک امر کا قطع تعلق پر ٹھہرا) اس سے بھی ہندہ پر ایک طلاق بائنہ واقع ہوتی ہے، کیونکہ یہ لفظ بتۃ اور بتلۃ کے معنوں میں ہے، اور اس سے ایک طلاق بائنہ واقع ہوتی ہے، لیکن اس جگہ زید اگر یہ کہے گا کہ میری نیت اس کلمہ کے کہنے سے طلاق نہ تھی، تو اس کا یہ کہنا معتبر نہ ہوگا، اگرچہ حلف ہی سے کیوں نہ کہے، کیونکہ اس خط میں مذاکرہ طلاق اور حالت غضب دونوں ہیں، اس لئے اس کی نیت کی تصدیق نہیں کی جاوے گی۔ وفی مذاکرۃ الطلاق یتوقف الاول

---

[1] خلیۃ کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں، تو نکاح سے خالی ہے یا بھلائی سے خالی ہے اور بریۃ کے بھی دو معنی ہیں یعنی تو نکاح کی قید سے آزاد ہے، یا حسن خلق سے عاری ہے، اور اسی طرح بائن کا بھی کہ تو نکاح کے وصل سے الگ ہے، یا بھلائی سے الگ ہے ۱۲

[2] اور غصہ کی حالت میں توقف ہوگا، اگر اس نے طلاق کی نیت کی ہے، تو طلاق ہوگی، ورنہ نہیں ۱۲

[3] اور طلاق کے مذاکرہ میں پہلے جواب پر توقف ہوگا ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فقط تنویر الابصار۔ قال[1] الشامی ای ما یصلح للرد والجواب لان حالۃ المذاکرۃ تصلح للرد والتبعید کما تصلح للطلاق دون الشتم والفاظ الاول کذلک لذا نوی الرد کا الطلاق فقد نوی محتمل کلامہ بلا مخالفۃ للظاہر فتوقف الوقوع علی النیۃ بخلاف الفاظ الاخیرین فانہا وان احتملت الطلاق لکنہا لا یحتمل ما تحتملہ المذاکرۃ من الرد والتبعید فترجح جانب الطلاق ظاہرا فلا یصدق فی الصرف عنہ فلذا وقع بہا قضاء نیۃ والحاصل ان الاول یتوقف علی النیۃ فی حالۃ الرضی والغضب والمذاکرۃ والثانی فی حالۃ الرضی والغضب فقط ویقع فی حالۃ المذاکرۃ بلا نیۃ والثالث یتوقف علیہا فی حالۃ الرضا ویقع فی حالۃ الغضب والمذاکرۃ بلا نیۃ ردا المحتار حاشیۃ ردا المحتار۔ اور جو اس خط میں ہے، کہ ہندہ کے در جواب درخواست فارغ خطی کے زید نے یہ لکھا ہے، کہ (در خواست مذکور منظور ہے) اس سے طلاق بائنہ واقع نہیں ہوئی، اس سے صرف یہ ثابت ہے، کہ ہندہ کی درخواست فارغ خطی زید نے منظور و قبول کی ہے، ابھی اس درخواست پر حکم طلاق دینے کا یا نہ دینے کا نہیں کیا، اس لئے اس کے منظور کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوئی، کیونکہ طلاق عورت کی جانب سے نہیں ہو سکتی، جو زید کا صرف درخواست فارغ خطی کا منظور کرنا طلاق کا ہونا سمجھا جاتا۔

خط چہارم میں جو زید نے اپنی زوجہ ہندہ کی بابت لکھا ہے، کہ (مجھ کو کچھ غرض و مطلب نہیں) یعنی اپنی بیوی سے (نہیں اور تمہیں اختیار ہے جو چاہو سو کرو) سو اس کلمہ زید سے

---

[1] شامی نے کہا، جو رد اور جواب کی صلاحیت رکھتا ہو، کیونکہ مذاکرہ کی حالت جواب اور تبعید دونوں کی صلاحیت رکھتی ہے، جیسا کہ طلاق کی صلاحیت رکھتی ہے گالی کے سوا اور پہلے الفاظ اسی طرح کے ہیں جب وہ جواب دینے کی نیت کرے گا، نہ طلاق کی، تو اس کی نیت کا اعتبار کیا جاوے گا، برخلاف آخری دو الفاظ کے اگرچہ ان میں طلاق کا احتمال ہے لیکن وہ مذاکرہ کا سا احتمال نہیں رکھتے، تو اس میں طلاق کی جانب راجح ہوگی، اگر اس سے انکار کرے گا، تو اس کی تصدیق نہ کی جائے گی، اسی لئے اس میں نیت کا اعتبار کئے بغیر فیصلہ کیا جائے گا، حاصل کلام یہ ہے، کہ پہلے الفاظ رضا، غضب اور مذاکرہ کی حالت میں نیت پر موقوف ہوں گے اور دوسرے الفاظ صرف رضا اور غضب کی حالت پر اور مذاکرہ کی حالت میں بغیر نیت کے واقع ہو جائے گی، اور تیسرے میں صرف حالت رضا پر اور حالت غضب اور مذاکرہ کی حالت میں بغیر نیت کے واقع ہو جائے گی ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کہ مجھ کو کچھ غرض و مطلب نہیں، ایک طلاق بائنہ ہندہ پر پڑی، اگر زید کی نیت میں اس سے طلاق تھی والا نہیں۔ ولو قال لم یبق بینی وبینک عمل ونوی الطلاق یقع کذا فی العنایۃ فتاوی عالمگیریہ۔ اور زید کے یہ کہنے سے کہ (انہیں اور تمہیں اختیار ہے) طلاق واقع نہیں ہوئی، کیونکہ لفظ تفویض طلاق کا ہے، کہ زید اپنی زوجہ کو اختیار طلاق لینے کا دیتا ہے، پس اگر ہندہ اسی مجلس میں کہ جس میں ہندہ نے خط زید کا پڑھا یا سنا تھا، اس لفظ کو پڑھ کر یا سنکر کہہ دیتی کہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کر لیا، اور طلاق لے لی تو واقع ہوتی، اب نہیں ہو سکتی، کیونکہ تبدیل مجلس سے مفوضہ کا اختیار باطل ہو جاتا ہے، سو ہو گیا۔ واذا[2] قال لامرأتہ اختاری ینوی بذلک الطلاق او قال لہا طلقی نفسک فلہا ان تطلق نفسہا ما دامت فی مجلسہا ذلک فان قامت منہ او اخذت فی عمل اخر خرج الامر من یدہا لان المخیرۃ لہا المجلس باجماع الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم الخ ہدایۃ۔ اور ان الفاظ طلاق کے علاوہ اور بھی کئی لفظ طلاق کے زید کی تحریر خط میں ہیں، لیکن جب تین طلاق بائنہ ہندہ پر زید کے الفاظ مذکورہ سے ہو چکیں، تو اور الفاظ باقی سے طلاق ہندہ پر نہیں پڑ سکتی، کیونکہ بعد طلاق ثلاث کے عورت بائنہ مغلظہ ہو گئی اور حرمت غلیظہ ثابت ہو چکی، اب ہندہ محل طلاق باقی نہیں رہی، پس انتہاء طلاق کی بھی ہو گئی اور اب زید سے ہندہ بغیر حلالہ کے عقد نکاح بھی نہیں کر سکتی۔ وان[3] کان الطلاق ثلاثا فی الحرۃ او ثنتین فی الامۃ لم تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ نکاحا صحیحا ویدخل بہا ثم یطلقہا او یموت عنہا والاصل فیہ قولہ تعالیٰ فان طلقہا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ والمراد الطلقۃ الثالثۃ ہدایۃ۔ وینکح مبانۃ فی العدۃ

---

[1] اگر کہے میرے اور تیرے درمیان کوئی عمل مشترک نہیں رہا اور ان الفاظ سے طلاق کی نیت ہو تو طلاق واقع ہو جائے گی [2] اگر مرد اپنی عورت کو کہے، تو مختار ہے، اور اس کی نیت طلاق کی ہو، یا کہے اپنے آپ کو طلاق دے، تو جب تک وہ اس مجلس میں رہے گی، وہ اپنے آپ کو طلاق دے سکتی ہے، اور اگر اٹھ کر کسی اور کام میں مشغول ہو جائے تو پھر اس کا اختیار نہیں رہے گا، کیونکہ اختیار صرف اسی مجلس میں ہوتا ہے اور اس کا صحابہ کا اجماع ہے ۱۲ [3] اگر آزاد عورت کو تین طلاقیں ہو جائیں، یا لونڈی کو دو ہو جائیں تو پھر وہ عورت اس کے لئے حلال نہیں ہو گی، تا وقتیکہ وہ کسی اور مرد سے نکاح کرے، اور وہ اس سے صحبت کرے پھر اس کو طلاق دے یا مر جائے، اور اس میں اصل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے "اگر اس کو طلاق دیدے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وبعدھا الا المبانۃ بالثلاث لو حرۃ وبا لثنتین لو امۃ حق یطأھا غیرہ ولو مراھقا بنکاح صحیح وقضی عدتہ کنز الدقائق واللہ اعلم بالصواب

اجابہ وکتبہ الفقیر محمد یعقوب عفا اللہ عنہ الذنوب

الجواب:۔ برتقدیر صدق سوال کے صورت مذکورہ فی السوال میں جو خطوط زید نے لکھے ہیں، اگر زید ان خطوط کے لکھنے کا اقرار کرتا ہے، تو ہندہ کو طلاق بائنہ واقع ہوگئی، اس واسطے خط اول میں لفظ (تم میری کا ہے کو جورو ہو) اور خط سوم میں بطلب فارغ خطی یہ لفظ (درخواست مذکور منظور ہے) اور خط چہارم میں لفظ (انہیں اور نہیں اختیار ہے جو چاہو کرو) علی ہذا القیاس دیگر خطوط میں بھی ایسے ہی بعض الفاظ ہیں، جو کہ کنایات طلاق سے ہیں، اور مذاکرہ طلاق یا غصہ میں یہ الفاظ زید نے تحریر کئے ہیں، لہذا طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی، کنایات طلاق میں صاحب ہدایہ نے لفظ "فاختاری خلیۃ برتیۃ" کو الفاظ کنایات طلاق سے شمار کیا ہے، لہذا صورت مذکورہ میں طلاق بائنہ واقع ہوگئی، فقط

المجیب محمد وصیت علی مدرس مدرسہ حسین بخش

| | | |
|---|---|---|
| الجواب صحیح۔ ابو محمد عبد الحق | فقیر محمد حسین | یقال لہ ابراھیم |
| سید محمد نذیر حسین | سید محمد عبد السلام غفر لہ | سید محمد ابو الحسن |

ان کان کما افتیت۔ فقیر محمد عبد القادر

**سوال**:۔ زید کی زوجہ فاطمہ بنت خالد موجود ہے، اب اس نے ایک اور نکاح مریم سے کرنا چاہا، عقد کے وقت مریم کے والد نے زید سے کہا، کہ میں اپنی لڑکی کا نکاح تم سے اس وقت کروں گا، جب تم اپنی پہلی زوجہ کو طلاق دے دو، زید نے اپنی زوجہ فاطمہ کو طلاق نہیں دی، اور نہ اس کی طلاق دینے کی نیت تھی، حیلہ کے طور پر بجائے اس کے ہندہ بنت بکر کو طلاق دے کر مریم سے نکاح کر لیا، اب موافق مذہب حنفی کے طلاق واقع ہوگی یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ واضح ہو کہ صورت مذکورہ میں موافق مذہب حنفیہ کے طلاق واقع نہ ہوگی، جیسا کہ فاضیخان میں ہے، رجل قال لامرأۃ عمر تا بنت صبیح طالق وامرأۃ

---

تو اس کے لئے اس وقت تک حلال نہ ہوگی، جب تک کہ کسی اور آدمی سے نکاح نہ کرے، اور اس سے مراد تین طلاقیں ہیں ۱۲ ۵۲ ایک آدمی نے اپنی بیوی عمرہ بنت صبیح کو طلاق دی، اور اس کی عدت عمرہ بنت حفص ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



عمرۃ بنت حفص ولا نیۃ لہ لا تطلق امرأتہ وکذا فی العالمگیریۃ اور بھی عالمگیری میں ہے لو قال فاطمۃ الھمدانیۃ او العوراء طالق وامرأتہ لیست بھمدانیۃ ولا عوراء لا تطلق۔ عبارات مذکورہ سے معلوم ہوا کہ زید کی زوجہ فاطمہ بنت خالد مطلقہ نہ ہوگی کیونکہ زید نے نہ تو اس کو طلاق دی، اور نہ اس کے طلاق دینے کی نیت تھی، بلکہ اس نے ایک اجنبی عورت کو طلاق دی، جس سے اس کو کوئی تعلق نہیں تھا

حررہ خلیل الرحمٰن غفرلہ المنان، ۷ شوال ۱۳۱۷ھ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی عفیفہ صالح کا نکاح اس کی والدہ اور ماموں نے بحالت عدم موجودگی والد کے ایک ایسے شخص سے کر دیا جو کہ آزاد اور فاسق تھا، اس عفیفہ کے والد کو جب خبر نکاح کی پہنچی تو اس وقت متامل ہو کر چپ رہا، لیکن بعد چند مدت کے اس نے اپنی ناراضگی ظاہر کی، چونکہ یہ نکاح اس عفیفہ کی والدہ اور ماموں کی عدم واقفیت کی وجہ سے ہوا تھا، لہٰذا جب ان کو اس کی بدمعاشی اور فسق کا علم ہوا، تو انہوں نے اس فاسق کو خود بھی وعظ اور نصیحت کی، اور اوروں کے ذریعہ سے بھی وعظ اور نصیحت کرائی، الغرض سب طرح سے سمجھایا لیکن باین ہمہ وہ اپنی آزادی اور فسق سے باز نہیں آیا۔ آخر الامر لڑکی کے ماموں نے اس فاسق سے ایک وثیقہ تحریر کرایا، وہ وثیقہ اس کے ہاتھ کا اب تک موجود ہے، بدین مضمون کہ میں اس تحریر کے بعد صوم وصلوٰۃ پر قائم اور شریعت کا پابند اور فساق وفجار کی صحبت سے محترز رہونگا، اور پانچوں وقت مسجد میں حاضر رہوں گا، اگر میں نے اس تحریر کے بعد اپنی اس تحریر سے مخالفت کی، تو میرے نکاح کے فسخ کا اختیار لڑکی کے والدین کو ہوگا، اور میرا کچھ اختیار نہ ہوگا، تو اب جس صورت میں اس نے اپنی تحریر سے مخالفت کی، اور اپنی اس بے باکانہ حرکات سے دست بردار نہ ہوا، اور ویسا ہی اپنی آزادی میں سرگرم رہا، اور اپنی تحریر کی پابندی نہ کی، تو کیا والدین کو از روئے شریعت حق پہنچ سکتا ہے، کہ اس لڑکی کا نکاح فسخ کرا کر اس کا نکاح کسی اور مرد صالح سے کرا دیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ واضح ہو کہ شخص مذکور نے اپنی تحریر میں فسخ کا لفظ استعمال کیا ہے لیکن ظاہر یہ ہے، کہ اس لفظ سے اس کی مراد طلاق ہے، ونیز یہ فرقت شوہر کی جانب سے ہو رہی ہے، اور جو فرقت شوہر کی جانب سے ہو وہ طلاق ہوتی ہے، عالمگیری میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہے۔ والضابطۃ ان کل فرقۃ جاءت من قبل المرأۃ کالابسبب الزوج فھی فسخ کخیار العتق والبلوغ وکل فرقۃ جاءت من قبل الزوج فھی طلاق کالایلاء والجب والعنۃ کذا فی النھر والفائق۔ خلاصہ یہ کہ شخص مذکور کی تحریر میں فسخ سے مراد طلاق ہونا متعین ہے، تو اس کی تحریر کا حاصل یہ ہوا، کہ اگر میں اپنی تحریر سے مخالفت کروں، تو لڑکی کے والدین کو میرے نکاح کے فسخ کا اختیار ہوگا یعنی لڑکی کے والدین کو میری طرف سے وکالۃً طلاق دینے کا اختیار ہوگا پس جب کہ شخص مذکور نے اپنی اس تحریر کی مخالفت کی، تو بلاشبہ صورت مسئولہ میں لڑکی کے والدین کو شخص مذکور کی طرف سے وکالۃً طلاق دینے کا اختیار حاصل ہوگیا، کیونکہ توکیل بالیقاع الطلاق صحیح وجائز ہے، روضۃ الندیہ میں ہے۔ اذا جعلہ الزوج الی غیرہ وقع منہ لانہ توکیل بالایقاع وقد تقرر جواز التوکیل من غیر فرق بین الطلاق وغیرہ فلا یخرج من ذلک الا ماخصہ بدلیل وقد سئل ابوھریرۃ وابن عباس وعمرو بن ابی العاص عن رجل جعل امر امرأتہ بیدابیھا فقال ابوھا قد قبلتھا طلقت کذا فی المحیط۔ پس صورت مسئولہ میں لڑکی کے والدین کو اختیار ہے، کہ لڑکی کو شخص مذکور کی طرف سے وکالۃً طلاق دے کر اس کا نکاح کسی اور مرد صالح سے کردیں، واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب۔ حررہ عبدالحق اعظم گڈھی عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے عمرو سے کہا، کہ میں اپنی بی بی کو طلاق دوں گا تم ایک طلاق نامہ لکھو جس سے خارجی طلاق ہو، عمرو

---

۱؎ اس میں قانون یہ ہے، کہ ہر وہ علیحدگی جو عورت کی طرف سے ہو، نہ خاوند کی طرف سے تو وہ فسخ ہے، جیسے خیار عتق یا بلوغ یا ہر وہ علیحدگی جو مرد کی طرف سے ہے، وہ طلاق ہے، جیسے ایلاء یا الت کا کٹا ہونا یا نامرد ہونا ۱۲ ۲؎ جب خاوند اپنے علاوہ کسی کو اختیار دے دے، تو اس کے طلاق دینے سے طلاق واقع ہوجائے گی، کیونکہ وہ طلاق دینے میں وکیل ہے، اور طلاق وغیرہ میں توکیل جائز ہے، حضرت ابوہریرہ، ابن عباس، عمرو بن ابوالعاص سے سوال کیا گیا، کہ ایک آدمی نے اپنا معاملہ اپنے باپ کے ہاتھ میں دے دیا، تو انہوں نے اس کو نافذ کردیا ۱۲ ۳؎ ایک آدمی نے اپنی عورت کا معاملہ اپنے خسر کے ہاتھ میں دے دیا، اس نے قبول کرلیا، تو اس کو طلاق ہوجائے گی ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نے جواب دیا کہ خارجی طلاق مغلظہ ثلاثہ ہوتی ہے، اور گناہ کبیرہ ہوتا ہے، میں ہرگز نہیں لکھوں گا، پس مذہب حنفیہ کی رو سے زید کی بی بی مطلقہ ہوئی یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ صورت مسئولہ میں ایقاع طلاق نہ باللفظ پایا گیا، اور نہ بالکتابت لہٰذا زید کی بی بی مطلقہ نہیں ہوئی، نہ مذہب حنفیہ کی رو سے، اور نہ حدیث کی رو سے اور زید کا یہ لفظ کہ (طلاق دوں گا) سو اس سے طلاق واقع نہیں ہو سکتی، کیونکہ یہ لفظ زمانہ آئندہ میں طلاق دینے کی خبر پر دلالت کرتا ہے، اور ایقاع وانشاء طلاق پر دلالت نہیں کرتا، حررہ عبد الحفیظ۔

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین احمدی وواقفان شرع محمدی اس مسئلہ میں کہ ایک شخص خواندہ نے اپنی عورت کو اسٹامپ کاغذ پر طلاق معلق بدوامر لکھ دی، باین لفظ کہ بشرط بخشیدن حق مہر وعقد کفو یک طلاق، اور پھر وہ شخص عدالت میں طلب کیا گیا، اور عدالت میں اظہار دیا کہ میں نے بشرط عقد کفو وبخشیدن مہر طلاق معلق بدوامر ہر دو امر کے وجود پر موقوف ہوگی، یا ایک کے وجود سے طلاق واقع ہو جاوے گی، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ جمہور فقہاء لکھتے ہیں۔ المعلق بالشرط عدم قبل وجود الشرط کذا فی فتاوی قاضی خان وکالاشباہ والنظائر قدوری میں لکھا ہے۔ واذا اضافہ ای الطلاق) الی شرط وقع عقیب الشرط پس جب تک ہر دو امر موجود نہ ہوں، طلاق واقع نہ ہوگی، فقہ میں یہ مسئلہ اظہر من الشمس ہے، واللہ اعلم بالصواب

عورت مذکورہ اگر موافق شرط کے مہر بخش دے گی، تو بلاشبہ ایک طلاق بائن ہو جائے گی، اور دوسری شرط لغو ہے، کما لا یخفی علی الماہر بالشریعۃ۔

حررہ السید عبد السلام عفی عنہ

سید محمد عبد السلام غفرلہ

سید محمد ابو الحسن

سید محمد نذیر حسین

**ھو الموفق**:۔ فی الواقع شخص مذکور خواندہ نے جو دو امر مذکور پر طلاق کو معلق کیا ہے سو ان میں سے دوسرا امر یعنی عقد کفو لغو ہے پس وہ کالعدم ہے، بناء علیہ پہلا امر یعنی بخشیدن حق مہر اگر عورت کی جانب سے پایا گیا تو طلاق واقع ہو جاوے گی، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بی بی ہندہ کو بعوض مہر کے خلع کے طور پر طلاق دی، پھر کوئی دو برس کے بعد ہندہ کو اس نے اپنے پاس رکھ لیا، اور اس کے ساتھ اوقات بسر کرنے لگا۔ اب زید چاہتا ہے کہ اس سے نکاح جدید کر کے اس کو اپنی زوجیت میں لادے، تو اب سوال یہ ہے، کہ زید ہندہ کو بغیر حلالہ کے نکاح جدید کے ساتھ اپنی زوجیت میں لا سکتا ہے یا نہیں، و نیز اس اوقات بسری کے زمانہ میں جو زید نے ہندہ کے ساتھ صحبت کی ہے، جس کا وہ خود مقر بھی ہے، اب اس پر کفارہ شرعاً اس کا آئے گا یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ زید اپنی بی بی ہندہ کو نکاح جدید کے ساتھ اپنی زوجیت میں لا سکتا ہے اور حلالہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ اگر اس نے خلع کے وقت لفظ خلع کا استعمال کیا ہے، اور طلاق نہیں دی ہے، اور نہ طلاق کی نیت کی ہے، تو یہ خلع یا تو ایک طلاق بائن ہے، جیسا کہ بعض اہل علم کا مذہب ہے، یا فسخ بلا طلاق ہے، جیسا کہ بعض دیگر اہل علم کا مذہب ہے، اور ہر تقدیر پر حلالہ کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ نکاح جدید سے زید اپنی بیوی کو اپنی زوجیت میں لا سکتا ہے، اور اگر اس نے بلفظ طلاق خلع کیا ہے، یعنی خلع کے وقت اس نے اپنی بی بی کو طلاق دی ہے، تو یہ خلع بالاتفاق طلاق ہے، اور اس تقدیر پر بھی نکاح جدید سے اپنی بی بی کو اپنی زوجیت میں لا سکتا ہے، اور زید نے اس اوقات بسری کے زمانہ میں ہندہ سے جو صحبت کی ہے، سو اس گناہ عظیم کا اس پر شرعاً کوئی مالی کفارہ نہیں ہے، ہاں اس کو لازم ہے، کہ اس گناہ سے توبہ نصوح کرے، واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم

کتبہ محمد عبدالرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ عورت اور مرد زانیہ کا نکاح بعد توبہ صحیح ہے یا نہیں؟

**الجواب**:۔ جائز ہے نکاح مرد اور عورت زانیہ کا بعد توبہ کے کیونکہ مرد اور عورت کو حکم ہے، کہ پارسا بی بی اور پارسا مرد سے نکاح کریں، اور بعد توبہ کے حکم الزانی لا ینکح الا زانیۃ او مشرکۃ سے خارج ہو کر پارساؤں میں داخل ہو گئے، اس واسطے کہ بغیر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان العبد اذا اعترف ثم تاب تاب اللہ علیہ اور فرمایا

---

لہ زانی مرد نہ نکاح کرے مگر زانی عورت یا مشرک عورت سے ۱۲ ۵۲ جب بندہ اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہے، اور توبہ کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ اور قاعدہ اصول کا ہے کہ جو حکم کسی شرط پر لگا ہوتا ہے، وہ شرط کے نہ ہونے پر جاتا رہتا ہے چونکہ اس آیت میں حکم نکاح زانیہ سے برتقدیر تحقق حالت زنا تھا اور وہ شرط بسبب توبہ مفقود ہوگئی تو نکاح بھی جائز ہوگیا شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے فائدہ کے اخیر میں فرماتے ہیں، مرد کو عورت بدکار نہیں درست جب تک بدکاری کرتی ہے، اور اگر توبہ کرے تو درست ہے، اور تفسیر اکلیل میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال اس آیت سے جواز عقد نکاح بعد توبہ کے نقل کیا ہے، استدل بہ احمد علی ان العفیف لا یصح نکاحہ الزانیۃ حتی تستتاب فان تابت صح العقد والا فلا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد حمایت اللہ عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ زید نے اپنی بی بی ہندہ کو ماہ شوال کی گیارہ تاریخ کو حالت طہر میں ایک طلاق دی، پھر ذی قعدہ کی بارہ تاریخ کو ایک اور طلاق دی، پھر ذی الحجہ کی چودہ تاریخ کو ایک اور طلاق دی، اب سوال یہ ہے، کہ یہ طلاق سنی ہوگی یا بدعی بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ زید نے جو یہ تین طلاقیں تین ماہ میں دی ہیں، اگر حالت حمل میں دی ہیں، یا ایسے تین طہر میں دی ہیں جن میں جماع نہیں کیا ہے، تو یہ طلاق سنی ہوگی ورنہ بدعی منتقی میں ہے عن ابن عمر رضہ انہ طلق امرأتہ وھی حائض فذکر ذلک عمر للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال مرہ فلیراجعھا ثم لیطلقھا طاھرا او حاملا رواہ الجماعۃ الا البخاری وعن عکرمۃ قال قال ابن عباس الطلاق علی اربعۃ اوجہ وجہان حلال ووجہان حرام فاما اللذان ھما حلال فان یطلق الرجل امرأتہ طاھرا من غیر

---

لہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے، جیسا اس نے کوئی گناہ نہیں کیا ۱۲ سے امام احمد نے اس سے استدلال کیا ہے، کہ پاک دامن مرد کا نکاح زانیہ عورت سے صحیح نہیں ہے، اسے توبہ کرائی جائے گی، اگر وہ توبہ کر جائے تو نکاح صحیح ہو جائے گا ورنہ نہیں ۱۲

سے حضرت عبداللہ بن عمر رضہ نے حیض کی حالت میں اپنی بی بی کو طلاق دے دی، حضرت عمر رضہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا، آپ نے فرمایا اس کو حکم دو کہ رجوع کرے، پھر طہر یا حمل کی حالت میں طلاق دے بخاری کے علاوہ ایک جماعت نے اسے روایت کیا ہے، ابن عباس نے کہا طلاق چار طرح کی ہے، جن میں سے دو حرام ہیں، اور دو حلال، حلال یہ ہے کہ آدمی اپنی عورت کو طہر کی حالت میں جس میں صحبت نہ کی ہو طلاق دے، یا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جماع اور یطلقها حاملا مستبینا حملها واما الذان هما حرام فان یطلقها حائضا او یطلقها عند الجماع لا یدری اشتمل الرحم علی ولد ام لا رواه الدار قطنی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عبدالکریم نامی ایک شخص نے اپنی عورت فاطمہ بی بی کو ۲۷۔ ماہ صفر ۱۳۱۷ھ ہجری کو طلاق دی، بعد ماہ دو ماہ کے جماعت سے طلب کیا، کہ میری عورت کو میرے سپرد کردو، جماعت سے جواب دیا گیا، کہ بغیر عدت کے اور بغیر نکاح دوسرے شخص کے تیرے سپرد نہیں ہو سکتی، یہ بات سنکر وہ شخص چلا گیا، اور من بعد اسی عورت کو بلا کر اور کسی قریہ میں جاکر ہندی رسالہ پڑھنے والے ملا کو رشوت دے کر محمد بڈھن صاحب غیر آدمی سے جمادی الثانی کی پہلی تاریخ کو نکاح پڑھا دیا، اور اس عورت و مرد میں گفتگو نہ ہونے کے خیال سے عورت کو دو روز چھپا رکھا، تیسرے دن بڈھن صاحب کو پکڑ کر ظلم و زبردستی سے طلاق دلوا کے اول مرد عبدالکریم سے اس روز نکاح کر دیا، پس از روئے قرآن و حدیث کے یہ نکاح جائز ہوا یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ صورت مسئولہ سے واضح ہوتا ہے، کہ عبدالکریم نے اپنی عورت فاطمہ بی بی کو ایک طلاق دی تھی، پس جماعت والوں کا یہ کہنا کہ بغیر عدت کے اور بغیر نکاح دوسرے شخص کے تیرے سپرد نہیں ہو سکتی بالکل غلط ہے، اور ہر دو نکاح لغو و باطل ہیں، کیونکہ جب اس نے اپنی عورت کو طلب کیا، اور اس کو اپنی طرف منسوب کیا تو رجعت ثابت ہو گئی کیونکہ یہ انتساب من جملہ کنایات رجعت ہے، فتاوے عالمگیری میں ہے والکنایات انت عندی کما کنت وانت امراتی فلا یصیر بها مراجعا کذا بالنیۃ اھ اور ظاہر ہے کہ اس کا مطالبہ اس امر پر دال ہے، کہ اس کی نیت رجوع کی تھی، پس جب رجعت ثابت ہو گئی، تو یہ دونوں نکاح باطل و لغو ہیں، اور وہ عورت عبدالکریم کی ہے، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب، حررہ محمد عبدالحق ملتانی۔ ۱۹ر شعبان ۱۳۱۷ھ ہجری۔

**ھوالموفق**:۔ اگر عبدالکریم نے اپنی عورت فاطمہ بی بی کو تین طلاقیں ایک مجلس میں

---

پھر حمل کی حالت میں طلاق دے، جبکہ حمل ظاہر ہو چکا ہو، اور حرام یہ ہے کہ آدمی حیض کی حالت میں طلاق دے یا صحبت کرنے کے بعد طلاق دے کہ پتہ نہ چل سکے کہ اس کو حمل ہوا ہے یا نہیں (دار قطنی) لے اور رجوع بالکنایہ یہ ہے، کہ مثلاً کہے تو میرے لئے ویسی ہی ہے جیسے پہلے تھی، اور تو میری بیوی ہے، اس میں اگر نیت ہو گی تو رجوع ہو گا، ورنہ نہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دی تھیں، تب بھی وہی حکم ہے، جو مجیب نے لکھا ہے، کیونکہ تین طلاقیں ایک مجلس میں موافق حدیث صحیح کے ایک طلاق رجعی ہوتی ہے، واللہ تعالےٰ اعلم۔

کتبہ محمد عبدالرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال:** ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو بعد طہر از حیض طلاق دی، بعد پندرہ بیس روز کے اپنی بیوی کو اس کے اقارب سے کہلا بھیجا، کہ اگر بیوی راضی و خوشی ہو تو میں رجوع کرتا ہوں، بیوی اس کی راضی ہوگئی، مگر والدین اس کے راضی نہ ہوئے، قریب دو برس کے بیوی اپنے والدین کے گھر رہی بہت جگہ سے پیغام خطبہ کا آیا، مگر بیوی راضی نہ ہوئی، اور کہتی رہی، کہ اگر مجھ کو نکاح کرنا ہوگا تو اس پہلے شوہر سے کروں گی، اول خاوند سے اس کے والدین خوش نہیں ہوتے تھے آخر مجبوراً اپنے والدین کے گھر سے نکل کر اپنے شوہر سے ایک ولی مقرر کر کے نکاح کر لیا، آیا یہ نکاح درست ہے، یا نہ بینوا توجروا۔

**الجواب:** ۔ صورت مسئولہ میں جب کہ شخص مذکور نے عدت کے اندر اپنی بیوی کو اس اقارب سے کہلا بھیجا۔ کہ اگر بیوی راضی ہو تو میں رجوع کرتا ہوں، اور اس کی بیوی راضی ہوگئی، تو بلاشبہ اس کا رجوع کرنا صحیح و درست ہے، پس اس نکاح جدید کی کوئی ضرورت نہیں تھی، اور بیوی کے والدین کا راضی نہ ہونا کچھ مضر نہیں ہے، بلکہ اگر شخص مذکور رجوع کرتا، اور اس کی بیوی راضی نہ ہوتی، تب بھی اس کا رجوع صحیح و درست ہوتا، فتح الباری میں ہے۔ وقد اجمعوا علی ان الحرۃ اذا طلق الحرۃ بعد الدخول بہا تطلیقۃ او تطلیقتین فھو احق برجعتہا ولو کرھت المرأۃ ذلک فان لم یراجع حتی انقضت العدۃ فتصیر اجنبیۃ فلا سبیل لہ الا بنکاح مستانف انتہی

حررہ علی محمد عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال:** ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی دختر کا نکاح ہمراہ بکر کے اس اقرار سے کیا، کہ جب تک میرے گھر رہے گا، تب تک میری لڑکی

---

لہ اس پر اجماع ہے، کہ آزاد جب آزاد عورت کو صحبت کے بعد ایک یا دو طلاقیں دے دے، تو وہ رجوع کر سکتا ہے، اگرچہ عورت کو ناپسند ہو، اور اگر عدت گذرنے تک رجوع نہ کرے تو وہ عورت اجنبی ہو جائے گی، پھر نئے نکاح ہی سے اس کے لئے حلال ہو سکتی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نکاح میں رہے گی، اور جب کہیں چھوڑ کر دوسری جگہ بود و باش اختیار کرے گا یہی طلاق بائنہ ہے، سو بکر نے یہ اقرار منظور کر لیا، اور قبل نکاح کے اسٹامپ پر اقرار نامہ مع ان شرائط کے بکر نے لکھ دیا، اور نکاح کر لیا، عرصہ دس بارہ یوم تک بکر زید کے گھر رہا پھر اپنی خوشی سے دوسری جگہ جا کر سکونت پذیر ہوا، جس کو ایک سال کا عرصہ گذرا، اور بی بی کے لینے کا تقاضا کرتا ہے، آیا وہ لڑکی بشرع شریف کے اس کے نکاح میں رہی یا نہیں، اور اگر نہیں رہی، تو مہر اس دختر کا پہنچتا ہے یا نہیں، اور یہ بھی واضح ہو، کہ بکر شیعہ مذہب ہے، بینوا توجروا۔

**الجواب**: صورت مسئولہ میں عند الحنفیہ دختر مذکورہ مطلقہ بائنہ ہو گئی، اور بکر کے نکاح میں نہیں رہی، اور بکر کو مہر ادا کرنا ضروری ہے، مگر حدیث کی رو سے دختر مذکورہ مطلقہ نہیں ہوئی، بلکہ بکر کے نکاح میں باقی ہے، اس واسطے کہ نکاح کے قبل جو طلاق دی جائے، منجز ہو یا کسی شرط پر معلق ہو، وہ واقع نہیں ہوتی، نہ فی الحال واقع ہوتی ہے، اور نہ شرط کے پائے جانے کے بعد اور صورت مسئولہ میں قبل نکاح کے بوجہ شرط کے پائے جانے سے واقع نہیں ہوئی، بلوغ المرام میں ہے، عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا طلاق الا بعد نکاح ولا عتق الا بعد ملک رواہ ابو یعلی وصححہ الحاکم وھو معلول واخرجہ ابن ماجہ عن المسور بن مخرمۃ مثلہ واسنادہ حسن لکنہ معلول ایضا قال فی سبل السلام حدیث الباب وان کان فیہ مقال من قبل الاسناد فھو متاید بکثرۃ الطرق انتہی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا نکاح ہندہ سے ہوا تھا، کچھ روز کے بعد زید میں کوڑھی کی علامت ظاہر ہوئی، دوا وغیرہ سے اچھا ہوا، مگر بنوز اس کا جسم و بدن اصلی صورت میں آیا نہیں، اور علامت بھی باقی ہے، لہذا ہندہ اس کے گھر قریب چار برس کے ہوئے نہیں گئی، اور ہندہ خلع کرنا چاہتی ہے، اور زید انکار کرتا ہے اب اس صورت میں شرع شریف کا کیا حکم ہے، بینوا توجروا۔

---

لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نکاح سے پہلے طلاق نہیں، اور ملک سے پہلے آزادی نہیں، علامہ ابن حجر نے کہا، اگرچہ یہ حدیث معلول ہے، لیکن کثرت طرق سے اس کی تائید ہوتی ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**الجواب**:۔ صورت مذکورہ میں واضح ہو کہ جب ہندہ خلع کرنا چاہتی ہے، تو زید کو مناسب ہے، کہ خلع پر راضی ہو اور ہندہ کو اپنی زوجیت سے رہائی دیوے، اس لئے کہ صورت مذکورہ میں ہندہ کو زوجیت میں کر کے رکھنا مؤدی الی کفر نعمۃ الزوج ہے، اور جو شے مؤدی الی کفر نعمۃ الزوج ہے، اس کو دفع کرنا مناسب ہے، جیسا کہ قصہ عورت ثابت بن قیس سے مستفاد ہے، بخاری شریف میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ ان[1] امرأۃ ثابت بن قیس اتت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت ما اعتب فی خلق ولا دین ولکنی اکرہ الکفر فی الاسلام فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اترد ین علیہ حدیقتہ قالت نعم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقبل الحدیقۃ وطلقھا تطلیقۃ۔ انتہی

العبد العاجز محمد عبد العزیز

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ایک غریب آدمی ہے، مگر خلقی آتشی مزاج ہے یعنی غصہ ور ہے، ایک روز باہر سے گھر پر محنت و مزدوری کر کے آیا، ہنوز کچھ اطمینان سے نہ ٹھہرا تھا، کہ اس کی زوجہ ہندہ نے کوئی ایسی بات کہی جس سے اس کو یکایک ایسا غصہ آگیا، کہ اس کی سر کی چوٹی پکڑ کر اپنی طرف گھسیٹ کر گرا دیا اور مارنے لگا، اس پر اس عورت نے اور کچھ کہا، جس پر اس کا غصہ اور بھی بھڑک اٹھا، اور بے خود ہو کر اپنے کو بھی ناخونوں سے خراش کر دیا، اور اس کو مارتا گیا، اور اسی غصہ کی حالت میں بلا ارادہ یہ کہا کہ طلاق دیئے دیتا ہوں، طلاق طلاق طلاق یہ لفظ اس نے غصہ و بے خودی میں کئی مرتبہ کہا، اب جب کہ اس کا غصہ لوگوں نے چھڑا لے اور الگ کر دینے سے فرو ہوا، اور حالت اعتدال میں آیا، تو اس بات سے بہت پشیمان ہوا، اور ارادہ دلی اس کا یا اس کی زوجہ کا ہرگز جدا ہونے کا نہیں ہے، کیونکہ یہ محض غریب ہیں ان میں سے کسی ایک کا بلا دوسرے کے گذر ہونا مشکل ہے، مگر چونکہ حالت مذکورہ میں لفظ طلاق مکرر سہ کرر کہہ چکا ہے، اور حکم شرع شریف سے کوئی چارہ نہیں، لہٰذا آپ لوگ ناچار

---

[1] ثابت بن قیس کی بیوی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا، میں ثابت کے دین اور اخلاق میں کوئی عیب نہیں پاتی، لیکن مسلمان ہونے کے بعد ناشکری کو ناپسند کرتی ہوں، تو آپ نے فرمایا، کیا تو اس کا باغ واپس کر دے گی، کہنے لگی ہاں، آپ نے ثابت سے کہا، اپنا باغ واپس لے لو اور اس کو طلاق دے دو (بخاری)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض ہے، کہ زید اپنی زوجہ ہندہ سے رجوع کر سکتا ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**، صورت مرقومہ میں طلاق واقع نہیں ہوئی، اور عدم وقوع طلاق کی دو وجہ ہیں، ایک یہ عبارت سوال سے ظاہر ہوتا ہے، کہ زید اپنے غیظ و غضب میں ایسا مدہوش اور مسلوب العقل ہوا، کہ اس کو اپنے تن و بدن کی بالکل خبر نہیں رہی جیسا کہ سوال کے اس جملہ سے معلوم ہوتا ہے (اور بے خود ہو کر اپنے کو بھی ناخونوں سے خراش کر دیا) اور ایسی حالت مدہوشی میں اس نے طلاق دے دی، اور ظاہر ہے، کہ ایسی مدہوشی بے خودی کی حالت جنون کی قسم سے ہے، اور جنون میں طلاق واقع نہیں ہوتی ہے، ولہٰذا نظمانی من طلق زوجتہ ثلاثا فی مجلس القاضی وھو مغتاظ مدھوش فاجاب نظما ایضا بان الدھش من اقسام الجنون فلا یقع واذا کان معتادا کان بان عرف منہ الدھش غیر مرۃ یصدق بلا برھان انتہی مختصرا ھکذا فی الشامی دوسری وجہ یہ ہے، کہ عبارت سوال سے ظاہر ہے، کہ اس نے صرف لفظ طلاق کہا، اور طلاق کی اضافت اپنی زوجہ کی طرف نہیں کی، اور صرف لفظ طلاق سے بدون اضافت کے طلاق واقع نہیں ہوتی، درمختار میں ہے۔ کطلقتک وانت طالق و مطلقۃ بالتشدید قید بخطابھا لانہ لو قال ان خرجت یقع الطلاق او لا تخرجی الا باذنی فالی حلفت بالطلاق فخرجت لم یقع لترکہ الاضافۃ الیھا انتہی پس جب ان دونوں وجہوں سے طلاق واقع نہیں ہوئی، تو زید کا نکاح بحال و برقرار رہا، زوجین باہم مل جاویں، واللہ اعلم بالصواب

حررہ السید عبد الحفیظ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ ایک شخص ذی ہوش نے غصہ کی حالت میں اپنی زوجہ کو طلاق بائن

---

لہ اگر قاضی کی مجلس میں کسی نے غصہ اور مدہوشی کی حالت میں طلاق دے دی، تو طلاق ہوگی یا نہیں، جواب یہ ہے، کہ مدہوشی دیوانگی کی قسم سے ہے، اور اگر مرد کو اکثر مدہوشی کے دورے ہوتے ہوں، تو اس کی تصدیق کی جائے گی، اگرچہ دلیل نہ ہو۔ ۱۲ لہ جیسے میں نے تجھے طلاق دی، اور تجھے طلاق ہے، یعنی عورت کو مخاطب کر کے کہے، تو اگر باہر نکلی، تو طلاق ہے، یا یوں کہے گھر سے باہر نہ نکلنا میں نے قسم کھائی ہے طلاق کی، پھر وہ باہر نکل جائے، تو طلاق نہ ہوگی، کیونکہ اس میں عورت کی طرف اضافت نہیں ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دی، وہ طلاق درست ہے یا نہیں، اور جو درست ہے تو پھر اس پر دعوے دخل ہو سکتا ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ اگر شوہر نے اپنی زوجہ کو حالت غصہ میں طلاق دی، تو عند الحنفیہ بلاشک وہ طلاق واقع ہو جاتی ہے، اور زوجہ اس کے نکاح سے باہر ہو جاتی ہے، اور پھر دعوے شوہر کا بعد طلاق بائن کے نہیں پہنچتا، نہ حالت عدت میں اور نہ بعد عدت کے، اور جو دونوں کو موافقت ہو، تو پھر سے نکاح کر لیں۔ ھکذا فی کتب الفقہ من الھدایۃ والدر المختار۔ واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ سید محمد شریف حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

www.KitaboSunnat.com

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا بیان ہے کہ میرے شوہر نے مجھ کو تین طلاقیں دی ہیں، اور گیارہ کس معتبر گواہوں نے وقوع طلاق کی شہادت دی ہے، اور زوج منکر ہے، اور زوج نے سات نفر گواہ نفی کے بیان کئے، جنہوں نے طلاق کی نسبت صرف یہ لکھایا ہے، کہ ان کو خبر نہیں ہوئی، اب سوال یہ ہے، کہ شرعاً زوجہ زید مطلقہ ہوئی یا نہیں، گواہان اثبات جو تعداد میں گیارہ ہیں نفی کے سات گواہوں سے جو زوج کے رشتہ دار بھی ہیں مرجح ہیں یا کہ نہیں، گواہان نفی کے پیش ہو جانے سے جو گواہان اثبات سے کم بھی ہیں، اور جنہوں نے صرف لاعلمی لکھائی ہے، کچھ شبہ پیدا ہوتا ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ جب کہ ہندہ کا یہ بیان ہے، کہ میرے شوہر نے مجھ کو تین طلاقیں دی ہیں، اور گیارہ معتبر گواہوں نے وقوع طلاق کی شہادت دی، تو بلاشبہ ہندہ مطلقہ ہو گئی، رہے زوج کے سات نفر گواہ سو انہوں نے صرف اپنی لاعلمی اور بے خبری لکھائی ہے، پس ان کی لاعلمی اور بے خبری سے کچھ نہیں ہو سکتا، اگر ان کو زوج کے طلاق دینے کا علم نہ ہوا، اور ان کو اس سے بے خبری رہی، تو اس سے ہندہ کے مطلقہ ہونے میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہو سکتا، جب کہ گیارہ معتبر گواہوں کو زوج کے طلاق دینے، اور ہندہ کے مطلقہ ہونے کا علم ہوا، اور انہوں نے اس کی شہادت دی، پس زوج کے ساتوں گواہ کا لعدم ہیں، اور زوج کا محض انکار ہے، اور ہندہ کے پاس گیارہ معتبر گواہ ہیں، لہٰذا ہندہ شرعاً مطلقہ ہو گئی، اور زوج کا انکار غیر مسموع ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بالصواب۔ حررہ عبدالرحیم عفی عنہ سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے مسماۃ ہندہ اپنی منکوحہ عورت کو کسی وجہ سے گھر سے نکال دیا، اور برادری کے روبرو زید نے مسماۃ ہندہ سے کہدیا، کہ میں نے اس کو چھوڑ دیا، اور نان و پارچہ ہندہ کا زید نے بالکل قطع کر دیا مسماۃ ہندہ خالد کے گھر جا بیٹھی، اور بغیر نکاح کے مسماۃ ہندہ سے نطفہ خالد سے دختر پیدا ہوئی، اہل برادری خالد سے کہتے ہیں، کہ مسماۃ ہندہ سے نکاح پڑھا لے، خالد کہتا ہے، کہ زید سے طلاق دلوا دیجئے، زید کلمہ طلاق یعنی کلمہ "طلقتک" نہیں کہتا ہے، حالانکہ سابق میں زید نسبت مسماۃ ہندہ کے کلمہ "چھوڑ دیا" کہہ چکا ہے، اس صورت میں مسماۃ ہندہ زید کے نکاح سے باہر ہوئی یا نہیں، اگر نکاح سے باہر نہیں ہوئی، تو مسمی خالد کس صورت سے اس سے نکاح کر سکتا ہے، اور زید ہندہ سے راضی نہیں ہے، اور نہ ہندہ زید سے رضامند ہے، تو زنا علانیہ طور پر ہوگا، اس باب میں جو کچھ حکم شریعت کا ہووے، وہ بحوالہ کتب معتبرہ مشرح و مفصل مرحمت فرمایا جاوے۔

**الجواب**:۔ صورت مرقومہ میں واضح ہو کہ زید کا برادری کے روبرو یہ کلمہ کہنا کہ میں نے اس کو چھوڑ دیا" طلاق بالکنایہ ہے، کیونکہ یہ ترجمہ ہے "سرحتک" کے لفظ کا اور لفظ "سرحتک" طلاق بالکنایہ کا لفظ ہے، اور طلاق بالکنایہ میں نیت طلاق یا دلالت حال کا پایا جانا ضروری ہے، اور جب زید نے اپنی منکوحہ کو کلمہ مذکورہ کہہ کر گھر سے نکال دیا اور نان و پارچہ بالکل قطع کر دیا تو صاف ظاہر ہے، کہ اس کلمہ کے کہنے سے زید کی نیت طلاق کی تھی، پس مسماۃ ہندہ زید کے نکاح سے بلاشبہ باہر ہو گئی، اب ہندہ جس مرد سے چاہے اپنا نکاح کر سکتی ہے، اور اب زید سے کلمہ طلاق کہلانے کی کچھ ضرورت نہیں ہے، واللہ تعالے اعلم بالصواب، کتبہ محمد عبدالرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ زید کے نکاح میں تھی، چند روز کے بعد زید کے عدم موافقت کی وجہ سے ہندہ سے کچھ روپیہ لے کر خلع کرنا چاہا، بوقت خلع بمقابلہ چند اشخاص گواہوں کے ہندہ کے چچا وغیرہ سے یوں کہا، کہ میں طلاق دیتا ہوں، بشرطیکہ میری بہن وغیرہ کو جو کہ تم لوگوں کے نکاح میں ہیں کسی طرح تکلیف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نہ دینا، اور جب کسی وقت میرے ہاں جانا چاہیں تو منع نہ کرنا، وہ لوگ بھی مجبوراً کسی طرح راضی ہوگئے، اور زید نے ہندہ کو طلاق دے دی، اب سوال یہ ہے، کہ زید کا یہ سب شرطیں کرنا کیسا ہے، اور بوقت عدم ایفاء شرائط مذکورہ کے زید کا ہندہ پر کسی طرح کا دعوی صحیح ہے یا نہیں، اور ہندہ زید کے نکاح سے خارج ہوگئی یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ زید کا یہ سب شرطیں کرنا باطل اور لغو ہے، کیونکہ ان سب شرطوں کی کوئی اصل نہ کتاب اللہ سے ثابت ہے، نہ حدیث رسول اللہ سے، قال[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اشترط شرطا لیس فی کتاب اللہ فھو باطل شرط اللہ احق واوثق، قال النووی فی شرح صحیح مسلم قولہ صلی اللہ علیہ وسلم کل شرط لیس فی کتاب اللہ فھو باطل وان کان مائۃ شرط صریح فی ابطال کل شرط لیس لہ اصل فی کتاب اللہ تعالی۔ اور جب زید کا یہ سب شرطیں کرنا باطل ہے تو بوقت عدم ایفاء ان شروط مذکورہ کے زید کا ہندہ پر کسی طرح کا دعوی صحیح نہیں، اور ہندہ زید کے نکاح سے خارج ہوگئی زید کے ساتھ کوئی تعلق باقی نہیں رہا، روضۃ الندیہ میں ہے، د اتفق[2] اھل العلم علی انہ ان طلقھا علی مال فقبلت فھو طلاق بائن۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔ حررہ خلیل الرحمن عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نابالغ نے اپنی عورت نابالغہ کو ایک مجلس میں ایک طلاق دی، اور نصف مہر اور جو کچھ جہیز وغیرہ تھا کل اس کو دے دیا، اب وہ شخص بھی لائق ہوا، اور وہ عورت بھی لائق ہوئی، اور وہ شخص کہتا ہے کہ ہم رجوع کریں گے، تو کیا وہ رجوع کرسکتا ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ باتفاق محدثین وفقہاء نابالغ کی طلاق واقع نہیں ہوتی، کیونکہ شرائط وقوع طلاق سے طلاق کا مکلف ہونا ہے، علامہ شوکانی درر البہیہ میں فرماتے ہیں[3] الطلاق جائز

---

[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو ایسی شرط کرے، جو اللہ کی کتاب میں نہیں ہے، تو وہ شرط باطل ہے، اللہ کی شرط زیادہ پختہ ہے، اور آپ نے فرمایا ہر وہ شرط جو اللہ کی کتاب میں نہیں ہے، وہ باطل ہے اگرچہ سو دفعہ کی گئی ہو، یہ حدیث صاف بیان کر رہی ہے کہ جس شرط کا اصل اللہ کی کتاب میں نہ ہو وہ باطل ہے (قالہ النووی فی شرح صحیح مسلم) ۱۲

[2] اہل علم کا اتفاق ہے کہ اگر مال پر عورت کو طلاق دے، اور وہ قبول کرلے، تو وہ بائن طلاق ہوگی ۱۲

[3] طلاق ہر مکلف مختار سے جائز ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



من مکلف مختار اھ عالمگیریہ میں ہے۔ یقع طلاق کل زوج اذا کان بالغا عاقلا اھ و نیز اس میں ہے ولا[۳] یقع طلاق صبی وان کان یعقل اھ و نیز حدیث شریف سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے، بلوغ المرام میں ہے۔ عن عائشۃ رضؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم رفع القلم عن ثلاثۃ عن النائم حتی یستیقظ وعن الصغیر حتی یکبر وعن المجنون حتی یعقل او یفیق رواہ احمد والاربعۃ الا الترمذی وصححہ الحاکم واخرجہ ابن حبان۔ ظاہر یہی ہے، کہ اس حدیث میں کبر سے مراد بلوغ ہے گو اس میں اختلاف ہے، پس جب ثابت ہوا، کہ نابالغ کی طلاق واقع نہیں ہوتی، تو صورت مسئولہ میں جس شخص نابالغ نے اپنی عورت نابالغہ کو طلاق دی ہے، یہ طلاق واقع نہیں ہوئی، بلکہ وہ عورت اس شخص کے نکاح میں علی حالہا باقی ہے، اور اب اس شخص کو نہ رجوع کی ضرورت ہے، اور نہ نکاح جدید کی، اور اس کا نصف مہر اور جہیز وغیرہ عورت کو دینا نامعتبر و بے کار ہے، واللہ تعالیٰ اعلم، حررہ محمد عبد الحق ملتانی عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ طلاق لڑکے نابالغ کی واقع ہوتی ہے یا نہیں، اور اس کی طرف سے اس کے ولی کی طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں؟

**الجواب**:۔ لڑکے نابالغ کی طلاق کے وقوع و عدم وقوع میں اختلاف ہے، جمہور کے نزدیک لڑکے نابالغ کی طلاق واقع نہیں ہوتی ہے، دلیل ان کی جامع ترمذی کی یہ حدیث ہے۔ کل طلاق جائز الا طلاق المعتوہ المغلوب علی عقلہ یہ حدیث بظاہر صبی کو بھی شامل ہے، اور جمہور کی دلیل یہ حدیث بھی ہے۔ رفع القلم عن ثلاثۃ عن النائم حتی یستیقظ وعن الصبی حتی یبلغ وعن المعتوہ حتی یعقل رواہ الترمذی وابوداؤد اور بعض علماء کے نزدیک صبی ممیز عاقل کی طلاق واقع ہو جاتی ہے، اور یہ لوگ پہلی حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں، کہ یہ حدیث ضعیف ہے، جیسا کہ ترمذی نے اس کی تصریح کی ہے

---

[۱] جب مرد عاقل اور بالغ ہو تو اس کی طلاق واقع ہو جائے گی ۱۲ [۲] بچہ اگر سمجھدار بھی ہو تو بھی اس کی طلاق واقع نہ ہوگی ۱۲ [۳] نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمیوں سے قلم اٹھائی گئی ہے، سویا ہوا جب تک جاگ نہ اٹھے، اور بچہ جب تک بڑا نہ ہو جائے، اور دیوانے کو جب تک افاقہ نہ ہو جائے، احمد اور اصحاب سنن نے اسے روایت کیا ہے، اور حاکم نے صحیح کہا ہے ۱۲ [۴] ہر ایک کی طلاق جائز ہے ماسوائے مغلوب العقل کے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور دوسری حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں، کہ اس حدیث میں بلوغ بالاحتلام کی تصریح نہیں ہے اور لفظ بلغ سے مراد کبر و عقل ہے اور صبی ممیز میں یہ بات حاصل ہوتی ہے واما حدیث ابی داؤد وغیرہ رفع القلم عن ثلاثۃ عن النائم حتی یستیقظ وعن الصبی حتی یبلغ الخ فلیس بنص فی البلوغ بالاحتلام بل الحد فیہ الکبر والعقل وھما یحصلان للطفل العاقل الممیز ولذا قال ابن المسیب وابن عمر واحمد وغیرھم بوقوع طلاق الطفل العاقل الممیز العارف للطلاق او القادر علی الصوم والصلوۃ کما فی شرح بلوغ المرام وشرح القسطلانی۔ رہا دوسرا مسئلہ یعنی یہ کہ لڑکے کی طرف سے اس کے ولی کی طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں، سو اس مسئلہ میں بھی اختلاف ہے جمہور کے نزدیک نہیں واقع ہوتی ہے، اور بعضے[1] کہتے ہیں واقع ہوتی ہے، مگر حق بجانب جمہور ہے، ابن ماجہ کی حدیث مرفوع "الطلاق لمن اخذ بالساق" جمہور کے قول پر واضح دلیل ہے، اور اس کے خلاف میں کوئی دلیل نہیں معلوم ہوئی، واللہ اعلم بالصواب

حررہ السید شریف حسین عفی عنہ۔ الامر کذلک۔ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

**ھو الموفق:** بے شک حق بجانب جمہور ہے، حدیث الطلاق لمن اخذ بالساق کے متعلق علامہ شوکانی لکھتے ہیں وطرقہ یقوی بعضھا بعضا وقال ابن القیم ان حدیث ابن عباس (ای الطلاق لمن اخذ بالساق) وان کان فی اسنادہ ما فیہ فالقرآن یعضدہ وعلیہ عمل الناس واراد بقولہ القرآن یعضدہ نحو قولہ تعالی

---

[1] تین آدمیوں سے قلم اٹھا لیا گیا ہے، سوئے ہوئے سے جب تک جاگ نہ اٹھے، اور بچے سے جب تک بالغ نہ ہو جائے (الحدیث) یہ حدیث بلوغ بالاحتلام کے لئے نص نہیں ہے، بلکہ اس میں حد بڑا ہونے اور سمجھ دار ہونے کی ہے، اور یہ دونوں چیزیں ایک تمیز والے بچے کو حاصل ہو جاتی ہیں یہی وجہ ہے، کہ ابن مسیب، ابن عمر، احمد وغیرہم نے کہا، کہ تمیز والے عقل مند بچے کی طلاق جو طلاق کے مفہوم کو سمجھ سکتا ہو، طلاق واقع ہو جاتی ہے، یا اس بچہ کی جو نماز اور روزہ کی طاقت رکھتا ہو۔ [2] اس کے بعض طرق بعض کو تقویت دیتے ہیں، ابن قیم نے کہا کہ ابن عباس کی حدیث کی سند میں اگرچہ کچھ گفتگو ہے، لیکن قرآن اور لوگوں کا تعامل اس کو تقویت دیتے ہیں، اور قرآن کی اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو، پھر ان کو طلاق دو، اور جب تم عورتوں کو طلاق دو الخ

---

[1] قولہ بعضے کہتے ہیں الخ وھو مذھب شمس الائمۃ الحلوانی من الاحناف نقلہ الاصولیون منھم صاحب التلویح ۲۹۶

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اذا نکحتم المؤمنات ثم طلقتموھن وقولہ تعالی اذا طلقتم النساء الایۃ انتھی کلامہ پس یہ حدیث جمہور کے قول کے لئے کافی دلیل ہے اور پہلے مسئلہ میں بھی حق بجانب جمہور ہی ہے، اس واسطے کہ جامع ترمذی کی حدیث "کل طلاق جائز الخ اگرچہ ضعیف ہے، مگر دوسری حدیث یعنی رفع القلم عن ثلاثۃ الخ ضعیف نہیں ہے، بلکہ حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے (دیکھو بلوغ المرام باب الطلاق) اور ابوداؤد اور منذری نے اس پر سکوت کیا ہے، اور اس حدیث کی بعض روایات میں بلوغ بالاحتلام کی تصریح آگئی ہے (دیکھو سنن ابی داؤد کتاب الحدود باب فی المجنون یسرق اور تعلیق صدا) عون المعبود صفحہ ۲۴۴ جلد ۴ میں ہے۔ قال السبکی لیس فیھا ای فی لفظۃ حتی یکبر من البیان وکافی قولہ حتی یبلغ ما فی الروایۃ الثالثۃ حتی یحتلم فالتمسک بھا اولی لبیانھا وصحۃ سندھا وقولہ حتی یبلغ مطلق والاحتلام مقید فیحمل علیہ فان الاحتلام بلوغ قطعا وعدم بلوغ خمسۃ عشر لیس ببلوغ قطعا قال وشرط ھذا الحمل ثبوت اللفظین عنہ صلی اللہ علیہ وسلم انتھی۔ ھذا ما عندی۔ واللہ تعالی اعلم

کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری، عفا اللہ عنہ۔

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے حقیقی بھائی خالد کو روبرو چند آدمیوں کے لکھدیا، کہ بلا جبر واکراہ اقرار کرتا ہوں، اور لکھ دیتا ہوں کہ اپنے حقیقی بھائی خالد کو مبلغ بارہ روپے ماہواری برائے خورد ونوش بلا عذر دیا کروں گا، اگر ایک مہینہ بھی نہ دوں، تو تیسرے مہینہ میں اپنی بی بی منکوحہ مسماۃ حلیمہ بنت عمرو کے اوپر طلاق بعد چند روز کے اس تحریر واقرار اور ایفائے وعدہ پر اپنے زید قائم نہ رہا، بلکہ منحرف ہوگیا، تو اس صورت میں زید کی زوجہ منکوحہ مسماۃ موصوفہ پر طلاق لازم ہوگی یا نہیں، بینوا توجروا۔

---

لہ سبکی نے کہا، اس لفظ "یہاں تک کہ بڑا ہوجائے" میں بیان نہیں ہے، نہ ہی دوسری روایت کے الفاظ "یہاں تک کہ بالغ ہوجائے" میں بیان ہے، اور تیسری روایت میں الفاظ یہ ہیں "یہاں تک کہ اسے احتلام ہوجائے" ان آخری الفاظ سے تمسک زیادہ اچھا ہے، اور اس کی سند بھی اچھی ہے، اور "یہاں تک کہ بڑا ہوجائے" یہ عام ہے اور احتلام والی روایت خاص ہے، تو پہلی کو اس روایت پر محمول کیا جائے گا، کیونکہ احتلام سے بلوغت قطعی ہے اور پندرہ سال تک نہ پہنچنا، بلوغ قطعی نہیں ہے، اور کہا، کہ اس حمل کی شرط دونوں لفظوں کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہونا ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**الجواب:** صورت مسئولہ میں زید کی زوجہ پر طلاق واقع ہوگئی، ہدایہ صفحہ ۲۶۵ میں ہے۔ ولو اضافہ الی شرط وقع عقیب الشرط اتفاقا مثل ان یقول ان دخلت الدار فانت طالق۔ فقط واللہ اعلم

سید محمد نذیر حسین

**سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، کہ ایک شخص مسمی کا کا ولد خیراتی نے اپنی زوجہ مسماۃ بین کو یہ کہا، کہ میں تجھ کو اپنے گھر میں نہیں رکھتا، تو چاہے کسی ہو جا یا خاکروب یا چمار سے شادی کرلے، میرا تیرے پر کچھ دعوی نہیں، مگر برادری میں سے کسی سے نکاح نہ کریو، اس پر سات سال تک وہ عورت منتظر رہی کہ مجھ کو بسا دے، اور پھر عرضی دے کر عورت اپنے خاوند کے گھر گئی، پھر بھی اس نے اس کو نکال دیا، اب بھی ایک سال سے بیٹھی ہے، سو بموجب شریعت اس عورت پر طلاق عاید ہو چکی ہے یا نہیں، اور اس عورت کو اب دوسری جگہ اجازت نکاح کرنے کی ہے یا نہیں، آیا یہ اپنی برادری میں جس سے چاہے نکاح کرلے یا نہیں، جواب ارشاد فرمایئے۔

**الجواب:** ہوالملہم للصواب، صورت مسئولہ میں طلاق کنائی واقع ہو چکی، اور اب حاجت عدت کی بھی نہیں ہے، اب وہ عورت مذکورہ اپنی برادری میں جس شخص سے چاہے نکاح کرسکتی ہے، بخاری شریف میں اذا[۲] قال فارقتك او سرحتك او الخلیۃ او البریۃ او ما عنی بہ الطلاق فھو علی نیتہ اور شخص مذکور کی نیت سوال مذکور سے ظاہر ہے، واللہ اعلم

سید محمد نذیر حسین

**سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی کو روبرو گواہوں کے ایک مجلس میں تین طلاق دیں، اور زید نے اپنی بیوی سے کاغذ مہر کا اور جوڑا جو شادی کے وقت دیا گیا تھا، واپس کرلیا، اور عرصہ تین ماہ کا گذر گیا، اب زید بعد گذر جانے تین ماہ کے کہتا ہے، کہ میں اپنی بیوی کو اپنے گھر لے آؤں گا، اور بیوی زید کی زید سے راضی نہیں ہے، جیسا کہ مولویوں کے سامنے انکار کیا تھا، لہذا یہ عورت از روئے شرع شریف کسی غیر سے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

---

[۱] جب طلاق کسی شرط کی طرف مضاف کرے، تو اس شرط کے بعد طلاق بالاتفاق واقع ہو جائے گی، مثلاً اپنی عورت کو کہے، اگر تو گھر میں داخل ہو، تو تجھ کو طلاق ہے ۱۲ [۲] جب کہے میں تجھ سے علیحدہ ہو گیا، یا میں نے تجھ کو چھوڑ دیا، یا اسے بری یا جس لفظ سے بھی طلاق کی نیت کرے، تو اس کی نیت پر معاملہ ہوگا ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**الجواب**:۔ ہوالموفق للصواب:۔ صورت مرقومہ میں وہ عورت جس شخص سے چاہے نکاح کر سکتی ہے، اور چونکہ یہ صورت صورت خلع کی ہے، اور تین ماہ کا عرصہ بھی گذر چکا ہے، اس لئے زید کو حق رجوع نہیں ہے، نہ حدیث کی رو سے، اور نہ مذہب حنفی کی رو سے، زید اگر اس کو اپنے گھر لانا چاہے، تو پہلے اس کو راضی کرے، پھر اس سے دوبارہ نکاح کر کے گھر میں لاوے، بدوں نکاح کئے گھر نہیں لا سکتا، حدیث کی رو سے اس صورت میں حلالہ کی ضرورت نہیں ہے، اور بموجب مذہب حنفی کے جب تک درمیان میں حلالہ نہ ہوگا، نکاح نہیں کر سکتا، واللہ اعلم وعلمہ اتم

الراقم عبدالحکیم مدرس مدرسہ حقانی چھاؤنی نصیر آباد، ضلع اجمیر، راجپوتانہ

بتاریخ ۸ ربیع الثانی ۱۳۱۹ھ ہجری — سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زن وشوہر میں بوجہ کسی امر ناملائم کے اتفاق وملاپ نہیں ہے، مرد چاہتا ہے، کہ اپنی بی بی کو اپنے مکان میں لے جاوے، مگر عورت شوہر کے گھر نہیں جاتی، اگر کوئی کہتا ہے، کہ تم اپنے سسرال جاؤ، تو خفا ہوتی ہے، اور کہتی ہے، کہ اگر والدین میرے مجھے بزور سسرال روانہ کریں گے تو میں اپنے کو ہلاک کر دوں گی، ظاہراً اتفاق درمیان زن وشوہر کے ہوتا ہوا نظر نہیں آتا تو ایسی صورت میں فیصلہ الٰہی کیا ہے، ارشاد فرمایا جائے۔

**الجواب**:۔ صورت مسئولہ میں فیصلہ الٰہی یہ ہے، کہ عورت خلع کرے یعنی کچھ مال دے کر اپنے شوہر سے طلاق لیوے۔ قال اللہ تعالیٰ فان خفتم ان لا یقیما حدود اللہ فلا جناح علیہما فیما افتدت بہ ہدایہ میں ہے۔ واذا تشاق الزوجان وخافا ان لا یقیما حدود اللہ فلا بأس بان تفتدی نفسہا منہ بمال یخلعہا بہ لقولہ تعالیٰ فلا جناح علیہما فیما افتدت بہ۔ اور شوہر کو بھی ایسی صورت میں طلاق دینا ضروری ہے، اگر یوں طلاق نہ دے، تو عورت سے کچھ مال لے کر طلاق دیوے،

---

لہ اگر تمہیں خطرہ ہو، کہ وہ اللہ کی حدیں قائم نہیں رکھ سکیں گے، تو ان پر کوئی گناہ نہیں اگر عورت کچھ فدیہ دے دے ۱۲ ۲ جب عورت مرد ایک دوسرے کے مخالف ہوں، اور خوف ہو، کہ اللہ تعالیٰ کی حدیں قائم نہ رہ سکیں گی، تو کوئی حرج نہیں، اگر عورت کچھ مال دے کر خلع کرلے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، عورت کے فدیہ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کیونکہ ایسی صورت میں اگر خلع نہ ہوگا، تو زن وشوہر دونوں حدود اللہ پر قائم نہ رہنے کی وجہ سے گنہ گار و مرتکب معاصی ہوں گے، بنا علیہ شوہر کو ضروری ہے، کہ عورت سے کچھ مال لے کر اپنے نکاح سے اسے رہا کرے، اور طلاق دے دے، اور اگر یونہی بلا مال کے طلاق دے دے، تو اور بہتر ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ السید عبد الحفیظ عفی عنہ — السید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عرصہ تقریباً پانچ چھ سال کا ہوتا ہے، کہ ایک شخص مسمی فقیری حجام کا عقد مسماۃ امامن کے ساتھ حسب شرع شریف ہوا، لیکن ابتدائے وقت سے اس وقت تک بوجوہ چند در چند درمیان زوجین مذکورین کے اتفاق نہیں ہوا، برابر نااتفاقی رہا کرتی ہے، اور نہ آئندہ کوئی امید اتفاق کی پائی جاتی ہے، پس بوجوہ بالا مسمی فقیری مذکور اپنی زوجہ مذکورہ کو طلاق دیتا ہے، اور مسماۃ امامن مذکور خوشی سے بوجہ شرارت طلاق زبانی منظور نہیں کرتی، اور جیسا کہ آج تک اسے ہر طرح سے تنگ کیا، اسی طرح اب بھی تنگ کرتی ہے، پس ایسی حالت میں اگر فقیری مذکور اپنی زوجہ کو تحریری طلاق دیدے، تو جائز ہے یا نہیں، اور اگر تحریری طلاق جائز ہے، تو اس کا کیا مضمون ہونا چاہیئے۔

**الجواب**:۔ صورت مسئولہ میں مسمی فقیری مذکور اپنی زوجہ کو تحریری طلاق دے دیوے، تو جائز ہے، اور اس کا مضمون یہ ہونا چاہیئے، کہ میں مسمی فقیری نے اپنی زوجہ مسماۃ امامن کو طلاق دے دی، اور مسمی فقیری کو چاہیئے، کہ جب اس کی زوجہ مسماۃ امامن حیض سے پاک ہو، تو اس وقت دو گواہوں کے روبرو اسی مضمون سے اس کو طلاق دے دے پھر طلاق دے کر اسی مضمون کو لکھ دے، اور ان دونوں گواہوں کی گواہی بھی لکھ دے اور ہاں واضح ہو کہ جب شوہر شریعت کے مطابق اپنی زوجہ کو طلاق دے گا زبانی دے یا تحریری تو طلاق خواہ مخواہ پڑ جاوے، چاہے اس کی زوجہ اس کو منظور کرے یا کرے، طلاق کا واقع ہونا زوجہ کی منظوری پر موقوف نہیں ہے، پس صورت مسئولہ میں مسمی فقیری اگر مسماۃ امامن کو شریعت کے مطابق زبانی طلاق دے چکا ہے، اور مسماۃ امامن کو اس سے انکار نہیں ہے، تو طلاق واقع ہو گئی، مسماۃ امامن منظور کرے یا نہ کرے، اور اس صورت میں اب طلاق تحریری کی کچھ ضرورت نہیں ہے، اور اگر مسماۃ امامن کو طلاق دے چکا ہے، مگر اس کو اس کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اقبال نہیں ہے، بلکہ انکار کرتی ہے، اور کہتی ہے، کہ تجھے طلاق نہیں دی ہے، تو اس صورت میں طلاق تحریری کی البتہ ضرورت ہے، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ عبدالحق ملتانی عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**ھوالموفق:** جیسے زبانی طلاق جائز ہے، اسی طرح تحریری طلاق بھی جائز ہے، صحیح بخاری میں ہے، عن[1] ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تجاوز عن امتی ما حدثت بہ انفسھا مالم تعمل او تکلم حافظ ابن حجر فتح الباری میں صفحہ ۱۸۰ جزو ۲۲ پر اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔ واستدل بہ علی ان من کتب الطلاق طلقت امرأتہ لانہ عزم بقلبہ وعمل بکتابتہ وھو قول الجمھور وشرط مالک فیہ الاشھاد علی ذلک انتھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔

کتبہ محمد عبدالرحمٰن المبارکفوری عفا اللہ عنہ

**سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مثلاً زوجہ ہندہ نے بوجہ نہ پانے نان ونفقہ ضروری کے سخت تکلیف اٹھائی ہے، خواہ کسی اور وجہ سے اپنے شوہر زید سے سخت رنجیدہ اور کارہ ہے، لہٰذا اس سے مفارقت چاہتی ہے، ہر چند جانبین کے حکم ہندہ کو سمجھاتے ہیں، مگر وہ معیت زید کی اختیار نہیں کرتی، زید اس کو یوں طلاق نہیں دیتا، البتہ کچھ مال ہندہ دے، تو خلع پر راضی ہو، اب اس صورت خلع جائز ہے یا نہیں، اور شرع میں خلع کس کو کہتے ہیں، آیا صرف بدلے کابین کے عورت اپنے نفس کو شوہر سے خریدے، تو خلع ہوگا، یا بدلے کابین مع زیادت کے خریدنے سے خلع صحیح ہوگا، اگر پہلی صورت سے خلع صحیح ہوتا ہے، تو عورت کو زیادہ مہر سے دینے کی کیا حاجت ہے، اور اگر پہلی صورت سے خلع صحیح نہیں ہوتا ہے، بلکہ دوسری صورت سے خلع صحیح ہوتا ہے، تو خلع زوجہ ثابت بن قیس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے، بلکہ آپ کے حکم سے کیونکہ صحیح ہوا، اور اس زمانہ میں کیوں نہ صحیح ہوگا، اور بر تقدیر صحیح نہ ہونے کے ہرگاہ بجز مہر واپس کرنے خواہ معاف

---

[1] نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے میری امت سے دل کے خیالات کا محاسبہ معاف کر دیا ہے جب تک ان پر عمل نہ کرے، یا بول کر بیان نہ کرے ۱۲

[2] اس حدیث سے دلیل لی گئی ہے، کہ جو آدمی اپنی عورت کو لکھ کر طلاق دے، تو وہ طلاق ہو جائے گی، کیونکہ اس نے دل سے ارادہ کیا اور لکھنے کا عمل کیا جمہور کا یہی مذہب ہے، امام مالک گواہی کی شرط بھی لگاتے ہیں ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کرنے کے بعد مبذرہ کے پاس کسی قسم کا مال واسباب نہیں ہے تو زید کو کیا دے، اور کہاں سے لاوے، آیا جانبین کے حکم سے اس کے باپ خواہ بھائی سے جبراً وقہراً زید کو دلوا دیں، اور اگر باپ خواہ بھائی کو مسلمانوں کی جماعت سے برتقدیر نہ دینے کے خارج کر دیں، اور زید کے ساتھ کوئی کاروائی نہ کریں، اس کو اپنی جماعت میں شامل رکھیں تو یہ فیصلہ موافق حکم خدا اور رسول کے ہوگا یا نہیں، اور مہر سے زیادہ خلع میں زوجہ سے خواہ اس کے ولی سے مال طلب کرنا شوہر کا کس آیت اور حدیث سے ثابت ہے، اور مبذرہ کئی سال کے نان ونفقہ لینے کے لئے زید پر عدالت میں نالش کر سکتی ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**: صورت مسئولہ میں خلع جائز ہے۔ قال اللہ تعالیٰ فان خفتم الا یقیما حدود اللہ فلا جناح علیہما فیما افتدت بہ۔ اور عورت کا شوہر کو مال دے کر اپنے کو اس کی قید نکاح سے آزاد کرانا ہی خلع ہے، رہی یہ بات کہ شوہر کو خلع میں صرف بقدر مہر کے مال لینا چاہیئے، یا قدر مہر سے زیادہ بھی لینا درست ہے سو واضح ہو کہ جمہور علماء کے نزدیک قدر مہر سے زیادہ بھی لینا جائز ہے، اس واسطے کہ آیت مذکور مطلق ہے، اس میں اس بات کی قید نہیں ہے، کہ خلع میں صرف بقدر مہر کے مال لینا چاہیئے زیادہ لینا ناجائز ہے، اور امام ابوحنیفہ و امام احمد وغیرہما کے نزدیک قدر مہر سے زیادہ لینا جائز نہیں ہے، ان لوگوں کی دلیل یہ ہے، کہ بعض روایات میں زیادہ لینے کی ممانعت آگئی ہے، علامہ شوکانی فرماتے ہیں، کہ یہ بعض روایتیں آیت مذکورہ کے عموم واطلاق کی مخصص ہیں پس صورت مسئولہ میں جب کہ مبذرہ کے پاس کسی قسم کا مال واسباب نہیں ہے، تو زید کو صرف بقدر مہر ہی کے لینا متعین ہے، اور اگر مبذرہ کے پاس مال واسباب ہوتا تو بھی موافق ان بعض روایات کے زید کو قدر مہر سے زیادہ لینا نہیں چاہیئے، اور مبذرہ کے باپ یا بھائی کو بدل خلع سے کوئی تعلق نہیں ہے، جانبین کے حکم اگر مبذرہ کے باپ یا بھائی سے جبراً وقہراً کل بدل خلع یا اس کا کچھ حصہ دلوائیں، اور برتقدیر نہ دینے کے اس کو مسلمانوں کی جماعت سے خارج کریں، تو ان کا یہ صریح ظلم ہے، جانبین کے حکم کو ایسا کرنا ہرگز جائز نہیں ہے، جن لوگوں کے نزدیک خلع میں قدر مہر سے زیادہ لینا جائز ہے، ان کی دلیل آیت مذکورہ

---

لہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، کہ اگر تم کو خوف ہو، کہ وہ اللہ کی حدیں قائم نہ رکھ سکیں گے، تو ان پر گناہ نہیں ہے اگر عورت کچھ فدیہ دے دے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بالا ہے اور استدلال کی تقریر مذکور ہو چکی، اور بیہقی کی ایک یہ روایت بھی ان کی دلیل ہے عن ابی سعید الخدری قال کانت اختی تحت رجل من الانصار فاراد تفعالی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہا اتردین حدیقتہ قالت وازید فخلعہا فرفعت علیہ حدیقتہ وزادتہ مگر یہ روایت ضعیف اور ناقابل حجت ہے، کما صرح بہ الشوکانی فی النیل صفحہ ۸۷ جلد ۶۔ اور حضرت عثمان رض کا یہ فتوی بھی ان کی دلیل ہے۔ اخرج ابن سعد عن الربیع قالت کان بینی وبین ابن عمی کلام وکان زوجہا قالت فقلت لہ لک کل شئ وفارقنی قال قد فعلت فاخذوا اللہ کل فراشی فجئت عثمان رض وہو محصور فقال الشرط املک خذ کل شئ حتی عقاص راسہا رواہ فی البخاری عن عثمان انہ اجاز الخلع دون عقاص راسہا ذکرہ الشوکانی۔ اور جو لوگ قدر مہر سے زیادہ لینا جائز نہیں سمجھتے ان کی دلیل دار قطنی کی یہ حدیث ہے، عن ابی الزبیر ان ثابت بن قیس بن شماس کانت عندہ بنت عبد اللہ بن ابی بن سلول وکان اصدقہا حدیقتہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اترددین علیہ حدیقتہ التی اعطاک قالت نعم وزیادۃ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اما الزیادۃ فلا ولکن حدیقتہ قالت نعم فاخذہا لہ وخلی سبیلہا فلما بلغ ذلک ثابت بن قیس قال قد قبلت قضاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رواہ الدارقطنی باسناد صحیح وقال سمعہ ابو الزبیر من غیر

---

۱؎ حضرت ابو سعید خدری نے کہا کہ میری ہمشیرہ ایک انصاری کے گھر تھی، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مقدمہ لے کر آئے آپ نے میری بہن سے کہا، کیا تو اس کا باغ واپس کر دے گی کہنے لگی میں زیادہ بھی دے دوں گی، چنانچہ اس نے خلع کیا، تو میری ہمشیرہ نے باغ بھی واپس کیا اور کچھ زیادہ بھی دیا۔

۲؎ ربیع نے کہا میں اپنے چچا زاد کے گھر تھی، ہمارا جھگڑا ہو گیا میں نے کہا میری ہر چیز لے لے اور مجھ کو طلاق دے دے اس نے منظور کر لیا، اور خدا کی قسم اس نے میری ہر چیز لے لی میں حضرت عثمان کے پاس آئی، وہ ان دنوں محصور تھے، آپ نے فرمایا شرط پورا کرنے کا حق ہے، اور اس کو کہا، اس کے سر کا پراندہ بھی لے لے (شوکانی فی النیل)

۳؎ ثابت بن قیس کے گھر عبد اللہ بن ابی بن سلول کی بیٹی تھی، اس نے حق مہر میں اس کو ایک باغ دیا تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تو اس کا باغ واپس کر دے گی، کہنے لگی ہاں کچھ زیادہ بھی دے دوں گی، آپ نے فرمایا زیادہ کی ضرورت نہیں ہے، لیکن اس کا باغ دے دینا کہنے لگی ہاں، چنانچہ وہ باغ آپ نے لے لیا، اور اسے آزاد کر دیا، جب ثابت قیس کو اس کی اطلاع ملی، تو انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو منظور کیا،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



واحد کذا فی المنتقی قال الشوکانی قولہ[1] اما الزیادۃ فلا استدل بذلک من قال ان العوض من الزوجۃ لا یکون الا بمقدار ما دفع الیہا الزوج کا بأکثر منہ ویؤید ذلک ما عند ابن ماجہ والبیہقی من حدیث ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امرہ ان یاخذ منہا ولا یزداد وفی روایۃ عبد الوہاب عن سعید قال ایوب لا احفظ فیہ ولا یزداد وفی روایۃ الثوری وکرہ ان یاخذ منہا اکثر مما اعطی ذکر ذلک کلہ البیہقی قال ووصلہ الولید بن مسلم عن ابن جریج عن ابن عباس رضی اللہ عنہما وقال ابو الشیخ ہو غیر محفوظ یعنی الصواب ارسالہ بما ذکرناہ یعتضد مرسل ابی الزبیر ولا سیما وقد قال الدارقطنی انہ سمعہ ابو الزبیر من غیر واحد کما ذکرہ المصنف قال الحافظ فان کان فیہم صحابی فہو صحیح ولا فیعتضد بما ورد فی معناہ واخرج عبد الرزاق عن علی انہ قال لا یاخذ منہا فوق ما اعطاہا وعن عطاء وطاؤس والزہری مثلہ وہو قول ابی حنیفۃ واحمد واسحق وقال بعد ذکر روایۃ البیہقی عن ابی سعید الخدری المذکورۃ وفتوی عثمان رضہ المذکورۃ ما لفظہ لا یخفی ان الروایات المتضمنۃ للنہی عن الزیادۃ مخصصۃ لہذا العموم ای لعموم قولہ تعالی فلا جناح علیہما فیما افتدت بہ) ومرجحۃ علی تلک الروایات المتضمنۃ لتقریر بکثرۃ طرقہا وکونہا مقتضیۃ للحصر وہو راجح من الاباحۃ عند التعارض علی ما ذہب الیہ جماعۃ من ائمۃ الاصول انتہی۔ اور چونکہ صورت مسئولہ میں ہندہ کی جانب سے نشوز ہے، جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے اس لئے وہ نان ونفقہ گذشتہ کے لئے زید پر عدالت میں نالش نہیں کر سکتی۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب والیہ المرجع

---

[1] اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے، کہ خلع حق مہر سے زیادہ لینا حق ہے، اور اس کی تائید ابن عباس کی حدیث سے بھی ہوتی ہے، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا، کہ اپنا دیا ہوا سے لو اور زیادہ نہ لو، ابن ماجہ، بیہقی، ثوری کی روایت میں ہے، کہ اپنے دیئے ہوئے سے زیادہ لینا مکروہ ہے، یہ حدیث مرسل ہے، لیکن اس کی تائید ابو الزبیر کی حدیث بھی کرتی ہے، حضرت علی نے فرمایا دیئے ہوئے سے زیادہ نہ لے، عطاء، طاؤس، زہری، ابو حنیفہ، احمد، اسحاق کا یہی فتوی ہے، ابو سعید خدری اور حضرت عثمان کے فتوی کے بعد بیہقی نے لکھا ہے، کہ جن روایتوں سے دیئے ہوئے سے زیادہ لینے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے، یہ اس عموم کی مخصص ہیں، جو قرآن مجید میں ہے، اور یہ روایات اس مضمون کو مرجح ثابت کر رہی ہیں، اور یہ اباحت سے زیادہ راجح ہے، جبکہ ان میں تعارض ہو جائے، ائمہ اصول کی ایک جماعت کا یہی قول ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



والجواب۔ کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ | سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی زوجہ ہندہ کو بلا قصور زدوکوب کرتا تھا، اور انواع انواع کی خرابیوں سے تکلیف دیتا تھا اسی اثنار میں ہندہ بلا رضامندی زید کے اپنے میکے چلی گئی جب زید بلانے کے لئے گیا، تو ثالثوں نے اس وعدہ پر لے جانے پر راضی کیا، کہ زید اس کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچاوے، اور زدوکوب نہ کرے زید نے وعدہ کیا، کہ اب ہم کسی قسم کی تکلیف نہیں دیں گے، اور زدوکوب نہیں کریں گے، اور اسی وعدہ پر اپنی زوجہ کو لے گیا، بعد چند روز کے پھر زدوکوب و انواع و انواع کی خرابیوں کے تکلیف دینے لگا، بعد تکلیف کئی کے پھر میکے چلی آئی، اور اپنے شوہر کے ہاں جانے سے انکار کرتی ہے، زید بھی نان ونفقہ سے خبر نہیں لیتا، ہندہ طلاق مانگتی ہے، اور جانے پر کسی طرح راضی نہیں ہے، آیا ہندہ کے لئے از روئے شرع طلاق یا خلع یا فسخ سے خلاصی ہو سکتی ہے یا نہیں، کتاب اللہ و سنت رسول اللہ سے ارقام فرمایا جاوے۔ بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ ہندہ کو طلاق سے خلاصی ہو سکتی ہے، پس جب صورت مسئولہ میں زید اور ہندہ کے درمیان موافقت و اتفاق نہیں ہے، اور ہندہ زید کے یہاں جانے پر کسی طرح بھی راضی نہیں ہے، اور طلاق مانگتی ہے، اور زید زدوکوب کرتا ہے، اور انواع انواع کی خرابیوں سے تکلیف دیتا ہے، تو زید کو چاہیئے، کہ طلاق دے کر ہندہ کی گلو خلاصی کر دیوے، اور اگر یوں طلاق دینے میں اس کو تامل ہو، تو اس کو خلع کرنا لازم ہے، یعنی ہندہ سے کچھ مال لے کر اس کو طلاق دے دیوے۔ قال اللہ تعالیٰ[1] الطلاق مرتان فامساك بمعروف او تسريح باحسان ولا يحل لكم ان تاخذوا مما اتيتموهن شيئا الا ان يخافا الا يقيما حدود الله فان خفتم الا يقيما حدود الله فلا جناح عليهما فيما افتدت به تلك حدود الله فلا تعتدوها ومن يتعد حدود الله فاولئك هم الظالمون صحیح بخاری میں ہے۔ عن ابن عباس قال جاءت امرأة ثابت بن قيس بن شماس الى رسول الله صلى الله عليه وسلم

---

[1] اللہ تعالیٰ نے فرمایا، طلاق دو مرتبہ ہے، پھر یا تو اچھی طرح سے رکھو، یا اچھی طرح سے چھوڑ دو، اور تمہارے لئے حلال نہیں ہے کہ ان کو دیا ہوا حق مہر واپس لے لو، مگر یہ کہ عورت مرد ڈریں، کہ اللہ کی حدیں قائم نہیں رہ سکیں گی، تو کوئی گناہ نہیں کہ عورت کچھ فدیہ دے دے، یہ اللہ کی حدیں ہیں، ان سے نہ گذرو اور جو اللہ کی حدوں سے گذریں گے یہی لوگ ظالم ہیں۔ ثابت بن قیس کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، اور کہا میں اس کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فقالت یارسول اللہ انی ما اعتب علیہ فی خلق ولا دین ولکنی اکرہ الکفر فی الاسلام فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتردین علیہ حدیقتہ قالت نعم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقبل الحدیقۃ وطلقھا تطلیقۃ۔ پس صورت مسئولہ میں کتاب اللہ وسنت رسول اللہ سے یہی ثابت ہے، کہ زید کو چاہیئے، کہ اپنی بی بی ہندہ کو طلاق دے کر یا خلع کر کے اپنی زوجیت سے رہا کر دے، واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کہ ایک شخص نے اپنی ولایت سے ایک عورت کا نکاح ایک شخص سے کر دیا، بعد ایک سال کے وہ عورت بباعث ظلم اور تعدی خاوند اپنے کے بھاگ گئی، تو اس کے خاوند نے دعوے جس نے نکاح اپنی ولایت سے کیا، اس پر کیا، کہ دو سو ستر (۲۷۰) روپے اور زیور لے کر کے بھاگ گئی، وہ روپیہ مذکورہ دے دو، تو میں فارغ خطی دوں بعد دو ماہ کے چھ سات آدمیوں کے سامنے بطور پنچایت کے جمع کر کے سب کے روبرو غائبانہ فارغ خطی لکھ دی بطور رسم اپنی قوم کے کہ مجھ کو اس عورت سے تعلق نہیں رہا، اور نہ میں کہیں دعوے عدالت وغیرہ میں کروں، اور جہاں اس کا دل چاہے وہاں رہے، قطعی فیصلہ کر دیا، رجعی وغیرہ کا کچھ ذکر درمیان میں نہیں آیا، مگر زبان سے ایک مرتبہ طلاق دی، اور یہ بھی اس شخص نے سب کے سامنے کہا، کہ جو روپے لے گئی ہے وہ اور زیور اور برتن جو اس کے پاس اپنے باپ کی ملکیت سے تھا، وہ دلایا جائے اور جو کچھ خرچ شادی میں صرف ہوا ہے، اور کپڑا دلایا جاوے، تو میں فارغ خطی تحریر کر دیا ہوں تو وہ سب اس کے کہنے کے موافق سب پنچوں نے دلوایا دلی سے، اور مہر کے روپے بھی دلی سے جمع کرائے، کہ وہ عورت اگر مہر معاف کر دے تو دلی کو واپس دیا جاوے، اور جو نہ معاف کیا تو عورت کو دلایا جاوے گا، بعد ایک ماہ کے دو چار آدمیوں کے سامنے کہا، کہ جس طرح میں نے غائبانہ طلاق دی ہے، اسی طرح غائبانہ رجوع کر لی ہے، اور فارغ خطی کے دینے کے وقت رجعی کا ذکر مطلق نہ تھا، قطعی فیصلہ پنچوں کے سامنے کر دیا، اور فارغ خطی پر دست خط کر دیئے، کہ میں نے برضا و رغبت فارغ خطی دے دی، اب اس عورت کو اختیار ہے

---

دین اور خلق میں کوئی عیب نہیں پاتی، لیکن اسلام میں ناشکری کو پسند کرتی ہوں، تو آپ نے فرمایا کیا تو اس کا باغ واپس کر دے گی، کہنے لگی کہ ہاں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تو باغ قبول کر لے اور اس کو طلاق دیدے (بخاری)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جہاں چاہے رہے، مجھ کو اس سے کچھ تعرض و دعوی نہیں ہے، اب اس پر فتوی دیا جاوے کہ رجوع صحیح ہوا یا طلاق صحیح ہوئی شرعاً بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ واضح رہے کہ فارغ خلعی ہمارے عرف کے مطابق ایک طلاق بائن ہوتی ہے، لہذا ایسے زوج کو کسی صورت میں رجوع کا حق حاصل نہیں ہے، اور عورت کو بعد گذر جانے عدت کے اختیار ہوگا، کہ جس سے چاہے نکاح کرلے، واللہ اعلم بالصواب

سید محمد نذیر حسین

**ھوالموفق**:۔ صورت مسئولہ میں چونکہ شخص مذکور نے بعوض مال کے طلاق دی ہے اس لئے یہ طلاق خلع ہے، اور خلع میں طلاق بائن واقع ہوتی ہے، اور رجوع کا حق باقی نہیں رہتا ہے، پس صورت مسئولہ میں طلاق صحیح ہوئی، لہذا اس شخص کا رجوع کرنا صحیح نہیں ہوا، اس کے رجوع کرنے سے اس کی عورت مطلقہ اس کے نکاح میں نہیں آسکتی، واللہ تعالے اعلم۔

کتبہ محمد عبدالرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ زوجہ زید بلا اجازت والدین زید کے اپنے والدین کے ہاں چلی گئی، زید نے بدین وجہ غیر مرضیہ بحالت غیظ و غضب بغلبیت مسماۃ مذکورہ منظر تادیب و بخیال تنبیہ ایک مرتبہ اپنے والدین کے مواجہہ میں کہا کہ میں نے اپنی زوجہ مسماۃ ہندہ کو مطابق حکم خداوند و موافق شریعت رسول مقبول چھوڑ دیا، تھوڑے عرصہ کے بعد اسی حالت غیظ و غضب میں ہانڈی و برتن توڑنے شروع کئے، اور پھر مکرر بدفعات غیر متعددہ و نامحصورہ کہا کہ مسماۃ مذکورہ کو بموجب احکام الٰہی آزاد کیا، یا طلاق دی، اندریں صورت متذکرہ بالا آیا مسماۃ مذکورہ پر طلاق عاید ہوگئی یا نہیں، اگر ہوگئی تو بموجب احکام رب العالمین کس صورت سے ممکن و متصور ہوسکتی ہے، بیان فرمایئے، عنداللہ ماجور و عنداللناس مشکور ہوجئے، اور اس آیت شریفہ والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء کی تفسیر بھی ساتھ بسط و تفصیل کے عام فہم ارقام فرما کر ممنون فرمایئے گا۔

**الجواب**:۔ صورت مسئولہ میں زید کے اس طرح کہنے سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی کیونکہ حکم خدا و حکم رسول کے طریق مسنون طلاق کا یہی ہے، کہ اس طہر میں جس میں مجامعت نہ کی گئی ہو ایک طلاق دی جاوے پس اگر زید کی زوجہ اس وقت حائضہ نہیں تھی، بلکہ اس طہر میں تھی، کہ

---

لہ اور طلاق والی عورتیں اپنی جانوں سے تین حیض انتظار کریں ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اس سے مجامعت واقع نہیں ہوئی تھی، تو فی الحال اس پر ایک طلاق واقع ہوگئی، اور اگر حائضہ تھی یا اس طہر میں تھی جس میں مجامعت واقع ہو چکی تھی، تو اس صورت میں فی الحال طلاق واقع نہیں ہوئی، بلکہ بعد حیض کے جب دوسرا طہر آوے گا، تب ایک طلاق رجعی واقع ہو جاوے گی، عالمگیریہ میں ہے۔ اذا[1] قال لامرأته المدخولة وهي من ذوات الاقراء انت طالق للسنة وقع تطليقة للحال ان كانت طاهرة من غير جماع وان كانت حائضا او كانت في طهر جامعها فيه لم يقع للحال شيء حتى يأتي وقت السنة۔ باقی کرات، مرات کہنا لغو ہے بہر صورت طلاق ایک واقع ہوگی، کیونکہ عین حکم اللہ و رسول کا یہی ہے، کہ طلقات متعددہ وقت واحد بلکہ طہر واحد میں حکم میں ایک طلاق ہیں ہے، پس اگر عدت نہیں گذری ہے، تو رجوع کرنا ہوگا اور اگر عدت گذر چکی ہے، تو پھر سے نکاح کرنا ہوگا، حلالہ کی ضرورت نہیں ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

آیت[2] والمطلقات یتربصن بانفسهن ثلثة قروء میں لفظ یتربصن مشتق ہے تربص سے، اور تربص کے معنی انتظار کرنے کے ہیں، اور لفظ قروء جمع ہے قرء کی، اور قرء کے معنے میں علماء کو اختلاف ہے، بعض علماء اس کے معنے حیض کے لیتے ہیں، اور بعض علماء اس کے معنی طہر کے لیتے ہیں، لیکن بعض احادیث سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے، کہ اس آیت میں قرء سے مراد حیض ہے، اور یہی مذہب ہے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم مثل ابوبکر و عمر و عثمان و علی و ابن مسعود و ابوموسیٰ و عبادہ بن صامت و ابودرداء و معاذ بن جبل و ابن عباس رضی اللہ عنہم اور اکابر تابعین مثل علقمہ و اسود و ابراہیم و شریح و شعبی و حسن و قتادہ و غیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ کا، امام احمد رحمہ اللہ کا پہلے مذہب یہ تھا، کہ قرء سے مراد طہر ہے، پھر بعد کو اس سے رجوع کیا اور قائل ہوئے کہ قرء سے مراد حیض ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ قد[3] كنت اقول الاطهار ثم وقفت بقول اكابر ثم جزمت انها الحيض۔ ثمرہ اختلاف کا یہ ہے، کہ جن لوگوں کے نزدیک قرء سے مراد طہر ہے، ان کے نزدیک دو حیض کے بعد شروع طہر ثالث میں عورت عدت سے باہر ہو جاوے گی، اس وقت شوہر مراجعت

---

[1] جب آدمی اپنی مدخولہ بیوی کو کہے، جس کو حیض آتا ہو، کہ تجھے سنت کے مطابق طلاق ہے، تو اگر وہ طہر کی حالت میں ہو جس میں اس نے صحبت نہ کی ہو، تو اسی وقت طلاق ہو جائے گی، اور اگر حیض کی حالت میں ہو، یا اس نے اس طہر میں جماع کیا ہو تو اس وقت طلاق واقع نہ ہوگی، جب سنت وقت آئے گا، تو طلاق واقع ہوگی ۱۲ [2] اور طلاق والی عورتیں اپنی جانوں سے تین حیض انتظار کریں ۱۲ [3] میں پہلے کہا کرتا تھا، کہ قرء کا معنی طہر ہے، پھر مجھے اکابرین کے قول کی اطلاع ہوئی تو میں نے رجوع کیا، کہ اس کا معنے حیض ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کا مجاز نہ ہوگا اور جن کے نزدیک قرء سے حیض مراد ہے، ان کے نزدیک تین حیض کامل کے بعد جو طہر ہو چکا اس میں عدت سے باہر ہوگی قبل اس کے شوہر مراجعت کا مستحق ہے، پس آیت کے معنی یہ ہوئے کہ وہ عورتیں جن کو طلاق دی گئی ہے، وہ اپنے نفس کے ساتھ تین حیض تک انتظار کریں یعنی ان کی عدت تین حیض ہے، اس عدت میں ان کو نکاح کرنا، یا نکاح کی بات چیت کرنا جائز نہیں ہے تین حیض تک شوہر کا حق اس کے ساتھ متعلق رہتا ہے پس جب تک تین حیض پورے نہ ہوں، تب تک وہ مطلقہ عورتیں کسی اور سے نکاح یا نکاح کی بات چیت نہیں کر سکتی ہیں، اور اس آیت میں مطلقات سے وہی عورتیں مراد ہیں جن کو حیض آتا ہو، اور ممنوع الحیض نہ ہوں، خواہ ممنوع الحیض ہونا بوجہ عدم بلوغ کے ہو یا بوجہ کبر سن کے کیونکہ ممنوع الحیض کی عدت تین مہینے ہیں، و نیز اس آیت میں مطلقات سے غیر حاملہ مراد ہیں، کیونکہ حاملہ کی عدت وضع حمل ہے، فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ واللّٰئی یئسن من المحیض من نسائکم ان ارتبتم فعدتھن ثلثۃ اشھر واللائی لم یحضن واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن و نیز اس آیت میں مطلقات سے مدخولہ بہا مراد ہیں، کیونکہ غیر مدخولہ کی کچھ عدت نہیں ہے، فرمایا اللہ تعالیٰ نے وان لم تکونوا دخلتم بھن فما لکم علیھن من عدۃ تعتدونھا و نیز اس آیت میں مطلقات سے مراد حرائر ہیں، چنانچہ سیاق آیات اس پر دال ہے۔ قال فی زاد المعاد واذا تاملت سیاق الایات التی فیھا ذکر العدد وجدتھا لا تتناول الاماء ولا تتناول الحوائر الخ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ محمد عبد الحق ملتانی عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**، کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ مدخولہ کو ایک طہر میں بلفظ انت طالق ایک بار کہہ کر طلاق دی، پھر طہر دوم میں ایک بار بلفظ انت بائن سے طلاق دی، یہ دونوں طلاقیں رجعی ہیں یا اول فقط رجعی ہے، دوسری بائن۔ افیدونا بالجواب توجروا یوم الحساب۔

---

لہ تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہوں، اگر تم کو شک ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے، اور ان کی بھی جو ابھی حائضہ نہیں ہوئیں، اور حمل والی عورتوں کی عدت وضع حمل ہے ۱۲ سے اگر عورت سے صحبت نہ ہوئی ہو تو ان پر کچھ عدت نہیں ہے ۱۲ سے اگر تم سیاق آیات کو غور سے دیکھو گے، تو تم کو معلوم ہوگا کہ جن آیات میں طلاق کی تعداد کا ذکر ہے، وہ آیات لونڈیوں کے متعلق نہیں، بلکہ آزاد عورتوں کے متعلق ہیں ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**الجواب**:۔ یہ دونوں طلاقیں رجعی ہیں، کیونکہ مدخولہ کو جب دو طہروں میں دو طلاقیں دی جاویں گی تو طلاق رجعی ہوں گی، اگرچہ بلفظ انت بائن طلاق دی جاوے، یہی مذہب جمہور کا ہے زاد المعاد میں ہے۔ ومما یدل علی ان اللہ لم یشرع الثلاث جملۃ انہ قال تعالی والمطلقات یتربصن بانفسہن ثلاثۃ قروء الی ان قال وبعولتہن احق بردہن فی ذلک فہذا یدل علی ان کل طلاق بعد الدخول فالمطلق احق فیہ فی الرجعۃ سوی الثالثۃ المذکورۃ بعد ہذا وکذلک قولہ تعالی یا ایہا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوہن لعدتہن (الی قولہ) فاذا بلغن اجلہن فامسکوہن بمعروف او فارقوہن بمعروف فہذا ہو الطلاق المشروع وقد ذکر اللہ سبحانہ وتعالی اقسام الطلاق کلہا فی القرآن وذکر احکامہا فذکر الطلاق قبل الدخول وانہ لا عدۃ فیہ وذکر الطلقۃ الثالثۃ وانہا تحرم الزوجۃ علی المطلق حتی تنکح زوجا غیرہ وذکر طلاق الفدا الذی ہو الخلع وسماہ فدیۃ ولم یحسبہ من الثلاث کما تقدم وذکر الطلاق الرجعی الذی المطلق احق فیہ بالرجعۃ وہو ما عدا ہذہ الاقسام الثلاثۃ وبہذا احتج احمد والشافعی وغیرہما علی انہ لیس فی الشرع طلقۃ واحدۃ بعد الدخول بغیر عوض بائنۃ وانہ

---

لہ جو دلائل ثابت کرتے ہیں کہ تین طلاقیں ایک ہی وقت میں مشروع نہیں ہیں ان میں سے یہ آیت بھی ہے کہ طلاق والی عورتیں اپنی جانوں سے تین حیض انتظار کریں، یہاں تک کہ فرمایا، اور ان کے خاوند اس عرصہ میں ان کے رجوع کر لینے کے زیادہ حقدار ہیں، یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ ہر وہ طلاق جو دخول کے بعد ہو تو اس میں طلاق دینے والا رجوع کا زیادہ حق رکھتا ہے سوائے تیسری طلاق کے جس کا ذکر اس کے بعد ہے، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے نبی جب تم عورتوں کو طلاق دو تو طلاق دو ان کی عدت پر، یہاں تک کہ فرمایا، جب وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو پھر ان کو یا تو بھلے طریقہ سے رکھو یا بھلے طریقہ سے علیحدہ کر دو، یہ شرعی طلاق ہے، اللہ تعالیٰ نے طلاق کی تمام اقسام کو قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے اور ان کے احکام بھی ذکر کئے ہیں، قبل دخول طلاق کا ذکر کیا، اور فرمایا اس میں کوئی عدت نہیں ہے، اور تیسری طلاق کا ذکر فرمایا، اور کہا، اس سے عورت مرد پر حرام ہو جائے گی، تاوقتیکہ وہ کسی اور خاوند سے نکاح نہ کرے، اور خلع کا ذکر کیا، اور اس کا نام فدیہ رکھا، اور اسے تین طلاقوں میں شمار نہیں کیا، اور رجعی طلاق کا ذکر کیا، اور کہا اس میں خاوند رجوع کا زیادہ حقدار ہے، اور وہ ان تینوں سے علیحدہ ہے یہی وجہ ہے کہ امام احمد اور شافعی وغیرہما نے کہا ہے کہ شریعت میں ایسی طلاق کا وجود نہیں ہے، جو دخول کے بعد ایک طلاق بغیر عوض کے بائن ہو اگر مرد عورت کو کہے تجھے ایک طلاق بائن ہے، تو وہ رجعی ہو گی، اور بائن کی صفت لغو ہو گی، اور وہ عوض کے بغیر اس کو ایک طلاق سے بائن نہیں کر سکتا ۱۲۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اذا قال لها انت طالق طلقة بائنة کانت رجعیة ویلغو وصفها بابینونة وانه لا یملك ابانتها الا بعوض الخ واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد الرحمٰن قندھاری عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کہتی ہے، کہ میرے خاوند نے میرے روبرو اپنی دختر ہفت سالہ سے یہ بات کہی ہے، کہ میں نے تیری والدہ کو طلاق دی اور شوہر کو اس کلمہ سے بالکل انکار ہے، اور نہ اس بات پر کوئی گواہ ہے، اب دریافت طلب یہ امر ہے، کہ اس صورت میں شرعاً طلاق کا ثبوت ہوا یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**: برتقدیر صدق سوال کے صورت مذکورہ فی السوال میں بوجہ انکار شوہر اور نہ ہونے گواہوں کے طلاق کا ثبوت شرعاً نہیں ہے، ہدایہ میں ہے۔ وان انکر سال المدعی البینة فقط۔ وصیت علی مدرس مدرسہ مولوی عبد الرب۔

الجواب صحیح۔ عبد الرحیم مدرس مدرسہ حسین بخش،

اگر زوج انکاری ہے، اور عورت کے پاس گواہ نہیں ہیں، تو زوج کا انکار قسم کے ساتھ قضاءً معتبر ہوگا، پس یہ طلاق عند الشرع معتبر نہ ہوگی، فقط۔ محمد ابراھیم عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے وکالۃً اپنے موکل کی ملازمہ قدیمہ کا نکاح عمرو کے ساتھ تجویز کیا، اور عمرو سے کہا، کہ ایک شرط ہے اگر قبول کرے تب تیرے سے نکاح اس کا کردوں، وہ یہ کہ اگر تو اپنی زوجہ کو نان ونفقہ نہیں دے گا اور حقوق زوجیت ادا نہیں کرے گا، تو اس صورت میں تیری زوجہ کو طلاق ہو جائے گی، اور تیری زوجہ تیرے نکاح سے باہر ہو جاوے گی، عمرو یہ سنکر راضی ہوا، اور قبول کیا، بعد اس کے وکیل نے ملازمہ مذکورہ کا عمرو کے ہمراہ نکاح کر دیا، پھر ایک روز بعد اقرار نامہ بخط ہی گواہان حاشیہ عمرو سے لکھوا لیا، کہ اگر میں اپنی زوجہ کو نان ونفقہ نہ دوں، اور حقوق زوجیت ادا نہ کروں، تو اس صورت میں میری زوجہ کو طلاق ہو جاوے گی، اور میری زوجہ میرے نکاح سے باہر ہو جاوے گی، چند مدت کے بعد تعلیق کا وجود ثابت ہوا، یعنی عمرو نے اپنی زوجہ کا نان ونفقہ یک قلم بند کر دیا، کچھ نہیں دیتا ہے، اور کوئی حق زوجیت ادا نہیں کرتا، تو طلاق واقع ہوئی یا نہیں، اور اقرار نامہ لکھ دینا عمرو کا بابت تعلیق

لہ اگر انکار کرے، تو مدعی سے دلیل مانگی جائے گی ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بعد عقد نکاح عند الشرع معتبر ہے یا نہیں اور وہ واسطے ثبوت دعوے کے عند المنازعت حجت ہے یا نہیں، جواب اس کا کتب احادیث اور فقہ سے ارقام فرماویں۔

**الجواب**:۔ درصورت مرقومہ تعلیق کرنا طلاق کا بعد عقد نکاح کے باجماع صحابہ و مجتہدین و محدثین اعلام صحیح و معتبر ہے، چنانچہ ہدایہ و صحیح بخاری وغیرہ سے صاف واضح ہوتا ہے اور علمائے ماہرین شریعت غرا پر مخفی نہیں، اس صورت میں اقرار نامہ لکھ دینا عمرو کا بابت تعلیق طلاق کے بعد انعقاد نکاح عند الشرع بالاتفاق صحیح اور معتبر ہوگا اور آیت کریمہ یاایھا الذین امنوا اذا نکحتم المؤمنات ثم طلقتموھن سے وقوع طلاق کا خواہ معلق ہو یا غیر معلق بعد ثبوت نکاح کے ہویدا ہے۔ التعلیق فی الاصطلاح ربط حصول مضمون جملۃ بحصول مضمون جملۃ اخری ھی الشرط کذا فی الدر المختار والطحطاوی وغیرھما من کتب الشریعۃ واذا اضافہ الی شرط وقع عقیب الشرط وھذا بالاتفاق کان ملک النکاح قائما فی الحال والظاھر بقائہ الی وقت وجود الشرط انتھی، وفی الھدایۃ وغیرھا من کتب الشریعۃ۔ پس اقرار نامہ عمرو مذکور کا واسطے ثبوت دعوے طلاق معلق کے عند المنازعت حجت شرعی اور دلیل محکم ہے، اس صورت میں بعد وجود شرط کے ایک طلاق واقع ہوگی، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ حررہ السید شریف حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا لڑکا بعمر سترہ سال اور محمود کی لڑکی بعمر گیارہ سال تھی، کل موجودگی برادران میں زید اور محمود نے دونوں کا نکاح کر دیا، اور مہر پانچ ہزار روپے کا قرار دیا گیا، محمود نے بعد نکاح کے یہ اقرار کیا، کہ بعد دو سال کے لڑکی کو وداع کر دوں گا، بعد تین سال کے محمود نے اپنے فرزند کی شادی کی، اور زید سے کہا، کہ اپنی لڑکی کو بھی رخصت کر دو، فرزند زید کا اس وقت کلکتہ میں تھا، زید نے محمود سے واسطے بلانے فرزند اپنے کے پندرہ روز کی مہلت مانگی محمود نے مہلت نہ دی، اور یہ کہا، کہ اگر لڑکا ہوتا تو میں ابھی رخصت کر دیتا، اب برس چھ مہینہ کے بعد رخصت کروں گا، غرض اس حیلہ حوالہ میں پانچ سال نکاح کو ہو چکے، محمود لڑکی کو

---

لہ اے ایمان والو جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو ۱۲ سے تعلیق اصطلاح میں جزا کے جملہ کے مضمون کا حصول ہے، جب کہ شرط کے جملہ کے مضمون کا حصول ہو ۱۲ سے جب کسی شرط کی طرف اضافت کرے، تو وہ شرط کے بعد واقع ہوگی اور اس پر اتفاق ہے، کیونکہ ملک نکاح فی الحال قائم ہے، اور ظاہر ہے کہ وجود شرط کے وقت تک وہ باقی رہے،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



رخصت نہیں کرتا، زید متقاضی ہوتا ہے، تو محمود حیلہ حوالہ کر کے ٹال دیتا ہے ایسی باتوں سے پایا جاتا ہے، کہ محمود کی مرضی یہ ہے کہ پسر زید سے اپنی لڑکی کو علیحدہ کرا کر اور جگہ نکاح کر دوں اور پسر زید اپنی زوجہ کو چھوڑنا نہیں چاہتا، اور زید نے اس شادی میں اور خرچ عیدی اور بقر عیدی وغیرہ میں ایک ہزار روپیہ تخمیناً صرف کئے، اب جو ایسے خرچوں سے زید غریب و مفلس ہو گیا، تو محمود نیت بدل کر چاہتا ہے، کہ بلطائف الحیل نکاح فسخ کر کے دوسری جگہ لڑکی کو بیاہ دوں، نزدیک شرع شریف کے محمود ایسے حیلوں سے نکاح چھڑا سکتا ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**: صورت مرقومہ میں واضح ہو کہ حیلہ حوالہ کرنا محمود کا لغو و باطل ہے کسی وجہ سے نکاح فسخ نہیں ہو سکتا، جب تک شوہر طلاق نہ دے، حکم شرع کا ایسا ہی ہے جیسا کہ واقفان شریعت پر مخفی نہیں ہے، واللہ اعلم بالصواب، حررہ العاجز سید محمد نذیر حسین عفی عنہ،

سید محمد نذیر حسین

**سوال**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے نکاح کیا، اور نکاح کے بعد ساس کے گھر میں رہنے لگا، پھر ایک عرصہ کے بعد زید نے اپنے وطن کو جانا چاہا، پس اس کی ساس مانع ہوئی اس کے جانے سے اپنے وطن میں، اور کہا کہ اگر تو جاتا ہے تو میری بیٹی کو جو تیری زوجہ ہے طلاق دے کر جا، کہ پھر تجھ سے واسطہ نہ رہے، اول زید نے اس کو نہ مانا، پھر جب ساس اس کی مصر ہوئی، کہ اگر بدون طلاق دینے کے جاوے گا، تو میں تجھ کو بہت ذلیل کروں گی، تب زید نے کہا کہ پہلے تیرہ روپے میرے جو تیرے پاس ہیں مجھ کو دے، تب کہوں گا، چنانچہ اس کی ساس نے وہ روپیہ اس کو دے دیا، جب زید نے کہا، کہ اب میں کیا کہوں تب اس کی ساس نے کہا، تو یہ کہہ کہ میں نے طلاق دی، زید نے کہا، کہ دی، پھر اس کی ساس نے کہا، کہ دی، زید نے کہا کہ دی، پھر اس کی ساس نے کہا کہ دی، زید نے کہا کہ دی، یہ کہہ کر زید چلا گیا، اب بعد ڈیڑھ برس کے جو آیا، تو اپنی جورو سے موافقت چاہتا ہے، اور عذر یہ کرتا ہے کہ میں نے یہ الفاظ بہ نیت چھوڑنے کے نہیں کہے تھے، یہ سبب ناموافقی ساس کے یہ الفاظ کہے تھے، پس اس صورت میں مذہب حنفی کی رو سے زید کی جورو پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں، اگر واقع ہوئی تو کتنے طلاق واقع ہوئیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**: اس صورت میں زید کی جورو پر تین طلاقیں واقع ہو گئیں، اور عذر زید کا، کہ میں نے یہ الفاظ بہ نیت چھوڑنے کے نہیں کہے تھے، مقبول نہیں، کیونکہ جب اس کی ساس نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کہا کہ اگر تو جانا ہے تو میری بیٹی کو جو تیری جورو ہے طلاق دے کر جا، کہ پھر تجھ سے کچھ واسطہ نہ رہے، اور پھر آخر جب زید نے پوچھا، کہ میں کیا کہوں، تو اس کی ساس نے کہا کہ تو یہ کہہ کہ میں نے طلاق دی، یعنی اپنی جورو کو جو سائلہ کی بیٹی ہے، اور ذکر مفعول نہیں کیا بقرینہ قاطعہ کہ قائم ہے، اور تقدیر مفعول کے اور مقدر در حکم مذکور ہے، خصوصاً ایسے مقام میں کہ ساس زید کی اس تصریح و تعریف و تعیین و تخصیص کے ساتھ پہلے کہہ چکی، کہ اگر تو جاتا ہے، تو میری بیٹی کو جو تیری جورو ہے طلاق دے کر جا، اہل اصول اور اہل معانی اور نحاۃ کو اتفاق ہے، اس پر کہ اگر قرینہ قائم ہو اور تقدیر مفعول کے علی التعیین تو واجب ہے تقدیر اس کی، اور یہ مقدر مثل ملفوظ ہے، فی شرح[1] المختصر اذا ظهرت قرينة دالة على تقدير المفعول به يعينه تعين التقدير انتهى وفي المطول ان قصد تعلقه بمفعول غير مذكور وجب التقدير بحسب القرائن الدالة على تعيين المفعول ان عاما فعام وان خاصا فخاص انتهى، پس اس صورت زید کا یہ کہنا اس کے جواب میں کہ دی بمنزلہ اس کلام کے ہے، کہ میں نے طلاق دی اپنی جورو کو جو تیری بیٹی ہے، کیونکہ کلام اس کا خارج ہوا ہے مخرج جواب سے، اور جواب متضمن ہے اعادہ اس چیز کو کہ مذکور ہے سوال میں، اور اس پر اتفاق ہے جمیع اہل اصول و فقہاء کو فی[2] التحقیق شرح الحاصی الکلام لما خرج مخرج الجواب للمتقدمه غير من اصل على قدر الجواب يقيد ما سبق وصار ما ذكر في السؤال كالمعاد في الجواب لانه بناء عليه انتهى۔ اللفظ الذي ورد بعد سؤال يعني يكون له تعلق بذلك السؤال ان خرج مخرج الجواب في الظاهر يحمل على الجواب هكذا في التوضيح والتلويح في غاية البيان ان كلامه خرج مخرج

---

[1] شرح مختصر میں ہے، جب کوئی قرینہ مفعول کے مقدر ہونے پر ہو تو اس کو مقدر کرنا ضروری ہوگا، اور مطول میں ہے کہ اگر اس کے تعلق کا ارادہ مفعول غیر مذکور سے ہو، تو قرائن دالہ کی بنا پر مفعول مقدر کی تعیین کی جائے گی، اگر عام ہے تو عام، اور اگر خاص ہے، تو خاص ۱۲

[2] کلام جب جواب کے طور پر صادر ہو جو کہ پہلے سوال ہو چکا ہے اور سوال کے جواب سے وہ جواب زائد نہ ہو، تو وہ جواب پہلے سوال سے مقید ہوگا، اور سوال کی عبارت گویا دہرا دی جائے گی، کیونکہ اس کے جواب کی بنا اسی سوال پر ہے، وہ الفاظ جو سوال کے بعد وارد ہوں گے، ان کا تعلق سوال سے ہوگا، اگر وہ جواب کے طور پر صادر ہوئے ہیں، اگر اس کی کلام جواب کے طور پر صادر ہو، اور جواب بن سکتی ہو، تو جواب میں وہی مراد ہوگی، جو سوال میں مراد ہے، کیونکہ جواب سوال کو متضمن ہوتا ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الجواب وامکن جعلہ جوابا فیکون المراد فی الجواب ماھو المراد فی السوال لان الجواب یتضمن (بیاض فی الاصل) فی الفتاوی النسفیۃ واذا قالت دست باز داشتی مرا فقال داشتم فھذا بمنزلۃ مالو قال دست باز داشتمت لان کلامہ خرج جوابا فیتضمن اعادۃ ما فی السوال انتہی۔ اور جب زید نے مکرر سہ کرر ہر سوال کے بعد یہی کہا کہ دی دی دی تو طلاق سہ گانہ اس کی جورو پر جو سائلہ کی بیٹی ہے واقع ہو گئی، اور عذر زید کا کہ میں نے یہ الفاظ بہ نیت چھوڑنے کے نہیں کہے تھے مقبول نہیں ہے، فی الخانیۃ لو اخذتہ ام امرأتہ وقالت لا ادعک ان تخرج الی السفر حتی تطلق بنتی فقال دختر را سہ طلاق وقال لم انو امرأتی طلقت امرأتہ قضاءً انتہی۔ فی الخلاصۃ امرأۃ طلبت الطلاق من زوجھا فقال دادم یکے ودو سہ یقع الثلاث بدون النیۃ انتہی۔ اور اضافت طرف زوجہ کے یعنی اضافت معنویہ کہ وہ شرط وقوع طلاق ہے، اس مقام میں موجود ہے کیونکہ وہ عام ہے، خواہ بخطاب ہو یعنی کاف یا ضمیر منفصل کے ساتھ نحو طلقتک وانت طالق وزینب طالق کما فی الطحطاوی حاشیۃ در المختار۔ اس لئے کہ جب زید نے اس کلام کے جواب میں کہ تو یہ کہہ کہ میں نے اپنی جورو کو جو سائلہ کی بیٹی ہے طلاق دی یہ کہا کہ دی، اور وہ بمنزلہ اس کلام کے ہے کہ میں نے طلاق دی اپنی جورو کو جو تیری بیٹی ہے، پھر اب اس سے بڑھ کر اور کیا تصریح ہوگی، اور بعد متحقق ہونے اس اضافت وقصد کے پھر اب یہ عذر زید کا کہ میں نے یہ الفاظ بہ نیت چھوڑنے کے نہیں کہے تھے قضاءً مسموع نہ ہوں گے فی کنز الدقائق قالت مرا طلاق دہ فقال دادہ گیر وکردہ گیر او دادہ باد وکردہ باد لا یقع الا ان ینوی

---

۱؎ اگر عورت کہے، تو نے مجھے آزاد کر دیا، مرد نے کہا کر دیا" تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس نے کہا "میں نے تجھ کو آزاد کر دیا" اس لئے کہ اس کا کلام جواب کے طور پر صادر ہوا ہے، لہٰذا سوال کے مضمون کے اعادہ کا متضمن نہ ہوگا ۱۲ ۲؎ اگر بیوی کی ماں داماد کو کہے کہ تو سفر پر جاتا ہے تو میں تجھ کو اس وقت تک نہ چھوڑوں گی جب تک تو میری بیٹی کو طلاق نہ دے دے، اس نے کہا "بیٹی کو تین طلاق" اور پھر کہے میں نے اپنی عورت مراد نہیں لی تھی، تو اس کی عورت کو طلاق ہو جائے گی، اگر کوئی عورت اپنے خاوند سے کہے "مجھے طلاق دے دے" اس نے کہا "میں نے دی ایک، دو، تین" تو تینوں طلاقیں ہو جائیں گی، اگرچہ نیت نہ ہو ۱۲ ۳؎ عورت نے کہا مجھ کو طلاق دے دے، مرد نے کہا دیدی سمجھ کر دی سمجھ تو طلاق نیت سے واقع ہو گئی، اور اگر کہے دیدی ہے مروی ہے، تو بغیر نیت کے طلاق واقع ہو جائے گی ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ولو قال داده است وکرده است یقع نوی او کا ننتی اور فتوے روایت متون پر ہے جو موضوع ہیں واسطے نقل مذہب کے خصوصاً ایسا متن جیسا کہ کنز ہے، اور یاین ہمہ ضوابط اصول وفقہ اور روایات جزئیہ فقہیہ کتب معتبرہ شروح اور فتاوے معتمدہ مؤید اس کے ہیں، واللہ اعلم بالصواب، حررہ العبد المسکین محمد صدر الدین۔

سید محمد نذیر حسین

**مسئلہ**:۔ زید نے اگر اس طرح پر طلاق دی کہ طلاق طلاق طلاق اور لفظ تجھ کو یا اس کو نہ ملایا تو اس صورت میں کوئی طلاق نہ پڑی فقط طلاق طلاق طلاق کہنا لغو ہوا اور نکاح بدستور باقی رہا اور جو یوں کہا کہ تجھ کو طلاق دی تین بار اس طرح پر کہا تو اس صورت میں صرف ایک طلاق پڑی، زید اپنی زوجہ سے مل جاوے، ہاں اگر اس کا پکڑ لے یا گلے سے مل جاوے یا اس سے صحبت کر لے کہ رجوع ثابت ہو جاوے اور زید اب سے دو طلاق کا مالک رہے گا جیسا حدیث صحیح مسلم وغیرہ سے ثابت ہے اور تفصیل اس کی اغاثۃ اللہفان میں ہے، واللہ اعلم۔

سید محمد نذیر حسین

حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک روز باہم زن و شوہر کی کسی امر میں تکرار و تنازع ہوئی اور شوہر نے کسی بات کے جواب میں کہا، کہ جو عورتیں ایسا کرتی ہیں وہ لائق طلاق کے ہوتی ہیں اور اس نے بھی فلاں کام کیا ہے، تو میں نے اس کو طلاق دی، پس شوہر مذکور نے ایک دفعہ یہ کہا، مگر اس وقت کا کوئی گواہ نہیں لیکن شوہر کو اقرار ہے پھر لڑائی کی نوبت ہونے لگی اور ساس نے داماد سے لڑائی کی اور کہتی رہی، کہ یہ اپنی بی بی طلاق دے چکا ہے، پھر اس کے جواب میں کئی آدمیوں کے روبرو کئی مرتبہ بطور اخبار بیان کرتا رہا کہ میں طلاق دے چکا ہوں اور ان آدمیوں پر کیا موقوف ہے، تو سو آدمیوں کے روبرو کہلوائے کہ میں طلاق دے چکا ہوں اور دوں گا، اور یہی لفظ شوہر مذکور نے گھر میں بہت دفعہ کہا، اور گھر سے باہر گلی میں بھی کہا، اور بازار میں بھی، اور جس نے پوچھا اس سے یہ کہتا رہا، کہ میں طلاق دے چکا ہوں یعنی تخمیناً قریب سو مرتبہ کے کہا ہوگا، پس اس صورت میں حنفی مذہب میں کے طلاق واقع ہوگی، ایک یا زیادہ اور اگر ایک واقع ہوگی تو رجعی یا بائن، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ در صورت مرقومہ ایک طلاق رجعی ہوگی اور باقی اخبار میں محسوب ہوں گی، ولو قال لامرأتہ انت طالق فقال لرجل ما قلت فقال طلقتہا او قال قد طلقتہا او طالق

---

لہ اگر مرد نے اپنی عورت سے کہا تجھے طلاق ہے، اور کسی آدمی نے پوچھا تو نے کیا کہا ہے اس نے کہا میں نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ذهی واحدة فی القضاء کذا فی البدائع هکذا فی الفتاوی العالمگیریة بغرض ایک طلاق بطور ارشاد کے واقع ہوگی اور باقی تمام اخبار وحکایت میں شمار ہوں گی پس شوہر مذکور کو اندر عدت کے رجعت کرنا درست ہے اور بعد گذر جانے عدت کے تجدید نکاح کی ضرورت ہوگی واللہ اعلم۔ حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ

**سید محمد نذیر حسین**

**سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ہم چہار کس گواہان بابت طلاق اظہار اپنا مفصلہ ذیل عرض کرتے ہیں، سو اول گواہ کا یہ بیان ہے کہ مسمی احمد نے میرے روبرو طلاق اپنی زوجہ کو اس طرح دی کہ اس کو طلاق دی دی دی، دوسرے کا بیان ہے کہ میرے روبرو مسمی مذکور نے اس طرح پر کہا کہ میں نے اس کو طلاق دی، تیسرے کا یہ بیان ہے کہ میرے روبرو مسمی مذکور نے لفظ طلاق کا اس طرح پر کہا کہ طلاق دی دی دی، چوتھے کا یہ بیان ہے کہ مسمی مذکور نے ایک دفعہ لفظ طلاق کا اس طرح پر کہا کہ میں نے اس کو طلاق دی، اور پھر دی دی دی، کہتا رہا، لہٰذا استفسار یہ ہے کہ از روئے گواہی گواہان مذکورین طلاق رجعی ثابت ہوئی یا مغلظہ جواب فقہ سے عنایت ہو، بینوا توجروا۔

**الجواب:** حسب مطابقت اظہار چاروں گواہوں کے ایک طلاق رجعی واقع ہوئی کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جب لفظ طلاق کا مکرر ہو تو طلاق متعدد واقع ہوگی، ورنہ نہیں اور صورت سوال سے تکرار لفظ طلاق کا پایا نہیں جاتا، تو طلاق متعدد اور مکرر نہیں واقع نہ ہوں گی سوحتی تکرر لفظ الطلاق بحرف الواو او بغیر حرف الواو تتعدد الطلاق وان عین بالثانی الاول لم یصدق فی القضاء کذا فی الفتاوی العالمگیریة والطحطاوی وغیرهما واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ

**سید محمد نذیر حسین**

**سوال:** ایک شخص نے اپنی زوجہ کو یہ کہا کہ تجھ طلاق دے دوں، اس نے کہا دے دو، پھر کہا کہ دے دوں، پھر اس نے کہا دے دو، پھر کہا کہ دے دوں، پھر اس نے اسی طور سے کہا، آیا یہ طلاق ہوئی یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب:** صورت مسئولہ میں طلاق واقع نہیں ہوئی اس واسطے کہ یہ کلمہ استفسار

---

عورت کو طلاق دی ہے، یا کہنے سے طلاق ہوگئی ہے، تو یہ فیصلہ میں ایک طلاق شمار ہوگی ۱۲ ۵۳ اور جب طلاق کے لفظ کو واو راور کے ساتھ یا اس کے بغیر مکرر ادا کرے گا، تو طلاقیں متعدد ہو جائیں گی، اگر وہ دوسرے لفظ کے ساتھ پہلے کی تعیین کرے تو فیصلہ میں اس کی تصدیق نہ ہوگی ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



زوج رضا سے زوجہ کا ہے اور استفسار رضا سے طلاق واقع نہیں ہوتی جیسا کہ کتب فقہ سے ظاہر ہے ولو قالت[1] انت طالق ان شئت فقالت شئت ان شئت فقال شئت وان نوی الطلاق شرح وقایہ وھکذا فی الھدایہ والکنز پس ایسی صورت میں ایک بار پوچھے یا دو بار پوچھے یا تین بار طلاق ثابت نہیں ہوتی، واللہ اعلم

سید محمد نذیر حسین

حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ

**سوال**:- ایک شخص کو جبراً رشتہ داران عورت نے اپنے مکان میں بند کر کے بطور خود طلاق نامہ لکھوالیا اور وہ مجبور ناراض رہا، جب رشتہ داران عورت نے چھوڑا، اسی وقت شخص مذکور نے حاکم کے روبرو جاکر فریاد کی، کہ جبراً مجھ سے طلاق نامہ لکھوالیا ہے سو یہ طلاق نامہ عند الشرع جائز ہے یا ناجائز، بینوا توجروا۔

**الجواب**:- درصورت مرقومہ معلوم کرنا چاہیئے کہ مذہب حنفی میں مکرہ سے جبراً طلاق نامہ لکھوا لینے سے طلاق واقع نہیں ہوتی، ہاں اگر مکرہ طلاق زبان سے دے تو واقع ہوتی ہے، اور صورت مسئولہ سے طلاق نامہ کا لکھوانا ظاہر ہوتا ہے، نہ زبان سے کہلانا پس اس صورت میں طلاق نامہ کے فقط لکھوا لینے سے طلاق واقع نہ ہوگی۔ ویقع طلاق کل زوج عاقل بالغ ولو مکرھا کذا فی کنز الدقائق ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو عبدا او مکرھا فان طلاقہ صحیح لا اقرارہ بالطلاق کذا فی تنویر الابصار والدر المختار ولو اکرہ علی ان یکتب طلاق امرأتہ فکتب لا تطلق لان الکتابۃ اقیمت مقام العبارۃ باعتبار الحاجۃ ولا حاجۃ ھنا کذا فی الخانیۃ ھکذا فی الطحطاوی وغیرہ من کتب الفقہ واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ السید محمد نذیر حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

---

[1] اگر کوئی کہے، اگر تو چاہے، تو تجھے طلاق ہے، عورت کہے، اگر تو چاہے، تو میں بھی چاہتی ہوں، اور وہ کہے، کہ میں تو چاہتا ہوں، تو اس صورت میں طلاق نہ ہوگی، خواہ اس کی نیت طلاق کی ہو ۱۲۔

[2] طلاق ہر ایک عاقل بالغ خاوند کی جائز ہے، اگرچہ وہ مجبور ہو، ہر عاقل بالغ خاوند کی طلاق واقع ہوگی، اگرچہ وہ غلام یا مجبور ہو، اس کی طلاق صحیح ہے، طلاق کا اقرار صحیح نہیں، اگر کسی کو اپنی عورت کی طلاق لکھنے پر مجبور کیا جائے، اور وہ لکھ دے، تو طلاق نہیں ہوگی، کیونکہ کتابت عبارت کے قائم مقام ہے، ضرورت کی وجہ سے اور یہاں کوئی ضرورت نہیں ۱۲

04226
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ ہندہ نے بگواہی گواہان بیان کیا، کہ مجھ کو زید نے فلاں تاریخ میں طلاق دی ہے، مگر زید کا بیان ہے، کہ میں اس تاریخ میں مقام خورجہ میں اپنی نوکری پر موجود تھا، اور میری موجودگی کے گواہ مقام مذکور میں ایک انبوہ کثیر وجم غفیر ہے، اب از روئے شرع شریف یہ گواہ زید کے معتبر ہیں یا نہیں، اور انکی شہادت لائق اعتبار ہے یا نہیں، فقط۔

**الجواب**:۔ درصورت مرقومہ واضح ہو، کہ گواہان اثبات کے معتبر ہوتے ہیں اور گواہان نفی کے مسموع نہیں ہوتے، مگر جس صورت میں کہ ایک انبوہ کثیر وجم غفیر ہوں، تو مسموع اور مقبول ہوں گے، چنانچہ فتاوے عالمگیری اور اشباہ وغیرہ میں مذکور ہے۔ اذا اقامت المرأة رجلين ان فلانا طلق امرأته يوم النحر بالكوفة واقام فلان البينة انه كان في ذلك اليوم حاجا بمنى فالبينة بينة المدعى ولا يلتفت الى بينة المدعى عليه الا ان تاتي العلة وتشهد بذلك فيؤخذ بشهادتهم كذا في الذخيرة هكذا في العالمگيرية وتقبل بينة النفي المتواتر كما في الظهيرية والبزازية كذا في الاشباه والنظائر وقد اطنب البزازي فيه في نوع في الشهادة على النفي انتهى ما في الحموي پس صورت مسئولہ میں گواہان زید کے معتبر ہیں اور ان کی شہادت لائق اعتبار ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

حررہ السید شریف حسین عفی عنہ

| |
|---|
| از شرف سید کونین شاہ شریف حسین |
| سید محمد نذیر حسین |

**سوال**:۔ زن مطلقہ بالثلاث بسہ اطہار گشت، بعد طلاق اخیر بران مطلقہ مسطورہ عدت سہ حیض لازم است یا نہ، و فاطمہ بنت قیس مطلقہ بالثلاث بسہ اطہار شدہ بود یا بیک طہر بر تقدیر اول قول صلی اللہ علیہ وسلم فاعتدی عند ابن ام مکتوم از کدام عدت

---

لہ اگر عورت دو گواہ پیش کرے، کہ فلاں آدمی نے قربانی کے دن اپنی عورت کو کوفہ میں طلاق دی ہے، اور وہ آدمی دلیل پیش کرے کہ وہ یوم النحر کو منیٰ میں حج کرنے کے لئے گیا ہوا تھا تو اس عورت کا بیان معتبر ہوگا، اور مدعی علیہ کی دلیل پر غور نہ کیا جائے گا، ہاں اگر عام حاجی آکر شہادت دیں، کہ واقعی وہ منیٰ میں تھا، تو پھر مدعی علیہ کا بیان تسلیم کیا جائے گا عالمگیری میں ہے، نفی متواتر کی شہادت قبول کی جائے گی ۱۲

www.KitaboSunnat.com



است، عدت بالقی یا عدت سہ حیض، بینوا توجروا۔

**الجواب:** بران عورت کہ بر سر ہر طہر مطلقہ شدہ بود بعد طلاق اخیر یک حیض لازم است و ابن ماجہ از عبداللہ بن مسعود مروی است۔ قال طلاق السنۃ ان یطلقھا عند کل طھر تطلیقۃ فاذا طھرت الثالثۃ طلقھا وعلیھا بعد ذلک حیضۃ و نیز مقتضار قول

---

صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا تھا کہ "ابن ام مکتوم کے پاس عدت گزار لے" یہ عدت کون سی تھی، بقایا عدت تھی، یا تین حیض کی عدت؟

الجواب:۔ جس عورت کو تین طہروں میں طلاقیں ہوئی ہوں، اس پر آخری طلاق کے بعد صرف ایک حیض عدت ہے، چنانچہ ابن ماجہ میں عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے، کہ آپ نے کہا، سنت طلاق یہ ہے کہ ہر طہر پر اس کو ایک طلاق دی جائے، جب تیسرے حیض سے پاک ہو، اور اس کو طلاق دے، تو اس کے بعد

---

(۱) قولہ قال طلاق السنۃ ان یطلقھا عند کل طھر اخ سندہ فی سنن ابن ماجہ فی باب طلاق السنۃ ھکذا حدثنا علی بن میمون الرقی ثنا حفص بن غیاث عن الاعمش عن ابی اسحاق عن ابی الاحوص عن عبداللہ قال فی طلاق السنۃ ان یطلقھا الخ ابن ماجہ مصری جلد ۱ صفحہ ۳۱۹ واخرجہ ایضا النسائی فی باب طلاق السنۃ اخبرنا احمد بن یحیی بن ایوب قال ثنا حفص بن غیاث قال ثنا الاعمش عن ابی اسحاق عن ابی الاحوص عن عبداللہ انہ قال طلاق السنۃ تطلیقۃ وھی طاھر فی غیر جماع فاذا حاضت وطھرت طلقھا اخری فاذا حاضت وطھرت طلقھا اخری ثم تعتد بعد ذلک بحیضۃ قال الاعمش سالت ابراھیم فقال مثل ذلک، نسائی مطبوعہ نظامی صفحہ ۵۳ وقال الدارقطنی نا الحسین والقاسم انا اسماعیل المحاملی قالا نا ابو السائب سلم بن جنادۃ نا حفص بن غیاث عن الاعمش عن ابی اسحاق عن الاحوص عن عبداللہ قال طلاق السنۃ ان یطلقھا

---

(ترجمہ) (۱) قال طلاق السنۃ ان یطلقھا عند کل طھر الخ اس کی سند ابن ماجہ نے "باب طلاق السنۃ" میں اس طرح ذکر کی ہے، حدثنا علی بن میمون الرقی ثنا حفص بن غیاث عن الاعمش عن ابی اسحاق عن ابی الاحوص عن عبداللہ قال فی طلاق السنۃ ان یطلقھا الخ ابن ماجہ طبع مصر جلد ۱ صفحہ ۳۱۹، نسائی نے باب طلاق السنۃ کے ذیل میں اس حدیث کی سند اس طرح بیان کی ہے۔ اخبرنا احمد بن یحیی بن ایوب قال ثنا حفص بن غیاث قال ثنا الاعمش عن ابی اسحاق عن ابی الاحوص عن عبداللہ انہ قال طلاق السنۃ الخ، نسائی طبع نظامی صفحہ ۵۳، دارقطنی حسین اور قاسم کے واسطہ سے یہ حدیث اس طرح روایت کرتے ہیں۔ طلاق السنۃ ان یطلقھا فی کل طھر تطلیقۃ، طلاق سنت یہ ہے کہ ہر طہر میں عورت کو ایک طلاق دی جائے، سنن دارقطنی جلد ۲ صفحہ ۴۲۷

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فی کل طہر تطلیقۃ فاذا کان اٰخر ذلک فتلک العدۃ التی امر اللہ بہا انتہی سنن الدارقطنی ج۴ صفحہ ۴۳۷ قال فی التعلیق المغنی علی سنن الدارقطنی قولہ عن عبد اللہ قال الحدیث اسنادہ صحیح انتہی وقابل ان معنی قولہ ثم تعتد بعد ذلک بحیضۃ المراد بالحیضۃ العدۃ فلم ار ھذا المعنی فی غریب الحدیث و شروح المستبرۃ وغیر ذلک من کتب اللغۃ واللہ اعلم وقال الزیلعی قولہ روی عن علی وابن مسعود وابن عباس ان ابتداء العدۃ فی الطلاق عقیب الطلاق وفی الوفاۃ عقیب الوفاۃ قلت اما حدیث علی فاخرجہ البیہقی عنہ قال العدۃ من یوم یموت او یطلق انتہی واما حدیث ابن مسعود فرواہ ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ حدثنا وکیع ویحیی بن ادم عن شریک عن ابی اسحاق عن عبد الرحمن بن یزید عن عبد اللہ بن مسعود قال العدۃ من یوم یموت او یطلق انتہی ورواہ الطبرانی فی معجمہ حدثنا محمد بن عمرو بن خالد الحرانی ثنا ابی ثنا زہیر عن ابی اسحاق عن الاسود عن مسروق وعبیدۃ عن عبد اللہ فذکرہ واما حدیث ابن عباس فغریب وذکرہ فی کتاب ابن المنذر وروی ابن ابی شیبۃ حدثنا ابن عیینۃ عن ایوب عن عمرو بن دینار عن جابر بن زید عن ابن عباس قال العدۃ من یوم یموت انتہی اٰخر جہ ایضا ابن ابی شیبۃ حدثنا ابو معاویۃ عن عبید اللہ عن نافع عن ابن عمر قال عدتہا من یوم طلقہا او من یوم یموت انتہی وھذا اسناد صحیح واخرج نحوہ عن عطاء ومجاہد وابن المسیب وسعید بن جبیر وابن سیرین وعکرمۃ ونافع وابی قلابۃ وابی العالیۃ والشعبی والنخعی والزہری وعبد الرحمن بن یزید ومکحول باسانید جیدۃ انتہی نصب الرایہ ص۲۴۸ ج۳

التعلیق المغنی علی سنن الدارقطنی میں ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے، اس حدیث کے آخر میں جو یہ الفاظ ہیں کہ تیسری طلاق کے بعد عورت ایک حیض عدت گذارے، شرح منتہی اور کتب لغت نیز غریب الحدیث کی کتب میں یہ معنی میری نظر سے نہیں گذرے، زیلعی کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ طلاق کی صورت میں عدت کی ابتدا طلاق کے بعد سے متصور ہوگی، نیز وفات کی صورت میں عدت کا شمار وفات کے بعد سے ہوگا، ابن مسعود کی اس حدیث کو ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں وکیع اور یحیی بن آدم سے روایت کیا ہے، وہ شریک سے عن ابی اسحاق عن عبد الرحمن بن یزید عن عبد اللہ بن مسعود قال العدۃ من یوم یموت او یطلق انتہی کہ عدت کا شمار وفات کے وقت سے اور طلاق کی صورت میں طلاق کے بعد سے شروع ہوگا، طبرانی نے اپنی معجم میں بھی اسے ذکر کیا ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث غریب ہے، ابن المنذر اور ابن ابی شیبہ نے ابن عیینہ عن ایوب عن عمرو بن دینار عن جابر بن زید کے سلسلہ سند کے ساتھ ابن عباس سے یہ الفاظ روایت کئے ہیں العدۃ من یوم یموت انتہی عدت کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جل وعلا فطلقوهن (۱) لعدتهن ہمیں است، کہ طلاق بدین طور دادہ شود، کہ بروقت عدت آسان گردد پس اگر بعد طلقہ ثالثہ تمام عدت لازم باشد مشقت عظیمہ بروعاید گردد ہذا۔ و فاطمہ بنت قیس بقول راجح مطلقہ بسہ طلاق متفرقات گشتہ چنانچہ در بعض روایات مسلم صراحۃ موجود است وطلقها آخر ثلث تطليقات ونیز طلقها طلقة كانت بقيت من طلاقها۔ پس

اس پر صرف ایک حیض عدت ہے، اللہ تعالیٰ کے قول کہ ان کو ان کی عدت پر طلاق دو کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اس طریقہ سے طلاق دی جائے کہ اس پر عدت گذارنا آسان ہو جائے، اگر تیسری طلاق کے بعد بھی اس کو تین حیض عدت گذارنا پڑے، تو اس پر بڑی مشقت ہوگی، اور راجح قول کے مطابق فاطمہ بنت قیس کو متفرق طور پر تین طلاقیں ہوئی تھیں چنانچہ مسلم میں صراحت ہے، کہ اس کو تین طلاقوں میں سے آخری طلاق دی اور یہ لفظ بھی ہیں کہ اس نے اس کو وہ طلاق دی

ومقتضى هذه الآثار ايضا ان تلك المرأة تعتد بعد ذلك بحيضة لانه اذا كان ابتداء العدة من حين الطلاق الاول ففي هذه المسئلة لا يخفى انه بعد الطلقة الثالثة قد مضت حيضتان فلا يبقى بعدهما الا واحدة۔ والله اعلم وعلمه اتم ابو سعید محمد شرف الدین

(۱) قوله فطلقوهن لعدتهن الخ اى وقتها وهو الطهر اى لطهرهن الذى يحيضه من عدتهن قوله واحصوا العدة اضبطوها اى ابتداءها وانتهاءها لتعلموا ما تعلق من الرجعة وغيرذلك كذا فى جامع البيان فى تفسير القرآن وقال فى الجلالين تمت قوله تعالى والمطلقات يتربصن بانفسهن ثلاثة قروء تمضى من حين الطلاق انتهى وهذا ايضا يدل على ما قال المجيب سلمه الله تعالى، والله تعالى اعلم۔ ابو سعید محمد شرف الدین عفی عنہ

ابتداء موت کے دن سے ہوگی اس سلسلہ سند کی صحت پر بہت سے علماء جرح وتعدیل متفق ہیں، عطاء، مجاہد ابن المسیب، سعید بن جبیر، ابن سیرین، عکرمہ، نافع مولی ابو قلابہ، ابو العالیہ، شعبی، نخعی، زہری، عبد الرحمن بن یزید اور مکحول جیسے اعاظم سے بھی اسانید جیدہ کے ساتھ اس قسم کے الفاظ ثابت ہیں، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو نصب الرایہ جلد ۲ ص ۸۴۔ ان تمام آثار کا خلاصہ یہ ہے کہ جب عدت کا شمار روز طلاق سے ہے، تو وہ طلاقوں میں دو حیض پورے ہو چکے ہوں گے، اور تیسری طلاق کے بعد ایک ہی حیض گذرنے کے بعد مطلقہ کی عدت پوری ہو جائے گی، واللہ اعلم۔

(۲) قوله طلقوهن لعدتهن الخ تفسیر جامع البیان میں اس آیت کے ذیل میں مرقوم ہے، کہ اس سے عدت کا وقت مراد ہے، تاکہ عدت کی ابتداء اور انتہا کا پتہ چل سکے، جلالین میں ہے والمطلقات يتربصن بانفسهن ثلاثة قروء کے تحت ہے، تمضى من حين الطلاق یعنی تین حیض طلاق کے روز سے شمار ہوں گے، واللہ اعلم

(ابو سعید محمد شرف الدین عفی عنہ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بعد ثبوت این کہ این سہ طلاق متفرق بود است وحدیث قصہ فاطمہ بنت قیس از ذکر عدت طلاق اخیر ساکت است پس لابد کہ این حدیث مجمل را بحدیث مفصل محمول کردہ حکم مفصل متعین کردہ آید، وآن این کہ فاطمہ بنت قیس فقط برائے قضاء حیضہ واحدہ کہ از عدت وے باقی است، در بیت ابن ام مکتوم توقف ساختہ ہذا واللہ اعلم

حررہ محمد عبد الحق المتانی ۲۳ محرم ۱۳۱۸ھ

سید محمد نذیر حسین

---

جو اس کی باقی رہ گئی تھی اور آخری طلاق کے بعد فاطمہ کے قصہ میں عدت کے متعلق حدیث خاموش ہے پس ضروری ہے کہ اس حدیث مجمل کو حدیث مفصل پر محمول کیا جائے اور وہ یہ ہے کہ فاطمہ بنت قیس نے ایک حیض کی عدت جو اس کی باقی تھی گذارنے کے لئے ابن ام مکتوم کے گھر میں رہائش کی، واللہ اعلم ۱۲

محکمہ اوقاف وقرآنیں سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# کتاب الظہار

**سوال:** ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص اپنی عورت کو ماں بہن یا بیٹی کہے بغیر تشبیہ دینے اس بات کے کہ تو مثل میری ماں یا بہن یا بیٹی کے ہے، تو ظہار ثابت ہوا یا نہیں، ایک شخص کے اپنی عورت کو اتنے ہی لفظ ماں یا بہن مطلق کہنے پر بغیر تشبیہ کے جن لوگوں نے تعزیر لگا دی ہے، وہ تعزیر شرع سے ہے یا رائے قاضی فقط۔

**الجواب:** ۔ اپنی عورت کو ماں یا بیٹی یا بہن کہنے سے بغیر تشبیہ کے ظہار ثابت نہیں ہوتا، اور شرعاً اس لفظ کہنے والے پر کچھ تعزیر بھی نہیں ہے، ہاں ایسا لفظ کہنا نہیں چاہیے پس صورت مسئولہ میں ظہار ثابت نہیں ہوا، اور جن لوگوں نے اس شخص پر صرف اتنا کہنے سے تعزیر لگائی ہے، وہ خلاف شرع ہے، فتاوی عالمگیری میں ہے۔ لو قال لها انت امی لایکون مظاهرا وینبغی ان یکون مکروها ومثله ان یقول یا بنتی ویا اختی انتهی واللہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ عبد الحفیظ

سید محمد نذیر حسین

**سوال:** ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک کام سے اپنی زوجہ کو منع کیا، اور کہا، کہ تو یہ کام مت کر، ورنہ طلاق دوں گا، مگر اس نے نہ مانا پس زید نے اس کو کہا، کہ تو میری بہن ہے، اور میں نے تجھ کو طلاق دی، اور زید سے اس بارہ میں جس نے دریافت کیا، زید نے جواب دیا، کہ میں نے طلاق دے دی، اب سوال یہ ہے کہ صورت مذکورہ میں زید کا اپنی زوجہ کو یہ کہنا، کہ تو میری بہن ہے، ظہار ہوا یا نہیں، وہ رجوع کر سکتا ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب:** ۔ صورت مذکورہ میں زید کا اپنی زوجہ کو یہ کہنا، کہ تو میری بہن ہے، ظہار

---

لہ اگر عورت کو کہے تو میری ماں ہے، تو اس سے ظہار نہیں ہوگا، لیکن یہ بات بہت بری ہے، اور اسی طرح اگر بیوی کو بیٹی یا بہن کہہ کر بلائے، تو یہ بھی برا ہے لیکن ظہار نہیں ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اپنی زوجہ کو بہن کہتے ہوئے سنا تو آپ نے اسے برا جانا، اور اس شخص کو اس بات سے منع کیا، لیکن اس پر ظہار کا حکم نہیں لگایا، چنانچہ ابوداود میں ہے۔ عن ابی تمیمۃ الہجیمی ان رجلا قال لامراتہ یا اخیۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اختک ھی فکرہ ذلک ونھی عنہ اور حنفی فقہ میں بھی یوں ہی ہے، چنانچہ درمختار میں ہے ویکرہ قولہ انت امی ویا ابنتی ویا اختی ونحوہ اور شامی میں ہے۔ قولہ ویکرہ اھ جزم بالکراھۃ تبعا للبحر والنہر والذی فی الفتح وفی انت امی لا یکون مظاھرا وینبغی ان یکون مکروھا فقد صرحوا بان قولہ لزوجتہ یا اختی مکروہ انتہی۔ اور صورت مذکورہ میں زید رجوع کر سکتا ہے کیونکہ زید نے ایک ہی طلاق دی ہے، اور طلاق ایک سے دو تک رجعی ہوتی ہے۔ قال اللہ تعالی الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان۔ ہاں البتہ رجوع کرنے کے لئے عدت کا باقی رہنا ضروری ہے، اور اگر عدت گذر گئی ہے، تو پھر سے نکاح کرنا ضروری ہے، واللہ اعلم بالصواب، حررہ عبدالحی اعظم گڈھی عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**مسئلہ:** جو شخص اپنی منکوحہ کو والدہ یا بہن یا نانی وغیرہ کہے، تو یہ کہنا اس کا لغو ہے، اس کا نام ظہار نہیں ہے، اس پر احکام ظہار کے مترتب نہیں ہونگے، ہاں اس کا یہ کہنا خلاف کراہت سے نہیں ہے، اور ظہار شرعاً اس کا نام ہے کہ مرد اپنی بی بی کو یوں کہے، تو میرے اوپر مثل پشت ماں میری کے ہے، اس صورت میں بی بی اس کی اس پر حرام ہو جاتی ہے، اور اس سے وطی کرنا اور اس کا بوسہ لینا اور اس کا چھونا حرام ہو جاتا ہے جب تک کہ وہ مرد کفارہ ظہار کا ادا نہ کرے، اور کفارہ اس کا یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے، اگر اس کی طاقت نہ رکھتا ہو، تو لگاتار دو مہینے روزے رکھے، اور اگر اس کی بھی طاقت

---

لہ ایک آدمی نے اپنی بیوی سے کہا "اے بہن" تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا یہ تیری بہن ہے" گویا آپ نے اس لفظ کو برا سمجھا، اور اس سے روک دیا ۱۲ سے اور مکروہ ہے اپنی عورت کو کہنا کہ تو میری ماں ہے یا اے بیٹی یا اے بہن، اگر کوئی آدمی اپنی عورت کو کہے، تو میری ماں ہے، تو وہ مظاہر نہیں ہوگا، اور یہ کلمہ مکروہ ہے، اور اس کی صراحت کی ہے، کہ مرد اپنی عورت کو کہے اے بہن" تو یہ مکروہ ہے ۱۲

سے طلاق دو دفعہ ہے، پھر یا تو اچھے طریقہ سے رکھے، یا اچھے طریقہ سے چھوڑ دے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نہ ہو تو ساٹھ مساکین کو کھانا دیوے ۱۲ قال الرجل لامرأتہ انت علی کظہر امی فقد حرمت علیہ ولا یحل لہ وطیہا ولا مسہا ولا تقبیلہا حتی یکفر عن ظہارہ وکفارۃ الظہار عتق رقبۃ فان لم یجد فصیام شہرین فان لم یستطع فاطعام ستین مسکینا للنص الوارد فیہ فانہ یفید الکفارۃ علی ہذا الترتیب کذا فی الہدایۃ وغیرہا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۔ حررہ سید شریف حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

---

۱؎ جب مرد اپنی عورت سے کہے تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے تو وہ اس پر حرام ہو جائے گی، اس سے وطی کرنا چھونا، بوسہ لینا حرام ہوگا، تاوقتیکہ اپنے ظہار کا کفارہ نہ دے، اور ظہار کا کفارہ غلام آزاد کرنا ہے، اگر وہ نہ مل سکے، تو ساٹھ روزے ہیں، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکین کا کھانا ہے، اس میں نص وارد ہے، اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے، کہ کفارہ اسی ترتیب سے واجب ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# کتاب النفقات

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی لڑکی کی شادی کو عرصہ پونے دو برس کا گذرا، اور ابتدائے شادی میں اس کو شوہر موافق دستور[1] اپنے مکان پر بیاہ کر کے لے گیا، بعد ازاں لڑکی کے ماں باپ چوتھی کے روز واپس لے آئے اور اس کا شوہر لڑکی والوں کے مکان پر بھی آتا جاتا رہا، کچھ عرصہ کے بعد اس کے شوہر سے کہا گیا، کہ اپنی بیوی کو لے جاؤ، تو کہتا رہا، کہ ہاں لے جاؤں گا، غرض کہ یوں ہی ٹالتا رہا، اور لڑکی والے ہمیشہ کہتے رہے، کہ اپنی بیوی کو لے جاؤ اس پونے دو برس کے عرصہ میں اس کے شوہر نے دوسری شادی بھی کر لی، اور اس لڑکی کے نان و نفقہ کی کچھ خبر بھی نہ لی، تو لڑکی والوں نے نان و نفقہ کی سرکار میں نالش کی، خدا کے فضل سے وہاں سے مقدمہ جیت گئے، مگر اس لڑکی کے شوہر نے چند مولویوں سے دریافت کر کے، اور سب کو اکٹھا کر کے یہ فتوے لیا، کہ جب لڑکی اپنے ماں باپ کے مکان پر ہو تو نان و نفقہ واجب نہیں ہے، اب دریافت طلب یہ امر ہے، کہ نان و نفقہ بذمہ شوہر اتنے عرصہ کا واجب ہے، یا نہیں؟

**الجواب**:۔ زمانہ گذشتہ کے نفقہ کے سقوط و عدم سقوط میں علماء کا اختلاف ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے، کہ جتنے دنوں تک شوہر نے اپنی زوجہ کو روک رکھا ہے، اتنے دنوں تک کا نان و نفقہ بذمہ شوہر واجب ہے، اور یہی قول ظاہر ہے، اور یہی قول ظاہر حدیث مسلم وہن علیکم رزقہن وکسوتہن بالمعروف کے موافق ہے، اور اسی قول پر صحابہ کرام کا اجماع نقل کیا ہے، بنا علیہ صورت مسئولہ میں اتنے عرصہ کا نان و نفقہ بذمہ شوہر واجب ہے، سبل السلام میں ہے اعلوان للعلماء

---

[1] اور دستور کے موافق ان کا روٹی کپڑا تم پر فرض ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



خلافا فی سقوط نفقۃ الماضی فقیل تسقط للزوجۃ والاقارب وقیل لا یسقطان وقیل یسقط نفقۃ القریب دون الزوجۃ وعللوا ھذا التفصیل بان نفقۃ القریب انما شرعت للمواساۃ لاجل احیاء النفس وھذا قد انتفی بالنظر الی الماضی واما نفقۃ الزوجۃ فھی واجبۃ لاجل المواساۃ ولذا یجب مع غناء الزوجۃ والاجماع الصحابۃ علی عدم سقوطھا فان ثم اجماع فلا التفات الی خلاف من خالف بعدہ وقد قال صلی اللہ علیہ وسلم ولھن علیکم رزقھن وکسوتھن بالمعروف فھما کانت زوجۃ مطیعۃ فھذا الحق الذی لھا ثابت واخرج الشافعی باسناد جید عن عمر رضی اللہ عنہ انہ کتب الی امراء الاجناد فی رجال غابوا عن نسائھم فامرھم ان یامروھم بان ینفقوا او یطلقوا فان طلقوا بعثوا بنفقۃ ما حبسوا وصححہ الحافظ ابو حاتم الرازی وذکرہ ابن کثیر فی الارشاد انتہی۔

یعنی زمانہ ماضی کے نفقہ کے سقوط میں علماء کا اختلاف ہے پس بعض علماء کا قول ہے کہ زوجہ اور اقارب کا نفقہ ساقط ہو جاتا ہے اور بعض کا قول ہے کہ نہ زوجہ کا نفقہ ساقط ہوتا ہے اور نہ اقارب کا اور بعض کا قول ہے کہ اقارب کا نفقہ ساقط ہو جاتا ہے اور زوجہ کا ساقط نہیں ہوتا ہے اور اس تفصیل و تفریق کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اقارب کا نفقہ مواساۃ کے لئے اور احیاء نفس کے لئے مشروع ہوا ہے اور یہ زمانہ گذشتہ کے لحاظ سے منتفی ہو گیا اور لیکن زوجہ کا نفقہ سودہ مواسات کی غرض سے واجب نہیں ہے اسی وجہ سے زوجہ کے غنی ہونے کے ساتھ بھی واجب ہوتا ہے اور نفقہ زوجہ کے عدم سقوط پر صحابہ کا اجماع ہے پس اگر اجماع صحابہ رض ثابت ہے تو اس اجماع کے بعد کسی مخالف کا خلاف قابل التفات نہیں ہے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیویوں کا کھانا اور کپڑا دستور کے مطابق تم لوگوں پر واجب ہے پس جب تک زوجہ فرمانبردار رہے گی اس کا حق ثابت رہے گا اور شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے باسناد جید حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے امیران لشکر کو لکھا کہ جو لوگ اپنی عورتوں سے غائب ہیں ان کو حکم کریں کہ یا تو وہ اپنی عورتوں کو خرچ بھیجیں یا ان کو طلاق دیں اور اگر طلاق دیں تو جتنے دنوں تک ان کو روکا ہے اتنے دنوں تک کا خرچ ان کے پاس بھیجدیں صحیح کہا اس اثر کو حافظ ابو حاتم رازی نے اور ذکر کیا اس کو ابن کثیر نے ارشاد میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



رہی یہ بات کہ اگر زوجہ اپنے والدین کے گھر ہو تو اس صورت میں زوج پر نان و نفقہ واجب ہے یا نہیں، سو واضح ہو کہ اس صورت میں زوج پر نان و نفقہ واجب ہے والدین کے گھر میں زوجہ کے ہونے سے نان و نفقہ ساقط نہیں ہوتا بشرطیکہ ناشزہ نہ ہو، فقہائے حنفیہ نے بھی اس کی تصریح کی ہے، ہاں صغیرہ کے نفقہ کے وجوب کے لئے اتنی قید لگائی ہے، کہ وہ وطی کے قابل ہو، شرح وقایہ میں ہے۔ تجب ھی والکسوۃ والسکنی علی الزوج للعرس سلمۃ کانت او کافرۃ کبیرۃ او صغیرۃ توطأ ولو ھی فی بیت ابیھا انتھی ملخصا اور عالمگیری میں ہے المراۃ اذا کانت صغیرۃ ومثلھا توطأ ولا تصلح للجماع فلا نفقۃ لھا عندنا حتی تصیر الی الحالۃ التی تطیق الجماع سواء کانت فی بیت الزوج او فی بیت الاب انتھی۔ اور جن لوگوں نے یہ فتوے دیا ہے، کہ لڑکی جب اپنے ماں باپ کے مکان پر ہو تو نان و نفقہ واجب نہیں ان کا یہ فتوے غلط ہے پس خلاصہ جواب صورت مسئولہ کا یہ ہے، کہ زید کی لڑکی کا نان و نفقہ بذمہ شوہر واجب ہے، واللہ تعالے اعلم بالصواب حررہ محمد علی فیروزپوری عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ چہ می فرمایند علمائے دین و مفتیان شرع متین در صورتے کہ زوجہ زید فوت شد، و زید آنچہ کہ بنفقہ و بیماری زوجہ خود خرچ کرد از وارثان او طلب می کند پس زید را دعوے خرچہ بیماری از وارثان زوجہ متوفات میرسد یا در نفقہ کہ بر زوج واجب ہست محسوب خواہد بود، و دیگر ماجرا این است کہ روبرو دو چہار مردمان زید زوجہ خود گفتہ، کہ آنچہ حقوق من بر عہدہ تو بود از ان ابرار کردم و آن را بخشیدم پس بریں تقدیر دعوے زوج آنچہ در تیمارداری

---

۱؎ نان و نفقہ لباس و رہائش بیوی کا مرد کے ذمہ ہے، خواہ بیوی کافر ہو یا مومن، بڑی ہو یا چھوٹی، بشرطیکہ وطی کے قابل ہو، اگرچہ وہ اپنے باپ کے گھر میں رہے۔ عورت جب چھوٹی ہو اور اس جیسی لڑکیوں سے وطی ہو سکتی ہو اور وہ ابھی جماع کے قابل نہ ہو تو ہمارے نزدیک اس کا خرچ مرد کے ذمہ نہیں ہے، یہاں تک کہ وہ اس حالت تک پہنچ جائے، کہ جماع کی متحمل ہو سکے، پھر خواہ وہ باپ کے گھر میں ہو یا خاوند کے گھر میں اس کو خرچ ملے گا

**سوال**:۔ زید کی بیوی فوت ہو گئی، اس کی بیماری پر جو خرچ آیا، زید اس کا مطالبہ بیوی کے لواحقین سے کرتا ہے، بتایا جائے، کہ بیوی کی بیماری کا خرچ خاوند کے ذمہ ہوتا ہے یا اس کے لواحقین کے ذمہ، اور علاج معالجہ کا خرچ نفقہ میں شمار ہوتا ہے یا نہیں، علاوہ ازیں زید نے بیوی کو آخری لمحات میں یہ بھی کہا، کہ میرے جتنے بھی حقوق تمہارے ذمہ تھے، وہ سب میں نے تجھ کو معاف کئے، اس اقرار سے بھی بیماری کے اخراجات

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



زوجہ صرف کردہ ازان ابراء و ہبہ از زوج صادر گردیدہ است ساقط شدن می تواند یا نہ و ہم ہبہ مہر مسماۃ مرحومہ در حالت بیماری کہ بہ سبب ولادت حالت بے قراری و بدحواسی بروی طاری بود شرعاً جائز خواہد بود یا نہ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ در صورت مرقومہ نفقہ زوجہ کہ عبارت از طعام و لباس و سکنی است شرعاً بر زوج واجب است بشرط عدم نشوز آن النفقۃ ھی شرعاً الطعام والکسوۃ والسکنی للزوجۃ علی الزوج ولو صغیرا کذا فی تنویر الابصار والدر المختار وھکذا فی الفتاوی العالمگیریۃ والھدایۃ وغیرھا من کتب الفقہ و آنچہ در بیماری زوجہ از اطراف خود خرچ کردہ اند وے احسان و تبرع دراں رجوع نمیرسد زوج را شرعاً۔ المتبرع لا یرجع کذا فی العینی شرح الکنز والھدایۃ والمتبرع لا یرجع فی ھدایۃ برع کذا فی العنایۃ۔ آرے اگر زوج بروقت خرچ کردن ایں چنیں گفتے کہ ایں قدر مال بطریق استدانت و قرض از طرف شما گرفتہ در بیماری شما صرف می کنم بر شما واجب الادا خواہد بود زوجہ باستدانت ہم راضی بودے در ایں صورت البتہ ایں چنیں دین بر ذمہ زوجہ واجب شدے و از اموال زوجہ بعد وفات او زوج را گرفتن لازم آمدے، و بدوں وجود ایں شرط مذکور ہرگز زوج را از ورثاں زوجہ دعوی دین عوض صرف بیماری او نخواہد رسید۔ ولو کفل بامرہ رجع الیہ وان بغیر امرہ لا یرجع لتبرعہ کذا فی الدر المختار والھدایۃ وغیرھما من کتب الفقہ۔ و بر تقدیر ثبوت دعوے دین بابت خرچہ بیماری زوجہ بزعم زوج دریں حالت و در صورت ابراء زوج بروجہ عموم کہ تبری کردہ تمام حق او ساقط شد، مگر وارم حادثہ کہ بعد ازیں پیدا شد۔ لا تسمع الدعوی بعد الابراء العام

---

متوفیہ سے ساقط ہوتے ہیں یا نہیں؟ نیز زید کی بیوی نے اپنی بیماری میں زید کو اپنا حق مہر معاف کیا کیا وہ معاف ہو گیا یا نہیں؟ بیوی اس وقت ولادت کی تکلیف میں بدحواس اور بے قرار تھی۔

الجواب:۔ مرد کے ذمہ عورت کے اخراجات میں سے روٹی، کپڑا اور مکان واجب ہے، بشرطیکہ عورت مرد کی نافرمان نہ ہو، ہدایہ، عالمگیری میں ایسا ہی لکھا ہے، اور بیماری کے اخراجات زید نے تبرع (احسان) سے کئے ہیں، اور اس کا مطالبہ نہ بیوی سے کر سکتا ہے، نہ اس کے وارثوں سے کر سکتا ہے، کیونکہ احسان میں رجوع نہیں ہوتا، عینی، ہدایہ، عنایہ میں اسی طرح ہے، اگر زید بیوی سے شرط کر لیتا کہ جو کچھ تیرے علاج پر خرچ کروں گا وہ مجھ سے وصول کروں گا، اور وہ اقرار کر لیتی تو زید اس کے ترکہ سے وہ فرضہ وصول کر سکتا تھا، درمختار اور ہدایہ میں اسی طرح ہے لیکن موجودہ صورت میں تو وہ کسی حال میں بھی مطالبہ نہیں کر سکتا، کیونکہ اس نے اپنی بیوی کے تمام حقوق معاف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الا بحق حادث بعده والدين يسقط والساقط لا يعود كذا في الاشباه والنظائر والدين لا يسقط الا بالاداء ولو حكما الى اخره ما في تنوير الابصار والدر المختار وغيرهما من كتب الفقه۔ وہبہ کردن در مرض الموت کہ خوف غالب ہلاکت در وے باشد در حکم وصیت است و وصیت در ثلث مال واہب مریض جائز و صحیح خواہد بود، کہ در حکم وصیت است و وصیت در ثلث جاری میشود و در غیر وارث ہبہ۔ ای ھبۃ الرجل فی مرضہ ای مرض الموت وصیۃ لحکم الوصیۃ حتی یعتبر من الثلث کذا فی الکنز والعینی والھدایۃ والدر المختار۔ واللہ اعلم بالصواب

سید محمد نذیر حسین

**فیصلہ**۔ ارباب فطانت پر واضح ہو، کہ در باب تنازع بابو محمد و مساۃ احمدی خانم زوجہ بابو محمد کے منصفوں نے اظہار دعوے تفصیلی زوجین سے نہ لیا، کہ حکم شرعی مطابق دعوے کے نافذ ہو، اور کسی مسئلہ متنازعہ میں بحوالہ کتاب حکم نہ لگایا، کہ ناظرین فیصلہ نامہ پر حسن و قبح اس کا ظاہر ہو من جملہ ازاں بابت دعوے نفقہ چودہ ماہ مدعیہ کے نہ معلوم کہ منصفوں نے کون سی وجہ شرعی سے گیارہ ماہ کا نفقہ ساقط و باطل کیا، اور تین ماہ کا نفقہ مدعیہ کو دلوایا، اور نیز عذر مدعی علیہ کا اصغا نہ فرمایا یعنے مدعی علیہ زوج اپنا عذر عدم وجوب نفقہ تین ماہ کا بیان کرتا ہے کہ نفقہ بابت تین ماہ کے کہ جب میری زوجہ برضامندی خود بخانہ والدین اپنے کے رہی یہ رقم کسی عنوان سے بذمہ میرے واجب الادا نہیں ہو سکتی، اور وجہ ثبوت صریح میرے پاس واسطے نہ دینے نفقہ کے موجود تھی، علماء منصفان کے نزدیک تمام ہوا اظہار مدعی علیہ زوج کا۔ اب منصفان صاحبان سے استفسار طلب ہے، کہ تم منصفوں نے کس وجہ شرعی سے عذر مدعی علیہ زوج کا نہ سنا اور کون سی وجہ شرعی سے ساٹھ روپے نفقہ کے اس سے دلوائے، کہ مدعی علیہ پر حجت قائم ہو۔ کان[1] الحجج الشرعیۃ ثلاثۃ البینۃ او الاقرار او النکول کذا فی کتب الشریعۃ۔ نفقہ زوجہ کا واجب ہے زوج پر

---

کر دیئے تھے، ہاں اگر مسافی کے بعد کچھ خرچ کیا ہے، اور متوفیہ کی اجازت سے خرچ کیا ہے تو اس کا مطالبہ کر سکتا ہے تنویر الابصار، در مختار، اور اشباہ و النظائر میں ایسا ہی ہے۔ بیوی نے اگر بیماری کی حالت میں بقائمی ہوش و حواس حق مہر معاف کیا ہے، اور اس وقت موت کا غالب گمان تھا تو وہ وصیت کے حکم میں ہے اور وصیت ثلث مال میں جاری ہوتی ہے، کنز، عینی، ہدایہ، در مختار وغیرہ میں اسی طرح ہے ۱۲

[1] کیونکہ حجت شرعیہ صرف تین چیزیں ہیں، دلیل یا مدعی علیہ کا اقرار یا قسم ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جب زوجہ گھر میں زوج کے سکونت پذیر ہو، اور رہے، والا واجب نہیں ہے النفقة واجبة للزوجة على الزوج مسلمة كانت او كافرة اذا اسلمت نفسها الى منزل فعليه نفقتها وكسوتها والاصل في ذلك قوله تعالىٰ لينفق ذو سعة من سعته وكان النفقة جزاء الاحتباس وكل من كان محبوسا بحق مقصود لغيره كانت نفقته عليه الى اخره ما في الهداية وان نشزت فلا نفقة لها حتى تعود الى منزله لان فوات الاحتباس منها كذا في كتب الفقه۔ اور جو زوجہ بیمار ہوئی زوج کے گھر میں پھر آئی اپنے باپ کے گھر میں پھر شوہر نے بلایا اپنے گھر تو اگر ایسی بیمار ہو کہ ممکن نہ ہو اس کا ڈولی وغیرہ کی سواری میں تو وہ مستحق نفقہ کی ہوگی، اور جو ڈولی وغیرہ میں آسکتی ہو، اور نہ آوے، تو اس کا نفقہ شوہر پر واجب نہیں۔ وفي الخانية مرضت عند الزوج فانتقلت لدار ابيها ان لم يمكن نقلها بمحفة ونحوها فلها النفقة والا لا انتهى ما في الدر المختار وغيره اب منصفان حسب دلائل مذکورہ بالا دعوی مدعیہ پر کارفرما ہوں۔

اور بابت دعوئے نمبر ۲۔ اشیاء ذیل ظروف چینی و چوڑی پایہ وغیرہ ملکیت بابو محمد میں بھی منصفوں نے مطابق شرع شریف کے تصفیہ نہ فرمایا، کیونکہ درصورت دعوئے بابو محمد مدعی کے اولاً مدعی سے بینہ طلب ہوتے، پس اگر مدعی بینہ عادلہ پیش کرتا، تو بیان بینہ سنکر زوجہ مدعی پر اشیاء مذکورہ کے دے دینے کا حکم لگایا ہوتا، اور درصورت عدم بینہ مدعی کے زوجہ مدعی علیہا سے حلف لیا ہوتا، اگر مدعا علیہا حلف کرتی اپنے انکار پر تو دعوئے مدعی کا ساقط ہو جاتا ہے، اور جو حلف سے انکار کرتی تو دعوئے مدعی کا ثابت ہوتا، اور حق مدعی مدعی علیہا سے دلوایا ہوتا، اور صورت حلف دینے کی مدعی علیہا پر اس طرح سے ہوتی کہ منصف

---

۱؎ عورت کا خرچ خاوند کے ذمہ فرض ہے، خواہ عورت کافر ہو یا مسلمان، جب کہ وہ اپنے آپ کو مرد کے گھر میں لے آئے، تو مرد کے ذمہ اس کی روٹی اور کپڑے کا خرچ ہے، اور اصل اس کا اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، کہ دولت مند اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرے، اور اس کی وجہ یہ ہے، کہ خرچہ اپنے گھر میں مقید رکھنے کا بدلہ ہے، اور جو آدمی کسی کے کام کے لئے رکا ہوا ہو اس کے بدلہ میں اس کو خرچ دینا پڑے گا، اور اگر عورت مرد کی نافرمان ہو اور میکے چلی جائے، تو اس کو خرچ نہیں ملے گا، کیونکہ احتباس (مقید ہونا) اس کی طرف سے ختم ہوا۔

۲؎ اگر عورت خاوند کے گھر بیمار ہو اور بیماری ہی میں باپ کے گھر چلی جائے، اور پھر خاوند اس کو واپس لانا چاہے، تو اگر وہ ڈولی وغیرہ کے ذریعہ سے بھی نہ آسکتی ہو، تو اس کو خرچ ملے گا، اگر آسکتی ہو اور پھر بھی نہ آئے، تو اس کو خرچہ نہیں ملے گا ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لوگ تین شخص کو واسطے حلف لینے مدعی علیہا سے مقرر کرتے ایک شخص ان میں سے مدعی علیہا سے حلف لیتا، اور دو شخص گواہ زوجہ کے حلف کرنے پر ہوتے، پس اگر زوجہ یا بوجہ کی حلف کرتی، کہ میں نے ظروف وغیرہ مدعی زوج اپنے کے نہیں لئے، تو اس صورت میں دعوے مدعی کا ساقط ہو جاتا، اور جو حلف سے منکر ہوتی، تو دعوے مدعی کا ثابت ہوتا تو اشیاء مذکورہ مدعی علیہا سے لے کر مدعی کو دلوادی جاویں، یہ ترجمہ بعینہ فتاوی عالمگیری کا ہے۔ فمن شاء فلیراجع الیہا۔ اور در المختار مدعی علیہا کا حلفاً وعدہ کرنا کہ اگر اسباب مسماۃ کے پاس ہوگا، تو طلب کر کے حوالہ مدعی کروں گا، یہ عند التصفیہ قابل سماعت کے نہیں، کیونکہ یہ بات محل دوائع فیصلہ و تصفیہ ہے کیونکہ تقریر مختار مذکور سے بہ سبب تعلیق بالشرط اشیاء مذکورہ مطلوبہ کے ہونے نہ ہونے میں ہنوز ثبوت مدعا نہ ہوا، اور تصفیہ کا تمام رہا، متخاصمین نے منصفوں کو حسب شرع محمدی کے فیصلہ کرنے کو مقرر کیا تھا، نہ اپنی اپنی رائے لگانے کو، جیسا کہ ثالث نامہ سے واضح ہوتا ہے، اب منصفوں پر واضح ہے کہ مدعی ظروف وغیرہ سے بینہ طلب کریں، اگر مدعی نے بینہ قائم کئے، تو مدعی علیہا سے ظروف وغیرہ لے کر مدعی کو دلوادیں، اور جو مدعی کے پاس بینہ نہ ہوں، تو مدعی علیہا یعنی زوجہ یا بوجہ سے حلف لے کر مقدمہ مرجوعہ کو فیصلہ کر دیں، کہ مقدمہ مذکورہ ایک طرف ہو جاوے اور ادھر ادھر اچھوڑنا منصفوں کی شان سے بعید ہے۔ علی ہذا القیاس تشخیص و تنقیح قیمت جوڑے کی بھی نہ ہونی لازم تھا، کہ جوڑا وغیرہ طلب کر کے سارے منصف اپنے روبرو تشخیص کرا کر اس کا بھی فیصلہ کرا دیتے، مجلس خاص میں یہ بھی ناتمام رہا، اور بابت دعوے مہر چار سو روپے کے بھی کچھ حکم نہ لگایا کہ مطالبہ اس کا بالفعل پہنچتا ہے یا بعد طلاق یا بعد موت احد الزوجین کے، واضح ہو کہ مہر مؤجل چار سو روپے کا دعوے بعد طلاق یا موت احد الزوجین کے پہنچتا ہے، نہ فی الحال۔ کذا فی العالمگیریۃ وغیرہا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

العبد سید محمد نذیر حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کو اس کے خاوند نے اپنی خوشی سے ماں باپ کے بلانے کے واسطے ماں باپ کے گھر پہنچا دیا، اور خاوند اپنے وطن کو جو ہزار کوس کے فاصلہ پر تھا چلا گیا، ایک دو ماہ کے بعد خاوند نے عورت کے والد کی طرف لکھ بھیجا، کہ لڑکی فلاں شخص کے ساتھ رخصت کر دو کہ یہاں پہنچا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دیوے، وہ شخص محرم بھی نہ تھا عورت کے والد نے جواب میں لکھا کہ میں سفر میں ہوں، آج تک میں لڑکی سے ملا بھی نہیں، چند روز کے بعد رخصت لے کر گھر جا کر لڑکی سے ملکر رخصت کروں گا فقط۔ اتنی بات پر عورت کے خاوند کو ایک مولوی صاحب سے فتوے دیا، کہ اس عورت اور اس کے بال بچہ کے نفقہ سے آپ بری الذمہ ہو گئے، کیونکہ یہ عورت ناشزہ ہے، باوجودے کہ عورت اس بارے میں کوئی کلمہ زبان پر نہیں لائی اب دریافت طلب تین امر ہیں، اول یہ کہ یہ عورت ناشزہ ہے یا نہیں، دوم یہ کہ غیر محرم کے ساتھ اس قدر سفر دور دراز پر رخصت کرنا جائز تھا یا نہیں، سوم یہ کہ اگر یہ عورت ناشزہ ہے، تو اس کے نشوز سے اس کی اولاد کے نفقہ سے بھی کیا اس عورت کا خاوند بری الذمہ ہو گیا ہے بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ یہ عورت ناشزہ نہیں ہے، کیونکہ ناشزہ عند الشرع خارجۃ من بیتہ بغیر حق ہے۔ کذا فی الدر المختار۔ انکار والد زوجہ، انکار زوجہ نہیں ہو سکتا صورت مسطورہ میں بالفرض اگر انکار منجانب زوجہ بھی ہو، تو بھی ناشزہ عند الشرع نہیں ہوتی، کیونکہ سفر کرنا عورت کا ہمراہ مرد غیر محرم حرام ہے، پس وہ مانعہ بحق ہوئی نہ بغیر حق در مختار میں ہے اومع اجنبی بعثہ لینقلہا فابت النفقۃ انتہی۔ نشوز ام سے نفقہ اولاد ساقط نہیں ہوتا، کیونکہ علت نفقہ اولاد ولدیت ہے، اور وہ حالت نشوز ام میں بھی موجود ہے۔ ھکذا یفہم من العنایۃ۔ فقط۔ خادم شرع متین محمد نظام الدین عفا اللہ عنہ مفتی ریاست مالیر کوٹلہ ۲ جولائی ستہ ۱۹ء

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا نکاح ساتھ ہندہ کے ہوا عرصہ تخمیناً تیرہ برس کا گذرا بدستور موافق آپس میں رہے، اب عرصہ دو سال کا گذرا ہے کہ زید نے ہندہ مذکورہ کو مع تین بچے خورد سال کے ہندہ کے والدین کے ہاں بھیج دیا ہے ہنوز ہندہ کے اور بچوں کے نان و نفقہ و پارچہ وغیرہ سے کچھ خبر نہیں لی، والدین ہندہ کے ہندہ کو اور تینوں بچوں اس کے کو پرورش کر رہے ہیں، اور بہر صورت خبر گیران ہیں اب ہندہ مذکورہ دعوے نان و نفقہ و پرورش بچوں خرد سالہ کا زید پر کرتی ہے، اور حق حقوق

---

لہ شریعت میں ناشزہ وہ عورت ہے، جو اپنے خاوند کے گھر سے بغیر حق کے نکل جاوے ۱۲ لہ یا اجنبی کے ساتھ جس کو باپ اپنی بیٹی کو لانے کے لئے بھیجدے تو اس کو بھی خرچ ملے گا ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اپنا اور بچوں خرد سالہ کا زید سے طلب کرتی ہے، زید مذکور عرصہ دو برس سے غیر کے ہاں کھاتا پیتا ہے، اور ہندہ اور بچوں کا کچھ خبر گیران نہیں ہے، پس سوال یہ ہے کہ ہندہ مذکورہ کا، اور بچوں خرد سالہ کا نان و نفقہ و پارچہ اور پرورش زید پر عند الشرع فرض و واجب ہے یا نہیں، کتاب اللہ و حدیث رسول اللہ سے جواب اس کا تحریر فرماویں، اور عند اللہ اجر عظیم پاویں، بینوا توجروا۔

**الجواب:** صورت مذکورہ میں ہندہ مذکورہ کا نان و نفقہ اور خرد سال بچوں کا نان و نفقہ و پرورش زید پر بلا شبہ فرض و واجب ہے، ہندہ اپنے اور اپنے بچوں کے تمام حقوق واجبہ کا زید پر دعوے کر کے شرعاً لے سکتی ہے، اور زید بوجہ نہ ادا کرنے ان کے حقوق کے بہت بڑا ظالم اور گنہ گار ہے، ہدایہ میں ہے، النفقۃ[1] واجبۃ للزوجۃ علی زوجہا مسلمۃ کانت او کافرۃ اذا اسلمت نفسہا الی منزلہ فعلیہا نفقتہا وکسوتہا وسکناہا والاصل فی ذلک قولہ تعالی لینفق ذو سعۃ من سعتہ وقولہ تعالی وعلی المولود لہ رزقہن وکسوتہن بالمعروف وقولہ علیہ السلام فی حدیث حجۃ الوداع ولہن علیکم رزقہن وکسوتہن بالمعروف انتہی ونیز ہدایہ میں ہے ونفقۃ الاولاد الصغار علی الاب لا یشارکہ فیہا احد کما لا یشارکہ فی نفقۃ الزوجۃ لقولہ تعالی وعلی المولود لہ رزقہن والمولود لہ ہو الاب وفیہ ایضا ونفقۃ الصغیر واجبۃ علی ابیہ وان خالفہ فی دینہ کما تجب نفقۃ الزوجۃ علی الزوج وان خالفتہ فی دینہ انتہی، بلوغ المرام میں ہے، عن حکیم بن معاویۃ عن ابیہ قال قلت یا رسول اللہ ما حق زوج احدنا علیہ قال تطعمہا[1] اذا

---

[1] عورت کا خرچ مرد کے ذمہ واجب ہے، خواہ عورت مسلمان ہو یا کافر جب کہ وہ مرد کے گھر میں رہے اور اصل اس میں اللہ تعالی کا قول ہے، کہ طاقت والا اپنی طاقت کے مطابق خرچ کرے، اور فرمایا دستور کے مطابق باپ کے ذمہ عورت کا روٹی اور کپڑا ہے، اور آنحضرت نے فرمایا ان کا روٹی کپڑا دستور کے مطابق تمہارے ذمہ ہے، ہدایہ میں ہے، چھوٹے بچوں کا خرچ باپ کے ذمہ ہے اس میں اور کوئی بھی شریک نہ ہوگا، جیسے کہ بیوی کے نفقہ میں، اور کوئی شریک نہیں ہوتا، اللہ تعالی نے فرمایا اور باپ کے ذمہ ہے ان کا خرچ، چھوٹے بچے کا خرچ باپ کے ذمہ رہے گا، اگرچہ وہ دین میں اس کے مخالف ہو جیسے کہ بیوی کا خرچہ واجب ہوتا ہے

---

(۱) قولہ تطعمہا اذا اکلت الخ صححہ ابن حبان والحاکم ۱۲ سبل السلام ج ۲ ص ۷۱۸ - ابو سعید

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اکلت وتکسوها اذا اکتسیت الحدیث رواہ احمد والنسائی وابوداؤد وابن ماجہ وغیرہ بلوغ المرام میں ہے۔ عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفی[1] بالمرء اثما ان یضیع من یقوت رواہ النسائی وھو عند مسلم بلفظ ان یحبس عمن یملک قوتہ۔ خلاصہ یہ کہ زید پر اس کی زوجہ ہندہ کا نان ونفقہ اور اس کے خرد سال بچوں کا نان ونفقہ فرض وواجب ہے، اور ہندہ کو دعوے کرنے اور طلب کرنے کا استحقاق حاصل ہے، ہندہ اس صورت میں اگر بقدر کفایت اپنے اور اپنے بچوں کے بلا اطلاع زید کے اس کے مال سے چپکے سے لے لیوے تو جائز ہے۔ عن عائشہ[1] قالت دخلت ھند بنت عتبۃ امراۃ ابی سفیان علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یا رسول اللہ ان ابا سفیان رجل شحیح لا یعطینی من النفقۃ ما یکفینی ویکفی بنی الا ما اخذت من مالہ بغیر علمہ فھل علی فی ذلک من جناح فقال خذی من مالہ بالمعروف ما یکفیک ویکفی بنیک متفق علیہ کذا فی بلوغ المرام واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ محمد عبد الرحمٰن المبارکفوری عفا اللہ عنہ — سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص فوت ہوا اس کی زوجہ نے بعد وفات کے اپنا مہر معاف کر دیا، مگر وہ زیور کہ زوجہ نے اس کو علاوہ مہر کے

---

اگرچہ وہ دین ہیں اس کے مخالف ہوا۔ حکیم بن معاویہ نے پوچھا اے اللہ کے رسول ہماری بیویوں کا ہم پر کیا حق ہے، آپ نے فرمایا، جب تو کھائے تو اس کو بھی کھلا، اور جب تو پہنے تو اس کو بھی پہنا، اور آپ نے فرمایا کہ آدمی کو اتنا ہی گناہ کافی ہے، کہ جن کی روزی ان کے ذمہ ہے، ان کو ضائع کر دے ۱۲

[1] ہند بنت عتبہ ابوسفیان کی بیوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی، اور کہنے لگی، اے اللہ کے رسول ابوسفیان ایک بخیل آدمی ہے، مجھے اتنا خرچہ نہیں دیتا، جو میری اولاد کو اور مجھے کافی ہو، میں اس کے مال میں سے چوری لیتی ہوں، مجھے کوئی گناہ تو نہیں؟ آپ نے فرمایا، اس کے مال میں سے دستور کے مطابق بقدر کفایت لے لیا کر (متفق علیہ) کذا فی بلوغ المرام ۱۲

---

(۱) قولہ کفی بالمرء اثما الخ اخرجہ ایضا ابوداؤد والحاکم وقال صحیح الاسناد، الترغیب والترھیب مطبوعہ نظامی دہلی ص۳۲۵ ج۳ (ترجمہ) نسائی کے علاوہ ابوداؤد اور حاکم نے بھی اسے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے ۱۲ (ابوسعید شرف الدین عفی عنہ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وقت نکاح کے دیا تھا اس کو معاف نہیں کیا، اور اولیائے زوج اس زیور کا مطالبہ کرتے ہیں، آیا یہ مطالبہ ان کا صحیح ہے یا نہیں، اور عورت دعوئے نفقہ ایام عدت کا کرتی ہے، آیا یہ دعویٰ اس کا صحیح ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ اولیائے زوج کا یہ مطالبہ صحیح نہیں ہے، اس واسطے کہ زوج نے اپنی زوجہ کو علاوہ مہر کے جو زیور وقت نکاح کے دیا ہے، وہ ملک زوجہ ہے، وہ زید کے ترکہ میں شمار نہیں کیا جاوے گا، اور جب کہ زوجہ نے اس زیور کو معاف نہیں کیا، تو وہ زیور اسی کی ملک میں باقی ہے، اور اس کی وہی مستحق ہے، اولیائے زوج کو اس زیور کا مطالبہ صحیح وجائز نہیں ہے، اور زوجہ جو دعوئے نفقہ ایام عدت کا کرتی ہے سو اس کا یہ دعوے صحیح نہیں ہے، اس واسطے کہ زوجہ متوفی عنہا زوجہا ایام عدت وفات کے نفقہ کی مستحق نہیں ہے، امام نووی شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں۔ واما المتوفی عنہا زوجہا فلا نفقۃ لہا بالاجماع انتہی۔ واللہ اعلم۔ حررہ محمد عبدالحق ملتانی عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اور مفتیان شرع مبین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت بلا اجازت اپنے شوہر کے گھر سے نکل گئی، اور اپنی والدہ کے گھر چلی گئی، اور اس کو بلایا، تو اپنے شوہر کے گھر آنے سے بالکل انکار کرتی ہے، اب وہ مطالبہ زر مہر کا اور نیز نان ونفقہ کا کرنا چاہتی ہے، پس اس صورت میں اس کو مہر اور نان ونفقہ بموجب حکم شرع شریف کے پہنچتا ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ صورت مسئولہ میں جب کہ عورت بلا اجازت اپنے شوہر کے گھر سے نکل گئی ہے، اور بلانے پر شوہر کے گھر آنے سے بالکل انکار کرتی ہے، تو وہ عورت بلاشبہ ناشزہ ہے، پس نشوز کی وجہ سے اس کو نان ونفقہ نہیں پہنچتا، فرمایا اللہ تعالیٰ نے غیر[1] اخراج فان خرجن فلا جناح علیکم الآیۃ جامع البیان میں ہے۔ وھذا یدل علی انہا کانت مخیرۃ بین الملازمۃ واخذ النفقۃ وبین الخروج وترکہا انتہی، باقی رہا اس عورت کا مہر تو وہ نشوز کی وجہ سے ساقط نہیں ہو سکتا، پس وہ عورت اپنے مہر کی مستحق ہے

---

[1] ان کو نکالو نہیں، اگر وہ خود بخود نکل جائیں، تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ عورت کو اختیار ہے، کہ یا تو مرد کے پاس رہے اور خرچ لے، اور پھر اگر علیحدہ رہے تو خرچ چھوڑ دے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ حررہ العاجز ابو محمد عبد الوہاب الملتانی نزیل الدہلی

تجاوز اللہ عن ذنبہ الخفی والجلی سنہ ۱۳۱۶ھ

سید محمد نذیر حسین

**مسئلہ**:۔ جو عورت کہ ناشزہ ہو یعنی بلا اجازت شوہر کے گھر سے باہر نکلے، وہ شوہر کی نافرمان اور گنہ گار ہے، جب تک شوہر کے گھر میں نہ آوے، نان ونفقہ اس کا شوہر پر واجب نہیں ہے، النفقۃ[1] تجب للزوجۃ علی زوجہا لانہا جزاء الاحتباس لا الخارجۃ من بیتہ بغیر حق ولہی ناشزۃ حتی تعود ولو بعد سفر ولا تخرج بغیر اذنہ کذا فی کتب الفقہ من الدر المختار وغیرہ۔ اور زوجہ پر شوہر کی اطاعت واجب ہے، مگر گناہ کے کام میں اس کی اطاعت نہیں ہے اور عورت پر واجب ہے، کہ اپنے شوہر کو راضی اور خوش رکھے جس عورت کا شوہر اس سے ناخوش ہو، اس عورت کی نماز مقبول نہیں ہوتی، جب تک کہ شوہر کو راضی نہ کرے۔ عن[2] جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثۃ لا تقبل لہم صلوۃ ولا تصعد لہم حسنۃ العبد الآبق حتی یرجع الی مولاہ فیضع یدہ فی ایدیہم والمرأۃ الساخط علیہا زوجہا والسکران حتی یصحو رواہ البیہقی فی شعب الایمان کذا فی المشکوۃ۔ اور واضح رہے کہ عورت ناشزہ کا بوجہ اس کے نشوز کے مہر ساقط نہیں ہوتا ہے، بلکہ شوہر کے ذمہ واجب الادا رہتا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ حررہ السید محمد نذیر حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ زوجہ اپنی کو ماں باپ کے ساتھ ایک مکان میں لاکر رکھا ہے، اور ہندہ کو باعث ناموافقت کے ساس سے تکلیف اور ایذا رہتی ہے، اور زید کی دوسری زوجہ علیحدہ مکان میں رہتی ہے ساس سے

---

[1] بیوی کا خرچ خاوند کے ذمہ فرض ہے، کیونکہ وہ اسے پابند رکھنے کا معاوضہ ہے، بغیر حق کے، اگر عورت اپنے مرد کے گھر سے باہر چلی جائے، تو اس کا خرچ مرد کے ذمہ نہیں ہے، یہاں تک کہ واپس آجائے، اگرچہ وہ سفر میں ہو، اور عورت کو مرد کی اجازت کے بغیر گھر سے نہیں نکلنا چاہیئے ۱۲ [2] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تین آدمی ہیں جن کی نہ نماز قبول ہوتی ہے نہ کوئی نیکی اوپر جاتی ہے، بھاگا ہوا غلام جب تک کہ ان کے پاس واپس نہ آئے، اور اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں نہ دیدے، اور وہ عورت جس پر اس کا خاوند ناراض ہو اور شراب سے مدہوش آدمی جب تک کہ ہوش میں نہ آجائے، بیہقی نے شعب الایمان میں اسے روایت کیا ہے، کذا فی المشکوۃ ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اس صورت میں ہندہ، شوہر اور ساس سسر سے کہتی ہے، کہ مکان علیحدہ میں لے جاکر رکھو نیک ہمسایہ میں کہ دونوں کے احوال پر ہمسایہ مطلع ہوں، لیکن زید نہ دوسرے مکان میں علیحدہ رکھتا ہے ہندہ کو، اور نہ بذات خود ہندہ کے پاس آتا جاتا ہے، ساس دونوں وقت روٹی ہندہ کو دے دیتی ہے، الغرض ہندہ ساس کے ساتھ رہتے ہیں نہایت گھبراتی اور وحشت ناک وغمناک رہتی ہے، اس صورت میں جو کچھ حکم شرع شریف کا دونوں کے حق میں ہو، بیان فرمادیں ثواب ہوگا۔

الجواب:۔ درصورت مرقومہ معلوم کرنا چاہیئے کہ حکم شرع شریف کا یہ ہے، کہ جس طرح کھانا کپڑا زوجہ کا زوج پر واجب وفرض ہے، اسی طرح مکان سکنی علیحدہ بھی واجب ہے یعنی جو خالی ہو زوج کے لوگوں سے، یعنی اس میں زوج کی ماں، بہن یا بھائی نہ رہتے ہوں اور ویسے ہی زوجہ کے لوگوں سے بھی وہ مکان خالی ہو، اور شرط مکان علیحدہ کی یہ ہے، کہ اس گھر میں کوئی زوج کے اقربا میں سے نہ رہتے ہوں، کہ زوجہ کو ان سے ایذا و رنج اور تکلیف پہنچتی ہو، اور مکان علیحدہ دینا زوجہ کا زوج پر واجب ہے، بقدر حال زوجین کے مانند طعام اور لباس کے اس واسطے کہ مکان مالدار کا برابر نہیں ہوتا محتاج کے مکان سے وکذا تجب لها السكنى فى بيت خال عن اهله واهلها بقدر حالهما وفى البحرين عن الخانية يشترط ان لا يكون فى الدار احد من احماء الزوج يؤذيها كذا فى تنوير الابصار والدر المختار وغيرهما من كتب الفقه، شیخ رحمتی نے کہا، کہ پاخانہ زوجہ کا علیحدہ لازم ہے، اس واسطے کہ پاخانہ مشترک اگرچہ اجنبی مرد اس میں نہ جاتے ہوں، تاہم خالی مضرت سے نہیں ہے، کذا فی حاشیۃ المدنی، اور اس سے لازم آتا ہے کہ پاخانہ اور باورچی خانہ علیحدہ ہونا چاہیئے، اور اسی پر فتوے دینا لائق ہوا۔ کذا فی البحر الرائق وکذا فی غایۃ الاوطار۔ اور زوج پر دار القضا یعنے حاکم اور قاضی کی طرف سے حکم کیا جاوے کہ زوجہ کو رکھے نیک بخت ہمسایہ میں ایسی جگہ کہ جہاں وہ عورت نہ گھبرائے، اور اس کو وحشت نہ ہو، یعنی ہمسایہ نیک بخت منصف مزاج ہوں، کہ کسی کی خاطر نہ کریں، اس جگہ لے جاکر رکھے، کہ ظلم و تعدی و زیادتی جس کسی کی ہو زوج یا زوجہ میں بلا رعایت راست راست

---

لہ عورت کے لئے اپنی حیثیت کے مطابق علیحدہ مکان رہائش کے لئے مہیا کرنا مرد کے ذمہ واجب ہے، خانہ میں سے شرط یہ ہے کہ اس مکان میں مرد کے بھائیوں میں سے کوئی نہ ہو جس سے عورت کو تکلیف ہو ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بیان کردیں، اور جو ہمسایہ رد عاریت حق کی نہ کریں، تو اور محلہ میں لے جاکر رکھنا شوہر پر واجب ہے، کہ زیادتی مار دھاڑ زوج کی بیان کردیں، اور خاطر داری کسی کی نہ کریں دیؤمر الزوج باسکانها بین جیران الصالحین بحیث لا تستوحش سراجیہ کذا فی الدر المختار و منح الغفار شیخ رمتی محشی نے کہا، کہ پڑوسیوں کے ایسے گھر قریب ہوں، کہ اگر عورت کو کوئی مصیبت پیش آوے، تو ان کو پکار سکے، یا تنہائی کے وقت ہمسائی عورتوں سے کلام کرسکے، تو ایسے مکانات بلند کے پاس رہنا، جہاں پکارنے سے آواز نہ جاسکے کافی نہیں، کذا فی حاشیۃ المدنی ومفاد ہ ان البیت بلا جیران لیس مسکنا شرعیا کذا فی الدر المختار بحر، اور سراجیہ کے کلام سے مستفاد ہوا، کہ ایسا مکان جس کے گرد و پیش پڑوسی منصف لوگ نہ ہوں، تو وہ مکان مسکن شرعی نہیں، اس واسطے کہ اس میں عورت کو امن نہیں کذا فی البحر الرائق، جیسا کہ غایۃ الاوطار میں مذکور ہے، اور ظاہر آیت کا یہ ہے کہ فرض ہے عدل کرنا، یعنے جور و ظلم نہ کرنا قسم یعنی نوبت داری میں اس طرح کہ برابر رکھنا چاہیئے منکوحات کو شب باشی میں اور لباس اور کھانے اور موانست اور دل جوئی میں، نہ جماع میں، اور نہ چھوڑ رکھنا جماع کا ایلاء کی مدت تک یعنی حرہ کے حق میں چار مہینے اور لونڈی کے حق میں دو مہینے تک ترک کی نوبت نہ پہنچے، مگر عورت کی خوشی سے ولا یبلغ مدۃ الایلاء الا برضاها، چنانچہ تنویر الابصار، اور در مختار وغیرہ میں مفصلا مذکور ہے، اور ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس کی دو زوجہ ہوں، اور ان کے درمیان عدل نہ کرے، تو آوے گا دن قیامت کے اس حال میں کہ آدھا دھڑ اس کا ساقط ہوگا یعنے آدھا دھڑ ندارد، یہ صورت عذاب کی ہوگی، چنانچہ روایت کیا اس کو ترمذی اور ابو داؤد و نسائی اور ابن ماجہ اور دارمی نے، اور یہ مشکوٰۃ میں بھی موجود ہے، حاصل کلام کا اس مسئلہ مستفسرہ میں یہ ہے، کہ شوہر حسن معاشرت اور خاطر داری سے عہدہ کو رکھے، اور در نوبت باری مقرر کرے، تو فہو المراد، اور ایذا دہی کے واسطے رکھنا سراسر ظلم اور ستم اور فساد عظیم ہے، خدا تعالیٰ فرماتا ہے فامساک بمعروف او تسریح باحسان اور فرماتا ہے

---

۱؎ مرد کو حکم دیا جائے گا، کہ عورت کو نیک ہمسایوں میں لاکر رکھے، تاکہ اسے وحشت نہ ہو ۱۲

۲؎ عورت کی مرضی کے ترک صحبت ایلاء کی مدت تک نہ پہنچے ۱۲

۳؎ یا اچھی طرح سے رکھنا ہے، یا اچھی طرح سے چھوڑ دینا ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وعاشروھن بالمعروف الآیۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

زشرف سید کونین شد شریف حسین | سید محمد نذیر حسین

خادم شریعت رسول الثقلین محمد لطف حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ نکاح مسماۃ ہندہ کا زید کے ساتھ ہوا تھا، بعد ازاں ہندہ کے باپ نے ایک قطعہ مکان واسطے سکونت کے تیار کرا کر بیٹی اپنی کو دے دیا اور ہبہ کیا، چنانچہ ہندہ اور شوہر اس کا اس مکان میں نو دس برس تک بخوبی قیام پذیر رہے، اب چند مدت سے زید نے ہندہ سے کہا کہ ہم اپنے اقربا کے پاس جا رہیں گے، ہندہ نے کہا کہ اس مکان مسکونہ سے تمہیں کیا تکلیف پہنچی کہ جو تم اس مکان سے اٹھ کر اپنے محلہ میں قیام کا ارادہ کرتے ہو، ہم کو وہاں کے جانے میں کچھ عذر نہیں لیکن وہ مکان جس میں رہنا چاہتے ہو، نہایت مختصر اور تنگ ہے، کہ اس میں دو تین صندوق اور دیگر اسباب ہمارے جہیز کے رکھنے کی گنجائش نہیں، کیونکہ مکان سکونت عبارت ہے اس سے کہ اس میں مع اسباب رہنے کے قابل ہو کہ ہم مع اسباب جہیز اس میں گذارا کریں، حالانکہ اس مکان میں بجز دو چارپائی اندر اور دو تین چارپائی صحن کے بچھنے میں زیادہ گنجائش نہیں، تو ہم تمہارے کہنے سے اس مکان تنگ میں قیام کریں تمہارے ساتھ اور تمام اسباب جہیز مع چند صندوق اور پلنگ وغیرہ کو گلی یا سڑک پر ڈالدیں یا اور مکان تین چار روپے کرایہ کا لے کر مع ایک چوکیدار اس میں تمام اسباب اپنا رکھیں، اور اس بات کو کوئی عقل مند پسند نہیں کرنے کا کہ ہم بسبب عدم گنجائش اس مکان مختصر اور تنگ کے اس میں جا نہیں سکتے، پس درصورت اختلاف ہمارے تمہارے چند اشخاص فہمیدہ منصف مزاج مکان مسکونہ مسلوکہ سابق، اور اس مکان مختصر کو ملاحظہ فرما کر جیسا حکم دیں، کہ لائق بود و باش مع تمام اسباب جہیز فلان مکان ہے، تو ان اشخاص کی تجویز پر ہم تم کاربند ہوں، اب علمائے شرع حسب بیان وجوہات مذکورہ بالا کے فرماویں کہ ہندہ حق پر ہے یا زید شوہر اس کا بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ درصورت مرقومہ قول ہندہ کا برحق ہے، اور قول زید کا حق نہیں کیونکہ جب زید کے مکان مختصر اور تنگ میں رہنا سہنا ہندہ کا مع اسباب و آلات جہیز وغیرہ

لہ ان سے پہلے طریقہ سے معاشرت رکھو ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کے متصور نہیں ہو سکتا، پھر زید باوجود تنگ مکان کے ضد کر کے از روئے عناد اس مکان مذکور میں ہندہ کو لے جانا چاہتا ہے، تو یہ منشا سراسر تکلیف دہی اور تنگی میں ڈالنے کا نہیں ہے، تو اور کیا ہے، اور خدا تعالے قرآن مجید کی سورت طلاق میں ایذا رسانی اور تنگ کرنے سے زوجہ کے منع فرماتا ہے۔ ولا تضارو ھن لتضیقوا علیھن (ترجمہ) اور مت ایذا دو ان کو تا کہ تنگی کرو تم ان کے اوپر پہنچے سکنے میں، کذا فی البیضاوی، پس زید پر واجب ہے کہ یا اس مکان مسکونہ سابق میں کہ جس میں ہندہ کے ساتھ برسوں قیام کیا، مع زوجہ رہا کرے، کہ وہ مکان مذکور مع اسباب والآت قابل قیام و سکونت کے ہے، یا کوئی مکان دوسرا موافق مقدور اپنے اور مقدور زوجہ کے کہ بیٹی ذی مقدور ہے، حسب گنجائش قیام مع اسباب کے تجویز کرے، کیونکہ شوہر پر مکان لائق رہنے زوجہ کے مع اسباب فرض ہے شرعاً کہ اس میں عیش و عشرت سے بلا تنگی و تکلیف اوقات بسر ہو، چنانچہ خدا تعالے نے فرمایا وعاشروھن بالمعروف الآیۃ اور کتب فقہ میں مذکور ہے، تجب لھا السکنی فی بیت خال عن اھلہ واھلھا بقدر حالھما کطعام وکسوۃ۔ انتہی ما فی الدر المختار مختصراً۔ قولہ بقدر حالھما فی الیسار والاعسار فلیس مسکن الا غنیۃ کمسکن الفقیرۃ کذا فی الشامی یعنے مکان دینا زوجہ کو زوج پر واجب ہے، بقدر حال زوجین کے مانند طعام و لباس کے، پس مکان مالدار کا برابر نہیں ہوتا محتاج کے مکان سے یعنی زوجہ مالدار کی بیٹی ہے، تو اس کے حسب حال بھی من وجہ رعایت چاہیئے، اور جب زوج اور زوجہ برابر مالدار ہوں، تو بہر حال رعایت طعام لذیذ و لباس فاخرہ و مکان فراخ، موافق گنجائش قیام زوجہ کے مع اسباب اس کے کے ضرور ہے آیت علی الموسع قدرہ وعلی المقتر قدرہ صریح دلالت کرتی ہے، وذکر الخصاف ان لھا ان تقول لا اسکن مع والدیک واقربائک فی الدار فافرد لی دارا قال صاحب الملتقط ھذہ الروایۃ محمولۃ علی الموسرۃ الشریفۃ وما ذکرنا قبلہ ان المراد بیت فی الدار کاف انما ھو فی المرأۃ الوسط اعتبارا فی السکنی بالمعروف قولہ اعتبارا فی السکنی

---

لہ عورت کا حق یہ ہے، کہ مرد سے کہہ دے، کہ میں تیرے ماں باپ اور تیرے رشتہ داروں کے ساتھ ایک مکان میں نہیں رہوں گی، میرے لئے علیحدہ مکان کا بندوبست کر، یہ دولت مند کے متعلق ہے، اور اوسط درجہ کے مرد کی بیوی کے لئے اتنا ہی حق ہے، کہ وہ مکان میں سے ایک علیحدہ کمرہ کا مطالبہ کرے، اور یہ جو مستولہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بالمعروف اذ لا شك ان المعروف يختلف باختلاف الزمان والمكان على المفتي ان ينظر الى حال اهل زمانه وبلده اذ بدون ذلك لا تحصل المعاشرة بالمعروف وقد قال تعالى ولا تضاروهن لتضيقوا عليهن الآية كذا في الشامي حاشية الدر المختار۔ پس بموجب دلائل شرعیہ محررہ و نیز مطابق عرف و حال زوجہ کے قول ہندہ کا حق ہے نہ زید کا۔ فماذا بعد الحق الا الضلال۔ كما لا يخفى على العلماء اولى الالباب

قد حرره الراجي رحمة الله المنان محمد عبد الرحمن عفي عنه

سید محمد نذیر حسین

---

کے مطابق کہا ہے، یہ تو ظاہر ہے، کہ ہر جگہ کا ایک ہی دستور نہیں ہوتا، وہ علما فہ اور زمانہ کے لحاظ سے بدلتا رہتا ہے، اور مفتی کو چاہیئے، کہ تمام حالات کا لحاظ رکھے، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، ان کو تنگ کرنے کے لئے تکلیف نہ دو ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# کتاب الحضانۃ والنسب

**سوال:۔** ولد الزنا اپنے والد زانی کا وارث ہو سکتا ہے یا نہیں، اور اس سے اس کا نسب قائم ہو سکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

**الجواب:۔** ولد الزنا اپنے والد زانی کا نہ وارث ہو سکتا ہے، اور نہ اس سے اس کا نسب قائم ہو سکتا ہے۔ قال[1] انہ منی من الزنا لا یثبت نسبہ ولا یرث منہ کذا فی الفتاوی العالمگیریۃ۔ وقال[2] فی زاد المعاد اما اذا کان من امۃ لم یملکھا او من حرۃ عاھر بھا فانہ لا یلحق ولا یرث وان ادعاہ الواطی وھو ولد زنیۃ من امۃ کان او من حرۃ۔ واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ عین الدین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال:۔** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے انتقال کیا، اور دو لڑکے اور ایک لڑکی صغیر سن چھوڑی، اس میں سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی ماں کی حضانت و پرورش میں رہی، اب اس لڑکے کی عمر دس سال کی ہے، اور لڑکی کی عمر تیرہ سال کی ہے، مگر بالغہ ہو گئی ہے، علاوہ اس کے اب ماں کا حال و اطوار قابل اطمینان بھی نہیں رہا، آیا ایسی صورت میں از روئے شرع شریف چچا کو جو ولی ہے، استحقاق و مجاز حاصل ہے، کہ ان دونوں کو ماں سے علیحدہ کر کے اپنی حفاظت میں رکھ سکتا ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

---

[1] اگر آدمی کہے، کہ یہ زنا سے میرا لڑکا ہے، تو اس سے اس کا نسب ثابت نہ ہوگا، اور نہ وہ اس کا وارث ہوگا ۱۲

[2] اگر کسی ایسی لونڈی سے ہو، جس کا وہ مالک نہیں ہے یا کسی آزاد عورت سے جس سے اس نے زنا کیا تھا، تو نہ یہ بچہ اس کو مل سکے گا، اور نہ اس کا وارث ہوگا، اگرچہ زانی اس کا اقرار کرے وہ حرامزادہ ہے، خواہ لونڈی سے ہو یا آزاد عورت سے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**الجواب**: صورت مرقومہ میں معلوم ہو کہ مدت حضانت کی پوری ہوگئی ہے یعنی موافق قول مفتی بہ کے کہ لڑکے کی مدت سات سال ہیں، اگرچہ بعض کے نزدیک نو سال ہیں، اور لڑکی کی مدت تا حیض ہے، فی العالمگیریۃ والام[1] والجدۃ احق بالغلام حتی یستغنی وقدر سبع سنین وقال القدوری حتی یاکل وحدہ ویشرب وحدہ ویستنجی وحدہ وقدرہ بکر الرازی سبع سنین والفتوی علی الاول والام والجدۃ احق بالجاریۃ حتی تحیض انتہی ما فی الفتاوی العالمگیریۃ۔ چونکہ مدت حضانت پوری ہوگئی ہے، اور ماں کا حال بھی قابل اطمینان نہیں، لہذا چچا کو اپنی حفاظت میں رکھنے کا شرعاً استحقاق حاصل ہے، خاص کر ایسی حالت میں کہ لڑکی نوجوان اور حدیثۃ السن ہے۔ فی العالمگیریۃ وان[2] کانت البالغۃ بکرا فللاولیاء حق الضم وان کان لا یخاف علیہا الفساد اذا کانت حدیثۃ السن۔ انتہی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ ابو الحسن عفی عنہ

محمد بشیر

سید محمد نذیر حسین

**سوال**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عرصہ نو برس کا ہوا، کہ میرا لڑکا انتقال کر گیا اور اس نے ایک زوجہ اور چار بچے نابالغ، دو لڑکے اور دو لڑکیاں چھوڑیں، جب لڑکیاں دونوں بالغ ہوگئیں، تو میں نے اپنے روپیہ سے دونوں کا نکاح کر دیا، اور دونوں لڑکے جو ابھی تک نابالغ ہیں، اور میرے پاس ہیں، ان کے واسطے جائداد اپنے روپیہ سے خرید کر دی، جس کا کرایہ آٹھ روپے ماہوار آتا ہے، اور میں نے عرصہ تک ان کی ماں کو اپنے پاس رکھ کر نان و نفقہ دیا، اور ہمیشہ کہتا رہا، کہ کسی نیک صالح آدمی سے نکاح کر لے، لیکن اب اس نے عرصہ چھ ماہ کا ہوا، کہ ایک شخص غیر کفو سے نکاح کر کے مجھ سے چھپایا، جب مجھ کو معلوم ہوا، تو میں نے اپنے گھر سے اس کو علیحدہ کر دیا، اب وہ دونوں لڑکے شرعاً کس کو پہنچتے ہیں، دادا کے پاس رہیں یا اپنی ماں کے پاس رہیں۔

---

[1] ماں اور دادی یا نانی بچے کی زیادہ حقدار ہیں، جب تک کہ وہ ان سے بے نیاز نہ ہو جائے، یعنی اکیلا کھا پی سکے اور استنجا وغیرہ کر سکے، رازی نے اس کا تخمینہ سات سال مقرر کیا ہے، اور فتوی پہلے قول پر ہے، اور لڑکی جب تک حائضہ نہ ہو جائے، ماں یا دادی یا نانی کے پاس رہے گی ۱۲

[2] اگر لڑکی جوان کنواری ہو تو ورثاء کو اسے اپنے پاس رکھنے کا حق ہے، اگرچہ فساد کا خطرہ نہ ہو، جب کہ وہ نو عمر ہو۔ ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**الجواب**:۔ واللہ الموفق للصواب، صورت مرقومہ میں دونوں لڑکے نابالغ دادا کو پہنچتے ہیں، دو وجہ سے اول تو ماں نے نکاح کر لیا ہے پس حق حضانت ساقط ہو گیا عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ عبد اللہ بن عمرو ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انت احق بہ مالم تنکحی رواہ احمد وابوداؤد۔ دوم مدت حضانت کی پوری ہو چکی ہے، کیونکہ موافق قول مفتی بہ کے لڑکے کی مدت حضانت سات سال ہیں اور صورت مرقومہ میں دونوں لڑکوں نابالغ کی عمر سات سال سے زاید ہو چکی ہے، جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے۔ الام احق بالغلام حتی یاکل وحدہ ویشرب وحدہ ویلبس وحدہ ویستنجی وحدہ وفی الجامع الصغیر حتی یستنجی فیاکل وحدہ ویشرب وحدہ ویلبس وحدہ والمعنی واحد لان تمام الاستغناء بالقدرۃ علی الاستنجاء وجہ انہ اذا استغنی یحتاج الی التادب والتخلق بآداب الرجال واخلاقہم والاب اقدر علی التادیب، والخصاف قدر الاستغناء ببسع سنین اعتبارا للغالب انتہی۔ قال العینی وعلیہ الفتوی کذا فی الکافی وغیرہ انتہی۔

یہ جواب موافق فقہ حنفی کے ہے، اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس صورت میں تین روایات ہیں، روایت صحیحہ مشہورہ یہ ہے، کہ لڑکے کو اختیار دیا جاوے گا اور امام شافعی کے نزدیک بھی تخییر ہے، اور امام مالک کے نزدیک جب تک بالغ نہ ہو احق ہے۔ ہکذا فی زاد المعاد، اور غلام میں قول راجح تخییر ہے، زاد المعاد میں ہے، قد ثبت التخییر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الغلام من حدیث ابی ہریرۃ وثبت عن خلفائہ الراشدین وابی ہریرۃ ولا یعرف لہم مخالف فی الصحابۃ البتۃ وکانکرہ منکر قالوا وھذا غایۃ العدل والمکن انتہی۔ کتبہ محمد بشیر عفی عنہ

الجواب صحیح۔ عبد الرحمن عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

---

لہ اس بیٹے کی اس وقت تک زیادہ مقدار ہے، جب تک کہ وہ کھا پی اور پہن نہ سکے یا استنجا نہ کر سکے، کیونکہ جب وہ اتنا کر سکے گا، تو اب اسے مردوں کے اخلاق اور آداب کی ضرورت ہوگی، اور وہ بہ نسبت ماں کے باپ زیادہ اچھا سکھلا سکے گا، خصاف نے کہا اس کی اکثر مدت سات برس تک ہے ۱۲

لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑکے کے متعلق اختیار ثابت ہے، اور خلفائے راشدین اور ابوہریرہ سے یہی فتوی منقول ہے، اور صحابہ میں اس کا کوئی انکار کرنے والا نہیں ہے، اور یہ انتہائی ممکن انصاف ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو لڑکا صغیر سن ڈھائی یا تین برس کا ہو، اور اس کا باپ و دادا فوت ہو گیا ہو، اور ماں و دادی و نانی و نانا اور دادا کا بھائی موجود ہو، تو ایسی صورت میں ولایت پرورش کا حق کس کو ہے، اور ولایت مال کی کس کو ہے، اور ولایت نکاح کی کس کو ہے۔

**الجواب**:۔ درصورت مرقومہ حق پرورش لڑکے صغیر سن کا ماں کو ہے اگر ماں قبول نہ کرے تو نانی کو ہے، اور نانی قبول نہ کرے، تو دادی کو ہے، اور اس کے مال کی ولایت حاکم کو ہے، چاہے اپنے پاس اس کے مال کو رکھے، اور بقدر اس کے خرچ کے دیا کرے، یا کسی دیانتدار کے پاس رکھوا دے، کہ امانت دار بقدر ضرورت کے اس کی ماں کو دے دیا کرے، اور ولایت نکاح دادا کے بھائی کو پہنچتی ہے شرعاً چنانچہ کتب شریعت میں اسی طرح مذکور ہے، واللہ اعلم۔ الراقم سید محمد نذیر حسین عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اور اس کی زوجہ ہندہ میں منازعہ واقع ہے، ہندہ اپنی خالہ کے گھر چلی گئی، زید نے دودھ پیتی لڑکی کو چھین لیا، اور کہتا ہے، کہ لڑکی شرعاً مجھ کو پہنچتی ہے، حالانکہ ابھی لڑکی دو برس کی بھی نہیں ہوئی، اب حکم شرع شریف کا کیا ہے، وہ تحریر فرمایئے۔

**الجواب**:۔ صورت مرقومہ میں معلوم ہو کہ زید کو اس وقت لڑکی کے چھین لینے کا شرعاً کوئی حق نہیں ہے، اس واسطے کہ اس لڑکی کی پرورش کا حق اس کے بالغ ہونے تک ہندہ کو ہے، ہاں اس لڑکی کے بالغ ہونے کے بعد زید کو اختیار ہوگا، فتاوی عالمگیری میں ہے[1] احق الناس بحضانۃ الصغیر حال قیام النکاح وبعد الفرقۃ اکلام ان تکون مرتدۃ او فاجرۃ غیر مامونۃ کذا فی الکافی انتہی، اور ہدایہ میں ہے[2] والام والجدۃ احق بالجاریۃ حتی تحیض انتہی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ السید محمد ابوالحسن عفی عنہ

| سید محمد نذیر حسین | سید محمد ابوالحسن |
|---|---|

[1] چھوٹے بچہ کی پرورش کا سب سے زیادہ حق ماں کو ہے، خواہ نکاح کے اندر ہو، یا ان میں جدائی ہو چکی ہو، اسوائے اس صورت کے کہ ماں مرتدہ یا فاجرہ ہو جس پر اطمینان نہ ہو۔

[2] حائضہ ہونے تک لڑکی کی پرورش کا حق سب سے زیادہ ماں، یا نانی، دادی کو ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ کا ایک لڑکا بعمر پانچ سال ہے، اور درمیان شوہر و مسماۃ ہندہ کے ساڑھے پانچ سال سے نااتفاقی ہے، کسی قسم سے خبر گیران خورد و نوش وغیرہ سے نہیں ہوتا اب دعوے دار اس امر کا ہے کہ لڑکا مجھے مل جاوے، آیا از روئے شرع شریف لڑکا شوہر ہندہ کو مل سکتا ہے یا نہیں، اور حضانت کا حق ماں اور باپ میں سے کس کو ہے، اور پانچ برس کی خوراک اور لباس وغیرہ کس کے ذمہ ہوگا، بینوا توجروا۔

**الجواب:** صورت مرقومہ میں معلوم ہو کہ حق پرورش لڑکے کا ماں کو ہے سات برس تک، بعد اس کے باپ کو اختیار ہے، عالمگیریہ میں ہے۔ الام[1] والجدۃ احق بالغلام حتی یستغنی وقد رسبع سنین، اور اس مدت تک کی خوراک وغیرہ کا خرچہ والد کے ذمہ ہے، بدلیل قولہ تعالے وعلی[2] المولود لہ رزقہن وکسوتہن بالمعروف، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ حررہ السید ابو الحسن عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ فوت ہوئی اس کے وارث تین بچے خرد سال ہیں، اور خاوند ہے، اور مال متروکہ متوفیہ ہندہ کا بحیثیت ولایت خاوند کے قبضہ میں ہے، چونکہ خاوند مذکور مقروض و بدنیت ہے، مال متروکہ اس کے پاس محفوظ نہیں رہے گا، لہذا وہ سر رشتہ دار یعنی ماموں بچوں کے چاہتے ہیں کہ مال جو بچوں کے آوے، کسی امین کے پاس رکھ دیا جاوے، تاکہ وقت بلوغ ان بچوں کو مل جاوے نیز ان دیگر رشتہ داروں کو اس ولی سے تفہم حساب کا حق ہے یا نہیں، اور ولی نے دوسری شادی بھی کر لی ہے، اس سے بھی اولاد ہے بینوا توجروا۔

**الجواب:** صورت مرقومہ میں معلوم ہو کہ مقصود اور غرض ولایت سے شفقت و خیر خواہی و نگہبانی جان و مال صغیر ہے، پس جب کہ خاوند مذکور مقروض و بدنیت ہے، اور مال متروکہ ہندہ اس کے پاس محفوظ نہیں رہے گا، تو اس صورت میں وہ ہندہ کے خرد سال بچوں کا ولی نہیں رہا بوجہ بدنیتی کے اس کی ولایت جاتی رہی، اقرب[3] ولی اشفق عالم امین مفسد

---

[1] ماں یا نانی بچے کی پرورش کی زیادہ حقدار ہے، جب تک کہ وہ ان کی تربیت سے بے نیاز نہ ہو جائے، اور اس کا اندازہ سات سال ہے۔ [2] اور باپ کے ذمہ ان کا خرچ اور لباس ہے دستور کے مطابق۔

[3] باپ سب سے زیادہ شفیق ولی ہے، اگر وہ مفسد، خیانت کار اور فاجر نہ ہو۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وخانتا ومتہتکا کذا فی الفتاوی الغیاثیۃ۔ پس ان بچوں کے مال کی حفاظت ونگہبانی کی یہ صورت ہے، کہ وہ مال حفاظت میں اس شخص کے پاس تا بلوغ رکھا جاوے، جس کو حاکم وقت یا وہاں کے پنچ امین ومحافظ تجویز کریں، اور حاکم وقت یا پنچ کے ذریعہ سے حساب فہمی کا بھی حق ہے، واللہ تعالے اعلم بالصواب۔ حررہ ابوالحسن عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس باب میں کہ زید اور اس کی منکوحہ میں بارہ برس ہوئے، کہ نااتفاقی واقع ہوئی، اور زید کی اہل خانہ ناراض ہو کر اپنے باپ کے گھر آبیٹھی اور زید نے نان ونفقہ کی حیثیت نہ رکھنے کے باعث ایک اقرار نامہ مع گواہی لکھ کر منکوحہ کو اس مضمون کا دیا، کہ میں کبھی تمہارے والدین کے گھر سے تم کو نہ لے جاؤں گا، اور اسی شرط پر خود بھی اپنے خسر کے مکان میں آرہا، مگر کبھی کبھی بغرض تلاش روزگار باہر نکل جاتا تھا، اور پھر آجاتا تھا، اس اثنار میں فریب دہی سے زوجہ کا زیور اور پارچہ وظروف سب خفیہ طور پر بیچ کر برباد کر دیئے، اور جب خبر ہوئی، تو پھر اپنے باپ کے گھر بھاگ گیا، اور چند سال ہوئے کہ اس کے باپ کا بھی انتقال ہو گیا ہے، زید کے باپ نے دس روپے ماہوار اپنی تنخواہ میں سے لکھ دیئے تھے، وہ بھی زید کی اہلیہ کو کبھی وصول نہ ہوئے، زید کی دو لڑکیاں ایک بارہ برس کی اور دوسری چھ برس کی اور ایک لڑکا برس بھر کا موجود ہے، اور اس کی اہلیہ کا اب انتقال ہو گیا ہے، اور اہلیہ کی زندگی میں بعد سرقہ مال کے وہ نکل گیا، تو اس کی بیماری کی حالت میں جو چھ ماہ کے زیادہ عرصہ تک تپ کہنہ میں مبتلا رہی کبھی خبر گیران نہ ہوا، اور اب بعد انتقال کے بھی جس کو قریب دو ماہ کے ہوئے برسم تعزیت بھی اس مکان پر نہ آیا، اور اب دعوے کرتا ہے، کہ اولاد مجھ کو دے دو، جن کی پرورش اس کے ہاتھوں دشوار نظر آتی ہے، اور بچپن سے نانا، نانی نے ان کو پرورش کیا ہے، کیا عوض مہر یہ اولاد اس کے نانا، نانی کے پاس رہ سکتی ہے، زید مہر گزشتہ کا ثمہ بھی یعنی پچاس ہزار روپیہ میں سے ہزار روپیہ بھی نہیں دے سکتا، شاید لڑکیوں پر کچھ روپیہ لے کر ان کو کسی کے حوالہ کر دے، تو تعجب نہیں ہے، اس باب میں شرع شریف کیا حکم دیتی ہے۔

**الجواب**:۔ صورت مسئولہ میں اولاد کی پرورش کا حق نانی کو ہے، ہدایہ میں ہے،

فان لم تکن ام فام الام ادلی من ام الاب وان بعدت لان ھذہ الولایۃ تستفاد

---

لہ اگر ماں نہ ہو، تو ماں کی ماں (نانی)، باپ کی ماں (دادی) سے زیادہ مقدم ہے، اگرچہ سلسلہ دور تک چلا جائے،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



من قبل الامہات الخ اور حاشیہ ہدایہ میں ہے قولہ فان لم تکن ام بان ماتت او تزوجت باجنبی فانہا کالمعدومۃ لڑکی کی حضانت اور پرورش کا حق نانی کو اس کے بالغ ہونے تک ہے، اور لڑکے کی پرورش کا حق سات برس تک ہے اور اگرچہ بعد پوری ہونے مدت حضانت کے حق پرورش ساقط ہو جاتا ہے، مگر چونکہ صورت مسئولہ میں ان اولاد کا باپ کے حوالے کرنا ان کے حق میں ہرگز مصلحت نہیں ہے، جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے، اس لئے بعد پوری ہونے مدت حضانت کے بھی نانا، نانی ہی کے یہاں اور انہیں کی تربیت وحفاظت میں یہ اولاد رہے گی، اور باپ کے حوالہ نہیں کی جائے گی، علامہ ابن القیم زاد المعاد میں لکھتے ہیں۔ التخییر بین القرعۃ لا یکون الا اذا حصلت بہ مصلحۃ الولد فلو کانت الام اصون من الاب او غیر منہ قدمت علیہ ولا التفات الی القرعۃ ولا الی اختیار الصبی فی ہذہ الحالۃ فانہ ضعیف العقل یوثر البطالۃ والجہل قال والعلماء متفقون علی انہ لا یتعین احدہما مطلقا بل لا یقدم ذو العدوان والتفریط علی الاب العادل المحسن اھ اور نانی کو جو یہ حق پرورش حاصل ہے، سو یہ مہر کے معاوضہ میں نہیں ہے، بلکہ یہ الگ حق ہے اور وہ الگ حق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سید محمد نذیر حسین

المجیب محمد عبد الحق ملتانی

**سوال**، کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید و ہندہ زوج وزوجہ میں باہم تنازعہ کے سبب سے ہندہ اپنے والدین کے گھر میں ہے، اور عمرو جو ولدان کا ہے جس کی عمر چھ سال سے زائد ہے، اس کو ہندہ زید سے ملنے اور اس کو دیکھنے نہیں دیتی آیا زید کو اس سے ملنے اور اس کو گھنٹہ دو گھنٹہ اپنے پاس رکھنے کا شرعاً حق ثابت ہے،

---

کیونکہ یہ ولایت ماں کی چلتی ہے، اگر ماں نہ ہو، مثلاً مر گئی ہو یا اس نے اور نکاح کر لیا ہو، تو گو یا کہ وہ معدوم ہو گئی ہے ۱۲ ۱ اختیار دینا اور قرعہ اندازی اس وقت ہوگی، جب اس میں بچے کی کوئی مصلحت ہو، اگر ماں باپ سے زیادہ حفاظت کر سکتی ہو، یا خیرت مند ہو تو وہ مقدم ہوگی، اور قرعہ اور اختیار کی طرف توجہ نہ کی جائے گی، اس لئے کہ بچہ تو ضعیف العقل ہے، اس میں ناواقفی اور غلط روش اختیار کرے گی، اور علماء کا اتفاق ہے، کہ ماں باپ میں سے ایک کو متعین نہیں کیا جائے گا، بلکہ سرکش اور زیادتی والے کو کسی صورت بھی آگے نہ آنے دیا جائے گا، کہ عادل اور محسن پیچھے رہ جائے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ بلاشبہ زید کو اپنے چھ سالہ ولد سے ملنے اور اس کو گھنٹہ دو گھنٹہ تک اپنے پاس رکھنے کا شرعاً حق ثابت ہے، اور ہندہ کو ہرگز یہ حق نہیں پہنچتا ہے، کہ اس سے زید کو روکے۔ قال اللہ تعالیٰ لا تضار والدۃ بولدھا ولا مولود لہ بولدہ[1] ہاں اس میں کوئی شبہ نہیں، کہ اس ولد کی پرورش کا حق ماں ہی کو ہے، ماں ہی اسے اپنے پاس رکھے گی، اور اس کی ہر طرح پرورش کرے گی، مگر ساتھ اس کے زید اس سے مل سکتا ہے اور گھنٹہ دو گھنٹہ اپنے پاس رکھ سکتا ہے، بلکہ سات برس کے بعد برابر اپنے پاس رکھ سکتا ہے کیونکہ ماں کو لڑکے کی پرورش کا حق صرف سات ہی برس تک رہتا ہے، درمختار میں ہے، والحاضنۃ[2] اما او غیرھا احق بہ ای بالغلام حتی یستغنی عن النساء وقدر بسبع وبہ یفتی لانہ الغالب ولو اختلفا فی سنہ فان اکل وشرب ولبس واستنجی وحدہ دفع الیہ ولو جبرا۔ انتہی۔ واللہ اعلم بالصواب، حررہ السید عبد الحفیظ عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**فیصلہ**:۔ فیصلہ شرع محمدی حسب تجویز مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب واقعہ ۳۰ راگست بموجب طلب کمیشن عدالت دیوانی ۱۸۷۱ء

حسین خان ساکن سبزی منڈی، مدعی بنام مسماۃ رمضانی خانم، مدعی علیہا

واضح ہو کہ مقدمہ مسطورہ میں تحقیقات کما حقہ جیسے چاہی تھی کی گئی لیکن اس اثناء میں مدعی اور مدعی علیہا دونوں اپنی خوشی سے خلع پر راضی ہو گئے، من بعد مدعی نے ۱۹ راگست سنہ مذکور کو میرے مواجہ میں تین طلاق اپنی زوجہ کو بمقابلہ عفو مہر کے دیں، اور تحریر طلاق نامہ کی بگواہی گواہان لکھ دی، اب اس کو واسطہ زوجیت نسبت رمضانی خانم کے باقی نہ رہا پھر رمضانی خانم نے مہر اپنا معاف کر دیا، اور تحریر عفو مہر کی لکھ دی، اس کو بھی دعوے اب اپنے مہر کا باقی نہیں، آیندہ اگر مدعی دعوے ولا پانے زوجیت کا کرے تو عند الشرع باطل

---

[1] اللہ تعالیٰ نے فرمایا، نہ تو بچے کی وجہ سے ماں کو تکلیف ہو نہ باپ کو ۱۲ [2] پرورش کرنے والی ماں ہو یا کوئی اور بچے کے عورتوں سے بے نیاز ہونے تک اس کی زیادہ حق دار ہے، اور اس کا اندازہ سات سال تک ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، کیونکہ اغلباً ایسا ہی ہوتا ہے، اور اگر اس کی عمر میں اختلاف ہو تو اگر اکیلا کھا پی سکتا ہو، لباس پہن سکتا ہو استنجا کر سکتا ہو تو اس کو باپ کے سپرد کر دیا جائے گا، خواہ وہ اسے جبراً لے لے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دنا جائز ہے، ایسا ہی اگر مضافی خانم دعوے مہر اپنے کا مدعی مذکور پر کرے، تو وہ بھی قابل سماعت کے شرعاً نہیں ہے، لڑکا ہنوز صغیر السن ہے، سات برس تک ماں کے پاس رہے گا، اور اس اثنار میں باپ اس کا جب اپنے فرزند کو دیکھنے کے لئے جاوے، تو ماں یا نانی گھڑی دو گھڑی سے جائے اور پیار کرنے سے مانع و مزاحم نہ ہووے، اور ماں جو دوسرا نکاح کرے، یا کہیں جانے کا ارادہ کرے، تو سات برس تک نانی کے پاس پرورش پاوے، بعد سات برس کے باپ کو لے لینے کا اختیار ہے، جو حکم شرع محمدی کا تھا وہ گذارش کیا گیا، آئندہ اختیار سرکار فقط۔ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لڑکا یا لڑکی ہو، اس کو دودھ پلانا، پرورش کرنا ماں پر فرض ہے یا نہیں، لڑکے کا باپ موجود ہے، اس حالت میں کس کو پرورش کرنا چاہیئے، اگر اس کی ماں دودھ نہ پلانے، یا پرورش نہ کرے تو گنہ گار ہوگی یا نہیں، خدا و رسول کے موافق کیا حکم ہے۔

**الجواب**:۔ لڑکے کی پرورش ماں پر فرض نہیں ہے، مگر پرورش کا زیادہ حق ماں ہی کو ہے، یعنی باپ اگر آپ خود پرورش کرنا چاہے، اور ماں آپ پرورش کرنا چاہے، تو ماں ہی پرورش کرے گی، اور اگر ماں پرورش کرنے سے انکار کرے، تو ماں خواہ نخواہ پرورش کرنے پر مجبور نہیں کی جاوے گی، اور گنہ گار بھی نہیں ہوگی، ہاں اگر باپ سے لڑکے کی پرورش نہیں ہو سکتی، اور کوئی دوسرا پرورش کرنے والا نہیں ہے، تو اس صورت میں ماں پرورش کرنے پر مجبور کی جاوے گی، اور اس صورت میں اگر پرورش سے انکار کرے گی، تو گنہ گار ہوگی، شرح وقایہ میں ہے۔ والحضانۃ[1] للام بلا جبر ھا طلقت اوکا اور حاشیہ شرح وقایہ میں ہے قولہ بلا جبر ھا ای لا تجبر الام علی الحضانۃ ان ابت منھا کانھا عجزت ان تکون عاجزۃ عنھا فعند اذا لم یکن للولد حاضنۃ سواھا تجبر علیھا لئلا یفوت حق الولد کذا فی النھایۃ انتھی۔ اور روضۃ الندیہ صفحہ ۲۳۲ میں ہے

---

[1] پرورش ماں کے ذمہ ہوگی، لیکن مجبور کرکے نہیں، خواہ اسے طلاق ہو چکی ہو، یا نہ ہوئی ہو ۱۲

[2] ماں اگر پرورش سے انکار کرے تو اسے مجبور نہیں کیا جائے گا کیونکہ ممکن ہے کہ وہ عاجز ہو، ہاں اگر اور کوئی پرورش کرنے والی عورت نہ ملے تو اس کو مجبور کیا جائے گا، تاکہ بچے کے حقوق ضائع نہ ہوں ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اولیٰ بالطفل امہ مالم تنکح لحدیث عبد اللہ بن عمرو ان امرأۃ قالت یارسول اللہ ان ابنی ھذا کان بطنی لہ وعاء وحجری لہ حواء وثدی لہ سقاء وزعم ابوہ انہ ینزعہ منی فقال انت احق بہ مالم تنکحی اخرجہ احمد وابو داؤد والبیہقی والحاکم وصححہ وقد وقع الاجماع علی ان الام اولی بالطفل من الاب انتہی۔ اور دودھ پلانا بھی ماں پر فرض نہیں ہے، مگر جب کہ کوئی دودھ پلانے والی نہ ملے، یا لڑکا بجز ماں کے کسی دوسری عورت کا دودھ نہ پیوے تو اس صورت میں ماں پر دودھ پلانا فرض ہے، اس صورت میں اگر دودھ نہ پلائے گی، تو گنہ گار ہوگی، شرح وقایہ میں ہے۔ ولیس علی الام ارضاعہ الا اذا تعینت بان لا یوجد من ترضعہ او لا یقبل لبن غیرھا، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ حررہ احمد عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ ایک شخص نے اپنی زوجہ کو طلاق دی، اور ایک لڑکی بعمر نو سال کی ہے، اب وہ کس کو پہنچتی ہے، باپ کو یا ماں کو، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ درصورت مرقومہ دختر جب تک نابالغ ہے پاس ماں کے رہے گی، بعد اس کے باپ کے پاس، بعد بالغ ہونے کے ماں روک نہیں سکتی۔ کذا فی کتب الفقہ، واللہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ السید محمد نذیر حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ فدوی عبد الکریم وعبد الرحیم ہیچ مدت علمائے دین کے عرض کرتے ہیں، کہ منشی محمد حسینی مرحوم والد ہمارے تھے، اور جناب والد منفور نے اقرار کیا، کہ یہ عبد الرحیم اور عبد الکریم دونوں بیٹے ہمارے ہیں، اور ان کے اس اقرار کے صدہا آدمی ثقہ واقف اور مطلع ہیں، اور تاعین حیات اپنی پرورش ہماری مثل اور فرزند محل ادنے کرتے رہے اب والد مرحوم کا انتقال ہوگیا، تو ان کی زوجہ اولے کے پسران میراث پدری سے ہم کو خارج

---

لہ جب تک نکاح نہ کرے بچے کی زیادہ حقدار ماں ہے، ایک عورت نے کہا تھا اے اللہ کے رسول یہ میرا بیٹا ہے، میرا پیٹ اس کا برتن رہا، میری گود اس کا بچھونا تھی، میری چھاتیاں اس کی مشک تھیں، اور اب اس کا باپ اس کو مجھ سے چھیننا چاہتا ہے، آپ نے فرمایا جب تو نکاح نہ کرے، تیرا زیادہ حق ہے، احمد، ابوداؤد، ترمذی اور حاکم نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے ۱۲ ۲ اس پر اجماع ہے کہ ماں باپ کی نسبت بچے کی زیادہ حقدار ہے ۱۲ ۳ ماں پر بچے کو دودھ پلانا فرض نہیں ہے، مگر اس صورت میں کہ کوئی اور دودھ پلانے والی نہ مل سکے، یا بچہ کسی اور کا دودھ نہ پیئے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کرتے ہیں، پس دریں صورت حکم شرع شریف کا جو کچھ کہ ہو ارشاد فرماویں موجب اجر عظیم کا ہوگا۔ بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ درصورتے کہ منشی محمد حسینی مرحوم نے برملا اقرار کیا کہ یہ دونوں ہمارے بیٹے ہیں، تو اقرار ان کا مقبول ہوگا شرعاً خواہ بیماری میں اقرار کیا ہو خواہ صحت میں، اور یہ دونوں پسر منشی مقر مرحوم کے مثل اور اولاد کے مستحق اور مشارک میراث پدری کے بلاریب ہوں گے۔ وان[1] اقر رجل بغلام مجهول النسب يولد مثله اى مثل هذا الغلام لمثله اى مثل هذا المريض انه ابنه وصدقه اى المقر الغلام قيد به لان المسئلة فى الغلام المعبر عن نفسه يثبت نسبه لانه من الحوائج الاصلية ولا تهمة فيه ولو كان المقر فى حال اقراره مريضا ويشارك اى الغلام الورثة فى الميراث لانه من ضروريات ثبوت النسب انتهى ما فى الكنز والعينى۔ وان اقر بغلام مجهول النسب يولد مثله لمثله انه ابنه وصدقه الغلام ولو ممیزا ثبت نسبه ولو كان المقر مريضا و اذا ثبت شارك الغلام الورثة انتهى ما فى تنوير الابصار والدر المختار والهداية۔ انه اذا اقر بالدين مثلا فاكابن المقر له يرث مع سائر ورثة المقر وان جحد سائر الورثة نسبه ويرث ايضا من اب المقر وهو جد المقر له وان جحد الجد نسبه كذا فى الفتاوى العالمگيرية۔ والله تعالى اعلم بالصواب۔ الراقم سید محمد نذیر حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ زید ایک پسر صغیر مثبت سالہ اور ایک پسر بالغ چھوڑ کر مر گیا، اور زوجہ زید حیات ہے، اب درحق ولایت نکاح و حضانت اس کی کے کیا حکم ہے، اور کون مستحق ولایت و حضانت اس کا ہو سکتا ہے، پسر مثبت سالہ کا بڑا بھائی یا اس کی ماں، اور ترکہ پسر مذکور کا کس کے پاس امانت رکھا جاوے۔

**الجواب**:۔ درصورت مرقومہ معلوم کرنا چاہیئے کہ ولایت نکاح پسر صغیر کی اس کے

---

[1] اگر کوئی آدمی کسی مجہول النسب لڑکے کے متعلق اقرار کرے کہ یہ میرا لڑکا ہے، اور ان کی عمروں میں واقعی اتنا فرق ہو کہ وہ اس کا لڑکا بن سکتا ہو، اور وہ لڑکا بھی اس کی تصدیق کرے، اور اقرار کرنے والا اقرار کے وقت بیمار ہو، تو اس کی موت کی صورت میں لڑکا بھی اس کا وارث ہوگا، کیونکہ یہ ثبوت نسب کا لازمی نتیجہ ہے، کنز، عینی، تنویر الابصار، درمختار، ہدایہ، عالمگیری میں اسی طرح ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بڑے بھائی کو ہے، اور چونکہ وہ پسر صغیر ہشت سالہ ہے، اس لئے حد حضانت ماں سے خارج ہوگیا، ماں اس کی اب پرورش کی مستحق نہیں ہے، اب اس کی تعلیم و تربیت کا مستحق اس کا بڑا بھائی ہے۔ واذا استغنی الولد عن واحدۃ منہن فالاولی اقربہم تعصیبا فالاب ثم الجد ثم الاخ فالاقرب کما فی الاختیار ھکذا فی القہستانی و الہندیۃ والدر المختار وغیرہ من کتب الفقہ۔ اور ترکہ پسر صغیر کا کسی امین معتبر کے پاس سپرد کر دینا چاہیئے، پس اگر بھائی اور ماں امین، دیندار، ہوشیار ہوں، تو احق ہیں غیروں سے شرعاً، اصل ولایت مال صغیر کی باپ کو پھر وصی اس کے کو، پھر دادا کو، پھر وصی دادا کو، پھر والی و حاکم کو، پھر قاضی کو پہنچتی ہے، اور اس دیار میں قاضی وغیرہ پائے نہیں جاتے، تو نزدیک کسی شخص دیانت دار امانت کے رکھنا چاہیئے، اگر ماں اور بھائی ثقہ اور امین ہوں تو غیروں سے اولے ہیں، باعتبار حفاظت مال صبی کے جیسا کہ کتب فقہ سے مستفاد ہوتا ہے، واللہ تعالے اعلم بالصواب، حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بچہ ہے عمر تین سال کا اور اس بچہ کی ماں فوت ہوگئی ہے، اور بچہ کا باپ، دادا، اور دادی اور نانا، نانی یہ سب حیات ہیں، اور بچہ دادا، دادی سے ایسا ہلا ہوا ہے، کہ اگر ان سے جدا ہو جاوے، اور اس بچہ کو نانا اور نانی کے پاس بھیج دیں، تو اغلب یقین ہے، کہ مفارقت دادا و دادی سے وہ بچہ بیمار ہو جاوے یہاں تک کہ جان کا بھی خوف ہے، اب علمائے دین سے گذارش ہے، کہ اس حالت میں شرع شریف کا کیا حکم ہے، کہ وہ لڑکا کس کے پاس رہ سکتا ہے، کون پرورش کا مستحق ہے، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ بعد حمد و صلوۃ کے واضح ہو کہ بچے کی پرورش میں جب تک کہ وہ بہت چھوٹا ہے یعنی دودھ پیتا ہو، یا دودھ کے زمانہ کے بعد بھی تخمیناً دو تین برس تک تو سب سے زیادہ اور مقدم ماں کا حق ہے جیسا کہ آیت والوالدات یرضعن اولادھن (سورہ بقرہ رکوع ۳۰) اور آیت وان تعاسرتم فسترضع لہ اخری (سورہ طلاق رکوع ۱)

---

[1] جب بچہ ماں کی تربیت سے بے نیاز ہو جائے، تو اس کا سب سے زیادہ حق دار سب سے قریبی عصبہ ہوگا پہلے باپ پھر دادا پھر بھائی یعنی الاقرب فالاقرب ۱۲ [2] اور مائیں اپنی اولاد کو دودھ پلائیں ۱۲ [3] اگر تم اس میں تنگی محسوس کرو، تو کوئی اور عورت دودھ پلا دے گی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سے ثابت ہوتا ہے اور ابوداؤد و بیہقی اور حاکم وغیرہ میں روایت کیا ہے کہ ایک عورت کو اس کے خاوند نے طلاق دی اور چاہا کہ بچہ کو اس سے جدا کرلے جب اس کا مقدمہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا تو آپ نے عورت سے فرمایا کہ جب تک تو دوسری جگہ نکاح نہ کرے تب تک اس کی پرورش میں تیرا حق مقدم ہے اور اس حدیث کو حاکم نے صحیح کہا ہے اور ائمہ حدیث و فقہ نے اس حدیث کو قبول کیا ہے، دیکھو نیل الاوطار جلد ششم صفحہ ۲۶۷ و ۲۶۸۔ ہاں اگر ماں اپنے بچے کو رکھنا نہ چاہے تو بچے کے باپ کو اختیار ہے کہ جس کے پاس چاہے بچے کو پرورش کرائے، جیسا کہ دونوں آیتوں اور اس حدیث سے پایا جاتا ہے یہ مسئلہ تو اولویت کا ہے یعنی اولے و افضل بات تو یوں ہے کہ اس طور پر عمل کیا جاوے اور جواز کا مسئلہ یوں ہے کہ باپ مختار ہے ماں کی مرضی نہ بھی ہو تاہم وہ اپنے بچے کو اس سے جدا کرلے اور کسی سے پرورش کراوے جیسا کہ آیت وان اردتم ان تسترضعوا اولادکم الخ سورہ بقرہ رکوع ۳۰ سے پایا جاتا ہے اور حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ میں ہے کہ ایک باپ اور ماں کا ایک بچہ کے بارے میں جھگڑا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرعہ ڈالو جس کے نام پر آوے یہ بچہ اس کے ساتھ ہو رہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ آپ نے بچے سے فرمایا کہ یہ تیرا باپ ہے اور یہ تیری ماں ہے تو جس کے پاس رہنا چاہے اس کا ہاتھ پکڑ لے بچہ نے ماں کا ہاتھ پکڑ لیا آپ نے اسی کو دلا دیا نیل الاوطار جلد ششم صفحہ ۲۷۰ وغیرہ اور یہ سب حدیثیں بھی صحیح ہیں۔ ان سب روایتوں اور آیتوں میں اختلاف یا ناسخ منسوخ نہیں ہے بلکہ مطابقت اس طور سے ہے کہ اولےٰ یوں ہے کہ ماں کی پرورش میں دیا جاوے اور جائز یوں بھی ہے کہ باپ اپنے اختیار اور مرضی سے جس سے چاہے پرورش کرائے اور پچھلی حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ وہ بچہ جس جگہ رہنے میں راضی رہے اس کو دیا جاوے سو یہ بحث تو اس صورت میں ہے کہ جب ماں اور باپ موجود ہوں اور دونوں میں جھگڑا ہو اور سوال ہذا میں یہ صورت نہیں بلکہ یہ صورت ہے کہ بچہ کی ماں موجود نہیں ہے باپ اور دادا اور دادی اور نانا اور نانی موجود ہیں۔ لہٰذا اس مسئلہ میں یہ جواب ہے کہ ماں کے بعد سب سے زائد حق باپ کا اولےٰ اور مقدم ہے باپ کے ہوتے ہوئے کسی کو یہ منصب نہیں کہ اپنا حق پیش کرے پس اس بچے کا باپ جس کے

---

لہ اگر تم اپنی اولاد کو دودھ پلانا چاہو الآیۃ ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پاس چاہے پرورش کرا دے، مگر حسب حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے باپ کو مناسب ہے کہ بچے کو دادی کے پاس رکھے، کیونکہ بچہ اپنی دادی سے ہلا ہوا ہے، یہ اس کی رضا اور خوشی ہے، اور بچہ کی رضا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقدم کیا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ حررہ حمید اللہ عفی عنہ، ساکن قصبہ سراوہ، ضلع میرٹھ، ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۱۶ھ

بعد ماں کے گو نانی کا حق ہے، مگر صورت مسئولہ میں دادی کی پرورش انسب ہے۔

سید محمد نذیر حسین

**سوال:** ہندہ زوجہ خالد متوفی نے بعد وفات اپنے شوہر یعنے خالد کے اول عمر کے نکاح کیا، اور پھر اس سے خلع کرا کر ایک اجنبی شخص مسمی ولید سے نکاح کیا، اور خالد سے جو اولاد صغار باقی رہی، وہ ابھی ہندہ کے پاس رہتی ہے، اور ان بچوں کا ایک بھائی یعنے جو بسبب بالغ ہونے کے اپنی ماں سے جدا رہتا ہے، اور دوسرا بھائی علاتی موجود ہے، اس صورت میں ہندہ اپنے بچوں کی ولایت کا استحقاق رکھتی ہے یا نہیں، اور درصورتے کہ اس کو ان کی ولایت کا استحقاق نہ ہو، ان دونوں بھائیوں میں سے کسی کو ان کی حضانت کا استحقاق پہنچتا ہے، یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب:** درصورت مرقومہ مسماۃ ہندہ بہ سبب نکاح کرنے ساتھ شخص غیر محرم صغیر کے از روئے شریعت مصطفویہ کے ان صغیر بچوں کی ولایت کا استحقاق نہیں رکھتی یعنی جب ہندہ نے شخص اجنبی سے نکاح اپنا کر لیا، تو ولایت حضانت اور پرورش کی اس سے ساقط ہو گئی شرعاً، بعد ازاں نانی، پھر دادی مستحق حضانت کی ہیں، اور جو نانی، دادی و بہن وغیرہ نہ ہو، تو ولایت حضانت عصبہ کی طرف ثابت ہو گی پس عصبہ میں درصورت سوال برادر حقیقی ولایت ان صغیر بچوں کی رکھتا ہے، اور جو برادر حقیقی نہ ہو تو برادر علاتی یعنی بھائی سوتیلا مستحق ولایت صغیر کا ہو گا۔ فالام احق[1] بالولد لما روی ان امرأۃ قالت یا رسول اللہ ان ابنی ھذا کان بطنی لہ وعاء وحجری لہ حواء وثدی لہ سقاء وزعم ابوہ انہ ینزعہ منی فقال علیہ السلام انت احق بہ مالم تتزوجی وکل من تزوجت من ھؤلاء۔

---

[1] تو ماں بچے کی زیادہ حقدار ہو گی، کیونکہ روایت کیا گیا ہے کہ ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ یہ میرا بیٹا ہے، میرا پیٹ اس کا برتن تھا، میری گود اس کا پنگھوڑا تھی، میری چھاتیاں اس کی مشک تھیں، اور اب اس کا باپ مجھ سے اس کو چھیننا چاہتا ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تک تو نکاح نہ کرے، تو اس کی زیادہ حقدار ہے، اور جو ماؤں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سقط حقها لما رویناولان زوج الام اذا کان اجنبیا یعطیه نزر او ینظر الیه شزرا فلا ظر فان لم یکن للصبی امراۃ من اهله واختصم فیه الرجال فاولهم اقربهم تعصیبا کان الولایة للاقرب وقد عرف الترتیب فی موضعه کذا فی الهدایة وغیرها من کتب الفقه۔ واللہ اعلم بالصواب۔ سید محمد نذیر حسین عفی عنه ۲۱ ربیع الاول سنہ ۱۲۸۸ھ

سید محمد نذیر حسین

**مسئلہ**:۔ حد بلوغت جاریہ کی نزدیک امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے سترہ برس ہیں اور دیگر ائمہ کے نزدیک پندرہ برس ہیں لیکن فتوے اوپر پندرہ برس کے ہے اور یہی صحیح ہے، فقط حررہ السید شریف حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**ھو الموفق**:۔ بالغ ہونا لڑکے کا احتلام اور انزال سے اور بالغ ہونا لڑکی کا احتلام اور حیض سے ثابت ہوتا ہے، اور اگر یہ علامتیں نہ پائی جائیں تو حد بلوغت لڑکے اور لڑکی دونوں کی پندرہ برس ہے، اسی پر فتوے ہے مذہب حنفی میں اور یہی باستحدیث سے ثابت ہے، اور یہی مذہب ہے امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد وغیرہم کا اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حد بلوغت لڑکے کی درصورت نہ پائے جانے کسی علامت کے اٹھارہ برس ہے، اور لڑکی کی سترہ برس مگر یہ بات صحیح نہیں ہے، اسی وجہ سے فقہائے حنفیہ نے بھی اس کو اختیار نہیں کیا، مشکوۃ شریف میں ہے۔ عن ابن عمر قال عرضت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام احد وانا ابن اربع عشرۃ سنۃ فردنی ثم عرضت علیه یوم الخندق وانا ابن خمس عشرۃ سنۃ فاجازنی فقال عمر بن عبد العزیز هذا الفرق بین المقاتلة والذریة متفق علیه۔ بلوغ المرام میں ہے۔ بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال والجاریة بالاحتلام والحیض والحبل فان لم یوجد فیهما شیئ فحتی

---

میں سے نکاح کرے گی اس کا حق ساقط ہو جائے گا کیونکہ اس کا خاوند تو اس بچے کو ٹیڑھی نگاہوں سے دیکھے گا اگر بچے کے خاندان میں کوئی ایسی عورت نہ ہو اور مردوں کا اس میں جھگڑا ہو تو سب سے زیادہ قریبی عصبہ اس کا وارث ہوگا کیونکہ ولایت کا حق قریبی کو پہنچتا ہے، اور ترتیب اپنے مقام میں معلوم ہو چکی ہے ۱۲ ۱؎ عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں کہ جنگ احد کے دن میری عمر چودہ برس کی تھی۔ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے جنگ میں مجھے نہ لیا پھر خندق کی جنگ میں میری عمر پندرہ برس تھی آپ نے مجھ کو جنگ میں شامل ہونے کی اجازت دے دی، عمر بن عبد العزیز نے کہا، بچے اور جنگ سے ہی میں یہ حد فاصل ہے (مشکوۃ) ۲ بچہ کا بالغ ہونا احتلام انزال اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یتم لکل منھما خمس عشرۃ سنۃ بہ یفتی وادنی مدتہ لہا اثنتا عشرۃ سنۃ ولھا تسع سنین لقصر اعمار اھل زماننا ردالمحتار صفحہ ۴۸۴ جلد ۵ میں ہے قولہ بہ یفتی ھذا عندھما وھو روایۃ عن الامام وبہ قالت الائمۃ الثلاثۃ وعند الامام حتی یتم لہ ثمانی عشرۃ سنۃ ولھا سبع عشرۃ سنۃ۔ قولہ لقصر اعمار اھل زماننا وکان ابن عمر رضی اللہ عنہ عرض علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم احد وسنہ اربع عشرۃ فردہ ثم یوم الخندق وسنہ خمس عشرۃ فقبلہ انتھی۔ واللہ اعلم۔ کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ

---

حمل کرنے سے معلوم ہوگا، اور لڑکا احتلام حیض اور حمل ہونے سے، اگر ان میں سے کوئی چیز نہ ہو تو لڑکوں کی پندرہ سال کی مدت ہے، اور اسی پر فتوی ہے، اور بلوغ کی ادنی مدت لڑکے کے لئے بارہ سال اور لڑکی کے لئے نو سال ہے کیونکہ ہمارے زمانے میں عمریں بہت کم ہیں ۱۲ ۵۲ اسی پر فتوی ہے یہ صاحبین کے نزدیک ہے اور امام ابو حنیفہ کی ایک روایت اور ائمہ ثلاثہ کا مذہب بھی یہی ہے، اور امام مالک کے نزدیک لڑکے کے لئے بارہ سال، اور لڑکی کے لئے سات سال، کیونکہ ہمارے زمانے میں عمریں کم ہیں، اس پر ابن عمر کی حدیث سے بھی استدلال کیا گیا ہے کہ آپ کو جنگ احد میں چودہ سال کی عمر میں نہ لیا گیا، اور جنگ خندق میں پندرہ سال کی عمر میں لے لیا گیا ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# کتاب الرّضاع

**سوال:** دو عورتیں جو آپس میں حقیقی بہنیں ہیں، ایک بہن نے اپنے ایک حقیقی بھائی کو دودھ پلایا، اور دوسری بہن نے کسی اجنبی کو دودھ پلایا، اب دونوں میں نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

**الجواب:** سوال کے دیکھنے سے ہر دو لڑکا لڑکی میں دو قسم کی قرابت اور دو رشتے معلوم ہوتے ہیں، مثلاً لڑکے نے جو اپنی بہن کا دودھ پیا، تو دودھ پلانے والی عورت کی دوسری بہن لڑکے کی خالہ ہو گئی، اور بہن ثانی کا جس لڑکی نے دودھ پیا، اس لڑکے کی خلیری بہن ہوئی، اور اگر یوں کہا جائے، کہ بہن ثانی بہن ہی قرار دی جائے، اور وہ رضیعہ (لڑکی) اس کی بیٹی کہی جاوے، تو وہ لڑکی اس لڑکے کی بھانجی قرار پاوے گی، تو ایک رشتہ سے خالہ زاد بہن بھائی ہوئے، اور دوسرے رشتہ سے ماموں بھانجی کا رشتہ ہوا، صورت اول میں تو ان دونوں میں نکاح بلا شبہ ہو سکتا ہے، اور اس میں کسی کا خلاف نہیں ہے، رہی صورت دوم تو سارے متقین و جمہور صحابہ و تابعین اور اکثر مجتہدین کا یہی مسلک ہے کہ اس لڑکی و لڑکے میں عقد مناکحت خلاف احادیث صحیحہ و براہین قاطعہ و منج ساطعہ ہوگا، یعنی ان دونوں میں نکاح کا کچھ واسطہ نہ ہوگا، تفاسیر و شروح اقوال رسول بشیر و نذیر کے اوپر نظر غائر ڈالنے سے صاف صاف مذہب جمہور کا ثابت و مدلل معلوم ہوتا ہے، اور اکثر کتابیں، بلکہ ساری کتابوں کے باری باری دیکھنے سے اس مسئلہ میں کسی کا خلاف اور کچھ اختلاف معلوم نہیں ہوتا ہے، مگر شارح مسلم امام نووی علیہ الرحمۃ نے مسلم کی شرح میں اہل ظواہر اور جماہیر علماء میں اختلاف اور خلاف نقل کیا ہے، اور ان کے دلائل انہوں نے درج کتاب کئے ہیں، جن کو عنقریب تحریر کرتا ہوں، ابھی چند تفسیروں کی اور حدیثوں کی عبارات دلیل میں دعوے جمہور کے نقل کئے دیتا ہوں، مسلم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کتاب بلاشک وریب مفاتیح الغیب صفحہ ۲۷۱ جلد ۳ میں امام محمد فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ بذیل آیت امہاتکم اللتی ارضعنکم واخواتکم من الرضاعۃ یوں تحریر فرماتے ہیں (المسئلۃ الثانیۃ) انہ تعالی نص فی ھذہ الحالۃ علی حرمۃ الامہات والاخوات من جھۃ الرضاعۃ اکان الحرمۃ غیر مقصورۃ علیھن لانہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یحرم من الرضاع مایحرم من النسب انتہی۔ ترجمہ: اس آیت میں باری تعالیٰ نے ماں بہن رضاعی کی حرمت نصی (حکم بیان فرمایا لیکن مخفی نہ رہے) کہ حرمت فقط رضاعی ماں بہن پر ہی موقوف نہیں (بلکہ ان کی اولاد میں بھی یہی حکم ہے) کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو (عورت) نسب کی رو سے حرام ہے (وہ عورت) رضاعت کی جہت سے بھی حرام ہے۔ انتہی، اور راس الاحناف قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ الباری نے اپنی کتاب تفسیر مظہری میں اسی آیت کے تحت میں یوں فرمایا ہے۔ کذا العمات والخالات وبنات الاخ وبنات الاخت من الرضاعۃ اجماعا لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم یحرم من الرضاع مایحرم من النسب۔ انتہی، ترجمہ: جو حکم ماں بہن رضاعی کا ہے، وہی حکم پھوپھی خالہ بھتیجی بھانجی رضاعی کا ہے اجماعاً بحسب قول نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ جو (عورت) حرام ہوتی ہے نسب کے رو سے وہ (عورت) رضاعت کی جہت سے بھی حرام ہے۔ اور امام احمد بن محمد بن خطیب قسطلانی صفحہ ۲۴ میں بذیل لفظ حدیث یوں فرمایا ہے۔ تحرم من الرضاعۃ ماتحرم من الولادۃ من تحریم النکاح ابتداء ودواما وانتشار الحرمۃ بین الرضیع واولاد المرضعۃ فیحرم علیھا ھو ویحرم علیہ ما فرعہ من النسب والرضاع انتہی۔ ترجمہ: جو عورت بہ سبب نسب کے حرام ہوتی ہے، وہ عورت بہ سبب رضاع کے بھی حرام ہوتی ہے بہ سبب تحریم نکاح ابتدا دوام کے اور حرمت پھیل جانے حرمت کے مابین رضیع (دودھ پینے والا) اور اولاد مرضعہ (دودھ پلانے والی) کے، تو خود وہ لڑکا بھی اس پر حرام ہو جاوے گا، اور اس کی اولاد بھی جو من جہۃ الرضاعت والنسب ہو وہ بھی حرام ہو جاوے گی، ان سب کتابوں کی عبارتوں سے دعوے و مسلک جمہور کا ثابت ہے، اب امام نووی کی محررہ عبارت صفحہ ۲۶۶ نقل کرتا ہوں۔ اجمعت الامۃ علی ثبوتہا بین الرضیع والمرضعۃ وانہ یصیر ابنہا یحرم علیہ نکاحہا ابدا واجمعوا ایضا علی انتشار الحرمۃ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بین المرضعۃ واولاد الرضیع وبین الرضیع واولاد المرضعۃ فانہ فی ذلک کولدھا من النسب انتہی۔ ترجمہ: امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ درمیان رضیع اور مرضعہ کے نکاح حرام ہے، اور یہ کہ وہ لڑکا مرضعہ کا بیٹا ہو جاتا ہے، اس سے نکاح ابدا حرام ہے، اور نیز اجماع ہوا ہے اس پر کہ اس کی حرمت پھیل جاتی ہے درمیان مرضعہ واولاد رضیع کے، اور درمیان رضیع واولاد مرضعہ کے کیونکہ وہ رضیع گویا نسب کی جہت سے اس کا بیٹا ہے، اس کے بعد یوں فرماتے ہیں صفحہ ۴۶۶ ولم یخالف فی ھذا الا اھل الظاھر وابن علیۃ فقالوا لا تثبت حرمۃ الرضاعۃ بین الرجل والرضیع ونقلہ المازری عن ابن عمر وعائشۃ واحتجوا بقولہ تعالی وامھاتکم اللتی ارضعنکم واخواتکم من الرضاعۃ ولم یذکر البنت ولا العمۃ کما ذکرھما فی النسب یعنی اس مسئلہ میں بجز اہل ظاہر وابن علیہ کے اور کوئی مخالف نہیں ہوا اور انہوں نے کہا کہ رضاعت کی حرمت مرد اور رضیع کے درمیان ثابت نہیں ہے، اور اس کو مازری نے ابن عمر وعائشہؓ سے نقل کیا ہے، ان لوگوں نے اللہ تعالے کے قول وامھاتکم اللتی ارضعنکم واخواتکم من الرضاعۃ سے استدلال کیا ہے، اور کہا ہے کہ اللہ تعالے نے اس میں بنت اور عمہ کا ذکر نہیں کیا، جیسا کہ ان دونوں کو نسب میں ذکر کیا ہے، الحاصل جمہور فقہا واکثر علماء مجتہدین ومحدثین محققین کے نزدیک ان دونوں میں نکاح صحیح نہیں ہوگا، اور بعض علماء کے نزدیک مثل اہل ظواہر کے نکاح مابین دونوں کے صحیح ہوگا واللہ اعلم وعلمہ اتم وحکمہ اکرم۔ حررہ عبداللہ گیلانوی تاریخ ۹ ماہ ربیع الثانی روز چہارشنبہ سنہ ۱۳۲۰ھ

میں نے سائل کے سوال کو بغور وفکر صاف صاف سنا، اور مولانا شیخ محمد عبداللہ صاحب دامت فیوضہ کے جواب باصواب کو بغور وفکر دیکھا، مولانا نے ماشاء اللہ اس مسئلہ کی تصریح کما ینبغی برائے تفہیم ہر ذکی وغبی اس تھوڑی سی تحریر بے نظیر میں کر دی ہے، اب اس کے بعد کسی کی یہ طاقت نہیں ہے، کہ مولانا المجیب کے خلاف میں کچھ تقریر بے توقیر لکھ سکے بجز اس کے کہ حضرت مجیب فیض وبرکت کے قول کی تصدیق کرے کوئی چارہ نہیں ہے، کیونکہ مفتی نے مستفتے کے سوال کا جواب بطور انصاف بذکر خلاف واختلاف صاف صاف تحریر فرمایا ہے، یعنی بھانجی کا نکاح میں لانا نص قرآنی دو بنات

---

لہ اور تمہاری دودھ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہے، اور تمہاری دودھ کی بہنیں ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الاخت) حرام ہے (رہی رضاعی بھانجی) تو ایک اہل ظواہر کے نزدیک اس سے نکاح حلال ہے، ہاں امام نووی نے اہل ظواہر وابن علیہ کا مسئلہ ندا میں جمہور سے خلاف ہونا نقل کیا ہے، اور اس میں کل مخالفین محققین صحابہ وتابعین کا ذکر نہیں کیا ہے، اس لئے میں ان کا ذکر کئے دیتا ہوں۔ قال الشیخ شمس الحق المجتهد المطلق بعون الرب الودود فی شرح سنن ابی داؤد المسمی بعون المعبود وقد خالف فی ذلک ابن عمر وابن الزبیر ورافع بن خدیج وعائشة وجماعة من التابعین وابن المنذر وداؤد واتباعه یہ تو سب کچھ ہوا مگر یہ ہم نے نہیں لکھا، کہ اگر مسائل ظاہریہ والصحابہ والصحابیہ (حضرت عائشہ) کے فتوے پر خیال کر کے نکاح کر لیا جاوے، تو گنہ گار ہوگا یا نہیں تو یہ امر بحث طلب ہے، اگر ظاہریہ پر یہ اعتراض کیا جاوے، کہ یہاں احادیث صحیحہ دربارہ حرمت رضاعت کے موجود ہیں اور تم اس کے خلاف میں قرآن کی آیت سے دلیل پکڑتے ہو تو کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو نہ سمجھا تھا، تو ہم اس کا یوں جواب دیں گے، کہ عیاذا باللہ حدیث حرمت رضاعت کی جس طرح عام نہیں ہے، اسی طور سے آیت عموم پر دلالت نہیں کرتی اور ہم کہتے ہیں، کہ حدیث یحرم من الرضاعة مایحرم من النسب کا مطلب یہ ہے کہ جو عورت نسب سے حرام ہوتی ہے، وہ عورت رضاعت سے بھی حرام ہو جاتی ہے اور اہل ظواہر کا دعوے اس سے ثابت ہے، کیونکہ وہ لفظ "ما" کو عام نہیں بلکہ دو چیزوں میں خاص کر لیتے ہیں، وہ یوں کہ یہ تو ظاہر ہے، کہ ماں اور بہن نسبی صاف طور سے حرام ہیں، تو جیسے یہ دونوں یعنی دونوں ماں بہن نسب کی رو سے حرام ہیں، ویسے ہی ماں، بہن رضاعت کی جہت سے بھی حرام ہے۔ وهذا تطبیق للحدیث والقرآن وینبغی للناظر ان ینظره بالامعان لان لفظ ما لا یکون عاما ابدا بل یکون فی کثیر من المقامات خاصا کما فی علمک مالم تکن تعلم وعلما الانسان مالم یعلم۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غرض اس حدیث کے بیان کرنے سے یہی ہے، کہ حرمت رضاعت اسی درجہ

---

۱؎ اور اس کی مخالفت کی ہے ابن عمر ابن زبیر، رافع بن خدیج، حضرت عائشہ اور تابعین کی ایک جماعت اور ابن منذر اور داؤد اور اس کے اتباع نے ۱۲ ۲؎ یہ قرآن اور حدیث میں تطبیق ہے، دیکھنے والے کو غور سے دیکھنا چاہیئے، کیونکہ لفظ "ما" ہمیشہ عام ہی نہیں ہوتا، بلکہ کئی مقامات پر خاص ہوتا ہے، جیسا سکھایا تجھ کو جو کچھ کہ تو نہیں جانتا تھا اور انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کی ہے کہ حرمت نسب جس درجہ کی ہے۔ ولا[1] فیلزم ان عائشۃ وابن عمر وابن الزبیر ورافع بن خدیج خالفوا قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاشا وکلا پس ظاہر ہوا کہ آنحضرت نبی کریم کی غرض وہی ہے، جو اہل ظواہر نے سمجھی تو اگر کسی نے ایسا کر لیا تو قابل ملام نہیں ہے۔ لانہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم۔ تو اگر کوئی شخص نکاح کر چکا تو بموجب مسلک بعض صحابہ کے نکاح صحیح ہو گیا۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

ابو تراب محمد عبد الرحمن گیلانی

صورت مسئولہ میں نکاح بالاجماع جائز نہیں ہے کیونکہ درمیان اس لڑکے اور اس لڑکی کے ماموں بھانجی کا رشتہ ہے اور جیسے نسبی رضاعی ماموں بھانجی کے درمیان نکاح حرام ہے اسی طرح رضاعی ماموں بھانجی کے بھی نکاح حرام ہے، اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، علمائے ظاہر اور ابن علیہ وغیرہ کا بھی یہی مذہب ہے کہ درمیان رضاعی ماموں بھانجی کے نکاح جائز نہیں، امام نووی شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں۔ وہذہ[2] الاحادیث متفقۃ علی ثبوت حرمۃ الرضاع واجمعت الامۃ علی ثبوتہا بین الرضیع والمرضعۃ (الی قولہ) واجمعوا ایضا علی انتشار الحرمۃ بین المرضعۃ واولاد الرضیع وبین الرضیع واولاد المرضعۃ انتہی فی ذلک کولدہا من النسب لہذہ الاحادیث انتہی۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں قولہ الرضاعۃ تحرم ما تحرم الولادۃ ای وتبیح ما تبیح وہو بالاجماع فیما یتعلق بتحریم النکاح ونوابعہ وانتشار الحرمۃ بین الرضیع واولاد المرضعۃ (الی قولہ) وقد وقع عند

---

[1] ورنہ لازم آئے گا کہ حضرت عائشہ، ابن عمر ابن زبیر اور رافع بن خدیج نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی مخالفت کی ۱۲ [2] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں جس کے ساتھ بھی اقتدا کرو گے، ہدایت پا جاؤ گے ۱۲ [3] یہ احادیث متفق ہیں کہ دودھ سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے اور حرمت کا اجماع ہے کہ دودھ پینے والے اور دودھ پلانے والی ماں کے درمیان حرمت ثابت ہے، اور اس پر بھی اتفاق ہے، کہ یہ حرمت رضیع (دودھ پینے والے) اور مرضعہ (دودھ پلانے والی) کی اولاد میں اور مرضعہ اور رضیع کی اولاد میں بھی پھیلتی ہے، اور اس معاملہ میں اس کے نسبی بچہ کی طرح ہے ۱۲ [4] دودھ سے وہ تمام رشتے حرام ہوں گے جو ولادت سے حرام ہوتے ہیں اور وہ حلال ہوں گے جو ولادت سے حلال ہوتے ہیں، اور اس پر اتفاق ہے اور رضیع اور مرضعہ کی اولاد میں بھی حرمت پھیلتی ہے، اور امام احمد نے حضرت عائشہ سے روایت کیا کہ دودھ سے وہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



احمد من وجہ اخر عن عائشۃ رض یحرم من الرضاع مایحرم من النسب من خال او عم او اخ (فتح الباری) اسی طرح اور کتابوں میں بھی مرقوم ہے، خلاصہ یہ کہ درمیان رضاعی ماموں اور بھانجی کے نکاح کا حرام ہونا متفق علیہ ہے، اس میں اختلاف نہیں ہے، اور مجیب اول نے جو یہ لکھا ہے، کہ اکثر کتابوں بلکہ ساری کتابوں کے باری باری دیکھنے سے اس مسئلہ میں کسی کا کچھ خلاف اور اختلاف نہیں معلوم ہوتا، مگر شارح مسلم امام نووی علیہ الرحمۃ نے مسلم کی شرح میں اہل ظواہر اور جماہیر علماء میں خلاف اور اختلاف نقل کیا ہے" سو مجیب اول کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے، مجیب اول سے یہاں مسامحہ ہوگیا ہے، اور مسامحہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے امام نووی کی عبارت کو غور سے نہیں دیکھا، بات یہ ہے کہ مابین اہل ظواہر اور جماہیر علماء کے مسئلہ مذکورہ میں کچھ اختلاف نہیں ہے، بلکہ رضاعت کے ایک دوسرے مسئلہ میں اختلاف ہے، اور وہ دوسرا مسئلہ یہ ہے، کہ لبن الفحل سے حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے یا نہیں، یعنی مرضعہ کے شوہر اور رضیع کے درمیان حرمت ثابت ہوتی ہے یا نہیں، سو جماہیر علماء کا مذہب یہ ہے، کہ حرمت ثابت ہوتی ہے یعنی مرضعہ کا شوہر جس کی وجہ سے مرضعہ کو دودھ ہوا ہے، رضیع کا باپ ہو جاتا ہے، اور رضیع مرضعہ کے شوہر کا رضاعی لڑکا ہو جاتا ہے، اور اس شوہر کی اولاد رضیع کے بہن بھائی ہو جاتے ہیں، اور اس شوہر کے بھائی رضیع کے چچا ہو جاتے ہیں، اور اس شوہر کی بہنیں رضیع کی پھوپھیاں ہو جاتی ہیں، اور رضیع کی اولاد اس شوہر کی اولاد ہو جاتی ہے، یہی مذہب ہے جماہیر علماء کا مگر اہل ظواہر اور ابن علیہ کا یہ قول ہے، کہ درمیان شوہر مرضعہ اور رضیع کے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی، اور علامہ مازری نے حضرت ابن عمر رض اور عائشہ رض کا بھی یہی قول نقل کیا ہے، امام نووی شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں، واما الرجل المنسوب ذلک اللبن الیہ لکونہ زوج المرأۃ او وطیہا بملک او شبہۃ فمذہبنا ومذہب العلماء کافۃ ثبوت حرمۃ الرضاع بینہ وبین الرضیع وبصیر والدالہ واولاد الرجل اخوۃ الرجل واخواتہ ویکون اخوۃ الرجل اعمام الرضیع واخواتہ عماتہ ویکون اولاد الرضیع اولاد الرجل ولم یخالف فی ہذا الا اہل الظاہر وابن علیۃ فقالوا لا تثبت حرمۃ الرضاع بین الرجل والرضیع ونقلہ المازری عن ابن عمر رض وعائشۃ واحتجوا

تمام رشتے حرام ہوتے ہیں، جو نسب سے حرام ہوتے ہیں، ماموں، چچا، بھائی وغیرہ"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بقولہ تعالیٰ وامہاتکم اللاتی ارضعنکم واخواتکم من الرضاعۃ ولو بینکرا بنت والعمۃ کما ذکرھما فی النسب واخرج الجمھور بھذہ الاحادیث الصحیحۃ الصریحۃ فی عمر عائشۃ وعدم حفصۃ وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم مع اذنہ فیہ انہ یحرم من الرضاعۃ ما یحرم من الولادۃ واجابوا عما احتجوا بہ من الآیۃ انہ لیس فیھا نص باباحۃ البنت والعمۃ ونحوھما لان ذکر الشیٔ لا یدل علی سقوط الحکم عما سواہ ولو عارضہ دلیل اخر کیف وقد جاءت ھذہ الاحادیث الصحیحۃ انتھی کلام النووی۔ اور یہی مضمون نیل الاوطار کے صفحہ ۲۵۲ جلد ۶ میں اور فتح الباری کے صفحہ ۱۵ جزو ۲۱ میں مرقوم ہے، اور اسی طرح اور تمامی شروح حدیث میں مرقوم ہے، اور مجیب ثانی سے بھی وہی تسامح ہوا جو مجیب اول سے ہوا ہے سامحہما اللہ تعالیٰ، اور مجیب ثانی سے اور بھی مسامحات اور زلات وقوع میں آئے ہیں کما لا یخفی علی المتامل، اور مجیب ثانی کا آخر میں یہ لکھنا کہ اگر کوئی شخص نکاح کر چکا تو بموجب مسلک بعض صحابہ کے نکاح صحیح ہو گیا سراسر غلط اور بالکل باطل ہے صورت مسئولہ میں کسی کا مسلک نکاح صحیح ہونے کا نہیں ہے، بلکہ نکاح کا صحیح نہ ہونا متفق علیہ ہے مجیب ثانی کا یہ لکھنا بنا رفاسد علی الفاسد ہے۔

واللہ اعلم۔ کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ | سید محمد نذیر حسین

سوال:۔ زید نے فاطمہ نام ایک عورت ہمسایہ کی لڑکی سے نکاح کیا، مجیدہ زید کی پہلی بیوی کہتی ہے کہ میں نے اس لڑکی فاطمہ کو بعد ولادت بکر اپنے بڑے لڑکے کے غائبانہ دودھ پلا دیا تھا، اور صورت یہ ہے کہ بکر مجیدہ کے میکہ میں پیدا ہوا تھا یعنے اپنے ننہیال میں، اور مجیدہ بعد ولادت بکر کے جب زید کے گھر آئی تھی اس وقت فاطمہ چار پانچ برس کی تھی پھر فاطمہ اور مجیدہ بارہ برس تک ایک بستی میں رہیں، اور باہم آمد و رفت رہا، مگر مجیدہ نے کبھی نہ فاطمہ سے نہ اور کسی سے اس دودھ کا ذکر کیا، اور نہ کوئی گواہ ہے بلکہ زید اور فاطمہ کی ماں وغیرہ ہمسایہ کی عورتیں اس دودھ سے انکار کرتی ہیں۔

الجواب:۔ سوال سے ظاہر ہوتا ہے، کہ مجیدہ کا مکان دوسرے موضع میں ہے اور فاطمہ کا مکان دوسرے موضع میں جہاں زید کا مکان ہے، اور جب مجیدہ زید کی بستی میں آئی تو فاطمہ کا سن چار پانچ برس کا تھا، تو ایام رضاعت نہ رہا پس قول مجیدہ صحیح ہو یا غلط، ہر حال میں نکاح زید کا فاطمہ سے صحیح ہے، اور اگر ایام رضاعت کے ہوتے جو باختلاف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مذاہب دو برس یا ڈھائی برس ہیں، تو البتہ زید کو چاہیئے تھا کہ فاطمہ کو چھوڑ دیتا دلیل فلیس دیکھو صحیح بخاری مطبوعہ احمدی صفحہ ۳۶۳۔

سید محمد نذیر حسین

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میں نے اپنی ہمشیرہ کا دودھ پورے دنوں کی حد تک پیا ہے اب میری لڑکی کا نکاح میری ہمشیرہ کے لڑکے سے ہو سکتا ہے یا نہیں، اور یہ سوال ہوا لڑکا ہے اس لڑکے سے جس کے شریک میں نے دودھ پیا ہے، اس میں خدا اور رسول کا کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ رضیع کی لڑکی مرضعہ کے لڑکے پر حرام ہے، کیونکہ مرضعہ کا لڑکا بہ سبب رضاعت کے رضیع کی لڑکی کا رضاعی چچا ہے، اور جیسے نسبی چچا سے نکاح حرام ہے، اسی طرح رضاعی چچا سے بھی حرام ہے صحیح مسلم میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے، کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اللہ حرم من الرضاعۃ ما حرم من النسب۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے رضاعت سے اس چیز کو جس کو حرام کیا ہے نسب سے۔ واللہ اعلم۔ حررہ محمد ابراہیم بھادری

سید محمد نذیر حسین

سوال:۔ ہندہ ایک عورت تھی، اس کے ایک لڑکا ہے، اور ہندہ کے بھائی کی بی بی کی ایک لڑکی تھی، اب ہندہ کے لڑکے نے اس کے بھائی کی بی بی کا شاید دو چار منٹ دودھ پیا تھا، اب وہ لڑکا فوت ہو گیا پھر ہندہ کے یہاں اب دوسرا لڑکا پیدا ہوا، اب اس لڑکے کا نکاح ہندہ کے بھائی کی بی بی کی دختر سے ہو سکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب:۔ اب اس لڑکے کا نکاح ہندہ کے بھائی کی بی بی کی دختر سے ہو سکتا ہے، کیونکہ ان دونوں کے درمیان حرمت رضاعت نہیں پائی گئی، ہدایہ میں ہے ویجوز[1] ان یتزوج الرجل باخت اخیہ من الرضاع انتہی۔ واللہ اعلم

حررہ السید عبد الحفیظ عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں علمائے دین کہ دو حقیقی بھائی ہیں، چھوٹے بھائی کی بیٹی ہے، دودھ بیٹی ہے، بڑے بھائی کے لڑکے نے اپنی چچی کا دودھ دو تین مرتبہ

[1] اور جائز ہے کہ آدمی اپنے بھائی کی رضاعی بہن سے نکاح کرے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پیا ہے، جب کہ اس لڑکے کا سن چار پانچ سال کا ہے، اب قرآن وحدیث سے اگر ان کی نسبت ہو سکتی ہے، تو ممنون فرمائیے گا، ورنہ اگر آپس میں نسبت نہیں ہو سکتی ہے تو بھی ممنون فرمائیے گا۔

الجواب: صورت مرقومہ میں درمیان اس لڑکے اور لڑکی کے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوئی، اور نہ یہ دونوں رضاعی بھائی بہن ہوئے، ان دونوں میں نکاح درست ہے، کیونکہ حرمت رضاعت اسی وقت تک ثابت ہوتی ہے، جب کہ لڑکے دو برس کے سن میں دودھ پئیں، اور دو برس کے بعد دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ قال اللہ تعالیٰ والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین لمن اراد ان یتم الرضاعۃ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما الرضاعۃ من المجاعۃ متفق علیہ وعن ام سلمۃ رض قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحرم من الرضاع الا ما فتق الامعاء وکان قبل الفطام رواہ الترمذی وصححہ ھو والحاکم۔ وعن ابن عباس رض قال لا رضاع الا ما انشز العظم الا فی الحولین رواہ الدارقطنی وابن عدی مرفوعا وموقوفا ورجح الموقوف۔ وعن ابن مسعود رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا رضاع الا ما انشز العظم وانبت اللحم اخرجہ ابوداؤد کذا فی بلوغ المرام۔ قال النووی فی شرح صحیح مسلم وذکر مسلم سھلۃ بنت سھیل امرأۃ ابی حذیفۃ وارضاعھا سالما وھو رجل و اختلف العلماء فی ھذہ المسئلۃ فقالت عائشۃ وداؤد یثبت حرمۃ الرضاع برضاع البالغ کما یثبت برضاع الطفل بھذا الحدیث رای بحدیث سھلۃ بنت

---

لہ مائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال تک دودھ پلائیں جس کو پورا دودھ پلانا چاہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رضاعت (دودھ پلانا) بھوک سے ہے (متفق علیہ) اور آپ نے فرمایا دودھ حرمت پیدا کرے گا جو انتڑیوں کو پھیلائے، اور دودھ چھڑانے سے پہلے ہو (ترمذی) ابن عباس کہتے ہیں وہی دودھ معتبر ہے، جو ہڈیوں کو مضبوط کرے، اور دو سال کی مدت کے اندر ہو (دارقطنی) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دودھ وہی ہے جو ہڈیاں مضبوط کرے، اور گوشت پیدا کرے (ابوداؤد کذا فی بلوغ المرام) ابوحذیفہ کی بیوی سہلہ بنت سہیل نے سالم کو جوانی میں دودھ پلایا، اور اس مسئلہ میں اختلاف ہے، حضرت عائشہ اور داؤد ظاہری قائل ہیں کہ جوان آدمی کو بھی دودھ پلانے سے ویسی ہی حرمت ثابت ہوتی ہے، جیسی چھوٹے بچے کو پلانے سے باقی تمام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سهیلی، وقال سائر العلماء من الصحابة والتابعین وعلماء الامصار الی الان لا یثبت الا بارضاع من لہ دون سنتین الا ابا حنیفة فقال سنتین ونصف وقال زفر ثلاث سنین وعن مالك روایة سنتین وایام واحتج الجمهور بقولہ تعالی والوالدات یرضعن اولادهن حولین کاملین والحدیث انما الرضاعة من المجاعة وباحادیث مشهورة وحمل واحد حدیث سهلة علی انہ مختص بها وبسالم وقد روی مسلم عن ام سلمة وسائر ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان هذا خالفن عائشة رض فی هذا انتهی کلام النووی۔ واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم

کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ | ابو العلا محمد عبد الرحمن

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عباس و عمر دونوں بھائی ہیں عمر کی زوجہ مسماۃ ہندہ نے اپنی بیٹی مسماۃ صفیہ کے ساتھ عباس کے بیٹے عثمان کو دودھ پلایا ہے، اس صورت میں عمر کی اور لڑکیاں زینب و کلثوم و آمنہ جو ماسوائے صفیہ کے ہیں اور مسماۃ ہندہ کے بطن سے ہیں، یہ سب عثمان پر حرام ہیں یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ عمر کی یہ سب لڑکیاں عثمان پر حرام ہیں، ان میں سے کسی کے ساتھ عثمان کا نکاح جائز نہیں ہے اس واسطے کہ مرضعہ یعنی دودھ پلانے والی عورت کی تمام اولاد رضیع یعنی دودھ پینے والے پر حرام ہو جاتی ہے، حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں قولہ الرضاعة تحرم ما تحرم الولادة وهو باجماع فیما یتعلق بتحریم النکاح وتوابعہ وانتشار الحرمة بین الرضیع واولاد المرضعة وتنزیلهم منزلة الاقارب فی جواز النظر

---

صحابہ، تابعین اور آج تک کے تمام علماء کہتے ہیں، کہ دو سال کے اندر دودھ پلانے سے حرمت ثابت ہوتی ہے ابو حنیفہ ڈھائی سال کہتے ہیں اور زفر تین سال، اور امام مالک دو سال اور کچھ دن، جمہور نے قرآن مجید کی آیت "اور مائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال دودھ پلائیں" اور حدیث "دودھ بھوک سے ہے" سے استدلال کیا ہے، اور سہلہ کی حدیث کو خصوصیت پر محمول کرتے ہیں، اور حضرت ام سلمہ رض اور حضور کی تمام بیویوں نے حضرت عائشہ رض کی اس بارے میں مخالفت کی ہے (مسلم) ۱۲

لہ رضاعت سے ہر وہ رشتہ حرام ہو جاتا ہے، جو ولادت سے حرام ہے، اور وہ بالاتفاق ان تمام رشتوں کے متعلق ہے، جو تحریم نکاح سے تعلق رکھتے ہیں، اور رضیع اور مرضعہ کے درمیان حرمت پھیل جاتی ہے، اور نظر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



والخلوۃ والمسافرۃ انتہی اور عون المعبود میں ہے۔ وفی الحدیث دلیل علی ان الرضاع ینشر الحرمۃ بین الرضیع واولاد المرضعۃ فیحرم علیہا فروعہ من النسب والرضاع وکما صار الرضیع ابن المرضعۃ تصیر ھی امہ فتحرم علیہ ھی واصولہا من النسب والرضاع وفروعہا من النسب والرضاع انتہی ملخصا واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم

کتبہ محمد عبد الرحمٰن المبارکفوری عفا اللہ عنہ — سید محمد نذیر حسین

سید ابو الحسن — سید عبد السلام غفرلہ

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اور بکر دونوں بھائی ہیں اور وہ آپس میں اس طرح پر ہیں، کہ پہلی بیوی سے زید پیدا ہے اور دوسری بیوی سے بکر پیدا ہے، زید کا ایک لڑکا ہے، اور بکر کی ایک لڑکی ہے، اس کا باہم رشتہ ہونا ہے جس کو نسبت ہوئے دس برس کا عرصہ ہو گیا، بکر کی جب لڑکی پیدا ہوئی تھی، تو بوجہ جمع ہونے منوارات کے بکر کی بیوی نے اس لڑکی کو اپنے سے علیحدہ کر دیا تھا، جب دادی اس کی نے اس کو بھوکا سمجھا، تو دو تین مرتبہ اس لڑکی کو دودھ اپنا پلا دیا تھا، اب یہ بات دریافت طلب ہے کہ آیا ان دونوں کا رشتہ ہو جاوے تو شرع سے ممانعت تو نہیں ہے مکرر عرض ہے، کہ اگر ان کا آپس میں رشتہ قطع ہو گیا، تو بہت آپس میں رنج ہوگا، بینوا توجروا

**الجواب**:۔ صورت مسئولہ میں دختر بکر بوجہ دودھ پلانے ماں بکر کے بکر کی رضاعی بہن ہوئی، اور زید کی بھی رضاعی بہن ہوئی تو وہ لڑکی پسر زید کی رضاعی پھوپھی ہوئی، اور نکاح جیسا کہ نسبی پھوپھی سے حرام ہے، ویسا ہی رضاعی پھوپھی سے، خواہ علاتی ہو یا حقیقی جیسا کہ کتب فقہ سے مستفاد ہوتا ہے، یحرم علی الرضیع ابواہ من الرضاع واصولہما وفروعہما من النسب والرضاع جمیعا حتی ان المرضعۃ لو ولدت من ھذا الرجل اوغیرہ قبل

---

اور خلوت اور مسافرت میں ان کا ہی مقام ہے جو اقارب کا ہوتا ہے ۱۲ لہ اور اس حدیث میں کہ رضاعت سے وہ سب حرام ہو جاتے ہیں، جو ولادت سے حرام ہوتے ہیں، دلیل ہے کہ رضاعت رضیع اور مرضعہ کی اولاد میں حرمت پھیلا دیتی ہے، رضیع پر مرضعہ کے نسبی اور رضاعی فروع حرام ہو جاتے ہیں، اور جس طرح رضیع مرضعہ کا بیٹا بن چکا ہے، وہ اس کی ماں ہو چکی ہے، تو اس بچے پر اس کے اصول و فروع نسبی اور رضاعی حرام ہو جائیں گے "

لہ رضیع پر اس کے دودھ کے ماں باپ اور ان کے اصول و فروع نسبی اور رضاعی حرام ہو جاتے ہیں، یہاں تک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



هذا الارضاع او بعده او ارضعت رضيعا ولدا الرجل من غير هذه المرأة قبل هذا الارضاع او بعده او ارضعت امرأة من لبنه رضيعا فانكل اخوة الرضيع واخواته واولادهم اولاد اخوته واخواته انتهى مختصرا بعد الحاجة هكذا في العالمگيرية پس عند الشرع مابین پسر زید و دختر بکر کے نکاح حرام ہے واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔

حررہ السید عبد الحفیظ غفرلہ۔

پھوپھی رضاعی حرام ہے۔ ویحرم قومها على الرضيع اى يحرم قوم المرضعة وزوجها اصولا وفروعا على الرضيع۔ مختصر الوقایہ

محمد الجمیل مدرس مدرسہ فتحپوری — سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ ہندہ نے حالت جوانی میں سلمہ کا دودھ پیا۔ اب ہندہ کی لڑکی کا سلمہ کے بیٹے سے نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں، بینوا توجروا

**الجواب**:۔ صورت مسئولہ میں ہندہ کی لڑکی کا نکاح سلمہ کے بیٹے سے ہوسکتا ہے اس واسطے کہ ہندہ نے سلمہ کا دودھ مدت رضاعت کے بعد پیا ہے، اور مدت رضاعت کے بعد دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی اور مدت رضاعت جمہور علماء کے نزدیک دو برس ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ڈھائی برس ہے، حدیث متفق علیہ میں ہے۔ انما الرضاعة من المجاعة۔ ترمذی اور حاکم نے ام سلمہ رضؓ سے بسند صحیح روایت کیا ہے۔ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يحرم من الرضاع الا ما فتق الامعاء في الثدي وكان قبل الفطام۔ اور دارقطنی و سعید بن منصور و بیہقی نے ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا رضاع الا ما كان في الحولين۔ سبل السلام میں ہے۔ ذهب الجمهور من الصحابة

---

کہ اگر مرضعہ اپنے اس مرد سے یا اس کے علاوہ کسی اور خاوند سے اس سے پہلے یا پیچھے کوئی بچہ جنے یا اپنے اس خاوند یا کسی دوسرے خاوند کے بچہ کو دودھ پلائے یا کوئی عورت اس کے دودھ سے کسی اور بچے کو دودھ پلا دے تو یہ سب رضیع کے بہن بھائی ہوں گے، اور ان کی اولاد اس کے بھتیجے اور بھانجے ہوں گے۔ ۱۲ ۱ رضیع پر رضاعت کے ماں باپ کی قوم بھی حرام ہو جائے گی ۱۲ ۲ دودھ پلانا بھوک سے ہے ۱۲ ۳ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہی دودھ حرمت پیدا کرتا ہے، جو انتڑیوں کو پھیلائے ۱۲ ۴ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دودھ وہی معتبر ہے، جو دو سال کے اندر ہو ۱۲ ۵ جمہور صحابہ تابعین اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



والتابعین والفقہاء الی انہ لا یحرم من الرضاع الا ما کان فی الصغر وانما اختلفوا فی تحدید الصغر فالجمہور قالوا انما کان فی الحولین فان رضاعہ یحرم وما کان بعدھما مستدلین بقولہ تعالیٰ حولین کاملین الخ ہدایہ میں ہے واذا مضت مدۃ الرضاع لم یتعلق بالرضاع تحریم انتہی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد عبد الحق ملتانی ۶ رمضان ۱۳۱۷ھ

سید محمد نذیر حسین

**سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اور بکر دو بھائی ہیں، زید کی دو بیویاں ہیں ایک بیوی کے بطن سے تین لڑکیاں ہیں اور دوسری کے بطن سے ایک لڑکی ہے اور دونوں بیویوں کی اولاد زید کے نطفہ سے ہے، بکر کے دو لڑکے ہیں بکر کے بڑے لڑکے نے زید کی اس بیوی کا دودھ ایک لڑکی کے ساتھ پیا جس کی تین لڑکیاں ہیں، وہ تینوں اس کی رضاعی بہنیں ہوگئیں، زید کی دوسری بیوی کی لڑکی سے بکر کے بڑے لڑکے کا نکاح جائز ہے یا نہیں صورت دیگر۔ اگر بکر کے بڑے لڑکے کا نکاح زید کی دونوں بیویوں کی لڑکیوں سے نہیں ہو سکتا ہے، تو بکر کے چھوٹے لڑکے کا نکاح زید کی لڑکیوں میں سے کسی ایک سے ہو سکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

**الجواب:** ہو المصوب، واضح ہو کہ بکر کے بڑے لڑکے کا نکاح جس نے زید کی ایک بی بی کا دودھ پیا ہے، زید کی کسی بی بی کی لڑکی سے جائز نہیں ہے، ہاں بکر کے چھوٹے لڑکے کا نکاح زید کی دونوں بی بی کی لڑکیوں کے ساتھ جائز ہے، زاد المعاد میں ہے، ولا یتعدی التحریم الی غیر المرضعۃ ممن ھو فی درجتہ من اخوتہ واخواتہ فیباح لاخیہ نکاح من ارضعت اخاہ وبناتہا واخواتہا الخ واللہ اعلم بالصواب۔

عبد الرحیم اعظم گڈھی

سید محمد نذیر حسین

**سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی دو لڑکیاں ہیں

---

فقہاء کا یہ مذہب ہے، کہ وہی رضاعت حرمت پیدا کرتی ہے، جو بچپن میں ہو، اور بچپن کی تعریف میں اختلاف ہے جمہور نے اس کی مدت دو سال تک رکھی ہے اور اس کے بعد حرمت کے قائل نہیں ہیں، اور استدلال حولین کاملین والی آیت سے کیا ہے، جب رضاعت کی مدت ختم ہو جائے، تو رضاعت سے حرمت پیدا نہیں ہوگی ۱۲

۱؎ غیر مرضعہ کی طرف حرمت متعدی نہیں ہوگی، مرضع کی رضاعت سے بہن بھائی اس کے حقیقی بہن بھائی کے طرح حلال ہوں گے، اور مرضعہ کی ماں اور بہنیں یا باپ اور بیٹا وغیرہ ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ایک بیاہی ہوئی، دوسری کنواری، دونوں حقیقی بہنیں ہیں، بڑی بہن بیاہی ہوئی اور صاحب اولاد ہے، چھوٹی بہن کنواری نے اپنی بڑی بہن کا دودھ پیا ہے بوجہ بیماری اپنی والدہ کے بڑی بہن جس کا دودھ چھوٹی بہن نے پیا تھا قضائے الٰہی سے فوت ہوگئی، تو اب چھوٹی بہن جو کہ کنواری ہے، جس نے بڑی بہن متوفیہ کا دودھ پیا ہے، بڑی بہن متوفیہ کے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**: صورت مسئولہ میں چھوٹی بہن بڑی بہن متوفیہ کے شوہر سے نکاح نہیں کر سکتی ہے، کیونکہ جب کہ چھوٹی بہن نے بڑی بہن متوفیہ کا دودھ پیا ہے، تو بڑی بہن چھوٹی بہن کی رضاعی ماں ہوئی، اور بڑی بہن کا شوہر چھوٹی بہن کا رضاعی باپ ہوا اور یہ قاعدہ شرعیہ ہے، کہ جو نسب کے رشتہ سے حرام ہوتا ہے، وہ رضاعت کے رشتہ سے بھی حرام ہوتا ہے، قال[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحرم من الرضاعۃ ما یحرم من النسب رواہ الجماعۃ۔ امام نووی شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں۔ واما الرجل المنسوب ذلک اللبن الیہ لکونہ زوج المرأۃ او وطئھا بملک او شبھۃ فھذا ھبنا ومذھب العلماء کافۃ ثبوت حرمۃ الرضاع بینہ وبین الرضیع وبصیر ولدالہ واولاد الرجل اخوۃ الرضیع واخواتہ ویکون اخوۃ الرجل اعمام الرضیع واخواتہ عماتہ واولاد الرضیع اولاد الرجل انتہی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ السید ابوالحسن عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ اور مریم دونوں ایک جگہ رات کو سوئی تھیں، مریم کا یہ بیان ہے، کہ نیند کی حالت میں ہندہ کا بیٹا دیدو ایام رضاعت میں تھا، میرا دودھ پینے لگا، جب میں نیند سے بیدار ہوئی، اور جانا کہ زید ہے، تب اسے پینے سے علیحدہ کیا، بعدہ اس واقعہ کو چند مسماۃ سے بیان کیا، وہ مسماۃ

---

[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، رضاعت سے وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں، جو نسب سے حرام ہوتے ہیں، وہ آدمی جس کی طرف یہ دودھ منسوب ہے، عورت کا خاوند ہونے کی حیثیت سے، یا مالک ہونے کی وجہ سے، اور شبہ کی وجہ سے، تو ہمارے اور تمام علماء کے مذہب میں رضاعت کی حرمت اس کے اور رضیع کے درمیان ثابت ہو جائے گی، اور یہ اس کا بیٹا ہوگا، اور اس آدمی کی اولاد اس کے بہن بھائی ہوں گے، اور آدمی کے بہن بھائی اس کے چچا اور پھوپھیاں ہوں گے، اور رضیع کی اولاد اس آدمی کی اولاد ہوگی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ناقل قول مریم ہیں، لیکن کوئی شاہد چشم دید کا نہیں ہے، بجز مریم کے، پس بعد انقضائے مدت دراز باوجودے کہ رضاعت ہندہ و مریم کو معلوم تھی، لیکن اس رضاعت کو بوجہ خواب کے پایۂ اعتبار سے ساقط جان کر مریم نے اپنی لڑکی سکینہ کا زید سے نکاح کر دیا ہے، اب یہ استفسار ہے، کہ صورت مذکورہ میں زید و سکینہ رضاعی بہن بھائی ہوئے یا کہ نہیں، اور شہادت مریم کی ثبوت رضاعت کے لئے کافی ہوگی یا نہیں، اور نکاح جائز ہوا یا نہیں، اور صورت مسئولہ میں تفریق ہونا چاہیئے یا نہیں، موافق کتاب و سنت کے بیان فرمادیں، کہ آثم کوئی نہ ہو، بینوا توجروا۔

**الجواب:** مطابق حدیث صحیح بخاری کے شہادت مریم کی ثبوت رضاعت کے لئے کافی ہوگی، اور صورت مسئولہ میں تفریق ہونا چاہیئے، عن عقبۃ بن الحارث انہ تزوج ام یحیی بنت ابی اھاب فجاءت امۃ سوداء فقالت قد ارضعتکما قال فذکرت ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فاعرض عنی فتنحیت فذکرت ذلک لہ فقال وکیف قد زعمت انھا قد ارضعتکما فنھاہ رواہ احمد والبخاری وفی روایۃ دعھا عنک رواہ الجماعۃ الا مسلما وابن ماجۃ کذا فی المنتقی. قال فی سبل السلام تحت ھذا الحدیث الحدیث دلیل علی ان شھادۃ المرضعۃ وحدھا تقبل ویوب علی ذلک البخاری والیہ ذھب ابن عباس وجماعۃ من السلف واحمد بن حنبل وقال ابو عبید یجب علی الرجل المفارقۃ ولا یجب علی الحاکم الحکم بذلک وقال مالک انہ لا یقبل فی الرضاع الا امرأتان وذھب الھدویۃ والحنفیۃ الی ان الرضاع کغیرہ لابد من شھادۃ رجلین او رجل وامرأتین ولا تکفی شھادۃ المرضعۃ لانھا تقرر فعلھا وقال الشافعی

---

[1] عقبہ بن حارث نے ام یحییٰ بنت اہاب سے نکاح کیا، ایک کالی کلوٹی لونڈی نے آکر کہا میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے، عقبہ نے جاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا، آپ نے منہ پھیر لیا، پھر اس نے دوسری طرف ہو کر دوبارہ کہا، تو آپ نے فرمایا، جب وہ کہہ رہی ہے، تو تمہارا نکاح کیسے رہ سکتا ہے، ایک روایت میں ہے کہ اس کو چھوڑ دے (احمد، بخاری) سبل السلام میں ہے، کہ اس حدیث میں دلیل ہے کہ مرضعہ اکیلی کی شہادت کافی ہے اور وہ قبول ہوگی، ابن عباس، امام بخاری، احمد بن حنبل اور سلف کی ایک جماعت کا یہی مذہب ہے، ابو عبید نے کہا آدمی پر فرض ہے، کہ اس عورت کو علیحدہ کر دے، اور حاکم پر ضروری نہیں، کہ وہ اس کا حکم کرے، امام مالک کے نزدیک رضاعت میں دو عورتوں کی شہادت معتبر ہے، ہدویہ اور حنفیہ کے نزدیک اس کی شہادت بھی دوسری شہادتوں کی طرح

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تقبل المرضعة مع ثلاث نسوة بشرط ان لا تعرض بطلب اجرة قالوا وهذا الحديث محمول على الاستحباب والتحرز عن مظان الاشتباه واجيب بان هذا خلاف الظاهر سيما وقد تكرر سوال النبي صلى الله عليه وسلم اربع مرات واجاب بقوله كيف وقد قيل وفي بعض الفاظه دعها عنك وفي رواية الدارقطني لا خير لك فيها ولو كان من باب الاحتياط لامره بالطلاق مع انه في جميع الروايات لم يذكر الطلاق فيكون هذا الحكم مخصوصا من عموم الشهادة المعتبر فيها العدد وقد اعتبر ذلك في عورات الفساد فقلتم يكفي بشهادة امرأة واحدة والعلة عندهم فيه انه قل ما يطلع الرجال على ذلك فالضرورة داعية الى اعتباره فكذا هنا انتهى. وقال في نيل الاوطار ولا يخفى ان النهي حقيقة في التحريم فلا يخرج عن معناه الحقيقي الا لقرينة صارفة والاستدلال على عدم قبول المرأة المرضعة بقوله تعالى واستشهدوا شهيدين من رجالكم لا يفيد شيئا لان الواجب بناء العام على الخاص ولا شك ان الحديث اخص مطلقا واما ما رواه ابو عبيد عن علي وابن عباس والمغيرة انهم امتنعوا من التفرقة بين الزوجين بذلك فقد تقرر ان اقوال بعض الصحابة ليست بحجة على فرض عدم معارضتها لما ثبت عنه صلى الله عليه وسلم فكيف اذا عارضته ما هو كذلك واما ما قيل من امره صلى الله عليه وسلم من باب الاحتياط فلا يخفى مخالفته لما هو الظاهر ولا سيما بعد ان كرر السوال اربع مرات كما في بعض الروايات والنبي صلى الله عليه وسلم يقول له في جميعها كيف وقد قيل وفي بعضها دعها عنك وفي بعضها لا خير لك فيها مع انه لو ثبت في رواية انه صلى الله عليه

---

ہے، اور صرف مرضعہ کی شہادت کافی نہیں ہے، امام شافعی کے نزدیک مرضعہ کے ساتھ اگر تین عورتیں اور شامل ہوں تب شہادت معتبر ہے، وہ کہتے ہیں کہ یہ حکم استحباب پر مبنی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس نے چار دفعہ مکرر سوال کیا، اور آپ اس کو یہی جواب دیتے رہے، جب وہ کہہ رہی ہے، تو نکاح کیسے رہ سکتا ہے، ایک روایت میں ہے، کہ اس کو چھوڑ دے، ایک میں ہے تیرے لئے اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے، اگر یہ احتیاط کے باب سے ہوتا، تو آپ اسے طلاق کا حکم دیتے، حالانکہ طلاق کا ذکر کسی روایت میں نہیں ہے، تو یہ حکم شہادت میں معتبر عدد سے ایک مخصوص حکم ہوگا، اور جب تم نے عورات فساد کے متعلق ایک عورت کی شہادت کافی سمجھی ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وسلم امرہ بالطلاق ولو کان ذلک من باب الاحتیاط لامرہ بہ فالحق وجوب العمل بقول المرأۃ المرضعۃ حرۃ کانت او امۃ۔ انتہی کلامہ مختصرا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ محمد عبد الرحمٰن المبارکفوری، عفا اللہ عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زینب نے اپنے لڑکے کا جوٹھا دودھ اپنی ماموں زاد بہن کلثوم کو پلایا، بعدہ زینب کے ہاں ایک لڑکا مسمی عمر پیدا ہوا، اور کلثوم کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی، اب کلثوم کی لڑکی زینب کے چھوٹے بیٹے عمر کو مل سکتی ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ صورت مسئولہ میں معلوم ہو کہ کلثوم کی لڑکی کا نکاح زینب کے چھوٹے بیٹے عمر سے جائز نہیں ہے، کیونکہ عمر اور کلثوم دونوں رضاعی بھائی بہن ہیں، پس کلثوم کی لڑکی عمر کی رضاعی بھانجی ہوئی، اور رضاعی بھانجی سے نکاح حرام و ناجائز ہے[1] عن عائشۃ رضؓ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحرم من الرضاعۃ ما یحرم من الولادۃ رواہ مسلم۔ حررہ عبد الرحمٰن عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رضاعت کتنی مدت میں ثابت ہوتی ہے۔

(۲) اور زینب نے مریم کو دو برس چھ ماہ کے بعد اپنی چھاتی دودھ پلانے کی غرض سے دی، مگر دودھ مریم کے جوف میں جانا محتمل ہے، پس اس صورت میں زینب کے بھائی زید کا نکاح مریم سے جائز ہے یا نہیں؟

(۳) اور دو برس چھ ماہ کی عمر میں اگر بالفرض مریم کے جوف میں دودھ گیا بھی تو کیا مانع جواز نکاح ہو سکتا ہے، ہمارے ائمہ ثلاثہ کے مفتی بہ اقوال اور احادیث و قرآن و تفسیر کا کیا حکم ہے، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ (۱) مفتی بہ قول کے موافق رضاعت دو برس کے اندر ثابت ہوتی ہے

---

اور اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ مرد اس پر مطلع نہیں ہو سکتے، تو یہاں بھی یہی مجبوری ہے، نیل الاوطار میں بھی اسی طرح ہے ۱۲

[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، رضاعت سے وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں، جو نسب سے حرام ہوتے ہیں (مسلم) ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



چنانچہ در مختار میں رضاع کی تعریف یوں مرقوم ہے۔ ھو مص ثدی آدمیۃ فی وقت مخصوص ھو حولان ونصف عندھما وحولان فقط عندھما وھو الاصح فتح وبہ یفتی کما فی تصحیح القدوری انتہی مختصراً۔

(۲و۳) صورت مذکورہ میں زینب کے بھائی زید کا نکاح مریم سے جائز ہے، کیونکہ صورت مذکورہ میں مدت رضاعت کے اندر یعنی دو برس کے اندر مریم کا یقینی طور پر زینب کا دودھ پینا تو درکنار احتمالی طور پر پینا بھی ثابت نہیں ہے، حالانکہ حرمت جب ہی ثابت ہوتی ہے کہ جب مدت رضاعت کے اندر یقینی طور پر دودھ کا پینا ثابت ہو، چنانچہ در مختار میں ہے۔ ویثبت[۳] التحریم فی المدۃ فقط انتہی مختصراً ونیز در مختار میں ہے، و یثبت بہ وان قل ان علم وصولہ فی حوفہ من فمہ او انفہ لا غیر فلو التقم الحلمۃ ولم یبد ادخل اللبن فی الحلق امر لا لم یحرم انتہی مختصراً۔ اور اگر دو برس چھ ماہ کے بعد اگر بالفرض مریم کے جوف میں دودھ گیا بھی تو ما لم جواز نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ مدت رضاعت کے بعد دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی، ہدایہ صفحہ ۲۳۴ جلد اول میں ہے، واذا[۴] مضت مدۃ الرضاع لم یتعلق بالرضاع تحریم لقولہ علیہ السلام لا رضاع[۵] بعد

---

۱؎ وہ عورت کی بھائی کو چونسٹھ مخصوص وقت میں اور وہ دو سال کی مدت ہے، صاحبین کے نزدیک اور یہی صحیح ہے، اسی پر فتوے ہے، اور امام صاحب کے نزدیک اڑھائی سال ہے ۱۲ ۲؎ حرمت مدت کے اندر ثابت ہو جاتی ہے ۱۲ ۳؎ حرمت ثابت ہو جاتی ہے، اگر منہ یا ناک کے ذریعہ عورت کا دودھ بچے کے پیٹ میں چلا جائے، اور اگر چھاتی منہ میں ڈالے، اور یہ معلوم نہ ہو کہ دودھ اندر گیا ہے یا نہیں، تو حرمت ثابت نہ ہوگی ۱۲

۴؎ جب رضاعت کی مدت ختم ہو جائے، تو رضاعت سے حرمت ثابت نہ ہوگی، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے دودھ چھڑانے کے بعد حرمت نہیں ہے ۱۲

---

(۱) قولہ لا رضاع بعد الفصال، قلت روی من حدیث علی ومن حدیث جابر فحدیث علی رواہ الطبرانی فی معجمہ الصغیر حدثنا احمد بن سلیمان الصوفی البغدادی بمصر سنۃ ثمانین ومائتین ثنا عمر بن عبید بن میمون التبان حدثنی ابی عن محمد بن جعفر بن ابی کثیر عن موسی بن عقبۃ عن ابان بن تغلب عن ابراھیم النخعی عن علقمۃ بن قیس عن علی رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا رضاع بعد فصال ولا یتم بعد حلم انتہی طریق آخر رواہ عبد الرزاق فی مصنفہ حدثنا معمر عن جویریۃ عن الضحاک بن مزاحم عن الزبرقان بن سبرۃ عن علی رض عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الفصال انتہی۔ حررہ ابو محمد عبد الحق اعظمی گڈھی عفی عنہ | سید محمد نذیر حسین

**سوال:۔** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سماۃ شریفہ نے زید کی گود میں ایک لڑکا زید دو برس سے زیادہ یعنی تین برس کا ہے) ایک لڑکی حمیدہ نام کو جس کی عمر

کا رضاع بعد الفصال انتہی ثم رواہ عن الثوری عن جویریۃ موقوفا قال العقیلی فی کتابہ وھو الصواب ورواہ ابن عدی فی الکامل عن حدیث ایوب بن سوید عن الثوری بہ مرفوعا واعلہ بایوب ھذا ثم قال وھذا الحدیث رواہ عبد الرزاق مرۃ عن معمر فرفعہ ومرۃ عن الثوری فوقفہ انتہی واما حدیث جابر فرواہ ابوداؤد الطیالسی فی مسندہ حدثنا خارجۃ بن مصعب عن حرام بن عثمان عن ابی عتیق عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا رضاع بعد فصال ولا یتم بعد احتلام انتہی ورواہ ابن عدی فی الکامل واعلہ بحرام ونقل عن الشافعی وابن معین انہما قالا الروایۃ عن حرام حرام انتہی واعلم ان تمام الدلالۃ من الحدیث من قولہ تعالی وفصالہ فی عامین کذا فی نصب الرایۃ۔

ابو سعید محمد شرف الدین عفی عنہ

(ترجمہ) قولہ لا رضاع بعد الفصال الخ یہ حدیث حضرت علی اور حضرت جابر سے منقول ہے حضرت علی کی روایت طبرانی نے معجم صغیر میں ذکر کی ہے، اس کی سند اس طرح ہے حدثنا محمد بن سلیمان الصوفی البغدادی ثنا احمد بن عبید بن میمون النبان حدثنی ابی عن ابی ثمیلۃ بن جعفر بن ابی کثیر عن موسی بن عقبۃ عن ابان بن تغلب عن ابراھیم النخعی عن علقمۃ بن قیس عن علی رضہ، عبد الرزاق نے ایک دوسرے طریق سے حضرت علی رضہ سے یہی روایت بیان کی ہے جس کی سند اس طرح ہے حدثنا معمر عن جویریۃ عن الضحاک بن مزاحم عن الشراک بن سابرۃ عن علی رضہ ثوری نے جویریہ سے یہ روایت موقوف بیان کی ہے، عقیلی کہتے ہیں صحیح یہی ہے کہ اسے موقوف بیان کیا جائے ابن عدی نے الکامل میں ایوب بن سوید کے واسطے سے اسے مرفوع بیان کیا ہے، جابر کی حدیث کو ابوداؤد طیالسی نے اپنی مسند میں ذکر کیا ہے، اس کی سند یوں بیان کی ہے حدثنا خارجۃ بن مصعب عن حرام بن عثمان عن ابی عتیق عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا رضاع بعد فصال ولا یتم بعد احتلام انتہی۔ ابن عدی نے الکامل میں بھی اسے روایت کیا ہے، لیکن لکھا ہے کہ اس کی سند میں حرام نامی راوی ضعیف آجانے کی وجہ سے روایت معلول ہے، امام شافعی اور ابن معین نے حرام کے متعلق فرمایا ہے الروایۃ عن حرام حرام یعنی حرام سے روایت بیان کرنا حرام ہے، نیز اللہ تبارک وتعالی کے فرمان وفصالہ فی عامین سے بھی مذکورہ روایت کی توثیق ہوتی ہے نصب الرایہ میں اسی طرح ہے

ابو سعید محمد شرف الدین

ترجمہ العبد الاثیم عبد العلیم عفا اللہ عنہ الکریم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دو برس سے کم ہے، ایک وقت بعد الفطام کے دودھ پلایا، اب سوال یہ ہے کہ زید اور حمیدہ کا نکاح آپس میں جائز ہے، یا نہیں، اور ایک دفعہ دودھ پلانے سے رضاعت ثابت ہوتی ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ زید اور حمیدہ کا نکاح آپس میں جائز ہے، اور ایک دفعہ دودھ پلانے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی ہے بموجب حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کان فیما انزل من القران عشر رضعات معلومات یحرمن ثم نسخن بخمس رضعات فتوفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھن فیما یقرأ من القران رواہ مسلم۔ خلاصہ ترجمہ پہلی حدیث کا یہ ہے کہ ایک دفعہ اور دو دفعہ دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی، اور دوسری حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلے قرآن مجید میں دس رضعات سے حرمت رضاعت ثابت ہونے کا حکم نازل ہوا تھا پھر یہ حکم منسوخ ہو کر پانچ رضعات سے حرمت رضاعت ثابت ہونے کا حکم نازل ہوا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے، اور اکثر فقہاء کے نزدیک مطلق رضاع سے حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے قلیل ہو خواہ کثیر۔ قال فی المسوی ذھب الشافعی الی انہ لا یثبت حکم الرضاع فی اقل من خمس رضعات متفرقات وذھب اکثر الفقہاء منھم مالک وابو حنیفۃ الی ان قلیل الرضاع وکثیرہ محرم۔ اکثر فقہاء کا استدلال نصوص مطلقہ سے ہے، اور امام شافعی وغیرہ کا استدلال نصوص مقیدہ بخمس رضعات سے ہے، اور مطلق کا مقید پر محمول کرنا قاعدہ مسلمہ ہے، بنا علیہ مسلک امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا راجح ہے، واللہ اعلم بالصواب

حررہ محمد علی پنجابی عفی عنہ

**ھو الموفق**:۔ علامہ شوکانی اس مسئلہ کو مع مالہا وما علیہا کے لکھ کر آخر میں فرماتے ہیں، فالظاھر ما ذھب الیہ القائلون باعتبار الخمس یعنی ظاہر انہیں لوگوں کا قول ہے جو لوگ خمس رضعات کے قائل ہیں، ان کے نام نامی یہ ہیں، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ عطاء رحمۃ اللہ علیہ، طاؤس، سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ لیث بن سعد، شافعی رضی اللہ عنہ احمد رضی اللہ عنہ اسحاق رضی اللہ عنہ ابن حزم وجماعۃ من اہل العلم، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مذہب مروی ہے۔ کذا فی النیل۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ حررہ محمد عبدالرحمن

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



المبارکفوری عفا اللہ عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کا دودھ دو تین ماشہ کے اس میں دو تین رتی باردت ملا کر ایک طفل کے حلق میں ڈال دیا، پس مطابق مذہب حنفی کے حرمت رضاعت ثابت ہوگی یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب:** واضح ہو کہ کتب فقہ حنفی مانند ہدایہ اور درمختار اور عالمگیری وغیرہ میں مذکور ہے کہ حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے اس دودھ سے جو کہ مخلوط ہو پانی کے ساتھ یا دوا کے ساتھ یا دوسری عورت کے دودھ کے ساتھ بشرطیکہ عورت کا دودھ غالب ہو، پانی یا دوا پر، اسی طرح جب دو عورتوں کا دودھ برابر مخلوط ہو، تو دونوں عورتوں کی تحریم ثابت ہوگی، بسبب عدم ترجیح کے۔ ومخلوط بماء او دواء او لبن اخری او لبن شاۃ اذا غلب لبن المراۃ وکذا اذا استویا اسما عند عدم الاولویۃ جوھرۃ وکذا فی تنویر الابصار والدر المختار وان خلط بالدواء واللبن غالب تعلق بہ التحریم لان اللبن یبقی مقصودا فیہ اذ الدواء لتقویۃ علی الوصول کذا فی الھدایۃ وغیرھا من کتب الفقہ پس صورت مسئولہ میں مطابق مذہب حنفی کے حرمت رضاعت ثابت ہوگی کیونکہ دودھ غالب ہے اور جو دو تین رتی باردت اس میں ملائی گئی ہے، وہ مغلوب ہے، اور واضح ہو کہ مذہب حنفی میں ایک قطرہ دودھ کے حلق کے اندر جانے سے بھی ثابت ہوتی ہے لیکن حدیث صحیح مسلم وغیرہ سے ثابت ہوتا ہے، کہ ایک مصہ اور دو مصہ سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی، پس مطابق حدیث صحیح مسلم وغیرہ کے صورت مسئولہ میں دو یا تین ماشہ دودھ کے حلق میں جانے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوگی، واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ السید محمد نذیر حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی دو زوجہ ہیں زینب اور ہندہ، زینب سے ایک لڑکا عمرو پیدا ہوا، اور دو لڑکیاں شافیہ اور کافیہ پیدا ہوئیں، اب زید کے لڑکے عمرو سے ایک فرزند خالد پیدا ہوا، اور دختر زید شافیہ کے

---

لہ اگر دودھ میں پانی یا دوا یا کوئی اور دودھ بکری وغیرہ کا شامل ہو اگر عورت کا دودھ غالب یا برابر ہو تو اس سے حرمت ثابت ہو جائے گی، اگر دوائی ہیں دودھ غالب ہو تو اس سے حرمت ثابت ہو جائے گی، کیونکہ دودھ اس میں مقصود ہوگا اور دوائی تقویت وصول کے لئے ہوگی ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ایک فرزند ولید پیدا ہوا اور کافیہ دختر ثانی زید کے ایک دختر مسماۃ صغریٰ سے پیدا ہوئی صغریٰ نے ایام رضاعت میں ہندہ زوجہ دویمی زید کا دودھ پیا، دریں صورت مسماۃ صغریٰ سے کہ نواسی زید کی ہے ساتھ خالد کے کہ پوتا ہے زید کا یا ساتھ ولید کے کہ نواسا ہے زید کا نکاح درست ہے یا نہیں، بینوا بالحدیث والقرآن یاجرکم الرحمٰن۔

**الجواب**:۔ صورت مذکورہ میں نکاح جائز نہیں ہے بشرطیکہ دودھ ہندہ کا زید سے ہو کیونکہ مسماۃ صغریٰ جو کہ نواسی زید کی ہے بسبب دودھ پینے ہندہ زوجہ دویمی زید کے زید کی رضاعی بیٹی ہوئی اور خالد جو کہ پوتا زید کا ہے اور ولید جو کہ نواسا زید کا ہے زید کے فروع میں سے ہے اور اصول و فروع باپ رضاعی کے رضیع پر حرام ہیں چنانچہ فتاوے عالمگیریہ میں ہے یحرم[1] علی الرضیع ابواہ من الرضاع واصولھما وفروعھما من النسب والرضاع جمیعا انتہی۔ اور نیز اس وجہ سے کہ صورت مرقومہ میں مسماۃ صغریٰ خالد کی جو کہ پوتا زید کا ہے رضاعی پھوپھی ہوئی اور ولید کی جو کہ نواسا زید کا ہے رضاعی خالہ ہوئی اور پھوپھی اور خالہ جیسا کہ نسبی حرام ہیں اسی طرح رضاعی بھی حرام ہیں چنانچہ حضرت عائشہ سے مروی ہے۔ قالت[2] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحرم من الرضاعۃ ما یحرم من الولادۃ رواہ البخاری اور ہدایہ میں ہے ویحرم من الرضاع ما یحرم من النسب الخ اور شرح وقایہ میں ہے فیحرم منہ ما یحرم من النسب۔ اور اگر دودھ ہندہ مذکورہ کا زید مذکور سے نہ ہو تو اس تقدیر میں نکاح مذکور جائز ہے چنانچہ فتاوے عالمگیری میں ہے۔ رجل تزوج امرأۃ لم تلد منہ قط ثم نزل لھا لبن فارضعت صبیا کان الرضاع من المرأۃ دون زوجھا حتی لا یحرم علی الصبی اولاد ھذا الرجل من غیر ھذہ المرأۃ انتہی۔ واللہ اعلم۔

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے نکاح

---

[1] رضیع پر اس کے رضاعی ماں باپ اور ان کے اصول و فروع نسبی اور رضاعی سب حرام ہو جائیں گے ۱۲

[2] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رضاعت سے وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب سے حرام ہوتے ہیں

[3] جو نسب سے حرام ہوتا ہے وہی دودھ سے حرام ہوتا ہے ۱۲ [4] ایک آدمی نے کسی عورت سے نکاح کیا اور اس مرد سے اسے کوئی اولاد نہ ہوئی پھر اس کو دودھ اتر آیا اور اس نے کسی بچے کو دودھ پلایا تو وہ عورت کا دودھ ہوگا مرد کا نہ ہوگا بچے پر اس آدمی کی دوسری بیوی کی اولاد حرام نہ ہوگی ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کیا، اور ہندہ کو مسماۃ خالدہ نے دودھ پلایا ہے، اور اسی مسماۃ خالدہ نے زید کو بھی جب کہ وہ بچہ تھا، دودھ پلایا ہے، چنانچہ زید نے خود دودھ پینے کا اقرار کیا ہے، اور نیز بشیر و ہندہ اور اس کی اولاد نے بھی اظہار کیا، پس باہم زید و ہندہ کے رضاعت ثابت ہوئی یا نہیں، و نیز زید کو مہر دینا پڑے گا یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ زید نے جب دودھ پینے کا خود اقرار کیا ہے، اور نیز بشیر و ہندہ اور اس کی اولاد نے بھی اظہار کیا، تو بے شک و شبہ رضاعت باہم زید و ہندہ کے ثابت و متحقق ہوگی، کیونکہ صحت اقرار مقر کا قرآن مجید و حدیث و اجماع امت سے ثابت ہے قال اللہ تعالیٰ کونوا قوامین بالقسط شہداء للہ ولو علی انفسکم۔ فالمراد بہ الاقرار جیسا کہ کتب تفاسیر و فقہ میں تصریحاً مذکور ہے۔ فان العاقل لا یقر علی نفسہ کاذبا فیما فیہ ضرر علی نفسہ حتی اوجبوا الحد والقصاص باقرارہ فترجحت جہۃ الصدق فی حق نفسہ لعدم التہمۃ وکمال العقل ھکذا فی کتب الشریعۃ۔ اور کل مہر مسمی بعد دخلی اور صحبت کے زید مقر پر واجب ہوگا، اور قبل دخلی کے کچھ بھی نہیں، واللہ اعلم بالصواب

سید محمد نذیر حسین

**مسئلہ**:۔ دودھ ہندہ کا اگر محمود کے باپ سے ہے یعنی اس کے باپ کی منکوحہ ہے، تو نکاح لڑکی رضیعہ کا محمود سے جائز نہیں، کیونکہ اس صورت میں وہ لڑکی محمود کی رضاعی بہن ہوتی، اور رضاعی عام ہے کہ سگی ہو یا سوتیلی اور اس کی حرمت آیت اخواتکم من الرضاعۃ سے ثابت ہوتی ہے، اور جو دودھ ہندہ کا محمود کے باپ سے نہیں، بلکہ اور شوہر سے ہو تو لڑکی رضیعہ کا نکاح محمود سے جائز ہے کیونکہ اس صورت میں کوئی سبب حرمت کا اس میں نہیں پایا جاتا، اس لئے کہ محمود از جانب شیر دہ میں داخل نہیں ہے کہ نکاح دونوں میں ناجائز ہو، واللہ اعلم بالصواب۔

سید محمد نذیر حسین

---

۱؎ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، خدا کے لئے انصاف کی گواہی دو، اگرچہ وہ تمہاری اپنی جانوں پر ہو، یعنی اس کا مطلب ہے اقرار ۱۲ ۲؎ عقل مند آدمی اپنی جان پر جھوٹا اقرار نہیں کرتا، جس میں اس کو ضرر پہنچتا ہو، یہاں تک کہ حد اور قصاص آدمی کے اقرار سے واجب ہو جاتی ہے، تو یہ صدق عدم تہمت اور کمال عقل کی وجہ سے راجح ہوگا ۱۲ ۳؎ اور تمہاری بہن رضاعت سے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**سوال**:۔ ساقولکم رحمکم اللہ در ین مسئلہ کہ نکاح پسر مرضعہ غیر مشارک رضیع با بنت رضیع جائز است یا نہ، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ نکاح مذکور حرام و ناجائز است شرعاً زیرا کہ ہمہ پسران و دختران مرضعہ برادران و خواہران رضیع شدند بحکم رضاعت پس دختر رضیع برادر زادی ہمہ پسران مرضعہ گردید چہ از شیر دہ ہمہ خویش شوند بہ نسبت رضیع و اولاد رضیع پر ظاہر است کہ دختر برادر نسبی حرام است از نص قرآنی و ہم چنین دختر رضیع بر ہمہ پسران مرضعہ حرام خواہد بود بدلیل حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رض قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحرم من الرضاع ما یحرم من الولادۃ کما رواہ احمد والشیخان وغیرھما من اصحاب الصحاح الستۃ لا بناء اجال ما یحرم من الرضاع علی ما یحرم بالنسب وما یحرم بالنسب وھو ما تعلق بہ خطاب تحریمہ وقد تعلق بما عبر عنہ بلفظ الامہات والبنات واخواتکم وعماتکم وخالاتکم وبنات الاخ وبنات الاخت فما کان من مسمی ھذہ الالفاظ متحققا فی الرضاع حرم بہ قال فی شرح السنۃ فی الحدیث دلیل علی ان حرمۃ الرضاع کحرمۃ النسب فی المناکح واذا ارضعت المرأۃ رضیعا یحرم علی الرضیع واولادہ من اقارب المرضعۃ کل من یحرم علی ولدھا من النسب انتہی ما فی المرقاۃ شرح المشکوۃ للملا علی القاری وھذا فی الطیبی شرح المشکوۃ ومثل ھذا فی المستلخص المطبوع والمکتوب وغیرہ من کتب الحدیث والفقہ

---

سوال:۔ مرضعہ کے لڑکے کی شادی جو رضیع کے ساتھ شریک نہیں تھا، رضیع کی لڑکی سے ہو سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ یہ نکاح حرام ہے کیونکہ مرضعہ کے تمام بیٹے اور بیٹیاں اس کے ہم بھائی بن چکے ہیں پس یہ لڑکی مرضعہ کے بیٹے کی بھتیجی ہوگئی، جس کی برادر نسبی کی بیٹی سے نکاح درست نہیں ہے، ویسے ہی اس سے بھی درست نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، رضاعت سے وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں، جو نسب اور ولادت سے حرام ہیں (احمد، بخاری) تو جو رشتے نسب کی وجہ سے حرام ہیں، ان میں ماں، بیٹی بہن، پھوپھی، خالہ، بھتیجی، بھانجی ہیں اسی طرح دودھ سے بھی جو عورتیں یہ رشتہ کہلائیں گی وہ سب حرام ہونگی، شرح السنہ میں ہے کہ حدیث دلالت کرتی ہے، کہ نکاح کے معاملہ میں رضاعت کی حرمت نسب کی حرمت کی طرح ہے، جب کوئی عورت کسی لڑکے کو دودھ پلائے گی تو اس لڑکے پر مرضعہ کی اولاد اور اقارب اسی طرح

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وقبل ازیں بر فتوائے مولوی عالم علی صاحب کہ در حلت آن نوشتہ بودند بر اعتماد ایشان بنظر سرسری مہر من کردہ شد بعد ازاں آن فتوے غلطی فاحش آن واضح گردید یعنی حرمت آن از دیگر کتب شریعت بوضوح پیوست پس ازاں فتوے رجوع واجب شد۔ کان الحق احق بالاتباع۔ ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ مسمی عبدالکریم اور مسمی یوسف دو بھائی ہیں عبدالکریم کی زوجہ نے یوسف کے لڑکے کو دودھ پلایا، سو عبدالکریم کی لڑکی اور یوسف کا لڑکا جو دودھ میں شریک ہوئے تھے، وہ دونوں تو رضاعی بہن بھائی ہوئے، علاوہ اس کے عبدالکریم کی زوجہ کے اگر لڑکی پیدا ہو اور یوسف کی زوجہ کے لڑکا پیدا ہو تو ان دونوں کا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ ان دونوں کا باہم نکاح ہو سکتا ہے، کیونکہ رضاعت کی حرمت رضیع کے لئے ہے، نہ اس کے بھائیوں کے لئے، زاد المعاد میں ہے لا یتعدی التحریم الی غیر المرضع من هو فی درجته من اخوته فیباح لاخیه نکاح من ارضعت اخاه وبناتها اھ عالمگیریہ میں ہے تحل اخت اخیه رضاعا۔ واللہ اعلم

سید محمد نذیر حسین

حررہ محمد عبدالحق ملتانی عفی عنہ

**سوال**:۔ بعض مولویوں نے لکھا ہے کہ بنت رضیع ابنائے مرضعہ پر حلال ہے، سو یہ لکھنا بعض مولویوں کا صحیح ہے یا غلط؟

**الجواب**:۔ بعض مولویوں کا یہ لکھنا غلط ہے، بنت رضیع ابنائے مرضعہ پر حلال نہیں ہے، بلکہ حرام ہے بدلیل حدیث یحرم من الرضاعة من یحرم من الولادة

---

حرام ہوں گے گویا کہ یہ لڑکا اس عورت سے پیدا ہوا تھا اس سے پہلے مولوی عالم علی صاحب پر اعتماد کرتے ہوئے میں نے جلدی، اور غور سے نہ پڑھا، جب فتوی چلا گیا، تو مجھے معلوم ہوا کہ یہ فتوی غلطی ہے لہذا اس سے رجوع کرنا میں اپنا فرض سمجھتا تھا کیونکہ حق کا زیادہ حق ہے کہ اس کی تابعداری کی جائے، اے ہمارے رب اگر ہم بھول جائیں یا غلطی کر بیٹھیں تو ہم سے مؤاخذہ نہ کر ۱۲

۱؎ دودھ پینے والے کے علاوہ اس کے بھائیوں تک رضاعت کی حرمت متعدی نہیں ہوتی، دودھ کی ماں اور اس کی بیٹی دودھ پینے والے کے بھائی کے لئے حلال ہے ۱۲

۲؎ دودھ کی بہن دودھ پینے والے کے بھائی کے لئے حلال ہے ۱۲ ۳؎ رضاعت سے وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں، جو ولادت سے حرام ہوتے ہیں (بخاری)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



رواہ البخاری وغیرہ۔ اور ملا عابد سندی ثم المدنی نے طوالع الانوار حاشیۃ الدر المختار معروف بہ حاشیۃ المدنی میں اس صورت مسئولہ کے حرام ہونے کی صاف تصریح کردی ہے، جیسا کہ غایۃ الاوطار سے واضح ہے وتحل اخت اخیہ رضاعا یصح اتصالہ بالمضاف کان یکون لہ اخ نسبی لہ اخت رضاعیۃ والمضاف الیہ کان یکون لاخیہ رضاعا اخت نسبا وبھما وھو ظاھر درمختار یعنی اور حلال ہے اپنے بھائی کی بہن باعتبار رضاعت کے صحیح ہے اتصال رضاعت کا مضاف سے، جس طرح کہ اس کے نسبی بھائی کی رضاعی بہن ہو اور صحیح ہے، کہ مضاف اور مضاف الیہ دونوں سے متصل ہو اور وہ ظاہر ہے یعنی رضاعی بہن کی رضاعی بہن ہو لیکن رضاعی بھائی کی بیٹی حرام ہے مثل نسب انتہی ملخصا غایۃ الاوطار حاشیۃ الدر المختار، اور واضح ہو کہ حدیث مذکور سے علماء نے چند صورتیں مستثنے کی ہیں، مگر صورت مسئولہ کو کسی نے استثنا نہیں کیا ہے اس سے بھی صورت مسئولہ کی حرمت ظاہر ہوتی ہے، اگر یہ صورت مسئولہ حلال ہوتی، تو ضرور اس کو بھی حدیث مذکور سے استثنا کرتے، واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ ایک شخص زوجہ اپنی سے ہم خلوت تھا، اور غلبہ شہوت سے بوقت مجامعت کے زوجہ اپنی سے مساس کرتے ہوئے پستان منہ میں لے گیا، اور زوجہ اس کی طفل یک سالہ کو دودھ پلاتی تھی، اس شخص کے حلق کے اندر ایک بار یا کہ دو بار دودھ چلا گیا آیا وہ شخص زوجہ اپنی کا فرزند رضاعی ہوگیا یا کہ شوہر رہا، اور اس فعل کے باعث سے زوجہ اس کے نکاح میں داخل رہی یا کہ نہیں رہی۔

سوال دیگر:۔ یہ کہ مدت رضاعت کی آیا خورد سالی میں ہے یا کہ جوانی میں بھی رہے گی اور عورت کا دودھ اگر کسی زخم یا کہ ذکر کے سوراخ میں یا کان میں بہت کہنے طبیب کے ڈالا جائے، تو اس کا کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ وہ شخص اپنی زوجہ کے دودھ پینے کی وجہ سے اپنی زوجہ کا فرزند رضاعی نہیں ہوگیا، بلکہ وہ علی حالہ شوہر رہا، اور اس کی زوجہ اس کے نکاح میں داخل رہی، اس وجہ سے کہ مدت رضاعت میں دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے، اور بعد مدت کے ثابت نہیں ہوتی، اور مدت رضاعت امام ابوحنیفہ کے نزدیک ڈھائی برس ہے، اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



صاحبین اور جمہور علماء کے نزدیک دودھ برس ہے اور کسی زخم یا سوراخ ذکر میں یا کان میں عورت کا دودھ ڈالنے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی، واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ السید شریف حسین عفی عنہ — سید محمد نذیر حسین

**سوال**:- ایک شخص نے شیر اپنی زوجہ کا پی لیا تو اس کا نکاح رہا یا نہیں؟

**الجواب**:- دودھ بی بی کا پینے سے نکاح میں فرق نہیں آتا اور بی بی اس سے حرام نہیں ہوتی شرح میں جیسا کہ کتب فقہ و حدیث مانند فتاوی عالمگیری وغیرہ میں مذکور ہے یہ مسئلہ جاہلوں کا ہے شرع میں اس کی کچھ اصل نہیں ہے واللہ اعلم

حررہ السید شریف حسین عفی عنہ — سید محمد نذیر حسین

**سوال**:- ایک عورت نے اپنے چچا کی بیٹی کو دودھ پلایا اور اس کی ساس نے اپنے نواسہ کو دودھ پلایا تو اس پلانے والی کا شوہر اور وہ پینے والا لڑکا کہ بیشتر ماؤں بھانجا تھے، اب دودھ شریک بھائی ہوئے تو یہ لڑکی بھتیجی اور وہ لڑکا دودھ کے رشتہ سے چچا ہو گیا اب اس لڑکے کا ایک اور حقیقی بھائی جو ہے اس سے بھی اس لڑکی کا نکاح جائز ہے یا کہ نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**:- صورت مسئول عنہا میں اس لڑکے کے بھائی سے نکاح اس لڑکی کا بیشک درست اور روا ہے شرعًا، ہدایہ میں ہے۔ یجوز ان یتزوج الرجل باخت اخیہ رضاعا وھکذا فی غیرھا من کتب الفقہ۔

سید محمد نذیر حسین

---

لہ جائز ہے کہ آدمی اپنے بھائی کی رضاعی بہن سے نکاح کرے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# کتاب المحرمات

**سوال**:۔ چہ می فرمایند علمائے دین دریں صورت کہ زید کے ایک بیٹا ہے، اور اس کی زوجہ اولے جس کے بطن سے وہ بیٹا ہے فوت ہوگئی، پھر زید نے اپنا نکاح دوسرا دلیز اپنے بیٹے کا دو بہنوں سے کیا۔ ایک بہن کلاں کا اپنے ساتھ، اور دوسری بہن خرد کا اپنے بیٹے کے ساتھ، بعد چندے زید نے بقضائے الٰہی وفات پائی، اور زوجہ بیٹے کی پہلے انتقال کر چکی تھی، پس اب اس لڑکے کا نکاح اس بہن کلاں منکوحہ زید سے جو بیوہ ہوگئی ہے۔ جائز ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ زید کی منکوحہ سے اس کے لڑکے کا نکاح حرام ہے قال اللہ تعالیٰ ولا تنکحوا ما نکح اٰباؤکم من النساء اور ایسا ہی تمام کتب احادیث و فقہ میں مذکور ہے، کسی کا حرمت میں اختلاف نہیں ہے جیسا کہ ماہر کتب پر مخفی نہیں، اگر سائل ترجمہ قرآن مجید کو بھی ملاحظہ کر لیتا تو معلوم ہو جاتا، واللہ اعلم بالصواب۔

سید محمد نذیر حسین
کتبہ تلطف حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عمرو کا نکاح اس کی ماں کی ممیری بہن سے درست ہے یا نہیں؟

(۲) عمات میں حقیقی پھوپھی و دادا پردادا کی بہن علی سبیل مراتب حرام ہیں، اس کے علاوہ حقیقی چچیرے دادا کی لڑکیاں علی سبیل مراتب یعنی چچیری پھوپھیاں تمام داخل محرمات ہیں، یا کسی درجہ پر کسی سے نکاح جائز ہے علی ہذا القیاس خلیری ممیری اوپر درجہ تک پھوپھیاں داخل محرمات ہیں یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ صورت مسئولہ میں معلوم ہوا کہ عمرو کا نکاح اس کی ماں کی ممیری بہن سے

---

لہ جن عورتوں سے تمہارے باپوں نے نکاح کیا ہے ان سے نکاح نہ کرو ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



درست ہے، اسی طرح چچیری پھوپھیاں خواہ کسی درجہ کی ہوں کل حلال ہیں، اور داخل محرمات نہیں ہیں نکاح ان سے درست ہے، وعلی ہذا القیاس خلیری ممیری پھوپھیاں بھی داخل محرمات نہیں ہیں ان سے جائز ہے، خواہ کسی درجہ کی ہوں، اور وجہ ان سب کے حلال ہونے کی یہ ہے کہ جتنی عورتیں اللہ تعالیٰ نے حرام کی ہیں، ان میں یہ سب داخل نہیں ہیں بلکہ ان کے علاوہ ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ واحل لکم ما وراء ذلکم واللہ اعلم۔

حررہ علی احمد مدراسی عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بیوہ عورت نے جس کی اولاد اپنے شوہر متوفی سے موجود ہے، ایک ایسے مرد سے نکاح کیا کہ جس کی اولاد اپنی پہلی بیوی فوت شدہ سے موجود ہے، تو اب سوال یہ ہے، کہ بعد نکاح مرد عورت مذکورین کے ان ہر دو اولاد مذکورہ کا باہم نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں یعنی اگر مرد کی پہلی بیوی سے لڑکا ہے اور عورت کے پہلے شوہر سے لڑکی ہے تو ان دونوں کا نکاح بعد نکاح مرد عورت مذکورہ کے عند الشرع جائز ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ صورت مرقومہ میں معلوم ہو کہ ان دونوں لڑکا لڑکی کا باہم عقد کرنا صحیح و درست ہے، کچھ قباحت نہیں ہے خواہ مرد عورت کے نکاح کے بعد ہو یا نکاح سے پہلے واما بنت زوجۃ ابیہ او ابنہ حلال کذا فی الدر المختار قال البحر الرملی ولا تحرم بنت زوج الام ولا امہ ولا ام زوجۃ الاب ولا بنتہا۔ انتہی کذا فی الرد المحتار حاشیۃ الدر المختار فقط۔ حررہ محمد یعقوب عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ زید کی ماں یعنی فاطمہ ہندہ کے پہلے شوہر کے نکاح میں تھی، اب وہ شوہر مر گیا ہے بعد چندے زید نے ہندہ مذکورہ سے اپنا نکاح کر لیا، یہ عقد صحیح ہوا ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ درمیان زید اور شوہر اول ہندہ کے رشتہ حقیقی پایا نہیں جاتا، بلکہ شوہر مذکور زید کا سوتیلا باپ ہوا، اس لئے کہ ماں زید کی اس کے نکاح میں تھی وعلی ہذا

---

لہ اور اس کے علاوہ اور عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں ۱۲ ۲ باپ کی بیوی کی سابقہ بیٹی یا بیٹے سے نکاح حلال ہے اور اسی طرح ماں کے خاوند کی پہلی بیٹی یا اس کی ماں یا بیوی کے باپ کی ماں اور اس کی بیٹی سے بھی نکاح حلال ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



القیاس زید کا بندہ سے بھی کچھ رشتہ نہیں، وہ دونوں محض اجنبی ہیں، اور آیت احل لکم ماوراء ذلکم میں داخل ہے، پس نکاح کر لینا زید کا بندہ سے از روئے شرع شریف درست وصحیح ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

سید شریف حسین

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ ایک بیوہ عورت سے ایک شخص نے نکاح کیا، اور اس عورت کے پہلے شوہر سے ایک لڑکی تھی اس سے اپنے لڑکے کا نکاح جو دوسری زوجہ سے تھا کر دیا تو یہ نکاح شرعاً درست ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ صورت مسئول عنہا میں نکاح درست اور صحیح ہے، کیونکہ اس لڑکے اور لڑکی کے درمیان میں کوئی علاقہ حرمت کا نہیں پایا جاتا، واللہ اعلم

حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی نطفہ حرام سے ہے، اگر کوئی شخص اس لڑکی سے نکاح کرنا چاہے تو عند الشرع کوئی ممانعت وقباحت ہے یا نہیں ہے۔

سوال دیگر:۔ زید نے یکے بعد دیگرے دو بہنوں سے نکاح کیا، اخیر بیوی یعنے پہلی زوجہ کی بہن کی اولاد سے نکاح جائز ہے یا نہیں، یہ دونوں بہنیں یعنی زید کی زوجین زندہ ہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ صورت مرقومہ میں معلوم ہو کہ اس لڑکی سے نکاح شرعاً جائز ہے اس واسطے کہ وہ لڑکی بے قصور ہے، اگر قصور ہے تو زانیین کا ہے، مگر یہ نکاح متقی وپرہیزگار کو لائق وزیب نہیں ہے، باسطے عبرت کے

دوسرے سوال کی ظاہر عبارت سے ایسا معلوم ہوتا ہے، کہ دونوں بہنوں کو نکاح میں جمع کیا ہے یعنی پہلی بہن کو نکاح میں رکھ کر دوسری بہن سے نکاح کیا ہے، اگر درحقیقت ایسا ہی ہے، تو دوسرا نکاح ناجائز وحرام صریح ہے۔ لقولہ تعالیٰ وَأَن تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ الا ما قد سلف۔ اب سائل جو تیسرے نکاح کے بارے میں یعنی پہلی زوجہ کی بھانجی سے

---

لہ اور اس کے علاوہ اور عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں ۱۲ سے اور یہ کہ تم دو بہنوں کو ایک نکاح میں اکٹھا کرو، مگر جو پہلے گذر چکا ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نکاح کرنے کا جو سوال کرتا ہے سو یہ نکاح بھی حرام ہے عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یجمع بین المرأۃ وعمتھا ولا بین المرأۃ وخالتھا متفق علیہ واللہ تعالیٰ اعلم

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید سے ایک بیوہ عورت نے عاشقہ ہو کر بذریعہ خط و کتابت یہ کہا کہ میں تمہاری لونڈی ہوں تم مجھ سے نکاح کر لو ورنہ میں مر جاؤں گی تب زید نے اس عورت کو اس قسم کی فریفتہ حال دیکھ کر اپنی چار بیویاں موجود ہوتے ہوئے اس عورت سے نکاح کر لیا تاکہ دنیوی مقدمہ وغیرہ نہ ہو اب شرع شریف میں ایسا نکاح کرنا اور ایسا حیلہ کرنا اور ایسی لونڈی بنانا اور ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنی اور اس کے ساتھ کھانا پینا جائز ہے یا نہ بینوا توجروا۔

**الجواب**:- یہ نکاح اصلاً منعقد نہیں ہوا کیونکہ چار بیویوں کی موجودگی میں پانچویں بیوی کرنا حرام ہے صحیح بخاری میں ہے۔ باب لا یتزوج من اربع لقولہ تعالیٰ مثنیٰ و ثلث و رباع وقال علی بن الحسین یعنی مثنیٰ او ثلاث او رباع انتہی مشکوۃ شریف میں ہے۔ عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان غیلان بن سلمۃ الثقفی اسلم ولہ عشر نسوۃ فی الجاھلیۃ فاسلمن معہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم امسک اربعا وفارق سائرھن رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ وعن نوفل بن معاویہ قال اسلمت وتحتی خمس نسوۃ فسألت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال فارق واحدۃ واصلک اربعا فعمدت الی اقدمھن صحبۃ منی عاقرمنذ ستین سنۃ ففارقتھا رواہ فی شرح السنۃ آیت کریمہ اور ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ چار بیویوں کی موجودگی میں پانچویں سے نکاح کرنا حرام اور ناجائز ہے پس صورت مسئولہ میں زید کا

---

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت اور اس کی پھوپھی اور عورت اور اس کی خالہ کو اکٹھا نہ کیا جائے (متفق علیہ)

(۲) اللہ تعالیٰ نے فرمایا دو دو اور تین تین اور چار چار علی بن حسین نے کہا مطلب یہ ہے کہ چار سے زیادہ نہ ہوں

(۳) غیلان بن سلمہ ثقفی مسلمان ہوا تو اس کے پاس جاہلیت کے زمانہ میں دس عورتیں تھیں، وہ بھی اس کے ساتھ مسلمان ہوئیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان میں سے چار رکھ لو، باقی تمام چھوڑ دو (احمد ترمذی، ابن ماجہ) اور نوفل بن معاویہ جب مسلمان ہوئے تو ان کے پاس پانچ عورتیں تھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک کو چھوڑ دو، ان کے پاس ایک بوڑھی ساٹھ سالہ عورت تھی، انہوں نے اس کو چھوڑ دیا (مشکوۃ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ایسا نکاح کرنا اور ایسا حیلہ کرنا سراسر حرام و ناجائز ہے، جب تک اس عورت کو نہ چھوڑے اور اس فعل شنیع سے توبہ نہ کرے، تب تک وہ زانی اور فاسق و فاجر ہے، ایسے فاسق کو نماز میں امام بنانے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے، اور اس کے ساتھ کھانے پینے سے احتراز چاہیے۔ حررہ عبد العزیز المرشد آبادی عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:- چار عورت سے زیادہ کے ساتھ نکاح کرنا درست ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

**الجواب**:- چار عورت سے زیادہ کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں ہے قال اللہ تعالیٰ فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلث ورباع[1] وعن ابن عمر ان غیلان بن سلمۃ الثقفی اسلم ولہ عشر نسوۃ فی الجاھلیۃ فاسلمن معہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم امسک اربعا وفارق سائرھن رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ کذا فی المشکوٰۃ۔ وعن نوفل بن معاویۃ قال اسلمت وتحتی خمس نسوۃ فسألت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال فارق واحدۃ وامسک اربعا رواہ فی شرح السنۃ وصححہ الترمذی وقد اشار البخاری الی ھذا الحدیث حیث بوب وقال باب لا یتزوج اکثر من اربع ولم یذکر ھذا الحدیث علی شرطہ لو بیدرجہ فی کتابہ واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ ابو جریر عبد العزیز المدنانی غفر اللہ لہ ولوالدیہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:- چہ می فرمایند علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ شخصے سنی المذہب بازنے عقد کردہ بلا طلاق زوجہ اولے عقد ثانی با ہمشیرہ حقیقی زوجہ اولے خود کرد اندریں صورت عقد ثانی باطل خواہد شد یا عقد اولے یا ہر دو و ہر دو زوجگان مذکور

---

[1] اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جو عورتیں تم کو پسند ہوں ان سے نکاح کر دو دو تین تین چار چار، غیلان بن سلمہ جب مسلمان ہوئے، تو ان کے پاس دس عورتیں تھیں، جو ان کے ساتھ ہی مسلمان ہوئیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان میں سے چار رکھ لو، باقی سب چھوڑ دو، نوفل بن معاویہ کے پاس پانچ عورتیں تھیں، وہ جب مسلمان ہوئے تو آپ نے فرمایا چار رکھ لو، اور ایک کو طلاق دے دو، امام بخاری نے باب باندھ کر اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے، چار عورتوں سے زیادہ نکاح نہ کرنے کا باب، اور چونکہ یہ حدیث ان کی شرائط پر نہ تھی، لہٰذا اس کو درج نہ کیا۔

سوال:- ایک آدمی نے ایک عورت سے نکاح کیا، اس عورت کو طلاق نہیں دی اور اس کی حقیقی بہن

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یا احدے از اولادشان مستحق ترکہ شوہر متوفی خود خواہند شد یا نہ فقط۔

**الجواب**:۔ درصورت مذکورہ عقد اول صحیح است و عقد ثانی باطل است چنانچہ در تفسیر خازن تحت قولہ تعالےٰ وان تجمعوا بین الاختین مرقوم است فلو تزوج احدی الاختین ثم تزوج الاخری بعد ما فہم منہ یکون بیطلان نکاح الثانیۃ ازین عبارت ہویدا گردید کہ عقد ثانی شرعاً باطل و نادرست لہٰذا زوجہ اولے مستحق ترکہ شوہر خود خواہد شد و زوجہ ثانی از ترکہ محروم خواہد ماند زیرا کہ سبب ارث عقد بود و چوں عقد منتفی گردید وراثت ہم منتفی خواہد شد۔ ھذا حکم الکتاب واللہ اعلم بالصواب

حررہ سید محمد نذیر حسین — سید محمد نذیر حسین

عبدہ حمید الرحمٰن نصیر ہادی

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی ایک عورت سے دختر پیدا ہوئی جس کا نام ہندہ ہے، اب عورت زید کی مرگئی جس کے شکم سے وہ دختر ہندہ موجود ہے پس زید نے اپنی دختر ہندہ کے بدلہ میں دوسرے شخص بکر کی ہمشیرہ سے نکاح اپنا کرلیا اور اپنی دختر ہندہ کا نکاح ہمراہ بکر کے کردیا جو زید کا وہ بکر سالہ لگا، اور زید کی دختر ہندہ بکر کی سوتیلی بھانجی لگی اس لئے اب مسئلہ دریافت طلب یہ ہے، کہ بکر کا نکاح ہمراہ مسماۃ ہندہ کے جو اس کی سوتیلی بھانجی لگی شرع میں درست ہے یا نہیں بینوا توجروا

**الجواب**:۔ واضح ہو کہ نکاح زید کا ہمشیرہ بکر سے اور نکاح بکر کا دختر زید سے اگر بعوض دین مہر ہوا ہے تو شرعاً جائز ہے اور اگر بغیر دین مہر ہوا ہے تو جائز نہیں ہے، ایسا عند ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

العبد عبد الرحیم عفی عنہ — سید محمد نذیر حسین

**ھو الموفق**:۔ جواب صحیح ہے اور صورت مسئولہ میں زید کی دختر ہندہ جو بکر کی سوتیلی

---

سے بھی نکاح کرلیا بنایا جائے کہ پہلی عورت حرام ہوئی یا دوسری یا دونوں اور اس کے ترکے کی کون وارث ہوگی، یا دونوں محروم ہوں گی؟

الجواب:۔ پہلا نکاح صحیح ہے اور دوسرا باطل ہے تفسیر خازن میں اس آیت کے تحت کہ وہ تم دو بہنوں کو ایک نکاح میں اکٹھا کرو، لکھا ہے، کہ اگر ایک ہی سے نکاح کیا پھر دوسری سے کرلیا تو دوسرا نکاح باطل ہے، جب شرعاً دوسرا نکاح باطل ہوا تو یہ ہی دوسری عورت ارث سے محروم ہوگی کیونکہ سبب وراثت تو نکاح تھا جب وہی نہیں تو وراثت کیسی؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بھانجی لگی (یعنی چونکہ زید کی زوجہ ثانیہ بکر کی ہمشیرہ ہے، اور زید کی زوجہ اولے کی دختر ہندہ ہے تو اس معنی میں ہندہ بکر کی بھانجی لگی، سو اس کا کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ وہ درحقیقت بکر کی بھانجی نہیں ہے

کتبہ محمد عبدالرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے بڑھ کا نکاح کیا جس کو شرع میں شغار کہتے ہیں، لیکن اس نے مہر مقرر کیا ہے، اور ہر دو نکاح میں پندرہ سولہ روز کا فاصلہ بھی ہوا ہے، اور وہ اس مسئلہ کو جانتا بھی نہ تھا، اس سے بالکل جاہل تھا، اب شرع شریف میں وہ نکاح درست رہا یا مثل مہر یا نکاح جدید کی حاجت پڑتی ہے، بینوا بالدلیل توجروا بالاجر الجزیل۔

**الجواب**:۔ نکاح مذکورہ صحیح ودرست ہے، کیونکہ صورت نکاح مذکور میں، شغار نہیں کہا جاتا، شرع شریف میں جیسا کہ آگے بیان ہوتا ہے۔ قال[1] فی مجمع البحار ھو نکاح فی الجاھلیۃ کان الرجل یقول شاغرنی ای زوجنی اختک او بنتک او من تلی امرھا حتی ازوجک من الی امرھا بلا مھر ویکون بضع کل واحدۃ بمقابلۃ بضع الاخری من شغر الکلب اذا رفع احد رجلیہ لیبول لارتفاع المھر بینھن وعن[2] ابن عمر رضی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن الشغار والشغار ان یزوج الرجل ابنتہ علی ان یزوجہ الاخر ابنتہ لیس بینھما صداق رواہ البخاری قال فی القاموس بل صداق کل واحدۃ بضع الاخری، اب جب ثابت ہوا کہ شغار اس کو کہتے ہیں، کہ جس میں دونوں طرف سے مہر نہ ہو، جیسا کہ ہم نے حدیث شریف سے یعنی من قول لیس بینھما صداق اور لغت سے یعنی من قول بلا مھر بیان کیا، تو اب نکاح مذکور صحیح وثابت ہوا، اس لئے کہ جب مہر مقرر کیا گیا، تو اس کو شغار نہ کہا جاوے گا شرع میں جیسا کہ

---

[1] مجمع البحار میں ہے، کہ شغار جاہلیت کے زمانہ کا نکاح ہے، ایک آدمی دوسرے آدمی سے کہتا کہ میں تجھے اپنی بہن یا بیٹی یا جس کے معاملہ کا وہ خود والی ہے تیرے ساتھ نکاح کر دے، اور میں جس عورت کے معاملہ کا والی ہوں، تیرے ساتھ نکاح کر دیتا ہوں، اس نکاح کے درمیان کوئی مہر مقرر نہیں ہوتا تھا

[2] ابن عمر رضی سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شغار سے منع فرمایا ہے، اور شغار یہ ہے کہ ایک آدمی دوسرے سے اپنی بیٹی کا نکاح اس شرط پر کرتا ہے، کہ دوسرا اپنی بیٹی کا نکاح اس سے کر دے، اور درمیان میں مہر نہ ہو، بخاری، قاموس میں ہے، کہ مہر ہر ایک کا دوسری کی شرمگاہ ہوگا ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کہا امام نووی نے وصورتہ ان الواضحۃ زوجتک بنتی علی ان تزوجنی بنتک و یضع کل واحدۃ صداق للاخری فیقول قبلت انتہی اور جو لوگ کہتے ہیں، کہ یہ تفسیر حدیث کی یعنی لیس بینہما صداق تفسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں ہے، بلکہ یہ تفسیر صحابی وغیرہ سے ہے، سو اس میں کچھ حرج و مضائقہ نہیں ہے، کیونکہ اس میں دونوں احتمال ہیں، تو اگر تفسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے، تو ہو المراد، اور اگر صحابی کی ہے، تو وہ بھی مقبول ہے، کیونکہ وہ صاحب لسان ہے۔ کما قال الحافظ ابن حجر فی الفتح قال القرطبی تفسیر الشغار صحیح موافق لما ذکرہ اہل اللغۃ فان کان مرفوعا فہو المقصود وان کان من قول الصحابی فمقبول ایضا لانہ اعلم بالمقال انتہی، الغرض کہ نکاح مذکور درست بلاشبہ ہے، اس لئے کہ اس کو شغار نہیں کہتے، اور مہر مثل و نکاح جدید کی کچھ حاجت نہیں ہے، کیونکہ مہر تو دونوں طرف سے مقرر تھا، ہاں اگر مہر اس وقت مقرر نہیں ہوا، تو پھر بھی بعض علماء کے نزدیک فسخ نہیں ہوتا، جیسا کہ مذہب امام مالک کا ہے، ایک روایت میں اور یہی مذہب ہے امام اوزاعی کا کما قال الحافظ فی الفتح وفی روایۃ مالک یفسخ قبل الدخول لا بعدہ وحکاہ ابن المنذر عن الاوزاعی انتہی وقال فی المحلی شرح موطا روی عن عطاء بن ابی رباح قال یقران علی نکاحہما ویجعل لہما صداق المثل انتہی وذہب الامام ابو حنیفۃ الی صحتہ وجوب مہر المثل وہو قول الزہری ومکحول والثوری واللیث وروایۃ عن الامام احمد واسحق وبہ قال ابو ثور وابن جریر کذا فی الفتح والنووی اور جو حدیث سنن ابی داؤد میں ہے، کہ دو شخصوں نے نکاح کیا بیٹہ پر اور مہر بھی کیا

---

لہ اس کی واضح صورت یہ ہے کہ میں نے اپنی لڑکی اس شرط پر تجھ سے بیاہ دی، کہ تو اپنی لڑکی مجھ سے بیاہ دے، اور ہر ایک کا بضعہ دوسری کا مہر ہو تو وہ کہنے میں نے قبول کیا۔ لہ حافظ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں، کہ علامہ قرطبی نے کہا ہے، کہ شغار کی یہ تفسیر صحیح اور اہل لغت کے بالکل موافق ہے، اگر یہ مرفوع ہے تو فبہا اور اگر صحابی کا اپنا قول ہے، تو بھی قابل قبول ہے، کیونکہ وہ کلام کو زیادہ جانتا ہے۔ لہ جیسا کہ حافظ نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے، کہ امام مالک سے ایک روایت میں ہے کہ دخول سے پہلے نکاح فسخ ہوگا بعد میں نہیں، امام اوزاعی سے ابن منذر نے بھی یہی بیان کیا ہے، موطا کی شرح محلی میں ہے، کہ عطاء بن ابی رباح سے مروی ہے، کہ ان کا نکاح باقی رکھا جائے گا اور مہر مثل دیا جائے گا، امام ابو حنیفہ جن کی صحت کے قائل ہیں اور مہر مثل کو واجب سمجھتے ہیں زہری، مکحول، ثوری اور لیث کا بھی یہی قول ہے، امام احمد اور اسحاق سے بھی یہ روایت ہے، نیز ابو ثور اور ابن جریر اسی کے قائل ہیں، اسی طرح فتح الباری اور نووی میں ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تو حضرت معاویہ نے ان کو منع کیا، اور امر کیا تفریق کا، تو جواب اس کا یہ ہے، کہ اول تو یہ رائے ہے امیر معاویہ کی اور مخالف ہے لغت کے اور صحیح حدیث کے اگرچہ وہ تفسیر صحابی کی ہے مگر لغت عرب کے تو موافق ہے کہ شغار اس کو نہیں کہتے، شغار وہ ہے، جو کہ مہر معین نہ کیا، جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا قول مجمع البحار سے یعنی ہو نا شغار بلا مہر اور دوسرا یہ کہ انہوں نے مہر وہی کیا ہوگا یعنی بضع احد الاخر بلا مہر یعنے حدیث کی عبارت یوں ہو گی، وجعلا الشغار صداقا، الغرض کہ نکاح مذکور درست ہے تطویل کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہے۔ وماء لینا الا البلاغ۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

حررہ العبد الضعیف ابو محمد عبد الوہاب الحنفی الفتحابی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

| | |
|---|---|
| سید محمد نذیر حسین | |
| از شرف سید کوٹ بن شد | |
| شریف حسین ۱۲۹۳ | |
| خادم شریعت رسول الثقلین | |
| محمد لطف حسین ۱۲۹۲ | |

الجواب صحیح والرای صحیح — احمد طاہر سلہٹی — اصاب من اجاب — افضل حق حنفی عفی عنہ پنجابی

**سوال**:۔ مسئلہ شغار میں عرض ہے، کہ دونوں عورتوں کا اول مہر علیحدہ علیحدہ باندھ کر پیچھے عقد کیا جاوے، درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ جب دونوں عورتوں کا اول مہر علیحدہ علیحدہ باندھا جاوے، پھر عقد کیا جاوے تو یہ عقد نکاح درست ہے، اور شغار ممنوع میں داخل نہیں ہے بلوغ المرام میں ہے۔ عن نافع عن ابن عمر قال نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الشغار و الشغار ان یزوج الرجل ابنتہ علی ان یزوجہ الاخر ابنتہ لیس بینھما صداق متفق علیہ واتفقا من وجہ اخر علی ان تفسیر الشغار من کلام نافع سبل السلام صفحہ ۶۷ جلد ۲ میں ہے۔ قال القرطبی تفسیر الشغار بما ذکر صحیح موافق لما ذکرہ اھل اللغۃ فان کان مرفوعا فھو المقصود وان کان من قول الصحابی فمقبول ایضا لانہ اعلم بالمقال

---

لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شغار سے منع فرمایا ہے، اور شغار یہ ہے کہ کوئی آدمی اپنی بیٹی کا کسی سے اس شرط پر نکاح کرے، کہ وہ بھی اس کو اپنی بیٹی نکاح کر دے، اور ان میں حق مہر کوئی نہ ہو (متفق علیہ) اور شغار کی یہ تعریف متفقہ طور پر نافع کا کلام ہے ۱۲ ۲ قرطبی نے کہا، کہ شغار کی تفسیر جو بیان کی گئی ہے اہل لغت کے بیان کے مطابق صحیح ہے اگر یہ مرفوع ہے تو فبہا، اور اگر یہ صحابی کا قول ہے تو بھی مقبول ہے، کیونکہ وہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



واقفہ بالحال انتہی واذا قد ثبت انہ عنہ فقد اختلف الفقہاء ھل ھو باطل او غیر باطل فذھبت الھدویۃ والشافعی ومالک الی انہ باطل للنہی عنہ وھو یقتضی البطلان وللفقہاء خلاف فی علل النہی کما نطول بہ فکلھا اقوال تخمینیۃ ویظھر من قولہ فی الحدیث لاصداق بینھما انہ علۃ انتہی واللہ اعلم۔ المجیب محمد عبد الحق مدنانی

سید محمد من برحسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت صاحب اولاد ہو خاوند زندہ ہو بغیر طلاق دوسرے بھائی کے ہمراہ عقد ہو سکتا ہے یا کہ نہیں، اور اس نکاح سے حمل جو ہو گیا ہو اس کو ولد الزنا کہا جاوے گا یا نہیں، اور جو مجنون حلال حرام پہچان سکتا ہو یا کہ آنہ دو آنہ کی چیز خرید کر کے لا سکتا ہو اس کی عورت کے ہمراہ بغیر طلاق حاصل کئے نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ خاوند زندہ ہو اور اس نے اپنی عورت کو طلاق نہ دی ہو اور نہ اس کی عورت کو کسی وجہ سے فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہوا ہو تو اس کی عورت منکوحہ غیر مطلقہ سے نکاح نہیں ہو سکتا ہے، اور اگر کوئی کرے گا، تو وہ نکاح حرام و باطل ہوگا، اور اس حرام و باطل نکاح سے جو اولاد ہوگی وہ بلاشبہ ولد الزنا ہوگی اور جس عورت کا شوہر مجنون ہو اور اس کے مجنون ہونے کی وجہ سے اس عورت کا ضرر ہو اور وہ عورت بسبب اپنے ضرر کے اس کے ساتھ نہ رہنا چاہے تو ایسی صورت میں عورت کو اپنے نکاح کے فسخ کا اختیار حاصل ہے، اپنا نکاح فسخ کر کے بغیر طلاق کے اپنا دوسرا نکاح کر سکتی ہے، موطا امام محمد میں ہے۔ اخبرنا مالک اخبرنا محمد عن سعید ابن المسیب انہ قال ایما رجل تزوج امراۃ وبہ جنون او ضر فانھا تخیر ان شاءت قرت وان شاءت فارقت قال محمد اذا کان امرا لا یحتمل خیرت فان شاءت قرت وان شاءت فارقت وانا کا نختار لھا انا فی العنین والمجبوب انتہی قال فی

---

عرب کے رواج اور لغت کو خوب جانتے تھے، جب حدیث سے اس کی نہی ثابت ہو گئی، تو اب اختلاف اس میں ہے کہ کیا یہ نکاح باطل ہے یا نہیں؟ ہدویہ، امام شافعی، مالک کہتے ہیں کہ باطل ہے، اور علت نہی میں بھی اختلاف ہے، ہر ایک نے اپنے تخمینہ کے مطابق کہا ہے، ہم اس لمبی بحث کو چھوڑتے ہیں، حدیث سے اظہر علت ہی حق مہر کا نہ ہونا معلوم ہوتا ہے ۱۲ ۱؎ ابن مسیب نے کہا، جو آدمی نکاح کرے، اور اس کو دیوانگی یا کوئی بیماری ہو تو عورت کو اختیار دیا جائے گا چاہے تو اس کے گھر رہے، چاہے تو علیحدہ ہو جائے امام محمد نے کہا جب معاملہ تحمل سے باہر ہو تو اس کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نیل اوطار وقد ذهب جمهور اهل العلم من الصحابة فمن بعدهم الی انه یفسخ النکاح بالعیوب وان اختلفوا فی تفاصیل ذلک الخ کتبه محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا الله عنه

ایسی صورت میں وہ عورت بذریعہ حاکم پانچ کے فسخ کرائے

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی ماں کی چچیری بہن سے نکاح کرے تو عند الشرع جائز ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ جائز ہے، کیونکہ جن عورتوں کی حرمت قرآن مجید و حدیث شریف سے ثابت ہوتی ہے، ماں کی چچیری بہن ان عورتوں کے علاوہ ہے لہذا اس سے نکاح کرنا جائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ السید ابو الحسن عفی عنہ۔ الجواب صحیح:۔ خلیل الرحمن

الجواب صحیح:۔ عبد الرحمن عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ سوتیلی خالہ سے نکاح کرنا جائز ہے یا ناجائز۔ بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ سوتیلی خالہ سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے لقولہ تعالیٰ وخالاتکم اللہ تعالیٰ نے مطلق خالہ سے نکاح کرنے کو حرام فرمایا ہے، جو خالہ عینیہ و خالہ علاتیہ اور خالہ اخیافیہ سب کو شامل ہے، پس ہر قسم کی خالہ سے نکاح کرنا حرام ہے، عینیہ ہو یا علاتیہ یا اخیافیہ حافظ جلال الدین سیوطی تفسیر اکلیل میں لکھتے ہیں، ودخل فی الاخوات الشقائق وغیرهن وفی العمات والخالات کل من ولد جدک او جدتک وان علوا من قبل الاب او الام انتهی۔ اور ہدایہ میں ہے ولا بعمته ولا بخالته لان حرمتهن منصوص علیها فی هذه الآیة وتدخل فیه العمات المتفرقات والخالات المتفرقات انتهی

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ دو شخص حنفی المذہب ہیں، ایک ان دونوں میں سے نقشبندی المشرب پابند صوم و صلوٰۃ و قرآن خوان ہے، ولیکن تصور شیخ میں مبتلا ہے، اور دوسرا نماز کبھی نہیں

اختیار ہے چاہے تو رہے چاہے تو نہ رہے اور نامرد اور مجبوب میں اختیار نہیں ہے نیل الاوطار میں ہے جمہور اہل علم صحابہ اور ان کے بعد کے لوگوں کا یہی مذہب رہا ہے کہ عیوب سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے، اگرچہ عیوب کی تفصیل میں اختلاف ہے ۱۲ ؎

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پڑھتا ہے لیکن یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کا وظیفہ کرتا ہے اور ان دونوں کی عورتوں سے ایک مولوی نے کہا کہ تمہارے خاوند مشرک ہیں اس لئے تمہارا نکاح کوئی نہیں رہا کیونکہ تم دونوں دیندار اور موحدہ ہو اور وہ مشرک ہیں لہٰذا وہ دونوں مفرور ہو کر یہاں سے بارادہ حج دہلی گئیں پھر انہوں نے اپنی والدہ کی طرف تحریر کیا ہے کہ ہم فلاں مولوی کے ہاں سکونت پذیر ہو گئی ہیں اور ہم نے نکاح کر لیا ہے اور ایک مخبر معتبر نے جو ان کو دہلی میں بچشم خود دیکھ کر یہاں آیا ہے یقینی خبر دیتا ہے کہ دونوں نے نکاح کر لیا ہے لہٰذا ان دونوں میں سے ایک کی والدہ شریفہ عاجزہ مصیبت زدہ مستفتی ہے کہ آیا یہ نکاح جو مولوی نے کرایا ہے باوجودیکہ شوہر موجود ہیں اور شوہروں نے طلاق بھی نہیں دی ہے شرع شریف میں جائز ہوا یا ناجائز وزنا بینوا توجروا۔

www.KitaboSunnat.com

**الجواب**:۔ ماہران شریعت پر مخفی نہیں کہ صورت ہذا میں نکاح کرنا ایسی عورتوں سے باطل وحرام ہے اور نکاح اور منکوحہ دونوں زناکار ہیں اور دونوں عورتوں سے کسی مسلمان کا نکاح کرنا حلال نہیں ہے جب تک ان کے شوہران اول طلاق نہ دیں تفسیر جلالین میں ہے (والمحصنٰت) ای ذوات الازواج (من النساء) ان تنکحوھن قبل مفارقۃ ازواجھن حرائر مسلمات کن او اماء ما ملکت ایمانکم بالسبی فلکم وطؤھن انتہی مشکوٰۃ شریف میں ہے۔ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امرت ان اقاتل الناس حتی یشھدوا ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ ویقیموا الصلوٰۃ ویؤتوا الزکوٰۃ فاذا فعلوا ذلک عصموا منی دماءھم و اموالھم الا بحق الاسلام وحسابھم علی اللہ متفق علیہ الا مسلما لم یذکر الا بحق الاسلام وعن انس انہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی صلوتنا

---

لہ اور نکاح والی عورتوں سے بھی نکاح نہ کرے جب تک کہ ان کے خاوندان کو چھوڑ نہ دیں خواہ وہ آزاد عورتیں ہوں یا لونڈیاں ہاں اگر کوئی کافر عورت قیدی ہو کر مسلمانوں کے قبضہ میں آجائے تو پھر تم کو اس سے صحبت کرنا جائز ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے حکم ہے کہ میں اس وقت تک لوگوں سے لڑائی کر سکتا ہوں جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ نہ کہیں اور نماز اور زکوٰۃ کی پابندی نہ کریں جب وہ یہ کریں تو انہوں نے مجھ سے اپنے خون اور مال بچالئے سوائے اسلام کے حق کے اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے (متفق علیہ) اور آپ نے فرمایا جس نے ہماری طرح سے نماز پڑھی اور ہمارے قبلہ کو اپنا قبلہ سمجھا اور ہمارے ذبیحہ کو کھایا تو یہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذلک المسلم الذی له ذمة الله وذمة رسوله فلا تخفروا الله فی ذمته رواه البخاری۔ مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ہے۔ قوله (فلا تخفروا الله فی ذمته) من الاخفار ای لا تخونوا الله فی عهده ولا تتعرضوا فی حقه من ماله ودمه وعرضه انتهی۔ شریفیہ میں ہے۔ بخلاف اهل الاهواء فانهم معترفون بالانبیاء والکتب ویختلفون فی تاویل الکتاب والسنة وهو لا یوجب اختلاف الملة انتهی۔ والله اعلم بالصواب۔

سید محمد نذیر حسین

**سوال**: چہ می فرمایند علمائے دین کہ مثلاً زید از ہندہ نکاح کرد پس دریں صورت دختر ہندہ کہ از زوج دیگر است بہ پسر زید کہ از زوجہ دیگر است درست می شود یا نہ بینوا توجروا۔

**الجواب**: درست است زیرا کہ حرمت در نکاح یا بہ سبب نسب است یا بہ سبب مصاہرت یا بہ سبب رضاعت و ایں صورت مذکورہ ازیں صور ثلاثہ بیرون است و پسر زید و دختر ہندہ محض اجنبی اند چنانکہ زید بہ نسبت ہندہ اجنبی بود پس درینہا نکاح کردن درست است چہ نکاح زید با ہندہ موجب حرمت نکاح بجہت مصاہرت ہرگز نمی شود و در صور موانع نکاح ایں صورت اصلاً داخل نیست، چنانکہ کتب فقہ براں دلالت دارند۔ والله اعلم بالصواب وعنده ام الکتاب۔ الراقم سید محمد نذیر حسین عفی عنہ

| سید محمد نذیر حسین | ھو الخالق ۱۲۵۶ | محمد قطب الدین | فقیر احمد سعید دہلوی |
|---|---|---|---|

الجواب صحیح الراقم العبد المسکین محمد صدر الدین عفی عنہ

---

وہ مسلمان ہے جس کے لئے اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ ہے، سو اللہ کے ذمہ (عہد) کی توہین نہ کرو (بخاری) ۱۲

لہ اللہ کے ذمہ کی توہین نہ کرو، کا مطلب یہ ہے کہ اس کے عہد میں خیانت نہ کرو اور اس کے حق یعنی مال اور خون سے تعرض نہ کرو، برخلاف بدعتی لوگوں کے کہ یہ لوگ نبیوں اور کتابوں کو تسلیم کرتے ہیں اور کتاب و سنت میں تاویل کر کے اختلاف کرتے ہیں اور اس سے دین اور مذہب نہیں بدل جاتا ۱۲

سوال: زید نے ہندہ سے نکاح کیا، کیا زید کی پہلی بیوی سے بیٹے کا نکاح ہندہ کی پہلے خاوند کی بیٹی سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: درست ہے کیونکہ نکاح میں حرمت تین وجہ سے آتی ہے نسب سے یا مصاہرت سے یا دودھ سے، اور ان تینوں میں سے یہاں کوئی صورت نہیں ہے پس زید کا لڑکا اور ہندہ کی لڑکی آپس میں محض اجنبی ہیں، بالکل اسی طرح جیسے زید اور ہندہ پہلے ایک دوسرے سے اجنبی تھے، اور اب زید اور ہندہ کا نکاح موجب حرمت نکاح بسبب مصاہرت نہیں ہوگا اور موانع نکاح میں یہ صورت داخل نہیں ہے، جیسا کہ کتب فقہ اس کی تصریح کر رہی ہیں ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی ماں یعنی فاطمہ ہندہ کے پہلے شوہر کے نکاح میں تھی اب وہ شوہر مر گیا بعد چندے پھر زید نے ہندہ مذکورہ سے اپنا نکاح کر لیا یہ عقد صحیح ہوا یا نہیں بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ درصورت مرقومہ معلوم کرنا چاہیئے کہ درمیان زید و شوہر اول ہندہ کے رشتہ حقیقی پایا نہیں جاتا بلکہ شوہر مذکور زید کا سوتیلا باپ ہوا اس لئے کہ ماں زید کی اس کے نکاح میں تھی وعلی ہذا القیاس زید کا ہندہ سے بھی کچھ رشتہ نہیں وہ دونوں باہم اجنبی ہیں پس بحکم آیۃ احل لکم ماوراء ذلکم کے نکاح کر لینا زید کا ہندہ سے درست و صحیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سید محمد نذیر حسین

بالصواب:۔ حررہ سید نذیر حسین عفی عنہ

**ھوالموفق**:۔ سوال سے ظاہر یہی ہوتا ہے کہ زید اپنی ماں فاطمہ کے پہلے شوہر کے نطفہ سے نہیں ہے اور اسی بنا پر یہ جواب لکھا گیا ہے اور اگر اسی کے نطفہ سے ہے تو اس تقدیر پر زید کا ہندہ سے نکاح کرنا صحیح نہ ہوگا کیونکہ اس صورت میں ہندہ زید کے باپ کی منکوحہ ہوئی اور باپ کی منکوحہ سے نکاح جائز نہیں ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ولا تنکحوا ما نکح اباؤکم الآیۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ

---

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# کتاب السّتر والحجاب وبیان العورات

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے تئیں درویش زاہد اور خدا پرست بتایا، اور علم شرع و باطن سے بالکل بے بہرہ ہے، خرقہ درویشی پہن کر اور عادات و اطوار فقیرانہ بنا کر اپنے تئیں ایک پیر طریقت و شریعت ظاہر کیا، چنانچہ عمرو اس کا مرید ہوا، اور اس درجہ اطاعت و فرمانبرداری میں زید کے قدم رکھا، کہ اپنی زوجہ دوشیزہ جوان کو بھی پیر کے سامنے ہونے سے منع نہ کیا، اور زید بعمر نوجوان نے عمرو کی زوجہ اور دختر سے اس قدر اختلاط پیدا کیا، کہ عمرو کے گھر آنے جانے لگے، اور کھانا، پینا اور نشست و برخاست ان کے ساتھ شروع کر دی، بلکہ اب زید کو ایک ساعت بھی بغیر دیکھے عمرو کی زوجہ و دختر کے چین نہیں پڑتا، اگر زید کی طرف سے کوئی ہرج مرج ہو جاتا ہے، تو عمرو کی زوجہ خود زید کو بلاتی ہے، اور عمرو اپنی زوجہ و دختر کو زید کی اطاعت کے واسطے حکم تاکیدی دیتا ہے، ایسے اختلاط کی نسبت شرع شریف میں کیا حکم ہے، اور ایسے امور جائز ہیں یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ عمرو کا اپنی بی بی اور دختر جوان کو زید کے سامنے کرنا، اور ان کے ساتھ زید کے اس قدر اختلاط پیدا کرنے سے (کہ ان کے ساتھ نشست و برخاست کرے، اور ان کے بغیر دیکھے اس کو ایک ساعت بھی چین نہ پڑے، اور اس کی طرف سے کچھ ہرج مرج ہو تو عمرو کی زوجہ خود اس کو بلائے) نہ روکنا، بلکہ اس سے راضی اور خوش رہنا، اور اپنی زوجہ اور دختر کو زید کی اطاعت کے واسطے تاکید کرنا سراسر ناجائز و حرام ہے، جو شخص اپنی زوجہ اور اپنی دختر جوان کو غیر محرم مرد کے سامنے کرے، اور اس قسم کے اختلاط سے راضی رہے وہ پکا دیوث اور فاسق ہے، اور وہ غیر محرم مرد بھی فاسق ہے، اور اس شخص کی وہ زوجہ اور دختر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بھی فاسقہ ہیں، شریعت میں نامحرم مردوں کو عورتوں کی طرف اور عورتوں کو نامحرم مردوں کی طرف نظر کرنا اور دیکھنا منع ہے، تو اس قسم کا اختلاط کس درجہ منع ہوگا، فرمایا اللہ تعالیٰ نے قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم ذلک ازکی لھم ان اللہ خبیر بما یصنعون وقل للمؤمنات یغضضن من ابصارھن ویحفظن فروجھن الخ یعنے کہہ دیجئے مسلمان مردوں کو کہ بند کریں اپنی آنکھیں (نامحرم عورتوں سے) اور حفاظت کریں اپنی شرمگاہوں کی، یہ بہت پاکیزہ ہے ان کے لئے اور اللہ خبردار ہے اس سے جو وہ کرتے ہیں، اور کہہ دیجئے مسلمان عورتوں سے کہ بند کریں اپنی آنکھیں (نامحرم مردوں سے) اور حفاظت کریں اپنی شرمگاہوں کی، مشکوٰۃ شریف میں ہے۔ عن ام سلمۃ انھا کانت عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومیمونۃ اذ اقبل ابن ام مکتوم فدخل علیہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احتجبا منہ فقلت یا رسول اللہ الیس ھو اعمی لا یبصرنا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افعمیاوان انتما الستما تبصرانہ رواہ احمد والترمذی وابوداؤد (مشکوٰۃ باب النظر الی المخطوبۃ) یعنی ام سلمہ روایت کرتی ہیں کہ میں اور میمونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھیں، اتنے میں ابن ام مکتوم آئے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم دونوں سے فرمایا کہ ان سے چھپ جاؤ، اور پردہ کرلو، تو میں نے کہا یا رسول اللہ کیا یہ اندھے نابینا نہیں ہیں، آپ نے فرمایا کیا یہ اندھے ہیں، تو تم دونوں تو اندھی نابینا نہیں ہو، روایت کیا اس کو احمد نے اور ترمذی اور ابوداؤد نے، واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ علی احمد مدراسی عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**ھو الموفق:** ۔ جواب صحیح ہے، بے شک ایسے امور سراسر ناجائز وحرام ہیں اور ایسے امور کے مرتکب بلاشبہ بچے فاسق ہیں، فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایاکم والدخول علی النساء فقال رجل یا رسول اللہ افرایت الحمو قال الحمو الموت متفق علیہ، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بچو عورتوں کے پاس داخل ہونے سے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ دیور سے خبر دیجئے، آپ نے فرمایا دیور تو موت ہے متفق علیہ، اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لا یخلون رجل بامراۃ الا کان ثالثھما الشیطان رواہ الترمذی۔ یعنے جب کوئی اجنبی اور غیر محرم مرد کسی غیر محرم عورت کے ساتھ تخلیہ میں ہوتا ہے، تو ان دونوں کا تیسرا شیطان ہوتا ہے، روایت کیا اس کو ترمذی نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن نظر الفجاءۃ فامرنی ان اصرف بصری رواہ مسلم یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے اس نظر کے بارے میں سوال کیا جو بلا یک اور بلا قصد کسی اجنبی عورت پر پڑ جاوے تو آپ نے مجھے فرمایا کہ میں اپنی نظر کو پھیر لوں، روایت کیا اس حدیث کو مسلم نے ان احادیث سے معلوم ہوا کہ غیر محرم عورت کی طرف نظر کرنا اور ان کے پاس تنہائی میں داخل ہونا حرام و ناجائز ہے، اور جب کہ مجرد نظر کرنا اور ان کے پاس داخل ہونا حرام ٹھہرا تو تم سمجھ سکتے ہو کہ غیر محرم عورتوں کے ساتھ نشست و برخاست کرنا اور ان سے ساتھ کھانا پینا اور ان سے خدمت لینا کس درجہ حرام و ناجائز ہوگا، واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ محمد عبدالرحمن المبارکفوری عفی عنہ۔

**سوال**:۔ زید جو سن رسیدہ ہو کر مسلوب القوی الشہوانیہ ہو گیا ہے، اب وہ اپنی محرمات بیٹی و بہو وغیرہ سے پیٹھ و ران پر مالش کرا سکتا ہے یا نہ؟

سوال دوم:۔ زید مذکور بالا سے غیر محرم عورتیں بغرض تعلیم احکام اسلام سامنے ہو سکتی ہیں یا نہ، و کذا غیر محرم عورتوں سے رقیہ وغیرہ کر سکتا ہے یا نہ؟ بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ ماسوائے عورت کے باقی بدن پر اپنی محرمات سے مالش کرانا جائز ہے بوڑھے کو بھی اور جوان کو بھی، اور عورت پر مالش کرانا نہ بڈھے کو جائز ہے اور نہ جوان کو، اور عورت کہتے ہیں بدن کے اس حصہ کو جس کا چھپانا ضروری ہے، خلاصہ یہ کہ اس بارے میں سن رسیدہ مسلوب القوی اور جوان دونوں کا ایک حکم ہے، تفسیر فتح البیان تحت آیت غیر اولی الاربۃ کے مرقوم ہے۔ اکثرون علی ان الشیخ الکبیر کالطفل وقال فی موضع اخر منہ واختلف فی عورۃ الشیخ الذی قد سقطت شہوتہ والاولی بقاء الحرمۃ اھ ہاں ضرورت شدیدہ کے وقت محرمات کو عورت کی طرف نظر کرنا، اور اس کا مس کرنا جائز ہے، جیسا کہ طبیب کو جائز ہے۔ لان الضرورات تبیح المحذورات۔

جواب سوال دوم تعلیم احکام اسلام بغیر سامنے ہونے کے بھی ہو سکتی ہے، لہٰذا زید کو چاہیئے کہ غیر محرم عورتوں کو پردہ سے تعلیم دے، اور ان کو اپنے سامنے نہ کرے، اور اسی طرح

---

۱؎ اکثر علماء کا یہی مذہب ہے، کہ بوڑھا کھوسٹ اس معاملہ میں جوان کی طرح ہے، اور بڈھے کی عورت کے متعلق اختلاف ہے، جس کی شہوت ختم ہو چکی ہو اور صحیح یہ ہے کہ اس کی حرمت قائم ہے

۲؎ ضرورتیں ممنوعات کو جائز کر دیتی ہیں ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اس کو چاہیئے کہ غیر محرم عورتوں سے رقبہ بھی پردہ سے کرے۔

حررہ محمد عبدالحق المعافی ۲۲ جمادی الاخری ۱۳۲۷ھ

سید محمد نذیر حسین

سوال:۔ واعظ و مدرس را وعظ گفتن روبرو زنان نامحرم بالمشافہ بلا حجاب روا وحلال است، یا ناروا است، بینوا توجروا۔

الجواب:۔ درصورت مرقومہ وعظ گفتن واعظ را روبرو زنان نامحرم بلا حجاب وبغیر پردہ حرام وناروا است شرعاً بموجب آیت پردہ، اگرچہ نزول آن خاص برائے ازواج مطہرات پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بود لیکن حکم پردہ ازین آیت برائے جمیع زنان مسلمین ثابت است ومخالفت آن موجب فسق وبے حیائی خواہد بود، آیت کریمہ این است واذا سألتموھن متاعا فاسئلوھن من وراء حجاب ذلکم اطھر لقلوبکم وقلوبھن الآیۃ فنزلت فاحتجب ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولکن الحکم عام یشمل من المؤمنات فیفھم منہ ان تحجب جمیع النساء من الرجال کذا فی التفسیر لاحمدی وغیرہ من کتب الشریعۃ۔ آرے اگر زنان در پردہ نشینند واعظ بیرون پردہ نشستہ وعظ بگوید، ودیگر دو چہار مردان ہمراہ واعظ نیز باشند جائز وروا است، مثل کہ صحابہ در خانہ حضرت عائشہ رضہ صدیقہ رفتہ مسائل می پرسیدند وحضرت عائشہ رضہ از پس پردہ صحابہ را تعلیم مسائل می فرمود فقہ وتوارث وتعامل از سلف صالحین بدین طریق بودہ می آید واللہ تعالےٰ اعلم

حررہ السید محمد نذیر حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

سوال:۔ مدرس اور واعظ کو نامحرم عورتوں کے روبرو بالمشافہ وعظ کہنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ اس طرح بالمشافہ وعظ کہنا درست نہیں ہے، پردہ کی آیت کے سبب سے، گو وہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے حق میں نازل ہوئی ہے لیکن پردہ کا حکم تمام مسلمان عورتوں کے لئے ہے اور اس کی مخالفت موجب فسق وبے حیائی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے مانگو، یہ تمہارے اور ان کے دلوں کو زیادہ پاک کرنے والی بات ہے الآیۃ، جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں نے پردہ کیا لیکن حکم عام ہے، تمام مومن عورتیں پردہ کیا کریں، ہاں اگر عورتیں پردہ میں بیٹھیں اور واعظ پردہ کے باہر ہو، اور وعظ کہے، اور اس کے ساتھ اور دو چار آدمی بھی ہوں، تو پھر جائز ہے، کیونکہ صحابہ کرام بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضہ کے پاس جاتے اور مسائل پوچھتے، اور حضرت عائشہ پردے کے پیچھے ان کو مسائل کی تعلیم دیا کرتیں اور اس وقت سے لے کر آج تک علماء کا اس پر عمل چلا آتا ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# کتاب الایمان والنذور

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ بعض فقرا صوفی المشرب کہ اپنے آپ کو حنفی المذہب کہتے ہیں ہمیشہ تہ بند باندھتے ہیں، اور رنگے ہوئے کپڑے پہنتے ہیں، اگر کوئی آدمی ان کے مشرب کے یہ امور اختیار نہ کرے، تو اس کو مردود طریقت اور اپنے مشرب سے خارج سمجھتے ہیں، اگر ان سے پوچھا جاوے، کہ بغیر تہ بند اور رنگے ہوئے کپڑوں کے قسم دیگر کپڑے کیوں نہیں پہنتے ہو تو وہ یہ جواب دیتے ہیں، کہ یہ امور دراصل مباح ہیں، اور ہم نے اپنے اوپر نذر مانی ہے کہ ہمیشہ ان کپڑوں کو پہنیں گے اور شریعت میں کسی امر مباح کو اپنے اوپر خاص واسطے خوشنودی خدا کے نذر ماننا اور واجب کر لینا، اور زبان سے بھی اس کو ادا کرنا دراصل نذر ہے، اور نذر کا الفا کرنا واجب ہے، لہذا ہم اس قسم کے کپڑے واسطے الفا نذر کے پہنتے ہیں، اور نیز قبرستان اور عرسوں میں رنڈیوں کو نچوانا اور ڈھولک اور سارنگ بجوانے کی نذر مانتے ہیں، اگر ان سے کہا جاوے، کہ تمہارے قول کے بموجب بھی نذر امر مباح پر ہوتی ہے، اور یہ امور قطعی حرام ہیں، لہذا بموجب تمہارے قول کے بھی یہ نذر جائز نہیں ہے، تو وہ یہ کہتے ہیں، کہ رنڈیوں کو نچوانا، اور شراب کا پینا، اور باقی بدعتوں کا نذر ماننا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک درست ہے، مگر ان نذور کا الفا جائز نہیں، اور اگر ان لوگوں کو حدیث صحیح یا فقہاء کی معتبر کتب سے روایات مفتی بہا کہ حدیث کے موافق ہوں دکھائی جاویں اور ان کے مطلب کے برخلاف ہوں تو کہتے ہیں، کہ یہ روایات بے مثل ہیں، اور نیز ان فقرا کا یہ طریق ہے، کہ اگر شیرینی وغیرہ کی نذر مانی، تو خود بھی اور اغنیاء اور فقرا کو بھی کھلاتے ہیں، اور کہتے ہیں، کہ اللہ کی نذر کا کھانا اور کھلانا دونوں جائز ہیں، لہذا ان اقوال کو واسطے فہمائش عوام الناس کے متفرق کر کے ہر ایک کا جواب کتب معتبرہ سے دیا جاوے، علمائے دین سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



امید ہے کہ اگر ان روایات کو صحیح جانیں، تو برائے تائید دین اسلام اور نیست و نابود کرنے ان بدعات کے اپنی مواہیر اور دستخطوں سے اس استفسار کو مزین فرمادیں، اور بعض لوگ صوفیوں میں سے یہ کہتے ہیں، کہ شریعت میں کسی امر مباح کو اپنے اوپر واجب کر لینا اور زبان سے بھی ان کو ادا کرنا نذر ہے، پس اگر مقصود اس نذر سے صرف رضامندی خدا ہو اور اللہ کے نام سے کہا جاوے تو یہ اللہ کی نذر ہے، اور ایفا اس کا واجب ہے لہذا ہم اگر ان امور مذکورہ مباح کو نذر مان کر اپنے اوپر واجب کریں تو ایفا اس نذر کا واجب ہے، استفسار علمائے دین سے یہ ہے، کہ نذر کے یہ معنی جو ان لوگوں نے بیان کئے ہیں حنفیوں کی کون سی کتاب میں مسطور ہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ بموجب کتب حنفیہ کے نذر کی یہ تعریف اور یہ معنی جو بعض صوفی بیان کرتے ہیں بالکل غلط ہیں، اس لئے کہ حنفیوں کی کتب میں مسطور ہے، کہ نذر عبارت اس سے ہے کہ ناذر اپنے اوپر عبادت مقصودہ کہ ہم جنس اس کے فرض اور واجب ہو لازم کرے نہ یہ کہ امر مباح کو اپنے اوپر واجب کرے، چنانچہ عالمگیریہ میں مسطور ہے۔ الاصل[1] ان النذر لا یصح الا بشروط احدھا ان یکون الواجب من جنسہ شرعا اور تنویر الابصار متن در مختار میں مسطور ہے ومن[2] نذر نذرا مطلقا او معلقا بشرط وکان من جنسہ واجب ای فرض وھو عبادۃ مقصودۃ ووجد الشرط لزم الناذر اور اس سے آگے چل کر لکھتے ہیں۔ ولم[3] یلزم الناذر ما لیس من جنسہ فرض کعیادۃ مریض وتشییع جنازۃ ودخول مسجد اور صاحب در مختار اس عبارت بالا کے تحت میں لکھتے ہیں وھذا[4] ھو الضابطۃ کما فی الدرر۔ اور شامی میں لکھتے ہیں کہ درر کی عبارت یہ ہے۔ المنذور اذا کان لہ اصل فی الفروض لزم الناذر کالصوم والصلاۃ والصدقۃ والاعتکاف وما لا

---

[1] اصل یہ ہے کہ نذر چند ایک شرطوں سے صحیح ہوتی ہے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ منذور بذات خود واجب ہو۔

[2] اگر کوئی آدمی مطلق نذر مانے یا کسی شرط سے معلق کرے اور وہ منظور بذات خود واجب کی جنس سے ہو یعنی عبادت مقصودہ ہو اور شرط پوری ہو جائے، تو نذر کا پورا کرنا واجب ہو جائے گا۔ ۱۲

[3] اور نذر ماننے والے پر ایسی نذر کا پورا کرنا ضروری نہیں ہے، جو فرض کی جنس سے نہ ہو جیسے کسی بیمار کی عیادت یا جنازہ کی مشایعت اور مسجد میں داخل ہونا وغیرہ ۱۲ [4] یہ مقررہ قاعدہ ہے ۱۲

[5] منذور کا اصل اگر فرائض سے ہو تو ناذر پر اس کا ادا کرنا ضروری ہے، جیسے روزہ، نماز، صدقہ، اعتکاف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اصل لہ فی الفروض فلا یلزم الناذر کعیادۃ المریض وتشییع الجنازۃ ودخول المسجد وبناء القنطرۃ والرباط والسقایۃ ونحوھا ھذا ھو الاصل الکلی۔ اور بحر الرائق میں مسطور ہے واعلم انھم صرحوا بان شروط لزوم الشرط ثلاثۃ کون المنذور لیس بمعصیۃ وکونہ من جنسہ واجب وکون الواجب عبادۃ مقصودۃ قالوا فخرج بالاول النذر بالمعصیۃ۔ اور فتح القدیر میں مسطور ہے ومن نذر نذرا مطلقا او معلقا بشرط کان یقول علی للہ صوم شھر او حجۃ او صدقۃ او صلوۃ رکعتین ونحوہ مما ھو طاعۃ مقصودۃ لنفسھا ومن جنسھا واجب فعلیہ الوفاء بھا وھذہ شروط لزوم النذر انتہی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال (۲): بعض صوفی لوگ کہتے ہیں بتقدیرے کہ نذر اپنے اوپر امر مباح کو لازم کرنے کا نام ہو، تاہم نذر بالمعصیۃ جیسے رنڈی کا نچوانا، اور شراب خوری کی نذر ماننا، اس نذر بالا کی قسم سے ہے، اب علمائے دین سے یہ استفسار ہے کہ کون سی کتاب میں مسطور ہے کہ نذر بالمعصیۃ یعنے شراب خوری اور رنڈی کا نچوانا اس نذر بالمباح کی قسم سے ہے، بینوا توجروا۔

الجواب: بموجب قول بالا کے اگرچہ نذر ان صوفیوں کے نزدیک امر مباح کو اپنے اوپر واجب کرنے کا نام ہو، تاہم رنڈی کا نچوانا، اور شراب خوری کی نذر ماننا اس نذر بالمباح میں کہ تسلیم شدہ ان لوگوں کی ہے داخل نہیں ہو سکتا ہے، اس لئے کہ کوئی چیز ان دو امروں میں سے مباح نہیں ہے، تاکہ بموجب قواعد ان صوفیوں کے نذر صحیح ہو، بلکہ یہ امور قطعی حرام ہیں، اور حرمت ان چیزوں کی لنفسہ ہے، اور قرآن اور احادیث اور اقوال فقہاء سے حرمت لعینہ ان اشیاء کی بخوبی ثابت ہے، بیان کرنے کی

اور جس کا اصل فرائض میں سے نہ ہو، اس کا پورا کرنا ناذر کے ذمہ لازم نہیں ہے، جیسے بیمار پرسی کرنا یا جنازہ کے ساتھ جانا، یا مسجد میں داخل ہونا، یا کسی سرائے، پل اور غسل خانہ کی تعمیر وغیرہ اور یہ کلیہ قاعدہ ہے ۱۲

لہ نذر کے لازم ہونے کی تین شرطوں کی صراحت کی گئی ہے، منذور گناہ نہ ہو، اس کی جنس کا کوئی واجب شریعت میں موجود ہو، اور واجب کا عبادت مقصود ہونا، پہلی شرط کے ساتھ گناہ کی نذر نکل گئی ۔ ۲ے اگر کوئی مطلق یا معلق بشرط نذر مانے مثلاً کہے اللہ کے لئے مجھ پر ایک مہینہ کے روزے ہیں یا حج یا صدقہ یا دو رکعت نماز وغیرہ جو عبادۃ مقصودہ بنفسہ ہو اور اس کی جنس میں سے کوئی واجب ہو تو ان شرطوں سے نذر لازم ہو جائے گی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کچھ ضرورت نہیں ہے

سوال (۳) بعض صوفی لوگ کہتے ہیں کہ ایسی نذر جو اللہ کے لئے ہو شریعت میں اس کا کھانا اور کھلانا دونوں جائز ہیں اب علمائے دین سے یہ استفسار ہے کہ کون سی کتاب حنفیوں میں مسطور ہے کہ نذر کا کھانا کھلانا دونوں شریعت میں جائز ہیں

الجواب۔ نذر کا کھانا ناذر کے لئے شریعت میں ناجائز ہے اگرچہ فقیر ہو اور اغنیاء کو بھی کھلانا ناجائز ہے چنانچہ غایۃ الاوطار میں مسطور ہے اور یہ جو ہندوستان میں رواج ہے کہ نذر اللہ کا کھانا یا شیرینی سب کو کھلاتے ہیں غنی کو بھی اور محتاج کو بھی سو خلاف شرع ہے غنی کو کھلانے سے نذر ادا نہیں ہوتی اور نیز درمختار میں مسطور ہے ناذر فاعل مصدق لمعینۃ ولو فقیرا ولو ذبحہا تصدق بلحمہا ولو نقصہا تصدق بقیمۃ النقصان ایضا ولا یاکل الناذر منہا فان اکل تصدق بقیمۃ ما اکل۔

سوال (۴) بعض صوفی کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شراب خوری اور رنڈی کے نچوانے کی نذر ماننا درست ہے اگر ایفا نہ کرے اب علمائے دین سے یہ استفسار ہے کہ کون سی کتاب حنفیوں میں مسطور ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شراب خوری اور رنڈی کے نچوانے کی نذر درست ہے۔

الجواب۔ شراب خوری اور رنڈی کا نچوانا حرام لعینہ اور معصیت فی نفسہ ہے اور کتب حنفیہ میں جابجا مسطور ہے کہ حرام لعینہ اور معصیت فی نفسہ کی نذر درست نہیں ہے چنانچہ عالمگیری میں صحت نذر کے لئے ایک شرط یہ بھی مسطور ہے۔ والرابع ان لا یکون المنذور معصیۃ باعتبار نفسہ۔ اور بحر الرائق مسطور ہے۔ واعلم انہم ذکروا بان شرط لزوم النذر ثلاثۃ کون المنذور لیس بمعصیۃ آگے چل کر لکھتے ہیں قالوا فخرج بالاول النذر بالمعصیۃ۔ اور فتح القدیر میں مسطور ہے۔ واما کون

---

لہ نذر ماننے والا ایک معین صدقہ دینے والا ہے اگرچہ وہ خود فقیر ہو اگر جانور ذبح کرے تو اس کا گوشت صدقہ کرے اور اگر اس میں سے کچھ کم کرے گا تو اتنی قیمت ادا کرے اور خود اس سے نہ کھائے اگر کھا لے گا تو اس کے برابر اس کی قیمت ادا کرے گا ۱۲ ۲ چوتھی شرط یہ ہے کہ منذور معصیہ گناہ نہ ہو ۱۲ ۳ نذر کے لازم ہونے کی تین شرطیں ہیں۔ ایک یہ کہ نذر گناہ کی نہ ہو ۱۲ ۴ پہلی شرط کے ساتھ گناہ کی نذر خارج ہو گئی ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



المنذور بها معصية يمنع انعقاد النذر فيجب ان يكون معناه اذا كان حراما لعينه اذ ليس في جهة القربة فان المذهب ان نذر صوم يوم العيد ينعقد ويجب الوفاء بصوم يوم غيره۔ ونیز فتح القدیر میں مسطور ہے فان قلت من شروط النذر كونه بغير معصية فكيف قال ابو يوسف رحمة الله عليه اذا نذر ركعتين بلا وضوء يصح النذر خلافا لمحمد والجواب ان محمدا اهدر ذلك النذر واما ابو يوسف فصححه بوضوء لانه حين نذر ركعتين لزمتاه بوضوء لان التزام المشروط التزام الشرط فقوله بعد ذلك بغير وضوء لغو لا يؤثر اب اس عبارت بالا فتح القدیر سے ماکون النذر بمعصية يمنع انعقاد النذر (الخ) سے صاف ثابت ہوا، کہ اگر نذر شدہ چیز معصیت ہو تو نذر کے انعقاد کو منع کرتی ہے، پس معلوم ہوا، کہ نذر بالمعصیۃ واصل نذر نہیں ہے، بلکہ حنفیوں کے نزدیک یمین ہے، چنانچہ شامی میں طحاوی کا قول مسطور ہے قال الطحاوي اذا اضاف النذر الى الماضي كقوله لله علي ان اقتل فلانا كان يمينا ولزمته الكفارة بالحنث اور نیز شامی میں مسطور ہے۔ قلت وحاصله ان شرط كونه عبادة فيعلم منه انه لو كان معصية لم يصح اور بحر الرائق میں مسطور ہے۔ فعلم انهما ارادوا بالشرائط كونه ليس بمعصية كون المعصية باعتبار نفسه حتى لا ينفك شيء من افراد الجنس عنها وحينئذ لا يلزم كونه ينعقد للكفارة حيث تعذر عليه الفعل اور اس قول

---

لہ نذر کا معصیت ہونا انعقاد نذر کو مانع ہے، تو لازم ہے کہ اس کا معنی ہو، جب کہ حرام لعینہ ہو، کیونکہ اس میں قربت نہیں ہے، اگر کوئی عید کے دن کے روزہ کی نذر مانے تو وہ منعقد ہو جائے گی، اور اس کی بجائے دوسرے کسی دن کا روزہ اسے رکھنا پڑے گا ۱۲ ۲ اگر کوئی اعتراض کرے، کہ نذر کے شرائط میں سے ہے، کہ وہ معصیت نہ ہو، تو ابو یوسف نے کیسے کہدیا کہ اگر بغیر وضو دو رکعت نماز پڑھنے کی نذر مانیگا تو نذر صحیح ہوگی، اور محمد اس کے خلاف ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ محمد نے اسی لئے اس کو رد کر دیا ہے کہ بغیر وضو کے نماز جائز نہیں ہے، اور ابو یوسف نے اس کی توجیہ یہ کی ہے، کہ جب اس نے دو رکعت کی نذر مانی، تو وہ صحیح رکعتیں وضو ہی سے بنیں گی، کیونکہ مشروط کا التزام شرط کا التزام ہے، تو اس کے بعد بغیر وضو کی شرط لگانا گویا لغو ہے، جو مؤثر نہیں ہوگی ۱۲ ۳ طحاوی نے کہا جب نذر کو گناہ کی طرف مضاف کرے گا، مثلاً اللہ کے لئے فلاں آدمی کا قتل کرنا میرے ذمہ ہے، تو یہ قسم ہوگی، اور اس کے خلاف سے قسم کا کفارہ لازم آئے گا ۱۲

۴ اس کا حاصل یہ ہے کہ اس کا عبادت ہونا شرط ہے، تو اس سے معلوم ہوا، کہ اگر معصیت ہو تو صحیح نہ ہوگی ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کے اخیر میں لکھتے ہیں۔ ولہذا قالوا لو اضاف النذر الی سائر المعاصی کقولہ للہ علی ان اقتل فلانا کان یمینا ولزمتہ الکفارۃ بالحنث اور عالمگیری میں مسطور ہے، وان نذر بما ھو معصیۃ لا یصح فان فعلہ یلزمہ الکفارۃ۔

سوال (۵) ان صورتوں کا یہ شیوہ ہے، کہ اگر حدیث یا فقہ کی معتبر کتب سے روایات مفتی بہا جو حدیث صحیح کے موافق ہیں ان کو دکھائی جاویں، اور ان کے مطلب کے برخلاف ہوں، تو کہتے ہیں، کہ یہ روایات سب کی سب بے اصل ہیں، اب علمائے دین سے یہ استفسار ہے، کہ جو شخص احادیث نبویہ کو بے اصل اور روایات مفتی بہا کتب معتبرہ فقہاء کو جو حدیث کے موافق ہوں بے اصل بتادے، اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ جو کوئی احادیث صحیحہ نبویہ کو اور نیز روایات مفتی بہا کتب فقہا کو جو حدیث صحیح کے موافق ہوں بے اصل بتاوے، وہ فاسق گمراہ ہے، اور زیادہ تشریح اس مسئلہ کی کتب کلامیہ اور دیگر دینیات میں بخوبی موجود ہے۔

حررہ عبد الغفور عفی عنہ ۲۱ محرم ۱۳۱۸ھ

سید محمد نذیر حسین

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت مسماۃ حمیدہ کا فرزند بیمار تھا، اس عورت نے منت مانی کہ اے اللہ تعالیٰ اگر میرا فرزند بیماری سے صحت پاوے، تو میں تمام عمر تا رہنے طاقت کے روزہ رکھوں گی یعنی صائم الدہر ہونگی اور وہ عورت شوہر دار ہے بلا اذن شوہر کے اس قسم کی منت مانی تھی، چنانچہ اس عورت عرصہ دو سال سے روزہ رکھنا شروع کیا ہے، اور اب بوجہ روزہ رکھنے کے پریشان رہتی ہے، از روئے شرع شریف کے اس منت کا روزہ رکھنا اس عورت شوہر دار کو بلا اذن شوہر کے باوجود حصول پریشانی و ہلاکت جسمانی کے بموجب حکم آیت قرآن مجید لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا کے جائز ہے یا نہیں، اور ازالہ اس منت کا از روئے شرع شریف کیا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ واضح ہو کہ ایفاء نذر وقت وجود منظور و حصول مطلوب کے واجب

---

لہ اسی وجہ سے کہا ہے کہ اگر نذر کو تمام معاصی کی طرف مضاف کرے گا، مثلاً کہے اللہ کے لئے مجھ پر لازم ہے کہ میں فلاں آدمی کو قتل کروں تو یہ قسم ہوگی، اس کو توڑنے سے قسم کا کفارہ لازم آئے گا ۱۲ ۲ اگر گناہ کی نذر مانے تو صحیح نہ ہوگی، اگر کرے گا تو اس پر کفارہ لازم ہوگا ۱۲ ۳ اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہوتا ہے۔ لقولہ[1] تعالیٰ وتبارک ولیوفوا نذورھم صورت مسئولہ میں صیام الدہر کی نذر مقید ہے تارمنے طاقت ہے پس تابقائے قوت واستطاعت صیام کے روزہ رکھنا واجب ہوگا، اور چونکہ اب مسماۃ حمیدہ ناذرہ کو طاقت روزہ رکھنے کی نہیں ہے لہذا اب اس پر نذر بھی نہیں ہے، بلکہ پوری ہو چکی، اذن شوہر کا یہاں اعتبار نہیں کیا جاوے گا، کیونکہ نذر واجبات سے ہے، اور اذن شوہر نوافل میں معتبر ہے، اگر اس نذر میں شرط مذکورہ بالا نہ ہوتی، تو یہ سبب ہلاکت جسمانی وحصول پریشانی وغایت درجہ کمزوری کے اس کو جائز و درست تھا، کہ افطار کرتی، اور ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلاتی، اور اگر اس پر بھی قادر نہ ہوتی، تو اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہتی، اور استغفار کرتی، فتاوی عالمگیریہ میں ہے۔ ولو اخر القضاء حتی صار شیخا فانیا او کان اندر بصیام الابد فعجز لذلک او باشتغاله المعیشة لکون صناعته شاقة له ان یفطر ویطعم لکل یوم مسکینا علی ما تقدم وان لم یقدر علی ذلک لعسرته یستغفر الله انه هو الغفور الرحیم

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس طعام میں کہ جو امام حسین کے تقرب اور نیاز کے لئے تعزیہ پر چڑھایا جاتا ہے، یا امام کے چبوترہ پر رکھا جاتا ہے، اور (۲) اس کھانے میں جو دیبی اور مہادیو کی نیاز کے لئے اس کے تھان پر چڑھایا اور رکھا جاتا ہے (۳) اور گوشت میں اس جانور کے جو واسطے تقرب اور نیاز سید احمد کبیر اور شیخ سدو اور بھوانی اور دیبی کے بامید حلیب منفعت اور دفع مضرت نذر کرنام خدا و نعت ذبح کے ذبح کیا جاتا ہے، آیا کھانا ان سب کا جائز ہے یا حرام؟ بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ جو طعام کہ تعزیہ، یا پنجہ، یا جھنڈی، یا نشان یا دیبی یا مہادیو کے مٹھ پر چڑھایا جاوے، اس کا کھانا حرام ہے، اس لئے کہ وہ نذر لغیر اللہ ہے، اور نذور

---

[1] اللہ تبارک وتعالیٰ کے قول کی وجہ سے کہ وہ اپنی نذریں پوری کریں" ۱۲

[2] اگر روزے کی قضا کو اتنا مؤخر کرے، کہ بوڑھا فانی ہو جائے، یا ہمیشہ کے روزہ کی نذر مانی تھی اور ہمیشہ یا صنعت شاقہ کی وجہ سے اس سے عاجز آگیا، تو وہ افطار کرے، اور ہر روزہ کے لئے ایک مسکین کو کھانا کھلائے اور اگر تنگدستی کی وجہ سے یہ بھی نہ کر سکے، تو اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لغیر اللہ کا کھانا حرام ہے، اور یہ فعل بھی حرام ہے بلکہ شرک اور کفر ہے بیان امرتسری کا یہ ہے کہ بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں لکھا ہے۔ واما النذر الذی یقع کثیرا من العوام علی ما هو مشاهد کان یکون لانسان غائب او مریض او له حاجة ضروریة فیاتی فی بعض مزارات الصلحاء فیجعل ستره علی رأسه ویقول یا سیدی فلان ان رد غائبی او عوفی مریضی او قضیت حاجتی فلك من الذهب کذا او من الفضة کذا او من الطعام کذا او من الماء کذا او من الشمع کذا او من الزیت کذا فهذا النذر باطل بالاجماع بوجوه منها انه نذر للمخلوق والنذر للمخلوق لا یجوز لانه عبادة والعبادة لا تکون لمخلوق ومنها ان المنذور له میت والمیت لا یملك ومنها ان ظن ان المیت یتصرف فی الامور دون الله فاعتقاده بذلك کفر اور فتاوی عالمگیریہ میں لکھا ہے۔ والنذر الذی یقع من اکثر العوام بان یاتی الی قبر بعض الصلحاء ورفع ستره قائلا یا سیدی فلان ان قضیت حاجتی فلك منی من الذهب مثلا کذا باطل اجماعا۔ اور علامہ قاسم حنفی نے درر البحار میں لکھا ہے۔ النذر الذی یقع من اکثر العوام وهو ان یاتی الی قبر بعض الصلحاء قال یا سیدی فلان ان رد غائبی او عوفی مریضی او قضیت حاجتی فلك کذا او کذا باطل اجماعا بوجوه منها المنذور للمخلوق لا یجوز ومنها ظن ان المیت یتصرف فی الامور اعتقاد هذا کفر۔ اور مولانا شاہ ظہور الحق پھلواروی ثم العظیم آبادی اپنی کتاب

---

لہ وہ نذر جو آج کل اکثر آدمی مانتے ہیں، مثلاً کسی کا کوئی آدمی گم ہو گیا ہو، یا بیمار ہو یا اور کوئی ضرورت ہو، تو وہ نیک لوگوں کے مزارات پر چلے جاتے ہیں، ان کا پردہ اپنے سر پر رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے میرے سردار! اگر میرا گم شدہ آدمی واپس آجائے، یا ہمارا بیمار بچ جائے، یا ہماری حاجت پوری ہو جائے، تو میں اتنا سونا یا چاندی یا کھانا، یا پانی، یا شمع یا تیل تیری نذر کروں گا، تو یہ نذر بالاتفاق کئی وجوہ سے باطل ہے، ایک وجہ یہ ہے، کہ یہ مخلوق کی نذر ہے، اور مخلوق کی نذر جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ عبادت ہے، اور عبادت انسان کی نہیں ہوتی، اور ایک وجہ یہ ہے، کہ یہ میت کی نذر ہے، اور میت کسی چیز کی مالک ہی نہیں ہوتی، اور ایک وجہ یہ ہے، کہ اس نے عقیدہ رکھا، کہ میت امور میں تصرف کرتی ہے، تو اس کا یہ عقیدہ کفر ہے، بحر الرائق، فتاوی عالمگیریہ اور درر البحار میں اسی طرح لکھا ہے۔ ۱۲

(۱) یعنی یہ بات کہ یہ فعل حرام ہے، بلکہ شرک اور کفر ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تنویرات میں لکھتے ہیں۔ پس بدانکہ عبادت ذلیل ساختن خود است بدل نزد کسے بامید نفع دیم مضرت از وے و این مختص بحضرت باری تعالیٰ است، زیرا کہ اگر تعظیم رسول اللہ صلوٰۃ اللہ علیہ ہم است امید نفع دیم مضرت از ایشان نیست بلکہ تعظیم ایشاں بر حسب امر الٰہی است بسان تعظیم قرآن شریف و الا ایشاں مالک نفع و ضرر خویش نہ بودند تا مدبر چہ می رسد۔ کما قال اللہ تعالیٰ قل لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا الا ما شاء اللہ ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء ان انا الا نذیر وبشیر لقوم یؤمنون۔ و اگر کسے امید نفع دیم و مضرت از ایشان داشتہ تذلل کند البتہ شرک است و از عبادت اصنام فرقے نیست ایضا کما قال اللہ تعالیٰ خطابا لنبیہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا تدع من دون اللہ ما لا ینفعک ولا یضرک فان فعلت فانک اذا من الظالمین۔ لہٰذا در عہد صحابہ رضؓ بلکہ تابعین بلکہ اہل عرب الی الآن تعظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ از حد شرع ممنوع داشتہ اند این فساد عام در کفرستان ہندوستان ازاں شدہ است کہ ہنود را پرستش مہادیو و رام و جگن ناتھ دیدہ مسلماناں پرستش پیغمبراں و ائمہ و اولیاء شروع کردند و حاجات برآمدن را دلیل حقیقت کار خویش دانستہ اند و تامل نہ کردند کہ ہنود را ہنوز حاجات از بت پرستی گاہے برمی آید و ہمیں فتنہ الٰہی است لیبلوکم ایکم احسن عملا۔

---

لہ عبادت کا معنی ہے اپنے آپ کو کسی کے سامنے دل سے حقیر و ذلیل جاننا کسی نفع کی امید پر یا کسی نقصان سے بچنے کے لئے، اور یہ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے، اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی جاتی ہے تو وہ حسب حکم الٰہی کی جاتی ہے، اور پھر ان سے نفع و نقصان کی امید یا ڈر نہیں ہوتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے نفع و نقصان کے مالک بھی نہ تھے کسی اور کے کیا ہوں گے اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ کہہ دیں میں اپنی جان کے بھی نفع و نقصان کا مالک نہیں ہوں، مگر جو اللہ چاہے، اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت سی بھلائی اکٹھی کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی الآیہ، اور اگر بالفرض کوئی ان سے نفع کی امید یا تکلیف کا ڈر رکھ کر ان کے سامنے ذلت اختیار کرے، تو بلاشبہ وہ بھی شرک ہے اس میں اور بت کی پوجا میں کوئی فرق نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو فرمایا اللہ کے سوا ان چیزوں کو نہ پکارنا جو نہ تجھے نفع دے سکیں، نہ نقصان اگر تو نے ایسا کیا تو ظالموں سے ہوگا، صحابہ کے زمانہ سے لے کر آج تک عربوں نے شریعت کی حدود سے متجاوز ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم نہیں کی، یہ بلا اس کفرستان ہندوستان میں ہندوؤں کی دیکھا دیکھی پیدا ہو گئی ہے،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



چون غیر خدا نیست بہ فعلے مختار — بہ پیر و بزرگ حاجت خود بگمار
کس غیر خدا قضائے حاجات نکرد — در صورت بت نمود با شکل قرار

الی ان قال ہم چنانکہ حقیقت عبادت مختص بحضرت بارے تعالیٰ است، ارکان عبادت ہم کہ خدائے تعالیٰ برائے خویش مخصوص ساختہ دیگرے را دران شریک گردانیدن از توحید نیست، چون رکوع و سجود و دست بستہ ایستادن و دست بدعا برداشتن و روزہ داشتن و زکوٰۃ دادن و جہاد کردن و ہر چہ بدان مانند است معلوم نیست کہ اہل ایں دیار کہ رکوع و سجود را پیش غیر حق کفر دانند و دست بستہ استادن و دست بدعا برداشتن پیش مقابر اولیاء و مزارات روا می دارند از کجا اختیار کردہ اند زیرا کہ اگر در اولین مانع اختصاص بخدا ہست در اخیرین چہ روا است بلکہ احتیاط مقتضی آن ست کہ تسمیہ باین ہم نہ کنند زیرا کہ ہم چنان کہ تشبیہ عبادت حق بعبادت بغیر حق ممنوع است تشبیہ تعظیم غیر حق بعبادت حق ہم ممنوع و ازین ہم عجب تر است آنکہ ثقات این دیار نذور برائے انبیاء و انبیاء انعقاد کنند و ایفائے لازم گردانند چون دستر خوان امیر المؤمنین علی مرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و سہ منی

وہ مہادیو رام اور جگن ناتھ کی پوجا کرتے ہیں مسلمانوں نے ان کو دیکھ کر پیغمبروں، اماموں اور ولیوں کی پرستش شروع کر دی اور ان سے حاجتیں مانگنے لگے اور کہتے ہیں کہ اگر ہمارا یہ کام حق نہ ہوتا تو ہماری حاجتیں کیوں پوری ہوتیں انہوں نے یہ کبھی نہ سوچا کہ بتوں کی پوجا سے کبھی ہندوؤں کی حاجتیں بھی پوری ہو جاتی ہیں یہ صرف اللہ تعالیٰ کی آزمائش ہے۔

پھر جس طرح عبادت خاص خدا تعالیٰ کے لئے ہے اس کے ارکان بھی خدا تعالیٰ کے واسطے مخصوص ہیں، دوسروں کو ان میں شریک کرنا توحید نہیں ہے، مثلاً رکوع، سجود، ہاتھ باندھ کر خدا کے سامنے کھڑا ہونا، اس کے سامنے دعا کے لئے ہاتھ پھیلانا، روزہ رکھنا، زکوٰۃ دینا، جہاد کرنا، معلوم نہیں ان لوگوں نے کہاں سے سیکھ لیا ہے کہ اولیاء کے مزاروں پر جا کر یہ سب کچھ کر آتے ہیں، کیونکہ اگر عبادت خدا کے لئے خاص ہے تو اس کے ارکان بھی خدا کے لئے خاص ہیں، اور عبادت نفع کی امید اور نقصان سے بچاؤ کے لئے کی جاتی ہے تو پھر نفع کی امید اور مضرت کا خوف بھی اللہ ہی سے ہونا چاہیئے، بلکہ احتیاط کا تقاضا تو یہ ہے کہ اس کا یہ نام بھی نہ رکھا جائے، کیونکہ خدا کی عبادت کو غیر کی عبادت سے تشبیہ دینا بھی منع ہے، اور پھر سب سے تعجب کی بات یہ ہے، کہ اچھے بھلے معتبر لوگ بھی انبیاء اور اولیاء کی نذریں منعقد کرتے ہیں اور ان کو پورا کرنا لازم جانتے ہیں، مثلاً امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کا دستر خوان، اور شاہ شرف بو علی قلندر کی تین روٹیاں، شاہ عبد الحق کا توشہ وغیرہ ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سلطان المجاذیب شاہ شرف بوعلی قلندر قدس سرہ وتوشہ شاہ عبدالحق ردولی الی غیر ذلک انتہی) اور بیان[1] امر اول کا یہ ہے، اس میں تصرف روا نہیں، دلیل الصالحین میں ہے

[1] النذر لا یکون الا للہ تعالیٰ فمن نذر لنبی او ولی لا یلزم علیہ شیٔ فان اعطی بذلک الشیٔ لاحد من الناس علی تلک النیۃ لا یجوز اخذہ ان علم الاخذ بذلک فان کان طعاما لا یحل اکلہ وان کان ذبیحۃ فھو میتۃ فان اکلوا وسموا اللہ تعالیٰ کفروا جمیعا وان نذروا للہ تعالیٰ فاکلوا ثم وھبوا ثوابہ باحد من الناس فتلک یجوز انتہی اور بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں لکھا ہے۔ اللھم الا ان یقال یا اللہ انی نذرت لک ان شفیت مریضی او رددت غائبی او قضیت حاجتی ان اطعم الفقراء الذین بباب السدۃ النفیسۃ او الفقراء الذین بباب الامام الشافعی او الامام ابی اللیث او اشتری حصیر مساجدھم او زیتا لوقودھا او دراھم لمن یقوم بشعائرھا الی غیر ذلک مما یکون فیہ النفع للفقراء والنذر للہ عز وجل وذکر الشیخ انما ھو لبیان محل تصرف النذر لمستحقیہ القاطنین برطابہ او مسجدہ او جامعہ فیجوز بھذا الاعتبار اذ مصرف النذر الفقراء وقد وجد المصرف ولا یجوز ان یصرف ذلک لغنی غیر محتاج ولا شریف نسب لانہ لا یحل لہ الاخذ ما لم یکن محتاجا فقیرا ولا لذی نسب لاجل نسبہ ما لم یکن فقیرا ولا لذی علم لاجل علمہ ما لم یکن فقیرا او لم

---

[1] نذر صرف اللہ تعالیٰ کی ہوتی ہے، جو کسی نبی یا ولی کے لئے نذر مانے تو اس پر اس کا پورا کرنا لازم نہیں ہے، اور اگر اس نیت پر کوئی چیز کسی کو دیوے، تو اگر اس کو علم ہو تو اس کا لینا جائز نہیں ہے، اگر کھانا ہو تو اس کا کھانا جائز نہیں، اگر ذبیحہ ہو تو وہ مردار ہے، اگر سب اس پر اللہ کا نام لے کر کھالیں، تو سب کافر ہو جائیں گے، اور اگر خدا کے لئے نذر مانی ہو، اور کھا کر اس کا ثواب کسی آدمی کو بخش دیں تو یہ جائز ہے ۱۲

[2] بحر الرائق، فتاویٰ عالمگیری، درر البحار، نہر الفائق، در مختار وغیرہ میں لکھا ہے کہ اگر اس طرح کہے، اے اللہ میں تیرے لئے نذر مانتا ہوں کہ اگر تو نے میرے بیمار کو شفا دے دی، یا میرا گم شدہ واپس آگیا، یا تو نے میری حاجت پوری کر دی تو میں ان فقیروں کو کھانا کھلاؤں گا، جو نفیسہ کے آستانہ میں رہتے ہیں، یا ان فقیروں کو جو امام شافعی یا امام ابو اللیث کے دروازہ میں رہتے ہیں، یا میں ان کی مسجدوں کے لئے چٹائیاں، یا جلانے کے لئے تیل خریدوں گا، یا جو مسجد کی خدمت کرتا ہے، اس کو کچھ درہم دوں گا وغیرہ جس میں فقراء کا نفع ہو اور نذر اللہ تعالیٰ کی ہو، اور شیخ کا تذکرہ محض تعارف کے

---

(۱) یعنی اس بات کا کہ ان سب چیزوں کا کھانا حرام ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یثبت فی الشرع جواز التصرف للاغنیاء للاجماع علی حرمۃ النذر للمخلوق ولا ینعقد ولا یشتغل الذمۃ بہ وانہ حرام بل سحت ولا یجوز لخادم الشیخ اخذہ ولا اکلہ ولا التصرف فیہ بوجہ من الوجوہ الا ان یکون فقیرا ولہ عیال فقراء عاجزون عن الکسب وھم مضطرون فیاخذونہ علی سبیل الصدقۃ المبتدأۃ واخذہ ایضا مکروہ کما لو یقصد بہ الناذر التقرب الی اللہ تعالی وصرفہ الی الفقراء ویقطع النذر عن نفسہ والشیخ فاذا علمت ھذا فما یوخذ من الدراھم والشمع والزیت وغیرھا وینقل الی ضرائح الاولیاء تقربا الیھم فحرام باجماع المسلمین مالو یقصدوا بصرفھا الفقراء الاحیاء قولا واحدا انتھی اور فتاوے عالمگیری میں ہے نعم قال یا اللہ نذرت لک ان شفیت مریضی او نحوہ ان اطعم الفقراء الذین بباب المدۃ النفیسہ او نحوھا او اشتری حصیرا لمسجد ھا او دیتھا لوقودھا او دراھم لمن یقوم بشعائرھا مما یکون فیہ نفع الفقراء والنذر للہ تعالی وذکر الشیخ انما ھو محل تصرف النذر لمستحقہ یجوز ذلک لکن لا یحل صرفہ الا الی الفقراء لا الی ذی علم لعلمہ ولا لحاضری الشیخ الا ان یکون واحد امن الفقراء واذا عرفت ھذا فما یوخذ من الدراھم ونحوھا وینقل علی ضرائح الاولیاء تقربا الیھم فحرام بالاجماع مالو یقصد بصرفھا الفقراء الاحیاء قولا واحدا وقد ابتلی الناس بذلک اور درالمحتار

---

لئے ہو، کہ جو فقیران کے محلہ یا سرائے یا دروازہ میں رہتے ہیں، ان کو کھلاؤں گا، تو اس اعتبار سے یہ جائز ہوگی، کیونکہ نذر کا مصرف فقراء ہیں، اور وہ پایا گیا ہے، اس نذر میں سے کوئی غنی، کوئی شریف النسب نہیں کھا سکتا، نہ اس کا لینا حلال ہے، تاوقتیکہ وہ غریب نہ ہو، اور نہ کسی صاحب نسب کو محض نسب کی وجہ سے جب تک فقیر نہ ہو، اور نہ کسی عالم کو اپنے علم کی وجہ سے جب تک کہ فقیر نہ ہو، اور شریف اغنیاء کو بالاتفاق اس میں تصرف جائز نہیں ہے، اور مخلوق کی نذر بالاتفاق حرام ہے، نہ ایسی نذر منعقد ہوگی، اور نہ ایسی نذر کو پورا کرنا چاہیئے، اور ایسی نذر حرام ہے، بلکہ سخت ناپاک ہے، اور شیخ کے خادم کو اس کا لینا اور کھانا، اور اس میں تصرف کرنا کئی وجوہ سے جائز نہیں ہے، تاوقتیکہ وہ غریب نہ ہو، اور اس کے بچے بھی غریب ہوں، جو کمائی نہ کر سکتے ہوں، وہ اس کو صدقہ کے طور پر لے سکتے ہیں، اور جب تک نذر ماننے والا التقرب الی اللہ کی نیت نہ کرے اس کا لینا جائز نہیں ہے، اور وہ بھی صرف فقیروں کو، اور شیخ کی نذر سے قطع نظر کرے جب تجھے یہ معلوم ہوگیا تو اب جو روپے اور شمع اور تیل وغیرہ اولیاء کی قبروں پر ان کا تقرب حاصل کرنے کے لئے لے جاتے ہیں، وہ باجماع مسلمین حرام ہے، جب تک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



للملا قاسم حنفی میں لکھا ہے۔ واذا عرفت هذا فما يؤخذ من الدراهم والشمع والزيت ونحوها وينقل الى ضرائح الاولياء فحرام باجماع المسلمين وقد ابتلى الناس لا سيما في مولد احمد البدوي اور ایسا ہی نہر الفائق اور در مختار میں لکھا ہے من شاء فليرجع اليه اور علامہ آفندی نے رسالہ رد بدعت میں لکھا ہے۔ والاجماع انعقد على حرمة النذر للمشائخ ولا ينعقد ولا يشتغل الذمة واخذه حرام وسحت انتہی، اور یہ کہنا کہ غلہ شے حلال ہے۔ اس میں کسی طرح کی حرمت نہیں، پس کسی جگہ کے لے جانے سے یا کسی چیز پر رکھ دینے سے حرام ہونا ان چیزوں کا عقلاً مستبعد معلوم ہوتا ہے، تو جواب اس کا یہ ہے کہ اگر عقلاً یہ کام مستبعد معلوم ہوا تو اس میں کچھ حرج اور قباحت نہیں ہے، شرع کی باتوں میں عقل کو کیا مدخل ہے۔ جو مطابقت اس کی واجب اور استبعاد عقل عذر ہو، عقل کو تابع شرع کرنا چاہیئے نہ شرع کو تابع عقل، جو امر ثابت بالشرع ہو اور شرع جس پر حکم کر دے اس کو بالرأس والعین مان کے لاد نعم کو ہوائے عقل دل میں راہ نہ دے، علاوہ بریں یہ محض دھوکا کھٹ ملا لوگوں کا ہے، عام لوگوں کے بہکانے اور راہ حق سے بھٹکانے کو اس میں کیا شبہ ہے کہ شے خود حلال ہو، اور حرمت اس میں کسی سبب سے آجاوے سمجھو کہ جیسا کہ غلہ ہے، اگر اس کو کسی کے انبار سے بلا اجازت مالک اس کے یا از روے غصب یا سرقہ کے لے آوے، تو تصرف اس کا درست ہوگا یا نہیں، میں جانتا ہوں کہ ہر کوئی باتفاق و بیک زبان یہی حکم کرے گا، کہ اس میں تصرف کرنا ہرگز روا و درست نہیں اس سبب سے کہ یہ مال مسروق و مغصوب ہے، نہ اس سبب سے کہ یہ غلہ خود بنفسہ حرام ہے، ایسا ہی جب اس کھانے کو کسی قبر وغیرہ پر لغیر اللہ رکھ دیا، تو یہ کھانا حرام ہے، اس جہت سے کہ یہ منذور لغیر اللہ ہے، نہ اس جہت سے کہ خود غلہ یا کھانا فی نفسہ حرام تھا، اور ایسی طرح کھانا گوشت ان جانوروں کا جو نام سے خدا کے واسطے خوف ضرر رسانی یا امید نفع دہی اور جہت تقرب اور خوشامد غیر خدا کے مثل سید احمد کبیر و شیخ سدو یا بھوانی یا دیبی کے ذبح کیا جاوے حرام ہے، کیونکہ یہ نذر لغیر اللہ ہے، اور نذر لغیر اللہ حرام ہے، اور میتہ اگرچہ ذبیحہ ذبح کے وقت نام سے اللہ کے ذبح کیا گیا ہو، یا

---

اس میں زندہ فقراء کو دینا مقصود نہ ہو، یہ آخری بات ہے، اور آج کل اکثر لوگ اس میں مبتلا ہیں، خصوصاً احمد بدوی کے مولد کے علاقہ کے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کسی دوسرے کے ہاتھ سے ذبح کرایا ہو، فقط نام پاک اللہ کا وقت ذبح کے لینا کافی واسطے حلت ذبیحہ کے نہیں ہوسکتا ہے بجز نذر لغیر اللہ حرام ہوگیا، اب فقط تسمیہ موجب امکان تذکیہ نہیں ہوگا، فتاوی الغنادی میں کفایۃ الاسلام سے نقل کیا ہے۔ ان ذبح رجلا او امراۃ ذبح طیرا او شاۃ فوق قبر ولی او شہید او غیرھما او عند نقب ماء او وقت نطق صبی او عند مغازات کان بہ شہداء او وقت وضع الجذع فی الجدار او وقت عمارۃ قریۃ یصیر المذبوح میتۃ والذابح کافرا۔ تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ وقال ربیع بن زید یعنی ما ذکر علیہ غیر اسم اللہ وھذا القول اولی لانہ اشد مطابقۃ للفظ قال العلماء لو ان مسلما ذبح ذبیحۃ وقصد بذبحھا التقرب الی غیر اللہ صار مرتدا وذبیحتہ ذبیحۃ المرتد جامع الرموز میں لکھا ہے۔ ذو سمی علی ذبیحۃ وذبح لغیرہ لو یحل وانما قلنا ھذا لانہ لو سمی وذبح لقدوم الامیر او نحوہ من العظماء لا یحل لانہ ذبح تعظیما لہ لا للہ انتہی۔ ہدایۃ المبتدی میں لکھا ہے۔ ذبح شاۃ للضیف وذکر اللہ تعالی علیہ یحل اکلہ ولو ذبحھا لاجل قدوم الامیر او واحد من العظماء وذکر اسم اللہ تعالی یحرم اکلہ لان فی المسئلۃ الاولی کان الذبح لاجل اللہ وذکر اسم اللہ ایضا ولھذا یقطع بین یدیہ ویاکلہ بخلاف الثانیۃ کان ذبحھا لاجلہ تعظیما لہ لا للہ تعالی

---

۱؎ اگر کوئی آدمی یا عورت کوئی پرندہ یا بکری کسی ولی یا شہید کی قبر پر ذبح کرے یا پانی کے برآمد ہونے پر یا بچہ کے بولنے کے وقت یا کسی کا میابی پر حاضرین کے لئے یا دیوار پر شہتیر رکھنے کے وقت یا کسی بستی کے آباد ہونے کے وقت تو وہ ذبح کیا ہوا جانور مردار ہوگا، اور ذبح کرنے والا کافر ہو جائے گا ۱۲ ۲؎ ربیع بن زید نے کہا، جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا جاوے، اور یہ قول الفاظ کے زیادہ مطابق ہے، علماء نے کہا، اگر کوئی مسلمان کوئی جانور ذبح کرے، اور اس کے ذبح سے غیر اللہ کا تقرب مقصود ہو، تو وہ مرتد ہو جاوے گا، اور اس کا ذبیحہ مرتد کا ذبیحہ ہوگا ۱۲ ۳؎ اگر ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا جائے، اور نیت غیر اللہ کے لئے ذبح کرنے کی ہو تو وہ حلال نہیں ہوگا، کیونکہ وہ اللہ کی تعظیم کے سوا کسی اور کے لئے ذبح ہوا ۱۲ ۴؎ مہمان کے لئے بکری ذبح کی، اور اس پر اللہ کا نام لیا، اس کا کھانا جائز ہوگا، اور اگر امیر یا کسی اور بڑے آدمی کے لئے ذبح کیا اور اللہ کا نام لیا، تو اس کا کھانا جائز نہ ہوگا، کیونکہ صورت میں ذبح اللہ کے لئے کیا گیا ہے، اور نام بھی اللہ ہی کا لیا گیا، لہٰذا اس کا کھانا جائز ہے، اور دوسری صورت میں اللہ کی تعظیم کے لئے نہیں بلکہ امیر کی تعظیم کے لئے ذبح کیا گیا ہے، لہٰذا اس کا کھانا جائز نہ ہوگا ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ولهذا لا يضع بين يديه ليأكل منها بل يدفعها لغيره نصاب الاحتساب میں لکھا ہے ما يفعله الجهلة من الذبح عند قبور المشائخ والشهداء وغيرهم وعند شراء الدار وعلى البناء الجديد وباب البيوت وعند دخول الامير وفي وجه انسان وما اشبه ذلك فهذا يوجب الحرمة اذا كان لغير الله وان كان ذكر اسم الله تعالى عليه ويكفرون بذلك وهذا اشر غفلي الناس عنه خواصهم فكيف عوامهم قنیہ میں ہے عن ابي العاصم القاري ذبح للضيف شاة وسمى الله تعالى يحل ولو ذبحه لقدوم الامير او واحد من العظماء ولو ذكر اسم الله تعالى لا يحل لان في الاول الذبح لله تعالى والمنفعة للضيف ولهذا يضعه عنده ويأكل منه وفي الثاني التعظيم للامير لا لله تعالى ولهذا لا يضعه عنده بل يدفعه لغيره انتهى اور ایسا ہی فتاوے مطالب المؤمنین میں ہے حموی نے حاشیہ اشباہ میں لکھا ہے ان الذبح المقترن بذكر اسم الله اذا كان قبل قدوم القادم للتهيئ لضيافته او بعد قدومه لقربة لذلك فلا شبهة لجوازه بل مندوبية وجواز اكل ذلك المذبوح واما اذا كان عند القدوم فان كان لقصد ذلك لا لحكم ما ذكر وان كان بمجرد التعظيم فحرام والمذبوح ميتة وضابطته انه ان طبخ وقدم لضيف فهو للضيافة وان امر الذابح ان يتوارى عن الناس كما هو معهود في بلدتنا فهو بمجرد التعظيم وحكمه ما علمت فعليه يحمل كلام المصنف انتهى عقدة المنهاج اور کفایۃ الاسلام اور تاتارخانیہ اور کنز العباد میں لکھا ہے لا يجوز للمسلم ان ينذر بذبح البقرة والديك باسم الصدقة في القبور والمساجد والعمارة وللمريض والوثن والسفر مبدأها ومنتهاها والشجر والبئر والحوض وباب البيت والولادة وعند دخول الامير في المدائن وخروجه وهو من سنن المنافقين بقوله تعالى وما ذبح على النصب وان تستقسموا بالازلام ذلكم فسق وقوله عليه السلام حرم الله على امتي ما ذبح في بناء البيوت ابتدائها وانتهائها وفي عمارة الاوثان والقبور والاسفار والامراض والآبار والاشجار والولادة والحياض وفي اصطبان الخيول والبغال والحمار وما يكون مثلهن فالذابح كافر وبانت امرأته والمذبوحة ميتة والآمر والراضي سويان في الدنيا والآخرة۔ فتاوے تیمیہ میں لکھا ہے رجل ذبح للضيف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



شاۃ وذکر اسم اللہ تعالیٰ علیہ یحل اکلہ ولو ذبح لاجل قوم او قدوم او احد من العظماء وذکر اسم اللہ تعالیٰ یحرم اکلہ لانہ فی المسئلۃ الثانیۃ کان تعظیما لہ لا تعظیما للہ تعالیٰ وہذا ہو الا یوضع بین یدیہ لیاکل منہ بل یدفعہ لغیرہ انتہی فتاوی عالمگیری میں لکھا ہے۔ الذبح عند قراء الضیف تعظیما لہ لا یحل اکلہا وکذا عند قدوم الامیر وغیرہ۔ پس ان سب روایتوں کا مفاد یہی ہے کہ جو ذبیحہ منذور لغیر اللہ ہو اگرچہ وقت ذبح کے ساتھ تسمیہ اور نام پاک اللہ کے ذبح کیا گیا ہو وہ حرام ہے اور ہرگز کھانا اس کا روا نہیں ہے اور جو کوئی باوجود ان روایات اور بینات کے اس کو حلال جانے اور پابند و مجتہد اپنے مقال کا رہے بلاشبہ داخل تحت آیت من یشاقق الرسول ہے ع بر رسولاں بلاغ باشد و بس۔

کتبہ العبد المذنب محمد شہود الحق عفا اللہ عنہ

ما حررہ المجیب فہو حق حقیق فماذا بعد الحق الا الضلال | سید محمد نذیر حسین

سید احمد حسن ۱۲۸۹ | زشرف سید کونین شد شریف حسین ۱۲۹۳

لقد اصاب من اجاب۔ نمقہ ابو سعید محمد حسین اللاہوری البٹالوی

الجواب صحیح کتبہ فقیر محمد عبید اللہ | ابو سعید محمد حسین ۱۲۹

اصاب من اجاب الجواب۔ نمقہ السید امیر احمد عفی عنہ

فی الواقع نذر لغیر اللہ حرام ہے اور منذور لغیر اللہ کا کھانا بھی درست نہیں ہے جیسا کہ عبارات سابقہ سے واضح ہے۔ واللہ اعلم۔ الراجی عفو ربہ القوی ابو البرکات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی۔ | ابو الحسنات محمد عبد الحی ۱۲۸۹

ہو الموفق۔ لا ریب فی ان التقرب لغیر اللہ وما یتقرب بہ لغیرہ تعالیٰ حرام والعیادۃ لغیرہ سبحانہ کفر۔ نمقہ العبد الآثم الاواہ محمد سعد اللہ

مفتی محمد سعد اللہ ۱۲۷۸

**سوال**:۔ اگر کوئی منت مانے کہ بشرط برآنے فلاں مقصد کے مالیدہ فلانے مزار پر چڑھاؤں گا یا خصی ذبح کروں گا تو یہ کھانا حلال ہے یا حرام اور واسطے مرتکب اس فعل کے کیا حکم ہے، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ نذر لغیر اللہ تعالیٰ حرام اور کھانا اس کا ناجائز ہے، اور نذر لغیر اللہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فعل مشرکین کا ہے، کہ مردوں کو نافع وضار سمجھ کر نذر و نیاز ان کی کیا کرتے ہیں، اور اسی طرح جو مسلمان کرے گا، وہ بھی کافر ہوگا، اور ذبیحہ واسطے تقرب و تعظیم لغیر اللہ کے کرنا حرام اور کرنے والا اس کا جمہور علماء کے نزدیک کافر اور مرتد ہوگا، چنانچہ تفسیر نیشاپوری و کبیر وعزیزی و اشباہ و نظائر و جامع الرموز و جوہرہ نیرہ و درمختار و قرۃ الانظار و ردالمحتار و طحطاوی وغیرہ میں مفصلا مذکور ہے۔ اعلم ان النذر الذی یقع للاموات فی اکثر العوام وما یؤخذ من الدراھم والشمع والزیت ونحوھا الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیھم فھو بالاجماع باطل وحرام کذا فی الدرالمختار وغیرہ من کتب الفقہ ان النذر لا یصح بالمعصیۃ للحدیث لا نذر فی معصیۃ اللہ تعالی فقال الشیخ قاسم فی شرح الدرر اما النذر الذی یندرہ اکثر العوام علی ما ھو مشاھد کان یکون لانسان غائب او مریض او لہ حاجۃ ضروریۃ فیاتی بعض الصلحاء فیجعل ستر ہ علی رأسہ ویقول یا سیدی فلان ان رد غائبی او عوفی مریضی او قضیت حاجتی فلک من الذھب کذا او من الفضۃ کذا او من المال او من الشمع کذا او من الزیت کذا فھذا النذر باطل بالاجماع لوجوہ منھا انہ للمخلوق والنذر للمخلوق لا یجوز لانہ عبادۃ والعبادۃ لا تکون لمخلوق ومنھا ان المنذور لہ میت والمیت لا یملک ومنھا انہ ظن ان المیت یتصرف فی الامور دون اللہ واعتقادہ ذلک کفر اللھم الا ان قال یا اللہ انی نذرت لک ان شفیت مریضی او رددت غائبی او قضیت حاجتی ان

---

لہ یہ جو عوام مردوں کے لئے نذریں مانتے ہیں، اور اولیاء کرام کا تقرب حاصل کرنے کے لئے ان کی قبروں پر پیسے، تیل اور موم وغیرہ لے جاتے ہیں بالکل ناجائز اور حرام ہے، درمختار اور فقہ کی دوسری کتابوں میں اسی طرح ہے۔ کہ ناجائز کاموں میں نذر صحیح نہیں ہوتی، کیونکہ حدیث میں ہے، کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں نذر نہیں، شیخ قاسم شرح درر میں فرماتے ہیں، کہ یہ نذر جو اکثر عوام مانتے ہیں جیسا کہ ہر کام دیکھنے میں آیا ہے، مثلاً کسی کا کوئی غائب ہو جاتا ہے یا بیمار ہوتا ہے یا اسے کوئی ضروری کام ہوتا ہے، تو وہ بعض نیک بندوں وان کی قبروں کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے، کہ اے فلاں بزرگ اگر میرا گم شدہ واپس آگیا یا میرا بیمار تندرست ہو گیا یا میرا کام ہو گیا تو تیرے لئے اتنا سونا یا اتنی چاندی یا اتنا مال یا موم یا تیل وغیرہ دوں گا، تو یہ نذر بالاجماع حرام ہے، جس کی کئی وجوہ ہیں ایک یہ کہ یہ نذر ایک مخلوق کے لئے ہے، اور مخلوق کے لئے نذر جائز نہیں، دوسرے یہ کہ جس کی نذر مانی جا رہی ہے، وہ مردہ ہے اور مردہ کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا، اور تیسرے یہ کہ اس کا گمان ہے کہ مردہ بعض اشیاء میں تصرف کی قدرت رکھتا ہے، اور غیر اللہ کے متعلق یہ اعتقاد سراسر کفر ہے۔ ہاں اگر یہ کہے، کہ اے اللہ میں تیرے لئے نذر مانتا ہوں، کہ اگر تو نے میرے بیمار کو شفا دی یا میرے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اطعم القراء الذین بباب السدۃ النفیسۃ او للقراء الذین بباب الامام الشافعی والامام ابی اللیث انتہی ما فی بحر الرائق مختصرا وھکذا فی الطحطاوی والفتاوی العالمگیریۃ وغیرھا من کتب الفقہ۔ پس بموجب روایت درمختار مالیدہ وحلوا وغیرہ چیز مکروہ تحریمی بلکہ حرام ہوگا کھانا اس کا وجناب مولانا محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے مائۃ المسائل میں بوجہ بسط ارقام فرمایا ہے اس میں دیکھنا چاہیئے، فی الجملہ جانور از قسم بز وگاؤ وشتر ومرغ واسطے تعظیم وتقرب لغیر اللہ تعالیٰ ذبح کرنا خواہ مزار کے قریب خواہ بعید ہو حرام ہے اگرچہ وقت ذبح کے بسم اللہ ذکر کیا ہو، اور مالیدہ وغیرہ قبروں پر چڑھانا اور کھانا اس کا حرام وممنوع شرعی ہے اور شعار مشرکین ہے ومن تشبہ بقوم فھو منھم الحدیث کذا فی المشکوٰۃ۔ ذبح لقدوم الامیر ونحوہ کواحد من العظماء یحرم لانہ اھل بہ لغیر اللہ ولو وصلہ ذکر اسم اللہ فی شرح الوھبانیۃ عن الذخیرۃ نظم

وفاعلہ جمھورھم قال کافر وفضلی واسمٰعیل لیس یکفر۔

انتہی ما فی تنویر الابصار والدر المختار واللہ اعلم بالصواب۔

طالب حسنین سید محمد نذیر حسین

**سوال:** ذبیحہ کہ بہ نیت تقرب وتعظیم اولیاء اللہ کردہ می شود ووقت ذبح بسم اللہ گفتہ می شود، حلال است یا حرام؟

**الجواب:** باید دانست کہ مناط ومدار حلت وحرمت ذبیحہ بر قصد ونیت

---

غائب کو لوٹا دیا یا میری حاجت پوری کر دی تو میں ان قراء کو کھانا کھلاؤں گا جو سیدہ نفیسہ کے دروازہ میں ہیں یا ان فقراء کو جو باب شافعی یا باب ابی لیث میں ہیں بحر الرائق کی عبارت ختم ہوتی مختصراً طحطاوی، عالمگیری اور فقہ کی دوسری کتابوں میں

لہ جو کسی قوم سے مشابہت کرتا ہے وہ اسی سے ہوتا ہے (حدیث) اسی طرح مشکوٰۃ میں ہے۔ کسی امیر یا بڑے آدمی کی آمد کی وجہ سے ذبح کیا تو وہ حرام ہوگا کیونکہ یہ اہل بہ لغیر اللہ میں شامل ہے اگرچہ اس کو اللہ کا نام پہنچا ہے۔ شرح وہبانیہ میں ذخیرہ سے منقول ہے (شعر)

جمہور کے نزدیک وہ کافر ہے فضلی اور اسماعیل کے خیال میں وہ کافر نہیں ہوتا انتہی (تنویر الابصار ودر مختار)

سوال:۔ اگر جانور اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے اور مقصود اولیاء اللہ کی تعظیم وتقرب ہو تو اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ حلت وحرمت کا دار ومدار نیت پر ہے اگر دل میں بھی خدا تعالیٰ کا تقرب مقصود ہو اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تقرب و تعظیم است شرعاً کہ مفاد تسمیہ است، پس اگر نیت تقرب و تعظیم خالص برائے خدا تعالیٰ باشد ذبیحہ حلال شود و اگر تقرب و تعظیم غیر اللہ بدل داشتہ ذبح کند حرام خواہد بود نزد جمہور علماء و فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ اعم است ازین کہ وقت ذبح نام خدا بر زبان آرد یا نیارد، زیرا کہ تسمیہ عند الذبح بر قصد تعظیم غیر اللہ از درجہ اعتبار ساقط است، چہ بر عادت معہود عوام و رسم معمول ایشان محمول خواہد بود، زیرا کہ عوام قصد تقرب و تعظیم در ذبح جانور برائے غیر اللہ تعالیٰ می کنند و برسم و عادت خود بسم اللہ بران ہم می کنند و اعتبار نیت امر ست نہ مامور چنانکہ در قربانی مقرر است و سر درین این ست کہ در تسمیہ عین تقرب و تعظیم برائے خدا ملحوظ و منظور است، کہ جان جانور بر نام جان آفرین قربان کردن در شرع شریف فرض گردیدہ کہ جان مملوکہ و موہوبہ خدا را بر خدا نثار باید نمود فقط، و ہرگاہ جانور برائے تقرب و تعظیم غیر خدا بدل ارادہ کردہ ذبح کرد، پس درین صورت مفاد و مراد تسمیہ برائے تقرب و تعظیم غیر اللہ یافتہ شد درین ہنگام مقصود کہ از تسمیہ بود بے کار و رائیگان گشتہ و عرف و عادت عوام جہال بر ہمین منوال جاری شدہ کہ بدل تقرب و تعظیم غیر اللہ میدارند و بر زبان بسم اللہ گفتہ ذبح می کنانند و می کنند، پس علمائے شرع را بحسب عرف و عادت عوام کالانعام فتوے دادن واجب شد و لہذا در فقہ می نویسند یعتبر العرف فی الافتاء چنانکہ در فتاوے قاضی خان و در مختار و طحطاوی و اشباہ و نظائر وغیرہ مفصلاً مذکور است و کذب و دروغ عوام مشرکین باین طریق ظاہر می شود کہ اگر بایشان گفتہ شود کہ اگر شما گاؤ بہ ایصال ثواب

---

زبان سے بھی خدا تعالیٰ کا نام لیا جائے، تو وہ ذبیحہ حلال ہوگا، اور اگر دل میں غیر اللہ کا تقرب مقصود ہو اور زبان سے بھی اسی کا نام لیا جائے تو وہ جانور حرام ہے۔ اور اگر دل میں نیت تقرب غیر اللہ کی ہو اور زبان سے خدا تعالیٰ کا نام ذبح کے وقت لیا جائے، تو پھر بھی وہ جانور حرام ہے، کیونکہ بوقت ذبح نیت کا اعتبار ہے، اگر آدمی خود ذبح نہ کرے، دوسرے سے کروائے، ذبح کرنے والا تو اللہ کا نام لے کر ذبح کرے اور ذبح کرانے والا نیت تعظیم و تقرب غیر اللہ کی رکھتا ہو، تو پھر بھی وہ جانور حرام ہوگا، چونکہ جان خداوند تعالیٰ نے پیدا کی ہے اسے پیدا کرنے والے ہی پر نثار کیا جا سکتا ہے، ہاں ایسے جانور کے گوشت سے جسے خدا کے نام پر نثار کیا گیا ہو مسلمانوں کو فائدہ اٹھانے کی خدا تعالیٰ نے اجازت مرحمت فرمائی ہے اگر نیت غیر کی ہو اور نام اللہ کا لیا جائے، جیسا کہ عوام کی حالت ہے، تو بقاعدہ فقہاء یعتبر العرف فی الافتاء (فتوی میں عرف کا اعتبار کیا جاتا ہے) تو وہ جانور حرام ہوگا، چنانچہ فقہ کی تمام معتبر کتابوں میں اس کی تصریح ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سید احمد کبیر یا مرغ بہ نیت ایصال ثواب بنام پیران پیر مقرر کردہ اند پس از من عوض این گاؤ یا این بز یا مرغ دو چند یا سہ چند مقدار گوشت دیگر جانور فربہ بگیرید و این گاؤ یا بز یا مرغ مرا بدہید ہرگز نخواہند داد چہ ہمیں جانور منذورہ را کہ جانش باحمد کبیر یا دیگر بزرگ نیاز کردن و نثار کردن منظور داشتہ اند بتقرب غیر اللہ ذبح خواہند کرد و بظاہر بسم اللہ بر آن بنا بر عادت و رسم قدیم خواہند گفت پس مسلمانان جہال بدخصال شرک بباطن در تسمیہ می کنند و مشرکین در تلبیہ بظاہر می گفتند لبیک لبیک لا شریک لک الا شریکا لک تملکہ وما ملک کما فی الحدیث و ہر دو فریق بقاعدۂ فقہیہ الامور بمقاصدہا برابر اند ؎

بر زبان تسبیح و در دل گاؤ خر — این چنین تسبیح کے دارد اثر

و این چنین شرک است کہ اراقۃ الدم کہ عبادت مختصہ بخدا است برائے غیر اللہ بدل میدارند پس این چنین کسان نہ مسلمان خالص نہ مشرکین خالص بلکہ مذبذبین بین ذلک اند حالا روایات جمہور فقہاء برائے تنبیہ جہلا اگرچہ بصورت علماء باشند نگاشتہ می شود۔ قال فی تنویر الابصار والدر المختار ذبح لقدوم الامیر ونحوہ کواحد من العظماء یحرم لانہ اہل بہ لغیر اللہ ولو ذکر اسم اللہ تعالی وفی شرح الوہبانیۃ عن الذخیرۃ ونظمہ فقال ؎

وفاعلہ جمہورہم قال کافر — وفضلی واسمعیل لیس یکفر

انتہی ما فی الدر المختار مختصرا وفی جامع الرموز وانما قلنا للہ تعالی لانہ لو سمی و ذبح لقدوم الامیر وغیرہ من العظماء لا یحل لانہ ذبح تعظیما لہ لا للہ تعالی انتہی

---

بعض لوگ فریب دینے کو کہتے ہیں کہ یہ خدا کے نام کا ہے لیکن مقصد ان کا کسی پر جان کو نثار کرنا ہوتا ہے تو ایسے لوگوں کا امتحان اس طرح ہو سکتا ہے کہ ان سے کہا جائے کہ تم جانور ذبح نہ کرو بلکہ اس کو بیچ کر اس کی قیمت صدقہ کر دو یا اس کے برابر ہم تم کو بازار سے گوشت لا کر دے دیتے ہیں تم وہ گوشت صدقہ کر دو لیکن جانور ذبح نہ کرو تو کبھی نہ مانیں گے، ان لوگوں کی حالت مشرکین کی سی ہے بلکہ اس سے بھی بدتر کیونکہ مشرکین جو جانور خدا کے نام پر ذبح کرے اس میں نیت بھی خدا کی ہوتی تھی، اور جو جانور بتوں کے چڑھاوے کے لئے ذبح کرتے اس پر ذبح کے وقت بھی اسی بت کا نام لیتے اور یہ غیر اللہ کی نیاز یا چڑھاوا دینے والے مسلمان منافقت سے بھی کام لیتے ہیں کہ دل میں تو غیر کی رضا مقصود ہوتی ہے لیکن بظاہر نام خدا کا لیتے ہیں۔

جمہور فقہاء کی رائوں کا خلاصہ یہ ہے جو کہ فقہ کی کتابوں میں بہ تفصیل مذکور ہے، مثلاً تنویر الابصار، درمختار، شرح وہبانیہ، ذخیرہ، اشباہ والنظائر، عیون البصائر، طحطاوی، منح الغفار، بزازیہ، جامع الفتاوی، قرۃ الانظار

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وفی الاشباہ والنظائر فی باب النیۃ وباب الذبائح والصید ذبح لقدوم الامیر او واحد من العظماء یحرم وذکر اسم اللہ تعالی انتہی قولہ ذبح لقدوم الامیر اھ اقول قد فرع المصنف ھذہ المسئلۃ سابقا علی قاعدۃ الامور بمقاصدھا وحاصل الکلام فی ھذہ المسئلۃ ان الذبح المقترن بذکر اسم اللہ تعالی اذا کان قبل قدوم قادم المتہیئ لضیافۃ او بعد قدومہ لذلک فلا شبہۃ فی جوازہ بل مندوبۃ وجواز اکل ذلک المذبوح واما اذا کان عند القدوم فان کان لقصد ذلک فالحکم ما ذکر وان کان لمجرد التعظیم فحرام والمذبوح میتۃ وفی باب الصید والذبائح من الجوھرۃ الذبح عند مرأی الضیف تعظیما لہ لا یحل اکلہ وکذا عند قدوم الامیر لانہ اھل بہ لغیرہ واما اذا ذبح عند غیبۃ الضیف لاجل الضیافۃ فلا باس بہ انتہی لا باس ھنا للاباحۃ لا لما ترکہ اولی انتہی ما فی عیون البصائر حاشیۃ الاشباہ والنظائر وقال الطحطاوی قولہ لانہ اھل بہ لغیر اللہ الاھلال رفع الصوت بالذکر وھی میتۃ ولو ذکر اللہ تعالی خالصا فالاولی ان یقول لانہ عظم بہ غیر اللہ تعالی فالاولی اناطتہ بقصد التعظیم وعدمہ انتہی ما فی الطحطاوی مختصرا وکذا فی قرۃ الانظار وتحفۃ الاخیار حواشی درمختار ومنح الغفار شرح تنویر الابصار والبزازیۃ منقول عن اکثر العلماء الحنفیۃ وقال صاحب جامع الفتاوی الشرط ذکر الذابح اسمہ تعالی المجرد علی الذبیحۃ عند الذبح للہ تعالی وانما قلنا للہ تعالی لانہ لو سمی وذکر لقدوم الامیر او غیرہ من العظماء لا یحل لانہ ذبح تعظیما لہ لا للہ تعالی انتہی کلامہ مختصرا وفی فتاوی قاضی خان فی باب ما یکون کفرا رجل ذبح لوجہ[1] الانسان

وغیرہ میں لکھا ہے کہ اگر کسی بادشاہ یا امیر کے آنے پر کوئی جانور ذبح کرے، تو وہ حرام ہوگا کیونکہ وہ اللہ کے سوا اور کے نام پر پکارا گیا، اگرچہ ذبح کے وقت اس پر خدا تعالیٰ کا نام لیا جائے، اور اس میں اصول یہ ہے کہ اگر امیر یا بادشاہ کے آنے سے قبل یا اس کے بعد بطور مہمانی کوئی جانور خدا کا نام لے کر ذبح کیا جائے، تو وہ جائز ہے، لیکن اگر صرف اس کی آمد پر کسی جانور کو بھینٹ چڑھانا منظور ہو، تو حرام ہے، اور ذبح کرنے والا کافر ہے حدیث میں ہے ملعون ہے وہ آدمی جو غیر اللہ کے لئے ذبح کرے، تفسیر نیشاپوری میں ہے کہ علماء نے کہا ہے کہ اگر کوئی مسلمان ایسا ذبیحہ ذبح کرے، جس سے غیر اللہ کا تقرب منظور ہو، تو وہ مرتد ہو جائے گا، اور

(۱) ای وجاھت ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فی وقت الخلعۃ او الہبالی فی الخوازات وما اشبہ ذلک قال الشیخ الامام ابوبکر محمد بن الفضل ھذا کفر والمذبوحۃ کالمیتۃ لا یؤکل انتہی مافی قاضی خان مختصرا وھکذا فی فتاوی العالمگیریۃ وفصول العمادی وقال فی فتاوی ابراھیم شاھی فی المتفرقات رفی دستور القضاۃ فی المتفرقات من فتاوی الیتیمیۃ رجل ذبح للضیف شاۃ وذکر اسم اللہ تعالیٰ یحل اکلہ ولو ذبح لاجل قوم او قدوم واحد من العظماء وذکر اسم اللہ تعالیٰ یحرم اکلہ لان فی المسئلۃ الثانیۃ کان الذبح تعظیما لہ لا تعظیما للہ تعالیٰ وفی الحدیث لعن اللہ من ذبح لغیر اللہ رواہ احمد ومسلم وایضا فی الحدیث ملعون من ذبح لغیر اللہ تعالیٰ رواہ ابوداؤد ومعناہ علی ما صرح بہ الشراح بحسب اللغۃ الذبح بقصد التقرب الی غیر اللہ تعالیٰ سواء ذکر التسمیۃ عند الذبح امر لا ودر تفسیر کبیر وتفسیر نیشاپوری مذکور است قال العلماء لو ان مسلما ذبح ذبیحۃ وقصد بذبحہا التقرب الی غیر اللہ تعالیٰ صار مرتدا وذبیحتہ ذبیحۃ مرتد انتہی (ترجمہ) گفتند علماء اگر ہر آئینہ مسلمانے ذبح کرد ذبیحہ را وقصد کرد بذبح آن تقرب را بسوئے غیر مرتد شود وذبیحہ او ذبیحہ مرتد است، پس بموجب روایات معتبرہ معتمدہ فقہیہ حنفیہ مذکورہ بالا منذور احمد کبیر وغیرہ حرام گردیدہ، خوردن گوشت آن زیرا کہ بذبح آن اہانت وتقرب غیر اللہ می کنند وبزبان بسم اللہ ہم می گویند خبیث باطن دران پیدا شد وفاعلش کافر شد بقول جمہور علماء چنانچہ از درمختار سابقا مذکور شد وہم چنین ملتبی ومشد ومگر تفاسیر بر تقرب وتعظیم است در حقیقت وچون ناواقفان بے مطلب آنہا کما حقہ نبردند صرف تسمیہ عند الذبح را موجب حلت بظاہر فہمیدہ در مغلطہ افتادند واز راہ خطا حرام را حلال پنداشتند واز ینجا ملا جیون صاحب تفسیر احمدی را در فہم قولی صاحب ہدایہ وغیرہ از راہ غفلت نیز لغزش وخطا واقع شد پس اولا قول صاحب ہدایہ را بگوش ہوش باید شنید ثانیا قول صاحب تفسیر احمدی را بامعان نظر باید دید فاقول ما وقع فی الہدایۃ وغیرہ ان یذکر مع اسم اللہ تعالیٰ شیئا غیرہ وان یقول عند الذبح اللھم تقبل من فلان و

وہ ذبیحہ مرتد کا ذبیحہ ہوگا، ہدایہ میں ہے کہ اگر ذبیحہ پر اللہ کے ساتھ کسی اور کا نام بھی لیا جائے تو اس کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں، پہلی صورت یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی اور کا نام بھی لیا، اور عطف نہ ہو، مثلاً کہے

(۱) ای دعوت دربانی ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



هذه ثلث مسائل احداها ان یذکر موصولا لا معطوفا فیکره ولا تحرم الذبیحة وهو المراد بما قال ونظیره ان یقول بسم الله محمد رسول الله لان الشرکة لم توجد فلم تکن الذبح واقعا له الا انه یکره لوجود القران صورة فیتصور بصورة المحرم والثانیة ان یذکر موصولا علی وجه العطف والشرکة بان یقول بسم الله و اسم فلان او یقول بسم الله وفلان او بسم الله ومحمد رسول الله بکسر الدال فتحرم الذبیحة لانها اهل به لغیر الله والثالثة ان یقول مفصولا عنه صورة ومعنی بان یقول قبل التسمیة وقبل ان یفیض الذبیحة او بعده وهذا لا باس به لما روی عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال بعد الذبح اللهم تقبل هذه عن امة محمد ممن شهد لك بالوحدانیة ولی بالبلاغ والشرط هو الذکر الخالص المجرد علی ما یقول ابن مسعود رضی الله عنه والتسمیة انتهی ما فی الهدایة فصریح فیما ذکرنا من ان قصد التقرب الی غیر الله تعالی محرم للذبیحة سواء کان بطریق الاستقلال او بطریق الشرکة نعم لو ذکر ذکرا مجردا من غیر قصد التقرب الی غیر الله ففیه تفصیل فان ذکر موصولا لا معطوفا فایکره مثلا ان یقول بسم الله محمد رسول الله واللهم تقبل من فلان لا یحرم الذبیحة لعدم قصد التقرب الیه وانما کره لاجل مشابهة فی ذلك بذکر اسم غیر الله لقصد التقرب ولو ذکره معطوفا تحرم ایضا وان لم یکن فیه معنی التقرب لانه صریح فی الشرکة والصریح لا یحتاج الی النیة واذا ذکر مفصولا لا بطریق العطف ولا بطریق الوصل لا تکره ولا تحرم لانتفاء المشابهة صورة ومعنی مثلا ان یقول بسم الله وتوقف ثم قال محمد رسول الله من غیر قصد التقرب الی غیر الله تعالی واذا عرفت

---

بسم اللہ محمد رسول اللہ تو اس صورت میں ذبیحہ مکروہ ہوگا کیونکہ بظاہر حرام والی شکل پیدا کر دی گئی ہے لیکن حقیقتہً ایسا نہیں ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ عطف کے ساتھ بیان کیا جائے، مثلاً یوں کہے بسم اللہ و محمد رسول اللہ (یعنی خدا اور رسول کے نام پر ذبح کرتا ہوں) تو اس صورت میں جانور حرام ہو جائے گا، کیونکہ اس میں غیر کی شرکت ہو گئی تیسری صورت یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کر دے اور اس کے بعد کچھ دیر تک خاموشی کے بعد کسی اور کا نام لے تو اس صورت میں ذبیحہ بلا کراہت جائز ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یا الٰہی یہ میری امت کے ان لوگوں کی طرف سے قربانی قبول فرما، جو قربانی نہیں کر سکتے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



هذا الكلام فقد عرفت ان صاحب الهداية وضع المسئلة فيما اذا لم يكن المذكور مقرونا بقصد التقرب الى الغير وذكر ذكرا مجردا فهو بمعزل عن مسئلتنا الموضوعة فيما قصد التقرب الى غير الله تعالى فانها حرام مطلقا وعرفت ايضا ان ما وقع في التفسير الاحمدي من تقريع قوله على ما وقع في الهداية ونقله في ذلك التفسير كما ذكرنا وهو قوله من ههنا علم ان البقرة المنذورة للاولياء كما هو الرسم في زماننا حلال طيب لانه لم يذكر اسم غير الله وقت الذبح وان كانوا يذبحونها لهم انتهى مبني على الغفلة عن قول صاحب الهداية وهو قوله الثالث ان يقول مفصولا عنه صورة ومعنى اه فان الانفصال المعنوي كيف يتصور اذا كان النذر للاولياء فان عين التقرب اليهم فنية مستدامة الى وقت الذبح فلا انفصال معنى اصلا كما تقرر في قواعد الفقه من استدامة النية الى آخر العمل وايضا مبني على عدم الفرق بين الذكر المجرد الذي وضع صاحب الهداية مسئلة فيه وبين ما قصد التقرب الى غير الله الذي وضعنا المسئلة فيه وابن هذا من ذاك والشاهد لما قررنا ما في التفسير الكبير والتفسير النيشابوري وما قال الفقهاء كما مر من قبل فالان لابد لنا ان نذكر عبارة التفاسير قال في المدارك

اب صاحب تفسیر احمدی ملا جیون کی ایک تقریع ملاحظہ فرمائیں، جو انہوں نے صاحب ہدایہ کی کلام پر قائم کی ہے، اور اس میں انہوں نے غلطی کھائی ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہدایہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو گائے ہدیہ کی نذر کی جائے، جیسا کہ ہمارے زمانے میں رواج ہے، وہ حلال طیب ہے کیونکہ اس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام نہیں لیا گیا، اگرچہ وہ اولیاء اللہ کی نذر ہو چکی ہے" اس پر ملا جیون نے اعتراض یہ کھائی ہے کہ صاحب ہدایہ نے تو لکھا تھا، کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا نام صورتاً و معنیً خدا کے نام کے ساتھ ملحق نہ ہو آپ نے معنیً کے لفظ پر غور نہ فرمایا، کیونکہ جب ذبح کے وقت تک نیت میں اولیاء اللہ کی نذر کا تصور رہا، تو معنیً تو اس کا انفصال نہ ہوا، پھر یہ گائے حلال کیسے ہوگی، کیونکہ اسی کا تقرب حاصل کرنے کی نیت سے اس نے ذبح کیا اور دوسری اعتراض ملا جیون نے یہ کھائی، کہ صاحب ہدایہ نے تو ذکر مجرد لکھا، اور ملا جیون نے اس سے ولیا آدمی مراد لے لیا، جس کے تقرب کے لئے جانور کو ذبح کیا جا رہا ہے، کجا محض کسی شخص کا بر سبیل تذکرہ، اور کجا وہ جس کے لئے یہ سب کچھ ہو رہا ہے، اور اس کے شاہد تفسیر کبیر، نیشاپوری اور اقوال فقہاء ہیں، جن کا ابھی ابھی تذکرہ ہو چکا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فی تفسیر سورۃ البقر وما اھل بہ لغیر اللہ ای ذبح للاصنام فذکر علیہ غیر اسم اللہ عز وجل واصل الاھلال رفع الصوت ای رفع بہ الصوت للصنم وذلک قول اھل الجاھلیۃ باسم اللات والعزی انتہی ففی ھذا التفسیر وان ذکرت قولہ تعالی وما اھل بہ لغیر اللہ ای ذبح للاصنام بطریق التفسیر بالاخص اشعارا بان المقصود من الاھلال والغرض منہ باعتبار المآل الذبح دون غیرہ غالبا و لکن تفسیر لفظ الاھلال وترجمتہ ومعناہ باعتبار وضع اللغۃ واستعمال الشرع و العرف ھو رفع الصوت مطلقا کما افادہ بقولہ ای رفع بہ الصوت للصنم فیتناول الاھلال قبل الذبح وعندہ ولھذا لم یبین کونہ فی تفسیر ھذہ الآیۃ قیدا عند ذبحہ وعلی طبق ھذا ذکر فی تفسیر سورۃ المائدۃ وما اھل لغیر اللہ بہ ای رفع بہ الصوت لغیر اللہ وھو قولھم باسم اللات والعزی عند ذبحہ انتہی فاورد تفسیر لفظ ما اھل لغیر اللہ بہ ای رفع الصوت بہ لغیر اللہ الی ھھنا تم تفسیرہ ثم اورد ھذہ العبارۃ وھو قولھم باسم اللات والعزی عند ذبحہ بیانا للمورد اشعارا لجری عادۃ اھل الجاھلیۃ بانھم یذبحون باسم اللات والعزی ولا یرفعون اصواتھم لغیر اللہ تعالی الا عند ذبحہ وھذا ذکر عادتھم غالبا وذکر فی سورۃ الانعام او فسقا اھل لغیر اللہ بہ منصوبۃ الحل صفۃ لفسقا ای رفع الصوت علی ذبحہ باسم غیر اللہ وسمی الفسق لتوغلہ فی باب الفسق انتہی فذکر لفظۃ علی ذبحہ ھھنا فی ذلک التفسیر بیانا للمورد واشعارا لجری عادتھم والشاھد علی ھذا الاطلاق اللغۃ والشرع والعرف وذکر ھذا اللفظ فی موضع دون موضع من التفاسیر مع انہ قد تقرر فی اصول الحنفیۃ قاطبۃ ان التقیید لا یکون علی طریق

---

اب تفاسیر کا اقتباس دیکھیں تفسیر مدارک، تفسیر زاہدی، کشاف، بیضاوی، تفسیر حسینی، تفسیر الحداد، تفسیر عبد الصمد، تفسیر جامع البیان وغیرہ میں آیت "وما اھل بہ لغیر اللہ" (جو اللہ کے نام کے سوا پکارا جائے) لکھا ہے کہ اھلال کا معنی ہے آواز بلند کرنا اور پہلی رات کے چاند کو بھی ہلال کہتے ہیں، کیونکہ اس کے دیکھنے پر لوگ اپنی آوازیں ایک دوسرے کو دکھانے کے لئے بلند کرتے ہیں اور پھر یہ عام ہے، خواہ کسی جانور کے ذبح کرنے کے وقت کسی اور کا نام لیا جائے، یا خدا کے ساتھ کسی اور کا نام بطور عطف لیا جائے یا ذبح کرنے سے پہلے لیا جائے، اور ذبح کرتے وقت صرف اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے، ان تمام صورتوں میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



المفہوم المخالف کان المطلق یجری علی اطلاقہ والمقید علی تقییدہ فلا ینافی احدھما للاخر کما بین فی کتب اصول الحنفیۃ وفرع علیہا احکام کثیرۃ من الخلافیات بین الحنفیۃ وغیرھم وھکذا فی التفسیر الزاھدی فی المواضع المذکورۃ وذکر فیہ فی سورۃ البقرۃ وما اھل بہ لغیر اللہ ای وما ذبح لغیر اللہ ورفع الصوت ولھذا سمی الھلال ھلالا لرفع الناس اصواتھم عند رؤیتہ انتہی فافاد[1] عطف العام علی الخاص ھھنا علی المقصود العام وذکر الخاص انما ھو للتمثیل وبیان المورد وجری العادۃ لھم وفی تفسیر الکشاف فی سورۃ البقرۃ وما اھل بہ لغیر اللہ ای رفع بہ الصوت للصنم وذلک قول اھل الجاھلیۃ باسم اللات والعزی ففیہ ایضا الاطلاق وفی التفسیر البیضاوی فی سورۃ البقرۃ وما اھل بہ لغیر اللہ ای رفع بہ الصوت عند ذبحہ للصنم والاھلال اصلہ رؤیۃ الھلال یقال اھل الھلال واھللتہ لکن لما جرت العادۃ ان یرفع الصوت بالتکبیر اذا رئی سمی ذلک اھلالا ثم قیل لرفع الصوت وان کان لغیرہ انتہی۔ ففی ھذا التقریر ان ذکر لفظ عند ذبحہ للصنم لکن افاد ان معنی الاھلال وترجمتہ فی اللغۃ والاستعمال انما ھو رفع الصوت مطلقا سواء کان عند الذبح او قبلہ او بعدہ کما یشعر بہ اخر عبارتہ ثم قیل لرفع الصوت الخ ولھذا قال القاضی البیضاوی فی تفسیر سورۃ المائدۃ تحت ھذہ الآیۃ وما اھل لغیر اللہ بہ ای ما رفع الصوت لغیر اللہ بہ کقولھم باسم اللات والعزی عند ذبحہ انتہی قولہ فاورد تفسیر الاھلال مطلقا عن قید عند ذبحہ وذکرہ بطریق التمثیل وبیان المورد فقال کقولھم باسم اللات والعزی عند ذبحہ بحرف التمثیل ای الکاف ولا ینفی

---

ذبح کرنے والا کافر ہو جائے گا اور ذبیحہ کا حکم مرتد کے ذبیحہ کا ہوگا اور یہ جو بعض مفسرین نے ذبح کرنے کے وقت غیر اللہ کے نام کی قید لگائی ہے یہ محض عرب کے بت پرستوں کی عادت کی بنا پر اس کا تذکرہ کیا ہے کیونکہ وہ لوگ جس کے نام پر جانور نذر کرتے تھے اسی کے نام پر اسے ذبح بھی کرتے تھے گویا وہ مشرک اپنے شرک میں مخلص تھے اور لگی لپٹی بغیر جھوٹ میں ہوتا تھا اسی کا زبان سے اظہار کرتے تھے اور آج کل کے لوگ دل میں غیر اللہ کی نذر رکھتے ہیں اور منہ سے ذبح کے وقت نام خدا لیتے ہیں۔

---

(۱) ای فی الزاھدی ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



علی المحصلین والعلماء الماهرین مقصود التمثیل کما یقال الفاعل مرفوع کقوله تعالی واذ قال ربك وهكذا فی سائر التمثیلات وعلی هذا یقال لضرب زید عمرا الی غیر ذلك ففی ای تفسیر ذکر لفظ عند ذبحه فی تفسیر هذه الآیة کما فی البیضاوی والمدارك والحسینی وغیرها انما هو بیان للمورد واشعار الجری عادة اهل الجاهلیة کما افاد به صاحب تفسیر الحداد وعبد الصمد اما تفسیر الحداد ففی سورة المائدة منه تحت قوله تعالی حرمت علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما اهل لغیر الله به الآیة قوله وما اهل لغیر الله به ای حرم علیکم ما ذکر علیه عند الذبح اسم غیر الله وذلك لانهم کانوا یذبحون لاصنامهم[1] یتقربون بذبحها فحرم الله تعالی کل ذبیحة یتقرب بذبحها الی غیر الله تعالی ولذلك قال الفقهاء ان الذابح لو سمی النبی مع الله تعالی فقال بسم الله ومحمد حرمت الذبیحة الی آخر ما قال اما تفسیر عبد الصمد فعبارته هكذا وذکر الامام ابو عاصم العامری محمد بن احمد عن اصحابنا ان سلطانا لو دخل بلدا فذبح الناس الذبائح تقربا الیه بذبحها واراقة دمها لم یحل تناول شیء منها لانه قد اهل بها لغیر الله ویتقرب بذبحها الی غیره وکان یفرق بین هذا وبین ما یذبحه الرجل لضیفه معنی ان صاحب الضیف انما یتقرب الی ضیفه باللحم دون اراقة الدم الا تری انه لو ذبح شاة باسمه وبسببه ولم یتقربها الیه لم یکن متقربا الیه فاما ما یذبح لاجل الامراء عند دخولهم البلاد انما یتقربون الیهم بالذبح واراقة الدم دون اللحم فان اللحم لا یحمل ولا یرجع الیهم شیء من منافعه فلذلك افترقا وکان یحکی عن بعض المشائخ ان هذه المسئلة وقعت ببعض بلاد ما وراء النهر فاختلف

بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب مہمان کے لئے کوئی جانور ذبح کیا جاتا ہے تو اس پر بھی غیر خدا کا نام بلند ہو جاتا ہے وہ کیوں حرام نہیں ہوتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں مہمان کی ضیافت کے لئے گوشت مہیا کرنا مقصود ہوتا ہے، نہ تو ذبح کے وقت مہمان کا نام لیا جاتا ہے، نہ اس کا تقرب مقصود ہوتا ہے، اور نذر لغیر اللہ میں گوشت مہیا کرنا مقصود نہیں ہوتا، بلکہ اس کے لئے ایک جان قربان کرنا مقصود ہوتا ہے اور اس کا تقرب مدنظر ہوتا ہے اور یہ کھلا ہوا فرق ہے، یہی وجہ ہے کہ مہمان کے لئے ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے اور یہ حرام واللہ اعلم

(۱) بدلالة اللام بالاختصاص او التملیك ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بہا فقہاؤھا فکتبوا الی ائمۃ بخارا فافتوا بتحریمہا انتہی فالتقدیر الاول یعنی الحداد یفید ان الاھلال لغیر اللہ حرام مطلقا سواء کان عند الذبح او قبلہ وان مدار علۃ الحرمۃ علی التقرب الی غیر اللہ تعالی وانما ذکر لفظ عند ذبحہ اشعارا لمورد النزول وجری العادۃ لھم یدل علیہ قولہ فحرم اللہ تعالی کل ذبیحۃ وتفسیر عبد الصمد یفید ھذین الامرین المذکورین افادۃ تامۃ جدا علی انہ ذکر وجہ الفرق بین ما ذبح لاجل التقرب الی غیر اللہ تعالی فیحرم وبین ما لم یکن کذلک فلا یحرم وفی التفسیر الکبیر للامام الرازی والنیشاپوری للعلامۃ نظام الدین تحت قولہ تعالی وما اھل بہ لغیر اللہ من سورۃ البقرۃ قال العلماء لو ان مسلما ذبح ذبیحۃ وقصد بذبحہا التقرب الی غیر اللہ صار مرتدا وذبیحتہ ذبیحۃ مرتد انتہی ما فیہما مختصرا وھکذا فی تفسیر جامع البیان واذا کان حال التفاسیر المذکورۃ المعتبرۃ علی ھذا النمط وعلی ذلک النھج فکیف یصح قول المخالفین فھذہ التفاسیر صریحۃ فی ان المراد بذکر اسم اللہ تعالی وغیرہ وقت الذبح یدل علیہ قولہ عند ذبحہا بل ھذہ التفاسیر صریحۃ فیما قلنا فانصف من المتدین المنصف بامعان النظر ودقۃ الفکر ان یعلم الی ای الحق والی ای الباطل وھذا ما استفید من خلاصۃ افادات جامع المشتات والبرکات شاہ عبد العزیز وغیرہ من اھل التمیز رحمہم اللہ تعالی امین۔

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو کھانا اولیاء اللہ کی قبروں پر لے جاکر خواہ ایک یا دس یا بیس مساکین کو کھلاوے اور مساکین وہاں پر موجود نہ ہوں یعنی وہاں نہیں رہتے ہیں محض اس غرض سے دوسری جگہ سے مساکین کو طلب کر کے قبور مذکورہ پر کھانا کھلانا کہ ازدیاد ثواب کا موجب ہوگا درست ہے یا نہیں اگر منع ہے تو کہاں تک بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ اولیاء اللہ کی قبروں پر کھانا لے جانا اور مساکین کو دوسری جگہ سے بلا کر غرض مذکور سے وہاں کھانا کھلانا کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں اور جب یہ ثابت

(۱) ای الاھلال حرام مطلقا مدار الحرمۃ علی التقرب الی غیر اللہ تعالی ۲۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نہیں تو اس سے ثواب ہی کی امید نہیں ہے، چہ جائے کہ زیادہ ثواب ہو اس بے اصل اور محدث بات سے احتراز لازم ہے، واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ عبدالرحیم اعظم گڈھی کوپوی

ربیع الاول ۱۳۱۷ھ

سید محمد نذیر حسین

**سوال:** ماقولہم رحمہم اللہ در صورتے کہ کسے جاندارے را برائے تقرب لغیر اللہ ذبح سازد و عند الذبح تسمیہ ہم گوید آن جاندار بہ سبب ذکر تسمیہ حلال می شود یا بہ سبب تعظیم و تقرب لغیر اللہ حرام می شود، بینوا توجروا۔

**الجواب:** ذبیحہ کہ تقرباً و تعظیماً لغیر اللہ ذبح کردہ شود حرام گردد و ذکر تسمیہ برخلاف نیت مفید نیست، بلکہ این چنین ذابح را اکثر علماء نسبت بکفر کردہ اند چنانچہ در تفسیر نیشاپوری مذکور است اجمع العلماء لو ان مسلما ذبح ذبیحۃ وقصد بذبحہا التقرب الی غیر اللہ صار مرتدا وذبیحتہ ذبیحۃ مرتد انتہی، لیکن اگر کسے جاندارے را برائے ذبح لغیر اللہ مقرر سازد و عند الذبح قصد تقرب بغیر خدا از دل دور کند و خالصۃً للہ آنرا ذبح سازد آرے الآن نیت سابقہ حکم عدم و بطلان خواہد گرفت و ذبیحہ بے شک حلال خواہد شد زیرا کہ درین باب معتبر وقت ذبح نیت است و لہذا اکثر مفسرین در تفسیر وما اہل لغیر اللہ بہ قید عند الذبح بیان کردہ اند فقال فی الدر المختار لو ذبح بقدوم الامیر ونحوہ کواحد من العظماء یحرم لانہ اہل علیہا بہ لغیر اللہ ولو ذکر اسم اللہ تعالی وایضا ہکذا فی جامع الرموز وقرۃ الانظار وہدایۃ المبتدی والاشباہ وغیرہما۔

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| سید محمد نذیر حسین | محمد صدر الدین صدر الصدور | محمد قطب الدین | سید محبوب علی جعفری | ہو عبد الخالق | |
| محمد مخصوص اللہ | محمد بن بارک اللہ | فقیر غلام العلی خادم شرع جلی | محمد حسین بٹالوی | مملوک علی عفی عنہ | |

سوال: اگر کوئی آدمی خدا کا نام لے کر جانور ذبح کرے، اور مقصود غیر اللہ کی تعظیم ہو، تو اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: جو ذبیحہ غیر اللہ کی تعظیم کے لئے ذبح کیا جائے وہ حرام ہو جاتا ہے، اور نیت کے برخلاف خدا کا نام لینے سے حلال نہیں ہوتا، بلکہ ایسے ذبح کرنے والے کو اکثر علماء نے کافر کہا ہے، چنانچہ تفسیر نیشاپوری میں مذکور ہے علماء کا اتفاق ہے کہ اگر کوئی مسلمان کوئی جانور ذبح کرے اور اس سے مقصود غیر اللہ کی تعظیم اور تقرب ہو، تو وہ آدمی مرتد ہو جائے گا، اور یہ ذبیحہ مرتد کا ذبیحہ ہوگا، ہاں اگر پہلے نیت غیر اللہ کی تھی، اور بعد میں توبہ کر کے نیت اللہ کے تقرب کی کر لی، اور خدا کا نام لے کر ذبح کیا، تو یہ جانور حلال ہوگا، کیونکہ پہلی نیت معدوم ہو گئی، اور ذبح کرنے کے وقت نیت صحیح ہو چکی تھی، اور معتبر نیت ذبح کرنے کے وقت کی ہے، یہی وجہ ہے کہ بہت سے مفسرین نے عند الذبح کی قید لگائی ہے، درمختار میں ہے اگر امیر یا کسی بڑے آدمی کے آنے پر جانور ذبح کرے تو وہ حرام ہو جائے گا، کیونکہ وہ غیر اللہ کے نام پر پکارا گیا ہے، اگرچہ ذبح کرتے وقت اس پر اللہ کا نام لے، دوسری کتابوں میں بھی اسی طرح ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# کتاب الفرائض والوصایا

**سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت مرگئی، اس نے وارث ذیل چھوڑے، ایک مادر، ایک دختر نابالغہ قریب پانچ سال کی، ایک شوہر دو برادر حقیقی، دو ہمشیرہ، اس میں ترکہ مرحومہ میں سے شرعی کون کون وارث اور کس قدر سہام ہوں گے، اور دختر نابالغہ کا ولی کون ہے، پدر یا نانی، دختر مذکورہ کے حصہ ترکہ کا مال کس کے پاس رکھا جاوے گا، باپ، یا نانی، یا اس کی دادی کے پاس، اور اس کی پرورش، نان ونفقہ کا خرچ کس کے ذمہ ہوگا، بینوا توجروا۔

**الجواب:** بعد تقدیم ما تقدم علی الارث ورفع موانع ترکہ مرحومہ بہتر ۷۲ سہام پر تقسیم ہوکر ازان جملہ اٹھارہ سہام اس کے شوہر کو اور چھتیس سہام اس کی دختر کو، اور بارہ سہام اس کی مادر کو، اور دو، دو سہام اس کے ہر ایک برادر کو، اور ایک ایک سہم اس کی ہر ایک ہمشیرہ کو ملیں گے۔ صورۃ المسئلۃ ھکذا:۔

مسئلہ ۱۲ ۷۲

میت

| زوج | بنت | ام | اخ | اخ | اخت | اخت |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱۸ | ۳۶ | ۱۲ | ۲ | ۲ | ۱ | ۱ |

دختر نابالغہ کی ولایت باپ کو ہے، اور اس کے حصہ کا مال باپ کے پاس رکھا جاوے بشرطیکہ وہ امین ومحافظ تام ہو، وگرنہ جہاں حفاظت تامہ ہو، وہاں اس کا حصہ امانت رکھا جاوے، رد المحتار میں ہے۔ الولی[1] فیہ الاب ووصیہ والجد ووصیہ والقاضی ونائبہ انتہی، اور دختر مذکورہ کی حضانت وپرورش کا حق نانی کو ہے، ہدایہ میں ہے۔ فان[2] لم تکن ام فام الام اولی من ام الاب وان بعدت انتہی۔ اور اس کی پرورش ونان و

---

[1] اس میں ولی اور وصی باپ ہے، اور اس کے بعد دادا ولی ووصی ہے، اور اس کے بعد قاضی اس کا نائب ہے۔

[2] اگر ماں نہ ہو، تو دادی سے نانی زیادہ حقدار ہے، اگرچہ اوپر کی نانی ہو ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نفقہ کا خرچ اس کے حصہ میں سے ہونا چاہیئے فتاوی عالمگیری میں ہے۔ نفقۃ الفطام اذا کان لہ مال فی مالہ ھکذا فی المحیط انتہی۔ واللہ اعلم بالصواب

حررہ السید ابوالحسن عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**، کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، کہ زید نے کسی شہر میں بغرض تجارت کارخانہ قائم کیا، اور لین دین کا معاملہ جاری کیا، بمشیت ایزدی کچھ عرصہ کے بعد کارخانہ مذکور آتشزدگی کی وجہ سے درہم برہم ہوگیا، زید کو خیال ہوا، کہ لوگوں کا جو کچھ قرض اپنے ذمہ واجب ہے، اس کو جس طرح ممکن ہو ادا کیا جاوے، چنانچہ اس نے کوشش و جستجو کر کے انتظام کیا، لیکن کل روپیہ کا بندوبست نہ ہوسکا، بلکہ فی روپیہ بارہ آنے کے حساب سے ادا کیا گیا، قرضخواہوں نے بخیال خدا ترسی و ترحم بخوشی اس کو منظور کیا، اور باقی قرض کو صاف طور پر معاف کر دیا، اور اس کے متعلق تحریر بھی ہوگئی، مگر زید کی یہ تمنا رہی، کہ جس طرح ممکن ہو بقیہ قرض بھی ادا کیا جائے، اور معافی کی نوبت نہ پہنچائی جائے، اس کے بعد زید نے کچھ روپیہ فراہم کر کے پھر تجارت کا سلسلہ جاری کرنا چاہا، اور عمرو کو اپنا شریک قرار دے کر کل روپیہ اس کے حوالے کر دیا، چند روز کے بعد زید کا انتقال ہوگیا، اور روپیہ سب عمرو کے پاس رہا، اب وارثان زید عمرو سے وہ روپیہ طلب کرتے ہیں، عمرو کہتا ہے، کہ زید نے مجھے بقیہ قرض ادا کرنے کی وصیت کی ہے، اس لئے میں تم کو روپیہ نہیں دے سکتا، مگر وہ نہ قرض دیتا ہے اور نہ وارثان زید کے حوالے کرتا ہے، اور نہ وصیت کا کوئی ثبوت پیش کرتا ہے، پس اس حالت میں ورثہ کو مال زید کا استحقاق ہے یا نہیں، اور وصیت کس طور پر جاری ہو سکتی ہے، بینوا توجروا۔

**الجواب**، یہ امر ظاہر ہے، کہ جب قرض باقی ماندہ بطیب خاطر زید کو معاف کر دیا، تو زید عند اللہ و عند الناس بری الذمہ اور سبکدوش ہوگیا، جیسا کہ دلائل شرعیہ سے ظاہر ہے، اور جملہ علماء و فقہا کا اس پر اتفاق ہے، بیان و تفصیل کی ضرورت نہیں، اس حالت میں زید کا اس کے ادا کی جانب متوجہ ہونا بطور تبرع و تطوع ہوگا نہ بلحاظ ادائے واجب اور وصیت تھی صورت مسئولہ میں ثلث مال سے زاید پر جاری نہیں ہو سکتی، پس مناسب ہے کہ ثلث وصیت کے لحاظ سے عمرو کے حوالہ کیا جاوے، اور باقی مال وارث کو دیا جاوے اگر عمرو ورثہ کے دینے سے پہلو تہی کرتا ہے، تو سخت مجرم اور ظالم ہے، قال اللہ تعالیٰ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ان اللہ یأمرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا۔ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آیۃ المنافق ثلاث اذا حدث کذب واذا وعد اخلف واذا اؤتمن خان او کما قال واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ حررہ الراجی رحمۃ ربہ الغفار محمد عبد الجبار رحمہ اللہ من عبادہ الابرار والاخیار۔ صح الجواب:۔ محمد عثمان

الجواب صحیح:۔ محمد یعقوب الجیب مصیب:۔ احمد حسن یوسف عفی عنہ

جواب صحیح ہے، مگر یہ وصیت اسی وقت جاری ہو سکتی ہے، جب کہ اس وصیت کا ثبوت معتبر گواہوں سے ہو، ورنہ کل متروکہ کے مستحق زید کے ورثہ ہیں، واللہ اعلم بالصواب

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید متوفی کے بڑے لڑکے نے اپنے چھوٹے حقیقی بھائیوں کے روبرو زید کے انتقال سے اٹھارہ برس پیچھے بیان کیا، کہ مکانات وچاہ واراضی وباغ وتنخواہ متروکہ کا زید نے مجھ کو مختار کیا، اور یہ کہا، کہ اس لفظ سے مراد متوفی کی وصیت ہے یعنی متوفی نے ان چیزوں کی میرے لئے خاص وصیت کی ہے، چھوٹے بھائی کہتے ہیں، کہ یہ وصیت نہیں ہے بلکہ لفظ مختاری سے مراد کارکنی وکارپردازی ہے، پس لفظ مختار وصیت ہو سکتا ہے یا نہیں یا کارپردازی وکارکنی پر فقط مبنی ہوگا۔

**الجواب**:۔ ہو الموفق للحق والصواب، متوفی کا بڑے بیٹے کی نسبت یہ کہنا، کہ تو فلاں فلاں چیز کا مختار ہے، وصیت نہیں ہے۔ فی تنویر الابصار ومرکنہا قولہ اوصیت ھکذا الفلان ویجری مجراہ من الالفاظ المستعملۃ فیھا انتہی۔ یعنے وصیت کا انعقاد لفظ وصیت سے اور ان الفاظ سے ہوتا ہے، جو وصیت کے معنی میں مستعمل ہیں، اور لفظ مختار کا استعمال وصیت کے معنی میں نہ اردو زبان میں ہے، نہ عربی زبان میں اور متوفی کا یہ کلام اردو زبان میں تھا، لہذا لفظ مختار سے وصیت منعقد نہیں ہو سکتی۔ ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب۔ کتبہ محمد اسحق عفا عنہ الخلاق۔

سید محمد نذیر حسین

---

لہ اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتے ہیں، کہ امانتیں ان کے مالکوں کے سپرد کرو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق کی تین نشانیاں، جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، وعدہ کرتا ہے تو خلاف کرتا ہے، اور امانت میں خیانت کرتا ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے انتقال کے بعد زید کے چھوٹے لڑکوں نے بڑے لڑکے کو متروکہ پدری کا منتظم قرار دیا، اب اگر بڑا لڑکا یہ کہے، کہ میرے عرصہ کثیر کے قبضہ ہونے کے سبب ترکہ کی تقسیم کو تمادی عارض ہے اور تقسیم نہیں ہو سکتا میں مالک ہوں، تو کیا شرعاً وہ مالک ہو سکتا ہے، اور تقسیم ترکہ کی کوئی میعاد تیس تیئیس برس رکھی گئی ہے، یا نہیں بینوا توجروا

**الجواب**:۔ ہوالموفق ملحق والصواب، عرصہ کثیر تک کسی کے ترکہ پر قابض رہنا اور ترکہ کا مدت مدید تک تقسیم نہ ہونا مبطل جواز تقسیم ترکہ نہیں، اور نہ رافع حق ارث ہے، ترکہ پر مدت مدید تک قابض رہنا اسباب ملک سے نہیں ہے، کہ قابض مالک ہو جائے، اور ترکہ کی تقسیم جائز نہ ہو، شرع میں تقسیم ترکہ کے لئے کوئی مدت مقرر نہیں ہے، کہ اس مدت کے گذرنے سے پہلے تو تقسیم جائز ہو، اور اس کے گذرنے کے بعد جائز نہ ہو، امتداد مدت حق ثابت کی رافع نہیں ہے فقط۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد اسحٰق عفا عنہ الخلاق یوم التلاق۔

بے شک جب تک حق دار اپنا حق ساقط نہ کرے، اس وقت تک اس کا حق ساقط نہیں ہوتا ہے، اگرچہ مدت مدید گذر گئی ہو۔ وھذا قول ابی حنیفۃ وھو ظاھر المذھب وعلیہ الفتوی ان الحق متی ثبت واستقر لا یسقط الا باسقاطہ وھو التصریح بلسانہ کما فی سائر الحقوق انتھی ما فی الھدایۃ الحق لا یسقط بتقادم الزمان قذفا او قصاصا او لعانا او حق العبد کذا فی لعان الجوھرۃ کذا فی الاشباہ والنظائر فی کتاب القضاء۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ السید محمد ابوالحسن عفی عنہ۔ جمادی الاولی ۱۳۱۶ھ سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے جس کا مذہب اہل سنت والجماعت تھا وفات پائی، اور قرابت داران مندرجہ ذیل چھوڑے، مال وتین بہنیں حقیقی ویک برادر علاتی وچار بہنیں علاتی ویک

---

لہ ابوحنیفہ کے قول کی وجہ اور یہی ظاہر مذہب ہے، اور اسی پر فتوے ہے کہ حق جب ثابت ہو جائے، تو وہ صرف حقدار کے ساقط کرنے ہی سے ساقط ہو سکتا ہے، کہ وہ صراحۃ زبان سے بول کر حق ساقط کرے، حق زیادہ مدت گذر جانے کی وجہ سے ساقط نہیں ہوتا، قذف ہو یا قصاص یا لعان یا حقوق العباد ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بہن اخیافی پس متروکہ زید کا از روئے شرع شریف فرقہ اہل سنت والجماعت کے کیونکر تقسیم ہوگا و قرابت مندان متذکرہ صدر میں سے کون کون قرابت مند مستحق پانے ترکہ متوفی مذکور کے ہے، اور کس قدر، اور اگر کوئی قرابت مند مجملہ قرابت مندان متذکرہ صدر مستحق پانے ترکہ کا شرعاً نہ ہو تو وجہ عدم استحقاق اس کے کی بیان فرماویں، اور اگر بہن اخیافی صحیح النسب نہ ہو بلکہ نطفہ سے ایک کافر کے بلا نکاح شرعی تولد ہوئی ہو، اور ولادت اس کی ماقبل تزویج مادر اس کی ساتھ پدر متوفی کے وقوع میں آئی ہو تو ایسی حالت میں بہن اخیافی مذکور کو استحقاق وراثت و پانے ترکہ کا حاصل ہے یا نہیں، اور اگر ہے تو اگر اس کا بھائی و بہن علاتی پر متوفی کے کسی قسم کا مترتب ہے یا نہیں، اور اگر ہے تو کیا ہے، اور اگر بہن اخیافی بوجہ متذکرہ بالا مستحق پانے ترکہ کی نہ ہو تو اس حالت میں بھائی و بہن علاتی مستحق پانے ترکہ کے ہوں گے یا نہیں، اور اگر ہوں تو کس قدر ہوں گے بینوا توجروا۔

**الجواب**: صورت مرقومہ میں بعد ادائے دیون وغیرہ کے ترکہ زید کا اٹھارہ سہام پر منقسم ہوگا، من جملہ اس کے تین سہام ام کو اور چار چار سہام ہر ایک بہن حقیقی کو اور تین سہام برادر علاتی کو دیئے جاویں گے، اور بہن اخیافی چونکہ ولد الزنا ہے، اس لئے صلاحیت ترکہ پانے کی نہیں رکھتی، قرآن میں اللہ تعالے نے صحیح الانساب کا ذکر کیا ہے، ولد الزنا کا حال مذکور نہیں ہے سبب استحقاق ارث کا تین ہوتے ہیں، رحم یا نکاح صحیح یا موالات، چنانچہ اسی لئے اجماع ہے، کہ نکاح فاسد و باطل سے توارث نہیں ہوگا، ویستحق الکلالۃ احد ثلاثۃ برحم و نکاح صحیح و موالاۃ فلا توارث بفاسد و باطل اجماعا الخ کذا فی تنویر الابصار والدر المختار و حواشیہ، پس بہن اخیافی بوجہ ولد الزنا ہونے کے مستحق پانے ترکہ کی نہ ہوگی، واللہ اعلم بالصواب، حررہ السید عبد الحفیظ عفی عنہ

صورت مسئولہ میں بوجہ موجود ہونے علاتی برادر کے علاتی بہنیں بھی مستحق میراث ہیں پس بعد تقدیم ماتقدم علی الارث و رفع موانع ترکہ زید متوفی کا چھتیس سہام پر تقسیم ہو کر ازاں جملہ چھ سہام ماں کو، اور آٹھ آٹھ سہام ہر ایک بہن حقیقی کو اور دو سہام برادر علاتی کو اور ایک ایک سہم ہر ایک علاتی بہن کو ملے گا، واللہ تعالے اعلم بالصواب

حررہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری، عفا اللہ عنہ

السید محمد نذیر حسین

سلہ وراثت کے حقدار تین طرح کے آدمی ہیں یا رحم یا نکاح صحیح یا موالات والے اور نکاح فاسد یا باطل سے وراثت نہیں ہوتی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**سوال**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت مسماۃ امیر النساء زوجہ حسین بخش کی بعد وفات اپنے شوہر کے مسماۃ امیر النساء اپنے دین مہر میں جائداد شوہری پر قابض اور مالک ہوئی، بروقت انتقال حسین بخش دو دختران مسماۃ پیاری بیگم اور دوسری مسماۃ عمدہ بیگم زندہ موجود تھیں، بعد ازاں مسماۃ عمدہ بیگم بحیات اپنی والدہ مسماۃ امیر النساء کے ایک لڑکا مسمی نثار احمد چھوڑ کر فوت ہوگئی، اور مسماۃ پیاری بیگم اب تک زندہ موجود ہے، مسماۃ امیر النساء نے اپنی جائداد کو جس پر قابض اور مالک ہوئی تھی، نصف اپنے نواسہ نثار احمد کے نام بیکوراہبہ بثمن یعنے بعوض مبلغ ایک ہزار روپیہ کے بیع صاف کر کے روپیہ جائداد کو بوجہ خدمات و محبت قلبی کے معاف اور بخش دیا، اور اسی طرح باقی نصف جائداد کو مسماۃ پیاری بیگم کے نام جو اب زندہ ہے ہبہ بثمن کر کے بخش دیا ہے، غرضکہ مسماۃ امیر النساء نے ہر دو دستاویزات تحریر و مکمل کرا دیئے، اور قبضہ جائداد پر ہر دو فریق کا کرا دیا، پھر مسماۃ امیر النساء نے ترغیب مسماۃ پیاری بیگم کے ساڑھے سات سال کے بعد اس جائداد کو واپس لینے کی نیت سے جو کہ اپنے نواسہ نثار احمد کے نام کی تھی مقدمہ دائر عدالت عملداری سرکار بادشاہ وقت کے پیش کر کے کاغذ کی منسوخی کا دعوے کیا، دوران مقدمہ میں اب مسماۃ امیر النساء کا انتقال ہوگیا، اور ایک دختر مسماۃ پیاری بیگم مذکورہ و سہ برادر یعنی تایا کے بیٹے میاں فضل حسین و محمد حسین و عمر دراز زندہ مسماۃ امیر النساء نے وارث چھوڑے، اب بخدمت علمائے دین التماس ہے کہ بموجب شرع کے کچھ حق و حصہ اس جائداد میں جو مسماۃ امیر النساء نے اپنے نواسہ نثار احمد کو بہبہ بثمن کی تھی، مسماۃ پیاری بیگم اور دیگر وارثان کو پہنچتا ہے یا نہیں، اور اگر پہنچتا ہے تو کس کس قدر پہنچتا ہے، اور نیز اب مسماۃ پیاری بیگم بجائے مسماۃ امیر النساء بیگم مرحومہ کے وارث مستحق واپس لینے جائداد مذکورہ متنازعہ کی ہو سکتی ہے یا نہیں، فقط۔

**الجواب**: چونکہ ملک نثار احمد کی اس میں تام ہوگئی ہے، اب اس میں مسماۃ امیر النساء کا رجوع کرنا نادرست ہے، اب وہ مملوکہ نثار احمد کا منجملہ ترکہ مسماۃ امیر النساء شمار نہ ہوگا، اور وارثان امیر النساء کو اس میں سے کچھ نہ ملے گا، بلکہ میراث اسی میں جاری ہوگی جو اس مملوکہ نثار احمد کے سوا ہے، فقط واللہ اعلم بالصواب

بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الجواب صحیح وھکذا فی تنویر الابصار فلو[1] وھبہ لذی رحم منہ لا یرجع ملخصا

کتبہ محمد یحیی عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک دختر نابالغہ بعمر دس سال کا عقد نکاح اس کے پدر نے بمہر مبلغ پانسو روپیہ کے ایک شخص کے ساتھ کیا تھا اور وداع بھی اس کے پدر نے کر دیا تھا، وہ اپنے شوہر کے گھر چلی گئی، اور بعد میں دختر نابالغہ موصوفہ اپنے والدین کے گھر میں آ کے جل کر فوت ہوگئی، دختر متوفیہ آٹھ یا نو ماہ عقد نکاح میں رہی، اور دختر متوفیہ کے والدین اور شوہر موجود ہیں، اب جو کہ زر مہر اس کا اور قسم جہیز وچڑھاوا وغیرہ متوفیہ کا کیونکر حسب شرع شریف تقسیم ہونا چاہیئے، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ بعد تقدیم ما تقدم علی الارث ورفع موانع کل ترکہ یعنی جہیز وچڑھاوا وکل مہر دختر مذکورہ متوفیہ کا چھ سہام پر منقسم ہو کر ازاں جملہ تین سہام اس کے شوہر کو، اور ایک سہم اس کی والدہ کو، اور دو سہام اس کے والد کو پہنچیں گے، واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔

حررہ السید محمد ابو الحسن۔

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت مسماۃ ہندہ کی جائداد غیر منقولہ مکان ودکانیں تھیں، ہندہ نے دکانیں برضا ورغبت خود بحالت صحت وتندرستی دکانیں زر خرید خود اپنے خویش کو دے دیں، اور عہد نامہ یا ضابطہ رجسٹری کرا کر قبضہ دکانوں کا نے انفور کرا دیا، اب موہوب لہ دکانوں پر مالکانہ قابض ہوگیا، ایک سال کے بعد ہندہ بعارضہ فالج بیمار ہوگئی، اور تین سال اسی عارضہ میں مبتلا رہی، اور پھر فوت ہوگئی، اب اس نے دو بیٹیاں شکمی اور ایک بھائی چچازاد اور ایک بہن چچازادی اور ایک مکان متروکہ اپنا چھوڑا الحال ورثاء ہندہ کے خویش ہندہ سے یہ کہتے ہیں کہ جو دکانیں ہندہ نے ہبہ کی ہیں یہ دکانیں اور مکان ملا کر حصہ شرعی کر دو اور مالک دکانوں کا یعنی خویش ہندہ کہتا ہے، کہ مجھ کو ہندہ نے بحالت صحت وتندرستی اپنی رضا ورغبت سے یہ ہبہ کر کے قابض ومتصرف کرا دیا تھا، اب میں دکانیں نہیں دے سکتا، ورثاء ہندہ کے اس بات کو منظور نہیں کرتے، اور فیما بین تنازع واقع ہے، پس سوال یہ ہے، کہ ہندہ دکانیں جو اپنے خویش کو دے گئی تھی، ان میں سے کچھ حق ورثاء ہندہ کا پہنچتا ہے یا نہیں، اور دکانیں ہمراہ مکان متروکہ شامل ہو کر ورثاء ہندہ پر تقسیم ہونا چاہیئے

[1] ذی الارحام میں سے اگر کسی کو ہبہ کرے تو اس سے رجوع نہیں ہوگا ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یا کہ فقط مکان ورثاء ہندہ تقسیم کر سکتے ہیں، اور دکانیں متروکہ ہندہ کی متصور نہ ہوں گی، اور متروکہ ہندہ ورثاء میں کیونکر تقسیم ہونا چاہیئے بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ درصورتے کہ ہندہ نے دکانیں مذکورہ زر خرید خود اپنی عین حیات میں برضا و رغبت و بحالت صحت و تندرستی اپنے خویش یعنی داماد کو ہبہ کر دیں، اور ملک تام یعنی ہبہ نامہ باضابطہ رجسٹری کرا کر قبضہ و تصرف مالکانہ دلا دیا، اور موہوب لہ نے مذکورہ دکانوں پر دخل و قبضہ مالکانہ کر لیا، تو بلاشبہ دکانیں مذکورہ ملک واہب سے خارج ہو کر ملک موہوب لہ میں آگئیں، اب دعوے وارثان ہندہ کا بابت دکانوں کے باطل و نامسموع ہے، شرعاً، اور موت احد المتعاقدین مانع رجوع ہے شرعاً پس ہبہ مذکورہ قابل استرداد کے نہیں ہو سکتا و من موانع الرجوع فی الھبۃ موت احد العاقدین کذا فی تنویر الابصار۔ باقی رہا مکان مذکور اس میں دونوں بیٹیاں اور بھائی چچا زاد مستحق ہیں شرعاً، اور چچا زادی بہن ترکہ ہندہ سے محروم الارث ہے، کل مکان کے تین حصہ کر کے ان میں سے ایک ایک حصہ ہر ایک بیٹی کو بطور فرضیت کے، اور باقی رہا ایک حصہ وہ بھائی چچا زاد کو بطور عصوبت کے دینا چاہیئے، ھکذا فی کتب الفقہ والفرائض۔ حررہ السید محمد عبد السلام، ۱۷ ذیقعدہ سنہ ۱۳۱۶ھ

سید محمد عبد السلام غفر لہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ ہندہ بحالت مرگ بسلامت حواس زیور ملکیہ خود کہ از ثلث متروکہ دے کم است جدا ساختہ بحضور زوج و خواہرات خود بدست شخصے امین متدین داد و گفت کہ اگر حیات من مقدر است واپس گیرم ورنہ این را اللہ صرف کنید بعد دو روز آن موصیہ وفات یافت اکنوں زوج او از وصی ہندہ زیور طلب می کند وصی گوید کہ وصیت را جائز ندارم واگر للہ صرف کردنیست من مسکینم مرا بدہ، پس امر ضروری الاستفسار این کہ این وصیت را جاری نمودن ضروری

---

لہ ہبہ میں رجوع کے موانعات میں سے عاقدین میں سے ایک کی موت بھی ہے ۱۲

سوال:۔ ہندہ نے بحالت موت بسلامتی ہوش و حواس اپنے خاوند و بہنوں کے روبرو اپنا ملکیتی زیور جو اس کے زکوٰۃ کی تہائی سے کم ہے، ایک متدین و امین آدمی کے سپرد کیا، اور کہا کہ اگر خدا نے میری زندگی رکھی تو لے لوں گی یا مر گئی، تو اسے خدا کی راہ میں خرچ کر دینا، دو روز کے بعد ہندہ فوت ہو گئی، اب اس کا خاوند زیور طلب کرتا ہے اور کہتا ہے، کہ میں اس کی وصیت کو جائز نہیں سمجھتا، اور اگر اسے خرچ کرنا ہی ہے، تو مجھے دے دو، میں خود غریب ہوں، سوال یہ ہے کہ اس وصیت کو پورا کرنا ضروری ہے یا نہیں، اور تعیین مصارف وصی کے اختیار میں ہے یا نہیں؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



است یا نہ، اگر ضروری است پس تعیین مصارف باختیار وصی است یا نہ، بینوا توجروا۔

**الجواب:** انفاذ وصیت باتفاق محدثین وفقہاء واجب است، مادام کہ بحد ضرار نرسد، وزائد از ثلث مال نبود۔ قال اللہ تعالیٰ فمن بدلہ بعد ما سمعہ فانما اثمہ علی الذین یبدلونہ ان اللہ سمیع علیم۔ در تفسیر خازن وغیرہ است بدلہ ای غیر الوصیۃ من الاولیاء والاوصیاء بعد سمعہ ای الموصی وتحققہ فانما اثمہ ای اثم ذلک التبدیل لا یعود الا علی المبدل قال وذلک التغییر اما فی الکتابۃ او فی قسمۃ الحقوق او الشہود بان یکتموا الشہادۃ او یغیروھا الخ ومعلوم است کہ در صورت مسئولہ نہ زیادت بر ثلث است، ونہ این صورت ضرار است، بلکہ وصیت بقربت غیر واجبہ است کہ وے یعنی موصیہ این تصرف در مال خود کردہ کہ حق تعالیٰ اورا اذن تصرف وے دادہ، پس انفاذ این وصیت بہر صورت لازم است ورثہ وغیرہ را در وحق تعرض اصلا نیست وقبل از میراث اورا جاری نمودن اقدم والزم است قال اللہ تعالیٰ من بعد وصیۃ یوصی بہا او دین وبہمیں وجہ وصیت را بر دین مقدم فرمودہ کہ انفاذ وصیت بر ورثہ بہ نسبت دین مشکل است قال فی الفتح قدمت الوصیۃ لانہا شیء یوخذ بغیر عوض فکان اخراج الوصیۃ اشق علی الوارث من اخراج الدین قال وایضا فہی حق فقیر ومسکین غالبا والدین حظ غریم یطلبہ بقوۃ لہ فیہ مقال اھ وازان کہ اعظم مقاصد موصیہ این است، کہ انفاذ وصیت از دست وصی باشد ازان تنفیذ وصایا وقضاء دیون تنہا بدست وصی است احدے را دران مدخلے نیست، کہ موصی اورا قائم مقام خود مقرر کردہ پس

---

الجواب:۔ اگر وصیت تہائی مال سے کم ہو، اور کسی کو نقصان نہ پہنچے، اور وارث کے لئے وصیت نہ ہو، تو اس کا نافذ کرنا باتفاق محدثین وفقہاء واجب ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا "جو آدمی وصیت کو سننے کے بعد بدل دے، تو اس کا گناہ ان پر ہے جو ان کو بدل دیں گے اللہ سننے والا جاننے والا ہے، تفسیر خازن میں ہے، کہ ولی یا وصی وصیت کو بدل دیں خواہ تحریر میں کمی بیشی کریں یا حقوق کی تقسیم میں یا شہادت کو بدل دیں یا گواہوں کو گواہی سے روک دیں، اور اس صورت میں چونکہ وصیت ثلث مال سے کم ہے، اور اس میں ضرر بھی نہیں ہے تو اس کا نفاذ لازمی ہے، ورثاء کو اس میں تبدیلی کا کوئی حق نہیں ہے، اور اس کو قرضہ اور وراثت سے پہلے ادا کرنا ضروری ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، وصیت یا قرضہ کے بعد، اور وصیت کو قرضہ پر اس لئے مقدم رکھا، کہ چونکہ وصیت کا مال بلا معاوضہ دینا پڑتا ہے، اور یہ غرباء اور فقراء کا حق ہوتا ہے، جس کا زور سے مطالبہ کرنے والا کوئی نہیں ہوتا، لہٰذا اس کا دینا ورثاء کو قرضہ کی نسبت سے زیادہ شاق گذرتا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وکیل وے باشد، در عالمگیریہ فرمودہ الاوصیاء ثلاثۃ امین قادر علی القیام لما اوصی الیہ فانہ یقرر ولیس للقاضی عزلہ اھ ونیز در واست، واذا شکت الورثۃ او بعضہم الوصی الی القاضی فانہ لاینبغی لہ ان یعزلہ حتی یبدو لہ منہ خیانۃ کذا فی الکافی والھدایۃ اھ ونیز در ہدایہ است القسمۃ حق الوصی، وتعیین مصارف باختیار وصی است واگر زوج فقیر ومسکین است اورا نیز دادن جائز است، ازانکہ بالاتفاق صدقہ تطوع حین حیات زوجہ زوج را دادن جائز است، پس بعد الموت بالاولی جائز است، ہذا، واللہ اعلم۔

حررہ محمد عبدالحق ملتانی، ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۱۷ھ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے حالت حمل میں نکاح کیا، اور وہ حمل اس کے شوہر متوفی سے تھا، اور نکاح بعد گذرنے چار ماہ دس روز کے ہوا، اور زید نے بعد نکاح قبل وضع ہندہ سے وطی بھی کی، اور بعد وضع حمل کے اسی نکاح سے زید کی طرف سے حمل قرار پکڑا، اور اسی حمل سے ایک لڑکا پیدا ہوا، اب وہ لڑکا زید کا وارث ہوگا یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ صورت مذکورہ میں واضح ہو کہ یہ لڑکا زید کا وارث نہیں ہوگا، وراثت کے لئے ثابت النسب ہونا شرط ہے، اور ثبوت نسب نکاح صحیح سے ہوتا ہے، اور صورت مرقومہ میں زید کا نکاح اصلا منعقد نہ ہوا، کیونکہ حاملہ متوفی عنہا زوجہا کی عدت وضع حمل ہے کما قال اللہ تعالی واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن اور روضۃ الندیہ میں ہے قال ابن القیم وقد کان بین السلف نزاع فی المتوفی عنہا انہا تتربص ابعد

---

ہے، اسی لئے اسے قرضہ پر مقدم کیا ہے، اور قرضہ اور وصیت کے نفاذ کا حق دار صرف وصی ہے، اور کسی کا اس میں حق نہیں ہے، کیونکہ وصیت کرنے والے نے اس کو اپنے قائم مقام مقرر کیا، پس وہ اس کا وکیل ہوا، عالمگیری میں ہے، کہ وصی میں تین صفات ہونے چاہیئے، امین ہو، وصیت نافذ کرنے پر قادر ہو، اسے مقرر کیا گیا ہو، قاضی ایسے وصی کو معزول نہیں کرسکتا، اگر وارث وصی کی شکایت کریں، تو جب تک اس کی خیانت معلوم نہ ہو، قاضی اس کو معزول نہیں کرسکتا، اور ہدایہ میں ہے، کہ تقسیم کرنا وصی کا حق ہے، اور تعیین مصارف وصی کے اختیار میں ہے، ہاں اگر خاوند غریب ہو، تو اس کو بھی دیا جاسکتا ہے، کیونکہ خاوند کو بیوی اپنی زندگی میں بھی دے سکتی ہے، اور موت کے بعد تو اسے بالاولی دیا جاسکتا ہے ۱۲

[1] اللہ تعالی نے فرمایا "حمل والی عورتوں کی عدت یہ ہے کہ وہ اپنا حمل وضع کرلیں ۱۲

[2] ابن قیم نے کہا ہے، کہ سلف میں اختلاف تھا، کہ بیوہ حاملہ کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الاجلین تو حصل الاتفاق علی انقضائہما بوضع الحمل اور اثنائے عدت میں نکاح صحیح نہیں ہے، قال اللہ تعالیٰ ولا تعزموا عقدۃ النکاح حتی یبلغ الکتب اجلہ تفسیر ابن کثیر میں ہے۔ وقد اجمع العلماء علی ان لا یصح العقد فی مدۃ العدۃ جب ثابت ہوا کہ زید کا نکاح ہندہ سے صحیح نہیں ہوا تو اس نکاح غیر صحیح و باطل سے جو لڑکا پیدا ہوا، اس کا نسب زید سے ثابت نہ ہوا تو وہ لڑکا حسب حدیث ذیل اس کا وارث نہ ہوگا، مشکوۃ شریف میں ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ایما رجل عاھر بحرۃ او امۃ فالولد ولد الزنا لا یرث ولا یورث رواہ الترمذی، واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

العبد محمد عبد العزیز عفی عنہ ۶ شعبان سنہ ۱۳۱۸ھ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے بعد مرنے اپنے کے ایک ماں سگی و ایک ماں سوتیلی و ایک بھائی حقیقی جو ماں میں شریک ہے، دو بھائی و چار ہمشیرہ جو باپ میں شریک ہیں چھوڑے میراث زید کی کیونکر تقسیم ہوگی، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ بعد تقدیم ما تقدم علی الارث و رفع موانع ترکہ زید بارہ سہام پر منقسم ہو کر از ان جملہ دو سہام اس کی حقیقی ماں کو اور دو سہام اس کے اخیافی بھائی کو جو ماں میں شریک ہے، اور دو دو سہام اس کے ہر ایک علاتی بھائی کو جو باپ میں شریک ہیں، اور ایک ایک سہم اس کی ہر ایک علاتی بہن کو جو باپ میں شریک ہیں ملے گا، اور اس کی سوتیلی ماں محروم ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مسئلہ ۶ تضمنہ ۱۲

| ام حقیقی | اخ اخیافی | اخ علاتی | اخ علاتی | اخت علاتی | اخت علاتی | اخت علاتی |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۲ | ۲ | ۲ | ۲ | ۱ | ۱ | ۱ |

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے بعد مرنے اپنے کے وارث ذیل چھوڑے، ایک ہمشیرہ عینیہ، ایک ہمشیرہ علاتیہ و ایک ہمشیرہ اخیافیہ اب

---

عدت سب سے دور کی عدت ہے یا وضع حمل، پھر سب کا اتفاق ہو گیا کہ اس کی عدت وضع حمل ہے ۱۲

۱؎ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جب تک عدت پوری نہ ہو جائے نکاح نہ کرو ۱۲ ۲؎ علماء کا اتفاق ہے کہ عدت کی مدت کے اندر نکاح صحیح نہیں ہوتا ۱۲ ۳؎ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو آدمی کسی آزاد یا لونڈی سے زنا کرے تو پھر جو لڑکا پیدا ہوگا، وہ نہ باپ کا وارث ہوگا نہ باپ اس کا وارث ہوگا ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ترکہ زید کا ان وارثین پر کیونکر تقسیم ہوگا۔ بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ بعد تقدیم ماتقدم علی الارث ورفع موانع ترکہ زید پانچ سہام پر تقسیم ہو کر ازاں جملہ تین سہام اس کی اخت عینیہ کو، اور ایک ایک سہم اس کی ہر ایک ہمشیرہ علاتیہ اور ہمشیرہ اخیافیہ کو ملے گا، واللہ اعلم بالصواب۔

مسئلۃ الرومیہ ۵

صورۃ المسئلۃ ھکذا:

| اخت عینیہ | اخت اخیافیہ | اخت علاتیہ |
|---|---|---|
| ۳ | ۱ | ۱ |

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شخص مسمی زید کی دو بیویوں سے دو لڑکے حامد اور محمود پیدا ہوئے، بعد از وفات زید دونوں لڑکے جائداد زید متوفی کو بحصہ مساوی باہم تقسیم کر کے جدا ہو گئے، حامد کی اولاد نرینہ موجود ہے، مگر محمود لاولد مر گیا، محمود کی والدہ نے حامد کی اولاد کی حق تلفی کر کے محمود مرحوم کی جائداد کو محمود کی بیویوں حسینہ و جمیلہ کے نام بذریعہ وصیت نامہ منتقل کر دی، بتقضائے الٰہی حسینہ کا انتقال ہو گیا، بعد ازاں محمود کی والدہ نے بحالت جان کندنی محمود کی زوجہ ثانیہ جمیلہ کے نام جائداد محمود متوفی کو ہبہ کر دیا، اور ہبہ نامہ تحریر کر دیا، اور صبح کو ملک عدم کو روانہ ہو گئی، اس کی وفات کے تھوڑے عرصہ کے بعد جمیلہ نے نکاح ثانی کر لیا، اب امور دریافت طلب یہ ہیں:۔

(۱) ہبہ نامہ والدہ محمود جائز ہے یا نہیں؟

(۲) بحالت نکاح ثانی مسماۃ جمیلہ مستحق جائداد شوہر سابق رہی یا نہیں؟

(۳) حامد کی اولاد مستحق وراثت جدی عم خود اس حالت مذکورہ میں ہے یا نہیں؟

**الجواب**:۔ (۱) ہبہ نامہ والدہ محمود ناجائز ہے، اس واسطے کہ محمود متوفی کے جائداد کے ہبہ کرنے کا والدہ محمود کو کوئی اختیار نہیں ہے، محمود متوفی کی جائداد کے وارث حامد کی اولاد نرینہ ہے، اور محمود کی بیویاں ہیں، اور محمود کی والدہ ہے پس قبل تقسیم جائداد محمود متوفی کے کسی وارث کو بذریعہ ہبہ یا بذریعہ وصیت اس کے منتقل کرنے کا اختیار نہیں ہے، اور محمود کی والدہ نے جو بذریعہ وصیت نامہ محمود کی بیویوں کے نام محمود کی جائداد کو منتقل کر دیا ہے، سو اس کا یہ وصیت نامہ بالکل لغو و بے کار و ناجائز ہے۔

(۲) بحالت نکاح ثانی مسماۃ جمیلہ اپنے شوہر اول کی جائداد سے اپنے حصہ شرعی پانے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کی ضرور مستحق ہے، اس کا حصہ نکاح ثانی کرنے کی وجہ سے ساقط نہیں ہو سکتا۔

(۳) حامد کی اولاد حالت مذکورہ میں اپنے چچا محمود متوفی کی جائداد متروکہ سے میراث پانے کی ضرور مستحق ہے، محمود متوفی کی کل جائداد متروکہ بعد تقدیم ما تقدم علی الارث و رفع موانع بارہ سہام پر تقسیم ہو کر ازاں جملہ چار سہام اس کی والدہ کو ملیں گے، اور تین سہام اس کی دونوں ہمشیرہ حسینہ و جمیلہ کو ملیں گے، اور ان تین سہام کو یہ دونوں باہم نصفا نصف بانٹ لیں، اور پانچ سہام اس کے بھتیجوں کو یعنی حامد کی اولاد ذکور سے کو ملیں گے پھر حسینہ کے انتقال کے بعد جو اس کے وارث ہوں گے، وہ اس کا ترکہ لیں گے، اور محمود کی والدہ کے انتقال کے بعد جو اس کے وارث ہوں گے، وہ اس کا ترکہ لیں گے، واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ محمد عبدالرحمٰن المبارکفوری، عفا اللہ عنہ

صحیح محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید داد، عمرو باپ، بکر پوتا زید قوم ہنود سے سکھ مذہب رکھتا تھا عمرو بعمر پچیس سال مشرف باسلام ہوا مع زوجہ خود عمرو اپنے باپ کے یہاں صرف ایک ہی فرزند ہے، زید نے چاہا کہ عمرو جائداد کا وارث ہو جاوے عمرو نے جواب دیا کہ شرعاً پدر کافر کی جائداد پسر مسلم کو نہیں پہنچتی ہے اب زید مر گیا، حدی قریبوں نے چاہا کہ تم اس جائداد کے وارث ہو جاؤ، سرکار کی طرف سے ان سے دریافت کیا گیا کہ تم کیوں نہیں لینا چاہتے ہو عمرو نے شرعی عذر پیش کر کے لینا گوارا نہیں کیا، پھر دوبارہ سرکار کی طرف سے کہا گیا، کہ تم اپنے فرزند کو دلوا دو، عمرو نے کہا جس شئے کا میں وارث نہیں ہوں، میرا فرزند اس کا وارث کیونکر ہو سکے گا یہ بکر پوتا زید بعد مشرف باسلام ہونے عمرو کے یہاں پیدا ہوا ہے، اب سرکار انگریزی کی طرف سے مجبور کیا جاتا ہے کہ عمرو مسلم جائداد زید کافر کو اول تو خود سنبھالے، ورنہ اپنے فرزند بکر یعنی پوتے زید کے حوالے کر دے، عمرو کہتا ہے کہ جب مجھ کو شرعاً اس کے لینے کی اجازت نہیں ہے، تو میرا فرزند بکر کس طرح مالک ہو سکتا ہے اب سوال یہ ہے، کہ اگر بکر پوتا زید بلا رضامندی عمرو پدر خود اس جائداد کا لینا منظور کرے، تو جائز ہے یا نہیں، اور عمرو پدر بکر پر تو اس میں کچھ گرفت نہیں ہے، موافق فتوے کے جواب سے بہت جلد مشرف فرما کر داخل ثواب ہوں گے۔

**الجواب**، ہو الملہم للصواب، صورت مسئولہ میں اگر بکر بلا رضامندی اپنے پدر عمرو کے اس جائداد کا لینا منظور کرے، تو جائز ہے، اور عمرو پر اس میں کچھ گرفت شرعی نہیں ہے، بلکہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کو اس جائداد کا لینا جائز اس لئے ہے، کہ درصورت نہ لینے عمرو کے اس جائداد پر قبضہ و اختیار سرکار انگریزی کا ہوگا، اور جب کہ سرکار انگریزی کی طرف سے عمرو مجبور کیا جاتا ہے، کہ اس جائداد کو اول خود سنبھالے، ورنہ بکر کے حوالے کرے، تو اس صورت میں بکر کو اس جائداد کے لینے کی سرکار انگریزی کی طرف سے اجازت دی جاتی ہے، پس بکر کو بلا رضامندی اپنے پدر عمرو کے اس جائداد کے لینے میں کوئی محذور شرعی نہیں ہے، کیونکہ اس کا لینا میراث کے اعتبار سے نہیں ہے، بلکہ اس اعتبار سے ہے کہ سرکار انگریزی کی طرف سے یہ اس کو ایک عطیہ ہے، اور عمرو پدر بکر پر اس میں کچھ گرفت شرعی اس وجہ سے نہیں ہے، کہ وہ خود اس جائداد کو بکر کے حوالے نہیں کرتا ہے، اور نہ یہ جائداد بکر کو میراث کے طور پر ملتی ہے، بلکہ سرکار انگریزی کی طرف سے اس کو مل رہی ہے، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کو جو کچھ اسباب و زیورات خوشی کی جانب سے ملا ہے، و نیز جو کچھ اسباب و زیورات ماں باپ کی طرف سے ملا ہے وہ اس کی ملک ہے یا نہیں، اور اب ہندہ فوت ہوئی، اور وہ اسباب و زیورات چھوڑ مری، اور وارثان ذیل چھوڑے زوج، اب، ام، دو بھائی ایک بہن حقیقی اور اولاد کوئی نہیں پس ان اسباب و زیورات کا وارث کون ہے؟

**الجواب**:۔ ان زیورات و اسباب کی مالک ہندہ ہے، اور اس کے مرنے کے بعد ان اسباب و زیورات کا مالک زوج ہے اور اب اور ام بعد تقدیم یا تقدم علی الارث و رفع موانع ان اسباب و زیورات کو چھ سہام پر تقسیم کر کے تین سہام زوج کو اور ایک سہم ام کو اور دو سہام اب کو ملیں گے اور بھائی بہن محروم ہیں، واللہ اعلم بالصواب

سید محمد نذیر حسین

حررہ السید ابو الحسن عفی عنہ

**سوال**:۔ زید[1] در حالت بیماری بہ سبب انقطاع امید خود در حین حیات و سلامتی عقل و حواس از مال مملوکہ خود ثمن مفرد حصہ زوجہ خود ادا کردہ بہ سے دادہ و آن زن قابض شدہ پس زید ازاں بیماری مہیب شفا یافت و ارسد کہ آن چہ زن را دادہ بود باز مسترد کند یا

[1] زید کے بیماری میں مایوس ہو کر اپنے ہوش و حواس میں بیوی کو آٹھواں حصہ دے دیا، بیوی اس پر قابض ہو گئی اب زید تندرست ہو گیا ہے، وہ بیوی سے دیا ہوا مال واپس لے سکتا ہے، یا وہ ہبہ ہو گیا ہے اور اگر یا الفرض

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



در حکم ہبہ است، اگر بالفرض زید مذکور قبل زوجہ خود وفات یابد آن ثمن مذکور کفایت کند یا از متروکہ زید حقدار دیگر ثمن است؟

**الجواب:** در صورت مرقومہ واضح ہو کہ وارث حین حیات مورث کے مستحق ترکہ کا نہیں ہو سکتا، کہ تقسیم ترکہ کی مورث پر واجب ہو لیکن بطریق اباحت کے روا ہے تو اس صورت میں بعد تقسیم کے رد کرنا اور واپس کرنا حصہ مقسومہ کا ممنوع نہ ہوگا، اور اگر زید بالفرض قبل زوجہ کے وفات پائے، تو وہی ثمن سابق کفایت کرتا ہے، بشرطیکہ اس اثنا میں اس کے مال میں کوئی اضافہ نہ ہوا ہو، اگر اضافہ ہوا ہو تو باقی اضافہ شدہ میں سے ثمن کی مستحق ہے کما لا یخفی علی الماہر بالشریعۃ واللہ اعلم۔ الراقم سید محمد نذیر حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال:** کیا فرماتے ہیں، علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی ایک لڑکی اور ایک زوجہ اور ایک ہمشیرہ چھوڑ کر انتقال کیا، اور انتقال سے دو ایک دن پیشتر اپنی زوجہ اور لڑکی کو اپنا کل مال لین دین سپرد کر کے اپنی زوجہ کو وصیت کر دی تھی، کہ تم میری اس لڑکی کو میرے بعد نہ اپنوں میں نہ میرے لوگوں میں ہمشیرہ وغیرہ کے یہاں بیاہ دینا، بلکہ میری لڑکی کو غیر جگہ آسودہ گھر دیکھ کر بیاہ کر دینا، خصوصاً اپنی ہمشیرہ سے جب کبھی اس نے اپنے لڑکے کے بارے میں ذکر کیا صاف انکاری ہو گیا، اس سبب سے بھائی بہن دونوں میں مرتے دم تک تنازع رہا، یہاں تک کہ اس کی ہمشیرہ اس کی موت میں بھی شریک نہ ہوئی، بعد انتقال شخص مذکور کے زوجہ جمیع مال پر حاوی رہ کر اپنی ایک لڑکی اور دو بھائی اور ایک ہمشیرہ چھوڑ کر فوت ہو گئی، اس نے بھی انتقال سے ایک دن پیشتر اپنا کل مال اپنے بھائی اور لڑکی کو دے کر لڑکی کے حق میں اپنے شوہر کے مطابق وصیت کر دی اور کہہ دیا کہ تم اس مال اور لڑکی کے مالک ہو، اس کا بیاہ اپنوں میں تو کرنا نہیں، غیر جگہ پڑھے لکھے لڑکے کے ساتھ بیاہ دینا، اور بیاہ میں جو کچھ تم سے ہو سکے سلوک کر دینا، اب عمر لڑکی کی آٹھ سال کی ہے، اب پھوپھی اپنے لڑکے سے بیاہنے کی غرض سے ولی بنتی ہے، ایسی صورت میں خلاف وصیتوں کے لڑکی کو اس کی پھوپھی اپنے لڑکے سے بیاہ سکتی ہے یا نہیں، ولایت نکاح اور مال اس لڑکی کا کس کو حاصل ہے، آیا ماموں کو ہے یا پھوپھی کو، بینوا توجروا۔

---

زید اپنی بیوی کی زندگی میں مر جائے تو کیا یہی آٹھواں حصہ اس کو کافی ہوگا، یا اور آٹھواں حصہ دینا پڑے گا ۱۲۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**الجواب**: صورت مسئولہ میں نکاح کی ولایت پھوپھی کو نہیں ہے، بلکہ ماموں کو ہے کیونکہ نکاح کی ولی عورت نہیں ہو سکتی، اور مال کی ولایت بھی ماموں ہی کو حاصل ہے کیونکہ وہ وصی الوصی ہے، پس ماموں کو چاہیئے، کہ اس لڑکی کا نکاح نہ تو پھوپھی کے لڑکے سے کرے، اور نہ اپنے میں سے کسی سے، بلکہ مطابق وصیت کے غیر جگہ کسی صالح دیندار لڑکے سے کر دیوے، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب، حررہ السید الوحسن عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

**سوال**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید لاولد فوت ہوا، اس نے ایک زوجہ اور والدین اور تین برادر اور چار ہمشیرہ حقیقی بہ دس وارث چھوڑے، اور مبلغ دو سو دس روپیہ نقد اور دو سو روپیہ کا پارچہ وغیرہ اسباب شیشہ آلات ذاتی اپنا چھوڑا اور مہر زوجہ زید مبلغ پانچسو پچیس روپیہ کا ہے، والدین زید متوفی کہتے ہیں کہ زید کی وصیت ہے، کہ میرا کل متروکہ عند اللہ دے دینا ہم متروکہ زید کو للہ دیویں گے، اور والدین زید متوفی دولت مند ہیں ہزار ہا روپیہ کا ان کو مقدور ہے، ان کو اور برادران و ہمشیرہ زید کو کچھ حاجت یعنی حصہ کی نہیں ہے کیونکہ دولت مند ہیں، شرعاً متروکہ زید سے حصہ بیوہ و والدین و برادر و ہمشیرہ زید کا کیونکر ہونا چاہیئے، اور جو زیور وغیرہ جہیز و چڑھاوا بیوہ زید کا ہے، وہ کس کو ملنا چاہیئے، زید اس کا مالک ہے یا بمگر ورثا بھی اس میں شامل ہیں۔

**الجواب**: صورت مسئولہ میں بعد تقدیم ما تقدم علی الارث و رفع موانع ترکہ زید متوفی بارہ سہام پر منقسم ہو کر ازاں منجملہ تین سہام زوجہ کو اور دو سہام والدہ کو، اور باقی سات سہام والد کو ملیں گے، اور کل بہن بھائی محروم الارث ہیں، اور چونکہ سوال سے ظاہر ہوتا ہے، کہ ترکہ زید اس کے دین مہر سے کم ہے، لہذا زید متوفی کا کل ترکہ اس کی زوجہ اپنے مہر میں لینے کی مستحق ہے، اور وصیت زید کی باطل و لغو ہے، اور کل ورثہ محروم، خلاصہ یہ کہ زید کے ترکہ سے پہلے اس کی زوجہ کا دین مہر ادا کرنا چاہیئے، پس دین مہر ادا کرنے کے بعد اگر کچھ بچ رہے تو اس کی نہائی سے زید کی وصیت جاری کرنا چاہیئے، پھر اجرائے وصیت کے بعد مطابق تقسیم مذکور کے ورثہ میراث پانے کے مستحق ہوں گے، اور اگر ادائے دین مہر کے بعد کچھ نہ بچے، تو وصیت بھی باطل ہے، اور کل ورثہ بھی محروم ہیں، اور جو زیور وغیرہ زوجہ زید کو ملا ہے، وہ زوجہ کی ملک ہے، اسی کو ملنا چاہیئے، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



والمآب۔ حررہ السید ابوالحسن عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی دو زوجہ اور چند اور وارث کو چھوڑ کر وفات پائی، اب اس کی دونوں زوجہ اپنے اپنے مہر کا دعوے کرتی ہیں، اور وارث دعوے ترکہ کا، اور جائداد متوفی اس قدر نہیں، کہ ہر دو زوجہ کے مہر کو اکتفا کر سکے، پس اول ادائے مہر چاہیئے یا تقسیم ترکہ بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ درصورت مرقومہ بعد تجہیز و تکفین کے ادائے دین مقدم ہے تقسیم میراث پر بعد ادائے دین مہر کے جو باقی رہے، اس میں میراث جاری ہوگی۔ الدین مقدم علی المیراث والمہر کسائر الدیون کما فی کتب الفقہ والفرائض واللہ اعلم بالصواب

حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اس امر میں کہ حکومت گاہ انگریزی میں یعنے نواح دہلی میں کوئی عورت بذریعہ بیع یا ہبہ زید کے قبضہ میں آئی، اور زید نے بے نکاح کے اس کو اپنے تصرف میں لایا، اور وطی کی، اور اس سے اولاد پیدا ہوئی اس اولاد کو یا اس عورت کو ترکہ زید میں کچھ حق و حصہ یا دعوے گذارہ نان و پارچہ کا وارث زید کے اوپر پہنچ سکتا ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ درصورت مرقومہ آدمی حربی غلام و کنیز میتوانند شد نہ غیر او مگر بہ تبعیت مادر خود کہ کنیز باشد و سبب غلام و کنیز شدن ابتدا استیلا است حالا و مآلا نہ غیر آں از بیع وغیرہ زیرا کہ سبب ملک در ہر چیز استیلا است، نہ غیر آں و محل آں مال مباح است نہ غیر او و در آدمی مال مباح غیر از حربی نیست و معنی استیلا قدرت یافتن است بر چیزے بر فعل و ہم در آیندہ یعنی بہ نہجے در پنا ہش آمدہ و کسے از دے رہا نتواند کرد و مستولی بر حربی کہ باشد مسلم یا کافر ذمی یا حربی مالک آں می شود و قال فی الہدایۃ ولا یملک علیہا

---

۱؎ قرض میراث سے مقدم ہے، اور حق مہر بھی دوسرے قرضوں کی طرح ہے، کتب فقہ و فرائض میں اسی طرح ہے

۲؎ مندرجہ صورت میں غلام و کنیز صرف حربی ہو سکتا ہے، اور کوئی نہیں ہو سکتا، ہاں ماں کی تبعیت میں اس کی اولاد غلام لونڈی بنے گی، اور اس کا سبب ابتدائی طور پر غلبہ ہے، خرید و فروخت نہیں، کیونکہ سبب ملک ہر چیز میں استیلاء (غلبہ) ہوتا ہے، اور اس کا محل مال مباح ہے، نہ کوئی اور، اور آدمیوں میں مال مباح صرف حربی ہے، اور استیلاء کا مطلب یہ ہے، کہ وہ مسلمان کی پناہ میں آ چکا ہو اور کوئی اس کو اس سے روک نہ سکتا ہو اور حربی پر غالب کون ہوگا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اهل الحرب مدبرنا وامهات اولادنا ومكاتبنا واحرارنا ونملك عليهم جميع ذلك لان السبب انما يفيد الحكم في محله والمحل المال المباح والحر معصوم بنفسه وفيها ايضا واذا غلب الترك على الروم فسبوهم واخذوا اموالهم ملكوها لان الاستيلاء قد تحقق في مال مباح وهو السبب هدايه وفي البحر الرائق فالاسباب ثلاثة مثبت للملك الاستيلاء ناقل للملك وهو البيع ونحوه وخلافه وهو الارث والوصية انتهى۔ و در ملک حکومت انگریزی استیلاء یعنی قدرت حالی ومآلی ہرگز متحقق نیست پس کفار اینجا غلام وکنیز نمی تواند شد بیع وشرا پس اولاد بے نکاح را از ترکہ زید ہیچگونہ ترکہ نخواہد رسید، وہم چنین زن غیر منکوحہ را ہیچ نخواہد رسید زیرا کہ منکوحہ نیست چہ استحقاق میراث بسہ وجہ می شود یا بہ سبب عقد نکاح یا بہ سبب قرابت رحم، یا بولا پس ازین جہت اولاد بے نکاح وزن مذکورہ غیر منکوحہ از ترکہ زید محروم الارث بلا ریب خواہد بود، چنانکہ در در مختار وغیرہ مذکور است۔ ولتحقق الارث باحد ثلثة برحم ونكاح صحيح فلا توارث بفاسد ولا باطل اجماعا وبولاء كذا في الدر المختار ونیز دعوے اینان بابت نان وپارچہ بر زید باطل ولغو است شرعاً در کتب شرعیہ ہمیں است کہ تحریر یافتہ۔ واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

مسلمان یا کافر ذمی یا حربی، ہدایہ میں ہے اہل حرب ہمارے مالک نہیں ہو سکتے، نہ ہمارے مدبر کے نہ امہات الاولاد کے نہ مکاتب کے نہ آزاد کے، اور ہم ان تمام کے مالک ہو سکیں گے کیونکہ سبب حکم کا فائدہ اپنے محل میں دیتا ہے اور محل مال مباح ہے، اور آزاد معصوم بنفسہ ہے، اور اس میں یہ بھی لکھا ہے، کہ اگر ترک رومیوں پر غالب آجائیں، اور ان کو قیدی بنالیں، اور ان کے مال لے لیں، تو وہ اس کے مالک ہوں گے، کیونکہ غلبہ مال مباح میں ہو چکا ہے، اور وہی سبب ہے، بحر میں ہے، اسباب تین ہیں جو مثبت ملک ہیں، استیلاء یہ ناقل ملک ہے یعنی بیع وغیرہ اور خلافت یعنی وراثت اور وصیت، اور انگریزی حکومت میں غلبہ حالی ومآلی نہیں ہے اس جگہ کے کفار غلام اور کنیز نہیں ہو سکتے، نہ ان کی خرید وفروخت ہو سکتی ہے، زید کی بے نکاح کی اولاد اس کی وارث نہیں ہوگی اور نہ اس کی بے نکاح عورت کو وراثت میں سے حصہ ملے گا، کیونکہ وراثت تین وجوہ سے ثابت ہوتی ہے، یا عقد نکاح سے، یا قرابت رحم سے یا ولا سے، اس کے علاوہ اگر وہ عورت یا بچے زید پر نان ونفقہ کا دعوے کریں، تو وہ بھی لغو ہوگا، ان کو خرچ بھی نہ مل سکے گا؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**سوال**:- زید بمرد و یک زوجہ بگذاشت پس ترکہ کل زید متوفی بزوجہ میرسد یا چہارم حصہ بینوا توجروا

**الجواب**:- دریں زمان رد بزوجین ضرور باید کرد بہ سبب فساد بیت المال وقطع نظر ازین نزد حضرت عثمان رد بزوجین میرسد۔ وعند عثمان یرد علی الزوجین ایضا قال ابن الفناری قیل والفتوی فی زماننا علی ھذا لفساد بیت المال وفی الذخیرۃ ان الفاضل من سھام الزوجین لا یوضع فی بیت المال بل یدفع الیھما لانھما اقرب الی المیت من جھۃ السبب من غیرھما انتھی ردح الشروح ونقل عن المرصاد ان الفتوی الیوم علی ھذا انتھی مافی الطحطاوی مختصرا۔ واللہ اعلم بالصواب

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:- چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین شخصے دو دختران زوجہ اولے ویک زوجہ ثانی وسہ برادران گذاشتہ وفات یافت بموجب شرع شریف چگونہ تقسیم حصص کردہ آید واشیائے خانہ داری حصص کردہ آید یا زوجہ را از حیات شوہر خود قابض بودہ میرسد فقط

**الجواب**:- میت مسئلہ ۲۴ تصحیح ۱۴۴

| زوجہ | زوجہ | دختر | دختر | برادر | برادر | برادر |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۹ | ۹ | ۳۲ | ۳۲ | ۱۰ | ۱۰ | ۱۰ |

بعد تجہیز وتکفین وادائے دین دہر سہ دو زوجہ وغیرہ کے کل متروکہ متوفی مذکور کا اور پر ایک سو

---

سوال:- زید مر گیا ہے، وارث صرف ایک بیوی چھوڑی ہے، کیا بیوی کو صرف چوتھا حصہ ملے گا یا زید کا کل مال اس کو دیا جائے گا؟

الجواب:- اس زمانہ میں چونکہ بیت المال نہیں ہے، لہذا تمام مال زوجین ہی کو دیا جائے گا، حضرت عثمان کا یہی فتوے ہے، ردالمحتار میں ہے، کہ حضرت عثمان کے فتوے کے مطابق بیت المال کی عدم موجودگی اور دیگر ورثاء کے نہ ہونے کی صورت میں زوجین ہی ایک دوسرے کے وارث ہوں گے، اور چونکہ اس زمانہ میں بیت المال نہیں ہے، اور دوسرا کوئی وارث بھی نہیں ہے، لہذا کل مال اس کی بیوی ہی کو دیا جائیگا لہذا آج فتوی اسی پر ہے، ذخیرہ اور طحطاوی میں اسی طرح ہے

لہ ایک آدمی دو لڑکیاں دو بیویاں اور تین بھائی چھوڑ کر مر گیا ہے، اس کا ورثہ کیسے تقسیم ہوگا، اور گھر کے استعمال کی چیزیں بھی تقسیم ہوں گی، یا ان پر جو قبضہ بیویوں کا شوہر کی زندگی سے چلا آتا ہے، وہی چلتا جائے گا؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



چوالیس سہام پر تقسیم کر کے نو نو سہام دونوں زوجہ کو اور تیس تیس سہام تینوں بیٹیوں کو اور دس دس سہام تینوں بھائیوں کو دینا چاہیئے اور جو اسباب خانہ داری کا ہے اس میں سے جو چیز عادتاً عورت کی ہوتی ہے وہ ملکیت عورت کی قرار دی جاتی ہے اور جو اشیاء عادتاً مرد کی ہوتی ہیں وہ اس کی ملکیت قرار دی جاویں گی اور وہ داخل متروکہ ہوں گی جیسا کہ فتاوے عالمگیری وغیرہ میں مذکور ہے۔ واذا مات احدھما ثم وقع الاختلاف بین الباقی وورثۃ المیت فعلی قول ابی حنیفۃ ومحمد رح ما یصلح للرجال فھو للرجل ان کان حیا ولورثتہ ان کان میتا وما یصلح للنساء فھو علی ھذا۔ انتھی ما فی الھندیۃ وغیرھا واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ السید شریف حسین عفی عنہ

از شرف سید کوٹین شد شریف حسین ۱۲۹۳ | سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ درصورتے کہ زید دختر اور زوجہ چھوڑ کر مرگیا، تو آٹھواں حصہ زوجہ کا ہونا ہے شرع میں اور باوجود اس کے جو کوئی زوجہ کو نصف دلوا دے بغیر رضا و رغبت دوسرے کے، تو یہ درست ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ نصف حصہ دلوانا بدون رضامندی دوسرے وارث کے حرام اور ناجائز ہے شرعاً۔ کذا فی کتب الفقہ۔ واللہ اعلم بالصواب

سید محمد نذیر حسین عفی عنہ | سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ ایک شخص کی ماں مرگئی اور ایک بیٹا چھوڑا اور نواسہ و نواسی چھوڑی، اب کس کو متروکہ متوفیہ ملنا چاہیئے۔ فقط۔

**الجواب**:۔ درصورت مرقومہ کل مال اپنی ماں کا بیٹا لیوے گا اور نواسہ و نواسی کو نانی کے مال سے کچھ نہیں پہنچتا، کیونکہ بیٹے کے ہوتے نواسہ و نواسی محروم الارث ہیں، جیسا کہ کتب فرائض میں مذکور ہے، واللہ اعلم۔ حررہ سید شریف حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص بقضائے الٰہی

---

لہ جب عورت مرد میں سے کوئی فوت ہوجائے، پھر زوجین میں سے باقی اور دوسرے ورثاء میں اختلاف ہوجائے تو امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک جو چیزیں مرد کے لئے مخصوص ہیں وہ اس کو مل جائیں گی، یا اس کے وارثوں کو ملیں گی، اور جو عورت کے لئے مخصوص ہیں، وہ اس کی ہوں گی یا اس کے وارثوں کی ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فوت ہوگیا، اور ایک بہن حقیقی اور ایک بھانجہ و بھانجی، اور ایک پھوپھی اور ایک بہن چچازاد یہ وارث اپنے بعد اس نے چھوڑے، اس صورت میں مال متوفی کا کیونکر تقسیم ہوگا، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ درصورت مرقومہ بر تقدیر صدق مسئول عنہا بعد تجہیز و تکفین و ادائے دین وغیرہ کے کل مال متوفی مذکور کا بہن حقیقی کو بالفرض والرد پہنچے گا، باقی ورثہ محروم الارث ہیں، اس لئے کہ ذوی الارحام ہیں، ذوی الفروض وغیرہ کے ہوتے سوائے زوجین کے مستحق نہیں، جیسا کہ تنویر الابصار و درمختار سے معلوم ہوتا ہے۔ ھو کل قریب لیس بذی سہم ولا عصبۃ ولا یرث مع ذی سہم ولا عصبۃ سوی الزوجین لعدم الرد علیہما کذا فی تنویر الابصار والدر المختار وغیرہ من کتب الفقہ۔ واللہ اعلم

حررہ سید شریف حسین عفی عنہ — سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زینب لاولد فوت ہوئی ایک دختر تھی، سو اس کی حیات میں مرگئی، باپ والدین زینب اور شوہر اور دو بھائی اور ایک بہن حقیقی موجود ہیں، اور مہر پانسو روپیہ مذمہ شوہر اور زیور و پارچہ وظروف جہیز و چڑھاوا سب قبضہ میں شوہر کے باپ کے ہے، جو حکم ہو علمائے دین ارشاد فرماویں، بینوا توجروا

**الجواب**:۔ درصورت مرقومہ معلوم کرنا چاہیئے کہ بعد تجہیز و تکفین و ادائے دین و تنفیذ وصیت کل زیور وغیرہ حسب مرقوم بالا کل مال متوفیہ کا ہے اب تقسیم کل متروکہ متوفیہ کی مع زر مہر کہ مبلغ پانسو روپیہ ہیں اس طور پر چاہیئے کہ نصف مال کل متروکہ میں سے شوہر متوفیہ کو پہنچتا ہے، پھر جو مال باقی بچے اس کے تین حصہ کرنا چاہیئے ایک حصہ مال کو اور دو حصہ باپ کو دینا ضرور ہے، اور بہن و بھائی خواہ حقیقی ہوں یا سوتیلے بباعث باپ کے محروم الارث ہیں، ان کا کچھ حق نہیں۔ کذا فی کتب الفقہ۔ واللہ اعلم بالصواب

حررہ سید شریف حسین عفی عنہ — سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین درین صورت کہ مسلا درمیان ہندہ اور زید کے چند مدت بدون نکاح کے ہم صحبتی رہی، اور ہندہ کے زید سے ایک لڑکا پیدا ہوا پس

---

ف وہ ایسا قریبی ہے کہ نہ تو معین حصہ ہی رکھتا ہے، اور نہ عصبہ ہے، اور ذوالفرائض اور عصبہ کی موجودگی میں سوائے مرد عورت کے اور کوئی وارث نہیں ہو سکتا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



از روئے شرع شریف کے وہ لڑکا جو کہ زنا سے پیدا ہوا ہے بعد وفات زید کے مالک ترکہ زید کا ہوگا یا نہیں، اور ہندہ جو بدون نکاح زید کے گھر میں رہی ہے اس کو کچھ حصہ زید کے ترکہ سے وصول ہوگا یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ درصورت مرقومہ معلوم کرنا چاہیئے، کہ لڑکا جو کہ زنا سے پیدا ہوا ہے وہ اور ہندہ مذکورہ دونوں متروکہ زید سے محروم الارث ہیں، ان دونوں کا زید کے مال میں کچھ حق نہیں ہے، اس لئے کہ ہندہ کا نکاح ثابت نہیں، اور نہ لڑکے کا نسب ثابت ہے پس استحقاق میراث کا کہ مرتب اوپر ثبوت نسب اور نکاح صحیح کے ہے پایا نہیں جاتا، عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ایما رجل عاہر بحرۃ او امۃ فالولد ولد زنا لا یرث ولا یورث رواہ الترمذی ھکذا فی المشکوٰۃ ویستحق الارث برحم ونکاح صحیح فلا توارث بفاسد وباطل اجماعا کذا فی الدر المختار وغیرہ یترتب علی النسب اثنا عشر حکما توریث المال والولاء وعدم صحۃ الوصیۃ عند المزاحمۃ انتہی ما فی الاشباہ والنظائر وغیرہ واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ السید شریف حسین عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ چہ می فرمایند علمائے دین محمدی ومفتیان شرع مبین احمدی دریں صورت کہ زید یا کنیزک خرید کردہ، زوجہ منکوحہ خود بدون نکاح مجامعت وخانہ داری کردہ، ودریں حالت زوجہ منکوحہ زید فوت شد، بعد وفات زید مسلمان قیمت کنیزک مذکورہ بوارثان زوجہ خود دادہ بعدہ از بطن کنیزک مذکورہ یک پسر از نطفہ زید پیدا شد، بعد ازاں زید فوت گردید پس دریں صورت کنیزک وپسر مذکورین وارث شرعی متروکہ زید می شوند یا نہ وعصبات زید دراں ترکہ نصیبے دارند یا نہ، بینوا توجروا، واضح دلائح یاد کہ کنیزک مذکورہ خرید کردہ بموجب شرائے

---

ا؎ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو آدمی کسی آزاد یا لونڈی سے زنا کرے، تو وہ بچہ حرامزادہ ہوگا، نہ وہ باپ کا وارث ہوگا، نہ باپ اس کا وارث ہوگا (ترمذی) وراثت کا حق یا تو رحم سے ہوتا ہے، یا صحیح نکاح سے، فاسد اور باطل نکاح سے بالاتفاق وراثت نہیں ہے، نسب پر بارہ حکم مرتب ہوتے ہیں، مال کی وراثت، ولاء اور مزاحمت ہو تو عدم صحت وصیت ۱۲

**سوال**:۔ زید کی بیوی نے ایک لونڈی خریدی، زید نے نکاح کے بغیر بیوی کی لونڈی سے میل ملاپ پیدا کر لیا اور عورت مرد کے تعلقات قائم کر لئے، اس کے بعد زید کی منکوحہ بیوی فوت ہوگئی، اس کے بعد لونڈی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



زمانا است یعنی در قحط سالی خریدہ بود فقط۔

**الجواب**:۔ درصورت مرقومہ کنیز و پسرش وارث متروکہ زید نیستند چہ کنیز بعدم ثبوت نکاح صحیح مستحق میراث زید نہ شد، اما پسرش بنا بر ثبوت نبودن نسب او از زید اجنبی محض است بہ نسبت ترکہ زید متوفی چرا کہ وطی کردن زید کنیز زوجہ خود زنا است و ولد الزنا وارث از طرف زانی نمی شود شرعا، و ہر گاہ ہے کہ ثبوت نسب پسرش از زید گشت پس استحقاق میراث کہ مرتب بر ثبوت نسب است ہم خواہد بود، و ایں حکم در کنیز شرعی است، کہ زوج کنیز شرعی زوجہ را وطی کند چہ جائے کہ وطی کنیز غیر شرعی کہ بطریق اولی ثبوت نسب نہ شود، بلکہ زنا از و متحقق گردد۔ عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ایما رجل عاہر بحرۃ او امۃ فالولد ولد زنا لا یرث ولا یورث رواہ الترمذی کذا فی المشکوۃ۔ ویستحق الارث بحرم ونکاح صحیح فلا توارث بفاسد وباطل اجماعا کذا فی الدر المختار ثم الشبہۃ نوعان شبہۃ فی الفعل وہی شبہۃ اشتباہ وشبہۃ فی المحل وہی شبہۃ حکمیۃ والنسب یثبت فی الثانیۃ اذا ادعی الولد ولا یثبت فی الاول وان ادعاہ لان الفعل تمحض زنا فی الاول وان سقط الامر راجع الیہ وہو اشتباہ الامر علیہ ولم یحض فی الثانیۃ فشبہۃ الفعل فی ثمانیۃ مواضع جاریۃ ابیہ وامہ ومن وجدوا المطلقۃ ثلاثا وہی فی العدۃ الی آخرما

---

کی قیمت زید نے منکوحہ بیوی کے وارثوں کو دے دی، اس کے بعد اس لونڈی سے زید کا ایک لڑکا پیدا ہوا اور اس کے بعد زید مر گیا، بتایا جائے کہ یہ لونڈی اور اس کا بیٹا زید کے وارث ہوں گے یا نہیں؟ اور زید کے عصبات کا اس کے ترکہ میں کوئی حصہ ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ اس صورت میں لونڈی اور اس کا بیٹا دونوں زید کے وارث نہیں ہیں کنیز اس لئے وارث نہیں کہ اس کا نکاح صحیح نہیں ہے، اور لڑکا اس لئے کہ اس کا نسب زید سے ثابت نہیں ہے، کیونکہ زید کا لونڈی سے صحبت کرنا محض زنا ہے، اور حرامی بچہ زانی کا وارث نہیں ہو سکتا، اور یہ اس صورت میں ہے کہ لونڈی زید کی منکوحہ بیوی کی شرعی لونڈی ہوتی، اور جس صورت میں کہ وہ منکوحہ زید کی شرعی لونڈی بھی نہیں تھی تو بطریق اولے اس کا نسب ثابت نہ ہوگا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی کسی لونڈی یا آزاد عورت سے زنا کرے تو وہ بچہ زنا کا بچہ ہوگا نہ وہ زانی کا وارث ہوگا، نہ زانی اس کا وارث ہوگا (ترمذی) وراثت کا حق یا رحم سے ہے یا صحیح نکاح سے، اور باطل وفاسد نکاح سے وراثت نہیں ہوتی، پھر شبہ دو قسم کا ہے، شبہ فی الفعل اور شبہ فی المحل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فی الھدایۃ وھکذا فی شرح الوقایۃ وغیرھما من کتب الفقہ فائدۃ یترتب علی النسب اثنا عشر حکما توریث المال والولاء وعدم صحۃ الوصیۃ عند المزاحمۃ الی اٰخر ما فی الاشباہ والنظائر۔ درین صورت مستحق میراث زید عصبات زید خواہند شد، وکنیز و پسرش را ہم نصیبے از ترکہ زید نیست، بدانکہ آدمی حربی غلام وکنیز می تواند شد نہ غیر او مگر بہ تبعیت مادر خود کہ کنیز باشد و سبب غلام وکنیز شدن ابتدا استیلا است حالا و مآلا نہ غیر آن از ہبہ و بیع وغیرہ زیرا کہ سبب ملک در ہر چیز استیلا است نہ غیر آن و محل آن مال مباح است نہ غیر آن و در آدمی مال مباح غیر از حربی نیست و معنی استیلا قدرت یافتن است بر چیزے بالفعل و ہم در آیندہ یعنی نہ ہیچ در پناہ آمدہ کہ کسے از وے رہا نتواند کرد، و مستولی بر حربی ہر کہ باشد مسلم یا کافر ذمی یا حربی مالک آن می شود قال فی الھدایۃ ولا یملک علینا اھل الحرب مدبرنا وامہات اولادنا مکاتبنا واحرارنا ونملک علیھم جمیع ذلک لان السبب انما یفید الحکم فی محلہ والمحل المال المباح والحر معصوم بنفسہ وفیھا ایضا الاستیلاء لا یتحقق الا بالاحراز بالدار لانہ عبارۃ عن اقتدار علی المحل حالا ومآلا انتہی ما فی الھدایۃ مختصرا فالاسباب ثلاثۃ مختصۃ بالملک ھو الاستیلاء وناقل للملک وھو البیع ونحوہ وخلافۃ وھو الارث والوصیۃ انتہی، ما فی بحر الرائق وفی خزانۃ الروایات مسلم دخل دار الحرب بامان فاشتری من

---

دوسرے میں نسب ثابت ہو جاتا ہے، بشرطیکہ بیٹا دعوے کرے، اور پہلے میں دعوے کے باوجود نسب ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ وہ خالص زنا ہے، اگرچہ شبہ امر کی بنا پر اس سے حد ساقط ہو جائے گی، اور دوسری صورت میں زنا خالص نہیں ہے، اور شبہ فعل آٹھ جگہ پر ہے باپ، ماں اور بیوی کی لونڈی، اور مطلقہ ثلاثہ جو عدت میں ہو وغیرہ، اور نسب پر بارہ حکم مرتب ہوتے ہیں، مال کی وراثت، ولاء اور مزاحمت کے وقت عدم صحت وصیت، اس صورت میں زید کے عصبات اس کے وارث ہوں گے، اور کنیز اور اس کے بیٹے کا کوئی حق نہیں ہوگا، یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے، کہ حربی آدمی ہی غلام لونڈی بن سکتا ہے، اس کے علاوہ کوئی نہیں بن سکتا، البتہ ماں کی تبعیت میں اس کی اولاد غلام لونڈی ہوگی، اور غلام ہونے کا ابتدائی سبب استیلا ہے، حالی اور مآلی غلبہ ہو، کیونکہ سبب ملک ہر چیز میں استیلا ہے نہ کچھ اور اور اس کا محل مال مباح ہے، اور آدمیوں میں مال مباح صرف حربی ہے، اور غلبہ کا مطلب یہ ہے، کہ کوئی اس کو اس سے چھڑا نہ سکے، اور حربی پر جو بھی غالب آجائے گا وہ اس کا مالک ہوگا، مسلمان ہو کافر ذمی یا حربی، ہدایہ، بحر اور خزانۃ الروایات میں اسی طرح ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



احدھم ابنہ او اخاہ الصحیح انہ لا یجوز البیع لکنھم اذا دانوا جواز ھذا البیع ملکہ بالقھر لا بالشراء انتہی۔ پس موجب این روایات کنیز خریدہ این زمانہ کنیزش شرعی نمیشود کہ وطی بدون نکاح حلال گردد و نسب ولد از واطی ثابت نہ شود۔

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ زید ایک نابالغ لڑکا اور چند دیگر ورثاء چھوڑ کر مر گیا، اور منجملہ ان ورثا کے ایک وارث کے لئے اپنے کل مال کی وصیت کر گیا، پس یہ وصیت اس کی صحیح ہے یا باطل اور اگر زید کے مال متروکہ میں کسی ایک وارث نے تجارت کی تو نفع و نقصان میں سب ورثاء شریک ہوں گے یا نہیں، اور لڑکے نابالغ کے مال کا متولی کون ہوگا، اس کا بھائی، یا چچا یا ماں یا کوئی اور، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ بموجب حدیث لا وصیۃ[1] لوارث کے وصیت زید کی باطل ہے مال متروکہ اس کا حسب فرائض اللہ تعالیٰ تقسیم کیا جائے گا، اور زید کے مال متروکہ میں سب وارثوں کی اجازت و رضامندی سے ایک وارث نے تجارت کی ہے، تو نفع و نقصان میں سب وارث شریک ہوں گے، اور اگر بغیر اجازت کے تجارت کی ہے، تو نفع میں سب شریک ہوں گے، اور نقصان میں نہیں، بلکہ نقصان اسی تجارت کرنے والے پر عائد ہوگا۔ لا یجوز[2] التصرف فی الملک المشترک الا برضاء الاخر کذا فی الفتاوی السراجیۃ وغیرھا۔ اور تولیت نابالغ کی باپ کو ہے، اور درصورت نہ ہونے باپ کے دادا کو ہے اور بعد دادا کے قاضی اور حاکم کو ہے، اور بھائی اور ماں اور چچا وغیرہ متولی مال میں نہیں ہو سکتے، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ حررہ السید شریف حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ ایک دختر و مادر و یک برادر و شوہر چھوڑ کر فوت ہوئی، متروکہ اس کا ان وارثوں پر کیونکر تقسیم ہوگا، اور جو کچھ کہ سوائے تجہیز و تکفین کے ماں نے یا شوہر نے للہ فی اللہ اس کے ترکہ میں سے فقراء و مساکین کو کھلایا ہو، یا نقد دیا ہو، وہ حصہ ترکہ دختر شش سالہ ہفت سالہ سے بھی وضع و مجرا ہوگا یا نہیں، اور دختر

---

[1] وارث کے لئے وصیت نہیں ہے ۱۲ [2] ملکیت مشترکہ میں دوسرے کی رضامندی کے بغیر تصرف جائز نہیں ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مذکور نانی کے پاس رہے یا باپ کے پاس اور مکان نانی اور باپ کا قریب قریب ہے، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ بعد تجہیز و تکفین و وصیت کے اگر وصیت کی ہو کل ترکہ مسماۃ متوفیہ کا بارہ سہام پر منقسم ہو کر چھ سہام دختر کو اور تین سہام شوہر کو اور دو سہام ماں کو پہنچے گا اور ایک سہم باقی برادر کو اس کے دینا چاہیئے، اور حصہ دختر نابالغہ کا باپ کے پاس امانت رہے گا، کہ وہ ولی اس کا ہے، اور جس قدر سوائے گورد کفن کے ماں اور شوہر نے لڈو دیا ہے، وہ حصہ میں سے ماں و شوہر کے مجرا ہوگا، اور دختر نابالغہ کے حصہ میں سے وضع نہ ہوگا شرعاً، اور دختر آٹھ برس تک نانی کے پاس رہے گی، اور جب نو دس برس کی حد شہوت کو پہنچے، تو باپ کو لے لینے کا اختیار ہے۔ اذا بلغت حد الشهوة فالاب احق وهذا صحيح هكذا في العالمگيرية وغيرها۔ لیکن جب کہ مکان نانی اور باپ کا قریب ہے، تو مصلحت یہ ہے، کہ دن کو باپ کے پاس آ دے جاوے، اور رات کو نانی کے پاس سو رہے، کہ دونوں کا دل خوش رہے۔ واللہ اعلم بالصواب

حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اخیافی بھائی یا بہن جو زنا سے ہو مستحق ترکہ کا شرعاً ہوگا یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ اخیافی بھائی یا بہن جو زنا سے ہو مستحق ترکہ کا نہ ہوگا، کیونکہ اخیافی بھائی یا بہن ہونا شرعاً موقوف ہے اوپر نکاح صحیح کے، اور صورت مرقومہ میں نکاح نہیں پایا جاتا یستحق[1] الارث باحد ثلاثة برحم ونكاح صحيح فلا توارث بفاسد ولا باطل اجماعا كذا في تنوير الابصار والدر المختار۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عرصہ تخمیناً تین برس کا ہوا کہ منشی نذر محمد خان نے مسماۃ رحیم النساء دن منکوحہ اور مسماۃ حسیبت کنیز ک بے نکاحی، کہ جس کے پیٹ سے ایک بیٹا نور محمد ہے، اور ایک گیند اکنیز ک بے نکاحی کہ جس کے بطن

---

[1] جب لڑکی جوانی کی حد کو پہنچ جائے، تو باپ اس کا زیادہ حقدار ہے ۱۲ [2] وراثت کا حق تین چیزوں سے ہوتا ہے، رحم، ولا اور صحیح نکاح سے باطل اور فاسد نکاح سے بالاتفاق وارث نہیں ہوگا ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سے ایک دختر مسماۃ امانی بیگم ہے، اور ایک بھائی حقیقی مسمی علی محمد خان اور تین بہنیں حقیقی مسماتان مغلانی بیگم وگمانی بیگم وبادشاہ بیگم وجائداد منقولہ وغیر منقولہ چھوڑ کر اس جہان سے انتقال کیا، تخمیناً عرصہ ایک برس کا ہوا، کہ ایک ہمشیرہ منشی موصوف مسماۃ بادشاہ بیگم بھی تین پسر نیاز علی وممتاز علی وامتیاز علی اور ایک دختر اولیاء بیگم نامی چھوڑ کر وفات کر گئی اس صورت میں جس جس کو از روئے حدیث وشرع شریف جس طور سے حصہ پہنچتا ہے ارقام فرماویں، فقط۔

**الجواب:** درصورت مرقومہ کل متروکہ شخص متوفی کا بعد تقدیم ما یتقدم علی المیراث من التجہیز والتکفین والدیون والوصیۃ بیس سہام پر تقسیم ہوگا، چوتھائی پانچ سہام زوجہ کو پہنچیں گے اور چھ سہام بھائی کو، اور تین تین سہام ہر بہن کو، اور بہن متوفیہ کا حصہ اس کی اولاد پر للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم ہوگا، اور کنیزگان بے نکاحی اور اولاد اس کی محروم ہے شرعاً، اور اگر اولاد کنیزک شرعی سے ہوتی، تو مستحق میراث کی ہو سکتی تھی، اور لونڈی اور غلام عرفی اس دیار کے حکم لونڈی اور غلام شرعی کا ہرگز نہیں رکھتے اس لئے کہ لونڈی غلام شرع میں اس طرح سے ہوتے ہیں کہ اہل اسلام بزور اور غلبہ جہاد کر کے ان کو پکڑ لاویں اپنے ملک دار الاسلام میں یا کفار ایک ملک کے اوپر کفار دوسرے ملک کے غلبہ کر کے اولاد کفار کو پکڑ لاویں، اور ایک ملک سے دوسرے ملک میں لے جاویں مالک ہوتے ہیں، اگر ایسے لونڈی غلام کو بیچیں، کسی مسلمان کے ہاتھ، یا ہدیہ بھیجیں کسی مسلمان کو تو مسلمان اس قسم کے لونڈی غلام کا مالک ہو جاتا ہے، پس اس طرح کی لونڈی شرعی ہیں، بغیر نکاح کے صحبت کرنی ان سے جائز ہے، اور اوپر حرہ کے نکاح کرنا اس طرح کی لونڈیوں سے درست نہیں، استیلاء اور غلبہ اس طرح پر کہ اس کے قبضہ سے بالفعل اور آئندہ لے نہیں سکے سبب ملک کا ہوتا ہے مال مباح پر اور آدمی میں سے کفار حربی مال مباح ہیں، جیسا کہ کتب فقہ مانند ہدایہ وبحر الرائق وغیرہ میں مذکور ہے،

واذا غلب الترک علی الروم فسبوھم واخذوا اموالھم ملکوھا لان الاستیلاء قد تحقق فی مال مباح وھو السبب انتہی ما فی الھدایۃ مختصرا والاستیلاء لا غیر ھو طریق الملک فی جمیع الاموال والبیع والھبۃ ونحوھما ینقل الملک الحاصل بالاستیلاء

---

لہ جب ترک رومیوں پر غالب آجائیں، اور ان کو گرفتار کریں، اور ان کے مال لوٹ لیں، تو وہ ان کے مالک ہونگے کیونکہ غلبہ مال مباح میں متحقق ہو چکا ہے، اور وہی ملکیت کا سبب ہے، اور غلبہ جمیع اموال میں سبب ملک ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الیہ فمن شرط البیع الملک حالۃ البیع حتی لم یصح فی مباح قبل الاستیلاء لخلو المحل عن الملک فالاسباب ثلاثۃ مثبت للملک وھو الاستیلاء وناقل للملک وھو البیع ونحوہ وخلافہ وھو الارث والوصیۃ کذا فی البحر الرائق۔ پس بموجب روایات فقہیہ معتبرہ کے لونڈی غلام اس دیار کے بیع و شراء سے لونڈی غلام شرعی نہیں ہو سکتے کہ کہ لوازم مملوکیت کا ان پر جاری ہو، پھر جب اولاد اس قسم کی لونڈی کے خرید کرنے والے سے ثابت النسب نہ ہوئی، تو محروم الارث بے شک و شبہ ہوں گے، واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب

فقط سید محمد نذیر حسین ۱۲۷

جواب صحیح ہے، اور متروکہ منشی نذر محمد خان کا بحسب قاعدہ فرائض کے ایک سو چالیس سہام پر منقسم ہوگا، اس طرح کہ پینتیس سہام ان کی بیوی کو اور پینتالیس سہام ان کے بھائی کو اور اکیس اکیس سہام ان کی دونوں بہنوں کو اور ایک بہن جو مر گئی ہے اس کے اکیس سہام یوں منقسم ہوں گے، کہ چھ چھ سہام ان کے ہر بیٹے کو اور تین سہام ان کی بیٹی کو غرض کہ حقیقت میں بات اصل وہی ہے، جو مفتی صاحب نے لکھی، اور ان کو بانٹنا چاہیئے، تو بموجب قاعدہ فرائض کے یوں تقسیم ہوگی، اور واقع میں کنیز غیر منکوحہ اور اس کی اولاد کو کچھ نہیں پہنچے گا، کہ وہ لونڈی شرعی نہیں ہے، کما حررہ فی الجواب فقط

محمد قطب الدین ۱۲

فی الحقیقت جس طرح دونوں حضرات نے ارقام فرمایا ہے بے کم و کاست یوں ہی ہے، حسب قواعد فرائض کے بلا شبہ، حسبنا اللہ بس حفیظ اللہ۔

**ھو الموفق**:۔ جو کچھ ان حضرات نے فرمایا وہ صحیح ہے، مگر نواب قطب الدین خان صاحب کی تحریر کی یہ عبارت کہ "ایک بہن جو مر گئی ہے اس کے اکیس سہام یوں منقسم ہونگے" قاعدہ فرائض کے خلاف ہے، اس واسطے کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے، کہ بہن متوفیہ کو قبل مرنے کے اس کے بھائی منشی نذر محمد خان متوفی کے ترکہ سے اکیس سہام ملے ہیں، حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ قانون فرائض کی رو سے اس کو تین سہام ملے ہیں، جیسا کہ حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب غفرلہم نے تحریر فرمایا ہے، پس واضح ہو کہ مجمل اور مختصر جواب قانون فرائض کے مطابق تو وہی ہے، جو حضرت ممدوح نے لکھا ہے، اور تفصیلی جواب جس کا طرز تحریر قانون فرائض کے پورا پورا مطابق ہو اس طرح پر ہے، کہ بعد تقدیم ما تقدم علی الارث و رفع موانع ترکہ منشی نذر محمد خان متوفی ایک سو چالیس سہام پر تقسیم ہو کر از ان جملہ پینتیس سہام ان کی زوجہ کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور بیالیس سہام ان کے بھائی علی محمد خان کو، اور اکیس سہام ان کی بہن مسماۃ مغلانی بیگم کو اور اسی قدر مسماۃ گمانی بیگم کو اور چھ چھ سہام بادشاہ بیگم کے ہر ایک بیٹے نیاز علی ممتاز علی اور امتیاز علی کو، اور تین سہام اس کی بیٹی اولیاء بیگم کو ملیں گے، اور کنیزگان بے نکاحی اور ان کی اولاد کو کچھ نہیں ملے گا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴ تصحیح ۲۰ تصحیح ۱۴۰

میت

صورۃ المسئلۃ ھکذا

| زوجہ | اخ علی محمد | اخت مغلانی بیگم | اخت گمانی بیگم | اخت بادشاہ بیگم |
|---|---|---|---|---|
| ۱ | ۶ | ۳ | ۳ | ۳ |
| ۵/۳۵ | ۴۲/۱ | ۲۱/۱ | ۲۱/۱ | |

مسئلہ ۶ تصحیح ۱۴۰ مافی الید

میت

| نیاز علی | ممتاز علی | امتیاز علی | اولیاء بیگم |
|---|---|---|---|
| ابن ۲ | ابن ۲ | ابن ۲ | اخت ۱ |
| ۶/۲ | ۶/۲ | ۶/۲ | ۳/۱ |

المبلغ ۱۴۰

الاحیاء

| زوجہ نذر محمد | علی محمد | مغلانی بیگم | گمانی بیگم | نیاز علی | ممتاز علی | امتیاز علی | اولیاء بیگم |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۳۵ | ۴۲ | ۲۱ | ۲۱ | ۶ | ۶ | ۶ | ۳ |

الحاصل حضرات مجیبین میں سے ہر ایک کا جواب صحیح و حق ہے، مجیب ثانی کے صرف طرز بیان میں ایک بات تھی جس کو ہم نے ظاہر کیا ہے۔

کتبہ محمد عبدالرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ بقضائے الٰہی فوت ہوگئی اور ایک متبنیٰ مسمی نادر سلطان اور ایک سوتیلی ماں، ایک سوتیلا بھائی مسمی عبدالرحیم علاتی اور بہن خالہ زاد اور ایک بیٹا اس کا یعنی بھانجہ متوفیہ کا، اور ایک کنیزک مسماۃ مبارک النساء اور شوہر بعد اپنے یہ سب وارث چھوڑے اور ترکہ ہندہ متوفیہ کا زیور و پارچہ فقط ہے، اپنی حین حیات میں ہندہ مذکورہ نے برضا و رغبت خود تین چار آدمیوں کے روبرو دو تین سال پہلے مرنے سے ہزار روپیہ مہر کا شوہر کو بخش دیا تھا، چنانچہ اقارب وغیرہ اس امر سے واقف اور شاہد ہیں، اور نیز اپنی حیات میں ہندہ نے بحالت صحت و ثبات عقل چند مرتبہ شوہر کو یہ وصیت کی تھی کہ بعد میرے نادر سلطان متبنیٰ کو اگر میں مرجاؤں تو بالیاں طلائی اور چار حلقہ نقرئی کہ جو میری والدہ مرنے کے بعد اس کو دے مری ہے، وہ اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ایک جوڑا کپڑا گوٹے کناری کا میرے کپڑوں میں سے لے کر اسے وقت نکاح کے دے دینا، اور اس کا نکاح کر دینا، شرعاً یہ وصیت جائز ہے یا نہیں، اور مال متروکہ متوفیہ مذکورہ کا کیونکر تقسیم ہوگا، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ درصورت مرقومہ واضح ہو کہ وصیت مذکورہ تہائی مال میں جاری ہوگی، پس ایک جوڑا گوٹا کناری کا، اور نیز خرچ نکاح نادر سلطان مذکور کا تہائی میں بموجب وصیت ہندہ مذکورہ کے محسوب ہوگا، زیادہ میں جائز نہیں، مگر وارث زیادہ کو جائز رکھیں، تو جائز ہے، ولا تجوز بما زاد علی الثلث الا ان یجیزھا الورثۃ بعد موتہ وھم کبار کذا فی الھدایۃ ھکذا فی العالمگیریۃ وغیرھا۔ اور دو بالیاں طلائی اور چار حلقہ نقرئی جو ہندہ کی ماں نادر سلطان کو دے مری ہے، وہ مال خالص نادر سلطان کا ہے، اور وہ ہندہ کے متروکہ میں داخل نہیں ہے اور نہ کسی وارث کا اس میں حق ہے، اور بعد تجہیز و تکفین و اجرائے وصیت کے متروکہ مذکورہ ہندہ متوفیہ کو دو سہام پر تقسیم کر کے نصف شوہر کو اور نصف آخر برادر عبدالرحیم علاتی کو بطریق عصوبت، اور شوہر مذکور کو بطور فرض دینا چاہیئے، اور باقی وارث بہ سبب ذوی الارحام ہونے کے محروم الارث ہیں، کیونکہ ذوی الارحام ذوی الفروض اور عصبہ کے ہوتے مستحق ارث کے نہیں ہوتے، اور مسلمان کے نادر سلطان اور سوتیلی ماں اور مبارک النساریہ تینوں نہ ذوی الفروض میں داخل ہیں، نہ عصبہ ہیں نہ ذوی الارحام میں اسی واسطے ترکہ مذکورہ سے یہ محروم رہے۔ ھکذا فی کتب الفرائض۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مر گیا، اور قبل تقسیم ترکہ کے اس کی زوجہ نے دوسرا نکاح کر لیا، اب سوال یہ ہے، کہ زوجہ زید متوفی بہ سبب کرنے نکاح ثانی کے ترکہ زید شوہر اول سے محروم المیراث ہو جاوے گی یا نہیں، بینوا توجروا

**الجواب**:۔ درصورت مرقومہ زوجہ زید متوفی بہ سبب کرنے نکاح ثانی کے ترکہ زید شوہر اول سے محروم المیراث ہرگز نہ ہوگی، اس لئے کہ موجب میراث زوجہ کا بقاء نکاح ہے تا وقت موت زید کے، یستحق الارث بالحد ثلثۃ برحم و نکاح صحیح و

---

۱؎ تیسرے حصہ سے زائد کی وصیت جائز نہیں ہے، مگر اس صورت میں کہ وارث جوان بالغ ہوں، اور وہ اپنی رضامندی سے اس کی اجازت دے دیں ۱۲ ۲؎ وراثت کا حق تین میں سے ایک چیز سے ہوتا ہے، یا تو رحم سے یا نکاح

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ولکن فی تنویر الابصار والدر المختار۔ لان الزوجیۃ سبب لارثہا کذا فی الطحطاوی وغیرہ کما من کتب الفقہ۔ پس جب زوجہ زید متوفی اولاً مستحق میراث ترکہ زید سے ہو چکی، تو پھر بعد ازاں نکاح دوسرا مسقط حق میراث اس کے کا نہ ہوگا شرعاً۔ لان الحق اذا ثبت و استقر لا یسقط الا باسقاط صاحب الحق کذا یستفاد من الہدایۃ وغیرہا۔ واللہ اعلم بالصواب

سید محمد شریف حسین — سید محمد نذیر حسین

**سوال**۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص دو دختر و ایک زوجہ اور چند بھتیجے رکھتا تھا، قبل از موت ایک روز بیشتر ہر دو دختر اپنی کو بقدر پانسو روپیہ نقد و غلہ و گاؤ میش و مادہ گاؤ بموجودگی چند اشخاص برادری و زوجہ دیگر یہ وصیت کی، کہ تمہارا حق و حصہ میرے ترکہ میں کچھ نہیں رہا، اور بعد میرے جب تک زوجہ زندہ رہے مثل میرے آمدنی اراضیات پر قابض و متصرف رہ کر اوقات بسر کرتی رہے، اور بعد انتقال زوجہ جملہ بھتیجہ ہمہ جائداد کے مالک ہوویں، اور بھتیجے تاحیات زوجہ سربراہ کاری کرتے رہیں اور جو بھتیجہ کلان ہووے کسی قدر زمین سوائے حصہ کے واسطے خرچ صادر و وارد و چراغ مسجد کے زیادہ پاوے، چنانچہ جملہ بھتیجوں نے موافق وصیت کے عمل کیا، کہ تاحیات زوجہ متوفی کے سربراہی کرتے رہے، اب بعد انتقال اس کے جملہ جائداد پر قابض و مالک ہوئے، اب دختران معترض ہیں، کہ مورث سے ترکہ زوجہ کو، اور زوجہ سے ہر کو بنات کو پہنچتا ہے، لہذا یہ وصیت اس وقت کی نسبت بھتیجوں کے جائز ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**۔ درصورت مرقومہ واضح ہو کہ وصیت وارث کے حق میں شرعاً جائز نہیں ہے، درمختار میں ہے۔ ولا لوارثہ الخ لقولہ علیہ السلام لا وصیۃ لوارث انتہی۔ اب چاہیئے کہ تمام مال منقولی اور غیر منقولی شخص متوفی کا مع پانسو روپیہ نقد جو شخص مذکور اپنی لڑکیوں کو دے مرا ہے، وہ سب ملا کر اول اس میں سے تجہیز و تکفین و ادائے دین مہر زوجہ متوفی میں صرف کرنا چاہیئے، پھر جو کچھ بچے اس کو چوبیس سہام پر منقسم کر کے تین سہام یعنی ثمن زوجہ متوفی کو، اور سولہ سہام یعنے تلثان دونوں بیٹیوں کو اور باقی پانچ سہام بھتیجوں کو دینا چاہیئے، بعد اس کے زوجہ مذکورہ کا انتقال ہو گیا، اور وارث اس کے سوائے دونوں بیٹیوں

---

صحیح ہے بادلائے، کیونکہ زوجیت وراثت کا سبب ہے ۱۲ ۱؎ کیونکہ جب حق ثابت ہو جائے، تو پھر وہ صاحب حق کے ساقط کرنے کے سوا کسی صورت میں ساقط نہیں ہوتا ۱۲ ۲؎ حضور نے فرمایا، وارث کے لئے وصیت نہیں ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کے کوئی نہیں، جیسا کہ سوال سے معلوم ہوتا ہے، تو اس حالت میں کل متروکہ میت ثانی کا دونوں بیٹیاں بالفرض والرد لیویں گی، اور بھتیجوں کا اس میں کچھ حق نہیں۔ ھکذا فی کتب الفقہ والفرائض۔ حررہ سید شریف حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ زوجہ بعد وفات زوج کے متروکہ زوج کو اپنے دین مہر میں استغراق کر سکتی ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ زوجہ متروکہ زوج کو اپنے دین مہر میں استغراق کر سکتی ہے، بحکم قضاء قاضی وحاکم وقت کے، کیونکہ حق غرماء یعنی قرضخواہوں کا ساتھ مالیت کے متعلق ہے، نہ کہ عین متروکہ سے، چنانچہ ہدایہ میں در باب اقرار مریض و در باب وصی مذکور ہے۔ لان[1] حق الغرماء یتعلق بالمالیۃ لا بالصورۃ انتہی۔ وقال فی فتح القدیر لان حق الغرماء یتعلق بالمالیۃ لا بالصورۃ والمالیۃ باقیۃ فی المبایعۃ بمثل القیمۃ وان فاتت الصورۃ انتہی مختصراً، اور حق ورثہ کا ساتھ عین ترکہ میت کے متعلق ہے، بشرط فراغ حاجت میت سے، جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں مذکور ہے۔ وحق الورثۃ یتعلق بالترکۃ بشرط الفراغ ولہذا یقدم حاجتہ فی التکفین، اب واضح ہو کہ جب حق غرماء کا ساتھ مالیت کے متعلق ہوا، نہ عین ترکہ میت سے تو تقویم و تشخیص قیمت متروکہ میت کی واسطے ادائے دین مہر و دیگر دیون عباد کے ضرور چاہیئے، اور ولایت بیع ترکہ مستغرقہ فی الدین کی قاضی اور حاکم وقت کو ہے، نہ قرضخواہ کو اور نہ ورثہ کو طحطاوی حاشیہ در مختار میں بیچ کتاب الفرائض کے مذکور ہے قال المؤلف فی شرح المنتقی ولقد مناان ولایۃ بیع الترکۃ المستغرقۃ بالدین للقاضی لا للورثۃ لعدم ملکھم حینئذ انتہی۔ پس معلوم ہوا کہ بحکم قضاء قاضی وحاکم وقت کے زوجہ متروکہ زوج کو اپنے دین مہر میں استغراق کر سکتی ہے، اور بعد تقویم اور تشخیص قاضی کے وارثان میت اگر چاہیں، کہ کل قرضہ مستغرقہ کو یا بعض کو بعوض ادائے

---

[1] کیونکہ قرضخواہوں کا تعلق مالیت سے ہے، نہ کہ کسی خاص متروکہ سے ۱۲ [2] کیونکہ قرضخواہوں کا تعلق حق مالیت سے ہے، نہ کہ کسی خاص صورت سے، اور مالیت بعد فروخت میں باقی ہے، اگرچہ صورت فوت ہو چکی ہے ۱۲ [3] اور وارثوں کا حق ترکہ سے تعلق رکھتا ہے، بشرطیکہ اس کی تکفین و تجہیز کی ضرورتیں پوری ہو چکیں ہوں ۱۲ [4] اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ترکہ مستغرقہ بالدین کی بیع کا حق قاضی کو ہے، نہ وارثوں کو کیونکہ وہ ابھی اس کے مالک ہی نہیں ہیں ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دیوں کے (دین مہر ہو خواہ کوئی دوسرا دین) ترکہ میت کو واگذاشت کرالیں تو واگذاشت کرا سکتے ہیں، اور اگر قرض خواہ اپنے دین میں عین ترکہ لینے کو کہیں، اور ورثہ عوض ترکہ کے ادائے دین کرنے کو کہیں تو قول ورثہ کا معتبر ہوگا۔[1] لما مر من ان حق الورثۃ یتعلق بعین الترکۃ وحق الغرماء یتعلق بالمالیۃ۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ السید محمد نذیر حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ زید مقروض مرا اور کچھ بھی ترکہ نہیں چھوڑا، اس کے ورثہ بیٹے یعنی ابن تین (اور بھائی ایک اور بی بی ایک ہے، ان ورثہ میں سے کون کون کتنا کتنا قرضہ ادا کرنے کا ذمہ دار ہے، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ وارثان زید میں سے کوئی بھی اس کے قرضہ کے ادا کرنے کا شرعاً ذمہ دار نہیں ہے، ہاں اگر وہ تبرعاً واحساناً اپنی اپنی حسب لیاقت قرضہ ادا کردیں، اور اس کو بار قرض سے سبکدوش کردیں، تو بہت اچھی بات ہے، اور اس صورت میں کچھ متعین نہیں ہے، کہ فلاں اس قدر دے، اور فلاں اس قدر دے، اگر ایک ہی کل قرضہ ادا کردے، تو بھی ادا ہو جائے گا۔ واللہ اعلم بالصواب، حررہ السید عبد الحفیظ عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

---

[1] کیونکہ وارثوں کا حق عین ترکہ سے ہے، اور قرضخواہوں کا تعلق مالیت سے ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# کتاب الاضحیۃ والعقیقۃ

**سوال:** گائے میں سات آدمی اور اونٹ میں دس آدمی کے شریک ہونے کا حکم خاص ہدی میں ثابت ہے، یا قربانی میں بھی ثابت ہے، بینوا توجروا۔

**الجواب:** قربانی میں بھی ثابت ہے سبل السلام جلد ۱ صفحہ ۱۷۶ میں ہے، کہ یندب[1] لبس احسن الثیاب والتطیب باجود الاطیاب فی یوم العید ویزید فی الاضحی الضحیۃ باسمن ما یجد لما اخرجہ الحاکم من حدیث الحسن السبط قال امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی العیدین ان نلبس اجود ما نجد وان نتطیب باجود ما نجد وان نضحی باسمن ما نجد البقرۃ عن سبعۃ والجزور عن عشرۃ وان نظہر التکبیر والسکینۃ والوقار قال الحاکم بعد اخراجہ من طریق اسحٰق بن برزخ لولا جہالۃ اسحٰق ھذا لحکمت للحدیث بالصحۃ قلت ولیس بمجہول فقد ضعفہ الازدی ووثقہ ابن حبان ذکرہ فی التلخیص انتہی واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ کتبہ محمد عبد الرحمٰن المبارکفوری عفا اللہ عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کھال قربانی کی قیمت سے مسجد کی مرمت کرانی، یا فرش بنوانا درست ہے یا نہیں، اور زیادہ تر وانسب کیا ہے مسکین کو دینے میں یا مسجد کی مرمت اور فرش و فروش کے بنوانے میں یا مدرسہ اسلامیہ میں

---

[1] بہترین کپڑے پہننا، اور بہترین خوشبو لگانا عید کے روز مستحب ہے، اور قربانی کی عید میں یہ بھی مستحب ہے کہ بہت موٹی تازی قربانی کی جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدین کے متعلق ہمیں حکم دیا ہے، کہ ہم اپنے بہترین کپڑے پہنیں، اپنی بہترین خوشبو لگائیں اور سب سے موٹی قربانی کریں، گائے سات آدمیوں کی طرف سے اور اونٹ دس آدمیوں کی طرف سے، اور تکبیریں بلند آواز سے پڑھیں، اور سکینت اور وقار کو ہاتھ سے نہ جانے دیں ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



داخل کر دیتے ہیں۔

**الجواب:** کھال قربانی کے مصرف و مستحق فقراء و مساکین ہیں، بلوغ المرام میں ہے۔ عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قال امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اقوم علی بدنہ وان اقسم لحومہا وجلودھا وجلالہا علی المساکین ولا اعطی فی جزارتہا منہا شیئا متفق علیہ۔ قال فی سبل السلام دل الحدیث علی انہ یتصدق بالجلود والجلال الی قولہ وحکم الاضحیۃ حکم الہدی فی انہ لا یباع لحمہا ولا جلدھا وانہ لا یعطی الجزار منہا شیئا اجرۃ انتہی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

سید محمد نذیر حسین

حررہ السید ابوالحسن عفی عنہ

**سوال:** فقراء کو قربانی کی کھال دینا چاہیئے، یا اس کو بیچ کر قیمت بھی دینا جائز ہے اگر وقت پر مساکین نہ ہوں تو کیا کرے۔ بینوا توجروا۔

**الجواب:** قربانی کی کھال کو بیچ کر فقراء کو دے، کیونکہ صاحب قربانی کو بیچنا کھال قربانی کو باتفاق ائمہ اربعہ نادرست ہے، اور یہی امر منبص حدیث ثابت ہے، مسند امام احمد میں ہے۔ وانتم تعوا بجلودھا ولا تبیعوھا۔ اور بیہقی کے سنن کبریٰ میں ہے من باع جلد اضحیتہ فلا اضحیۃ لہ ان کے علاوہ اور بھی دلائل ہیں، لیکن جس جگہ فقراء میسر نہ آتے ہوں اور چمڑے کے تلف کا خوف ہو تو کھال کو بیچ ڈالنا مضائقہ نہیں، اس واسطے کہ بنا شرع کی جلب مصالح و دفع مفاسد پر ہے، واللہ اعلم

کتبہ محمد علی ابوالمکارم غفر اللہ لہ ولوالدیہ۔ ۶ ربیع الاول ۱۳۱۴ھ ہجری

سید محمد نذیر حسین

**سوال:** ہرن اور بکری سے جو بچہ پیدا ہوا اور برس روز کا یا زیادہ کا ہو گیا، تو قربانی

---

۱؎ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں آپ کے قربانی کے اونٹوں کی حفاظت کروں، اور ان کا گوشت اور ان کی کھالیں، ان کے پالان مسکینوں میں تقسیم کر دوں، اور قصابوں کو اس میں سے اجرت نہ دوں (متفق علیہ) سبل السلام میں ہے اس حدیث میں دلیل ہے، کہ قربانی کے جانوروں کے چمڑے اور پالان وغیرہ بھی صدقہ کئے جائیں اور اضحیہ کا حکم ہدی کا سا ہے، کہ ان کا گوشت اور چمڑے بیچے نہیں جا سکتے، اور نہ ہی قصاب کو اس سے مزدوری دی جا سکتی ہے ۱۲ ۲؎ اس کے چمڑے سے فائدہ اٹھاؤ، لیکن بیچو نہیں ۱۲ ۳؎ جس نے قربانی کا چمڑا بیچا، اس کی قربانی نہیں ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وعقیقہ اس بچہ کا درست ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ ہرن اور بکری سے جو بچہ پیدا ہوا، اگر وہ مشابہ ہرن کے ہے، تو اس کی قربانی وعقیقہ ناجائز ہے، اور اگر وہ مشابہ ہرن کے نہ ہو تو اس کی قربانی وعقیقہ جائز ہے، لیکن دو برس سے کم کا نہیں ہونا چاہیے۔ ولا یجزی[1] دون الثنی من المعز وھو ما استکمل سنتین وطعن فی الثالثۃ ھکذا فی الروضۃ الندیۃ۔ واللہ اعلم

حررہ السید عبد الحفیظ عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**ھو الموفق**:۔ واضح ہو، کہ ہرن اور بکری سے جو بچہ پیدا ہوا، وہ اگر بکری ہے، تو قربانی درست ہے، اور اگر بکری نہیں ہے، تو اس کی قربانی درست نہیں ہے، فتاوی عالمگیری میں ہے۔ وقیل[2] اذا نزا ظبی علی شاۃ اھلیۃ فان ولدت شاۃ تجوز التضحیۃ و ان کانت ظبیا لا تجوز انتہی۔ یہی قول حق معلوم ہوتا ہے، کیونکہ بکری کی قربانی کا حکم ہے اور ہرن کی قربانی جائز نہیں، اور اگر ایسا بچہ ہوا، کہ نہ اس کو بکری کہہ سکتے ہیں، اور نہ ہرن تو اس کی بھی قربانی جائز نہیں ہے۔ ھذا ما عندی واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قیمت کھال قربانی کی اپنے مصرف میں لانا چاہیے یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ قیمت کھال قربانی کی اپنے مصرف میں ہرگز نہیں لانا چاہیے، یہ حق فقراء ومساکین کا ہے، بلکہ اس میں سے قصاب کو اجرت بھی نہیں دینا چاہیے، واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ السید ابو الحسن عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**ھو الموفق**:۔ کھال قربانی کی قیمت اپنے مصرف میں لانا ہرگز جائز نہیں ہے، بلکہ ایک ضعیف حدیث میں آیا ہے، کہ جو شخص قربانی کی کھال کو فروخت کرے گا یعنی اپنے مصرف میں لانے کے لئے، تو اس شخص کی قربانی ہی نہیں، ودرایہ تخریج ہدایہ میں ہے، حدیث[3] من باع جلد اضحیتہ فلا اضحیۃ لہ الحاکم والبیہقی من حدیث ابی ھریرۃ

---

[1] اور بکری کا بچہ ثنی ہی جائز ہے، اس سے کم عمر کا جائز نہیں، اور ثنی وہ ہے جس کے دو سال پورے ہو چکے ہوں اور تیسرا سال شروع ہو۔ [2] اگر ہرن بکری سے مجامعت کرے، تو اگر بکری کا بچہ بکری کے مشابہ ہو، تو اس کی قربانی جائز ہے، اور اگر ہرن کے مشابہ ہو تو جائز نہیں ہے ۱۲ [3] جو آدمی اپنی قربانی کی کھال بیچے گا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بھذا اورده الحاکم فی تفسیر سورۃ الحج۔ درایہ کے حاشیہ میں ہے وصححہ[1] لکن فیہ عبداللہ بن عباس قال الذہبی فی مختصرہ ضعفہ ابوداؤد انتہی، ہاں قربانی کی کھال کو بغیر فروخت کئے اپنے مصرف میں لانا ہر طرح درست ہے اور جائز، مثلاً اس کا بستر بنانا اور مشک اور ڈول بنوانا اور اپنے مصرف میں لانا بلا شبہ درست ہے منتقی میں ہے۔ عن ابی سعید ان قتادۃ بن النعمان اخبرہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قام فقال انی کنت امرتکم الحدیث وفیہ واستمتعوا بجلودھا ولا تبیعوھا رواہ احمد قال الشوکانی قال فی مجمع الزوائد انہ مرسل صحیح الاسناد انتہی

کتبہ محمد عبدالرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ۔

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میت کی طرف سے جو وارث لوگ قربانی بقرعید میں دیتے ہیں، اس کا گوشت صاحب نصاب کو، اور میت کے وارث کو کھانا بموجب شرع شریف کے درست ہے یا نہیں؟

**الجواب**:۔ جامع ترمذی میں عبداللہ بن مبارک کا یہ فتویٰ لکھا ہے، کہ اگر میت کی طرف سے قربانی کی جاوے، تو قربانی کرنے والا اس میں سے کچھ بھی نہ کھائے بلکہ کل گوشت صدقہ کر دے۔ واللہ اعلم بالصواب

المجیب سید عبدالوہاب عفی عنہ

میرے نزدیک میت کی طرف سے جو قربانی کی جائے، اس کا گوشت صاحب نصاب کو اور قربانی کرنے والے کو کھانا درست ہے، نادرست ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے، صحیح مسلم وغیرہ کی حدیث سے ثابت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے اور اپنی آل کی طرف سے اور اپنی امت کی طرف سے قربانی کرتے تھے، اور آپ کی امت میں بعض لوگ وفات بھی پا گئے تھے لیکن ہرگز یہ ثابت نہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قربانی کا گوشت خود نہیں کھایا، اور کل گوشت یا بقدر حصہ

---

اس کی قربانی نہیں ہے، حاکم نے اپنی تفسیر میں اور بیہقی نے اسے روایت کیا ہے ۱۲ [1] نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر فرمایا، میں نے تم کو حکم دیا تھا، اور اس میں یہ بھی ہے کہ اس کے چمڑہ سے فائدہ اٹھاؤ، اور ان کو فروخت نہ کرو۔ احمد۔ امام شوکانی نیل میں فرماتے ہیں، کہ یہ روایت صحیح الاسناد ہے ۱۲

---

[1] ای صححہ الحاکم ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



موات کے صدقہ کر دیا" حضرت علی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک قربانی کرتے تھے لیکن حضرت علی کا اس قربانی کے گوشت کو خود نہ کھانا اور کل گوشت کو صدقہ کر دینا ہرگز ثابت نہیں، رہا فتوے عبداللہ بن مبارک کا سو یہاں کی رائے ہے اور ان کی اس رائے پر کوئی دلیل صحیح قائم نہیں ہے، عون المعبود شرح ابوداؤد جلد ثالث صفحہ ۵۰ میں اس کی بحث تفصیل سے لکھی گئی ہے۔ من شاء الاطلاع علیہ فلیراجع الیہ واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ محمد عبدالرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ (۱) عقیقہ اگر سات روز میں کسی باعث سے نہ ہو سکا تو بعد اس کے ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) عید اضحیٰ میں قربانی ہر متنفس کی جانب سے کرنا چاہیئے یا گھر بھر کے لئے ایک جانور کرنا کافی ہوگا، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ (۱) جامع ترمذی میں ہے کہ اہل علم ساتویں روز عقیقہ کرنے کو مستحب جانتے ہیں، اگر ساتویں روز نہ ہو سکا تو چودھویں روز کرنا چاہیئے، اور نہ اگر چودھویں روز نہ ہو سکا تو اکیسویں روز کرنا چاہیئے، قاضی شوکانی نیل الاوطار میں ترمذی کے اس قول کو نقل کر کے لکھتے ہیں۔ ویدل علی ذلک ما اخرجہ البیہقی عن عبداللہ بن بریدۃ عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال العقیقۃ تذبح لسبع ولاربع عشرۃ ولاحدی وعشرین یعنی اس قول پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے جس کو عبداللہ بن بریدہ نے اپنے باپ سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے، کہ آپ نے فرمایا کہ عقیقہ ذبح کیا جائے، ساتویں روز اور چودھویں روز اور اکیسویں روز، مگر شوکانی نے نہ اس کی سند لکھی ہے، اور نہ اس کا صحیح یا ضعیف ہونا ظاہر کیا ہے، سبل السلام صفحہ ۲۰۸ میں ہے۔ قال النووی انہ یعق قبل السابع ولکن اعن الکبیر فقد اخرج البیہقی من حدیث انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم عق عن نفسہ بعد البعثۃ ولکنہ قال منکر وقال النووی حدیث باطل۔ یعنی نووی نے کہا کہ ساتویں روز کے قبل بھی عقیقہ کرنا درست ہے، اور اسی طرح بڑے ہونے کے بعد بھی عقیقہ کرنا درست ہے اس واسطے کہ بیہقی نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نے بعثت کے بعد اپنا عقیقہ کیا ہے، لیکن بیہقی نے کہا، یہ حدیث منکر ہے، اور نووی نے کہا کہ یہ حدیث باطل ہے، الحاصل عقیقہ کا وقت جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہے وہ ساتواں روز ہے، پس ساتویں ہی روز عقیقہ کرنا متعین ہے، ہاں بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت مذکورہ اگر صحیح ولائق اعتبار ہے، تو چودھویں روز اور اکیسویں روز بھی عقیقہ کرنا حدیث سے ثابت ہوگا، اور اکیسویں روز کے بعد یا بڑے ہونے کے بعد عقیقہ کرنا کسی حدیث معتبر سے ثابت نہیں ہے، اور علماء کی رائیں اس بارے میں مختلف ہیں بعض کہتے ہیں کہ اکیسویں روز کے بعد بھی ہوسکتا ہے، اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب،

(۲) ہر متنفس کی طرف سے ایک ایک جانور کی قربانی ضروری نہیں ہے ایک بکری بھی گھر بھر کی طرف سے کافی ہوسکتی ہے، منتقی الاخبار میں ہے۔ عن عطاء بن یسار قال سالت ابا ایوب الانصاری کیف کانت الضحایا فیکم علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کان الرجل فی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم یضحی بالشاۃ عنہ وعن اھل بیتہ فیاکلون ویطعمون حتی تباھی الناس فصار کما تری رواہ ابن ماجہ والترمذی وصححہ اور ابوداؤد میں ہے۔ عن جابر بن عبداللہ قال شھدت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الاضحی بالمصلی فلما قضی خطبتہ نزل عن منبرہ واتی بکبش فذبحہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدہ وقال بسم اللہ واللہ اکبر ھذا عنی وعن من لم یضح من امتی۔ قاضی شوکانی پہلی حدیث کے تحت میں نیل الاوطار میں لکھتے ہیں فیہ دلیل علی ان الشاۃ تجزی عن اھل البیت لان الصحابۃ کانوا یفعلون ذلک فی عہدہ صلی اللہ علیہ وسلم والظاھر اطلاعہ فلا ینکر علیہم ویدل

---

۱؎ عطاء بن یسار نے ابوایوب انصاری سے پوچھا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تمہاری قربانیاں کیسی ہوا کرتی تھیں، کہنے لگے ایک آدمی اپنے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے ایک بکری ذبح کرتا تھا، خود بھی کھاتے اور لوگوں کو بھی کھلاتے، پھر لوگ اس میں فخر کرنے لگے، اب جو حالت ہے وہ تم دیکھ ہی رہے ہو (ابن ماجہ ترمذی) ۱۲

۲؎ جابر بن عبداللہ کہتے ہیں، کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عیدگاہ میں گیا جب آپ نے خطبہ پڑھ لیا، تو منبر سے اترے، ایک مینڈھا لایا گیا، آپ نے اپنے ہاتھ سے اسے ذبح کیا اور کہا، بسم اللہ واللہ اکبر یہ میری طرف سے اور میری امت کے ہر اس آدمی کی طرف سے جو قربانی نہ کرسکے (ابوداؤد)

۳؎ اس میں دلیل ہے، کہ ایک بکری ایک گھر کی طرف سے کافی ہے، کیونکہ صحابہ ایسا کیا کرتے تھے، اور ظاہر ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



علی ذلک ایضا حدیث علی کل اھل بیت فی کل عام اضحیۃ (الی قولہ) والحق انھا تجزئ عن اھل البیت وان کانوا مائۃ نفس او اکثر کما قضت بذلک السنۃ انتھی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ کتبہ محمد عبد الرحمٰن المبارکفوری عفا اللہ عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کہ عقیقہ کرنا واجب ہے، یا سنت یا مستحب، اور کیا کیا اس کے احکام ہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ عقیقہ جمہور کے نزدیک ہے، واجب نہیں، اور امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک مستحب ہے، اور بعض لوگوں کے نزدیک واجب ہے، مگر قول جمہور اصح واصوب ہے، کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ ثابت ہے، اور اس کا ترک ثابت نہیں ہے، اور وجوب کی کوئی دلیل نہیں ہے، تو سنت ہوا، اس لئے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو چیز ثابت ہے بغیر ترک کے وہ سنت ہے جب تک وجوب کی کوئی دلیل نہ ہو، اور یہ جو حدیث میں بلفظ امر آیا ہے، کہ لڑکے کی طرف سے عقیقہ کرو۔ عن[1] سلیمان بن عامر الضبی رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع الغلام عقیقۃ فاھریقوا دما وامیطوا عنہ الاذی رواہ الجماعۃ الا مسلما کذا فی المنتقی، یہ امر وجوب کے لئے نہیں ہے، کہ اس سے وجوب عقیقہ پر دلیل لائی جاوے، کیونکہ دوسری حدیث میں (جو آگے آتی ہے) ہے، کہ جو شخص عقیقہ کرنا چاہے کرے، اس اختیار دینے سے صراحۃ معلوم ہوتا ہے، کہ عقیقہ واجب نہیں ہے، تو ضرور ہوا، کہ حدیث سابق کے امر کو وجوب کے لئے نہ لیں، تاکہ دونوں حدیثوں میں مطابقت ہو جائے، اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے اس بات پر کہ عقیقہ مستحب ہے سنت نہیں، مگر یہ استدلال صحیح نہیں ہے، کیونکہ اختیار کسی فعل میں شارع کی طرف سے مخالف اس کی سنت

---

کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع تھی، آپ نے ان پر انکار نہیں کیا، اور یہ حدیث بھی دلیل ہے، کہ ہر سال میں ہر اہل بیت پر ایک قربانی ہے، اور سچ یہ ہے، کہ گھر والوں سے ایک ہی بکری کافی ہے، اگرچہ وہ سو یا سو سے بھی زیادہ افراد ہوں، سنت نے یہی فیصلہ کیا ہے ۱۲

[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہر لڑکے کا عقیقہ پر خون گراؤ، اور اس کی گندگی دور کرو ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کے نہیں ہے اس لئے کہ سنت میں بھی اختیار حاصل ہوتا ہے بلکہ مستحب وہ ہے جس کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کیا ہو اور کبھی چھوڑ دیا ہو کما لا یخفی علی الماھر بالاصول۔ قولہ فاھر یقوا عنہ وما تمسک بھذا وبقیۃ الاحادیث القائلون بانھا واجبۃ وھم الظاھریۃ والحسن البصری وذھب الجمھور من العترۃ وغیرھم الی انھا سنۃ وذھب ابو حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ الی انھا لیست فرضا ولا سنۃ وقیل انھا عندہ تطوع احتج الجمھور بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم من احب ان ینسک عن ولدہ فلیفعل وسیاتی وذلک یقتضی عدم الوجوب لتفویضہ الی الاختیار فیکون قرینۃ صارفۃ لاوامر ونحوھا عن الوجوب الی الندب وھذا الحدیث احتج علی عدم الوجوب والسنیۃ ولکنہ لا یخفی انہ لا منافاۃ بین التفویض الی الاختیار وبین کون الفعل الذی وقع فیہ التفویض سنۃ انتہی ما فی نیل الاوطار

اور لڑکے کے پیدا ہونے کے ساتویں دن یا چودھویں دن یا اکیسویں دن عقیقہ کرنا بہتر ہے۔ عن سمرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل غلام رھینۃ بعقیقۃ تذبح عنہ یوم سابعہ ویسمی فیہ ویحلق رواہ الخمسۃ وصححہ الترمذی کذا فی منتقی الاخبار ودلیل علی ذلک ما اخرجہ البیہقی عن عبد اللہ بن بریدۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال العقیقۃ تذبح

---

(۱) اس حدیث اور باقی احادیث سے بعض نے استدلال کیا ہے کہ عقیقہ واجب ہے، ظاہریہ اور حسن بصری کا یہی مذہب ہے اور تمام اہل بیت اس کو سنت کہتے ہیں اور امام ابو حنیفہ مستحب یا نفل جمہور نے حضور کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ آپ نے فرمایا جو اپنے بچے کی طرف سے ذبح کرنا چاہیے وہ کرے اس سے عدم وجوب ثابت ہوا کیونکہ آپ نے اختیار دیا تو یہ ایک قرینہ صارفہ ہے کہ یہاں امر وجوب کے لئے نہیں ہے بلکہ استحباب کے لئے ہے لیکن یہ مخفی نہیں ہے کہ اختیار تفویض کرنے اور سنت ہونے میں کوئی منافات نہیں ہے ۱۲ (۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر لڑکا عقیقہ میں رہن ہے ساتویں دن اس سے ذبح کیا جائے اور اس کا سر منڈایا جائے، ترمذی نے اس کو صحیح کہا ہے، احمد، نسائی، ابن ماجہ اور ابو داؤد نے اسے روایت کیا ہے، دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا،

(۱) قولہ العقیقۃ تذبح الخ اخرجہ ایضا الطبرانی فی الاوسط والضیاء وضعفہ فی فتح الباری فی جامع الصغیر وفی السراج المنیر کانہ تفرد بہ اسمٰعیل وھو ضعیف متروک واہ کما فی المیزان ۱۲ ابو سعید محمد شرف الدین

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سبع ولاربع عشرۃ ولاحدی عشرین انتہی۔ کذا فی نیل الاوطار اور اگر اکیسویں دن کرے اس سبب سے کہ مقدور نہیں یا کسی دوسرے سبب سے تو جب مقدور ہو کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے لایکلف اللہ نفسا الا وسعہا۔ اور بعد بلوغ کے باپ وغیرہ سے طلب کرنے کا حق نہیں ہے، خود آپ اپنی طرف سے کرے، کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت کے بعد اپنا عقیقہ خود کیا ہے۔ العقیقۃ سنۃ مؤکدۃ وقتہا من الولادۃ الی البلوغ ویسقط الطلب عن الاب والاحسن ان یعق عن نفسہ تدارکا لما فات وفی الخبر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم عق عن نفسہ بعد النبوۃ لما رواہ البیہقی وتکلم بعض العلماء بصحۃ ہذا الخبر وسبع البدنۃ والبقرۃ کشاۃ انتہی ما فی شرح القدوری فی شرح مسائل التعلیم لابن حجر الہیتمی الشافعی، اور لڑکے کی طرف سے دو بکرے اور لڑکی کی طرف سے ایک بکرا کرنا چاہیئے۔ عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن العقیقۃ فقال لا احب العقوق وکانہ کرہ الاسم فقالوا یا رسول اللہ انما نسألک عن احدنا یولد لہ فقال من احب منکم ان ینسک عن ولدہ فلیفعل عن الغلام شاتان مکافئتان وعن الجاریۃ شاۃ رواہ احمد وابوداؤد والنسائی کذا فی منتقی الاخبار وعن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عق عن الحسن رضی اللہ عنہ والحسین رضی اللہ عنہ کبشا کبشا رواہ ابوداؤد والنسائی

---

عقیقہ ساتویں یا چودھویں یا اکیسویں دن کیا جائے ۱۲

لہ عقیقہ سنت مؤکدہ ہے، اور اس کا وقت ولادت سے بلوغت تک ہے، اور اس وقت باپ سے مطالبہ ساقط ہو جاتا ہے، اور بہتر یہ ہے کہ خود اپنا عقیقہ آپ کرے، تاکہ تلافی مافات ہو جائے اور حدیث میں یہ بھی آیا ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا عقیقہ نبوت کے بعد کیا، اس کی سند میں کچھ گفتگو ہے، اور گائے یا اونٹ کا ساتواں حصہ ایک بکری کے قائم مقام ہے ۱۲

سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ کے متعلق سوال کیا گیا، تو آپ نے فرمایا، میں تو عقوق کو ناپسند کرتا ہوں، گویا آپ نے یہ نام پسند نہ فرمایا کیونکہ اس کا مادہ عق ہے جس کے معنی کاٹنے کے ہیں، لوگوں نے کہا، یا رسول اللہ ہم پوچھتے ہیں، کہ جب ہم میں سے کسی کے بچہ پیدا ہوتا ہے، تو عقیقہ کیا جاتا ہے، آپ نے فرمایا، جو کرنا چاہے کرے، لڑکے سے دو بکریاں، اور لڑکی سے ایک لڑکی کافی ہے (احمد ابوداؤد نسائی) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے ایک ایک مینڈھا ذبح کیا (منتقی الاخبار)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وقال بکبشین کذا فی المنتقی الاخبار اور جمیع احکام اس کے مثل احکام جانور قربانی کے ہیں کیونکہ حدیث سے کچھ فرق دونوں میں ثابت نہیں ہوتا، مگر جن جن عیوب سے جانور قربانی کا مبرا یعنے پاک ہونا ضروری ہے جس کی تفصیل گذر چکی ان سے جانور عقیقہ کا مبرا ہونا ضروری نہیں ہے کیونکہ کسی حدیث سے ثابت نہیں ہوتا۔ الثانی[1] هل یشترط فیها ما یشترط فی الاضحیۃ و فیہ وجہان للشافعیۃ فقد استدل باطلاق الشاتین علی عدم الاشتراط وهو الحق لکن لا لهذا الاطلاق بل لعدم ورود ما یدل ههنا علی تلک الشروط والعیوب المذکورۃ فی الاضحیۃ وهی احکام شرعیۃ لا تثبت بدون دلیل انتهی ما فی نیل الاوطار اور اس کے کھانے کا بھی حکم گوشت قربانی کا حکم ہے یعنی کرنے والا کھاوے اور دوسروں کو کھلاوے اور یہ جو مشہور ہے کہ ماں باپ عقیقہ کا گوشت نہ کھاویں بالکل بے اصل ہے اور اسی طرح سے عقیقہ میں سے دائی کو دینا جیسا کہ مروج ہے ضروری[1] نہیں ہے لیکن اگر وہ محتاج ہو تو بزمرہ محتاجان وہ بھی مستحق ہے چنانچہ اس بارہ میں شاہ عبدالعزیز صاحب کا فتوی ایسا ہی ہو چکا ہے اور لڑکے کا سر منڈاوے اور اس کے بالوں کے برابر چاندی تول کر کے خیرات کرے اور اسی دن نام رکھے یہ بھی سنت ہے اور عقیقہ کے لوازمات میں سے ہے

وعن[2] ابی رافع ان حسن بن علی رضی اللہ عنہما لما ولد اراد امہ فاطمۃ ان تعق بکبشین فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تعقی عنہ ولکن احلقی شعر رأسہ فتصدقی بوزنہ من الورق ثم ولد حسین رض فصنعت مثل ذلک رواہ احمد کذا فی منتقی الاخبار

---

[1] دوسری بات یہ ہے کہ اس جانور میں بھی وہ شرطیں ہیں جو قربانی کے جانور میں ہوتی ہیں اس میں شافعیہ کے دو قول ہیں چونکہ یہاں مطلق بکریاں فرمایا ہے اور کوئی شرط نہیں لگائی اور یہی صحیح ہے لیکن مطلق ہونے کی حیثیت سے نہیں بلکہ اس لئے کہ یہاں کسی شرط اور عیب کا ذکر نہیں کیا جو قربانی میں کیا ہے اور یہ شرعی احکام ہیں جو بغیر دلیل کے ثابت نہیں ہوتے ۱۲ [2] جب حسن بن علی رض پیدا ہوئے تو حضرت فاطمہ نے دو مینڈھے ذبح کرنے چاہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو عقیقہ نہ کر بلکہ اس کے سر کے بال منڈا اور ان کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کر دے، پھر حضرت حسین پیدا ہوئے تو حضرت فاطمہ نے ایسا ہی کیا (احمد)

---

(۱) اقول روی الحاکم من حدیث علی قال امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمۃ فقال زنی شعر الحسین وتصدقی بوزنہ فضۃ واعطی القابلۃ رجل العقیقۃ ورواہ حفص بن غیاث عن جعفر بن محمد عن ابیہ مرسلا انتہی۔ التلخیص الحبیر جلد ۲ صفحہ ۳۸۸ ابو سعید محمد شرف الدین

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور حضرت فاطمہ کو حضرت حسن کے عقیقہ کرنے سے جو منع فرمایا اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کا عقیقہ کر چکے تھے، جیسا کہ حدیث سابق میں گذرا۔ قولہ لا تعقی عنہ قیل یحمل ھذا علی انہ قد کان صلی اللہ علیہ وسلم عق عنہ وھذا التعیین لما قدمنا فی روایۃ الترمذی والحاکم عن علی علیہ السلام انتہی ما فی نیل الاوطار۔ وعن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امر بتسمیۃ المولود یوم سابعۃ ووضع الاذی والعق وقال حدیث حسن غریب کذا فی منتقی الاخبار اور عقیقہ کے مناسبات سے یہ بھی ہے اس لئے ذکر کرتا ہوں کہ لڑکے کے پیدا ہونے کے دن کان میں اذان دینی چاہیئے اس میں لڑکے اور لڑکی کا ایک ہی حکم ہے یعنی داہنے کان میں دونوں کے اذان دینی چاہیئے۔ وعن[2] ابی رافع قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذان فی اذن الحسین رض حین ولدتہ فاطمۃ رض بالصلوۃ رواہ احمد وکذلک ابوداؤد والترمذی وصححہ وقال الحسن کذا فی منتقی الاخبار۔

قد حررہ ابو الخیر محمد یٰس الرحیم آبادی ثم العظیم آبادی عفی عنہ

فقیر محمد عبد الحق | مائل شدہ در شان محمد یٰس

www.KitaboSunnat.com

الجواب صحیح: حمید اللہ عفی عنہ مدرس مدرسہ مطلع العلوم میرٹھ

الجواب صحیح۔ محمد طاہر سلہٹی۔ محمد عبید اللہ مصنف تحفۃ الہند | محمد عبید اللہ ۱۲۹۱

اصاب من اجاب: حسبنا اللہ بس حفیظ اللہ

عقیقہ سنت ہے اگر کیفیت وکمیت میں سہولت ہے | امیر احمد | پشاوری

یہ جواب صحیح ہے۔ حررہ ابو العلی محمد عبد الرحمٰن الاعظم گڈھی المبارکفوری عفی عنہ

الجواب صحیح۔ ابو القاسم محمد عبد الرحمٰن۔ الجواب صحیح والمجیب نجیح

حررہ ابو عبد اللہ فقیر اللہ متوطن ضلع شاہپور پنجاب

مجیب صاحب نے جواب محققانہ دیا ہے اور بہت صحیح ہے لیکن یہ ضرور معلوم

---

[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو اس لئے عقیقہ سے منع فرمایا کہ آپ خود ان کا عقیقہ کر چکے تھے جیسا کہ حضرت علی رض کی حدیث میں ہے ۱۲ [2] نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ساتویں دن بچے کا نام رکھا جائے اور سر منڈایا جائے (منتقی الاخبار) ۱۲ [3] حضرت حسین جب حضرت فاطمہ کے ہاں پیدا ہوئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کانوں میں نماز کی سی اذان کہی (ابوداؤد، ترمذی)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کرنا چاہیئے کہ یہ جو عوام الناس بلکہ بعض بعض خواص میں بھی مشتہر ہو رہا ہے کہ لڑکے کے لئے نر چاہیئے اور لڑکی کے لئے مادہ، سو یہ بات بالکل غلط اور بے اصل ہے، حدیث شریف میں آیا ہے کہ کچھ حرج و مضائقہ نہیں خواہ نر ہو یا مادہ۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا یضرکم ذکرانا او اناثا کذا فی ابی داؤد والترمذی والنسائی والمشکوۃ وغیرھا وکذا فی الشرح الکبیر مثل فتح الباری وغیرہ اور اذان کا حکم یہ ہے کہ داہنے کان میں اذان کہنی چاہیئے اور بائیں میں تکبیر، حضرت فرماتے ہیں کہ مولود ام صبیان سے محفوظ رہے گا فی مسند ابو یعلی الموصلی عن الحسین رضہ مرفوعا من ولد لہ ولد فاذن فی اذنہ الیمنی واقام فی اذنہ الیسری لم تضرہ ام الصبیان رواہ فی جامع الصغیر وکذا فی المرقاۃ و فی شرح السنۃ ان عمر بن عبد العزیز کان یؤذن فی الیمنی ویقیم فی الیسری اذا ولد الصبی انتہی، فقط واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ العاجز ابو محمد عبد الوہاب الفیضابی الجھنگوی ثم الملتانی نزیل الدھلی تجاوز اللہ عن ذنبہ الخفی والجلی۔

الجواب صحیح:۔ محمد امیر الدین حنفی واعظ جامع مسجد دھلی — محمد امیر الدین ۱۳۰۰

خادم شریعت رسول الثقلین محمد اللطیف حسین — خادم شریعت رسول الاحباب ابو محمد عبد الوہاب

الجواب صحیح۔ عبد اللطیف عفی عنہ سہسپوی — عبد اللطیف ۱۲۹۵

الجواب صحیح:۔ ابو محمد عبد الرزاق بہاری عفی عنہ — عبد الرزاق ۱۳۰۳

سید محمد عبد السلام غفرلہ — عبد الجلیل عربی — محمد شمس الدین ۱۳۰۵

ابو محمد عبد الحق ۱۳۰۵ لودیانوی

اصل عقیقہ ساتویں روز ہی ہے۔

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین و مفتیان شرع مبین اس مسئلہ میں کہ میت کی طرف سے قربانی کرنا جائز و درست ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ واضح رہے کہ میت کی طرف سے قربانی کرنا جائز و درست ہے

---

۱؎ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ عقیقہ کی بکریاں نر ہوں یا مادہ (ابو داؤد ترمذی نسائی) ۲؎ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوا، تو اس کے دائیں کان میں اذان کہے اور بائیں میں تکبیر، تو اس بچے کو ام صبیان کی بیماری نہ ہوگی، عمر بن عبد العزیز کے ہاں جب کوئی بچہ پیدا ہوتا تو اس کے دائیں کان میں اذان کہتے، اور بائیں میں اقامت (جامع الصغیر)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یدل علیہ ماروی عن عائشۃ رضی اللہ تعالی عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امر بکبش اقرن یطأ فی سواد ویبرک فی سواد وینظر فی سواد فاتی بہ لیضحی بہ قال لہا یا عائشۃ ھلمی المدیۃ ثم قال اشحذیہا بحجر ففعلت ثم اخذھا واخذ الکبش فاضجعہ ثم ذبحہ ثم قال بسم اللہ اللھم تقبل من محمد ومن امۃ محمد ثم ضحی بہ رواہ مسلم وفی المشکوۃ وفی روایۃ احمد وابی داؤد والترمذی ذبح بیدہ وقال بسم اللہ واللہ اکبر اللھم ھذا عنی وعن من لم یضح من امتی انتہی اور ظاہر ہے کہ امت کا لفظ شامل ہے حی اور میت دونوں کو کما قال صاحب رد المحتار وسیاتی قولہ فانتظر اور نیز حضرت علی کرم اللہ وجہہ بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ کی طرف سے قربانی کیا کرتے تھے حسب وصیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ کذا فی المشکوۃ۔ عن حنش قال رأیت علیا رضی اللہ تعالی عنہ یضحی بکبشین فقلت لہ ما ھذا فقال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اوصانی ان اضحی عنہ فانا اضحی عنہ رواہ ابوداؤد وروی الترمذی نحوہ انتہی اور لفظ ترمذی کا یہ ہے عن حنش عن علی رض انہ کان یضحی بکبشین احدھما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم والاخر عن نفسہ فقیل لہ فقال امرنی بہ یعنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلا ادعہ ابدا انتہی وقال فی الھدایۃ واذا اشتری سبعۃ بقرۃ لیضحوا بہا فمات احدھم قبل النحر وقالت الورثۃ اذبحوھا عنہ وعنکم اجزاھم وان کان شریک الستۃ نصرانیا

---

لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ایک سینگ والا مینڈھا لایا جائے جس کے پاؤں سینہ اور منہ سیاہ ہوں، وہ لایا گیا، تو آپ نے فرمایا اے عائشہ چھری لانا، پھر فرمایا اسے کسی پتھر پر رگڑ کر تیز کر کے لانا، جب وہ لائیں، تو آپ نے چھری بھی پکڑ لی، اور مینڈھے کو بھی لٹا دیا، پھر ذبح کیا اور کہا بسم اللہ اے اللہ اسے محمد اور امت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے قبول فرما، پھر چھری چلائی، ایک روایت میں ہے کہا پھر فرمایا بسم اللہ واللہ اکبر اے اللہ یہ میری طرف سے ہے اور ان کی طرف سے جو میری امت میں سے قربانی نہ کر سکیں (مسلم)

۲ حنش کہتے ہیں کہ حضرت علی نے دو مینڈھے ذبح کئے میں نے پوچھا یہ کیسے ہیں، تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت کی تھی کہ میں آپ کی طرف سے قربانی کرتا رہوں سو میں ذبح کرتا ہوں (ترمذی)

۳ ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی دو مینڈھے ذبح کیا کرتے تھے ایک اپنی طرف سے اور دوسرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے، جو آپ نے ان کو حکم دیا تھا ۴ ہدایہ میں ہے کہ سات آدمیوں نے قربانی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اورجلا یرید اللحم لم یجز عن واحد منهم ووجهه ان البقرة تجوز عن سبعة لکن من شرط ان یکون قصد الکل القربة وان اختلف جهاتها کالاضحیة والقران والمتعة عندنا لاتحاد المقصود وهو القربة وقد وجد هذا الشرط فی الوجه الاول لان التضحیة عن الغیر عرفت قربة الا تری ان النبی علیه السلام ضحی عن امته علی ما روینا من قبل ولم یوجد فی الوجه الثانی لان النصرانی لیس من اهلها وکذا قصد اللحم ینافیها واذا لم یقع البعض قربة والاراقة لا تتجزی فی حق القربة لم یقع الکل ایضا فامتنع الجواز وهذا الذی ذکره استحسان والقیاس ان لا یجوز وهو روایة عن ابی یوسف لانه تبرع باتلاف فلا یجوز عن غیره لان فیه الزام الولاء علی المیت انتهی وقال فی الدر المختار وان مات احد السبعة المشترکین فی البدنة وقال الورثة اذبحوا عنه وعنکم صح عن الکل استحسانا لقصد القربة من الکل انتهی وقال ابن العابدین تحت هذا القول هذا وجه الاستحسان قال فی البدائع لان الموت لا یمنع التقرب عن المیت بدلیل انه یجوز ان یتصدق عنه ویحج عنه وقد صح ان رسول الله صلی الله علیه وسلم ضحی بکبشین احدهما عن نفسه والاخر عن من لم یذبح من امته وان کان منهم قد مات قبل ان یذبح انتهی ثم قال (فرع) من ضحی عن المیت یصنع کما یصنع فی اضحیة نفسه من التصدق والاکل والاجر للمیت والملک للذابح انتهی وفی الفتاوی

کے لئے گائے خریدی، ایک قربانی دینے والا ذبح کرنے سے پہلے فوت ہو گیا اور وارثوں نے اس کی اجازت دے دی، تو سب کی قربانی ہو جائے گی، اور اگر ساتواں آدمی عیسائی ہو یا کوئی محض گوشت کے لئے حصہ دار ہو، تو کسی کی قربانی نہ ہوگی، وجہ یہ ہے کہ گائے سات آدمیوں کی طرف سے جائز ہے، بشرطیکہ سب کی نیت قربت الٰہی کی ہو اگرچہ ان کی سمتیں مختلف ہوں، کوئی قربانی کرے، کوئی تمتع یا قران کی وجہ سے حصہ دار ہو، کیونکہ مقصود سب کا قربت خداوندی ہے، اور قربانی غیر کی طرف سے جائز ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی امت کی طرف سے قربانی کی ہے، اور عیسائی یا گوشت شریک قربت خداوندی کے لئے شریک نہیں ہوئے، جب قربانی کا کچھ حصہ قربت کے لئے نہ ہوا تو ساری قربانی نہیں ہوگی، اور میت کی طرف سے قربانی کا جواز استحسان ہے قیاس یہ کہتا ہے، کہ یہ جائز نہ ہو، اور ابو یوسف اسی کے قائل ہیں، کیونکہ یہ نیکی ہے، اور اس میں مال کا نقصان ہے، تو یہ غیر کی طرف سے جائز نہ ہونی چاہیئے، درمختار میں بھی ایسا ہی ہے، اور لکھا ہے کہ غیر کی طرف سے قربانی کی ہو تو اس کا حکم بھی وہی ہے، جو اپنی قربانی کا ہے، یعنی اس کا گوشت بھی اسی طرح تقسیم کرے، جس طرح اپنی قربانی کا کرے گا یعنی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



العالمگیریۃ ولو اوصی ان یشتری بقرۃ بجمیع مالہ ویضحی بہا عنہ فرات ولم تجز الورثۃ فالوصیۃ جائزۃ بالثلث بلا خلاف ویشتری بالثلث شاۃ ویضحی بہا عنہ ولو اوصی ان یشتری بقرۃ بعشرین درھما من مالہ ویضحی بہا عنہ فمات وثلث مالہ اقل من عشرین فانہ یضحی عنہ فی مذھبنا بما بلغت کذا فی الذخیرۃ انتہی وھکذا فی غیرھا من کتب الفقہ۔ یہ احادیث مذکورہ اور روایات فقہیہ جواز قربانی از طرف میت پر صاف دلالت کرتی ہیں۔ کما لا یخفی علی من لہ ادنی درایۃ فی الفقہ والروایۃ واللہ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتب فقط۔ المجیب العبد المعیب الراجی فضل رب الثقلین ابو الخیر محمد انور حسین ابن السید محمد عنایت حسین المھولوی المونگیری صانہما اللہ تعالیٰ عن موبقات الدارین

سید محمد نذیر حسین

**سوال:** چہ می فرمایند علمائے دین درین مسئلہ کہ در قربانی گاؤ یا شتر ہفت آدم شریک میشوند و یک کس ازان یک حصہ خود و دو حصہ از طرف والدین دران قربانی ارادہ نمودہ قربانی کند جائز خواہد بود از طرف والدین یا نے بینوا توجروا۔

**الجواب:** جائز است چنانچہ در کتب فقہ مذکور است وان مات احد السبعۃ المشترکین فی البدنۃ وقال الورثۃ اذبحوا عنہ وعنکم صح عن الکل استحسانا لقصد القربۃ من الکل کذا فی الدر المختار۔ قال المصنف والتضحیۃ عن الغیر عرفت قربۃ لانہ علیہ السلام والصلوۃ ضحی عن امتہ کذا فی الطحطاوی وھکذا فی

اجر میت کو ہوگا، اور قربانی ملک ذبح کرنے والے کی ہوگئی، عالمگیری میں ہے، کہ اگر وصیت کر جائے کہ میرے تمام مال سے گائے خرید کر قربانی کر دیں، اور ورثا اس کی اجازت نہ دیں، تو تہائی سے خریدی جائے، اگر اس کی نہ آئے، تو بکری خرید کر ذبح کر دی جائے، اگر بیس روپے کی گائے کی وصیت کرے اور اس کا تہائی مال بیس روپے سے کم ہو، تو جتنا مال تہائی ہو اس کی خرید لی جائے۔

**سوال:** گائے یا اونٹ کی قربانی میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں، اگر ان میں سے ایک آدمی ایک حصہ تو اپنا رکھے، اور دو حصہ اپنے مردہ والدین کی طرف سے تو یہ قربانی جائز ہوگی یا نہیں؟

**الجواب:** جائز ہے، کتب فقہ میں مذکور ہے، اگر اونٹ یا گائے کے سات حصہ داروں میں سے کوئی مر جائے، اور وارث کہیں کہ اپنے اور اس کی طرف سے ذبح کرو، تو سب کی طرف سے قربانی جائز ہوگی، کیوں کہ نیت سب کی تقرب خداوندی ہے، اور غیر کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الھدایۃ وغیرھا من کتب الفقہ والحدیث۔ واللہ اعلم بالصواب

حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ

| | | |
|---|---|---|
| سید محمد نذیر حسین | | |
| محمد قطب الدین | نوازش علی | محمد صدرالدین |

**سوال**:- احکام قربانی کے کیا کیا ہیں تفصیلاً بیان فرمادیں؟

**الجواب**:- ماضحیہ یعنی قربانی میں اختلاف ہے، کہ واجب ہے یا سنت مؤکدہ، مگر مذہب صحیح و محقق یہی ہے، کہ سنت مؤکدہ ہے، اور یہی مذہب ہے جمہور کا، اور بخاری نے ایک باب اس کی سنیت کا منعقد کیا ہے، اور یہی دلائل اس کی سنیت پر ہیں بخوف تطویل اختصار کیا، واجب نہیں ہے، کیونکہ وجوب پر کوئی دلیل نہیں ہے، اور نہ کسی صحابی سے وجوب منقول ہے، اور حدیث جو ابن ماجہ میں ہے، کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص باوجود قدرت کے قربانی نہ کرے، وہ ہمارے مصلے میں نہ حاضر ہو۔ عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان لہ سعۃ ولم یضح فلا یقربن مصلانا رواہ ابن ماجہ اول تو اس کے مرفوع ہونے میں اختلاف ہے، اصوب یہی ہے، کہ موقوف ہے، دوسرے اس سے وجوب نہیں نکلتا بلکہ تاکید نکلتی ہے، جیسا کہ کچے پیاز وغیرہ کے کھانے میں فرمایا، کہ مسجد میں کھا کر نہ آؤ، حالانکہ بالاتفاق اس سے حرمت نہیں نکلتی اسی واسطے حضرت سے حلت ثابت ہے، کما لایخفی علی من لہ فہم سلیم، اور سنیت دلائل سے ثابت ہے، جن کی تفصیل یہاں اختصار انہیں کی گئی۔ قال الحافظ ابن حجر فی فتح الباری وکانہ ترجم بالسنۃ اشارۃ الی مخالفۃ من قال بوجوبھا قال ابن حزم لا یعلم عن احد من الصحابۃ انہا واجبۃ وحکی انہا غیر واجبۃ عن الجمہور وعن محمد بن الحسن ھی سنۃ غیر مرخصۃ فی ترکھا وقال الطحاوی وبہ نأخذ ولیس فی الآثار ما یدل علی وجوبھا انتہی واقرب ما یتمسک بہ للوجوب حدیث ابی ھریرۃ رفعہ من وجد سعۃ فلم یضح فلا یقربن مصلانا اخرجہ ابن ماجہ واحمد ورجالہ ثقات

---

لہ نے اپنی امت کی طرف سے قربانی کی ۱۲ لہ ابن حجر نے فتح الباری میں کہا، کہ قربانی کو سنت کہہ کر ان لوگوں کی مخالفت کی ہے، جو اس کو واجب کہتے ہیں، ابن حزم نے کہا، کوئی صحابی بھی وجوب کا قائل نہیں ہے، اور جمہور اس کو غیر واجب کہتے ہیں، محمد بن حسن نے کہا یہ سنت ہے لیکن چھوڑنا نہ چاہیئے، طحاوی نے کہا، ہمارا یہی مذہب ہے، اور کوئی حدیث اس کے وجوب پر دلالت نہیں کرتی، زیادہ سے زیادہ ابوہریرہ کی حدیث ہے، کہ جس کو طاقت ہو اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لکن اختلف فی رفعہ ووقفہ والموقوف اشبہ بالصواب۔ قالہ الطحاوی وغیرہ مع ذلک فلیس صریحا فی الایجاب انتہی ملخصا۔ اور اس کے لئے صاحب نصاب زکوۃ ہونا بھی شرط نہیں، کیونکہ کوئی دلیل اس شرط پر نہیں ہے بلکہ صرف استطاعت یعنی قدرت ہونی چاہیئے، جیسا کہ حدیث ابوہریرہ رض مذکور میں ہے کما لا یخفی، اور اقامت یعنی مسافر نہ ہونا بھی شرط نہیں ہے، کیونکہ اس پر بھی کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ دلیل سے اس کا خلاف ثابت ہے کہ بخاری نے مسافر کی قربانی کرنے کا ایک باب منعقد کیا ہے اور اس میں حدیث لایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر مکہ میں قربانی کی۔ باب الاضحیۃ للمسافر والنساء فیہ اشارۃ الی خلاف من قال ان المسافر لا اضحیۃ علیہ انتہی ما فی فتح الباری۔ اس سے صراحۃً مستفاد ہوتا ہے، کہ اقامت شرط نہیں ہے کما لا یخفی، اور مذہب حنفی میں واجب ہے، صاحب نصاب زکوۃ پر، جیسا کہ صدقہ فطر میں بشرط اس کے کہ مسافر نہ ہو۔ الاضحیۃ واجبۃ علی کل مسلم مقیم موسر فی یوم الاضحی علی نفسہ وعن ولدہ الصغار والنساء لما روینا من اشتراط السعۃ ومقدارہ ما یجب بہ صدقۃ الفطر انتہی ما فی الہدایۃ ملخصا بقدر الحاجۃ۔ اور جو شخص قربانی کرنے کا ارادہ رکھے اس کو چاہیئے، کہ جب سے ذی الحجہ کا چاند دیکھے، تب سے قربانی تک سر و ریش کا بال و ناخن نہ لے۔ عن ام سلمۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا رأیتم ہلال ذی الحجۃ واراد احدکم ان یضحی فلیمسک عن شعرہ واظفارہ رواہ الجماعۃ الا البخاری کذا فی منتقی الاخبار۔ اور وقت اس کا بعد نماز کے ہے قبل نماز کے جائز نہیں، اور اگر کوئی قبل نماز کے کرے گا تو صحیح نہ ہوگا، دوسرا کرنا ہوگا، کیونکہ بخاری میں روایت ہے، کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سنت یہ ہے، کہ پہلے نماز پڑھے، پھر قربانی کرے، اور جس نے پہلے نماز کے قربانی کی، اس کی قربانی صحیح نہ ہوئی، وہ اس کے کھانے کا گوشت ہے، دوسری قربانی

---

قربانی نہ کرے، تو وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے (ابن ماجہ، احمد) لیکن اس کے مرفوع یا موقوف ہونے میں اختلاف ہے اور اس کا موقوف ہونا زیادہ صحیح ہے، اور پھر یہ وجوب میں صریح بھی نہیں ہے ۱۲ ؎۱ مسافر کی قربانی کا باب باندھ کر ان لوگوں کا رد کیا ہے، جو کہتے ہیں کہ مسافر پر قربانی نہیں ہے ۱۲ ؎۲ قربانی واجب ہے ہر ایک مسلمان مقیم، دولت مند پر اضحی کے دن اپنے نفس سے بھی اور اپنے بچوں اور عورتوں کی طرف سے بھی کیونکہ ہمیں اتنی دولت مندی کی روایت پہنچی ہے جس سے صدقہ فطر واجب ہو جاتا ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کرے۔ عن البراء قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اول ما نبدأ فی یومنا ھذا ان نصلی ثم نرجع فننحر من فعلہ فقد اصاب سنتنا ومن ذبح قبل فانما ھو لحم قدمہ لاھلہ لیس من النسک فی شئ الحدیث رواہ البخاری۔ اور حنفی مذہب میں بھی یہ ہی وقت ہے، مگر دیہاتی لوگوں کے لئے وقت الاضحیۃ یدخل بطلوع الفجر من یوم النحر الا انہ لا یجوز لاھل الامصار الذبح حتی یصلی الامام العید فاما اھل السواد فیجوز بعد الفجر کذا فی الھدایۃ، اور رسن بکری کا ایک سال یعنی ایک سال پورا اور دوسرا شروع اور گائے اور بھینس کا دو سال یعنی دو سال پورے اور تیسرا شروع اور اونٹ کا پانچ سال اور چھٹا شروع ہونا چاہیئے، اور بھیڑ ایک سال سے کم کی بھی جائز ہے، بشرطیکہ اس کے خوب موٹی اور تازی ہو کہ سال بھر کی معلوم ہوتی ہو، اس لئے کہ حدیث میں آیا ہے، کہ سال سے کم کی قربانی نہ کرو، اور ضرورت کے وقت بھیڑ کا جذعہ کرلو، عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یجوز الا مسنۃ الا ان یعسر علیکم فتذبحوا جذعۃ من الضان رواہ الجماعۃ الا البخاری کذا فی منتقی الاخبار اور مسنہ ہر جانور میں سے ثنی کو کہتے ہیں، اور ثنی کہتے ہیں بکری میں سے جو ایک سال کا ہو، اور دوسرا شروع، اور گائے بھینس میں جو دو سال کی ہو تیسرا شروع، اور اونٹ کا جو پانچ سال کا ہو، اور چھٹا شروع ہو، قولہ الا مسنۃ قال العلماء المسنۃ ھی الثنیۃ من کل شئ من الابل والبقر والغنم انتھی، مافی نیل الاوطار والثنی من الشاۃ ماذخل فی السنۃ الثانیۃ کذا فی مفردات القرآن للامام الراغب القاسم الحسین وھو المقدم علی الغزالی والقاضی ناصر الدین البیضاوی۔ منتہی الارب میں ہے ثنی کغنی شتر در سال ششم در آمدہ انتھی،

---

لہ قربانی کا وقت یوم النحر کی فجر طلوع ہونے سے شروع ہو جاتا ہے، لیکن شہر والے اس وقت تک قربانی ذبح نہ کریں، جب تک کہ عید کی نماز نہ پڑھی جائے، اور دیہات والے فجر کے بعد ذبح کر سکتے ہیں ۱۲

۲ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قربانی میں مسنہ کے سوا جانور جائز نہیں ہے، اگر نہ مل سکے تو بھیڑ کا جذعہ ذبح کرلو (منتقی الاخبار) ۳ علماء نے کہا مسنہ وہ ہے، جس کے سامنے کے دو دانت بڑے ہو چکے ہوں، خواہ اونٹ ہو یا گائے یا بکری، بکری کا مسنہ وہ ہے، جو دوسرے سال میں لگا ہو ۱۲

۴ بھیڑ اور بکری کا مسنہ وہ ہے، جو ایک سال کا ہو اور گائے سے وہ ہے جو دو سال کا ہو اور اونٹ سے جو پانچ سال کا ہو اور بھینس گائے کے حکم میں ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



والثنی منها ومن المعز ابن سنتین ومن البقر ابن سنتین ومن الابل ابن خمس سنین ویدخل فی البقر الجاموس لانه من جنسه انتهی مافی الهدایۃ۔ اور جذعہ بھیڑ میں سے اس کو کہتے ہیں، جو سال سے کم ہو۔ الجذع من الضان ما تمت له ستة اشهر فی مذهب الفقهاء وذكر الزعفرانی رحمة الله عليه انه ابن سبعة اشهر انتهی مافی الهدایۃ۔ مگر بشرط مذکور قالوا هذا اذا كانت عظيمة بحيث لو خلط بالثنايا يشتبه على الناظر من بعيد انتهی مافی الهدایۃ۔ اور شرط یہ ہے، کہ جانور قربانی اتنے عیوب سے خالی ہو، اول یہ کہ اس کا سینگ آدھا یا آدھے سے زیادہ کٹا نہ ہو، دوسرے اسی طرح کان کٹا نہ ہو، تیسرے کانا یا اندھا نہ ہو، چوتھے یہ کہ ظاہر لنگڑا نہ ہو، پانچویں یہ کہ بہت بیمار نہ ہو، چھٹے یہ کہ اتنا بوڑھا نہ ہو، کہ اس کی ہڈی کا گودا باقی نہ رہا ہو، ساتویں یہ کہ اس کا کان پھٹا نہ ہو، عن علی علیه السلام قال نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم ان یضحی باعضب القرن والاذن قال قتادة فذكرت لسعيد بن مسيب فقال العضب النصف فاكثر من ذلك رواه الخمسة وصححه الترمذی ولكن ابن ماجه لم يذكر قول قتادة الی اخره وعن البراء بن عازب رض قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اربع لا يجزن فی الاضاحی العوراء البين عورها والمريضة البين مرضها والعرجاء البين ضلعها والكسير التی لا تنقی رواه الخمسة وصححه الترمذی كذا فی منتقی الاخبار وعن علی رض قال امرنا رسول الله صلی الله علیه وسلم ان نستشرف العين والاذن وان لا نضحی بمقابلة ولا مدابرة ولا شرقاء ولا خرقاء رواه الترمذی وابوداؤد والنسائی والدارمی وابن ماجه وانتهت روایته الی قوله والاذن كذا فی المشكوة۔ اور حنفی مذہب میں بھی ان سب عیوب سے خالی ہونا چاہیے،

---

۱؎ بھیڑ اور بکری سے مسنہ وہ ہے، جو ایک سال کا ہو، اور گائے سے دنبے سے جو دو سال کا ہو، اور اونٹ سے جو پانچ سال کا ہو، اور بھینس گائے کے حکم میں ہے ۱۲ ۲؎ بھیڑ کا جذعہ وہ ہے، جو چھ یا سات ماہ کا ہو چکا ہو، بشرطیکہ اتنا موٹا تازہ ہو، کہ اگر اسے سال بھر کے گلہ میں کھڑا کیا جائے، تو فرق محسوس نہ ہو ۱۲ ۳؎ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سینگ اور کان کٹے ہوئے کی قربانی سے منع فرمایا ہے، سعید بن مسیب نے کہا، اگر نصف سے زیادہ کان یا سینگ موجود ہوں، تو درست ہے (احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی) اور آپ نے فرمایا چار طرح کا جانور قربانی میں جائز نہیں، کانا، بیمار، لنگڑا اور بوڑھا یا کمزور جس کی یہ بیماریاں صاف ظاہر ہوں، اور آپ نے فرمایا آنکھ، کان اچھی طرح دیکھ لیا کرو، اور آگے یا پیچھے یا عرض اور طول میں کان کٹا یا پھٹا قربانی نہ کیا کرو (منتقی الاخبار)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور سوا اس کے دم بھی اس کی نصف سے زیادہ کٹی نہ ہو، مگر یہ کہ سینگ کٹے ہوں یا کان پھٹا، یہ حنفی مذہب میں عیب نہیں ہے، اور کان آدھے سے زیادہ کٹا ہو تب عیب ہے، ورنہ نہیں، ولا یضحی بالعمیاء والعوراء والعرجاء التی لا تمشی الی النسک ولا العجفاء ولا تجزئ مقطوعۃ الاذن والذنب ولا التی ذھب اکثر اذنھا وذنبھا وان بقی اکثر الاذن والذنب جاز ویجوز ان یضحی بالجماء انتہی ما فی الھدایۃ۔ اور یہ عیوب جب معتبر ہیں، کہ وقت خریدنے کے موجود ہوں، اور جب وقت خریدنے کے جمیع عیوب مذکور سے مبرا تھا، اور بہ نیت قربانی کے جمیع عیوب سے سالم خرید لیا، تب کوئی نیا عیب حادث ہوا، تو اس کی قربانی صحیح ہے، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ وعن ابی سعید رض قال اشتریت کبشا اضحی بہ فعدی الذئب فاخذ الالیۃ قال فسألت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ضح بہ رواہ احمد وھو دلیل علی ان العیب الحادث بعد التعین لا یضر انتہی کذا فی المنتقی۔ اور حنفی مذہب میں امیر تو دوسری بدل لے اور غریب کے لئے وہی صحیح وکافی ہے۔ وھذا الذی ذکرنا اذا کانت ھذہ العیوب قائمۃ وقت الشراء ولو اشتراھا سلیمۃ ثم تعیب بعیب مانع ان کان غنیا علیہ غیرہ وان کان فقیرا تجزیہ ھذہ لان الوجوب علی الغنی بالشرع ابتداء لا بالشراء فلم تتعین بہ وعلی الفقیر بشرائہ بنیۃ الاضحیۃ فتعینت انتہی ما فی الھدایۃ۔ اور خصی کی قربانی جائز ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصی کی قربانی کی ہے۔ وعن عائشۃ رض قالت ضحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکبشین سمینین عظیمین املحین اقرنین موجوئین رواہ احمد انتہی ما فی منتقی الاخبار۔ اور بہت سی حدیثیں اس مضمون کی آئی ہیں بخوف تطویل ایک ہی پر اکتفا کیا حنفی مذہب میں بھی ہے۔ ویجوز ان یضحی بالجماء والخصی لان لحمھا اطیب وقد صح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ ضحی بکبشین املحین موجوئین انتہی ما فی الھدایۃ

---

[1] اندھا، کانا، لنگڑا جانور قربانی میں ذبح نہ کیا جائے، جو چل بھی نہ سکتا ہو، کان اور دم کٹا نہ ہو، اگر ان کا اکثر حصہ کٹا ہوا ہو، تو جائز نہیں ہے، اور اگر اکثر حصہ موجود ہو، تو جائز ہے۔ [2] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مینڈھے، بڑے موٹے، بڑے قد آور، سیاہ آنکھ، سینگدار خصی ذبح کئے۔ [3] اور قربانی میں خصی جانور جائز ہے، کیونکہ اس کا گوشت زیادہ مزے دار ہو جاتا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود خصی مینڈھے قربانی میں ذبح کئے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ملخصا بقدر الحاجۃ۔ اور قربانی میں سے از روئے قرآن و حدیث کے خود کھائے اور فقیروں محتاجوں کو کھلائے کوئی تقید نہیں، کہ کس قدر کھائے، اور کس قدر فقیروں کو دے، فرمایا اللہ تعالےٰ نے کلوا منہا واطعموا القانع والمعتر، ترجمہ، کھاؤ ان میں سے اور کھلاؤ بے سوال فقیر اور سوال کرنے والوں کو، اور حنفی مذہب میں مستحب ہے، کہ تہائی فقیروں محتاجوں کو دے۔ یاکل[1] من لحم الاضحیۃ ویطعم الاغنیاء والفقراء ویدخر ویستحب ان لا ینقص الصدقۃ عن الثلث انتہی ما فی الہدایۃ ملخصا۔ اور قصاب کی اجرت قربانی سے نہ دے، اپنے پاس سے علیحدہ دے۔ عن علی قال بعثنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقمت علی البدن فامرنی فقسمت لحومہا ثم امرنی فقسمت جلالہا وجلودہا وقال سفیان حدثنی عبد الکریم عن عبد الرحمن بن ابی لیلی عن علی رض قال امرنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اقوم علی البدن ولا اعطی منہا شیئا فی جزارتہا رواہ البخاری (ترجمہ) حضرت علی رض سے روایت ہے، کہ فرمایا آپ نے بھیجا مجھ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پس کھڑا ہوا میں قربانیوں پر پس حکم کیا مجھ کو پس تقسیم کیا میں نے گوشت ان کا پھر حکم کیا مجھ کو پس تقسیم کی میں نے جھولیں ان کی اور چمڑے ان کے، اور سفیان رحمہ اللہ نے کہا، حدیث سنائی مجھ کو عبد الکریم نے مجاہد سے، اور اس نے عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ سے اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے، فرمایا حضرت علی رض نے حکم کیا مجھ کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہ کھڑا ہوں میں قربانیوں پر اور نہ دوں ان سے قصائی کی اجرت میں کچھ۔ اور قربانی کے چمڑوں کو یا تو صدقہ کر دے، جیسا کہ حدیث مذکورہ بالا سے ظاہر ہے، یا اس سے کوئی چیز استعمال کی مثل مشک، ڈول وغیرہ کے بنا لے بیچے نہیں، جیسا کہ حدیث مذکورہ بالا سے ظاہر ہے، اور حنفی مذہب میں بھی یہی ہے۔ ویتصدق بجلدہا لانہ جزء منہا او یعمل منہا الۃ یستعمل فی البیت کالقطع والجراب والغربال وغیرہا انتہی ما فی الہدایۃ واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ العاجز المہین محمد یٰسین الرحیم ابادی عفی عنہ۔ محمد عبد الحمید عفی اللہ عنہ

---

[1] قربانی کے گوشت میں سے خود بھی کھائے، اغنیاء اور فقراء کو بھی کھلائے، ذخیرہ بھی کرے، اور مستحب ہے، کہ تیسرے حصے سے کم فقراء میں تقسیم نہ کرے (بخاری) [2] اس کی کھال کو صدقہ کر دے، کیونکہ وہ بھی قربانی کا حصہ ہے اور اس سے گھر کے استعمال کی چیزیں بنا سکتا ہے، مثلاً مشک، تھیلا، چھلنی وغیرہ ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



محمد عبید اللہ — مصنف تحفۃ الہند — فقیر محمد عبد الحق — امیر الدین ۱۳۰۱

خادم شریعت رسول الاداب

ابو محمد عبد الوہاب ۱۳۰۰

یہ جواب صحیح ہے

حررہ ابو العلی محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ

نعم الجواب ۔ ابو القاسم محمد عبد الرحمن عفی عنہ

محمد طاہر ۱۳۰۴

خادم شریعت رسول الثقلین محمد لطف حسین

سید محمد عبد السلام غفرلہ ۱۲۹۹

سید محمد نذیر حسین

**سوال** ۔ دعوے قربانی گائے کے جواب میں ہنود نے اپنا یہ بیان پیش کیا ہے کہ قرآن شریف میں اس فعل کی اجازت نہیں، بنیاد مذہب مدعی کی اور پر قرآن شریف کے ہے، کتاب مذکور میں قربانی گائے کی ہدایت نہیں ہے، مدعی خلاف اس کے بحیلہ مذہب بغرض دل دکھانے مذہب ہنود کے، کہ جس کے دھرم شاستر میں سخت ممانعت ہے، یہ فعل خلاف استحقاق کرنا چاہتا ہے، فقط چونکہ یہ بیان ان کا متعلق قرآن شریف مسایل مذہب کے ہے، لہذا علما کی خدمت میں استفتار ہے، کہ یہ بیان ہنود صحیح ہے یا غلط بینوا توجروا

**الجواب** ۔ بیان ہنود سراسر غلط ہے، ہم مسلمانوں کی آسمانی کتاب قرآن مجید اور ہمارے سچے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے قربانی گائے کی اجازت بخوبی ثابت ہے (۱) اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے سترھویں پارے بائیسویں سورہ حج کے پانچویں رکوع میں فرماتا ہے۔ والبدن جعلناها لكم من شعائر الله لكم فيها خير فاذكروا اسم الله عليها صوافّ فاذا وجبت جنوبها فكلوا منها واطعموا القانع والمعتر كذلك سخرناها لكم لعلكم تشكرون (ترجمہ) اور قربانی کے ڈیل دار جانوروں کو کیا ہم نے تمہارے لئے اللہ کی نشانیوں سے تمہارے لئے ان میں بھلائی ہے، تو اللہ کا نام لو ان پر کھڑے ہوئے، پھر جب گر جائیں کروٹیں ان کی تو خود کھاؤ ان میں سے اور کھلاؤ صبر سے بیٹھنے والے اور مانگنے والوں کو، یوں ہی تمہارے بس میں کر دیا ہے ہم نے ان جانوروں کو تاکہ تم احسان مانو" قربانی کے ڈیل دار جانور اونٹ اور گائے ہے تفسیر قادری جو ہنود کے ایک معزز رئیس منشی نولکشور سی آئی ای نے اپنی فرمائش سے منجانب مطبع تصنیف کرائی اور داخل رجسٹری کرا کر اپنے مطبع میں چھ بار چھاپی اور بیچی اس کی جلد دوم ششم سطر اخیر صفحہ ۷۹ و سطر اول صفحہ ۸۰ میں آیت کے ان لفظوں کا ترجمہ یوں لکھا والبدن اور اونٹ اور گائے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جو قربانی کے واسطے ہانکے لئے جاتے ہیں جعلنا ھا لکم کر دیا ہم نے انہیں یعنی ان کے ذبح کو تمہارے واسطے من شعائر اللہ دین الٰہی کے نشانوں میں سے، اور بے شک ہم حنفی مذہب والوں کے تینوں امام یعنی امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہم اور ان کے سب پیروؤں کا یہی مذہب ہے، کہ (بدنہ) یعنی قربانی کے ڈیل دار جانور میں اونٹ اور گائے دونوں داخل ہیں، انہیں اماموں کا مذہب ہندوستان کے تمام شہروں میں جاری ہے، اور یہاں انہیں کے مذہب پر فتوے عمل ہوتا ہے، ہدایہ اور مختار قاضی خاں، عالمگیری وغیرہ مشہور کتابیں اسی مذہب کی ہیں، در مختار مطبع ہاشمی جلد ۲ صفحہ ۵۸۴ سطر ۱ میں ہے۔ بدنۃ ھی الابل والبقر سمیت بہ لعظامتھا (ترجمہ) بدنہ اونٹ اور گائے ہے ان کے ڈیل دار ہونے کے سبب ان کا یہ نام ہوا، ہدایہ مطبع مصطفائی جلد اول صفحہ ۴۳۷ میں ہے والبدن من الابل والبقر الخ وفیہ ایضا ان البدنۃ تنبئ عن البدانۃ وھی الضخامۃ انتہی مختصرا (ترجمہ) بدن اونٹ اور گائے سے الخ تحقیق بدنہ بدانت سے خبر دیتا ہے، اور وہ ضخامت ہے یعنی ڈیل دار ہونا، فتاوی عالمگیری مطبع احمدی جلد اول صفحہ ۹۴ میں ہے البدنۃ من الابل والبقر (ترجمہ) بدنہ اونٹ اور گائے دونوں سے ثابت ہے اور یہ مضمون حدیث سے بھی ثابت ہے، کہ عنقریب مذکور ہوگا

(۲) ولکل امۃ جعلنا منسکا لیذکروا اسم اللہ علی ما رزقھم من بھیمۃ الانعام (ترجمہ) اور ہر گروہ کے لئے ہم نے مقرر کر دی قربانی کہ اللہ کا نام لیں چوپاؤں کے ذبح پر جو اللہ نے انہیں دیئے، یہاں فرمایا کہ چوپاؤں کو اللہ تعالیٰ نے قربانی کے لئے بنایا ہے اور آٹھویں پارہ، چھٹی سورت، سورہ انعام کے سترھویں رکوع میں چوپاؤں کی تفصیل یہ بیان فرمائی ہے ثمانیۃ ازواج من الضان اثنین ومن المعز اثنین (الی قولہ تعالیٰ) ومن الابل اثنین ومن البقر اثنین قل آلذکرین حرم ام الانثیین اما اشتملت علیہ ارحام الانثیین (ترجمہ) چوپائے آٹھ نر و مادہ ہیں، بھیڑ سے دو اور بکری سے دو اور اونٹ سے دو اور گائے سے دو تو کہہ کیا اللہ نے دونوں نر حرام کئے ہیں، یا دونوں مادہ، یا وہ جسے اپنے پیٹ میں رکھا دونوں مادہ نے، ان آیتوں سے صاف معلوم ہوا کہ اونٹ، گائے، بکری، بھیڑ سب کی قربانی اللہ تعالیٰ نے بتائی ہے، اس لئے تفسیر مذکور فرمائشی منشی نولکشور کی جلد مسطور صفحہ ۲۰۷ سطر ۱۱ و ۱۲ میں چوپاؤں پر اللہ کا نام لینے کی تفسیر میں لکھا ہے، بے زبان چارپایوں میں سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یعنی اونٹ، گائے، بکرا اس سے قربانی مراد ہے، کہ خدا کے نام پر ذبح کریں، اور پچھلی آیت سے یہ بھی کھل گیا کہ گائے، بیل، بچھیا، بچھڑا سب کا کھانا حلال ہے، جس کی حلت قرآن شریف میں صراحۃً مذکور ہے۔

(۳) اللہ تعالےٰ پہلے پارے، دوسری سورت، سورہ بقرہ کے آٹھویں رکوع میں فرماتا ہے۔ واذقال موسی لقومہ ان اللہ یامرکم ان تذبحوا بقرۃ (ترجمہ) اور جب کہا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے بے شک اللہ تمہیں حکم فرماتا ہے، کہ گائے ذبح کرو، اور ساتویں پارے چھٹی سورت، سورہ انعام کے دسویں رکوع میں موسیٰ و ہارون وغیرہما انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کرکے مسلمانوں کو حکم دیتا ہے اولئک الذین ھدی اللہ فبھداھم اقتدہ (ترجمہ) یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ٹھیک راستہ پر چلایا، تو تو انہیں کی راہ چل، اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ اگلے انبیاء کی شریعت میں جو کچھ تھا، وہی ہمارے لئے بھی ہے، جب تک ہماری شریعت اسے منسوخ نہ فرمادے، تو گائے کی قربانی کرنے کی اجازت یوں بھی ثابت ہوئی، اور یہ بھی معلوم ہوا، کہ اللہ تعالےٰ کے حکم سے گائے کا ذبح کیا جانا آج کا نہیں، بلکہ اگلی شریعتوں سے چلا آتا ہے، تفسیر مذکور فرمائشی نوٹس جلد اول کے صفحہ ۱۱ سطر اخیر و صفحہ ۱۸ سطر اول میں اس حکم الٰہی ذبح گائے کی حکمت یوں لکھی، اس کے ذبح کرنے میں نکتہ یہ تھا، کہ گوسالہ پرستوں کی سرزنش ہو، انہیں دکھا دیا، کہ جسے تم نے پوجا، وہ ذبح کرنے کے قابل ہے، عبادت اور مدح کے لائق نہیں۔

(۴) ان سب کے علاوہ اگر فرض کیجئے، کہ قرآن مجید میں اگر گائے اور قربانی کا نام تک نہ آیا ہوتا، جب بھی گائے کی قربانی قرآن مجید سے بخوبی ثابت تھی، قرآن مجید نے مذہب اسلام کی بنیاد صرف انہیں احکام پر نہیں رکھی، جن کا خاص خاص بیان قرآن مجید میں آچکا، بلکہ خود قرآن مجید نے اپنے احکام اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات دونوں پر بنائے اسلام رکھی ہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ماآتاکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا (ترجمہ) جو کچھ رسول تم کو دے، وہ لو، اور جس سے روکے اس سے بچو، اور فرماتا ہے من یطع الرسول فقد اطاع اللہ (ترجمہ) جس نے رسول کی اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی، اور فرماتا ہے۔ وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی (ترجمہ) یہ نبی اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتا، وہ تو صرف خدا کا حکم ہے، جو اسے بھیجا جاتا ہے، اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود گائے کی قربانی کی ہے، اور مسلمانوں کو ایک ایک گائے کی قربانی میں سات سات آدمیوں کے شریک ہونے کا حکم فرمایا، مذہب اسلام میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی چھ کتابیں سب سے زیادہ مشہور و مستند ہیں جنہیں صحاح ستہ کہتے ہیں، ان سب کتابوں میں یہ مضمون صراحۃً موجود ہے، صحیح بخاری شریف میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا ضحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن نسائہ بالبقر (ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیبیوں کی طرف سے گائے کی قربانی کی، صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابوداؤد میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، کہ امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نشترک فی الابل والبقر کل سبعۃ منا فی بدنۃ (ترجمہ) ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا، کہ اونٹ اور گائے ہر بدنہ میں سات سات آدمی شریک ہو جائیں، صحیح مسلم شریف میں انہیں سے روایت ہے اشترکنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الحج والعمرۃ کل سبعۃ منا فی بدنۃ فقال رجل لجابر ایشترک فی البدنۃ ما یشترک فی الجزور قال ما هی الا من البدن وحضر جابر الحدیبیۃ قال فحزرنا یومئذ سبعین بدنۃ اشترکنا کل سبعۃ فی بدنۃ اور ترمذی و نسائی و ابن ماجہ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔ قال کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فحضر الاضحی فذبحنا البقرۃ عن سبعۃ (ترجمہ) ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے، کہ بقر عید آئی، تو ہم نے سات آدمیوں کی طرف سے ایک گائے ذبح کی، سبحان اللہ جو کام خود ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا، اور ہمیں اس کا حکم دیا، اسے مذہب اسلام کے خلاف جاننا یا مذہب اسلام میں اس کی اجازت و ہدایت نہ ماننا کیسی کھلی ہٹ دھرمی ہے۔

(۵) اس بیان میں ایک بڑی ناانصافی یہ ہے، کہ ہمارے تو صرف کتاب آسمانی سے ثبوت چاہا، جو ہم روشن طور پر ادا کر چکے، اور اپنے لئے شاستر کا دامن پکڑا، وید کا نام کیوں نہ لیا جسے اپنے نزدیک کتاب آسمانی بتاتے ہیں، اگر سچے ہیں، تو اب وید اپنے سے گائے کی قربانی کی ممانعت ثابت کریں، اور شاستر کو بنائے مذہب رکھتے ہیں، تو ہماری بھی کتب فقہ کو بنائے مذہب جانیں، ہدایہ، درمختار، قاضی خان، عالمگیری وغیرہا ہزار دو ہزار جس قدر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کتابیں چاہیں دیکھ لیں، جن میں قربانی کا باب مذکور ہے، ان سب میں قربانی گائے نہایت صریح طور پر مسطور ہے، تو اسے خلاف مذہب بتانا صریح دھوکا دینا ہے۔

(۶) یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے، کہ اس بیان ہنود نے خوب ثابت کر دیا، کہ مورتی پوجن، اور تبوں کے آگے گھنٹا بجانا، سنکھ پھونکنا، ہوم دیو پر پانی ٹپکانا، ہولی دوالی وغیرہ وغیرہ صدہا باتیں کہ ہنود نے اپنی اپنی مذہبی ٹھہرا رکھی ہیں، جن کا ذکر ان کے وید میں کہیں نہیں، سب ان کے خلاف مذہب ہیں، کہ جس کتاب پر بنیاد مذہب ہنود ہے، اس کا پتہ نہیں دیتے پچھلے ہنود نے محض برائے حیلہ انہیں مذہبی بنا رکھا ہے۔

(۷) سب سے زاید یہ ہے، کہ وید جس پر مذہب ہنود کی بنا ہے، خود صاف صاف قربانی گائے کی اجازت دے رہا ہے، اخبار پائنیر صفحہ ۷ کالم ۴ مطبوعہ ۱۱ اپریل ۱۸۹۲ء میں ایک مضمون چھپا ہے، کہ "ہندوستان قدیم میں گائے کی قربانی" اس میں وید سے نقل کیا ہے "اے اگنی یہ پاک نذر صدق دل سے راگ کی صورت میں تیرے حضور پیش کرتے ہیں، اور تمنا ہے، کہ یہ سانڈ اور گنیاں تجھے پسند آویں رگ وید ۶: ۱۶: ۴۷ میں تم دل سے سونا کا عرق پینے والی اگنی خالق کی جیسے گھوڑے اور سانڈ اور بیل گنیاں اور مست کے بینڈھے چڑھائے جاتے ہیں ستائش کروں گا، رگ وید ۱: ۹۴: ۱ اسی اخبار میں برہمنہ پران اور ستیارتھ پرکاش اور تریتا برہمن جلد ۲ باب ۸ اور منو کی سانہتا ۵: ۴ وغیرہا کتب مذہب ہنود سے ہندوؤں کا گائیں ذبح کرنا بخوبی ثابت کیا ہے، اسی طرح یہ امر مہابھارت وغیرہ سے بھی ثابت ہے، فیصلہ ہائیکورٹ مقدمہ قربانی نمبری ۷ ۶۸ میں تاریخ ہنود زمانہ پیشین سے حکام ہائیکورٹ نے ثابت کیا ہے، کہ اگلے ہندو اپنے دینی رسوم میں گئومیدہ یعنی گائے کی قربانی کیا کرتے تھے، اور متقدمین حکمار نے اس کی تاکید کی تھی تو ثابت ہوا کہ ہنود اپنے وید اور مذہبی کتابوں اور اگلے پیشواؤں سب کے خلاف بحیلہ مذہب صرف بغرض دل دکھانے مسلمانوں کے جن کے مذہب میں قربانی گائے کی صاف صریح اجازت ہے امر مذہبی میں یہ مزاحمت بے جا خلاف استحقاق کرنا چاہتے ہیں، جس کا عقلاً عرفاً قانوناً کسی طرح اختیار نہیں، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم وحکمہ عز شانہ احکم۔

جواب بہت درست ہے، عنایت علی عفا اللہ عنہ۔

جواب صحیح ہے، محمد منفعت علی عفی عنہ مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند — محمد منفعت علی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جواب صحیح ہے۔ خلیل احمد عفی عنہ، مدرس مدرسہ عربیہ، دیوبند،
فی الواقع قربانی گائے کی کتاب وسنت سے ثابت ہے، محمد اشرف علی عفی عنہ
الجواب صحیح۔ غلام رسول عفی عنہ۔ از گروہ اولیاء اشرف علی
اصاب من اجاب۔ ابوالحسن بندہ محمد امین الدین عفی عنہ لاشک فیہ محمد امین است
قربانی گائے کی قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، جواب مجیب حق
صریح ہے، اور بیان ہنود غلط، واللہ اعلم بالصواب العبد عزیز الرحمن دیوبندی عفی عنہ
یہ جواب قرآن وحدیث کے سراسر مطابق اور وتوکل علی العزیز الرحیم
مذہب اہل اسلام کے بلا تامل موافق ہے، فقط۔ العبد محمود حسن عفی عنہ دیوبندی
یہ سب بیانات اصول اسلام یعنی قرآن مجید محمود حسن
اور احادیث شریف اور کتب فقہ کے موافق ہیں، اس میں کوئی مبالغہ یا خلاف کتاب بات
نہیں ہے۔ فقط حررہ محمد ناظر حسن عفی عنہ دیوبندی محمد ناظر حسن
بیان ہنود محض غلط اور سراسر کذب ہے، قرآن مجید واحادیث سے بلاشبہ گائے
کی قربانی ثابت ہے، فقط حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ ۱۲۸۱ سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعضے عالم بنگالہ کے کہتے
ہیں، کہ جو کوئی خصاء بہائم ماکول لحم یا غیر ماکول لحم ہو کرے گا وہ فاسق ہے، اس سے ترک اکل
وشرب وملاقات واجب ہے، اور اس کے پیچھے نماز ناجائز، علمائے شرع برائے خدا
جواب باصواب ارشاد فرماویں، ثواب اس کا عنداللہ تعالیٰ پاویں۔

**الجواب**:۔ درصورت مرقومہ اولاً مدعی مذکور پر ثبوت پہنچانا حدیث نہی خصاء بہائم
کے بسند صحیح متصل الاسناد مطابق شرائط اہل حدیث وفقہ کے واجب ہے[1] لان
الاسناد من الدین کما فی مقدمۃ صحیح مسلم وغیرہما والمدعی مطالب بالبرھان
ثانیاً بعد ثبوت حدیث صحیح متصل الاسناد کے اس کی تعمیم میں کلام ہوگا، کہ یہ نہی خصاء کے
غیر ماکول لحم میں وارد ہے، نہ ماکول لحم میں، اب ہم قطع نظر صحت حدیث وعدم صحت سے
کرکے کہتے ہیں، کہ نہی خصاء بہائم کے ساتھ جانور غیر ماکول لحم کی خاص ہے، جیسے خچر وخرد وغیرہ
اور ماکول لحم اس نہی میں شامل نہیں بدلالت نص قرآنی کے، کیونکہ مقصود اعظم چارپایہ ماکول لحم سے

[1] کیونکہ سند دین ہے، اور مدعی سے دلیل کا مطالبہ کیا جائے گا ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اکل ہے قطع نظر دیگر منافع عام سے چنانچہ خدا تعالیٰ سورت انعام میں فرماتا ہے۔ ومن الانعام حمولۃ وفرشا کلوا مما رزقکم اللہ ولا تتبعوا خطوات الشیطان انہ لکم عدو مبین ثمانیۃ ازواج من الضان اثنین ومن المعز اثنین قل آلذکرین حرم ام الانثیین اما اشتملت علیہ ارحام الانثیین نبئونی بعلم ان کنتم صادقین ومن الابل اثنین ومن البقر اثنین قل آلذکرین حرم ام الانثیین اما اشتملت علیہ ارحام الانثیین۔ انتہی ما فی سورۃ الانعام۔ اور جانور ماکول میں لحم لذیذ و مرغوب فیہ اور مشتہی خصی اور موجوء کا ہوتا ہے، اور اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو کبش موجوء کی قربانی کی رعن[۳] جابر قال ذبح النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الذبح کبشین اقرنین املحین موجوئین الی اخرہ رواہ احمد وابو داؤد وابن ماجہ والدارقطنی کذا فی المشکوٰۃ اور لحم تیس یعنی بوک اور محل غیر خصی کا بدبودار اور بدمزہ ہوتا ہے چنانچہ ارباب طبائع سلیمہ اور لطیفہ پر مخفی نہیں، تو لحم تیس اور محل غیر خصی کا جب مستلذات و مشتہیات سے نہ ہوا تو مستلذات سے خارج ہوا، اور قسم خبیث ضد طیب میں داخل ہوا، اور حال یہ کہ خدا تعالیٰ نے بندوں کو مستلذات کھانے کا ارشاد فرمایا، تفصیل اس اجمال کی ہے، کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے اول سورہ مائدہ میں فرمایا احلت لکم بہیمۃ الانعام یعنے اس آیت کریمہ میں اللہ جل شانہ نے انہیں جانوروں کے اکل کا حکم فرمایا، کہ جن کے اکل کا لحم سورۃ انعام میں صادر ہوا، بعد ازاں اسی سورہ مائدہ میں پھر فرمایا یسئلونک (یا محمد) ماذا احل لہم (من الطعام) قل احل لکم الطیبات (المستلذات) جلالین پس اس آیت میں خدا تعالیٰ نے ہر قسم کے مطعومات و ماکولات مستلذات کے کھانے کا امر فرمایا، اور مشرح ان آیتوں کی تفسیر کبیر سے

---

لہ بعض جانور سواری کے لئے ہیں، اور بعض بار برداری کے لئے، اللہ کے دیئے ہوئے رزق میں سے کھاؤ، اور شیطان کے کھوجوں پر نہ جاؤ وہ تمہارا کھلا کھلا دشمن ہے آٹھ جوڑے ہیں، دو بھیڑ سے دو بکریوں سے، آپ پوچھیں کیا اس نے نر حرام کئے ہیں یا مادہ، یا جس پر مادہ کا رحم شامل ہے، اگر سچے ہو تو مجھے کسی دلیل سے بتاؤ، اور دو جوڑے اونٹوں کے ہیں، اور دو گایوں کے، آپ پوچھیں کیا اس نے نر حرام کئے ہیں، یا مادہ، یا جس پر مادہ کے رحم شامل ہیں۔

۲؎ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے روز دو سینگدار سیاہ آنکھ خصی مینڈھے ذبح کئے (احمد ابوداؤد، ابن ماجہ)

۳؎ آپ سے پوچھتے ہیں، کہ کیا کیا کھانے حلال ہیں، آپ فرمائیں، تمہارے لئے پاکیزہ اور لذیذ چیزیں حلال ہیں ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بخوبی لکھی جاتی ہے۔ قولہ تعالیٰ یسئلونک ماذا احل لھم قل احل لکم الطیبات و ھذا ایضا متصل بما تقدم من ذکر المطاعم والماکل المسئلۃ الثالثۃ ان العرب فی الجاھلیۃ کانوا یحرمون اشیاء من الطیبات کالبحیرۃ والسائبۃ والوصیلۃ والحام فھم کانوا یحکمون بکونھا طیبۃ الا انھم کانوا یحرمون اکلھا بشبھات ضعیفۃ فذکر تعالیٰ ان کلما یستطاب فھو حلال واکد ھذہ الآیۃ بقولہ قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق وبقولہ ویحل لھم الطیبات ویحرم علیھم الخبائث واعلم ان الطیب فی اللغۃ ھو المستلذ والحلال الماذون فیہ یسمی ایضا طیبا تشبیھا بما ھو مستلذ لانھما اجتمعا فی انتفاء المضرۃ فلا یمکن ان یکون المراد بالطیبات ھھنا الحلالات والا لصار تقدیر الآیۃ قل احل لکم الحلالات ومعلوم ان ھذا رکیک فوجب حمل الطیبات علی المستلذ المشتھی فصار التقدیر احل لکم ما یستلذ و یشتھی ثم اعلم ان العبرۃ فی الاستلذاذ والاستطابۃ باھل المروۃ والاخلاق الجمیلۃ فان اھل البادیۃ یستطیبون اکل جمیع الحیوانات ویتاکد ھذا بقولہ تعالیٰ خلق لکم ما فی الارض جمیعا فھذا یقتضی التمکن من الانتفاع بکل ما فی

---

لہ آپ سے پوچھتے ہیں، ان کے لئے کیا کچھ حلال ہے، آپ فرمائیں، تمہارے لئے پاکیزہ چیزیں حلال ہیں، اور اس کا تعلق پہلے بیان شدہ مطاعم اور ماکل سے ہے، تیسرا مسئلہ یہ ہے، کہ عرب جاہلیت کے زمانہ میں بعض پاکیزہ چیزوں کو بھی حرام کر لیا کرتے تھے، جیسے بحیرہ، سائبہ، وصیلہ، حامی وغیرہ، یہ ان کو فی نفسہ تو طیب سمجھتے تھے، لیکن بعض ضعیف شبہات کی بنا پر ان کا کھانا حرام سمجھتے تھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جو چیز بھی پاکیزہ ہوگی وہ حلال ہوگی، اور اس آیت کی تائید اس آیت سے فرمائی آپ پوچھیں اللہ کی وہ زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہے، اور پاکیزہ رزق کو کس نے حرام کیا ہے، اور پھر فرمایا، ان کے لئے پاکیزہ چیزیں حلال کرتا ہے، اور ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے، اور طیب کا معنی لغت میں لذیذ ہے، اور حلال ماذون کو بھی طیب اسی لئے کہا جاتا ہے، کہ وہ تمام اشیاء بھی لذیذ ہیں، کیونکہ دفع مضرت میں وہ دونوں برابر ہیں، اور ناممکن ہے کہ طیبات سے مراد حلال ہوں، ورنہ آیت کے الفاظ اس طرح بن جائیں گے، اس نے تمہارے لئے حلال چیزیں حلال کی ہیں، اور یہ تو ہر ایک کو سمجھ آرہی ہے، کہ ایسے الفاظ بہت رکیک ہیں، تو ضروری ہے کہ طیبات کا ترجمہ لذیذ کیا جائے، پھر یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے، کہ لذیذ کا اعتبار مہذب اور شرفاء کے مذاق کے مطابق ہے، ورنہ جنگلی لوگ تو ہر قسم کے جانور کھا جاتے ہیں، اور اس آیت کے معنی کی تاکید اس آیت سے بھی ہوتی ہے، کہ اللہ نے جو کچھ بھی زمین میں ہے تمہارے فائدے کو پیدا کیا ہے، جس سے بھی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الارض الا انہ تعالیٰ ادخل التخصیص فی ذلک العموم فقال ویحرم علیہم الخبائث ونص فی ھذہ الایات الکثیرۃ علی اباحۃ المستلذات والطیبات فصار ھذا اصلا کبیرا وقانونا مرجوعا الیہ فی معرفتہ ما یحل ویحرم من الاطعمۃ انتہی مافی التفسیر الکبیر، بقدر الحاجۃ۔ اب دانشمندان شرع شریف غور فرمادیں اس مقام میں کہ اصل غرض ومطلب تحریر آیات بینات مذکورہ بالا سے یہ کہ رب العباد نے اپنے بندگان مسلمین کو اذن واجازت کھانے پینے مستلذات کی فرمائی، اور ہدایت کی، اور زیادہ تر طعام خوردنی روزمرہ عرب وعجم کا گوشت اونٹ اور بقر وغنم کا دستور العمل رہا، اور غنم اور بقر میں خاص کر گوشت خصی کا لذیذ اور کمال مرغوب ہوتا ہے، چنانچہ اہل مذاق، صافی طبع اس کو خوب جانتے ہیں، اور گوشت تیس یعنی بوک اور محل غیر خصی کا نہایت بدبودار اور مکروہ ہوتا ہے، کیونکہ تیس میں گونہ خبث پائی جاتی ہے کہ استیفائے منافع کما حقہ اسے حاصل نہیں ہوسکتا، اسی سبب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو زکوۃ میں دینے سے منع فرمایا ہے۔ ولا یخرج فی الصدقۃ المفروضۃ ھرمۃ الکبیرۃ التی سقطت اسنانہا ولا ذات عوار بفتح العین والف بعد الواو ای معیبۃ بما تردبہ فی البیع ولا تیس وھو فحل الغنم او مخصوص بالمعز لقولہ تعالیٰ ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون کذا فی ارشاد الساری شرح صحیح البخاری للعلامۃ القسطلانی، غور کرو، کہ قسطلانی علیہ الرحمۃ نے تیس کو افراد خبیث میں شمار کرکے مصداق آیت کریمہ مذکورہ کا ٹھہرایا، اور عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں کہا ہے وتیس وھو غیر مرغوب فیہ لنتنہ انتہی، خبیث پلید، ضد طیب وتن بوئے ناخوش صراح۔ الخبث الخبیث ما یکرہ ردائۃ وخساسۃ محسوسا کان او معقولا واصلہ الردی الجاری مجری خبث الحدید واصل الطیب ما یستلذہ الحواس وما یستلذہ النفس وطعام مطیب للنفس اذا طاب کذا فی مفردات القرآن للامام

---

نفع اٹھا سکتے ہو اٹھاؤ، اور اس عموم کی تخصیص اس آیت سے کی، کہ ناپاک اور گندی چیزیں تمہارے لئے حرام ہیں، تو حلال میں اور حرام میں یہ ایک اصولی بات ہے، کہ ہر وہ چیز حرام ہے، جو گندی ہو، فطرت سلیمہ اس کو ناپسند کرتی ہو، اور ہر وہ چیز حلال ہے، جو ستھری پاکیزہ اور لذیذ ہے۔ ۲ اور فرض زکوۃ میں ایسا بوڑھا جانور نہ دیا جائے جو اتنا بوڑھا ہو چکا ہو، کہ اس کے دانت گر چکے ہوں، اور نہ کانا جو فروخت کرنے میں عیب سمجھا جائے، اور نہ سانڈھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ردی چیز خدا کے لئے دینے کا ارادہ نہ کرو۔ ۲ سانڈ کو بھی خبیث کے ضمن میں شمار کیا، کیونکہ اس کا گوشت بدمزہ ہوجاتا ہے۔ ۳ خبیث وہ ہے جس کو طبیعت ناپسند کرے خواہ اس کی ردیت محسوس ہو یا معقول اور طیب وہ ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الواغب، خبیث الحدید، ریم آہن، صراح، اگر بزعم فاسد مدعی ناہی بقر اور غنم میں دستور خصی اور وجا کرنے کا نہ ہوتا، تو کوئی قسم مستلذات کی غنم و بقر میں نہیں پائی جاتی، لیکن شارع لطیف و خبیر نے بندوں کو مستلذات کھانے کا حکم فرمایا، اور جو کوئی خصی اور وجا کرنے سے مانع ہوا اور فاعل اس کے کو گنہ گار جانے وہ مخالف حکم الٰہی کا ہوگا، بنا بر انکار دلالت نص قرآنی مذکورہ بالا کے اور بہ سبب خبث بدبو کے لحم تیس کے علمائے ماہران نصوص قرآنی کے نہی خصاء بہائم میں غیر ماکول لحم کے قائل اور مجوز ہوئے، اور ماکول لحم کو نہی سے خارج کیا کہ خبث بدبو کے خصاء اور وجا کرنے سے زائل ہو، اور طیب و مستلذ خالص ہو جاوے، بحکم شارع عزوجل کے اور جو تمام نر غنم اور بقر تیس ہے اور فحل ہے، بزعم زاعم زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں رہتے، اور خصی اور موجود نہ ہوتے، تو زکوۃ دینے میں ممانعت خاص تیس کی کیوں ہوتی، اس لئے کہ اگر تمام غنم و بقر خصی ہوتے، تو زکوۃ انہیں غیر خصی میں سے دی جاتی، بنا بر اس کے کہ جس صفت کے جانور ہوں، اسی صفت کو زکوۃ دی جاتی ہے شرعاً، مثلاً اگر سب جانور عیب دار ہوں، تو زکوۃ لینے والا لیوے ایک جانور عیب دار اوسط درجہ کا، چنانچہ تشریح اس کی شروح حدیث اور فتاوے مطولات ہر مذہب میں بوجہ بسط و تفصیل مذکور ہے، کما لا یخفی علی الماہر بالمسائل الشرعیۃ اور عرف عام اور عادت معہودہ قدیم الایام سے جاری بھی ہے، کہ بقدر اعداد دریوڑ غنم اور گلہ بقر کی تیس اور فحل خیر خصی بقصد احبال اور گابہ کی دو چار رہتے ہیں، اور باقی سارے خصی اور موجود ہوا کرتے ہیں، اور بنا بر اسی رسم و رواج قدیم کے معمول تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ دو کبش موجود خرید کر کے ہر سال قربانی کیا کرتے تھے، ایک کبش موجود امت کی طرف سے اور ایک اپنی طرف اور آل اطہار کی طرف سے، چنانچہ ابن ماجہ نے حضرت عائشہ صدیقہ یا ابوہریرہ سے روایت کی ہے۔ باب[1] اضاحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدثنا محمد بن یحیی ثنا عبد الرزاق انبا سفیان الثوری عن عبد اللہ بن محمد بن عقیل عن ابی سلمۃ عن عائشۃ او عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا اراد ان یضحی اشتری کبشین اقرنین املحین موجوئین فذبح احدہما عن امتہ لمن شہد للہ بالتوحید وشہد

---

سے حواس اور نفس لذیذ محسوس کرے، اور اس سے دل خوش ہو ۱۲ [1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قربانی کا ارادہ کرتے تو دو سینگدار، سیاہ آنکھ، خصی مینڈھے خرید کرتے، ایک تو اپنی امت کے کلمہ گوؤں کے لئے ذبح کرتے اور دوسرا محمد و آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لہ بابلاغ وذبح الآخر عن محمد وعن آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم رواہ ابن ماجہ فی سننہ۔ پس حدیث ابن ماجہ سے صاف واضح ہوتا ہے، کہ عادت شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تھی، کہ ہر سال دو دنبے موجود یعنی خصیہ سودہ دکونسہ قربانی کیا کرتے تھے، چنانچہ ترکیب کان اذا کی عادۃ معہودہ پر دال صریح ہوتی ہے، کان اذا اتی مریضا او اتی بہ قال اذھب الباس رب الناس الی اخرہ متفق علیہ۔ عن عائشۃ کان اذا اتی باب قوم لم یستقبل الباب من تلقاء وجھہ الی اخرہ رواہ ابوداؤد واحمد۔ کان اذا اتاہ الفیئ قسمہ فی یومہ فاعطی الاھل حظین واعطی العزب حظا کما رواہ ابوداؤد وکان اذا اتی بطعام سال عنہ اھدیۃ ام صدقۃ الی اخرہ رواہ الشیخان والنسائی عن ابی ھریرۃ کان اذا اخذ مضجعہ من اللیل وضع یدہ تحت خدہ ثم یقول باسمک اللھم احیی وباسمک اموت علی ما رواہ مسلم واحمد والنسائی عن البراء والبخاری عن حذیفۃ کان اذا اراد ان ینام وھو جنب غسل فرجہ وتوضأ للصلوٰۃ کما رواہ الشیخان وابوداؤد والنسائی کان اذا اراد غزوۃ وری بغیرھا کما رواہ البخاری وابوداؤد عن کعب بن مالک ماورتر کیب کان اذا کے بہت ہیں، چند نظیریں واسطے تنبیہ ناواقفوں کے لکھ دیں، اور جو خصی اور موجور کرنے کا دستور نہ ہوتا، تو ہر سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موجور خرید کر کے کہاں سے قربانی کرتے، فاعتبروا یا اولی الالباب اور جو خصی کرنا بزعم زاعم مثلہ اور منہی عنہ ہوتا شرعاً تو زمانہ نزول وحی میں منع ہو جاتا، جیسے سرور کائنات نے نماز جنازہ عبداللہ بن ابی بن سلول کی پڑھی، تو اس پر نہی وارد ہوئی ولا تصل علی احد منھم الایۃ اور خصاء کرنے میں نہی وارد

---

لہ جب آپ کسی بیمار کے پاس آتے، تو کہتے اے لوگوں کے رب اس بیماری کو لے جا (متفق علیہ) جب کسی قوم کے دروازے پر جاتے، تو سامنے کی طرف سے نہ جاتے (ابوداؤد) جب آپ کے پاس مال غنیمت آتا تو ایک ہی دن میں تقسیم کر دیتے، اہل وعیال والے کو دو حصے دیتے، اور مجرد آدمیوں کو ایک حصہ (نسائی) جب آپ کے پاس کوئی کھانا آتا، تو پوچھتے کیا یہ صدقہ ہے یا ہدیہ (بخاری، مسلم) جب آپ رات کو بستر پر لیٹتے تو اپنا ہاتھ رخسارہ کے نیچے رکھتے، اور کہتے اے اللہ تیرے نام پر میں مروں گا اور جیوں گا (مسلم) جب آپ سونے کا ارادہ کرتے اور جنابت کی حالت میں ہوتے، تو استنجا کر کے نماز کی طرح وضو کرتے (بخاری مسلم نسائی) جب آپ کسی جہاد پر نکلتے، تو توریہ کرتے (ابوداؤد، بخاری)

سلہ ان میں سے کسی پر جنازہ کی نماز نہ پڑھو۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہوئی، بلکہ اس کا رواج مستمر رہا پس اس میں جواز خصاء کی پائی گئی نہ انکار۔ وقد استدل جابر رض و ابو سعید الخدری رض علی جواز العزل بانھم کانوا یفعلون والقرآن ینزل ولو کان مما ینھی لنھی عنہ القرآن کما فی کتب الحدیث فثبت بالتعامل والرواج فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم تقریر جواز الاختصاء والوجاء قطعا لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ، وما اتاکم الرسول فخذوہ الایۃ فبدلالۃ النص السابق وبھذا الوجہ الوجیہ قال العلماء الخصاء وھو نھی تحریم بلا خلاف فی بنی آدم قال القرطبی الخصاء فی غیر بنی آدم ممنوع فی الحیوان الا لمنفعۃ حاصلۃ فی ذلک کتطییب اللحم او قطع ضرر عنہ وقال النووی یحرم خصاء الحیوان غیر المأکول مطلقا اما المأکول فیجوز فی صغرہ دون کبرہ انتھی ما فی فتح الباری شرح صحیح البخاری مختصرا بقدر الحاجۃ لان الاختصاء فی الآدمی حرام صغیرا کان او کبیرا قال البغوی ولکن الیحرم خصاء کل حیوان لایؤکل اما المأکول فیجوز فی صغرہ ویحرم فی کبرہ انتھی، ما قال الامام النووی فی شرح صحیح مسلم، الاختصاء جائز فی المأکول فی الحیوان فی صغرہ کذا فی المرقاۃ واللمعات ومشی ابن وھبان علی ان الذکر فی الضان والمعز افضل لکنہ مقید بما اذا کان موجوءا ای مرضوض الانثیین ای مدقوقھما قال العلامۃ ابن عبد البر ومفھومہ انہ اذا لم یکن موجوءا لایکون افضل ویضحی بالجماء والخصی کذا فی الدر المختار قولہ والخصی وعن الامام انہ اولی لانہ اطیب۔ وقد صح انہ علیہ الصلوۃ والسلام ضحی بکبشین املحین موجوئین کذا فی الطحطاوی والشامی والخصی لان لحمھا اطیب وقد صح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ضحی بکبشین

---

لہ حضرت جابر اور ابو سعید رض نے جواز عزل پر اس طرح استدلال کیا، کہ ہم عزل کرتے تھے اور قرآن نازل ہوتا تھا اگر ناجائز ہوتا تو اس کی ممانعت قرآن مجید میں آجاتی، تو اسی طرح لوگوں کے تعامل اور رواج سے جانور کو خصی کرنا ثابت ہوا، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر سکوت فرمایا، علماء نے کہا ہے کہ غیر ماکول اللحم (جن کا گوشت کھانا حرام ہے) کو خصی کرنا حرام ہے اور جن کا گوشت کھایا جاتا ہے، ان کو چھوٹی عمر میں خصی کر لینا جائز ہے، بڑے کو نہیں، اور اس سے جانور کا گوشت لذیذ ہو جاتا ہے، اور اسی طرح انسان کو خصی کرنا بھی حرام ہے ۱۲

۲ اور خصی کا گوشت زیادہ لذیذ ہو جاتا ہے، اور ثابت ہو چکا ہے، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مینڈھے سینگدار، سیاہ آنکھ، خصی ذبح کئے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



املحین موجئین انتہی ما فی الھدایۃ۔ اور جو چند اشخاص سلف سے تفسیر آیت کریمہ فلیغیرن خلق اللہ میں خصاء مروی ہے، سو مرفوع نہیں ہے، اور غیر مرفوع حجت نہیں ہے۔ عند المحدثین کما لا یخفی علی الماھر بأصول الحدیث والفقہ۔ پس اگر خصاء مثلہ ہوتا، تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس پر نہی اور ممانعت فرماتے، اور حدیث ابن ماجہ سے کبش موجوء کا قربانی کرنا مرفوعاً ثابت ہوا، اور جب موجوء مرغوب اور مطبوع ہوا، تو اصل فعل خصاء اور وجاء بطریق اولی مرغوب اور مطبوع ہوگا، کیونکہ حسنیت و مشروعیت اور محمودیت مشتق کی اوپر جواز اور مشروعیت و محمودیت مشتق منہ کے موقوف ہے، مثلاً اصل رحم محمود ہے باعتبار صلہ رحمی کے، کما لا یخفی علی المتامل الذکی، امام محی السنۃ بغوی نے معالم میں تفسیر فلیغیرن خلق اللہ کے برعکس اشخاص سابقین سے نقل کی ہے۔ قال ابن عباس والحسن ومجاھد وقتادۃ وسعید بن المسیب والضحاک یعنی دین اللہ نظیرہ لا تبدیل لخلق اللہ ای دین اللہ بتحلیل الحرام وتحریم الحلال۔ انتہی ما فی المعالم مختصراً۔ اہل فطانت اور دیانت پر واضح ہو، کہ ہرگاہ نہی خصاء بہائم ساتھ جانور غیر ماکول لحم کے مخفف اور متعین ہوئی عند العلماء المحققین، اور اباحت خصاء اور وجاء کی بقصد نفع اعظم تطییب لحم وازالہ خبث بدبوئی کے پائی گئی، چنانچہ تشریح اور تفصیل اس کی بوجہ احسن سابق میں مذکور ہو چکی، پس اس صورت میں خصاء اور وجاء کرنے والے کو منسوب بفسق و معصیت کرنا اور اس کو فاسق ٹھہرانا نہایت مذموم اور محل استعجاب ہے شرعاً بلکہ بنور قواعد شرعی قائل اس کا خود مخالف شرع اور مورد ملامت متصور ہوتا ہے۔ قل یا اھل الکتاب لا تغلوا فی دینکم الآیۃ وما علینا الا البلاغ فاعتبروا یا اولی الابصار

حررہ السید شریف حسین عفی عنہ | زشرف سید کونین شد شریف حسین

ما احسن ھذا الجواب الفرین بالصدق والصواب والموافق ما اخرجہ عبد الرزاق وعبد بن حمید وابن جریر وغیرھم[1] عن ابا التیاح[2] سال الحسن البصری عن اختصاء الغنم فقال لا بأس بہ۔ واللہ اعلم۔ حررہ الراجی عفو ربہ ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی | ابو الحسنات محمد عبد الحی لکھنوی

---

[1] ابن عباس حسن، مجاہد، قتادہ، سعید بن مسیب اور ضحاک نے کہا لا تبدیل لخلق اللہ سے مراد دین ہے یعنی اللہ کے دین میں حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر کے تبدیلی نہیں ہونی چاہیئے ۱۲ [2] اے اہل کتاب اپنے دین میں زیادتی نہ کرو ۱۲

[3] ابو التیاح نے حسن بصری سے سوال کیا، کہ نروں کو خصی کرنا جائز ہے، کہنے لگے کوئی حرج نہیں ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جواب صحیح است رائے بخیج درین کہ بنی خصاء بہائم مخصوص بغیر ماکول لحم است، چنانکہ رائے صاحب ممی السنۃ بغوی وعلامہ قرطبی وعلامہ نووی وشیخ ابن حجر عسقلانی وغیرہ است ومؤید وشاہد ابن ماجہ در مسند امام احمد بن حنبل وغیرہ است۔ حدثنا اسحق بن یوسف ثنا سفیان عن عبد اللہ بن عقیل عن ابی سلمۃ عن ابی ھریرۃ ان عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذکر نحوہ ونیز در مسند احمد مذکور است حدثنا وکیع عن سفیان عن عبد اللہ بن محمد بن عقیل عن ابی سلمۃ عن ابی ھریرۃ رضو عائشۃ وبھذا السند رواہ الحاکم فی المستدرک وروی البیہقی ایضا عن طریق سفیان الثوری عن عبد اللہ بن محمد بن عقیل ونیز در مسند احمد واسحاق راہویہ ومعجم طبرانی مذکور است عن شریک عن عبد اللہ بن محمد بن عقیل عن علی بن حسین عن ابی رافع قال ضحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکبشین املحین موجوئین خصیین وفی مسند ابن ابی شیبۃ حدثنا عفان حدثنا حماد بن سلمۃ انبا محمد بن عبد اللہ بن عقیل عن عبد الرحمن بن جابر بن عبد اللہ عن ابیہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتی بکبشین املحین عظیمین اقرنین موجوئین فاضجع احدھما وقال بسم اللہ واللہ اکبر اللھم عن محمد وآل محمد ثم اضجع الآخر الحدیث ولکن لذ رواہ اسحق بن راھویہ وابو یعلی الموصلی فی مسندیھما، حافظ ابن حجر عسقلانی در تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث رافعی کبیر گفتہ حدیث انہ صلی اللہ ضحی بکبشین موجوئین رواہ احمد وابن ماجہ والبیہقی والحاکم من حدیث عبد اللہ بن محمد بن عقیل عن عائشۃ رضو ابی ھریرۃ ھذہ روایۃ الثوری ورواہ زھیر بن محمد عن ابی رافع اخرجہ الحاکم ورواہ حماد بن سلمۃ عن ابن عقیل عن عبد الرحمن الرحمن بن جابر عن ابیہ ولہ شاھد من حدیث ابی عیاش عن جابر رواہ ابوداؤد والبیہقی ورواہ احمد والطبرانی من

---

لہ جانوروں کو خصی کرنے کی جو ممانعت آئی ہے، وہ ان جانوروں کے متعلق ہے، جن کا گوشت کھایا نہیں جاتا، نووی قرطبی، نووی اور ابن حجر کا یہی قول ہے، اور حضرت عائشہ رضہ کی کئی سند سے مروی حدیث اس کی تائید کرتی ہے ابو رافع کے کہا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مینڈھے سیاہ آنکھ، خصی ذبح کئے، حضرت جابر بن عبد اللہ کی حدیث میں بھی اسی طرح ہے، اور ابو الدرداء کی حدیث میں ہے، کہ آپ نے دو خصی جذع مینڈھے ذبح کئے، ابن ماجہ کی حدیث سے معلوم ہوا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خصی مینڈھے قربانی میں زیادہ مرغوب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حدیث ابی الدرداء انتہی وعن ابی الدرداء رض قال ضحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکبشین جذعین موجوئین رواہ احمد فی مسندہ والطبرانی۔ وحافظ ابن حجر رح عسقلانی در تلخیص الحبیر گفتہ الموجوئین المتروعی الاثنیین انتہی۔ پس از روایت ابن ماجہ وغیرہ ہویدا گردید، کہ مرغوب خاطر عاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم در قربانی گوسپند موجود وخصی بود، لہذا وقت ارادہ قربانی گوسپند نر موجود وخصی خرید فرمودہ قربانی می کردند ورغبت بسوئے شئے نمی باشد، مگر بعد وجود آن شئے، پس اگر دستور ورواج خصی کردن وجاد نمودن نبودے چگونہ رغبت باں شئے شدے، واگر منہی عنہ بودے نہی ازاں می فرمودند بحکم رسالت چنانکہ عادت شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بود کہ وقتے کہ چیزے منہی عنہ می شد غصہ وناخوش بودہ بر سبیل عموم ارشاد فرمودند کہ مابال الناس یفعلون کذا وکذا وچوں در نر موجود وخصی بر فاعلش نہی وزجر نہ فرمودند، پس در چیز اباحت بلاریب داخل شد قطع نظر از سنت ومستحب بودن وسکوت وتقریر بران مستلزم جواز اباحت لا محالہ خواہد بود۔ کما لا یخفی علی الماہر بالشریعۃ المحمدیۃ علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ وتحیۃ۔ واللہ اعلم بالصواب۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

الراقم العاجز سید محمد نذیر حسین عفی عنہ ۱۲۸۱ھ

اجاد المجیب فی ما افاد وللہ درہ فی ما افاد وقد ثبت ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضحی بالموجوء ولم یثبت النہی عنہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فہو تقریر منہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولو کان ہذا منہیا عنہ لکان فی سکوتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی ہذا ادراکا بہ نفسہ بتضحیۃ فتح لبابہ وہو لا یلیق بعظیم شانہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وایضا فیہ تطییب کاذراق

تھے، یہی وجہ ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہی مینڈھے خریدا کرتے تھے، اور کسی چیز کی رغبت اسی وقت پیدا ہوتی ہے، جب وہ موجود ہو، اور مخبر بہ نے اس کو بہتر بتایا ہو، اگر یہ منع ہوتا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور اس سے روک دیتے، جیسا کہ آپ کی عادت مبارکہ تھی، کہ نامشروع کام سے فوراً منع کر دیتے تھے، کہ ان لوگوں کا کیا حال ہے، جو اس طرح کرتے ہیں، چونکہ آپ نے اس سے منع نہ فرمایا لہذا بلاشبہ یہ جائز بلکہ مستحب ثابت ہوا، اور پھر اس میں گوشت مزیدار بھی ہو جاتا ہے، جانور موٹا بھی ہوتا ہے، جانوروں کی اصلاح بھی ہوتی ہے، یہ کیسے منع ہو سکتا ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الناس ومنافع لهم واستلذاذ لهم واصلاح اليها ثم فكيف يكون باطلا منهيا عنه

فقط۔ حررہ العبد الذلیل محمد اسمٰعیل عفا اللہ عنہ | محمد اسماعیل | علیگڈھ

اصاب من اجاب | محمد لطف اللہ | علیگڈھ

| محمد اسد علی | اسلام آبادی

---

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# کتاب الامارۃ والجہاد

**سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل مندرجہ ذیل میں بینوا بالدلیل توجروا بالاجر الجزیل (۱) مولوی عبداللہ صاحب جو علاقہ خراسان میں ہیں وہ امام وقت ہیں یا نہیں (۲) جہاد فرض عین ہے یا کفایہ، اور اس وقت جہاد ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب:** جاننا چاہیئے، کہ امام اکبر یعنی امیر المومنین جس کے اختیار میں انتظام سارے مومنوں کا ہوتا ہے، اس کی اطاعت فرض ہے اس میں کئی شرطیں ضرور ہیں، کہ جب وہ شرطیں پائی جاویں گی، وہ امام وقت شرعاً ہوگا، ورنہ نہ ہوگا، شرط اول یہ ہے، کہ وہ قریشی ہو یعنی قریش میں سے ہو، جیسا کہ کتب عقائد میں ہے، کیونکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، کہ امامت قریش کے ساتھ مختص ہے، انشاء اللہ تفصیل اس کی آتی ہے

دوسری شرط یہ ہے، کہ وہ زندہ اور حاضر ہو، اور عاقل ہو، مردہ و غائب قابل امامت کے نہیں ہے، اس کا ثبوت بھی انشاء اللہ تعالیٰ ذکر کروں گا۔

تیسری شرط یہ ہے، کہ اس سے پہلے اور کسی امام کے ہاتھ پر مومنین نے بیعت نہ کی ہو اور وہ امام اول اب تک زندہ ہو۔

چوتھی شرط یہ ہے، کہ مومن اور دین دار ہو، انشاء اللہ ان دونوں شرطوں کا ثبوت بھی ذکر کیا جاوے گا۔

**ثبوت شرط اول** کا یہ ہے۔ عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یزال ھذا الامر فی قریش ما بقی منھم اثنان رواہ البخاری ومسلم (ترجمہ) روایت ہے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ رہے گا یہ امر یعنی خلافت و امامت قریش میں جب تک باقی رہیں گے ان میں سے دو شخص روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے۔ قال السید جمال الدین فی شرح المشکوٰۃ تحت ھذا الحدیث دل ھذا الحدیث د

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نظائرہ علی ان الخلافۃ مختصۃ بقریش لا یجوز عقدھا بغیرھم وعلی ھذا انعقد اجماع الصحابۃ ومن بعدھم ومن خالف فھو محجوج بالاجماع۔ فرمایا سید جمال الدین نے شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کے تحت میں، دلالت کرتی ہے یہ حدیث اور جو مثل اس کے ہے اس بات پر کہ خلافت قریش کے ساتھ خاص ہے، دوسروں کو اس کا اختیار نہیں ہے اور اس پر منعقد ہوا اجماع صحابہ کا اور ان کے بعد کا، جو خلاف کرے اس کا وہ مردود ہے اجماع سے۔ وعن معاویۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان ھذا الامر فی قریش لا یعادیھم احد الا کبہ اللہ علی وجھہ ما اقاموا الدین رواہ البخاری فی صحیحہ (ترجمہ) روایت ہے امیر معاویہ رضی سے کہا سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے تحقیق یہ امر یعنی خلافت قریش میں ہے، نہیں جھگڑے گا کوئی ان سے مگر اللہ ان کو منہ کے بل گرادے گا یعنی دنیا میں مغلوب کرے گا اور آخرت میں عذاب کیا جاوے گا، جب تک وے لوگ یعنی قریش دین کو ٹھیک رکھیں گے۔ قال الحافظ فی الفتح (قولہ) ان ھذا الامر الخ ای لا یتازعھم احد فی الامر الا کان مقھورا فی الدنیا معذبا فی الاخرۃ انتھی۔ کہا حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں قول میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بے شک یہ امر خلافت آخر حدیث تک، جس کا خلاصہ یہ ہے، کہ نہ جھگڑے گا ان سے کوئی مگر قہر ہوگا اس پر دنیا میں اور عذاب پاوے گا آخرت میں، تمام ہوا قول حافظ ابن حجر کا۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الناس تبع لقریش فی ھذا الشان مسلمھم تبع لمسلمھم وکافرھم تبع لکافرھم رواہ مسلم (ترجمہ) روایت ہے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے لوگ تابع ہیں قریش کے اس امر میں یعنی خلافت میں مسلمان ان کے تابع ہیں مسلمان کے کفار ان کے تابع ہیں ان کے کفار کے روایت کیا اس کو مسلم نے۔ قال الامام النووی فی شرح صحیح مسلم تحت ھذا الحدیث وفی روایۃ الناس تبع لقریش فی الخیر والشر وفی روایۃ لا یزال ھذا الامر فی قریش ما بقی منھم اثنان وفی روایۃ البخاری ما بقی منھم اثنان ھذہ الاحادیث واشباھھا دلیل ظاھر علی ان الخلافۃ مختصۃ بقریش لا یجوز عقدھا لاحد من غیرھم وعلی ھذا انعقد الاجماع فی زمن الصحابۃ وکذلک من بعدھم ومن خالف فیہ من اھل البدع او عرض بخلاف من غیرھم فھو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



محجوج باجماع الصحابۃ والتابعین فمن بعدھم بالاحادیث الصحیحۃ قال القاضی وقد عدھا العلماء فی مسائل الاجماع ولم ینقل عن احد من السلف فیھا قول ولا فعل بخلاف ماذکرنا وکذلک من بعدھم فی جمیع الاعصار انتھی وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الملک فی قریش والقضاء فی الانصار والاذان فی الحبشۃ والامانۃ فی الازد یعنی الیمن رواہ الترمذی (ترجمہ) روایت ہے ابوہریرہ سے کہا، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت قریش میں اور قضاء انصار میں اور اذان حبش میں اور امانت یمن میں روایت کیا اس کو ترمذی نے قال الشیخ فی اشعۃ اللمعات شرح المشکوۃ تحت ھذا الحدیث لعل المراد ان یراعی ھذہ المناصب فیھم وھو خبر فی معنی الامر انتھی۔ یہ حدیثیں صراحۃً دلالت کرتی ہیں اس بات پر کہ امر خلافت وامامت منحصر مخصوص قریش میں ہے، انصار وغیرہ کو اس میں کچھ دخل نہیں ہے جیسا کہ اوپر گذرا، کہ جو ان سے اس امر میں جھگڑے گا، اللہ تعالیٰ اس کو منہ کے بل گرادے گا اور بعض حدیث میں آیا ہے، کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو فرمایا، کہ میرے بعد تم پر قریش امیر ہوں گے تم صبر کیجیو، اور ان کی اطاعت کیجیو۔ عن انس بن مالک رضی یقول قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم للانصار انکم ستلقون بعدی اثرۃ فاصبروا حتی تلقونی موعدکم الحوض رواہ البخاری (ترجمہ) روایت ہے انس بن مالک سے کہ کہتے تھے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو تحقیق تم پاؤ گے میرے بعد حکومت دوسرے کی پس صبر کیجیو، یہاں تک کہ ملو مجھ سے اور جگہ تمہارے وعدہ کی حوض کوثر ہے، روایت کیا اس کو بخاری نے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو مخصوص کر کے فرمایا، کہ تم پر دوسرے حکمران ہوں گے، اس سے معلوم ہوا، کہ خلافت قریش کے ساتھ خاص ہے اس کا کچھ حصہ اس میں نہیں ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں کہا ہے ولما کان الامر مختصا بقریش ولاحظ للانصار فیہ خوطب الانصار بانکم ستلقون اثرۃ انتھی اور یہ حدیث چند طرق سے بخاری میں مروی ہے، اب بوجہ اتم واکمل ثابت ہوا، کہ امام قریشی ہونا چاہیئے، انصاری وغیرہ کو اس سے کچھ سروکار نہیں، اور یہی شرط اول تھی، کما لا یخفی، اب یہاں پر ایک

---

لہ شیخ عبدالحق نے اشعۃ اللمعات میں اس حدیث کے تحت لکھا ہے، کہ شاید مقصد یہ ہے، کہ قریش کے لئے ان مناصب کو رعایت رکھی جائے، اور یہ خبر ہے امر کے حکم میں ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سفید ہوتا ہے، اس کا ذکر کرنا اور دفع کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے، وہ یہ کہ حدیث میں آیا ہے عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اسمعوا واطیعوا وان استعمل علیکم عبد حبشی کان راسہ زبیبۃ رواہ البخاری (ترجمہ) روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سنیو اور تابعداری کیجیو، اگرچہ حاکم بنایا جاوے تم پر غلام حبشی کہ سر اس کا مانند انگور خشک کے ہو، تو یہاں پر قریش کی خصوصیت نہ فرمائی، بلکہ فرمایا جو حاکم ہو اس کی تابعداری کرو، تو اب قریش کی خصوصیت جاتی رہی پس اس حدیث میں اور احادیث سابقہ میں تطبیق کیونکر ہوگی، دفعیہ اس کا یہ ہے، کہ یہاں حاکم سے مراد وہ عامل ہے، کہ جس کو امام وقت کسی شہر یا کسی گاؤں یا کسی لشکر پر مقرر کرے، امام وقت مراد نہیں ہے، کیونکہ لفظ حدیث ان استعمل ہے، جس کا ترجمہ ہے عامل بنایا جاوے اور عامل امام وقت کو نہیں کہتے ہیں، اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہوا، کہ امامت خاص ہے، قریش کے ساتھ تو ضرور ہوا، کہ اس حدیث میں وہ عامل مراد لیا جاوے، جس کو امام وقت مقرر کرے، قال الحافظ فی الفتح ونقل ابن بطال عن المہلب قال قولہ اسمعوا و اطیعوا یوجب ان یکون المستعمل للعبد الامام قریشی لما تقدم ان الامامۃ لا تکون الا فی قریش واجتمعت الامۃ علی انہا لا تکون للعبید انتہی قال ایضا فی المقام الاخر رواہ ابن الجوزی بان المراد بالعامل ہذا من یستعمل الامام لا من یلی الامامۃ العظمی انتہی وقال فی المقام الاخر قیل ان الامام الاعظم اذا استعمل عبدا حبشیا علی امارۃ بلد مثلا وجبت طاعتہ ولیس فیہ ان العبد الحبشی یکون ہو الامام الاعظم انتہی۔ اور یہی مطلب بیان کیا ہے اس حدیث کا ملا علی قاری نے مرقات شرح مشکوۃ میں قولہ وان استعمل الخ ای وان استعمل الامام الاعظم فان الائمۃ من قریش انتہی اب یہ شبہ بھی دفع ہوگیا، پس دعوی ثابت رہا

---

۱؎ مہلب نے کہا اسمعوا واطیعوا سنو اور کہا مانو یعنی اگر قریشی امام کسی غلام کو بھی کہیں عامل مقرر کر دے، تو اس کی اطاعت کرو، کیونکہ امامت عظمیٰ تو قریش سے مخصوص ہے، اور امت کا اجماع ہے، کہ امام اعظم کوئی غلام نہیں ہو سکتا، اگر قریش امام کسی حبشی کو عامل مقرر کرے، تو اس کی اطاعت فرض ہوگی ۱۲

۲؎ اس کا یہ مطلب نہیں کہ بادشاہ حبشی غلام بن جائے ۱۲ ۳؎ یعنی اگر بادشاہ حبشی غلام کو حاکم بنا دے، کیونکہ بادشاہ تو قریش سے ہوں گے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کہ سوائے قریش کے کوئی امام اور خلیفہ نہیں ہو سکتا۔

**ثبوت شرط دوم** کا سنیئے، شرح عقاید نسفی میں ہے۔ ینبغی[1] ان یکون الامام ظاہرا لیرجع الیہ فیقوم بالمصالح لیحصل ما ھو الغرض من نصب الامام لا مختفیا من اعین الناس خوفا من الاعداء وما للظلمۃ من الاستیلاء ولا منتظرا خروجہ عند صلاح الزمان وانقطاع مواد الشر والفساد وانحلال نظام اھل الظلم والعناد لا کما زعمت الشیعۃ خصوصا الامامیۃ منھم انتہی۔ اور اسی میں ہے ویشترط ان یکون من اھل الولایۃ المطلقۃ الکاملۃ ای مسلما حرا ذکرا عاقلا بالغا اذ ما جعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلا انتہی۔ اور ظاہر ہے، کہ اگر امام غیب کی امامت ہوتی تو بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نصب امام کی ضرورت نہ ہوتی، بلکہ ناجائز ہوتا، کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ وان[2] احدا لن یصلی علی الا عرضت علی صلوتہ حتی یفرغ منھا قال قلت وبعد الموت قال وبعد الموت ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق رواہ ابن ماجہ[1]۔ غرض کہ امام غائب نہیں ہوتا ہے، کیونکہ امامت کا مقصود فوت ہوگا، یہ عقیدہ شیعوں کا ہے، نہ کہ اہل سنت والجماعت کا، اور نابالغ بھی نہیں۔

---

[1] امام ظاہر ہونا چاہیئے، تاکہ اس کی طرف رجوع کیا جا سکے، اور وہ مصالح کو قائم کر سکے، تاکہ بادشاہ کے مقرر کرنے کی جو غرض وغایت ہے، وہ پوری ہو سکے، لوگوں کی نگاہ سے دشمنوں کے خوف سے چھپا ہوا تو نہ ہو، ظلم کتنا پھیل چکا ہو، اور امام اصلاح زمان اور مواد شر کے منقطع ہونے کا انتظار کر رہا ہے، اور اہل ظلم وعناد کا نظام پھیلا ہوا ہے، جیسا کہ امامیہ شیعہ کا عقیدہ ہے، اور یہ بھی شرط ہے، کہ وہ امامت مطلقہ کاملہ کی اہلیت رکھتا ہو، یعنی مسلمان ہو، آزاد ہو، مرد ہو، عاقل ہو، بالغ ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کا مسلمانوں پر کوئی غلبہ نہیں رکھا۔

[2] اگر کوئی مجھ پر درود پڑھتا ہے، تو وہ مجھ پر پیش کیا جاتا ہے، یہاں تک کہ اس سے فارغ ہو جائے، میں نے عرض کیا، اور موت کے بعد بھی، آپ نے فرمایا، اور موت کے بعد بھی، کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر نبیوں کے جسم کو حرام کر دیا ہے، وہ کھا نہیں سکتی، سو اللہ کا نبی زندہ ہے، رزق دیا جاتا ہے ۱۲

---

[1] قال السندی وفی الزوائد ھذا الحدیث صحیح الا انہ منقطع فی موضعین لان عبادۃ روایتہ عن ابی الدرداء مرسلۃ قال العلاء وزید بن ایمن عن عبادۃ مرسلۃ قالہ البخاری انتہی۔ واللہ اعلم

(ابو سعید محمد شرف الدین عفی عنہ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**ثبوت شرط سوم** کا یہ ہے، کہ حدیث میں آیا ہے، کہ جب امام کی بیعت مومنین کرلیں، تو اگر دوسرا امام بیعت چاہے، تو اس کو قتل کردو۔ عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا بویع خلیفتین فاقتلوا الاخر رواہ مسلم۔ تو اس سے معلوم ہوا، کہ بیعت امام ثانی کی بعد بیعت ہو جانے امام اول کے ناجائز ہے، اور یہی میں نے بھی کہا تھا۔

**شرط چہارم کا ثبوت** ضمن میں ثبوت شرط اول و دوم کے گذر چکا، وہ حدیث بخاری کی جس میں ما اقاموا الدین ہے، یعنی جب تک دین ٹھیک رکھیں گے قابل امامت رہیں گے، اور جب بے دین ہوں گے تب نہیں، اور عبارت شرح عقاید نسفی کی ای مسلما حرا ذکرا عاقلا بالغا اذا جعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلا۔ جب شرائط اربعہ امامت کے مدلل مذکور ہو چکے، تو اب میں کہتا ہوں کہ مولوی عبداللہ جو علاقہ خراسان میں ہیں بسبب فقدان شرط اول کے یعنی قریشی نہ ہونے کے امام نہیں ہو سکتے، کیونکہ وہ انصاری ہیں، ومن ادعی فعلیہ البیان۔

**سوال دوم کا جواب**:۔ جاننا چاہیئے، کہ جہاد فرض کفایہ ہے، صرف ان لوگوں پر جو تندرست ہیں اور محتاج نہیں ہیں، بلکہ غنی ہیں، اندھے اور بیمار اور محتاج پر فرض نہیں ہے، فرمایا اللہ تعالیٰ نے لیس علی الضعفاء ولا علی المرضی ولا علی الذین لا یجدون ما ینفقون حرج اذا نصحوا للہ ورسولہ ما علی المحسنین من سبیل واللہ غفور رحیم اور فرض عین اس وقت ہوتا ہے، جب کفار مسلمانوں کو آکر گھیر لیں۔ اما ان یکون النفیر عاما فحینئذ یصیر من فروض الاعیان لقولہ تعالیٰ انفروا خفافا وثقالا الآیۃ۔ مگر جہاد کی کئی شرطیں ہیں، جب تک وہ نہ پائی جائیں گی، جہاد نہ ہوگا۔

**اول**:۔ یہ کہ مسلمانوں کا کوئی امام وقت و سردار ہو، دلیل اس کی یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے کلام مجید میں ایک نبی کا انبیاء سابقین سے قصہ بیان فرمایا ہے، کہ ان کی امت نے کہا، کہ ہمارا کوئی سردار اور امام وقت ہو تو ہم جہاد کریں۔ الم تر الی الملا من بنی اسرائیل من بعد موسیٰ

---

لہ یعنی مسلمان آزاد، مرد، عاقل، بالغ ہو، کیوں کہ کافروں کا مسلمانوں پر غلبہ نہیں ہو سکتا ۱۲

۲ کیا تم نے موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کے سرداروں کا واقعہ نہیں سنا، کہ انہوں نے اپنے نبی سے کہا، کہ ہمارے لئے کوئی بادشاہ مقرر کردیں، تاکہ ہم اللہ کی راہ میں لڑائی کریں ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اذ قالوا لنبی لھم ابعث لنا ملکا نقاتل فی سبیل اللہ الآیۃ۔ اس سے معلوم ہوا، کہ جہاد بغیر امام کے نہیں، کیونکہ اگر بغیر امام کے جہاد ہوتا، تو ان کو یہ کہنے کی حاجت نہ ہوتی، کما لا یخفی اور شرائع من قبلنا جب تک اس کی ممانعت ہماری شرع میں نہ ہو حجت ہے، کما لا یخفی علی الماہر بالاصول، اور حدیث میں آیا ہے، کہ امام ڈھال ہے، اس کے پیچھے ہو کر لڑنا چاہیئے، اور اس کے ذریعہ سے بچنا چاہیئے، عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما الامام جنۃ یقاتل من ورائہ ویتقی بہ الحدیث رواہ البخاری و مسلم اس سے صراحۃً یہ بات معلوم ہوتی ہے، کہ جہاد امام کے پیچھے ہو کے کرنا چاہیئے، بغیر امام کے نہیں۔

**دوسری شرط** یہ ہے، کہ اسباب لڑائی کا مثل ہتھیار وغیرہ کے مہیا ہو جس سے کفار کا مقابلہ کیا جاوے، فرمایا اللہ تعالےٰ نے واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللہ وعدوکم واٰخرین من دونھم الآیۃ (ترجمہ) اور سامان تیار کرو ان کی لڑائی کے لئے جو کچھ ہو سکے تم سے ہتھیار اور گھوڑے پالنے سے تاکہ اس سے ڈراؤ اللہ کے دشمن کو اور اپنے دشمنوں کو قال الامام البغوی فی تفسیر ھذہ الآیۃ الاعداد اتخاذ الشیء بوقت الحاجۃ من قوۃ ای من الآلات التی تکون لکم قوۃ علیھم من الخیل والسلاح انتھی۔ یعنی قوت کے معنی ہتھیار اور سامان لڑائی کے ہیں، اور فرمایا اللہ تعالےٰ نے یا ایھا الذین اٰمنوا خذوا حذرکم فانفروا ثبات او انفروا جمیعا (ترجمہ) اے ایمان والو! لو اپنا بچاؤ پھر چلو، پھر کوچ کرو جدا جدا فوج یا سب اکٹھے، قال الحافظ فی السنۃ فی تفسیرہ تحت ھذہ الآیۃ ای عدتکم والاتکم من السلاح انتھی۔ یعنی حذر سے مراد آلہ لڑائی کا ہے، مثلاً ہتھیار وغیرہ کا مہیا ہونا ضروری ہے، اور حدیثوں سے بھی اس کی تاکید معلوم ہوتی ہے، اور ظاہر ہے کہ بے ہتھیار کے کیا کرے گا۔

**تیسری شرط** یہ ہے، کہ مسلمانوں کا کوئی قلعہ یا ملک جائے امن ہو، کہ ان کا ماوی وملجا ہو، چنانچہ قرآن کے لفظ من قوۃ کی تفسیر عکرمہ نے قلعہ کی ہے۔ قال عکرمۃ القوۃ الحصون انتھی مافی معالم التنزیل للبغوی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تک مدینہ میں ہجرت نہ کی اور مدینہ جائے پناہ نہ ہوا جہاد فرض نہ ہوا، یہ صراحۃً دلالت کرتا ہے کہ جائے امن ہونا بہت ضروری ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**چوتھی شرط** یہ ہے، کہ مسلمانوں کا لشکر اتنا ہو کہ کفار کے مقابلہ میں مقابلہ کر سکتا ہو یعنی کفار کے لشکر کے آدھے سے کم نہ ہو، فرمایا اللہ تعالیٰ نے الآن خفف اللہ عنکم و علم ان فیکم ضعفا فان یکن منکم مائۃ صابرۃ یغلبوا مائتین وان یکن منکم الف یغلبوا الفین باذن اللہ واللہ مع الصابرین (ترجمہ) اب بوجھ ہلکا کیا، اللہ نے تم سے اور جانا کہ تم میں کمزوری ہے، پس اگر ہو تم میں سے سو صابر غالب رہیں گے دو سو پر اور اگر ہوں تم سے ایک ہزار غالب ہوں دو ہزار پر حکم سے اللہ کے، اور اللہ ساتھ صبر کرنے والوں کے ہے، یہ آیت صاف کہتی ہے، کہ اپنے سے دگنے سے مقابل ہو، دگنے سے زیادہ سے نہیں، پس جب یہ بات بیان ہو چکی، تو میں کہتا ہوں، اس زمانہ میں ان چار شرطوں میں سے کوئی شرط بھی موجود نہیں ہے، تو کیونکر جہاد ہوگا، ہرگز نہیں ہوگا، علاوہ بریں ہم لوگ معاہد ہیں سرکار سے عہد کیا ہے، پھر کیوں کر عہد کے خلاف کر سکتے ہیں، عہد شکنی کی بہت مذمت حدیث میں آئی ہے۔ عن[1] انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لکل غادر لواء یوم القیمۃ یعرف بہ رواہ الشیخان عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الغادر ینصب لہ لواء یوم القیمۃ فیقال ھذہ غدرۃ فلان بن فلان رواہ الشیخان۔ اور اسی طرح کی بہت سی حدیثیں ہیں بخوف تطویل کے ترک کی گئی ہیں فقط

| | | |
|---|---|---|
| سید محمد نذیر حسین ۱۲۸۸ | سید محمد ابو الحسن | سید محمد عبد السلام غفرلہ ۱۲۹۹ |
| محمد یوسف ۱۳۰۳ | محمد عبد الحمید ۱۲۹۱ | محمد عبد الصمد خان بن ملا عبد الواحد ۱۲۹۲ |
| المعتصم بحبل اللہ الاحد ابو البرکات حافظ محمد | | محمد عبد الخالق عفی عنہ کھولنوی |
| محمد عبد الغفار ۱۲۸۸ | محمد عبد العزیز ۱۲۸۸ | شہاب الدین ۱۲۸۸ |
| محمد اسحق ۱۲۵۵ | عبد الغفور ۱۲۸۸ | |

کل جوابات صحیح و درست ہیں واللہ اعلم۔ وصیت علی عفی عنہ۔ الجواب حق والاتباع بالحق احق

الجواب صحیح۔ محمد سعید عفا اللہ عنہ البنارسی۔ ابو الفضل محمد عبد السلام نصیرآبادی

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندوستان میں جہاد جائز ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

---

[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے روز ہر غدار کا ایک جھنڈا ہوگا جس سے وہ پہچانا جائے گا اور آپ نے فرمایا ہر غدار کے لئے قیامت کے دن ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا، اور کہا جائے گا یہ فلاں بن فلاں غدار ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**الجواب:** ۔ ارباب شریعت غرا پر مخفی نہیں، کہ شرط مباح جہاد کے واسطے دو امر لابدی ہیں، ایک فقدان امن وامان وعہد وپیمان درمیان اہل اسلام ومقابلین کے، دوم وجدان شوکت وقوت وقدرت سلاح وآلات جہاد پر، اور ہندوستان میں شوکت وقوت اور قدرت سلاح وآلات مفقود ہے۔ اور امان وپیمان یہاں موجود، پس جب کہ شرط جہاد کی اس دیار میں معدوم ہوئی، تو جہاد کرنا یہاں سبب ہلاکت اور معصیت کا ہوگا۔ فاذا فات الشرط فات المشروط واما شرطہ اباحتہ فشیئان احدھما امتناع العدو عن قبول ما دعی الیہ من الدین الحق وعدم الامان والعہد بیننا وبینھم والثانی ان یرجو الشوکۃ والقوۃ لاھل الاسلام باجتہادہ وان کان لا یرجو القوۃ والشوکۃ للمسلمین فی القتال فانہ لا یحل لہ القتال لما فیہ من القاء نفسہ فی التھلکۃ کذا فی الھندیۃ وغیرھا من کتب الفقہ واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ

**سید محمد نذیر حسین**

**سوال:** ۔ در کتب عقاید حدیثے می آرند کہ من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاھلیۃ اگر این حدیث صحیح الاسناد است، درین صورت مردمان زمانہ را از

---

سوال:۔ کتب عقاید میں ایک حدیث بیان کرتے ہیں، کہ جس نے اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانا وہ جاہلیت کی

(۱) من مات ولم یعرف امام زمانہ الخ قال الامام ابن تیمیۃ فی کتابہ منہاج السنۃ النبویۃ ج ۱ ص ۳۴ ھذا الحدیث بھذا اللفظ لا یعرف انما الحدیث المعروف مثل ما روی مسلم فی صحیحہ عن نافع قال جاء عبد اللہ بن عمر الی عبد اللہ بن مطیع حین کان من امر الحرۃ ما کان زمن یزید بن معاویہ فقال اطرحوا لابی عبد الرحمن وسادۃ فقال انی لم آتک لاجلس ائتیک لاحدثک حدیثا سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقولہ سمعتہ یقول من خلع یدا من طاعۃ لقی اللہ یوم القیمۃ لا حجۃ لہ ومن مات ولیس فی عنقہ بیعۃ مات میتۃ جاھلیۃ انتھی بقدر الحاجۃ (ابو سعید محمد شرف الدین عفی عنہ

(ترجمہ) امام ابن تیمیہ اپنی کتاب منہاج السنۃ ج ۱ ص ۳۴ میں فرماتے ہیں، کہ حدیث کے یہ الفاظ کسی صحیح سند کے ساتھ منقول نہیں ہیں، صحیح مسلم میں ان الفاظ کے ساتھ مبنی جلتی ایک حدیث موجود ہے، کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ یزید بن معاویہ کے زمانہ میں عبداللہ بن مطیع سے ملنے گئے، انہوں نے کہا، ان کے لئے تکیہ وغیرہ لاؤ، حضرت ابن عمر فرمانے لگے میں آپ کو صرف ایک حدیث سنانے کے لئے آیا ہوں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے اپنے امام کی بیعت توڑ دی قیامت کے دن اس کے پاس اپنی مغفرت کے لئے کوئی حجت نہ ہوگی، اور جو شخص ایسی حالت میں فوت ہوا کہ کسی امام کی بیعت اس نے نہیں کی وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



موت جاہلیت چگونہ خلاصی خواہد شد فقط۔

**الجواب:**۔ درین حدیث دلالت بر وجوب بودن امام در ہر زمان نیست بوجہے از وجوہ دلالات عربیت مدلول حدیث ہمیں قدر است کہ اگر در زمانے امام موجود باشد معرفت او یعنی اعتقاد امامت وعزم بر اطاعت او ہر مکلف را ضروری است مانند آن کہ کسے گوید من لم یطعم غلامہ وفرسہ فلا طعام لہ درین عبارت ہرگز مفہوم نمی شود کہ ہر کس را غلامے یا فرسے باشد اطعام واطعام آن ضروری است، ودر حدیث صحیح وارد است کفی بالمرء اثما ان یضیع عیالہ وہرگز ازیں حدیث تاثم کسے کہ عیالدار نہ باشد مفہوم نمی شود، ودر جنس آن است کہ امام مضاف بزمان است وزمان بضمیر ودر وضع الاضافۃ للعہد لا للاستغراق خلاصہ آن کہ درین قسم قضایا قید بشرط الوجود ملحوظ می باشد پس معنی من لم یعرف امام زمانہ این است کہ ان کان الامام موجودا وکذا فی قولہ علیہ السلام کفی بالمرء اثما ان یضیع عیالہ ای بشرط وجودھم۔ ھکذا سمعت عن الاساتذۃ الاعلام الکرام۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ | سید محمد نذیر حسین

موت سے۔ اگر یہ حدیث صحیح ہے، تو اس زمانہ کے آدمی جاہلیت کی موت سے کس طرح خلاصی پا سکتے ہیں؟

**الجواب:**۔ اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ ہر زمانہ میں امام کا ہونا واجب ہے، اس کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ اگر امام (بادشاہ) موجود ہو تو اس کی امامت اور اطاعت کا عزم ہر مکلف پر ضروری ہے، اس کی مثال تو ایسی ہے کہ کوئی کہے، جو اپنے غلام اور گھوڑے کو کھانا نہ کھلائے وہ بخیل ہے، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوگا کہ غلام اور گھوڑا رکھنا فرض ہے، بلکہ مطلب یہ ہوگا کہ اگر اس کے پاس ہوں، تو اسے کھانا چارہ دینا ضروری ہے، اور صحیح حدیث میں آیا ہے، کہ آدمی کے لئے یہی گناہ کافی ہے کہ اپنے بچوں کو ضائع کر دے، اس سے اس آدمی کا گنہ گار ہونا لازم نہیں آتا، جس کے بچے ہی نہ ہوں، اور اس کی وجہ یہ ہے، کہ امام کی اضافت زمانہ کی طرف ہے، اور زمانہ کی ضمیر کی طرف، اور یہ اضافت عہد کے لئے ہے، استغراق کے لئے نہیں، خلاصہ یہ کہ اس قسم کے جملوں میں قید بشرط وجود ہوتی ہے، پس اس کے معنی یہ ہوں گے، کہ اگر امام موجود ہو تو اس کی اطاعت فرض ہے اور اگر موجود ہی نہ ہو، تو اطاعت کیسی؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# کتاب الحدود والتعزیر

**سوال:** چہ می فرمایند علمائے دین و مفتیان شرع متین اندرین معنی کہ حاکم وقت می خواہد کہ در تنبیہ و تہدید قوم رذیل و اجلاف و صاحب امتیاز و اشراف فرق نماید مثلاً از صاحب امتیاز قصور خفیف سرزند حاکم بسزائش تا یک پاس از مجرم مذکور نماز نوافل بگذارند و یا تجویز روزہ نفل داشتن دہ دوازدہ روز بہ نسبت او گرداند پس حاکم را این چنین سزا دادن نسبت مجرم درست است یا نہ، در صورت دادن این چنین سزائے مذکور الصدر بمجرم حاکم را حصول ثواب متصور است یا خدانخواستہ اندیشہ عقاب، و نیز مجرم از تعمیل سزائے مجوزہ مستوجب ثواب خواہد بود، یا نہ، درین باب آنچہ از روئے شرع شریف باشد مع دلائل کتب معتبرہ ارقام نمایند۔

**الجواب:** تعزیر عبارت است از عقوبت غیر مقدرہ در جنایتے کہ کمتر از حد باشد برائے انزجار بندگان کہ دراں عقوبت و اہانت بحسب اشخاص و اختلاف اوقات برائے امام متصور گردد، زیرا کہ مشروعیت تعزیر بجہت ہمیں امور مذکور ثابت گردید و آن در عبادات مانند روزہ و نماز وغیرہ شدن نمی تواند کہ طاعت مزبورہ از جنس عقوبات و اہانت

---

سوال:۔ حاکم وقت چاہتا ہے، کہ شرفاء اور اراذل کی تنبیہ و تہدید میں امتیاز کرے، اگر کسی شریف سے کوئی چھوٹا موٹا قصور سرزد ہوتا ہے، تو اسے کہتا ہے، کہ تم ایک گھنٹہ نماز پڑھو، یا تم دس روزے رکھو، حاکم مجرم کو ایسی سزا دے سکتا ہے یا نہیں؟ اور کیا اس طرح کے نماز روزہ سے مجرم کو ثواب ہوگا یا نہیں، اور کیا حاکم کو بھی ایسی سزا دینے سے ثواب ہوگا یا نہیں؟

الجواب:۔ تعزیر غیر مقررہ سزا ہے، جو ایسے گناہ پر دی جاتی ہے، جو حد سے کم ہو، اور اس سے مقصود بندہ مجرم کی توہین اور تذلیل ہوتی ہے، اور ایسی سزا حاکم وقت کی صواب دید پر موقوف ہے، اور نماز و روزہ سے کسی آدمی کی توہین اور تذلیل نہیں ہوتی، بلکہ اس سے لوگوں کی نگاہ میں عزت بڑھتی ہے، یہ سزا نہیں ہے بلکہ مشقت ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نیست بلکہ مشقتے ازاں حاصل می شود ومشقت غیر عقوبت است۔ لان المشقة هو الانكسار الذي يلحق النفس والبدن قال الله تعالى لو تكونوا بالغيه الا بشق الانفس الا يتر بخلاف العقوبة والعقاب لانهما يختصان بالعذاب قال الله عز وجل فحق عقاب وقال شديد العقاب والعذاب هو الايجاع الشديد كما قال الامام الراغب في مفردات القرآن فالتعزير متعلق بالاهانة المستخفة والعقوبة لغير المقدرة من الشارع كما لا يخفى على الفقيه البارع وذلك كما يليق بالصوم والصلوة لان فيهما انكسار وفتور اوهما ليسا من جنس العقوبات والهون الموجب للاستخفاف والانزجار كالتعزير بخلاف الهون الذي يمدح العبد باختياره على نفسه لانه ممدوح ومستحسن لدن الله وموجب لاستحقاق الثواب عند رب الارباب سواء وجد في اداء الصلوة والصوم اوفي ايتان غيرهما من الطاعات لان الهون على وجهين احدهما تن لل الانسان من نفسه لما لا يلحق به غضاضة فيمدح به نحو قوله تعالى وعباد الرحمن الذين يمشون على الارض هونا وقوله عليه الصلوة والسلام المؤمن هين لين والثاني ان يكون من جهة مسلط مستخفف به فيذم به وعلى هذا استعمل قوله تعالى اليوم تجزون عذاب الهون بما كنتم تقولون وايضا قال الله تعالى اخذتهم صاعقة عذاب الهون بما كانوا يكسبون وغير ذلك من الايات كذا قال الامام الراغب في مفردات القرآن۔ پس ازیں تقریر صاف واضح گشت کہ اگر کسے بجویز خود تعزیر بگذارد ون نماز یا بداشتن روزہ بر کسے مقرر کند ہرگز بر وازیں عقوبت واہانت مذمومہ وقبیحہ حسب اشخاص لاحق نخواہد شد وآن کس ازیں معزر جرد شیمان نہ شود چہ در اصل تعزیر سبب عقاب واہانت وخفت بمقتضائے احوال فاعلان آن لازم شدہ است، وآن در عبادات معدوم ومنفود است کما لا یخفی علی الماہر المتامل، دیگر آنکہ فقہاء رحمہم اللہ تعالی

---

اور مشقت وہ انکساری ہے جو نفس اور بدن کو لاحق ہو بخلاف عقوبت وعقاب کے کہ وہ عذاب ہے، اور عذاب کا معنی سخت تکلیف دینا ہے تو معلوم ہوا کہ نماز یا روزہ عقوبت نہیں ہے، اور اگر کوئی اپنی مرضی سے ایسی نذر تجویز کرے، تو اس کی توہین نہیں ہوگی، کیونکہ توہین وہ ہوتی ہے جس کی وجہ سے آدمی آئندہ ایسا کام کرنے سے باز آجائے، اور نماز روزہ سے تو انسان کی مدح ہوتی ہے، اور پھر فقہاء نے جہاں تعزیر کی قسمیں بیان کی ہیں کبھی بھی نماز روزہ یا دیگر طاعات کا تذکرہ نہیں کیا، پھر از خود اپنی طرف سے کوئی چیز ایجاد کر لینا کیا معنی رکھتا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



انواع تعزیرات کہ قلم بند کردہ اند، دران تعزیرات این قسم طاعات ذکر نہ کردند پس امرے کہ از قواعد شرعیہ و نہ از اصحاب سلف و خلف کہ اہل عقد و حل بودند ثابت شود از طرف خود ایجاد بالمعروف چگونہ کردہ آید، چہ تعزیر اشرف الاشراف کہ علماء و سادات حقانی ہستند بالاعلام از طرف قاضی ہدین مضمون کہ نزد من خبر رسیدہ است کہ تو چنان و چنین می کنی پس منتر جم متنبہ باین کلمہ می شوند و در حق ایشان ہمین تعزیر است، و تعزیر اشراف کہ امراء و ہاتمین اند بالاعلام و کشیدن ایشاں بسوئے قاضی و خصومت کردن ایشان و ہمین تعزیر در حق ایشان است، و تعزیر اوساط کہ بازاری اند بالاعلام و حبس کردن و تعزیر اخسہ و ارذل بالاعلام و حبس و ضرب کردن ایشان است۔ قال صاحب الہدایۃ الحد فی الشریعۃ وھو العقوبۃ المقدرۃ حقا للہ تعالیٰ حتی لا یسمی القصاص حدا لما انہ حق العبد و لا التعزیر لعدم التقدیر الی آخرہ فی الہدایۃ و فی الکنز و المستخلص التعزیر عقوبۃ غیر مقدرۃ انتہی۔ و قال فی النہایۃ حاشیۃ الہدایۃ التعزیر ھو تادیب دون الحد و یجب فی جنایۃ لیست موجبۃ للحد ھکذا فی الفتاوی العالمگیریۃ و مثلہ فی الکفایۃ پس از ما سبق معلوم شد کہ تعزیر عقوبت غیر مقدرہ کمتر از حد است در جنایتے کہ موجب باشد بریں معنی جنس طاعات چگونہ تعزیر قرار دادہ شود، کہ در طاعت عقوبت و اہانت کہ ازاں زجر حاصل گردد اصلا نیست۔ و فی الشامی التعزیر علی مراتب تعزیر اشراف الاشراف وھم العلماء والعلویۃ بالاعلام وھو ان یقول لہ القاضی بلغنی انک تفعل کذا فیزجر بہ و تعزیر الاشراف وھم الامراء والدھاقین بالاعلام والجر الی باب القاضی والخصومۃ فی ذلک و تعزیر الاوساط وھم السوقیۃ بالاعلام والجر والحبس و تعزیر الاخسۃ ھکذا اکلہ و بالضرب کذا فی النہایۃ والعالمگیریۃ و ایضا فی الہدایۃ واکثرہ تسعۃ و ثلاثون سوطا

اور پھر حسب تخاص تعزیر بالکل الگ الگ ہوتی ہے، مثلاً اشرف الاشراف علماء و سادات کو اگر قاضی اس مضمون کا رقعہ لکھ کر بھیجدے، کہ مجھے اطلاع ہوئی ہے، کہ آپ نے ایسا کیا ہے آئندہ محتاط رہنا، تو وہ اس کو بھی تنبیہ سمجھیں گے پھر ان کے بعد شرفاء کا مقام ہے، یعنی امراء اور زمیندار طبقہ ان کو بلا کر اگر قاضی تنبیہ کرے، اور ڈانٹ ڈپٹ بتلا دے تو ان کے لئے کافی ہے، پھر بازاری لوگوں کا مقام ہے، ان کو تنبیہ کی جائے، عدالت میں پیش کیا جائے کچھ دنوں تک حوالات میں رہیں، تو ان کو تنبیہ ہوگی، اور پھر سب سے کمینہ اور رذیل طبقہ ہے، ان سے یہ سب کچھ بھی کیا جائے اور کوڑے بھی لگا دیئے جائیں، تب جا کر وہ کچھ سمجھے گا۔

تعزیر زیادہ سے زیادہ انتالیس کوڑے ہیں، اور کم سے کم تین کوڑے، اور حاکم اپنی رائے کے مناسب اس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



واقلہ ثلاث جلدات وذکر مشائخنا ان ادناہ علی ما یراہ الامام بقدر ما یعلم انہ یزجر بہ وفی النہایۃ ایضا قال التعزیر قد یکون بالحبس وقد یکون بالصفع وقد یکون بنفر لۃ الاذن وقد یکون بالکلام العنیف وقد یکون بالضرب وقد یکون بنظر القاضی الیہ بوجہ عبوس کذا فی العالمگیریۃ وغیرھا من المعتبرات۔ حاصل کلام آنکہ ظاہر از کتب فقہ وحدیث تعزیرات از جنس طاعات مثل نماز وروزہ وغیرہما مقرر کردن ثابت نمی شود، بلکہ بعدم آن راجح است، پس حاکم را نشاید کہ بنماز وروزہ تعزیرات مقرر ومعین نماید کہ فی الجملہ بہ نسبت نماز وروزہ بے ادبی صادر می شود، کہ اینہا را قائم مقام عقوبت واہانت فضیحت من وجہ در حق شرفاء مقرر می کند وامام را اختیار است در چیزے کہ سبب عقوبت واہانت می تواند شد واز حد کمتر باشد نہ آن کہ در چیزے کہ امام خواہد خواہ از جنس طاعات مانند نماز وروزہ خواہ از جنس عقوبات باشد، دراں تعزیر بتجویز خود مقرر کند وآں را تعزیر قرار دہد کہ خلاف ملت غرا لازم می آید، چہ نماز وروزہ فعل حسن وموجب تقرب الی اللہ است، ودر آں صورت تعزیر کہ عقوبت واہانت در دلازم است رد دہد، کما لا یخفی علی الفقیہ النزکی ومجرم ہم مستوجب ثواب نخواہد بود کہ نماز وروزہ جبراً وکرہاً بر دلازم کنانیدہ شد، وآمر را ہم متصور نیست کہ صورت تعزیر نامشروع نمودہ، واللہ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب فاعتبروا یا اولی الالباب

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ ماقولہم درین مسئلہ کہ زید بر عمرو دعوے زنا از زن خود بقرائن نمودہ وزوجہ خود را

---

حد کے اندر جتنی سزا چاہے دے سکتا ہے، اور اگر جرم معمولی ہو، تو محض تنبیہ، یا ایک آدھ تھپڑ، یا کان کھینچنا بھی کافی ہے، اور کبھی سخت کلامی سے گذارہ ہو جاتا ہے، اور کبھی مار پٹائی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، کبھی گہری نگاہ سے دیکھنا ہی کافی ہوتا ہے۔

حاصل کلام یہ کہ فقہ وحدیث کی کتابوں میں سے طاعات کی جنس میں سے مثلاً نماز وروزہ کی کوئی تعزیر ثابت نہیں ہوتی، اور نہ ایسی تعزیر مقرر کی جا سکتی ہے، اور اس کے علاوہ اس طرح نماز وروزہ کی توہین بھی ہوتی ہے کہ ان کو قائم مقام عقوبت دسزا کے سمجھا جائے، اور مجرم کو اس طرح سے نماز وروزہ سے کوئی ثواب نہ ہوگا، کیونکہ ثواب تو اس صورت میں ہوتا ہے، کہ جب آدمی ان کو تقرب الٰہی کی خاطر ادا کرے، اور نہ قاضی کو ثواب ہوگا، کہ یہ تعزیر کی نامشروع صورت ہے۔ واللہ اعلم۔

سوال:۔ زید نے اپنی بیوی سے زنا کرنے کا الزام عمرو پر لگایا، اور جب عورت کو ڈائنٹ ڈپٹ کی تو اس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نیز کہ زجر نمودہ او ہم اقرار نمودہ کہ از من قصور شد، آیا درین صورت ثبوت زنا بر عمرو می شود یا نہ، و باز زید این ہم رد بر دے مردان گفت کہ من در حالت غضب گفتہ بودم فقط۔

**الجواب:** ثبوت زنا بر عمرو ہرگز نمی شود، چنانکہ از قرآن مجید و حدیث شریف و کتب فقہ ہویدا می شود، پس بر زید واجب است کہ باثبات تہمت زنا بر عمرو چہار شاہد عدل از مردان قائم کند، و ہر چہار شاہد حر مسلم عفیف بگویند کہ ما ہر چہار بچشم خود ہا دیدیم کہ ہر دو زنا کردند و مانند سلائی در سرمہ دانی دخول کردہ شد، و اگر ہر چہار شاہد بصفت مذکور نیارد بر زید ہشتاد تازیانہ بطلب مقذوف حد قذف زدن ضرور است شرعاً، چنانکہ قرآن مجید بران ناطق و ہر کہ حکم خلاف شریعت جاری کند در وعید این آیت کریمہ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الفاسقون الآیۃ داخل خواہد بود، در ہدایہ مذکور است۔ حد القذف اذا قذف الرجل رجلا محصنا او امرأۃ محصنۃ بصریح الزنا وطالب المقذوف بالحد حدہ الحاکم ثمانین سوطا ان کان حرا لقولہ تعالیٰ والذین یرمون المحصنات الی ان قال فاجلدوھم ثمانین جلدۃ الآیۃ والمراد الرمی بالزنا بالاجماع ومن النص اشارۃ الیہ وھو اشتراط اربعۃ من الشھود اذ ھو مختص بالزنا کذا فی الھدایۃ وشرح الوقایۃ والدر المختار وغیرہ من کتب الفقہ۔ وقصہ این در سورہ نور مفصلاً مذکور است والذین یرمون المحصنات و آنکہ رمی می کنند مرزنان محصنہ را بزنا و مرد محصن نیز درین حکم داخل است و این جا احصان بحریت است

---

نے کہا، مجھ سے غلطی ہو گئی ہے، اس صورت سے عمرو پر زنا کا الزام ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟ اور پھر اس کے بعد زید نے لوگوں کے سامنے اقرار کیا، کہ میں نے یہ الزام غصہ کی حالت میں لگایا تھا۔

الجواب:۔ اس سے عمرو پر زنا کا ثبوت نہیں ہوتا، جیسا کہ کتب حدیث و فقہ و قرآن مجید سے صاف ظاہر ہے، اب زید پر واجب ہے، کہ چار گواہ آزاد، مسلمان، پاکباز ایسے پیش کرے، جو شہادت دیں کہ واقعی ہم نے عمرو کو زید کی بیوی سے زنا کرتے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور جیسے سلائی سرمہ دانی میں داخل ہوتی ہے ایسا ہی دخول ہم نے دیکھا ہے، تو زید بچ جائے گا، اور عمرو و زوجہ زید پر زنا کی حد لگ جائے گی، اور اگر ایسے گواہ پیش نہ کر سکے، تو زید پر اسی درے حد پڑے گی، جو تہمت کی سزا ہے، چنانچہ قرآن مجید میں اس کی تصریح ہے، ہدایہ میں ہے، تہمت کی حد اس وقت ہے، جب کہ کوئی آدمی کسی شادی شدہ مرد یا عورت کو صریح زنا کی تہمت لگائے اور تہمت زدہ آدمی حد کا مطالبہ کرے، تو اگر تہمت لگانے والا ہے، تو اس کو اسی درے حد لگائی جائے گی، اور یہ قصہ سورہ نور میں مفصل مذکور ہے، والذین یرمون المحصنات الآیۃ تہمت کے لئے پانچ شرطیں ہیں جن

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وبلوغ وعقل واسلام وعفت الزنا آن کہ مرد یا زنے را کہ بجمیع این پنج صفت موصوف باشد بزنا دشنام دہند فلم یاتوا باربعۃ شہداء پس نیارند نزدیک حکام بچہار گواہ عدل یعنے چہار مرد آزاد بالغ مسلمان نیارند بر اثبات آنچہ رمی میکردند بدان فاجلدوھم ثمانین جلدۃ پس بزنید ایشانرا ہشتاد تازیانہ ولا تقبلوا لھم شہادۃ ابدا وقبول مکنید از ایشان کہ قذف کردند گواہی نیاوردند وتازیانہ خوردند گواہی در ہیچ حکم ہمیشہ، چنانکہ در تفسیر حسینی ومدارک وبیضاوی وغیرہ مذکور است، واز اقرار زوجہ او واز انکار عمر وحد از ہر دو ساقط است، چراکہ در ثبوت زنا خلل افتاد چنانکہ در کتب فقہ مانند کنز ودر مختار وہدایہ وغیرہ مذکور است، الغرض بر عمر وا صلا ثبوت زنا نمی شود شرعا، واللہ اعلم بالصواب

| | | | |
|---|---|---|---|
| محمد عبد الرب ۱۲۶۷ | محمد عبد القادر ۱۲۶۹ | حسبنا اللہ لبس حنیف اللہ | سید محمد نذیر حسین — محمد قطب الدین ۱۲۷۴ |

**سوال**:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس باب میں کہ ایک عورت محض اجنبی زید کی زوجہ کو بھگا کر لے گئی، اور غیر شخصوں کے گھر میں لے جاکر رکھا، اور وہاں خوف زنا کا ہے، اس صورت میں دعوے زید کا واسطے دلوانے زوجہ اپنی کے اس مضمون وغیرہ سے شرعا پہنچتا ہے یا نہیں، اور مضمون وغیرہ قابل تعزیر کے ہیں یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**:- در صورت مرقومہ دعوے زید کا اوپر دلوانے اپنی زوجہ کے اور اپنے مکان میں لے جانے واسطے از روئے شرع شریف کے صحیح اور درست ہے، خدا تعالیٰ فرماتا ہے اسکنوھن من حیث سکنتم الآیۃ (ترجمہ) جگہ دو تم ان کو جہاں رہتے ہو تم، اور کتب فقہ میں بھی اسی طرح سے مذکور ہے، الغرض زوجہ کو اطاعت اپنے شوہر کی واجب ہے، کیونکہ درجہ مردوں کا بڑا ہے، فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے لو کنت امرا احدا ان یسجد لاحد لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجھا رواہ الترمذی وابوداؤد ونحوہ عن قیس بن سعد واحمد عن معاذ وابی ھریرۃ کذا فی المشکوٰۃ (ترجمہ) اگر حکم کرتا میں کسی کو کہ سجدہ کرے کسی کو البتہ حکم کرتا میں عورت کو کہ سجدہ کرے اپنے شوہر کو، اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے الرجال قوامون علی النساء

---

سے تہمت لگانے والے پر حد جاری ہوگی، کہ تہمت زدہ مرد یا عورت آزاد ہو، بالغ ہو، عاقل ہو، مسلمان ہو، پاکباز ہو، اور پھر اس کے بعد چار گواہ پیش نہ کر سکے، تو اس کو حد لگائی جائے گی، اور پھر اس کی آئندہ کے لئے کبھی شہادت قبول نہ ہوگی، اور بیوی کے اقرار اور عمر کے انکار کی صورت میں دونوں سے حد ساقط ہو جائے گی، جیسا کہ کنز، ومختار اور ہدایہ وغیرہ میں مذکور ہے کیونکہ ثبوت زنا میں خلل واقع ہو گیا ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بما فضل اللہ بعضھم علی بعض وبما انفقوا من اموالھم الآیۃ (ترجمہ) مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس واسطے کہ بڑائی دی اللہ نے ایک کو دوسرے پر اور اس واسطے کہ انہوں نے خرچ کئے اپنے مال فائدہ:۔ یعنی اللہ نے مرد کا درجہ اوپر بنایا، تو عورت کو حکم برداری چاہیئے، اور اگر عورت بدخوئی کرے، تو مرد پہلے درجہ سمجھا دیوے، دوسرے درجہ جدا سووے، لیکن اسی گھر میں، پھر آخر درجہ مارے، کذا فی موضح القرآن، الا عورت گناہ کے کام میں اطاعت اپنے شوہر کی نہ کرے، جیسا کہ فرمایا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مرد منوی اور عورت منویہ کے حق میں لیس منا من خبب امرأۃ علی زوجھا او عبدا علی سیدہ رواہ ابوداؤد وعن ابی ھریرۃ یعنی نہیں ہم میں سے وہ کہ ورغلاوے اور بہکا دے عورت کو اس شوہر سے، اور غلام کو اس کے مالک سے کذا فی حقیقۃ الاسلام معلوم ہوا اس سے کہ جو شخص خواہ مرد ہو یا عورت، کسی عورت کو ورغلاوے اس کے مرد کی طرف سے پس وہ ہمارے طریقہ پر نہیں ہے، اور نیز عورت منویہ وغیرہ قابل تعزیر کے ہیں، جیسا کہ اشباہ والنظائر سے معلوم ہوتا ہے، پس حاکم وقت کو چاہیئے، کہ ایسے لوگوں کو تعزیر دنہ اقرار واقعی دیوے، تاکہ وہ حرکت ناشائستہ سے باز آویں، اور کسی کی خانہ ویرانی نہ چاہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ حررہ سید شریف حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ ایک شخص نے ایک خط متضمن ایسے کلمات کا جو صراحۃً یا کنایۃً کسی محصنہ کے حق میں قذف ہو، کسی دوسرے سے لکھا کر بھیجا، پس کاتب مذکور الصدر کا مترجم کیا حکم ہے آیا وہ بھی قاذف ہے یا نہیں، اور حد قذف اس پر لازم آتی ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب:۔ واضح ہو کہ کاتب خط نے اگر دانستہ اور بالاختیار خط مذکور کو لکھا ہے، تو وہ گنہ گار ضرور ہوگا، مگر اس پر حد نہیں آئے گی، اور اگر عدم علم میں لکھا ہے یعنی اس نے سمجھا نہیں، کہ وہ کلمات مندرجہ خط کلمات قذف ہیں یا سمجھا، مگر بالاختیار نہیں لکھا، بلکہ بالجبر اس سے لکھوایا گیا، تو ان دونوں صورتوں میں وہ گنہ گار بھی نہیں ہوگا، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ حررہ السید عبدالحفیظ عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**سوال:-** ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ فی ھذہ المسئلۃ کہ زید نے اپنے باپ پر دعویٰ کیا، کہ میری زوجہ سے میرے والد نے زنا کیا، اور بوقت شب شور وغل کرتا ہوا اپنے خویش واقارب میں چلا گیا، جس وقت لوگوں نے اس سے تفتیش کیا، تو پہلے دعویٰ پر قائم رہا، بعد ایک روز کے اس نے بیان کیا، کہ دراصل میں اپنے والد سے چند روپے طلب کرتا تھا، اس نے نہیں دیئے، بدیں وجہ میں نے یہ افترا پردازی کی، اور حقیقت میں یہ امر لا اصل ہے، درصورت مرقومہ جو بندگان عالی میں گذارش کیا گیا، کہ نہ مدعی دعوے پر قائم ہے، اور نہ کوئی گواہ اس بات کا ہے، کہ یہ فعل شنیع اس نے کیا ہو، پس آیا عند الشرع کسی طرح کی ملامت شریعت غرا سے ذمہ مفتری کے ہے یا نہیں، اور کوئی خلل نکاح مفتری میں عارض ہوگا، اور حاجت تجدید نکاح کی پڑے گی یا نہیں۔ بینوا بالکتاب۔ توجروا یوم الحساب۔ والسلام مع خیر الکلام۔

**الجواب:-** یہ صورت مندرجہ سوال مقتضی لعان ہے، کیونکہ سبب لعان کا تہمت لگانا ہے مرد کا اپنی زوجہ کو ایسی تہمت کہ اگر بے گانی عورت کو ویسی تہمت لگاوے، تو مرد پر حد واجب ہو، یعنی عورت آزاد، مسلمان، پاکدامن ہو، حرامکاری سے، اور مرد کے دعوے پر گواہ نہ ہوں، اور عورت منکر ہو تہمت سے، عورت مخصوص بشرائط مذکورہ اس واسطے ہوئی، کہ تہمت اسی پر لگی ہے، تو شروط احصان کی اس کے واسطے پوری چاہئیں، لشبہ قذف الرجل زوجتہ قذفا یوجب الحد فی الاجنبیۃ خصت بذلک لانہا ھی المقذوفۃ فاشترطتم لہا شروط الاحصان انتہی مافی التنویر والدر المختار۔ اور سوال سائل سے عورت کا مطالبہ لعان سے نہیں پایا جاتا، تو لعان ساقط ہوگا، لعان میں مطالبہ اس واسطے مشروط ہوا، کہ اگر عورت مطالبہ نہ کرے، تو لعان ساقط ہے، اس واسطے کہ لعان حق ہے عورت کا، تاکہ وہ اپنی ذات سے دفع عار کرے، اور سوال سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے، کہ مرد بعد قذف کے منکر ہوگیا، اور عورت کے پاس بینہ نہیں ہے، تو مرد پر حلف نہیں آئے گی، اور لعان ساقط ہوگا، خصوصاً ہندوستان میں کہ حاکم ذی اقتدار اہل اسلام سے کہ مسئلہ لعان کو فیصلہ کرے مفقود ہے، بلکہ عورت کو چاہیئے کہ پردہ پوشی

---

لہ اس کا سبب آدمی کا اپنی عورت کو ایسی تہمت لگانا ہے، کہ اگر ایسی تہمت کسی اجنبی عورت کو لگاتا، تو اس پر حد واجب ہو جاتی، ان صفات سے عورت کو اس لئے خاص کیا گیا ہے کہ اس پر تہمت لگی ہے، قذف کے لئے احصان کی شرطیں پوری ہوں گی ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کرے، اور حاکم کو بھی چاہیئے، کہ عورت کو پردہ پوشی کا حکم کرے، والا فضل لها الستر وللحاکم ان یامرها به کذا فی الدر المختار وغیرہ فان ابی حبس حتی یلاعن او یکذب نفسه فیحد للقذف الی اخر ما فی کتب الشریعة۔ اور اس واقعہ میں قاذف کے باپ پر کچھ مواخذہ شرعاً نہیں پہنچتا، اسی طرح سے عورت پر کسی طرح کا مواخذہ نہیں، قابل زجر اور توبیخ کے قاذف ہے اور توبیخ اس پر زبانی ہے، اور جب کہ وہ منکر ہوا، اور اپنی اس تہمت پر نادم ہوا، تو زجر اس سے مرتفع ہوا، التائب من الذنب کمن لا ذنب له الحدیث واللہ اعلم بالصواب

حررہ السید شریف عفی عنہ۔

زشرف سید کونین شد شریف حسین ۱۲۹۳

خادم شریعت رسول الثقلین محمد تلطف حسین ۱۲۹۲

کما تدین دان

محمد عبد القادر ۱۲۸۷

حسبنا اللہ بس حفیظ اللہ

سید محمد نذیر حسین

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# کتاب الحظر والاباحۃ

**سوال:** ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مثلاً زید نے اپنی عورت کو گھر سے نکال دیا، یا خود وہ عورت گھر سے چلی گئی اور خراب و بد وضع پھرتی ہے، اور زید طلاق اس کو نہیں دیتا ہے، اور نہ اپنے گھر میں رکھتا ہے، اور زید کو غیرت و شرم و حیا نہیں ہے اس صورت میں دونوں گنہ گار ہوتے ہیں یا نہیں، اور اس کی امامت درست ہے، یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب:** ۔ درصورت مرقومہ دونوں گنہ گار ہوتے ہیں کیونکہ زید پر واجب ہے کہ جب وہ عورت بدراہ ہوئی تو طلاق دے دے، کہ وہ عورت اور شوہر کرے، یا زید اس کو اپنے گھر میں لاکر رکھے، خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ فامساك بمعروف او تسریح باحسان الآیۃ اور فرماتا ہے ولا تذروھا کالمعلقۃ۔ اور زید اس صورت میں فاسق ہے، اور امامت فاسق کی مکروہ ہے، ایسے شخص کو نامقدور امام نہ بنادے۔ لا یقدم الفاسق ویکرہ الصلوۃ خلفہ کذا فی کتب الفقہ۔ واللہ اعلم بالصواب

| | |
|---|---|
| سید محمد نذیر حسین | محمد اسد علی |
| محمد شبلی | |

**سوال:** ۔ پردہ زنان از خواجہ سرائے جائز است یا نہ۔

**الجواب:** ۔ حکم خواجہ سرائے در نظر کردن بجانب زن اجنبیہ حکم مرد دار، چنانچہ از مردان پردہ می کنند ہمیں قسم از خواجہ سرائے کہ این ہم مرد است نہ زن، بہر حال پردہ باید کرد،

---

لہ یا اچھی طرح سے رکھنا ہے یا بھلے طریقہ سے چھوڑ دینا ہے ۱۲

سوال:۔ عورتوں کو خسرہ سے پردہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ خسرہ کا حکم اجنبی عورت کی طرف نگاہ کرنے میں مرد کا حکم رکھتا ہے، مردوں کی طرح اس سے پردہ کرنا چاہیے کیونکہ وہ مرد ہے نہ کہ عورت، لہٰذا پردہ چاہیئے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ایمانداروں سے کہیئے، کہ اپنی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



چنانچہ در کتاب اللہ حکم مذکور موجود است۔ قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم الایۃ وفی الھدایۃ والخصی فی النظر الی الاجنبیۃ کفحل انتہی واللہ اعلم بالصواب

| | | |
|---|---|---|
| سید محمد نذیر حسین | محمد صدر الدین | محمد تقی خان |
| سید محبوب علی جعفری | ھو الخالق | |

**سوال**:۔ نان پاؤ تاڑی آمیز کھانا اور اس کی بیع وشرا جائز و درست ہے یا نہیں پینا تو جدا

**الجواب**:۔ ارباب شرع پر مخفی نہیں کہ تاڑی مسکر ہے اور جو چیز مسکر ہو وہ حرام ہے قلیل ہو یا کثیر بقولہ[1] صلی اللہ علیہ وسلم کل مسکر حرام رواہ مسلم من روایۃ ابن عمر ؓ وعن ابن عمر انہ علیہ الصلوۃ والسلام قال ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام رواہ احمد وابن ماجہ والدارقطنی وصححہ اور جب تاڑی اور خمر کا بنا برا سکار حکم متحد ٹھہرا شرعاً تو اس کے حرام ہونے میں کسی طرح کا شک وشبہ نہ رہا اور جب یہ تاڑی آٹا اور میدہ اور سوجی میں ملائی گئی، اور روٹی پکائی گئی تو یہ روٹی تاڑی ملی ہوئی بلاشبہ حرام ہوگی، چنانچہ خمر کے ملنے سے حرام ہوتی ہے۔ الدقیق اذا اصابہ خمر لا یوکل ولیس ھذا حیلۃ کذا فی المحیط البرھانی وغیرہ من کتب الفقہ اور جب نان پاؤ وغیرہ تاڑی کے پڑنے سے حرام ٹھہرا تو اس کی بیع وشرا بھی حرام ہوگی، جیسا کہ بیع وشرا خمر مذبیتہ اور دم کی حرام ہے۔ لان الشرع ابطل تقومھا فی حق المسلمین کیلا یتھاولوا بھا کذا فی الھدایۃ والعنایۃ والکفایۃ وغیرھا من کتب الفقہ البیع ھو مبادلۃ المال بالمال کذا فی الفقہ قال فی البحر المال ما یمیل الیہ الطبع والمالیۃ انما تثبت بتمول الناس کافۃ او بتقوم البعض والتقوم یثبت باباحۃ الانتفاع بہ شرعا وما لا یکون مباح الانتفاع لا یکون متقوما واذا عدم

---

تمگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، اور ہدایہ میں ہے، کہ خصی اجنبیہ عورت کی طرف دیکھنے میں مرد کی طرح ہے، واللہ اعلم ۱۲

[1] میدہ میں جب شراب مل گیا ہو، تو اس کی روٹی نہیں کھائی جائے گی ۱۲ [2] کیونکہ شریعت نے مسلمانوں کے حق میں اس کا قیمت ہونا باطل کر دیا ہے، تاکہ وہ اس کے ذریعہ دولت اکٹھی نہ کریں، بیع مال سے مال کے تبادلہ کا نام ہے، مال وہ ہے، جس کی طرف طبیعت مائل ہو، اور مالیت لوگوں کے تمول سے ثابت ہوتی ہے، اور قیمت شرعاً وہ ہے جس سے فائدہ اٹھانا مباح ہو، اور جو مباح الانتفاع نہ ہو، وہ قیمت نہیں ہے، جب یہ دونوں امر معدوم ہوں گے، تو ان میں سے کوئی بھی ثابت نہ ہو سکے گا جیسے خون ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**سوال**:۔ اگر خواجہ سرائے خواہد کہ از کسے زن عقد نکاح کند شرعاً او جائز است یا نہ، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ عقد نکاح او جائز است، چرا کہ در ہدایہ مذکور است۔ انہ کالفحل وکل فحل ینکح فالخصی ینکح۔ واللہ اعلم

| | |
|---|---|
| محمد صدر الدین | ھو الخالق |
| سید محبوب علی جعفری | سید محمد نذیر حسین |

**سوال**:۔ چہ می فرمایند علمائے دین اندریں مسئلہ کہ تعویذ نوشتہ در گلو انداختن روا است یا نہ، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ تعویذ نوشتہ در گلو انداختن مضائقہ ندارد و اختلاف دران بعضے تابعین کردہ اند مگر اشہر و اصح جواز است۔ واختلف فی الاسترقاء بالقرآن نحو ان یقرأ علی المریض او الملدوغ او یکتب فی ورق ویعلق او یکتب فی طست فیغسل ویسقی المریض فاباحہ عطاء ومجاھد وابو قلابۃ وکرھہ النخعی والبصری کذا فی خزانۃ الفتاوی فقد ثبت ذلک فی المشاھیر من غیر انکار کذا فی خزانۃ المفتین ولا باس بتعلق التعویذ ولکن ینزعہ عند الخلاء والقربان کذا فی الغرائب کذا فی الفتاوی العالمگیریۃ واللہ اعلم بالصواب

| |
|---|
| سید محمد نذیر حسین |

**ھو الموفق**۔ عمرو بن شعیب کے دادا عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ جب تم میں سے کوئی شخص خواب میں ڈرے تو یہ کہے،

**سوال**:۔ اگر خسرہ کسی عورت سے نکاح کرنا چاہے، تو یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب**:۔ اس کا نکاح جائز ہے، ہدایہ میں ہے، خسرہ نر کی طرح ہے، اور ہر نر نکاح کر سکتا ہے خصی بھی نکاح کر سکتا ہے ۱۲

**سوال**:۔ تعویذ لکھ کر گلے میں ڈالنا جائز ہے یا ناجائز؟

**الجواب**:۔ تعویذ لکھ کر گلے میں ڈالنا جائز ہے، کوئی حرج نہیں ہے، بعض تابعین نے اس میں اختلاف کیا ہے، لیکن صحیح یہی ہے کہ جائز ہے، قرآن شریف کا تعویذ کرنے میں اختلاف ہے، مثلاً بیمار یا ڈسے ہوئے پر پڑھ کر دم کرے، یا کسی کاغذ پر لکھ کر گلے میں ڈالے، یا کسی تھال میں لکھ کر مریض کو پلائے، تو عطاء مجاہد، ابو قلابہ اس کو جائز کہتے ہیں، اور نخعی اور بصری مکروہ گلے میں تعویذ لٹکانے میں کوئی حرج نہیں ہے، البتہ قضائے حاجت کے وقت اس کو اتار دے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اعوذ[1] بکلمات اللہ التامات من غضبہ وعقابہ وشر عبادہ ومن ھمزات الشیاطین وان یحضرون۔ تو شیاطین کے وسوسے اس کو ضرر نہیں دیں گے، اور عبداللہ بن عمرو اپنے بالغ لڑکوں کو یہ کلمات سکھاتے تھے، اور اپنے نابالغ لڑکوں کے لئے ان کلمات کو ایک کاغذ میں لکھ کر ان کے گلے میں لٹکا دیتے تھے، روایت کیا اس کو ابو داؤد نے، اور ترمذی نے اور ترمذی نے اس کو حسن کہا ہے، اس روایت کے تحت میں شراح حدیث لکھتے ہیں، کہ جس تعویذ میں اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہو، یا قرآن کی کوئی آیت لکھی ہو، یا کوئی دعا ماثورہ لکھی ہو، سو ایسے تعویذ کا بالغ لڑکوں کے گلے میں لٹکانا درست ہے، ملا علی قاری مرقات میں اس حدیث کے تحت میں لکھتے ہیں و ھذا[2] اصل فی تعلیق التعویذات التی فیھا اسماء اللہ تعالیٰ، اور حدیث الرقی والتمائم والتولۃ شرک کے تحت میں لکھتے ہیں۔ التمائم[3] جمع تمیمۃ وھی التعویذۃ التی تعلق علی الصبی اطلقہ الطیبی لکن ینبغی ان یقید بان لا یکون فیھا اسما اسماء اللہ تعالیٰ وآیاتہ المتلوۃ والدعوات الماثورۃ۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں عبداللہ بن عمرو کی حدیث کے ترجمہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں، وازینجا جواز آویختن تعویذات در گردن معلوم می شود، وبعضے علماء را درینجا اختلاف است، مختار آن است، کہ تعلیق خرزات ومانند آن حرام ومکروہ است، واما اگر قرآن یا اسمائے الٰہی نویسند باکے نیست، چنانکہ در رقیہ این تفصیل کردہ اند۔

کتبہ محمد عبدالرحمٰن المبارک فوری عفا اللہ عنہ۔

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس باب میں کہ زید مقروض بہت ہے، اور تقاضا قرضخواہوں کا اس پر از بس ہے، اور اس کے پاس سوائے قدرے زمین زرعی دوامی کے اور کچھ جائداد نہیں ہے، اور اس کی آمدنی سے بدشواری اوقات اپنی اور اہل عیال اپنے کی بسر کرتا ہے، اور قرض ہر سال زیادہ ہوتا جاتا ہے، اور قرض کسی صورت سے ادا نہیں ہوتا، اگر اراضی قلیل کو

---

[1] میں اللہ کے پورے کلمات سے اس کے غضب، عذاب، اور اس کے بندوں کی برائی اور شیطان کے وسوسوں اور ان کے حاضر ہونے سے پناہ لیتا ہوں ۱۲ [2] یہ اصل ہے ان تعویذات کے لٹکانے میں، جن میں اسمائے الٰہی لکھے ہوں ۱۲ [3] تمائم، تمیمہ کی جمع ہے، اور وہ تعویذ ہے، جو بچوں کے گلے میں لٹکایا جاتا ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کے اسماء اور قرآن مجید کی آیات اور ماثورہ دعائیں نہیں ہونی چاہئیں ۱۲ [4] اس سے بچوں کے گلے میں تعویذ لٹکانا جائز معلوم ہوتا ہے، بعض علماء نے اس میں اختلاف کیا ہے، لیکن صحیح یہ ہے، کہ کوڑیوں وغیرہ کا لٹکانا حرام ومکروہ ہے، لیکن اگر قرآن یا اسمائے الٰہی لکھے تو کوئی حرج نہیں ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فروخت کرے، تو بھی قرض ادا نہیں ہو سکتا، اور اس کے فروخت کرنے میں اوقات بسری اہل و عیال کی فوت ہو جاوے گی، اور محنت و کسب کے لائق وہ نہیں ہے، کہ عمر زیادہ ہو چکی ہے، ایسے پریشان حال اور تکلیف میں واسطے ادائے قرض کے ذی مقدور اہل اسلام سے درخواست اعانت ادائے قرض کی کرے، تو درست ہے یا نہیں، عنداللہ ماخوذ تو نہ ہوگا بلیوا توجروا۔

**الجواب**:۔ درصورت مرقومہ معلوم کرنا چاہیئے، کہ نہایت محتاجگی اور قرضداری میں سوال کرنا صاحبان خروت و مردمان ذی مقدور سے بلاریب درست ہے، جیسا کہ حدیث و فقہ سے صاف واضح ہوتا ہے۔ عن حبشی بن جنادۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان المسئلۃ لا تحل لغنی ولا لذی مرۃ سوی الا لذی فقر مدقع او غرم مفظع رواہ الترمذی (ترجمہ) روایت ہے حبشی بن جنادہ سے، کہ کہا فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تحقیق سوال کرنا نہیں حلال واسطے غنی کے اور نہ واسطے صاحب قوت تندرست اعضاء کے، ولیکن حلال ہے سوال واسطے فقیر زدہ حال کے یعنی ایسا محتاج ہے کہ محتاجگی نے خاک میں ڈال رکھا ہے اس کو یا حلال ہے سوال واسطے قرضدار کے جو بھاری قرض رکھتا ہو، روایت کیا اس کو ترمذی نے، اور اس مضمون کی اور بھی حدیثیں وارد ہیں، چنانچہ علمائے حدیث پر پوشیدہ نہیں، اور کتب فقہ میں بھی مذکور ہے، کہ اگر کسی کے پاس اوقیہ ذہب اور پچاس درہم ہوں، تو بھی سوال کرنا اس کو جائز ہے زیادہ حاجت کے لئے، اور جس کے پاس قسم کھانے کی بھی موجود ہو دے، اور کپڑے کی حاجت ہو، تو کپڑے کا بھی سوال درست ہے، ولو سال للکسوۃ جاز لو محتاجا کذا فی الدر المختار وغیرہ ویجوز لصاحب الاوقیہ من الذھب والخمسین درھما سوال ما یحتاج الیہ من الزیادۃ کذا فی الطحطاوی وغیرہ۔ الغرض جو شخص صاحب حاجت ہو، اور وہ اس قدر مقدور نہ رکھتا ہو، اور دوسرا ایک حاجت رکھتا ہو، تو چند حاجت والے کو دینا اولے اور موجب کثرت ثواب کا ہے، اور محتاج قرضدار اکثر اہل و عیال کو بہت سا دینا اولے ہے بہ نسبت اس شخص کے کہ فقیر ہو، اور قرضدار کثیر العیال نہ ہو، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم محتاج بی بی والے کو دو حصہ عطا فرمانے، اور محتاج تنہا کو ایک حصہ دیتے، چنانچہ کتب

---

لہ اگر محتاج آدمی کپڑے کا سوال کرے، یا کپڑے کے لئے سوال کرے، تو جائز ہے، اور اگر اس کے پاس پچاس درہم بھی ہوں اور اس کو اس سے زیادہ کی ضرورت ہو، تو سوال کر سکتا ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



صحاح ستہ وغیرہ میں مذکور ہے۔ وفی الظہیریۃ للمدیون اولی منہ للفقیر کذا فی الدر المختار کا حتیاجہ الی دفع دینہ والی نفقۃ نفسہ وعیالہ کذا فی الطحطاوی وغیرہ من کتب الفقہ اور مراد غارمین سے بیچ آیت کریمہ انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیہا والمؤلفۃ قلوبہم وفی الرقاب والغارمین (الی اخر الآیۃ) مدیون اور قرضدار مراد ہے، چنانچہ کتب فقہ سے واضح ہوتا ہے۔ مصرفہا فقیر ومسکین ومدیون لا یملک نصابا فاضلا عن دینہ انتہی مافی الدر المختار مختصرا قولہ مدیون وہو المراد بالغارم فی الآیۃ کذا فی الطحطاوی، اور اہل دول وصاحب مملکت اور ذی مقدور پر واجب ہے اعانت وامداد کرنی ایسے مفلس وقرضدار بارگران کثیر اہل وعیال کی، چنانچہ اس کی فضیلت اور کثرت ثواب قرآن وحدیث میں موجود ہے۔ انما الصدقات الی اخرہ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من نفس عن مومن کربۃ من کرب الدنیا نفس اللہ عنہ کربۃ من کرب یوم القیامۃ ومن یسر علی معسر یسر اللہ علیہ فی الدنیا والاخرۃ واللہ فی عون العبد ماکان العبد فی عون اخیہ رواہ مسلم۔ اور خدا تعالیٰ بیچ مدد بندہ کے ہے، جب تک وہ بندہ بیچ مدد بھائی اپنے کے ہے یعنی جب تک کوئی بندہ کسی مسلمان بھائی کی نفع رسانی اور دفع ضرر میں متوجہ رہتا ہے تب تک اللہ تعالیٰ اس کا مددگار رہتا ہے، نقل کیا اس حدیث کو مسلم نے واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ زید کسب حلال کرتا ہے، اور کمائی عمرو کی مخلوط ہے ساتھ حلال اور حرام کے، اور زید مال حلال اپنا عمرو کے ہاتھ فروخت کرتا ہے، اور عمرو اپنے مال مخلوط سے خریدتا ہے اب اس صورت میں زید عمرو سے خرید وفروخت کرے یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ زید عمرو کے ساتھ معاملہ ہرگز نہ کرے کیونکہ عمرو موقوف علیہ اور مدار

---

۱؎ مقروض کو زکوۃ دینا بہ نسبت فقیر کے زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس کو اپنے اور اہل وعیال کے خرچ کے لئے بھی ضرورت ہے، اور قرض اتارنے کے لئے بھی، ۲؎ صدقات فقیروں مسکینوں، اور اس پر کام کرنے والوں اور مؤلفۃ القلوب کے لئے ہیں، اور غلاموں کے آزاد کرنے اور مقروضوں کے قرضہ اتارنے کے لئے ہیں الآیۃ۔

۳؎ زکوۃ کا مصرف فقیر، مسکین اور ایسا مقروض ہے، جو اپنے قرضہ سے زائد نصاب کا مالک نہ ہو ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کار زید کا نہیں، اللہ تعالےٰ اپنے فضل وکرم سے کوئی طریق اصابت حلال کا پیدا کر دے گا من یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب الآیۃ ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ کافی دوافی ہے۔ واللہ اعلم۔ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ فصد یا حجامت یعنی پچھنے وغیرہ لگوانا کس تاریخ اور دن میں ناجائز ہے، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ تیرھویں تاریخ اور اکیسویں تاریخ اور منگل اور بدھ اور ہفتے میں خون نکالنا حدیث میں منع آیا ہے۔ کذا فی مشارق الانوار۔ واللہ اعلم بالصواب

شریف حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ ایک شخص ولد الزنا ہے، اور بجز ولد الزنا ہونے کے اس میں کوئی شرعی عیب نہیں پایا جاتا ہے، بلکہ صالح اور دیندار آدمی ہے، اور کسی برادری میں اس کا نکاح بھی ہو گیا ہے، اور اس کی اولاد کا بھی رشتہ ناتہ برادری میں ہوتا ہے، مگر اسی وقت سے بہت سے آدمی اس کو معیوب سمجھتے ہیں، اب جو شخص اس کو معیوب سمجھے، اور برے الفاظ سے اس کو یاد کرے، اور معیوب ٹھہرائے، تو وہ کیسا ہے، اور اس پر گناہ عاید ہوتا ہے یا نہیں؟

سوال دوم۔ ماں، باپ، بیٹی، بہن، داماد وغیرہ کے گھر کا کھانا، یا تحفہ لینا، یا نقد لینا شرعاً درست ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ درصورت مرقومہ معلوم کرنا چاہیئے، کہ اس شخص کو معیوب سمجھنا اور برے الفاظ سے یاد کرنا، اور اس کو معیوب ٹھہرانا بلاشبہ گناہ ہے، کہ خداوند کریم سچ حق عیب لگانے والوں اور برے نام والفاظ سے یاد کرنے والوں کے فرماتا ہے۔ ولا تلمزوا انفسکم ولا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان ومن لم یتب فاولئک ھم الظالمون (ترجمہ) اور عیب نہ دو ایک دوسرے کو، اور نام نہ ڈالو چڑاؤ ایک دوسرے کی برا نام ہے گنہ گاری کا پیچھے ایمان کے، اور جو کوئی توبہ نہ کرے، تو وہی ہیں بے انصاف۔ فائدہ:۔ جہاں کسی پر برا نام ڈالا پہلے تو اپنا نام پڑے گا فاسق آگے کا مومن اس پر عیب لگا یا نہ لگا، انتہے،

---

لہ جو اللہ سے ڈرے گا، تو اللہ اس کے لئے کوئی نکلنے کی راہ نکالے گا اور اسے ایسی جگہ سے رزق دے گا، جہاں سے اس کو وہم وگمان بھی نہ ہوگا، اور جو اللہ پر بھروسہ کرے گا، تو وہ اس کو کافی ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ولا تلمزوا انفسکم لا تطعنوا اھل دینکم واللمز الطعن والضرب باللسان ولا تنابزوا بالالقاب التنابز بالالقاب التداعی بھا والنبز لقب السوء والتلقیب المنھی عنہ ھو ما یتداخل المدعو کراھۃ لکونہ تقصیرا بہ وذما لہ بئس الاسم الفسوق بعد الایمان الاسم ھھنا بمعنی الذکر من قولھم طار اسمہ فی الناس بالکرم او باللوم وحقیقۃ ما سما من ذکرہ وارتفع بین الناس کانہ قیل بئس الذکر المرتفع للمؤمنین بسبب ارتکاب ھذہ الجرائم ان یذکروا بالفسق وقولہ بعد الایمان استقباح للجمع بین الایمان والفسق الذی یخطرہ الایمان ومن لم یتب عما نھی عنہ فاولئک ھم الظالمون۔ کذا فی تفسیر المدارک۔ پس مناسب ہے، کہ کسی مسلمان بھائی پر طعن نہ کرے اور عیب نہ لگا دے، اور برے نام سے اسے نہ بلا دے، اور نہ اس کو برا کہے، پھر اگر ایسے امر سے توبہ نہ کی، تو وہ ظالم ہے، جیسا کہ آیت سابقہ سے واضح ہوا۔

جواب سوال دوم۔ کھانا ماں، باپ، یا بہن یا بھائی یا چچا یا پھوپھی یا ماموں یا خالہ کے گھر کا درست ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔ ولا علی انفسکم ان تاکلوا من بیوتکم او بیوت اباءکم او بیوت امھاتکم او بیوت اخوانکم او بیوت اخواتکم او بیوت اعمامکم او بیوت عمامتکم او بیوت اخوالکم او بیوت خالاتکم او ما ملکتم مفاتحہ او صدیقکم (ترجمہ) اور نہیں تکلیف تم لوگوں پر کہ کھالو اپنے گھر سے، یا اپنے باپ کے گھر سے، یا اپنی ماں کے گھر سے، یا اپنے بھائی کے گھر سے، یا اپنی بہن کے گھر سے، یا اپنے چچا کے گھر سے، یا اپنی پھوپھی کے گھر سے، یا اپنے ماموں کے گھر سے یا اپنی خالہ کے گھر سے، یا جس کی کنجیوں کے تم مالک ہوئے ہو، یا اپنے دوست کے گھر سے، انتہی، پس اس آیت سے ماں باپ کے گھر کا کھانا صراحۃً ثابت ہوا، اور اس آیت سے دوست کے گھر کا کھانا ثابت ہے، تو اسی سے داماد کے گھر کا کھانا بدرجہ اولےٰ ثابت ہوگا اور اس آیت میں جو یہ لکھا ہے، کہ کھالو اپنے گھروں سے سو اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی اولاد کے گھروں سے، پس اس سے بیٹی کے گھر کا کھانا ثابت

---

لہ "ولا تلمزوا انفسکم" کا معنی ہے، اپنے اہل دین پر طعنہ زنی نہ کرو، لمز کا معنی ہے طعن وضرب باللسان "ولا تنابزوا بالالقاب" اس کا معنی ہے برے لقب سے کسی کو پکارنا جس کو وہ اپنی مذمت کی وجہ سے برا سمجھے "بئس الاسم الفسوق بعد الایمان" یہاں اسم کا معنی ذکر ہے جیسے کہتے ہیں، فلاں آدمی کا اچھا یا برا نام نکل گیا ہے، اور بعد الایمان کہنے سے مدعا یہ ہے، کہ فسق اور ایمان دونوں تو کسی دل میں نہیں رکھتے یعنی فسق سے ایمان خطرے میں پڑ جاتا ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہوا تفسیر مدارک میں مرقوم ہے۔ ولا[1] علی انفسکم ای حرج ان تاکلوا من بیوتکم ای بیوت اولادکم وان ولد الرجل بعضہ وحکمہ حکم نفسہ ولذا لم یذکر الاولاد فی الآیۃ۔ و قد قال علیہ الصلوۃ والسلام انت ومالک لابیک او بیوت ازواجکم وان الزوجین صارا کنفس واحدۃ فصار بیت المرأۃ کبیت الزوج او بیوت ابائکم او بیوت امہاتکم الخ فان اکلان من ھؤلاء ثابت دلالۃ کذا فی مدارک التنزیل وحقائق التاویل۔ الحاصل ماں، باپ، بیٹی، داماد کے گھر کا کھانا قرآن مجید سے عبارۃً یا اشارۃً ثابت ہے، اور اس کی ممانعت کہیں سے ثابت نہیں ہے، اور جب ان لوگوں کے گھر کا کھانا ثابت ہوا، تو ان کا تحفہ لینا بھی ثابت ہوا، اور اگر کچھ نقد دیں، تو نقد کا لینا بھی ثابت ہوا، واللہ اعلم بالصواب، حررہ سید شریف حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**مسئلہ**:۔ برتنا ولایتی برتنوں کا یا کپڑوں کا جن میں تصویریں بنی ہوتی ہیں جائز ہے اور بیع وشرا بھی جائز ہے، کہ اس میں ابتذال پایا جاتا ہے نہ تعظیم جیسے فرش ذی تصویر کہ مہمان ومحقر کے طور پر استعمال ہوتا ہے، اس صورت میں تعظیم اس کی مقصود نہیں ہوتی۔ فی صحیحین[2] فی کتاب المظالم عن عائشۃ رضی انہا اتخذت علی سہوۃ لہا سترفیہ تماثیل فہتکہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقالت فاتخذت منہ نمرقتین فکانتا فی البیت یجلس علیہما وزاد احمد فی مسندہ ولقد رأیتہ متکئا علی احدہما وفیہ صورۃ

حررہ سید محمد نذیر حسین

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے محققین اس مسئلہ میں کہ مرجع مکروہ تنزیہی کا ترک اولےٰ ہے، یا کچھ اور، اور مکروہ تنزیہی جملہ ممنوعات شرعیہ سے ہے یا نہیں، جواب اس کا کتب معتبرہ حنفیہ سے تحریر فرماویں، کہ حق وباطل میں امتیاز ہو جاوے، اجر ملے گا۔

---

[1] تم اپنے گھروں سے کھالو، یعنی اپنی اولاد کے گھروں سے، اس لئے کہ آدمی کا بیٹا اس کا اپنا حصہ ہے، اور اس کے گھر کا حکم اس کے اپنے گھر کا ہے، یہی وجہ ہے، کہ آیت میں اولاد کا ذکر نہیں کیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے، یا اپنی بیویوں کے گھروں سے، کیونکہ مرد عورت گویا ایک ہی جان ہو جاتے ہیں، تو عورت کا گھر مرد کا اپنا گھر ہوا، یا اپنے بچوں اور ماؤں کے گھروں سے کیونکہ ان سے اجازت دلالۃً ثابت ہے۔

[2] حضرت عائشہ نے ایک طاقچہ میں گڑیاں رکھی ہوئی تھیں، اور اس کے سامنے پردہ لٹکا رکھا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پھاڑ دیا، تو میں نے اس سے دو چادریں بنالیں، ان پر بیٹھا جاتا تھا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


**الجواب**:۔ مرجح مکروہ تنزیہی کا ترک اولیٰ وخلاف اولےٰ ہے، اور ممنوعات شرعیہ سے نہیں ہے، کیونکہ مرتکب اس کا مذموم ومعاقب نہیں، جیسا کہ بحر الرائق ودر مختار وطحطاوی وشامی وتلویح ومسلم الثبوت وشرح اس کی میں مفصلاً مذکور ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ

**سوال**:۔ علمائے دین ومفتیان شرع متین چہ می فرمایند، کہ نوکرے خصی وخواجہ سرا کہ رو بروئے زنان آمد ورفت میدارند وشب وروز آمد ورآمد بران می کنند جائز است یا نہ ودر اجرت ایشان ہم کراہت وحرمت سرایت می کند یا نے، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ درصورت مرقومہ باید دانست کہ استخدام خصی وخواجہ سرا مکروہ وحرام است، مطلق یعنی خواہ برائے آمد ورآمد برزنان نوکر دارد ایشان را یا صرف بخدمت بے آمد ورآمد برزنان نوکر دارد وصحیح ومعتمد ہمیں قول است زروے دلیل، واگرچہ بعضے نفس خدمت را بغیر دخول علے النسوان ازاں جائز داشتہ اند ولکن دلیل عام است کہ بر استخدام ایشان تحریض وترغیب کنانیدن است بر مثلہ ومثلہ منہی عنہا وحرام است، وازیں جہت کسب خصی ہم مکروہ وحرام شد، چنانکہ برجندی در شرح مختصر وقایہ بدان تصریح کردہ است۔ ویکرہ استخدام الخصیان لان الرغبۃ فی استخدامہم حث الناس علی ھذا الصنیع وھو مثلۃ محرمۃ کذا فی الھدایۃ وکرہ استخدام الخصی لان فیہ حث الناس علی الخصاء الذی ھو مثلۃ وقد صح ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی عنہا فیحرم کذا فی الکنز والعینی وحرم استخدام الخصی ای استعمال خصی بلغ خمسۃ عشر سنۃ فی الدخول فی الحرم وما قبلہا فلا باس کما فی

---

سوال:۔ خصی اور خواجہ سرا (خسرہ) کی ملازمت عورتوں کے روبرو آنے کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ اور ان کی اجرت میں حرمت یا کراہت سرایت کرتی ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ خصی اور خواجہ سرا کو نوکر رکھنا مطلقاً حرام اور مکروہ ہے، خواہ عورتوں کے پاس اس کی آمد ورفت ہو یا نہ ہو صحیح اور معتمد قول یہی ہے اگرچہ بعض نے عورتوں کے پاس آمد ورفت نہ ہونے کی صورت میں ان کی ملازمت کو جائز رکھا ہے لیکن دلیل عام ہے، کیونکہ اس طرح ان کو خصی ہونے کی ترغیب پیدا ہوگی، اور خصی ہونا مثلہ ہے، اور مثلہ حرام ہے اسی لئے خصی کی کمائی حرام اور مکروہ ہے، چنانچہ برجندی نے مختصر وقایہ کی شرح میں اس کی تشریح کی ہے خصی لوگوں کو ملازم رکھنا مکروہ ہے کیونکہ اس سے ان کو اس کام کی رغبت پیدا ہوگی، اور یہ مثلہ ہے اور مثلہ حرام ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے، جب خصی لڑکا پندرہ برس کا ہو جائے، تو اس کو گھر میں عورتوں کے پاس جانے سے روک دینا چاہیئے، اور خصی کی کمائی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الکرمانی وغیرہ کذا فی جامع الرموز وکرہ استخدام الخصی لان الرغبۃ فی استخدام مما یحث الناس علی ھذا الصنیع خص بعضھم بالدخول فی الحرم والدلیل یفید کراھتہ مطلق الخدمۃ وفی الخزانۃ کرہ واکسب الخصی مطلقا لانہ کسبہ بالمخالطۃ مع النسوان و فی الخزانۃ لا باس بدخول الخصی علی النساء مالم یبلغ حد الحلم وقد روی ذلک بخمس عشر سنۃ کان الخصی لا یحتلم کذا فی البرجندی وکرہ استخدام الخصی ظاھرہ الاطلاق وقیل بل دخولہ علی الحریم لو بلغ سنۃ خمسۃ عشر کذا فی الدر المختار قولہ وقیل بل دخولہ الاولی بل فی دخولہ وعلی ان قیل اقتصر الفقیہ فی ونقلہ الکرمانی والعلۃ تفید الاطلاق فکان ھو المعتمد کذا فی الطحطاوی، پس از روایات معتبرہ فقہیہ حنفیہ استخدام خصی مکروہ وحرام شد، وازین جہت در اجرت این نوکری کراہت، وحرمت نفیہا طاری گردید وناجائز شد وقواعد کلیہ فقہ این ست کہ کل ما ادی الی ما لا یجوز لا یجوز است، وچون نوکر داشتن خواجہ سرا وخصی برائے خدمت بغیر دخول علی النسوان حرام شد پس نوکر داشتن برائے دخول علی النسوان بدرجہ اولے حرام خواہد شد چہ درین صورت دو علت حرمت یافتہ می شود ونظر بر محظور لازم می آید والخصی والمجبوب والمخنث فی النظر الی الاجنبیۃ کالفحل کذا فی تنویر الابصار وغیرہ من التون الحنفیۃ قولہ کالفحل لقولہ تعالی قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم وھو ذکور مؤمنون فیدخلون تحت ھذا الخطاب وغیرہ من النصوص وحکمہ کاحکام الرجال فی کل شئ کذا فی الطحطاوی وغیرہ من المعتبرات الحنفیۃ واللہ اعلم بالصواب فاعتبروا یا اولی الالباب

سید محمد عفی عنہ

---

مکروہ ہے، کیونکہ اس کی کمائی عورتوں کے میل جول سے ہوتی ہے، خصی پندرہ برس کا جوان سمجھا جائے گا، کیونکہ اسے احتلام تو ہوتا ہی نہیں، ہدایہ، کنز، عینی، کرمانی، جامع الرموز، خزانہ وغیرہ میں اسی طرح ہے۔

پس فقہ کی معتبر روایات سے ثابت ہوا کہ خصی ہونا حرام ہے، اور ان کی کمائی بھی حرام اور مکروہ ہے، اور فقہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے، کہ ہر وہ چیز جو حرام تک پہنچانے حرام ہے، اور جس صورت میں خصی کو مطلقاً نوکر رکھنا منع ہے اگر عورتوں کے پاس آمد ورفت کے لئے نوکر رکھا جائے، تو بطریق اولیٰ ناجائز ہوگا خصی، اگت کٹا، اور مخنث اجنبی عورت کو دیکھنے کے متعلق نر مرد کی طرح ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ایمانداروں سے کہیں کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، واللہ اعلم ۱۲

---

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# کتاب الاطعمۃ والصید والذبائح

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ذبح کیا ایک بکری کو تو اس کے پیٹ میں سے ایک بچہ مردہ نکلا، آیا وہ حلال ہے یا حرام، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ جو بچہ بکری یا گائے یا کسی اور جانور ماکول اللحم کے پیٹ سے مردہ نکلے، وہ حلال ہے، عن ابی سعید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال فی الجنین ذکوتہ ذکوۃ امہ رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ وفی روایۃ قلنا یارسول اللہ نجد الناقۃ وننحر البقرۃ والشاۃ فی بطنہا الجنین انلقیہ امرنا کلہ قال کلوہ ان شئتم فان ذکوتہ ذکوۃ امہ رواہ احمد وابوداؤد، یعنی ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنین کے بارے میں کہ اس کی ماں کا ذبح کرنا جنین کا ذبح کرنا ہے یعنی جنین کو علیحدہ ذبح کرنے کی ضرورت نہیں ہے، جیسے اس کی ماں کے ذبح کرنے سے اس کی ماں حلال ہو جاتی ہے اسی طرح اس کی ماں ہی کے ذبح کرنے سے وہ جنین بھی حلال ہو جاتا ہے روایت کیا اس حدیث کو احمد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے اور ایک روایت میں ہے کہ ہم لوگوں نے کہا، یارسول اللہ ہم لوگ اونٹ اور گائے اور بکری ذبح کرتے ہیں اور اس کے پیٹ میں بچہ ہوتا ہے، تو کیا اس کو پھینک دیں، یا اس کو کھا دیں آپ نے فرمایا، اگر تم لوگ چاہو، تو کھاؤ، اس واسطے کہ اس کی ماں کا ذبح کرنا اس جنین کا ذبح کرنا ہے یعنی اس جنین کے حلال ہونے کے لئے اس کی ماں کا ذبح کرنا کافی ہے، اس جنین کو ذبح کرنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے، یہ حدیث صحیح اور قابل احتجاج ہے، دیکھو نیل الاوطار اور تلخیص الحبیر، اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بکری یا گائے یا کسی اور جانور ماکول اللحم کے ذبح کے بعد اس کے پیٹ میں سے جو بچہ مردہ نکلے، تو وہ حلال ہے، اور یہی مذہب ہے امام شافعی اور امام احمد اور امام مالک اور امام ابو یوسف اور امام محمد وغیرہم کا، امام ابن المنذر نے لکھا ہے، کہ بجز امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے کسی صحابی اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کسی تابعی اور کسی عالم سے یہ بات مروی نہیں ہے، کہ جنین کو بغیر ذبح کے کھایا جاوے یعنی صرف امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ہے، کہ ذبح کے بعد پیٹ سے جو مردہ بچہ نکلے وہ حرام ہے، اس کو کھانا نہیں چاہیئے، امام ابوحنیفہ کے سوا کسی صحابی اور کسی تابعی اور کسی عالم سے یہ قول منقول نہیں ہے، واضح رہے، کہ اگر جانور کے ذبح کرنے کے بعد اس کے پیٹ میں سے زندہ بچہ نکلے، تو اس کو ذبح کرنا ضروری ہے۔ قال[1] فی عون المعبود بخلاف ما اذا خرج وبہ حیاۃ مستقرۃ فلا یحل بن کاۃ امہ واللہ اعلم بالصواب۔ کتبہ محمد عبدالرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ

| سید محمد نذیر حسین | ابوالطیب محمد شمس الحق |
|---|---|

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے جانور پالا، بنام شیخ سدو یا مدار یا خواجہ صاحب اور بروقت ذبح حسب قاعدہ شرع بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا، غرض یہ ہے، کہ بعض ملاں اس کو حلال کہتے ہیں، اور یوں کہتے ہیں، کہ نیت اول کا کچھ اعتبار نہیں ہے جب ذبح کے وقت نام اللہ اکبر پر ذبح ہوا، تو حلال ہے، شرعاً ایسا ارشاد پیش گاہ حضور والا سے ہووے، جس سے کوئی حجت و دلیل آئندہ کو باقی نہ رہے، وہ کیونکر ہے، اور جو عالم یا ملاں ایسے جانور کو حلال کہتے ہیں، ان کے پیچھے نماز پڑھنا، اور ان کا وعظ سننا کیسا ہے؟

(۲) بعض ملاں جو عالم کہلاتے ہیں، وہ یہ کہتے ہیں، کہ جو کتابیں اردو زبان میں عربی سے ترجمہ کی گئی ہیں، ان کا اعتبار نہیں ہے، جو کتابیں عربی زبان میں ہیں، وہی قابل اعتبار ہیں، ان کا یہ کہنا کیسا ہے، اور ایسا کہنے والا قابل امامت ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**۔ قال[2] فی الدر المختار ذبح لقدوم الامیر ونحوہ کواحد من العظماء یحرم لانہ اھل بہ لغیر اللہ ولو ذکر اسم اللہ، اور مظاہر الحق میں ہے، کہ جو جانور کہ نامزد کیا گیا، اور شہرت دیا گیا تقرب و تعظیم کے لئے بنام غیر خدا تعالیٰ کے وہ حرام ہے، جیسے کہ عام جاہلوں میں دستور ہے، کہ بکرا شیخ سدو کا ہے، یہ گائے سید احمد کبیر کی ہے، یہ مرغا مدار صاحب کا ہے، یا جانور ذبح کرنا بزرگوں کی قبروں کے پاس یا کنارہ دریا کے پاس یا بطریق بھوگ کے ساتھ نام جنوں کے پس کرنے والا ان کا مرتد کافر ہے، اور وہ بچہ مردار حرام ہے، اگرچہ ذبح کے وقت نام خدا کا لیا ہو، یعنے

---

[1] اگر بچہ ماں کے پیٹ سے زندہ برآمد ہو، تو اس کو الگ ذبح کرنا پڑے گا، ماں کے ذبح کرنے سے بچہ حلال نہ ہوگا ۱۲

[2] در مختار میں ہے، اگر بادشاہ کے آنے کے لئے یا کسی بڑے آدمی کے آنے پر ذبح کرے گا، تو وہ حرام ہوگا، کیونکہ وہ اللہ کے نام کے بغیر پکارا دیا ہے، اگرچہ ذبح کے وقت اس پر خدا کا نام لیا جاوے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا جائے تب بھی حرام ہے، اس واسطے کہ پہلے سے یہ جانور غیر خدا کے نام سے مشہور ہو چکا ہے، پھر وقت ذبح کرنے کے اب نام خدا کا کچھ فائدہ نہیں دیتا، جیسا کہ اشباہ و نظائر اور تنویر الابصار اور در مختار اور منح الغفار اور فتاوی عالمگیری اور مطالب المومنین وغیرہ میں مذکور ہے، بلکہ در مختار میں شرح وہبانیہ اور ذخیرہ سے نقل کیا ہے، کہ کرنے والا اس فعل کا جمہور علماء کے نزدیک کافر ہے، اور مطالب المومنین میں لکھا ہے، کہ ابو حفص کبیر ابو علی دقاق اور عبد اللہ کاتب اور عبد الواحد اور ابو الحسن نوری وغیرہ نے کہ علمائے نامدار اور مجتہد روزگار ہیں، فتوی اس پر دیا ہے، کہ ذبح کرنے والا کافر ہے، اور اس کا ذبیحہ حرام ہے، اور تفسیر نیشاپوری میں ذکر کیا ہے، کہ سارے علماء اتفاق رکھتے ہیں اس پر کہ جس مسلمان نے ذبح کیا اور قصد کیا تقرب اور تعظیم کا سوائے خدا تعالے کے تو وہ شخص مرتد ہوا، اور ذبیحہ اس کا مرتد کا سا ہے اور حدیث صحیح میں وارد ہے، کہ ملعون ہے وہ شخص کہ ذبح کرے واسطے تقرب غیر خدا کے جیسا کہ مشکوۃ شریف وغیرہ میں مذکور ہے، اور تفسیر عزیزی میں بیچ تفسیر وما اھل بہ لغیر اللہ کے مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث رحمہ اللہ تعالے نے لکھا ہے، کہ وہ جانور کہ شہرت دیا گیا سوائے نام اللہ کے خوک سے بدتر مردار ہے، پھر جو کوئی اس مسئلہ کو خوب تحقیق کیا چاہے، تو تفسیر عزیزی مولانا موصوف کی میں دیکھے تشفی ہو جائے گی، انتہی مافی مظاہر الحق، اس سے معلوم ہوا کہ وہ جانور حرام ہے، اور گوشت اس کا ناپاک اور مرتکب اس کا حسب قول اکثر علماء کافر ہے، اور جو شخص اس کو حلال کہے، تو یہ قول اس شخص کا غلط اور غیر قابل اعتبار ہے، اگر اور اقوال بھی اس شخص کے اس قسم کے ہوں، تو اس کے وعظ و درس کی شرکت اور اس کے اقتدار سے احتراز مناسب ہے، اور اگر صرف اسی کلام میں وہ مخالف جمہور ہے، اور امور اس کے موافق اقوال علماء حق کے ہیں، اور ضد و تعصب اس میں نہیں ہے، تو اس خطا پر اس شخص کو تنبیہ کر دینا چاہیئے، اور وہ اپنی خطا کا معترف ہو جاوے، تو اس کی امامت اور اس کے وعظ سننے میں مضائقہ نہیں ہے، فقط واللہ اعلم۔

(۲) قول اس شخص کا درست نہیں ہے، کیونکہ جو لوگ عربی سے واقف نہیں ہیں، اور ان کو مسائل کی اور نصائح کی ضرورت اور شوق ہے، ان کے ہی نفع کے واسطے علمائے دین نے یہ کتب اردو زبان میں ترجمہ کی ہیں، ان سے عوام کو روک دینا نہایت فیض اور نفع دینی سے روکنا ہے، البتہ یہ کہنا بجا ہے، کہ ہر شخص ہر کتاب کو نہیں سمجھ سکتا، اور ہر شخص کی سمجھ اور علم کا اعتبار نہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نہیں ہے، اس لئے کہ ہر ایک کو اپنے فہم کے مطابق اعتماد نہ کرنا چاہیئے اور جو شخص مطلب صحیح سمجھتا ہے اس کے وعظ میں ہرگز تامل و توقف مناسب نہیں اس کو دیکھنا اور سمجھنا درست ہے، اور بیان کرنا بھی درست ہے اور اس کے بیان کو لوگوں کا سننا بھی غرض یہ سب درست ہے، اس میں کچھ شک و شبہ نہیں ہے بلکہ لوگوں کو عربی علم تحصیل کرنے کی فرصت و گنجائش نہ ہو تو اردو کتابوں کا خود دیکھنا اور اساتذہ سے پڑھنا اس وقت میں دین کے سنبھالنے کے واسطے ضرور ہے، فقط واللہ اعلم بالصواب، بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔

الجواب صحیح۔ عنایت الٰہی الجواب صحیح و مجیبہ صحیح وما سواہ قبیح

الجواب صحیح:۔ علی حسن عفی عنہ نظام الدین کیرانوی مدرس دار العلوم

الجواب حق۔ عبد الصمد مدرس دار العلوم۔ الجواب صحیح:۔ ثابت علی عفی عنہ

المجیب مصیب:۔ محمد احکم عفی عنہ جلیسری

الحق جو جانور بتقرب لغیر اللہ کیا گیا ہو حرام ہے تاوقتیکہ وہ غیر اللہ کا تقرب مرتفع نہ ہو حلال نہ ہوگا، اگرچہ ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کیا ہو اور مفسرین نے جو قید عند الذبح کی بڑھائی ہے، وہ قید صرف اس لئے بڑھائی ہے کہ اس زمانہ میں جاہلیت کی رسم شائع تھی کہ وقت ذبح کے بھی غیر اللہ ہی کا نام لیتے تھے، اس لئے بطور بیان عادت جاہلیت کے لکھ دی ہے، احترازی نہیں ہے کیونکہ اول تو مفسرین عموم آیت کو بلا دلیل مخصوص نہیں کر سکتے، دوسرے مختار کی جو روایت حضرت مجیب مدظلہم نے شروع جواب میں نقل فرمائی ہے، وہ اس کے صریح مخالف ہے، اگر عند الذبح کی قید کو مخصص تسلیم کر لیا جائے تو درمختار وغیرہ کتب معتبرہ کی تغلیط ہوگی، اور ثابت ہوگا کہ اگر قدوم امیر کے وقت تقرباً ذبح کرتا ہے اور عند الذبح اللہ کا نام لیتا ہے، وہ حلال ہے حالانکہ روایت سے صریح حرمت ثابت ہے، پس ثابت ہوا کہ عند الذبح کی قید اتفاقی ہے احترازی نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ خلیل احمد عفی عنہ مدرس مظاہر العلوم سہارنپور

جواب درست ہے۔ عبد اللہ خان مدرس باگپت کوٹ۔ الجواب صحیح۔ قمر الدین امام مسجد سہارنپور۔ الجواب صحیح۔ ابو الحسن عفی عنہ

الجواب حق صحیح:۔ عزیز الرحمن عفی عنہ دیوبندی۔ اصاب المجیب العلام محمد حسن مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند۔ الجواب صحیح۔ عبد الحکیم سکندر آبادی بقلم خود

الجواب صحیح۔ محمد فیض اللہ سوداگر امی۔ الجواب صحیح۔ غلام احمد از گجرات پنجاب۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الجواب صحیح۔ بندہ گل محمد خان مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند۔ الجواب صحیح۔ بندہ محمود حسن مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند۔ الجواب صحیح۔ غلام رسول عفی عنہ مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند

الجواب صحیح۔ محمد یوسف میسوری۔ الجواب صحیح۔ عبد القادر عفی عنہ چاٹ گانی۔

الجواب صحیح۔ قمر الدین محتاج الی اللہ المعین بریلوی۔ الجواب صحیح۔ محمد مرتضی حسین عفی عنہ خادم طلبہ مدرسہ عربیہ دیوبند۔ الجواب صحیح۔ بندہ رمضان لدھیانوی

الجواب صحیح۔ بندہ محمد علی الجواب صحیح۔ عبد الرزاق بخاری

الجواب صحیح۔ غلام حسین عفی عنہ فیروز پوری

اس جانور کا کھانا حرام ہے، اس آدمی نے اس کو غیر اللہ کے نذر کر دیا، اور نذر لغیر اللہ حرام ہے اگر کوئی اس کی حرمت ما اھل بہ لغیر اللہ سے ثابت نہ کرے، اور وجہ یہ بیان کرے، کہ اکثر مفسرین نے اس جگہ عند الذبح کی قید لگائی ہے، تو جانور مذکور اس ذیل یعنی ما اھل بہ لغیر اللہ میں داخل نہ ہونا چاہیئے، تو اس کا جواب یہ ہے، کہ بالفرض اس کی حرمت اس سے ثابت نہ ہو، اگرچہ بعض علمائے دین اس سے ثابت کرتے ہیں، مگر اس کی حرمت نذر لغیر اللہ سے ثابت ہے، اور اس میں کچھ چون وچرا نہیں ہو سکتا، اور مضمون نذر اس عمل سے ثابت ہوگا، کہ مالک جانور دوسرے جانور یا گوشت جانور دیگر کا اس کے بدل میں جائز نہیں رکھتا جس سے واضح ہے، کہ مجرد ایصال ثواب مد نظر نہیں ہے، بلکہ نذر مقصود ہے، اور نذر لغیر اللہ عند العلماء حرام، لہٰذا وہ جانور حرام ہے۔ واللہ اعلم بالصواب احمد علی عفی عنہ مدرس مدرسہ عربیہ، میرٹھ اندرکوٹ۔

جواب درست ہے۔ عبد اللہ خان مدرس مدرسہ میرٹھ، باکاکوٹ

الجواب صحیح۔ بندہ انور شاہ کشمیری۔

الجواب صحیح۔ وہ جانور حرام ہے، اس لئے کہ ما اھل بہ لغیر اللہ آیت میں واقع ہے اور لفظ ما عام کا حکم رکھتا ہے، پھر اس کی تخصیص جو بعض علمائے اہل اصول کے نزدیک بمنزلہ تنسیخ کے ہے، اسی قسم کے نص سے ہو سکتی ہے، اور کم مرتبہ مرفوع صحیح الروایت تو ہو اور مفسرین کی یہ قید اس مرتبہ کی نہیں، اور نہ یہ کوئی دلیل ہے ادلہ اربعہ میں سے، اب ان حضرات مفسرین کی اس قید کی یہی توجیہ ہوگی، کہ یہ قید احترازی نہیں، بلکہ اس وقت کے وقوع کا بیان ہے، جو کسی طرح مخصص نہیں ہو سکتی، اور کم سے کم یہ ضرور ہے، کہ اس میں علمائے کرام کا اختلاف ہے، اور جب کسی شے کی حلت وحرمت میں اختلاف ہو تو ترجیح حرمت کو دینا عین تقوی ہے، ونیز

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس میں رسوم جاہلیت کی کامل تذلیل ہے، جو کتاب وسنت کا خاص منشا ہے، اسی طرح اردو کے تراجم اگر علمائے معتبرین نے کئے ہیں، تو وہ معتبر ہیں، ابو محمد عبد الحق۔

الجواب صحیح:۔ سید محمد نذیر حسین | سید محمد عبد السلام غفر لہ | سید محمد ابو الحسن

**سوال**:۔ جو جانور بہ نیت نذر غیر خدا ذبح کیا جاوے، اگرچہ بوقت ذبح بسم اللہ اللہ اکبر کہا لیکن نیت نذر غیر خدا اور تقرب الی غیر اللہ کی ہے، اس جانور کا گوشت کھانا شرع میں حلال ہے یا نہیں، اور اس کے کرنے والے پر کیا حکم ہے؟

**الجواب**:۔ نذر لغیر اللہ حرام قطعی ہے، اس لئے کہ نذر عبارت ہے التزام عبادت غیر لازمہ سے، اور عبادت غیر خدا کی حرام ہے، حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ لا تعبدوا الا ایاہ اور یہ بھی فرمایا ہے وقضی ربک ان لا تعبدوا الا ایاہ، اور ابن نجیم مصری نے بحر الرائق میں لکھا ہے۔ فھذا النذر باطل بالاجماع لوجوہ منھا انہ نذر للمخلوق والنذر للمخلوق لا یجوز لانہ عبادۃ والعبادۃ لا تکون للمخلوق ومنھا ان المنذور لہ میت والمیت لا یملک ومنھا انہ ظن ان المیت یتصرف فی الامور دون اللہ تعالیٰ واعتقاد ذلک کفر انتہی۔ پس معلوم کرنا چاہیئے، کہ ذبح کرنا واسطے غیر خدا کے تقرب چاہنا اسی غیر خدا سے اگرچہ وقت ذبح کے بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کے ذبح کرے حرام ہے، اور گوشت اس کا نجس اور ذابح اس کا مرتد ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، انما حرم علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اھل بہ لغیر اللہ امام فخر الدین رازی نے تحت آیت کریمہ لکھا ہے، قال ربیع بن انس وربیع بن زید یعنی ما ذکر علیہ اسم ذکر اللہ وھذا القول اولی لانہ اشد مطابقۃ للفظ قال العلماء لو ان مسلما ذبح ذبیحۃ وقصد بن بحھا التقرب

---

۱؎ یہ نذر بالاجماع باطل ہے، اس کی کئی وجوہ ہیں، ایک یہ کہ یہ نذر ہے، اور مخلوق کی نذر جائز نہیں ہے، کیونکہ وہ عبادت ہے، اور عبادت مخلوق کی نہیں ہوتی، دوسری وجہ یہ ہے، کہ یہ میت کی نذر ہے، اور میت کسی چیز کی مالک نہیں ہوتی، تیسری وجہ یہ کہ اس نے یہ سمجھ لیا، کہ میت امور میں تصرف کر سکتی ہے، اور ایسا عقیدہ رکھنا کفر ہے ۱۲

۲؎ سوائے اس کے نہیں کہ اس نے تم پر مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور غیر اللہ کی نذر حرام کر دی ہے ۱۲

۳؎ ربیع بن انس اور ربیع بن زید کہتے ہیں، کہ جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے، اور یہ قول الفاظ آیت کے زیادہ قریب ہے، علماء نے کہا ہے، کہ اگر کوئی مسلمان جانور ذبح کرے، اور اس ذبح سے غیر اللہ کا تقرب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



غیر اللہ صار مرتدا وذبیحتہ ذبیحۃ مرتد انتہی، مولانا شاہ عبدالعزیز تفسیر فتح العزیز میں فرماتے ہیں ہر کہ ذبح جانور تقرب لغیر اللہ نماید ملعون است، خواہ در وقت ذبح نام خدا گیرد یا نے زیرا کہ آن شہرت داد کہ این جانور برائے فلانے است ذکر نام خدا وقت ذبح فائدہ نہ کرد چہ آن جانور موسوب بآن غیر گشت وجیفے در پیدا گشت کہ زیادہ از خبث مردار است، زیرا کہ مردار بے ذکر نام خدا جان دادہ است وجان جانور را ازان غیر خدا قرار دادہ کشتہ اند وآن عین شرک است، ہرگاہ این خبث در وے سرایت کرد دیگر بذکر نام خدا حلال نمی گردد انتہی، فتاوے غرائب میں مذکور ہے، وفی الذبح یشترط تجرید التسمیۃ مع قصد التقرب الی اللہ تعالیٰ وحدہ بالذبح فان قصد التعظیم للہ تعالیٰ فی الذابح بان قصد بہ التقرب الی الآدمی لا یحل وان ترک التسمیۃ۔ واللہ اعلم۔ حررہ ابوالطیب محمد شمس الحق عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین | ابوالطیب ۱۲۹۵ محمد شمس الحق

**سوال** (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ابقاہم اللہ تعالیٰ الی یوم الدین کہ ذبح فوق العقدہ جائز ہے یا نہیں، اکثر اہل علم فتوے جواز پر دے رہے ہیں، اور دو تین عالم عدم جواز کے بھی ہیں، اور کہتے ہیں، کہ حلق کا مذبح ہونا، اور تین عروق کا کاٹنا ذبح میں ضروری ہے، اور فوق العقدہ نہ تو حلق ہے، اور نہ قطع عروق ثلاثہ کا وہاں پایا جانا ہے، اور مجوزین عکس ان کے فرما رہے ہیں، لہٰذا آپ صاحبوں کے حضور میں التماس واستغاثہ کیا جاتا ہے، کہ للہ فی اللہ مسئلہ ہذا میں غور وتدبر فرما کر بتفصیل تمام جواب سے سرفراز فرما کر عادت دارین وحسنہ کونین حاصل کریں۔

(۱) آیت کریمہ الا ما ذکیتم میں اطلاق یا تقیید بعقدہ عبارۃً یا دلالۃً یا اشارۃً یا اقتضاءً ہے یا نہیں

(۲) آیت کریمہ وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم میں ذبح مشروط بہ تحت العقدہ

---

مقصود ہو، تو وہ خود مرتد ہو جائے گا، اور اس کا ذبیحہ حرام ہوگا ۱۲ ۱؎ جو غیر اللہ کے تقرب کے لئے جانور ذبح کرے وہ ملعون ہے، اگرچہ ذبح کے وقت وہ خدا کا نام ہی کیوں نہ لے، وہ جانور حلال نہیں ہوگا، کیونکہ جب اس کو غیر خدا پر مشہور کر دیا گیا، تو اس میں ایسی گندگی پیدا ہو گئی، جو مردار سے بھی زیادہ ہے، کیونکہ مردار میں تو صرف اتنا ہے، کہ اس پر خدا کا نام نہیں آیا اور اس کا حال یہ ہے، کہ اس پر بھی نہیں، کہ خدا کا نام نہیں آیا، بلکہ اس پر غیر خدا کا نام بھی آ گیا ۱۲

۲؎ ذبح کرتے وقت بسم اللہ کہنے کا مطلب یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کیا جائے، اور اگر اللہ تعالیٰ کی تعظیم ختم ہو جائے، اور آدمی کا تقرب مقصود ہو، تو وہ جانور حلال نہ ہوگا، اگرچہ ذبح کے وقت اس پر اللہ تعالیٰ ہی کا نام لیتا رہے ۱۲ ۳؎ اہل کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


ہے یا نہیں؟

(۳) حدیث شریف انھار الدم بما شئت میں بھی یہی شرط ہے یا نہیں؟

(۴) حدیث الذکاۃ بین اللبۃ والنحیین امام صاحب کی مستدل بہ ہے یا نہیں

(۵) مجتہد کا کسی حدیث کے ساتھ استدلال پکڑنا اس حدیث کے لئے تصحیح ہوتی ہے یا نہیں؟

(۶) حدیث مذکور مرسل ہے یا مسند؟

(۷) حدیث اکلان الزکاۃ فی الحلق کا کیا حال ہے؟

(۸) فوق الحلق یا فوق العقدہ میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟

(۹) حلقوم کا مبدأ و منتہی کیا ہے؟

(۱۰) مری کا مبدأ و منتہی کیا ہے؟

(۱۱) ودجین کا مبدأ و منتہی کیا ہے؟

(۱۲) مکان مابین عقدہ ونحیین شرعاً وعرفاً منجملہ حلق ہے یا نہیں وغیر ذلک، جو تحقیق متعلق مسئلہ ہذا ہو ہر ایک سوال کا جواب بحوالہ عبارات کتب خالصاً لوجہ اللہ تعالیٰ تسلیم فرماویں۔

**الجواب**:۔ ذبح فوق العقدہ جائز ہے، اس واسطے کہ عقدہ جو جانوروں کے گلے میں محسوس ہوتا ہے، وہ حلق میں ہوتا ہے، اور فوق العقدہ وتحت اللحیین جو جگہ ہے، وہ منجملہ حلق کے ہے اور حلق میں ذبح کرنا جائز ہے، پس فوق العقدہ اور تحت اللحیین ذبح کرنا جائز ہے، فوق العقدہ، اور تحت اللحیین جو جگہ ہے، اس کا منجملہ حلق کے ہونا ایک ظاہر بات ہے، اور اطبائے مشرحین کے کلام سے بھی اس جگہ کا منجملہ حلق کے ہونا ثابت ہوتا ہے، بحر الجواہر میں ہے۔ الحلق بالفتح عضو مشتمل علی الفضاء الذی فیہ مجری الطعام والنفس کذا قال مولانا نفیس وقال الطبری ھو اسم لجمیع الحنجرۃ والحلقوم والمری والعضلات الموضوعۃ علیہ فیشتمل اللوزتین و اصول اللسان والعضلات الموضوعۃ من خارج واصول الاذنین من داخل وخارج انتہی

---

لہ جس سے چاہے خون گرا دے ۱۲ سہ دونوں ہانچیوں اور حنجرہ کے درمیان ذبح کرنا ہے ۱۲

سہ حلق ایک عضو ہے، جو اس فضا پر مشتمل ہے، جس میں کھانے اور سانس لینے کی نالیاں ہیں، طبری نے کہا حلق تمام گلے اور حلقوم اور مری اور پٹھے ہوئے پٹھوں کا نام ہے، اور یہ لوزتین اور زبان کی جڑ اور کانوں کے اندر اور باہر پھیلے ہوئے پٹھوں پر مشتمل ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور حلق میں ذبح کے جائز ہونے کا ثبوت یہ ہے۔ عن ابن عباس الذکاۃ فی الحلق واللبۃ رواہ البخاری معلقا فی باب النحر واللبۃ بکسر قال الحافظ فی فتح الباری وصلہ سعید بن منصور و البیہقی من طریق ایوب عن سعید بن جبیر عن ابن عباس انہ قال الذکاۃ فی الحلق واللبۃ وھذا اسناد صحیح واخرجہ سفیان الثوری فی جامعہ عن عمر مثلہ وجاء مرفوعا من وجہ اخر واللبۃ بفتح اللام وتشدید الموحدۃ ھی موضع القلادۃ من الصدر وھی المنحر انتہی کلام الحافظ جو اہل علم فوق العقدۃ وتحت اللحیین ذبح کو جائز بتاتے ہیں ان کا قول صحیح ہے اور جو علماء عدم جواز کے مدعی ہیں اور کہتے ہیں کہ فوق العقدہ نہ حلق ہے اور نہ قطع عروق ثلاثہ کا وہاں پایا جانا ہے ان کا یہ قول صحیح نہیں ہے، اوپر معلوم ہو چکا، کہ فوق العقدہ منجملہ حلق کے ہے اور ذبح میں جو چار رگوں کا قطع ہونا علی اختلاف الاقوال ضروری بتایا جاتا ہے، وہ حلقوم اور مری اور ودجین ہیں سو ذبح فوق العقدہ میں ان چاروں رگوں کا ذبح ہونا بلا شبہ پایا جاتا ہے، مری (یعنی مجری طعام وشراب) کا قطع ہونا اس وجہ سے پایا جاتا ہے، کہ مری کا مبدأ اقصائے فم ہے، پس ذبح فوق العقدہ میں مری کا قطع ہونا ضروری ہے، اور چونکہ مری حلقوم (یعنی مجری نفس) کے ساتھ ملاصق ہے، اس لئے حلقوم کا کٹنا بھی ضروری ہے، اور ودجین (یعنی دونوں شہ رگ) حلقوم کو دو جانب سے محیط ہے اس لئے ودجین کا کٹنا بھی ضروری ہے، قانوچہ میں ہے ما المری فانہ یبتدئ من اقصی الفم الی عند مقطع عظام القص اور بحر الجواہر میں ہے مری کا مسیر مجری الطعام والشراب الی المعدۃ والکرش لاصق بالحلقوم فتح الباری میں ہے وھما ای الودجان عرقان متقابلان وھما محیطان بالحلقوم، ونیز ذبح فوق العقدہ میں انہار دم مسفوح بلا شبہ پایا جاتا ہے جس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا، اور انہار دم مسفوح بلا قطع ہونے ودجین کے ہو نہیں ہو سکتا، پس اس وجہ سے بھی ثابت ہوا، کہ ذبح فوق العقدہ میں ودجین کا قطع ہونا بلا شبہ پایا جاتا ہے، اور ذبح فوق العقدہ میں مری یعنی نرخرا کا کٹنا محسوس و مشاہد ہے، پس جب ودجین اور مری کا کٹنا ذبح فوق العقدہ میں بلا شبہ پایا جاتا ہے، تو حلقوم کا کٹنا بھی ضروری پایا جاوے گا، کیونکہ ان تینوں کا کٹنا بلا کٹنے حلقوم کے ممکن نہیں ہے، ہدایہ میں ہے۔ لا یمکن قطع ھذہ الثلاثۃ ای المری والودجین)

---

لہ ابن عباس نے کہا، ذبح حلق اور لبہ کے درمیان ہے (لبہ وہ جگہ ہے جہاں ہار وغیرہ ڈالا جاتا ہے ۱۲ سے مری منہ کے آخری حصہ سے شروع ہوتی ہے، اور سینہ کی ہڈیاں ختم ہونے تک جاتی ہے ۱۲ سے مری وہ نالی ہے جس سے کھانا اور پانی معدہ تک جاتا ہے ۱۲ سے ودجان ایک دوسرے کے مقابل رگیں ہیں جو حلقوم کو گھیرے ہوئے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الا بقطع الحلقوم۔ الحاصل ذبح فوق العقدہ میں ان چاروں کا قطع بلاشبہ پایا جاتا ہے اور بعض علما کا یہ کہنا کہ فوق العقدہ نہ حلق ہے اور نہ قطع عروق ثلاثہ کا پایا جاتا ہے بالکل غلط ہے اور مشاہدہ کا انکار کرنا ہے۔

(۱) آیت کریمہ الا ما ذکیتم میں مطلق ذکاۃ کا ذکر ہے، اور

(۲) آیت طعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم میں حلت طعام اہل کتاب کا بیان ہے ان دونوں آیتوں میں مذبح و منحر کا بیان ہی نہیں ہے، لہٰذا ان دونوں آیتوں سے اطلاق یا تقیید بہ تحت العقدہ کا کسی طرح پر ثبوت نہیں ہوتا۔

(۳) حدیث شریف انهر الدم بما شئت سے یہ ثابت ہوتا ہے، کہ ذبح میں ودجین کا قطع ہونا ضروری ہے، کیونکہ بلا کٹنے ودجین کے انہار دم نہیں ہو سکتا، اور اسی حدیث کی رو سے امام ثوری نے کہا ہے، کہ ذبح میں اگر صرف ودجین کو قطع کرے، اور مری اور حلقوم کو قطع نہ کرے، تو جائز ہے۔ قال الحافظ فی الفتح وعن الثوری ان قطع الودجین اجزأ وان لم یقطع الحلقوم و المری واحتج لہ بما فی حدیث رافع ما انهر الدم وذکر اجزاؤہ وذلک یکون بقطع الاوداج کانها مجری الدم وامالمری فهو مجری الطعام ولیس بہ من الدم ما یحصل بہ انهار انتهی اس بارے میں کہ ذبح میں کتنی رگوں کا قطع کرنا ضروری ہے، ائمہ کا اختلاف ہے، امام ثوری کا مذہب معلوم ہو چکا، اور امام شافعی کے نزدیک صرف مری اور حلقوم کا کاٹنا ضروری ہے، اور ودجین کا کاٹنا ضروری نہیں ہے، اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک مذکورہ چاروں رگوں میں سے بلا تخصیص تین رگوں کا کاٹنا ضروری ہے، ان ائمہ کے دلائل پر مطلع ہونا چاہو تو فتح الباری اور ہدایہ کو دیکھو۔

(۴) حدیث الن کاۃ بین اللبۃ واللبین سے فقہائے حنفیہ استدلال کرتے ہیں، مگر یہ نہیں معلوم کہ امام صاحب نے اس سے استدلال کیا ہے یا نہیں؟

(۵) کسی حدیث سے کسی مجتہد کا دلیل پکڑنا اس بات کی دلیل ہے، کہ وہ حدیث اس کے نزدیک صحیح و قابل استدلال ہے۔

(۶) حدیث الن کاۃ بین اللبۃ واللبین کو یوں ہی بلا اسناد و بلا ذکر مخرج علمائے حنفیہ

---

لہ حافظ نے فتح الباری میں کہا، کہ اگر رگیں کٹ جائیں تو کافی ہیں، اگرچہ حلق اور مری نہ کٹیں، اور رافع کی حدیث میں ہے، جو چیز خون گرا دے اور خون ودجین کے کٹنے سے جاری ہوتا ہے کیونکہ خون کی گردش انہی رگوں میں ہے، اور مری تو طعام کی نالی ہے، وہاں خون نہیں ہوتا ۱۲

لہ ذبح کرنا لبہ اور باجیوں کے درمیان ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اپنی کتابوں میں نقل کرتے ہیں معلوم نہیں کہ کس کتاب کی یہ حدیث ہے اور اس کی سند کیا ہے اس حدیث کی نسبت حافظ ابن حجر درایہ تخریج ہدایہ میں لکھتے ہیں لم اجدہ یعنی اس حدیث کو میں نے نہیں پایا۔

(۷) حدیث الا ان ان کاۃ فی الحلق واللبۃ کی سند واہی ہے قالہ الحافظ فی الدرایۃ

(۸) فوق الحلق اور فوق العقدہ میں فرق ہے، فوق الحلق حلق نہیں ہے، اور فوق العقدہ حلق ہے۔

(۹) حلقوم کا مبدأ اقصائے فم ہے، اور ریہ تک منتہی ہوتا ہے۔

(۱۰) مری کا بھی مبدأ اقصائے فم ہے، اور سر سینہ تک منتہی ہوتا ہے۔

(۱۱) ودجین کا مبدأ و منتہے حلق کی حد کے اندر نہیں ہے، بلکہ حلق کی حد سے خارج ہے

(۱۲) مکان مابین العقدۃ والطیین بلا شبہ منجملہ حلق کے ہے، کما مر۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ کتبہ محمد عبد الرحمٰن المبارکفوری عفا اللہ عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی اہل تشیع گوسفند ذبح کرے تو اہل تسنن کو اس کا گوشت کھانا درست ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ واضح ہو کہ ذبیحہ اہل تشیع کا کھانا حلال ہے کیونکہ وہ اہل اسلام سے ہیں اس دلیل سے کہ اہل سنت کے نزدیک ان کی شہادت مقبول ہے، اگر اہل تشیع کافر ہوتے تو شہادت ان کی مقبول وجائز نہ ہوتی، حالانکہ مقبول وجائز ہے، اور شہادت کافر کی مسلمان پر بالاتفاق روا نہیں ہے، چنانچہ ہدایہ وکفایہ وشرح وقایہ وکنز الدقائق ودر مختار وغیرہ کتب معتبرہ میں مذکور ہے تقبل[1] شہادۃ اھل الاھواء الا الخطابیۃ انتہی ما فی الھدایۃ مختصرا و فی الذخیرۃ شہادۃ اھل الاھواء مقبولۃ عندنا انتہی ما فی الکفایۃ اور مراد اہل اہواء سے رافضی وخارجی ومعتزلہ وغیرہ ہیں، پس اہل تشیع جب نزدیک اہل سنت کے اہل اسلام ٹھہرے، تو ذبیحہ ان کا بے شک حلال ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب، فاعتبروا یا اولی الابصار

فقط۔ حررہ عبد الحق

سید محمد نذیر حسین

[1] ذبح کرنا حلق اور لبہ میں ہے ۱۲

[2] بدعتی لوگوں کی شہادت قبول ہے سوائے خطابیہ کے، ہدایہ اور ذخیرہ میں اسی طرح ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**ھوالموفق**، سواہل تشیع میں بعض فرقے ایسے بھی ہیں، جو حضرت علی کو خدا کہتے ہیں جیسے فرقہ خطابیہ، اس فرقہ خطابیہ کا یہ عقیدہ ہے، کہ حضرت علی بڑے خدا ہیں، اور امام جعفر چھوٹے خدا ہیں، سواہل تشیع دیگر اہل اہوا، کے اس قسم کے مشرک وکافر فرقوں کا ذبیحہ ہرگز حلال نہیں ہے، اور اس قسم کے فرقوں کی شہادت بھی مقبول نہیں ہے، اور اس قسم کے فرقوں کی روایت حدیث بھی مقبول نہیں ہے، حاشیہ ہدایہ میں ہے قولہ الا الخطابیۃ ھم قوم ینسبون الی ابن الخطاب رجل کان بالکوفۃ یزعم ان علیا الٰہ اکبر وجعفر الصادق الٰہ اصغر الخ اور اسی طرح شرح نخبہ کے حاشیہ میں اور دیگر کتابوں میں بھی لکھا ہے، اور عبارت ہدایہ وتقبل شہادۃ اھل الاھواء کے تحت میں صاحب کفایہ لکھتے ہیں۔ اذا کان ھوی لا یکفر صاحبہ ولا یکون ماجنا ویکون عدلا فی تعاطیہ وھو الصحیح انتہی اور حافظ ابن حجر شرح نخبہ میں لکھتے ہیں ثم البدعۃ اما ان تکون مکفرۃ کان یعتقد ما یستلزم الکفر او یفسق فالاول لا یقبل صاحبھا الجمہور پھر آگے چل کر لکھتے ہیں فالمعتمد ان الذی تردر وایتہ من انکر امرا متواترا من الشرع معلوما من الدین بالضرورۃ وکذا من اعتقد عکسہ انتہی۔ ھذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ۔

**سوال**، کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بازار کا گوشت یا بازاری قصابوں سے گوشت خریدنا کیسا ہے؟

**الجواب**، بازار میں گوشت بیچنے والے اور بازاری قصاب اگر مسلمان ہیں، تو ان سے گوشت خرید کرنا، اور کھانا جائز ہے، اور اگر اس بات کا شبہ ہو، کہ ان لوگوں نے ذبح کے وقت اللہ کا نام نہ لیا ہو، تو بھی ان سے خریدنا، اور کھانے کے وقت اللہ کا نام لے کر کھانا جائز ہے، بلوغ المرام اور اس کی شرح سبل السلام میں ہے۔ عن عائشۃ ان قوما قالوا للنبی

---

۱؎ مگر خطابیہ فرقہ جو کوفہ کے ایک آدمی ابن خطاب کی طرف منسوب ہے، ان کا عقیدہ ہے، کہ حضرت علی بڑے خدا ہیں اور جعفر صادق چھوٹے خدا ہیں ۱۲ ۲؎ جب کہ ایسی بدعات ہوں، جو کفر تک نوبت نہیں پہنچاتی، اور اپنے عمل میں عادل ہو، اور یہی صحیح ہے ۱۲ ۳؎ پھر بدعت یا تو کفر تک نوبت پہنچانے والی ہوگی، جیسے کہ کوئی ایسا عقیدہ رکھے، جو کفر کو مستلزم ہو یا فسق تک نوبت پہنچائے گی، پہلے کی شہادت قبول نہیں ہے ۱۲ ۴؎ صحیح بات یہ ہے کہ جو امر متواتر کا منکر ہو، جو دین سے یقینی طور پر ثابت ہیں، تو اس کی شہادت مردود ہوگی، اور جو غیر ثابت چیز کو دین میں داخل کرے اس کی بھی ۱۲ ۵؎ کچھ لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، کہ کچھ لوگ ہمارے پاس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



صلی اللہ علیہ وسلم ان قوما یاتوننا باللحم لا ندری اذکروا اسم اللہ علیہ ای عند ذکاتہ
امر لا فقال سموا اللہ علیہ وکلوا رواہ البخاری تقدم ان فی روایۃ ان قوما حدیثی
عہد بالاسلام وھی ھنا من تمام الحدیث بلفظ قالت وکانوا حدیثی عہد بالکفر وتقدم
ان الحدیث من ادلۃ من قال بعدم وجوب التسمیۃ ولا یلزم ذلک وانما ھو دلیل
علی انہ لا یلزم ان یعلموا التسمیۃ فیما یجلب الی اسواق المسلمین وکذا ما ذبحہ الاعراب
من المسلمین لانھم قد عرفوا التسمیۃ قال ابن عبد البر کان المسلم لا یظن بہ فی کل
شیء الا الخیر الا ان یتبین خلاف ذلک انتہی۔ قال فی الروضۃ الندیۃ تحت ھذا
الحدیث ان فیہ الترخیص بغیر الذابح اذا شک فی اللحم ھل ذکر علیہ اسم اللہ ام
لا فانہ یجوز لہ ان یسمی ویاکل انتہی واللہ اعلم۔ المجیب سید عبد الوھاب عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی بیوی ہندہ فوت ہو گئی اب زید کو اس کا جنازہ اٹھانا اور منہ دیکھنا، اور غسل دینا، اور قبر میں اتارنا حلال ہے یا حرام اور ائمہ دین سے کس کے نزدیک حلال ہے، اور کس کے نزدیک حرام؟

(۲) بکری یا بکرے کی کھال و آنکھیں و کان و بیضہ و غدود، و حرام مغز و غیرہ کتنی چیزیں حلال ہیں اور کتنی حرام، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ زید کو اس کی بیوی ہندہ کے فوت ہو جانے کے بعد اس کا جنازہ اٹھانا اور منہ دیکھنا، اور غسل دینا اور قبر میں اتارنا حلال و جائز ہے، جیسا کہ حدیث شریف سے ثابت ہے

---

گوشت لاتے ہیں، ہم نہیں جانتے، کہ انہوں نے ذبح کے وقت اس پر خدا کا نام لیا تھا یا نہیں، تو آپ نے فرمایا "تم اس پر اللہ کا نام لے کر کھا لیا کرو" (بخاری) یہ لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے تھے، لہذا صحابہ کرام کو شک ہوا اور بعض نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے، کہ ذبح کے وقت اللہ کا نام لینا واجب نہیں ہے لیکن یہ غلط ہے اس سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے، کہ جو گوشت مسلمانوں کے بازاروں میں فروخت ہوتا ہے، اس کے متعلق یہ معلوم ہونا ضروری نہیں، کہ اللہ کا نام اس پر لیا گیا ہے یا نہیں، اور یہی حکم ہے بدوی مسلمانوں کا کیونکہ وہ بسم اللہ اللہ اکبر کہنا تو جانتے ہی ہیں، اور مسلمان پر حسن ظن رکھنا چاہیئے، ہاں اگر اس کے خلاف ثابت ہو جائے، تو علیحدہ بات ہے، اور اس حدیث میں خود ذبح نہ کرنے والے کو رخصت ہے، کہ ایسا گوشت کھا لے جس کے متعلق معلوم نہ ہو، کہ اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے، یا نہیں ایسی صورت میں خود اللہ کا نام لے اور کھا لے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لہا لو مت قبلی فغسلتک وکفنتک ثم صلیت علیک ودفنتک اخرجہ احمد وابن ماجہ والدارمی وابن حبان والدارقطنی والبیہقی۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا، کہ اگر تو مجھ سے پہلے مرتی، تو میں تجھ کو غسل دیتا، اور کفناتا، پھر تجھ پر جنازہ کی نماز پڑھتا، اور دفن کرتا، روایت کیا اس حدیث کو احمد اور ابن ماجہ اور دارمی اور دارقطنی اور بیہقی نے حضرت فاطمہ رضہ نے وصیت کی تھی، کہ میرے مرنے کے بعد ان کو حضرت علی غسل دیویں، بلوغ المرام میں ہے۔ عن اسماء بنت عمیس ان فاطمۃ علیہا السلام اوصت ان یغسلہا علی رواہ الدارقطنی محلی شرح مؤطا میں ہے۔ لا خلاف بین الائمۃ فی الزوج اذا مات یجوز لزوجتہ ان تغسلہ اما غسل الرجل امرأتہ اذا ماتت فقد جوزہ الائمۃ الثلثۃ خلافا لابی حنیفۃ انتہی یعنی جب شوہر مرجاوے، تو اس کی زوجہ کو جائز ہے، کہ اپنے شوہر کو غسل دیوے، اور اس میں ائمہ کا اختلاف نہیں ہے، لیکن جب زوجہ مرجاوے، تو ائمہ ثلاثہ یعنی امام مالک رح اور امام شافعی رح اور امام احمد کے نزدیک جائز ہے، کہ شوہر اپنی بیوی کو اپنے ہاتھ سے غسل دے، اور امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک جائز نہیں ہے، سبل السلام میں ہے کہ مرد کو جائز ہے، کہ اپنی بیوی کو اپنے ہاتھ سے غسل دے، اور یہی قول جمہور علماء کا ہے، اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ کہ مرد اپنی بیوی کو غسل نہ دے، کیونکہ نکاح باقی نہیں رہا بخلاف عورت کے کہ وہ اپنے شوہر کو غسل دے، اور حدیث امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو رد کر رہی ہے۔

جواب سوال دوم۔ بکری وغیرہ خشنے جانور حلال ہیں ان کے تمام اجزاء حلال ہیں، ان کی کوئی چیز حرام نہیں ہے، ہاں دم مسفوح البتہ حرام ہے، کہ اس کی حرمت صریح قرآن مجید میں آئی ہے، اس کے سوا باقی اور تمام چیزیں حلال ہیں، کیونکہ ان کی حرمت ثابت نہیں، واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ علی محمد عفی عنہ۔

دونوں جواب صحیح ہیں، اور دوسرے جواب کی یہی دلیل کافی ہے، کہ ان کی حرمت پر کوئی دلیل قائم نہیں ہے، واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ کتبہ محمد بشیر عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

ھو الموفق، کتب حنفیہ میں لکھا ہے، کہ حلال جانور کی سات چیزیں مکروہ ہیں (۱)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دم مسفوح یعنی خون جاری (۲) ذکر یعنی آلہ تناسل (۳) خصیتان یعنی دونوں بیضے (۴) فرج یعنے مادہ جانور کے پیشاب کا مقام ہے (۵) غدہ یعنی غدود (۶) مثانہ یعنی پھکنا (۷) مرارہ یعنی پتا، عند الحنفیہ ان ساتوں چیزوں میں سے پہلی چیز یعنی خون جاری حرام ہے، اور باقی چھ چیزیں مکروہ تنزیہی ہیں اس مطلوب پر علمائے حنفیہ دو دلیلیں پیش کرتے ہیں، ایک تو یہ کہ خون جاری کی حرمت قرآن مجید سے ثابت ہے، اور باقی چھ چیزیں ایسی ہیں کہ نفوس انسانیہ ان کو خبیث جانتے ہیں۔ قال فی الھدایۃ والحرام منھا واحد وھو الدم المسفوح لقولہ تعالیٰ حرمت علیکم والمیتۃ والدم الآیۃ والباقی من السبعۃ مکروہ لانہ مما یستخبثہ الانفس وما سوی ذلک مباح علی اصلہ لان الاصل فی الاشیاء الاباحۃ انتہی۔ اور دوسری دلیل مجاہد کی مرسل روایت ہے قال فی البزازیۃ عن مجاھد انہ علیہ السلام کرہ سبعۃ اشیاء من الشاۃ الذکر والانثیان والقبل والمرارۃ والغدۃ والمثانۃ والدم المسفوح، مگر یہ دونوں دلیلیں قابل اطمینان ولائق اعتماد نہیں ہیں، پہلی دلیل تو اس وجہ سے کہ جب شریعت نے حلال جانور کو حلال کر دیا، تو ہمارے لئے اس کے تمام اجزاء حلال ہیں، ہاں جس جزو کو خود شریعت ہی نے حرام بنا دیا، تو وہ جزو البتہ حرام ہوگا اور ہمارے نفوس اور ہماری طبیعتوں کا بعض اجزاء کو مکروہ وخبیث سمجھنا کوئی چیز نہیں ہے، اور شریعت نے ہمیں اس کی اجازت بھی نہیں دی ہے، کہ جن اجزاء کو ہماری طبیعتیں خبیث سمجھیں تو ان اجزاء کو ہم حرام یا مکروہ شرعی جانیں، اور دوسری دلیل اس وجہ سے قابل اطمینان نہیں، کہ روایت مرسل ہے، اور مرسل روایت کے قابل احتجاج ہونے میں اختلاف مشہور ہے، اور ساتھ اس کے اس روایت کی سند پوری نقل نہیں کی جاتی، معلوم نہیں کہ اس کی سند کیسی ہے، الحاصل یہ کہ دونوں دلیلیں ناقابل اطمینان ہیں، پس اگر ان اشیاء مذکورہ کی حرمت یا کراہت پر کوئی دلیل صحیح ہو، تو بلاشبہ حرام ومکروہ ہوں گی، ورنہ ان کے حرام یا مکروہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری، عفا اللہ عنہ،

---

لہ حمادیہ میں ہے، کہ ان سات چیزوں میں سے دم مسفوح تو حرام ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تم پر مردار اور خون حرام ہے الآیۃ اور باقی چیزیں مکروہ ہیں، کیونکہ اس کو انسانی طبیعت برا محسوس کرتی ہے، اور اس کے علاوہ تمام گوشت مباح ہے، اپنے اصل پر ہے، کیونکہ اصل اشیاء میں اباحت ہے ۱۲

۲ مجاہد نے کہا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری سے سات چیزیں مکروہ سمجھیں، آلہ تناسل، خصیے، مادہ کی پیشاب کی جگہ، پتہ، غدود، مثانہ اور دم مسفوح ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**سوال**:۔ جو شخص کسی حیوان سے جس کا کھانا حلال ہے جماع کرے، تو اس حیوان کا گوشت یا شیر کھا دیں پیویں یا نہ فقط۔

**الجواب**:۔ کتب اصول میں یہ قاعدہ مقرر ہے، کہ شارع جس چیز کے قتل کا حکم کرے وہ بھی حرام، اور جس کے قتل سے منع کرے وہ بھی حرام، اور حدیث شریف میں آیا ہے، کہ جو شخص کسی بہیمہ کے ساتھ جماع کرے، اس شخص اور اس بہیمہ دونوں کو قتل کر دو، مگر چونکہ اس حدیث میں من وجہ کلام ہے، لہذا حکم دیا جاتا ہے، کہ وہ بہیمہ مکروہ تنزیہی یا تحریمی ہے، واللہ اعلم بالصواب

حررہ ابو اسماعیل یوسف حسین عفی عنہ۔ ہذا ہو الصواب واللہ ورسولہ اعلم وعلمہ اتم واحکم وعلیہ توکلت والیہ انیب وسط عفی عنہ بہاری، رحم اللہ المجیب فقد اجاب جوابا شافیا لاشک فی صحتہ وکونہ صوابا، ابو تراب عبد التواب ملتانی عفی عنہ

| | | |
|---|---|---|
| سید محمد نذیر حسین | سید محمد عبد السلام غفرلہ | سید محمد ابو الحسن |

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے، کہ حقہ کشی اور کھانا تمباکو کا اور استعمال اس کا ناک میں حرام ہے، اور پانی اس کا ناپاک ہے، پس زید کا یہ قول صحیح ہے، یا غلط بینوا توجروا۔

www.KitaboSunnat.com

**الجواب**:۔ واضح ہو، کہ حقہ کشی میں علماء کا اختلاف ہے، بعض حرمت کے قائل ہیں اور بعض اباحت مع الکراہت کے اور بعض کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے، رد المحتار میں ہے اضطربت آراء العلماء فیہ فبعضھم قال بکراھتہ وبعضھم قال بحرمتہ وبعضھم بإباحتہ وافردوہ بالتالیف وفی شرح الوھبانیۃ ؎

یمنع من بیع الدخان وشربہ وشاربہ فی الصوم لا مثلہ یفطر

وللعلامۃ الشیخ الاجہوری رسالۃ نقل فیھا انہ افتی بحلہ من یعتمد علیہ من ائمۃ المذاھب الاربعۃ قلت والف فی حلہ سیدنا العارف عبد الغنی النابلسی الحنفی رسالۃ سماھا الصلح بین الاخوان فی اباحۃ شرب الدخان واقام القیامۃ الکبری علی القائل بالحرمۃ او الکراھۃ

---

لے حقہ نوشی کے متعلق علماء کی مختلف رائیں ہیں، بعض اس کو مکروہ کہتے ہیں، بعض حرام، بعض مباح، اور اس پر مستقل رسالے لکھے ہیں، شرح وہبانیہ میں ہے، حقہ نوشی منع ہے، اور اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، شیخ علی اجہوری نے اس کو حلال کہا ہے، اور اس پر ایک رسالہ لکھا ہے، اور کہا، کہ ائمہ اربعہ کے پیروؤں میں سے جو نئی کے علماء نے اس کو حلال کہا ہے سید عبد الغنی نابلسی حنفی نے ایک رسالہ بنام "صلح الاخوان فی اباحۃ شرب الدخان" لکھا، اور حرام و مکروہ کہنے والوں پر ایک قیامت بپا کر دی، اور لکھا، کہ کراہت اور حرمت دونوں شرعی حکم ہیں، ان کے لئے دلیل کا ہونا لازمی ہے، اور اس کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فانہما حکمان شرعیان لابد لہما من دلیل ولا دلیل علی ذلک فانہ لو ثبت الاسکار ولا تفتیر ولا اضرار وان فرض اضرارہ للبعض لا یلزم منہ تحریمہ علی کل احد انتہی اور شیخ عبدالخالق زبیدی تحریر فرماتے ہیں قد تکلم العلماء المتاخرون فی ذلک کانہ لم یکن فی القرون السالفۃ فمنہم من فرط فی ذمہ ومنہم من فرط فی مدحہ ومنہم من توسط وقال انہ مکروہ تحریما وھذا عندی احسن الاقوال واعدلہا اذ لا قاطع بتحریمہ ولیس کل موذ ومنتن حراما ولا کان اکل الثوم والبصل والفجل والکراث حراما وھذا کلہ فی شرب دخانہ واما اکلہ وشمہ فہو مکروہ تنزیہا عندی لانہما دون شرب دخانہ انتہی، جو لوگ حقہ نوشی کی حرمت کے قائل ہیں ان کا قول ناقابل اعتماد ہے اس واسطے کہ حرمت موقوف ہے اوپر دلیل قطعی کے، اور قائلین حرمت نے حرمت پر کوئی دلیل قطعی قائم نہیں کی ہے بلکہ جتنی دلیلیں وہ پیش کرتے ہیں کل کی کل ظنی ہیں، اور وہ بھی مخدوش، اور جو لوگ اباحت مطلق کے قائل ہیں ان کا قول بھی لائق اعتماد کے نہیں اس واسطے کہ ان کے دلائل بھی مخدوش ہیں، اور جو لوگ اباحت مع الکراہۃ کے قائل ہیں ان کا قول البتہ قابل اعتماد ہے، یہ گفتگو حقہ نوشی میں ہے رہا تمباکو کا کھانا اور استعمال کرنا اس کا ناک میں، سو کوئی دلیل معتبر اس کی کراہت پر قائم نہیں ہے، اور تمباکو ایک پاک چیز ہے اور اس کا دھواں بھی پاک ہے، پس اس کے پانی کے ناپاک ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے، اور دھوئیں کی وجہ سے جو پانی متغیر ہو جاتا ہے، سو اس سے وہ پانی ناپاک نہیں ہو سکتا، کیونکہ نجاست کی وجہ سے جب پانی میں تغیر ہوتا ہے، تب پانی ناپاک ہوتا ہے، اور کسی پاک چیز کی وجہ سے تغیر ہو تو ناپاک نہیں ہوتا ہمارے اتنے بیان سے معلوم ہوا کہ زید کا قول غلط ہے، زید کو لازم ہے، کہ بلا دلیل کسی چیز کو حرام اور ناپاک کہنے سے احتراز کرے، واللہ تعالے اعلم بالصواب۔

حررہ خلیل الرحمن غفرلہ المنان عفی عنہ۔

---

کوئی دلیل نہیں، اس کا مسکر یا مفتر یا مضر ہونا ثابت نہیں ہے، اور اگر بالفرض محال بعض لوگوں کے لئے مضر بھی ہو تو ہر ایک پر حرام ہونے کی دلیل کیسے بن جائے گا، شیخ عبدالخالق زبیدی نے لکھا پچھلے علماء نے اس میں گفتگو کی ہے، بعض نے اس کی مذمت میں مبالغہ کیا، اور بعض نے مدح میں، اور بعض نے مکروہ تحریمی کہا، اور یہ آخری قول مجھے پسند ہے، کیونکہ اس کی حرمت پر کوئی دلیل قطعی نہیں ہے، اور ہر موذی یا بدبودار چیز حرام نہیں ہے، ورنہ لہسن، پیاز، مولی، گندنا وغیرہ سب حرام ہوں، یہ تو حقہ نوشی کے متعلق ہے، اور تمباکو کھانا، یا نسوار لینا میرے لئے مکروہ تنزیہی ہے، کیونکہ اس کا دھواں کھینچنے سے کم ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



واضح ہو کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے یعنی نہ اس فعل کے کرنے سے ثواب، اور نہ اس کے ترک میں عقاب، جیسا کہ آیت قرآنی اس پر دال ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ھوالذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا، فتح البیان میں اس آیت کے تحت لکھا ہے، فیہ دلیل علی ان الاصل فی الاشیاء المخلوقۃ الاباحۃ حتی یقوم دلیل یدل علی النقل عن ھذا الاصل ولا فرق بین الحیوانات وغیرھا مما ینفع بہ من غیر ضرر وفی التاکید بقولہ جمیعا اقوی دلالۃ علی ھذا انتہی مختصرا۔ اور تفسیر اکلیل میں ہے۔ استدل بہ علی ان الاصل فی الاشیاء الاباحۃ الا ورد الشرع بتحریمہ۔ پس جب معلوم ہوا کہ اصل ہر شے میں اباحت ہے، تو اب مسئلہ مسئول عنہا میں دیکھنا چاہیئے، کہ آیا یہ از قبیل اباحت ہے یا حرمت، تو ہم جس وقت متبا کو اور حقہ کے اوصاف کو تلاش کرتے ہیں، تو کوئی علت حرمت کی نہیں پاتے، بنا علیہ حقہ نوشی و تمبا کو کھانا اپنے اصل اباحت پر رہے گا، باقی رہا یہ امر کہ اس کے پینے والے کے منہ سے بدبو آتی ہے، تو یہ وصف باعث حرمت کا نہیں ہو سکتا، اگر یہ وصف باعث حرمت کا ہو، تو لہسن و پیاز و مولی اور گندنا وغیرہ بھی حرام ہونا چاہیئے، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے کھانے سے منع نہیں فرمایا ہے بلکہ کھا کر مسجد میں جانے سے منع فرمایا ہے، تو یہاں پر بھی حقہ پینا ممنوع نہیں ہوگا، بلکہ وہ حقہ پی کر مسجد میں جانا ممنوع ہوگا، جس کے پینے سے منہ بدبو کرتا ہے، اور بعد دفع کرنے بدبو کے مسواک وغیرہ سے جائز ہوگا، اور وہ حقہ جس کے پینے سے منہ بدبو نہیں کرتا، جیسا کہ امر نفیس الطبع ونفاست پسند کا ہوتا ہے، سو ایسا حقہ پی کر مسجد میں جانا ممنوع نہیں ہوگا، بالجملہ جس حقہ کے پینے سے منہ بدبو کرتا ہے وہ مکروہ تنزیہی ہے، اور جو حقہ خوشبودار ہوتا ہے، وہ مکروہ تنزیہی بھی نہیں، اور جب ثابت ہوا کہ متبا کو حرام نہیں تو پانی حقہ کا کیونکر ناپاک اور پلید ہوگا، غایت مافی الباب بدبودار ہو جاوے گا، اور پانی بدبودار ہو جانے سے پلید و ناپاک نہیں ہوتا ہاں اگر نجاست کی وجہ سے بدبو ہو جاوے، تو البتہ ناپاک ہوگا، ہذا ما ظہر لی، واللہ اعلم بالصواب، حررہ السید عبد الحفیظ غفرلہ ولوالدیہ۔

**ھوالموفق:** حقہ نوشی ایک مضر چیز ہے، اور اس کا ضرر ظاہر ہے، جو شخص حقہ کا عادی نہ ہو وہ پانچ چھ کش اچھی طرح کھینچ کر دیکھ لے دماغ چکر کھانے لگتا ہے، آسمان، اور زمین اور ساری چیزیں گھومتی نظر

---

لہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اللہ وہ ہے، جس نے زمین کی تمام چیزیں تمہارے لئے پیدا کیں ۱۲ لہ اس میں دلیل ہے کہ اشیاء میں اصل حلت ہے، تا وقتیکہ کوئی دلیل اسے حرام نہ کرے، اور حیوانات اور دیگر اشیاء میں انتفاع اصل ہے، بشرطیکہ وہ مضر نہ ہو ۱۲۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



آنے لگتی ہیں، نفسانی اور جسمانی قوی اور افعال میں فتور و خلل پیدا ہو جاتا ہے، اس حالت میں حقہ کش بجز اس کے کہ اپنے سر کو تھام کر چپ بیٹھ جائے یا زمین پر پڑ جائے، کوئی اور کام کرنے کے قابل نہیں رہتا، اور یہی حالت تمباکو کھانے میں بھی ہوتی ہے، پس ایسی مضر چیز کو شریعت کب جائز رکھ سکتی ہے، اور حقہ کشی اور تمباکو خوری کی عادت ہو جانے سے اس کا اصلی ضرر اور اس کا اثر مرتفع نہیں ہوتا ہے، بلکہ اس کا ضرر محسوس نہیں ہوتا، دیکھو جب لوگ افیون کی زیادہ مقدار کھانے کے عادی ہو جاتے ہیں، ان کو افیون کا ضرر محسوس نہیں ہوتا، مگر کیا افیون کا جو ضرر ہے، وہ ان سے مرتفع ہو جاتا ہے، ہم نے مانا کہ تمباکو جیسی مضر چیز کی عادت کر لینے سے اس کا ضرر مرتفع ہو جاتا ہے، لیکن شریعت نے اس کی کہاں اجازت دی ہے، کہ ایسی مضر چیز کو استعمال کر کے اس کے عادی ہو اور اپنے تئیں اس کا ایسا محتاج بنا کر رکھو، کہ بغیر اس کے راحت اور چین میں خلل واقع ہو، وقت پر نہ ملنے سے پیٹ پھول جائے، پائخانہ نہ آئے، کسل و کاہلی اور بدمزگی پیدا ہو، علاوہ بریں حقہ پینے میں بجز اس کے کہ منہ سے بدبو آوے، اور کچھ مال اور وقت ضائع ہو، اور کیا دھرا ہے، پس تمام مسلمانوں کو بالخصوص اہلحدیث و متبعین سنت کو حقہ پینے اور تمباکو کھانے سے احتراز و اجتناب چاہیئے، اسی طرح ناک میں تمباکو بھرنے کی عادت ڈالنے سے بھی بچنا چاہیئے، اگرچہ ناک میں تمباکو کے استعمال کرنے سے وہ ضرر نہیں ہوتا جو اس کے کھانے اور پینے سے ہوتا ہے، مگر اس کی بھی عادت ڈالنی اچھی بات نہیں، اور یہ مسئلہ کہ ہر شئے میں اصل اباحت ہے علی الاطلاق نہیں ہے، بلکہ ان اشیاء میں اصل اباحت ہے جو مضر نہیں ہیں، اور جو اشیاء مضر ہیں ان میں اصل اباحت نہیں ہے، فتح البیان کی عبارت میں لفظ من غیر ضرر اس دعوی پر صاف دلالت کرتا ہے، اور معلوم ہوا کہ تمباکو ایک مضر شے ہے، پس تمباکو اس مسئلہ کے تحت میں داخل ہو کر مباح نہیں ہو سکتا، ہذا ما عندی واللہ اعلم۔

سید محمد نذیر حسین — کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری، عفا اللہ عنہ،

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین غراب موجودہ کی نسبت آیا اس کا کھانا جائز ہے یا ناجائز، صحیح فقہاء نے ابقع کو ناجائز تحریر کیا ہے، اور شاہ اہل اللہ صاحب نے کنز کے ترجمہ میں اسی غراب موجودہ کو ابقع اور ممنوع الاکل فرمایا ہے، فقہاء نے اقسام غراب سے صرف دو قسموں کو جائز تحریر کیا ہے ایک غراب الزرع کہ بالاتفاق حلال ہے، اور دوسرا عقعق، امام صاحب کے نزدیک اور امام ابو یوسف کے نزدیک ناجائز لکھا ہے، اور عقعق کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



شامی نے جنایۃ المحرم کے باب میں طائر ابیض تحریر کیا ہے، اور کتاب الذبائح میں مثل کتوبر کے (فیہ سواد و بیاض) کر کے بیان کیا ہے، اس کوے دیسی کی نسبت تحریر فرماویں، کہ جائز ہے یا ناجائز، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ دیسی کوا حرام ہے، اس کا کھانا جائز نہیں ہے، اس واسطے کہ صحیحین میں حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خمس من الدواب کلھن فاسق یقتلن فی الحل والحرم الغراب والحداۃ والعقرب والفارۃ والکلب العقور کذا فی البلوغ المرام یعنی منجملہ جانوروں کے پانچ جانور فاسق ہیں، جن کو حل و حرم دونوں جگہوں میں قتل کرنا چاہیئے (۱) کوا (۲) چیل (۳) بچھو (۴) چوہا (۵) کٹ کھنا کتا، اس حدیث متفق علیہ سے مطلقاً ہر کوے کی حرمت ثابت ہوتی ہے، پس دیسی کوے کی بھی حرمت اس حدیث سے ثابت ہوتی، اور اس حدیث میں اگرچہ صاف لفظ میں ان پانچ جانوروں کا حرام ہونا مذکور نہیں ہے، بلکہ اس میں ان کے قتل کرنے کا حکم ہے، مگر اسی حکم سے ان کا حرام ہونا ثابت ہوتا ہے، نیل الاوطار میں ہے۔ قال المھدی فی البحر اصول التحریم اما نص الکتاب او السنۃ او الامر بقتلہ کالخمسۃ۔ ابن ماجہ میں ہے۔ عن ابن عمر قال من یاکل الغراب وقد سماہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ فاسقا واللہ ما ھو من الطیبات یعنی حضرت ابن عمر رضؓ نے فرمایا، کہ کوا کون کھائے گا، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام فاسق رکھا ہے، اللہ کی قسم کوا طیبات سے نہیں ہے۔ اور حضرت ابوبکر رضؓ کے پوتے قاسم بن محمد (جو مدینہ طیبہ کے مشاہیر فقہائے سبعہ سے ہیں، اور افضل تابعین و کبار تابعین سے ہیں) نے بھی ایسا ہی فرمایا ہے، ابن ماجہ میں ہے۔ عن عائشۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الحیۃ فاسقۃ والعقرب فاسق والفارۃ فاسق والغراب فاسق فقیل للقاسم ایوکل الغراب قال من یاکلہ بعد قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاسقا۔ یعنی حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سانپ فاسق ہے، اور بچھو فاسق ہے، اور چوہا فاسق ہے، اور کوا فاسق ہے، پس قاسم بن محمد سے کہا گیا، کہ کیا کوا کھایا جائے، انہوں نے کہا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوے

---

لہ مہدی نے بحر میں لکھا ہے، کہ حرمت کے اصول یا تو قرآن کی نص ہے یا حدیث، اور یا پھر کسی چیز کے قتل کا حکم جیسے کہ آپ سے پانچ چیزیں شمار کی ہیں ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کو فاسق فرمایا ہے، پھر اس کے بعد کوا کون کھائے گا، اگر کوئی کہے، کہ اکثر روایات میں لفظ غراب مطلق واقع ہوا ہے، اور بعض میں لفظ غراب ابقع بقید ابقع وارد ہوا ہے، تو مطلق کا مقید پر محمول کرنا ضروری ہے، بناءً علیہ صرف غراب ابقع کی حرمت ثابت ہوگی، نہ مطلق غراب کی، تو اس کا جواب یہ ہے، کہ جب بعض روایات میں کوئی لفظ مطلق بلا قید واقع ہو، اور بعض روایات میں اس مطلق کے کسی ایک فرد پر تنصیص ہو، تو ایسی صورت میں عند الجمہور مطلق مقید پر محمول نہیں ہوتا ہے بلکہ مطلق اپنے اطلاق پہ باقی رہتا ہے، علامہ شوکانی نیل الاوطار صفحہ ۸۷ جلد ۵ میں مسئلہ احتکار کی تحقیق میں لکھتے ہیں۔ وظاھر احادیث الباب ان الاحتکار محرم من غیر فرق بین قوت الآدمی والدواب وبین غیرہ والتصریح بلفظ الطعام فی بعض الروایات لا یصلح لتقیید بقیۃ الروایات المطلقۃ بل ھو من التنصیص علی فرد من الافراد التی یطلق علیھا المطلق وذلک لان نفی الحکم عن غیر الطعام انما ھو لمفھوم اللقب وھو غیر معمول بہ عند الجمھور وما کان کذلک لا یصلح للتقیید علی ما تقرر فی الاصول انتہی۔ اور علامہ محمد بن اسمٰعیل امیر سبل السلام صفحہ ۴۱ جلد ۲ میں لکھتے ہیں۔ ولا یخفی ان الاحادیث الواردۃ فی منع الاحتکار وردت مطلقۃ ومقیدۃ بالطعام وما کان من الاحادیث علی ھذا الاسلوب فانہ عند الجمھور لا یقید فیہ المطلق لعدم التعارض بینھما بل یبقی المطلق علی اطلاقہ انتہی۔ دیسی کوے کا حرام ہونا اقوال علماء سے ظاہر ہوتا ہے، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں لکھتے ہیں۔ وقد اتفق العلماء علی اخراج الغراب الصغیر الذی یاکل الحب ویقال لہ غراب الزرع ویقال لہ الزاغ من ذلک وافتوا بجواز اکلہ فبقی ما عداہ من الغربان ملتحقا بالابقع انتہی۔ یعنی علماء کے بالاتفاق اس چھوٹے کوے کو جو دانہ کھاتا ہے، اور جس کو

---

۱؎ احادیث سے ظاہر ہوتا ہے، کہ احتکار حرام ہے، اور آدمیوں اور جانوروں کی غذا اور دوسری چیزوں کے احتکار میں کوئی فرق نہیں ہے، اور وہ جو بعض روایات میں طعام کے لفظ کی قید بیان ہوئی ہے، وہ بقیہ روایات مطلقہ کو مقید نہیں کر سکتیں بلکہ وہ تمام افراد میں سے ایک فرد کی تنصیص ہے، کہ جس پر مطلق کا اطلاق ہو سکتا ہے، کیونکہ غیر طعام سے حکم کی نفی وہ لقب کے مفہوم کی وجہ سے ہے، اور جمہور کا اس پر عمل نہیں ہے، اور جس کی حیثیت اس طرح کی ہو، وہ مقید نہیں کر سکتا، یہ ایک اصولی مسئلہ ہے ۱۲

۲؎ مخفی نہ رہے کہ احتکار کی ممانعت میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں، وہ طعام سے مطلق بھی ہیں اور مقید بھی، اور جو اس طرح کی احادیث ہوں، جمہور کے نزدیک مطلق کو مقید نہیں کر سکتیں، کیونکہ ان میں کوئی تعارض نہیں ہے، بلکہ مطلق اپنے اطلاق پر رہیں گی ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



غراب الزرع اور زاغ کہتے ہیں حکم حرمت سے خارج کر دیا ہے، اور فتوی دیا ہے کہ اس کا کھانا جائز ہے، پس اس چھوٹے کوے دانہ خور کے سوا باقی اور کوے غراب البقع کے ساتھ ملحق ہیں، اس عبارت سے واضح ہوا کہ بجز غراب الزرع کے باقی اور تمام کوے غراب البقع کے ساتھ ملحق ہیں، اور حرام ہیں، اور ظاہر ہے، کہ دیسی کوے غراب الزرع نہیں ہیں، لہذا یہ غراب البقع کے ساتھ ملحق ہو کر حرام ہوں گے، و نیز دیسی کوے زمانہ نبوی و زمانہ صحابہ و زمانہ تابعین و تبع تابعین میں موجود تھے، مگر خیر القرون کے لوگوں میں سے کسی سے دیسی کوے کا کھانا، یا اس کے حلال ہونے کا فتوی دینا ہرگز ثابت نہیں ہے، بلکہ اس کے خلاف ثابت ہے، جیسا کہ ابن ماجہ کی دونوں روایتوں سے ظاہر ہوا، پس اس وجہ سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے، کہ دیسی کوے حلال نہیں، ہذا ما عندی واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم۔

کتبہ محمد عبدالرحمن المبارکفوری عفی عنہ | سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندوستان میں خصوصا ممالک مغربی و شمالی میں دو قسم کا کوا پایا جاتا ہے، ایک وہ جو چونچ سے پیر تک بالکل سیاہ ہوتا ہے، اور ایک وہ جس کی گردن کی نسبت پیر زیادہ سیاہ ہوتے ہیں، پس ان دونوں کوؤں میں کون حلال ہے، اور کون حرام ہے، یا مکروہ اور اگر مکروہ ہے، تو کس قسم کا، نیز مشارق الانوار میں یہ حدیث ہے۔ عائشۃ خمس من الدواب کلھن فاسق یقتلن فی الحل والحرم الغراب والحداۃ والعقرب والفارۃ والکلب العقور۔ کیا اس حدیث سے کوے کا حرام ہونا ثابت ہوتا ہے، اگر نہیں، تو اور کیا مطلب ہے، احسن المسائل ترجمہ کنز میں اس کوے کو جس کی گردن کی نسبت پیر زیادہ سیاہ ہوتے ہیں ابلق لکھ کر حرام لکھا ہے، اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک مالا بد میں ایسے کوے کو جائز لکھا ہے، اس تفریق کا کیا سبب ہے۔

**الجواب**:۔ دونوں قسم کے کوے حرام ہیں، اور ان کی حرمت پر حضرت عائشہ رضی کی حدیث جس کو سائل نے مشارق الانوار سے نقل کیا ہے دلالت کرتی ہے، اور وجہ دلالت دو ہیں، ایک تو یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں مطلق غراب کو حل اور حرم دونوں جگہوں میں قتل کرنے کا حکم فرمایا ہے، اور کسی جانور کے قتل کرنے کا حکم

---

لہ پانچ جانور فاسق ہیں، ان کو حل اور حرم دونوں جگہوں میں قتل کیا جائے، کوا، چیل، بچھو، چوہا، کاٹنے والا کتا ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اس کے حرام ہونے کی دلیل ہے نیل الاوطار میں ہے۔ قال المهدی فی البحر اصول التحریم اما نص الکتاب او السنۃ او الامر بقتلہ کالخمسۃ[1] اور دوسرے یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلق غراب کو فاسق کہا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی جانور کو فاسق کہنا اس کے حرام اور غیر ماکول اللحم ہونے کی دلیل ہے ابن ماجہ میں ہے۔ عن[2] ابن عمر قال من یاکل الغراب وقد سماہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاسقا واللہ ماھو من الطیبات ونیز اسی کتاب میں ہے۔ عن[3] عائشۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الحیۃ فاسقۃ والعقرب فاسق والفارۃ فاسق فقیل للقاسم ایوکل الغراب قال من یاکلہ بعد قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاسقا۔ اور اس حدیث کی بعض روایات میں جو مطلق غراب کے ایک فرد یعنی غراب البقع کی تخصیص آگئی ہے، سو اس سے غراب البقع ہی کے ساتھ حرمت منصوص نہیں ہوگی، احسن المسائل میں جو اس کوے کو جس کی گردن کی نسبت پیر زیادہ سیاہ ہوتے ہیں البلق لکھ کر حرام لکھا ہے سو اس کی وجہ یہ ہے، کہ مصنف احسن المسائل نے اس قسم کے کوے کو ابقع سمجھا ہے، اور غراب البقع بالاتفاق حرام ہے، حدیث میں اس کی تصریح آگئی ہے، اور غراب ابقع اس کوے کو کہتے ہیں جس کی پشت یا شکم میں سفیدی ہو، فتح الباری میں ہے۔ وھو الذی فی ظھرہ او بطنہ بیاض انتھی، مالابد منہ میں ایسے کوے کا جس کی گردن کی نسبت پیر زیادہ سیاہ ہوتے ہیں، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہونا نہیں لکھا ہے، مالابد منہ میں غراب کی نسبت صرف اس قدر لکھا ہے وغراب کہ دانہ وگیاست مختلط می خورد مکروہ است، وغراب زرع کہ فقط دانہ میخورد وخرگوش ودیگر حیوانات بری حلال اند، واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ

**سید محمد نذیر حسین**

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوا حلال ہے یا حرام ازروئے شرع شریف جواب مدلل عنایت ہو، اگر حرمت ثابت کی جائے، تو بحوالہ نص قرآنی ہو یا بحوالہ

---

[1] مہدی کے بحر میں کہا، کہ اصول تحریم یا تو کتاب کی نص ہے یا سنت یا اس کے قتل کا حکم، جیسے پانچ چیزیں ۱۲ [2] ابن عمر نے کہا، کوا کون کھاتا ہے، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام فاسق رکھا ہے، خدا کی قسم وہ پاکیزہ چیزوں میں سے نہیں ہے ۱۲ [3] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سانپ فاسق ہے، بچھو فاسق ہے، چوہا فاسق ہے، قاسم سے پوچھا گیا، کیا کوا کھایا جاتا ہے، کہنے لگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کے فاسق کہنے کے بعد اس کو کون کھا سکتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حدیث صحیح، اور اگر حلال کہا جائے، تو حوالہ نص قرآنی کا ہو یا حدیث صحیح کا، کوا بھی جانور جو جنگل گاؤں شہر میں اڑتا بستا رہتا ہے، خوراک اس کی بھی نجاست، روٹی، ہڈی، بوٹی، حلال، حرام سب ملی جلی ہے، کسی قسم خاص کرنے کی نسبت سوال نہیں کیا جاتا، فقط یہی کوا جو ہندوستان میں ہے اس کی بابت سوال کیا جاتا ہے، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ یہ کوا جو ہندوستان کے جنگل گاؤں شہر میں بکثرت پایا جاتا ہے، اور خوراک اس کی بھی نجاست، روٹی، ہڈی، بوٹی، حلال، حرام سب ملی جلی ہوتی ہے، حرام ہے، بیان اس کا یہ ہے، کہ یہ کوا ابقع ہے۔ وھو الذی فی ظھرہ او بطنہ بیاض کذا فی الفتح والنیل، اور ابقع کوے کی حرمت پر یہ حدیث دال ہے۔ عن عائشۃ رض قالت امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقتل خمس فواسق فی الحل والحرم الغراب والحدأۃ والعقرب والفارۃ والکلب العقور متفق علیہ نیل الاوطار میں ہے قولہ الغراب ھذا الاطلاق مقید بما عند مسلم من حدیث عائشہ بلفظ الابقع وھو الذی فی ظھرہ وبطنہ بیاض ولا عذر لمن قال یحمل المطلق علی المقید من ھنا انتھی زیادت ابقع کے قبول میں اختلاف ہے ابن بطال و ابن عبد البر و ابن قدامہ نے اس زیادت کو قبول نہیں کیا ہے، اور دوسرے محدثین نے اس کو قبول کیا ہے، کذا فی الفتح والنیل، اور ہمارا مدعا دونوں تقدیر پر حاصل ہے، وامابر تقدیر عدم قبول زیادت، پس اس لئے کہ مطلق غراب کے افراد میں سے غراب ابقع بھی ہے جب مطلق کی حرمت ثابت ہوئی، تو مقید کی بھی بالاولےٰ ثابت ہوئی، وامابر تقدیر قبول زیادت پس ظاہر ہے، اور اجماع علماء سے بھی اس کوے کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔ قال الحافظ فی الفتح وقد اتفق العلماء علی اخراج الغراب الصغیر الذی یاکل الحب من ذلک ویقال لہ غراب الزرع ویقال لہ الزاغ وافتوا بجواز اکلہ فبقی ماعداہ من الغربان ملتحقا بالابقع

---

۱؎ وہ کوا وہ ہے، جس کی پیٹھ اور پیٹ پر سفیدی ہوتی ہے ۱۲ ۲؎ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ فاسقوں کے حرم اور حل میں قتل کرنے کا حکم فرمایا، کوا، چیل، بچھو، چوہا، اور کاٹنے والا کتا ۱۲ ۳؎ کوا، یہ مطلق لفظ مسلم کی حدیث سے مقید ہے جس میں ابقع کی قید ہے، اور وہ کوا وہ ہے، جس کی پیٹھ اور پیٹ پر سفیدی ہوتی ہے، اور جو آدمی مطلق کو مقید پر محمول کرتے ہیں، ان کو اس سے کوئی عذر نہیں ہے ۱۲

۴؎ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں کہا ہے، کہ علماء نے بالاتفاق اس سے چھوٹے کوے کو مستثنیٰ کیا ہے، جو دانہ ہی کھاتا ہے، اور جسے زراعت کا کوا کہا جاتا ہے، اور اسے زاغ کہتے ہیں، اس کے کھانے کو جائز رکھا ہے، اور اس کے علاوہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



انتہی وقال الشعرانی فی المیزان ومن ذلک اتفاق الائمۃ الثلاثۃ علی تحریم کل ذی ناب من السباع و مخلب من الطیر یعدو بہ علی غیرہ کالعقاب والبصقر والبازی والشاہین وکذا ما لا یخلب لہ اذا کان یاکل الجیف کالنسر والرخم والغراب الابقع والاسود غیر غراب الزرع مع قول مالک باباحۃ ذلک کلہ علی الاطلاق انتہی واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

کتبہ محمد نذیر عفی عنہ — سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ ما قولہم رحمہم اللہ در صورتے کہ کافرے گوشت ذبیحہ بفروشد، و بیان کند کہ این ذبیحہ را مسلم ذبح کردہ است و دلیل بر ذبح مسلم قول کافر است فقط، دریں صورت باعتماد قول کافر ایں ذبیحہ حلال است یا حرام و نیز در قریہ مثلاً عادت باشد کہ از مسلمانان ذبح کنند و کفار گوشت می فروشند، مگر خریدار را ذبح کردن مسلمان آن ذبیحہ را بجز قول کافر یا عادت از وجہ دیگر معلوم نمی شود پس حکمش چیست؟

**الجواب**:۔ بر قرینہ وغیرہ اعتماد کردہ نمی شود تا وقتے کہ دلیل شرعی قائم نشود، ازیں جہت حنفیاں حکم بر قیافہ نمی سازند وعلی الخصوص در حلت و حرمت کہ محل احتیاط و احتراز است، پس در صورت مرقومہ حکم بر قول کافر در باب حلت و حرمت کہ از جملہ دیانات است نکردہ شود یعنی آن گوشت بقول کافر کہ ذبح کردہ مسلم است خوردن جائز نیست۔ قال فی الدر المختار قول الکافر مقبول بالاجماع فی المعاملات لا فی الدیانات انتہی وقال محمد بن الحسن الشیبانی

جتنے بھی کوے ہیں، وہ ابقع سے ملحق ہیں، شعرانی نے میزان میں کہا ہے، اسی لئے ائمہ ثلاثہ نے ہر اگنی والے درندے اور ہر پنجے سے پکڑ کر کھانے والے پرندے کی حرمت پر اتفاق کیا ہے، جو پنجے سے دوسرے پر حملہ کرتا ہے، جیسے عقاب، شکرا، باز، شاہین وغیرہ اور اسی طرح وہ جانور جو پنجے سے حملہ تو نہیں کرتا لیکن مردار کھاتا ہو، جیسے گدھ، ابقع اور سیاہ کوا، زراعت کا کوا اس سے مستثنیٰ ہے، امام مالک تمام قسم کے کوؤں کو مباح کہتے ہیں۔

سوال:۔ کافر گوشت بیچتے ہیں، اور کہتے ہیں، کہ مسلمانوں نے اس کو ذبح کیا ہے، اور ایسے رواج بھی ہیں ہے کہ اس علاقہ میں ہندو لوگ جانور مسلمانوں ہی سے ذبح کراتے ہیں، ایسی صورت میں ان سے گوشت لے کر مسلمانوں کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟ مطلب یہ ہے، کہ اس پر اعتماد صرف کافر کے قول پر ہی کرنا پڑتا ہے، اور یا پھر رواج پر۔

الجواب:۔ کافر کی اس بات پر کہ اس جانور کو مسلمانوں نے ذبح کیا ہے" احناف کے نزدیک اعتبار نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ حلت و حرمت دیانات سے ہے، اور دیانات میں کافر کی شہادت مقبول نہیں ہے، لہٰذا جب تک کوئی شرعی دلیل قائم نہ ہو جائے، اس کو کھانا جائز نہیں ہے، درمختار میں ہے، کافر کا قول معاملات میں بالاتفاق

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فی الموطا فان اتی بذلک مجوسی وذکر ان مسلما ذبحہ لم یصدق ولم یوکل واللہ اعلم بالصواب

| | | |
|---|---|---|
| سید محمد نذیر حسین ۱۲۷۰ | رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۶۵ | محمد صدر الدین ۱۲۴۰ |
| محمد قطب الدین ۱۲۶۷ | نوازش علی | محمد کریم اللہ ۱۲۴۱ |
| احمد علی کل حال ۱۲۶۶ | فقیر احمد سعید احمدی ۱۲۵۵ | |

جواب صحیح است واز قرینہ قاطعہ ثبوت حکم درباب حلت وحرمت نتواند شد درباب تعزیرات البتہ اعتبار آن داشتہ اند۔ واللہ اعلم

حسبنا اللہ بس حفیظ اللہ ۱۲۶۰

**سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص بندوق بنام خدا سر کرے، وقبل از ذبح شکار مرجاوے، تو کھانا اس شکار کا جائز ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب:** اصل یہ ہے، کہ اللہ کا نام لے کر ایسی دھار دار چیز سے شکار کیا جاوے جو اپنے دھار دار ہونے کی وجہ سے شکار میں نفوذ کر سکے، اور شکار قبل از ذبح مرجاوے تو وہ شکار حلال ہے، اس کا کھانا جائز ہے، اور جو چیز ایسی نہیں ہے، بلکہ وہ ثقیل اور بھاری چیز ہے، جو اپنے ثقیل اور بھاری ہونے کی وجہ سے شکار کو مارتی ہے جیسے پتھر اور بھاری لکڑی یا وہ چیز بھاری بھی نہیں ہے، بلکہ رامی کی قوت کی وجہ سے شکار کو مارتی ہے، جیسے بندوق کی گولی، اور چھرا، اور غلیل کی گولی، سو ان دونوں قسم کی چیزوں کا شکار جو قبل از ذبح مرجاوے، تو وہ حلال نہیں ہے، اس کا کھانا جائز نہیں ہے، حافظ ابن حجر فتح الباری جزو ۲۳ صفحہ ۲۸۹ میں لکھتے ہیں۔ قال[1] المہلب اباح اللہ الصید علی صفۃ فقال تنالہ ایدیکم ورماحکم ولیس الرمی بالبندقۃ ونحوھا من ذلک وانما ھو وقیذ واطلق الشارع ان الخذف لا یصاد بہ لانہ لیس من المجہزات وقد اتفق العلماء الا من شذ منھم علی تحریم اکل ما قتلتہ البندقۃ والحجر انتہی وانما کان کذلک لانہ یقتل الصید بقوۃ رامیہ لا بحدہ

مقبول ہے دیانات میں نہیں، امام محمد نے موطا میں کہا ہے، کہ اگر مجوسی گوشت لائے، اور کہے کہ اس کو مسلمان نے ذبح کیا ہے، تو اس کو سچا نہیں سمجھا جائے گا، اور نہ وہ گوشت کھانا جائز ہوگا ۱۲

[1] مہلب نے کہا، اللہ تعالیٰ نے اس طرح کا شکار حلال کیا ہے، کہ جس کو تمہارے ہاتھ اور نیزے پہنچتے ہوں، اور بندوق یا غلیل کا شکار ایسا نہیں ہے، وہ وقیذ ہے (جو چوٹ سے مرگیا) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کنکری سے شکار نہیں کیا جاتا، کیونکہ وہ شکار کا ہتھیار نہیں ہے، ماسوائے چند لوگوں کے علماء کا اتفاق ہے کہ بندوق یا پتھر سے مرا ہوا جانور حرام ہے، کیونکہ وہ شکار کو پھینکنے والے کی طاقت سے مارتا ہے، نہ کہ اپنی تیزی کی وجہ سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



انتہی کلام الحافظ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے صحیح میں لکھتے ہیں باب صید المعراض وقال ابن عمر فی المقتولۃ بالبندقۃ تلک الموقوذۃ وکرہ سالم والقاسم ومجاھد وابراھیم وعطاء والحسن وکرہ الحسن رمی البندقۃ فی القری والامصار ولا یری بہ باسا فیما سواہ، پھر اس باب میں عدی بن حاتم کی یہ حدیث ذکر کی ہے سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن المعراض فقال اذا اصبت بحدہ فکل واذا اصاب بعرضہ فقتل فانہ وقیذ فلا تاکل الحدیث علامہ شوکانی نیل الاوطار میں لکھتے ہیں المراد بالبندقۃ ھی التی تتخذ من طین وتیبس فیرمی بھا حافظ ابن حجر فتح الباری جزو ۲۳ صفحہ ۲۸۷ میں لکھتے ہیں۔ اما اثر ابن عمر فوصلہ البیھقی من طریق ابی عامر العقدی عن زھیر ھو ابن محمد عن زید بن اسلم عن ابن عمر انہ کان یقول المقتولۃ بالبندقۃ تلک الموقوذۃ واخرج ابن ابی شیبۃ من طریق نافع عن ابن عمر انہ کان لا یاکل ما اصابت بالبندقۃ ولمالک فی الموطا عن نافع رمیت طائرین بحجر فاصبتہما فاما احدھما فمات فطرحہ ابن عمر واما سالم وھو ابن عبد اللہ بن عمر والقاسم وھو ابن محمد بن ابی بکر الصدیق فاخرج ابن ابی شیبۃ عن الثقفی عن عبید اللہ بن عمر عنہما انہما کانا یکرھان البندقۃ الا ما ادرکت ذکاتہ ولمالک فی الموطا انہ بلغہ ان القاسم ابن محمد کان یکرہ ما قتل بالمعراض والبندقۃ واما مجاھد فاخرج ابن ابی شیبۃ من وجھین انہ کرہ زاد فی احدھما لا تاکل الا ان یذکی واما ابراھیم وھو النخعی فاخرج ابن ابی شیبۃ من روایۃ

---

۱؎ بندوق یا غلیل کے شکار کے متعلق حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کہا، یہ چوٹ سے مرتا ہے، لہٰذا حرام ہے سالم، قاسم، مجاہد، ابراہیم، عطاء، حسن اس کو مکروہ کہتے ہیں، حسن بستیوں اور شہروں میں غلیلہ مارنے کو مکروہ کہتے البتہ جنگل میں جائز ہے ۱۲ ۲؎ عدی بن حاتم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معراض کے متعلق پوچھا معراض وہ تیر دھار آلہ ہے جسے شکار کی طرف پھینکا جاتا ہے آپ نے فرمایا اگر وہ اپنی تیزی سے شکار کو زخمی کر کے مارے تو اسے کھالو، اور اگر چوٹ سے مارے تو اسے نہ کھاؤ، بندقہ غلیلہ کو کہتے ہیں، جو مٹی اور ردی وغیرہ سے تیار کیا جاتا ہے، نافع کہتے ہیں میں نے پتھر سے دو جانور شکار کئے، ایک تو مر گیا، اور دوسرا زندہ رہا، ابن عمر نے مرے ہوئے کو پھینک دیا، عبید اللہ و عبداللہ بن عمر غلیلہ کے شکار کو حرام کہتے، ہاں اگر زندہ مل جاتا، تو اسے ذبح کر لیتے، قاسم بن محمد کہتے ہیں، کہ غلیلہ کا شکار اگر ذبح کر لو، تو کھاؤ،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الاعمش عنہ کا تاکل ما اصبت بالبندقۃ اکا ان یدرکی ذکاتہ ما عطاء فقال عبد الرزاق عن ابن جریج قال عطاء ان رمیت صیدا ببندقۃ فادرکت ذکاتہ فکلہ والا فلا تاکلہ و اما الحسن وھو البصری فقال ابن ابی شیبۃ حدثنا عبد الاعلی عن ھشام عن الحسن اذا رمی الرجل الصید بالجلاھقۃ فلا تاکل اکا ان تدرک ذکاتہ والجلاھقۃ بضم الجیم وتشدید اللام وکسر الھاء بعدھا قاف ھی البندقۃ بالفارسیۃ والجمع جلاھق انتھی

ونیز صفحہ ۲۸۵ میں لکھتے ہیں۔ قولہ المعراض بکسر المیم وسکون المھملۃ واخرہ معجمۃ قال الخلیل وتبعہ جماعۃ سھم کادیش لہ ولا نصل وقال ابن درید وتبعہ ابن سیدہ سھم طویل لہ اربع قذذ رقاق فاذا رمی بہ اعترض وقال الخطابی المعراض نصل عریض لہ ثقل ورزانۃ وقیل عود رقیق الطرفین غلیظ الوسط وھو المسمی بالخذافۃ وقیل خشبۃ ثقیلۃ اخرھا عصا محدد راسھا وقد لا یحدد وقوی ھذا الاخیر النووی تبعا لعیاض وقال القرطبی انہ المشھور وقال ابن التین المعراض عصا فی طرفھا حدیدۃ یرمی الصائد بھا الصید فما اصاب بحدہ فھو ذکی فیوکل وما اصاب بغیر حدہ فھو وقیذ فقولہ وما اصاب بعرضہ فھو وقیذ) وفی روایۃ فی الباب الذی یلیہ بعرضہ فقتل فانہ وقیذ فلا تاکل وقیذ وزن عظیم بمعنی مفعول وھو ما قتل بصا او حجر او ما لا حد لہ ووقع فی روایۃ ھمام عن عدی الآتیۃ بعد باب قلت انا نرمی بالمعراض قال کل ما خزق وھو بفتح المعجمۃ والزای بعدھا قاف ای نفذ یقال سھم خازق ای نافذ وحاصلہ ان السھم وما فی معناہ اذا اصاب الصید بحدہ حل وکانت تلک ذکوتہ واذا اصابہ بعرضہ لم یحل لانہ فی معنی الخشبۃ الثقیلۃ والحجر ونحو ذلک من الثقل وقولہ بعرضہ ای بغیر طرفہ المحدد وھو حجۃ للجمھور فی التفصیل المذکور وعن الاوزاعی

---

ورنہ نہ کھاؤ، مجاہد، ابراہیم نخعی، عطاء، حسن بصری کا بھی یہی قول ہے ۱۲ ؎ معراض کی تعریف میں اختلاف ہے، بعض نے کہا، کہ وہ ایک ایسی ثقیل لکڑی ہے، جس کا ایک سرا تیز اور باریک ہوتا ہے، بعض کے نزدیک اس کے دونوں سرے باریک ہوتے ہیں، اور درمیان سے موٹی لکڑی ہوتی ہے، اس لکڑی کو پھینکنے سے دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں، اگر باریک سرا شکار کے جسم میں کھب جائے، اور اسے زخمی کر دے، اور خون نکل کر جانور مرے، تو وہ حلال ہے، بشرطیکہ اس کو پھینکتے وقت اللہ کا نام لیا ہو، اور اگر لکڑی تیز سرے کی طرف سے نہ لگے، اور شکار صرف چوٹ کی شدت سے مرے، اور خون نہ نکلے، تو وہ جانور حرام ہے، یہی اصول تمام چیزوں کے شکار میں ہے، اور جمہور کا یہی مذہب ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وغیرہ من نقہاء الاسلام حل ذلک انتہی ملخصا۔ منتقی الاخبار میں ہے عن عدی قال قلت یارسول اللہ انا قوم نرمی فما یحل لنا قال یحل لکم ما ذکیتم وما ذکرتم اسم اللہ علیہ وخزقتم فکلوا منہ رواہ احمد وھو دلیل علی ان ما قتلہ السہم بثقلہ لا یحل انتہی، ونیز اسی کتاب میں ہے۔ عن ابراھیم عن عدی بن حاتم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رمیت فسمیت فخزقت فکل وان لم تخزق فلا تاکل وکاتاکل من المعراض الا ما ذکیت وکاتاکل من البندقۃ الا ما ذکیت رواہ احمد وھو مرسل ابراھیم لم یلق عدیا۔ قال الشوکانی فی النیل وان کان مرسلا کما ذکرہ لکن معناہ صحیح ثابت عن عدی فی الصحیحین وقال قولہ فخزقت فکل فیہ ان الخزق شرط الحل انتہی، موطا امام محمد میں ہے اخبرنا مالک اخبرنا نافع قال رمیت طائرین بحجر وانا بالجرف فاصبتہما فاما احدھما فطرحہ عبداللہ بن عمر واما الآخر فذھب عبداللہ یذکیہ بقدوم فمات قبل ان یذکیہ فطرحہ ایضا قال محمد وبہذا ناخذ ما رمی بہ الطیر فقتل بہ قبل ان تدرک ذکوتہ لم یوکل الا ان یخزق او یبضع واذا خزق او بضع فلا باس باکلہ وھو قول ابی حنیفۃ والعامۃ من فقہائنا انتہی، سبل السلام میں ہے والحدیث ای حدیث المعراض اشارۃ الی الترمن من الآلات الاصطیاد وھی الحدد فانہ صلی اللہ علیہ وسلم اخبرہ انہ اذا اصاب بحد المعراض اکل فانہ محدد واذا اصاب بعرضہ قلا یاکل وفیہ انہ لا یحل صید المثقل والی ھذا ذھب مالک والشافعی وابوحنیفۃ واحمد وثوری وذھب الاوزاعی ومکحول وغیرھما من علماء

---

۱؎ عدی نے عرض کیا، یارسول اللہ ہم شکاری لوگ ہیں، کون سا شکار حلال ہے؟ آپ نے فرمایا، ہر وہ شکار حلال ہے جس پر تم اللہ کا نام لے کر تیر پھینکو اور اپنی تیری سے خون نکال کر اسے مار دے، اور اگر ایسا نہ ہو، تو اگر جانور زندہ مل جائے تو ذبح کر لو اور اگر چوٹ سے مر جائے اور خون نہ نکلے، تو وہ حرام ہے ۱۲ ۲؎ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تو تیر پھینکے، اور اللہ کا نام لے، اور وہ خون نکال دے، تو کھایا کر، اور اگر خون نہ نکلے، تو نہ کھایا کر، معراض اور بندق یا غلیلہ کا شکار اگر ذبح کر لو، تو کھاؤ، ورنہ نہ کھاؤ ۱۲ ۳؎ نافع نے کہا میں نے دو پرندے ایک پتھر سے شکار کئے، ایک مر گیا، ایک زندہ تھا، عبداللہ بن عمر نے مردہ کو پھینک دیا، اور زندہ کو ذبح کرنے لگے، تو وہ بھی ذبح کرنے سے پہلے مر گیا، تو انہوں نے اسے بھی پھینک دیا، امام محمد نے کہا، اگر جانور کو پتھر سے مارا جائے، تو اگر زندہ مل جائے، تو اسے ذبح کر لو، اور اگر مر گیا ہو تو اسے پھینک دو، امام ابوحنیفہ اور عام فقہاء کا یہی مذہب ہے ۱۲

۴؎ اوزاعی اور مکحول اور شامی علماء معراض کے شکار کو مطلقاً حلال کہتے ہیں، خواہ خون نکلے یا نہ نکلے، اور امام مالک اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الشام الی انہ یحل صید المعراض مطلقا الی قولہ ومن فرق بین ما خزق من ذلک وما لم یخزق نظرا الی حدیث عدی ھذا وھو الصواب انتہی واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ | سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی مسلمان نے کسی جانور حلال کو بارادہ و نیت تعظیم و تقرب و نذر غیر اللہ کے ذبح کرنا دل میں ٹھہرایا یعنی یہ کہ فلاں بزرگ کے نام کا ہے، یا یہ گائے فلاں بزرگ کے نام کی ہے، اور بطور عادت کے اس کو بسم اللہ کہہ کر ذبح کیا، تو اس جانور کا گوشت حلال رہا یا حرام و مردار ہو گیا، اور ایسے عقیدہ والا مسلمان رہا، یا کہ گنہ گار اور مرتد ہو گیا، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ درصورت سوال سائل وہ جانور ذبیحہ حرام و مردار ہو گیا، اور ایسے عقیدہ والا مرتد و کافر ہوا، چنانچہ تفسیر کبیر اور تفسیر نیشاپوری میں مذکور ہے۔ قال العلماء لو ان مسلما ذبح ذبیحۃ وقصد بذبحھا التقرب الی غیر اللہ صار مرتدا و ذبیحتہ ذبیحۃ مرتد انتہی اور تفسیر حدادی میں مذکور ہے۔ فحرم[1] اللہ کل ذبیحۃ یتقرب بذبحھا الی غیر اللہ تعالی انتہی وھکذا فی تفسیر عبد الصمد۔ پس جب جان جانور کو واسطے تعظیم و تقرب غیر کے دل میں قصد کیا، اور بطریق عادت کے بسم اللہ کہہ کر ذبح کیا، تو اعتبار دل کا ہو گا نہ زبان کا، کیونکہ اعمال دل سے تعلق رکھتے ہیں نہ زبان سے، دل میں نیت نماز ظہر کی کی، اور زبان سے لفظ عصر کا نکلا، تو دل کا اعتبار ہو گا نہ زبان کا[2]۔ لا یخفی ان النیۃ باللسان مع غفلۃ الجنان غیر معتبر لما ورد ان اللہ لا ینظر الی صوركم ولا الی اموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم وفی روایۃ ولکن ینظر الی قلوبکم ونیاتکم فلو نوی الظہر بقلبہ فی وقتہ وتلفظ بنیۃ العصر لا یضرہ بخلاف العکس وھذا معنی قولھم لا عبرۃ باللسان

---

شافعی، ابو حنیفہ، احمد، سفیان ثوری کہتے ہیں کہ اگر اپنی تیزی سے خون نکال کر مارے، تو جائز ہے، ورنہ حرام ہے، اور یہی صحیح ہے ۱۲ [1] تمام علماء نے کہا ہے، کہ اگر کوئی مسلمان ایسا ذبیحہ ذبح کرے، جس سے غیر اللہ کا تقرب مقصود ہو تو وہ مرتد ہو جائے گا، اور اس کا ذبیحہ مرتد کا ذبیحہ ہو گا ۱۲ [2] اللہ تعالیٰ نے ہر ایسے ذبیحہ کو حرام کیا ہے جس سے مقصود غیر اللہ کا تقرب ہو ۱۲ [3] یہ بات تو مخفی نہیں ہے، کہ دل بے خبر ہو، اور زبان سے نیت کی جائے، تو وہ معتبر نہ ہو گی، کیونکہ حدیث میں آیا ہے، کہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور دولت کو نہیں دیکھتے، بلکہ تمہارے دلوں کو دیکھتے ہیں، مثلاً اگر کوئی آدمی دل میں نماز ظہر کی نیت رکھتا ہو، اور زبان سے نماز عصر کے الفاظ نکل جائیں، تو اس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



انتہی ما فی المرقاۃ شرح المشکوۃ لملا علی قاری الہروی وھکذا فی تنویر الابصار والدر المختار وغیرھما من کتب الفقہ۔ ذبح[1] لقدوم الامیر ونحوہ کواحد من العظماء یحرم لانہ اھل بہ لغیر اللہ ولو ذکر اسم اللہ علیہ ولو ذبح للضیف لا یحرم لانہ سنۃ الخلیل علیہ السلام واکرام الضیف اکرام اللہ تعالیٰ وفی شرح الوھبانیۃ عن الذخیرۃ ونظمہ فقال شعر

وفاعلہ جمہورھم قال کافر وفضلی واسمٰعیل لیس یکفر

کذا فی تنویر الابصار والدر المختار ذبح لقدوم الامیر او لواحد من العظماء یحرم ولو ذکر اسم اللہ علیہ کذا فی الاشباہ والنظائر فی کتاب الصید والذبائح عند مرای الضیف تعظیما لہ لا یحل اکلہ کذا عند قدوم الامیر لانہ اھل بہ لغیر اللہ انتہی۔ ما فی الجوھرۃ النیرۃ شرح القدوری کذا فی جامع الرموز وفتاوی قاضی خان والفتاوی العالمگیریۃ وفتاوی مطالب المؤمنین من کتب الحنفیۃ وغیرھا من کتب المذاھب الاخر۔ واللہ اعلم بالصواب۔

| | |
|---|---|
| حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ | سید محمد نذیر حسین |
| خادم شریعت رسول الثقلین تلطف حسین | ذکر رحمۃ ربک عبدہ زکریا ۱۳۰۹ |
| سید محمد عبد السلام غفر لہ | ابو عبد الحی محمد حسین ۱۳۰۱ |
| ابو الحسن محمد امیر الدین غفر لہ | |

**سوال**:۔ گولی اور غلیلہ کا شکار حلال ہے یا حرام، بینوا توجروا

**الجواب**:۔ درصورت مرقومہ معلوم کرنا چاہیئے، کہ جو چیز محدد ہو یعنی تیز دھاری والی خون بہانے والی خواہ قسم آہن سے ہو یا حجر یا نے ہو اس سے شکار حلال ہیں، اور جو چیز محدد نہ ہو اس سے شکار حرام ہے۔ عن رافع بن خدیج قال قلت یا رسول اللہ انا لاقوا العدو غدا ولیست معنا مدی افنذبح بالقضب قال ما انھر الدم وذکر اسم اللہ فکل یعنی فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو چیز رواں کرے اور بہادے خون کو، اور نام اللہ تعالیٰ کا اس پر لیا جاوے، پس کھانے اس کو، رواہ البخاری ومسلم، اور روایت عدی بن حاتم سے ہے۔ قال قلت یا رسول اللہ انا نرمی بالمعراض قال کل ما خزق، فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھا جس کو معراض نے

میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن اس کا عکس مضر ہے، اور اس قول کا یہی مطلب ہے، کہ زبان کا کچھ اعتبار نہیں ہے ۱۲

[1] اگر امیر یا کسی بڑے آدمی کے آنے پر جانور ذبح کرے، تو وہ حرام ہے، کیونکہ وہ غیر اللہ کے نام پر پکارا گیا، اگرچہ بوقت ذبح اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو، اور اگر مہمان کے لئے ذبح کرے، تو وہ حرام نہ ہوگا، کیونکہ وہ سنت خلیل ہے، اور مہمان کی عزت حقیقت میں خدا کے حکم کی تعظیم ہے، اشباہ والنظائر اور جوہرہ نیرہ میں بھی ایسا ہی لکھا ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جراحت کی یعنی خون بہایا، اور نفوذ کیا وما اصاب بعرضہ فلا تاکل متفق علیہ یعنی وہ معراض کہ جو پہنچا عرض کی طرف سے نہ طول کی طرف سے پس مت کھا، انتہی مافی صحیح البخاری مختصرا بقدر الحاجۃ، معراض تیر بے پر کو کہتے ہیں، اور فارسی میں اس کو گز بھی کہتے ہیں۔ او قتلہ معراض بعرضہ وھو سھم لا ریش لہ سمی بہ لانہ یصیبہ بعرضہ ولو لزاسہ حد فاصاب بحدہ حل کذا فی الدر المختار، یا شکار کو معراض نے قتل کیا ساتھ عرض اپنے کے تو وہ حرام ہے، اور جو معراض کے کنارے پر حدت اور تیزی ہو، اور وہ شکار کو تیزی کی طرف سے لگے تو وہ حلال ہے، ترجمہ درمختار کا تمام ہوا، معراض بوزن محراب، تیر ہے بے پر کا، دونوں کنارے اس کے باریک اور درمیان میں اس کے موٹا، وہ نشانہ پر عرض کی جانب سے لگتا ہے، نہ تیزی کی طرف سے کذا فی القاموس اور شکار غلیلہ کا یعنی جس کو غلیل سے شکار کرتے ہیں خواہ سیسے کا ہو، یا مٹی کا ہو، عبداللہ بن عمر رضہ سے حرمت اس کی مطلقا مروی ہے، قال ابن عمر رضی المقتولۃ بالبندقۃ تلک الموقوذۃ ذکرہ سالم ومجاھد والقاسم وابراھیم وعطاء والحسن کذا فی صحیح البخاری اور ابن عمر کے قول پر شکار اس کا مطلقا حرام ہے، خواہ مدور ہو خواہ نوکدار، اور یہی مسلک ہے صاحب کافی وکنز وفتاوے عالمگیری کا عوام کے حق میں یہی قول احوط ہے۔ وما قتلہ بالمعراض بعرضہ وبالبندقۃ حرم کذا فی الکنز والبندقۃ لا تجرح وان رماہ بالسیف او السکین فان اصابہ بحدہ اکل والا لا کذا فی العینی شرح الکنز والھدایۃ ولا یوکل ما اصابہ البندقۃ فمات بھا کذا فی الکافی والفتاوی العالمگیریۃ وفتاوی قاضی خان، اور درمختار میں مذکور ہے، کہ اگر غلیلہ نوکدار، تیز، تیر کے موافق ہو تو اس کا شکار حلال ہے۔ والاۃ، او بندقۃ ثقیلۃ ذات حدۃ حرم بقتلھا بالثقل لا بالحدۃ ولو کانت خفیفۃ لھا حدۃ حل بقتلھا بالجرح حینئذ ولو لم یجرحہ لا یوکل مطلقا

---

۵۱ حضرت عبداللہ بن عمر نے غلیلہ سے مرے ہوئے شکار کے متعلق فرمایا یہ موقوذہ (چوٹ سے مرا ہوا) ہے، سالم، مجاہد، قاسم، ابراہیم، عطاء اور حسن نے بھی اسی طرح کہا ہے ۱۲ ۵۲ جس جانور کو معراض اپنے عرض کی طرف سے مار دے، یا جو جانور غلیلہ سے مرے وہ حرام ہے، کیونکہ غلیلہ سے زخم تو نہیں ہوتا، بلکہ وہ تو چوٹ سے مرتا ہے، اور اگر تلوار یا چھری اس کی طرف پھینکے، تو اگر وہ اپنی تیزی سے مار دے، تو کھا لیا جائے گا، ورنہ نہیں، کافی عالمگیری اور قاضی خاں میں بھی ایسا ہی ہے ۱۲ ۵۳ اگر غلیلہ بھاری بھی ہو اور تیز دھار بھی، تو اس کا شکار بھی حرام ہے، اور اگر ہلکا تو تیز ہو، اور اپنی تیزی کی وجہ سے اس کو زخم کر کے مارے، تو حلال ہے، اور اگر زخمی نہ ہو تو مطلقا حرام ہے، اور زخم میں خون گرنا شرط ہے، بعض کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وشرط فی الجرح الادماء وقیل لا ملتقی او تمامہ فیما علقتہ علیہ کذا فی الدر المختار اور اگر غلیلہ نے شکار زخمی نہ کیا، تو اس کا کھانا مطلقاً درست نہیں ہے خواہ غلیلہ بھاری ہو یا ہلکا، گول ہو یا نوکیلا، اور زخم میں خون بہنا شرط حلت ہے اکثر کے نزدیک، اور بعض متاخرین کے نزدیک شرط نہیں، اسی واسطے بلفظ قیل ذکر کیا۔ والاصل فی ھذہ المسائل ان الموت اذا اضیف الی الجرح قطعا حل الصید واذا اضیف الی الثقل قطعا حرم وان شک ولم یدر انہ مات بالثقل او الجرح حرم احتیاطا وان رماہ بسیف او بسکین فاصابہ بحدہ فجرحہ حل وان اصابہ بقفا السکین او بقبض السیف حرم کذا فی الفتاوی العالمگیریۃ، واضح ہو، کہ فتوی بندقہ کے شکار میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کے قول پر اولے واحوط ہے، کیونکہ عوام کے نزدیک تحقیق وتدقیق کہ بندقہ ثقیل ہو، تو حرام اور خفیف تو کدار ہو، تو حلال نہایت متعذر ومشکل ہے، اور بنا بر اس کے سید احمد طحطاوی مصری نے درمختار کے حاشیہ میں شیخ زین الدین ابن نجیم الدین حنفی صاحب بحر الرائق سے نقل کیا ہے کہ جب ان سے یہ استفتاء طلب ہوا، کہ جو شخص چڑیوں کا شکار کرتا ہے، سیسے اور مٹی کی گولی سے اس کا کھانا درست ہے یا نہیں، تو جواب لکھا، اس کا کھانا حلال نہیں ہے انتہی ترجمہ کلامہ، صاحب طحطاوی کہتا ہے، کہ میں کہتا ہوں، کہ سیسے کی گولی کے شکار میں احتیاط یہ ہے، کہ اس کا کھانا حلال نہیں ہے اس واسطے کہ گولی تو اندفاع عنیف یعنی زور سے پھینکنے کے سبب سے قتل کرتی ہے نہ اپنی حدت اور باڑھ کی تیزی سے، واللہ اعلم بالصواب، ہکذا فی الطحطاوی۔

اور علمائے محققین ہندوستان کا فتوی بھی اسی پر ہے، کہ گولی کا شکار حلال نہیں ہے، کیوں کہ اس میں ماانہرالدم کا اثر نہیں پایا جاتا، اگرچہ اس قدر کافی ہے، زیادہ بیان کی ضرورت نہیں ہے لیکن بنا بر تنبیہ بعض علماء کے کہ مسئلہ گولی سے غافل ہیں مرۃ بعد اخری تصریح وتشریح کی جاتی ہے، کہ قاعدہ کلیہ شرع شریف کا یہ ہے، کہ جو شئے محدد کہ جس سے انہار دم ممکن ہو وہ آلہ ذبح ہے، خواہ ذبح اختیاری ہو، یا اضطراری، گوش ہوش سے سننا چاہیئے، کہ رافع بن خدیج سے بخاری ومسلم میں مروی ہے قال افتذبح بالقصب آیاذبح کنیم بہ نے کہ تیز باشد مانند کارد قال ما انہر الدم وذکر اسم اللہ علیہ

---

لہ ان مسائل میں اصل یہ ہے، کہ اگر موت زخم کی وجہ سے ہو، تو وہ جانور حلال ہے، اور اگر ثقل کی وجہ سے ہو، تو حرام ہے اور اگر زخم یا ثقل کی موت میں شک ہو، تو احتیاطاً حرام ہے، اگر چھری یا تلوار پھینکی، اگر پھل کی طرف سے جانور کو لگی، اور خون نکل گیا تو حلال ہے، اور اگر دستہ کی جانب سے لگے تو حرام ہے ۱۲ سے کہا کیا ہم سرکنڈے یا گنا کی چھال سے جانور ذبح کر لیا کریں، آپ نے فرمایا، جو چیز بھی خون گرائے اور اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو، اس سے کھا لیا کرو ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فکل فرمود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چیزے کہ روان گرداند خون را و بردہ شد نام خدا پس بخور کذا فی ترجمۃ الشیخ عبدالحق المحدث الدہلوی۔ یقال انہرت الدم ای اسلتہ کذا فی مفردات القرآن للامام الراغب وھکذا فی المرقاۃ ۱؎ اور روایت عدی بن حاتم سے صحیحین میں مروی ہے قلت انا نرمی بالمعراض قال کل ما خزق گفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بخور چیزے را کہ جراحت کردہ شود و نفوذ نمودہ متفق علیہ کذا فی ترجمۃ الشیخ، اور عدی بن حاتم سے مشکوۃ کی فصل ثانی میں مروی ہے، قال قلت ارایت احدنا اصاب صید الیس معہ سکین ایذبح بالمروۃ او شقۃ العصا، آیا ذبح بکند بسنگ مردہ یا بہ پارہ شکستہ از چوب۔ فقال امرر الدم بما شئت ما عدا السن والظفر رواہ ابوداؤد والنسائی قال الشارح المروۃ حجر ابیض رقیق یعجل منہ کالسکین ویذبح بہا امرر الدم ای انہر الدم کذا فی المظہری والمرقاۃ، پس روایات ماسبق سے واضح ہوا کہ مالا نہر الدم موجب حلت شکار ہے، بخلاف بندقہ وگولی کے کہ اس میں انہار دم وجرح ونفوذ متصور نہیں ہے، کہ منہر وجارح وخازق ونافذ ہو، وہ تو (یعنی گولی) باعث صدمہ رنجک آلشدہ تفنگ کے باندفاع عنیف لگتی ہے، اور جسم کو پھاڑتی ہے نہ پارہ کی تیزی سے خون بہاتی ہے اس صورت میں انہار دم اس میں ہرگز نہیں پایا جاتا، پھر کیونکر شکار گولی اور غلیلہ کا حلال ہو، اسی بنا پر عبداللہ بن عمر بن الخطاب نے فرمایا ہے۔ قال ابن عمر فی المقتولۃ بالبندقۃ تلک الموقوذۃ وکرہ سالم والقاسم ومجاہد وابراہیم وعطاء والحسن انتہی مافی صحیح البخاری اما اثر ابن عمر فوصلہ البیہقی من طریق ابی عامر العقدی عن زہیر ھو ابن محمد عن زید بن اسلم عن ابن عمر انہ کان یقول المقتولۃ بالبندقۃ تلک الموقوذۃ واخرج ابن ابی شیبۃ من طریق نافع عن ابن عمر رضہ انہ کان لا یاکل ما اصابت البندقۃ ولمالک فی المؤطا عن نافع رمیت طائرین بحجر فاصابتہما فاما احدھما فمات فطرحہ ابن عمر واما سالم وھو

---

۱؎ میں نے کہا، ہم معراض پھینکتے ہیں، آپ نے فرمایا، جو چیز بھی زخمی کرے، اس کا شکار کھا لے ۱۲ ۲؎ میں نے کہا، اگر ہم میں سے کسی کو شکار ملے، اور اس کے پاس چھری نہ ہو، کیا اسے مردہ (پتھر) یا عصا کی پھانک سے ذبح کرے، آپ نے فرمایا، دانت اور ناخن کے سوا جس چیز سے بھی خون بہا دے درست ہے ۱۲ ۳؎ حضرت ابن عمر رضہ نے غلیلہ سے مرے ہوئے جانور کے بارے میں فرمایا، وہ چوٹ سے مرا ہوا ہے، سالم، قاسم، مجاہد، ابراہیم، عطاء، حسن کا یہی مذہب ہے، حضرت ابن عمر رضہ کے اثر کو بیہقی اور ابن ابی شیبہ نے بیان کیا ہے، نافع کہتے ہیں کہ میں نے دو پرندے ایک پتھر سے مارے، ایک تو مر گیا، اس کو ابن عمر رضہ نے پھینک دیا اور سالم بن عبداللہ بن عمر اور قاسم بن محمد بن ابی بکر رضہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ابن عبد الله بن عمر والقاسم وهو ابن محمد بن ابی بکر الصدیق فاخرج ابن ابی شیبة عن الشعبی عن عبید الله بن عمر عنهما انهما کانا یکرهان البندقة الا ما ادرکت ذکاته وللمالک فی المؤطا انه بلغه ان القاسم بن محمد کان یکره ما قتل بالمعراض والبندقة واما مجاهد فاخرج ابن ابی شیبة عن وجهین انه کرهه زاد فی احدهما لا تاکل الا ان یذکی واما ابراهیم وهو النخعی فاخرج ابن ابی شیبة من روایة الاعمش عنه لا تاکل ما اصبت بالبندقة الا ان یذکی واما عطاء فقال عبد الرزاق عن ابن جریج قال عطاء ان رمیت صیدا بالبندقة فادرکت ذکاته فکله واما الحسن وهو البصری فقال ابن ابی شیبة حدثنا عبد الاعلی عن هشام عن الحسن اذا رمی الرجل الصید بالجلاهقة فلا تاکل الا ان تدرک ذکاته والجلاهقة بضم الجیم وتشدید اللام وکسر الهاء بعدها قاف هی البندقة بالفارسیة والجمع جلاهق انتهی ما فی فتح الباری شرح البخاری لابن حجر العسقلانی قال المهلب اباح الله الصید علی صفة فقال تنالنه ایدیکم ورماحکم ولیس الرمی بالبندقة ونحوها من ذلک وهو وقیذ واطلق الشارع ان الخذف لا یصاد به وقد اتفق العلماء الا من شذ منهم علی تحریم اکل ما قتله البندقة والحجر وانما کان کذلک لانه یقتل الصید بقوة رامیه لا بحده کذا فی فتح الباری من عنیه وهکذا فی نیل الاوطار ایضا اور جو کچھ شیخ محمد بن عبد اللہ تمر تاشی خوارزمی شاگرد ان شاگرد شیخ زین الدین ابن نجیم الدین صاحب بحر الرائق نے اپنے متن تنویر الابصار میں لکھا ہے، کہ بندقة ثقیلة ذات حدة حرم بقتلها بالمثقل لا بالحدة ولو کانت خفیفة لها حدة تحل بقتلها بالجرح حینئذ الی اخرہ، شاید یہ ساخت و پرداخت وضع گولی اور غلیلہ کی دیار خوارزم میں ہوگی،

---

اور مجاہد کے اثر کو ابن ابی شیبہ نے بیان کیا ہے، کہ یہ بزرگ غلیلہ اور معراض کے مرے ہوئے جانور کو حرام کہتے تھے، اور ابراہیم نخعی کے اثر کو بھی ابن ابی شیبہ نے نکالا ہے، اور عطاء کے اثر کو عبد الرزاق نے، اور حسن بصری نے کہا جس کو غلیلہ مار دے اس کو نہ کھائے، مہلب نے کہا خدا تعالیٰ نے وہ شکار حلال کیا جس کو یا انسان کا ہاتھ ذبح کرے یا نیزہ، اور غلیلہ کا شکار اس طرح کا نہیں ہے مگر ماسوائے چند آدمیوں نے تمام علماء کا اتفاق ہے کہ جس کو غلیلہ یا پتھر مار دے وہ حرام ہے، کیونکہ وہ شکار کو اپنی تیزی کی وجہ سے نہیں بلکہ مارنے والے کی چوٹ سے مرا ہے" ۱۲ اگر غلیلہ ثقیل بھاری تیز دھار ہو، تو اس کا شکار حرام ہے کیونکہ وہ اپنی تیزی سے نہیں بلکہ بوجھ سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بخلاف اور دیار عرب و مصر و ہندوستان کے کہ ایسی گولی نہیں ہوتی، چنانچہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ و سالم و قاسم وغیرہ مرقوم بالا، اور قول شیخ زین الدین مرقوم الصدر اور فتوی صاحب کافی و کنز اور عالمگیری کسے یہ توجیہات نہیں پائی جاتیں، بلکہ گولی کا شکار مطلقاً حرام ہے، مذکورین بالا کے نزدیک اور اصطلاح خاص و طرز جدید صاحب تنویر کی شاذ و نادر ہے، یہ حکم علت کا عموماً ہندوستان کی گولی پر نہیں ہو سکتا۔ الامور بمقاصدھا قاعدہ کلیہ فقہ کا ہے، بنابر اس کے فتح الباری میں مذکور ہے۔ قد اتفق العلماء الا من شذ منھم علی تحریم اکل ما قتلتہ البندقۃ والحجر الی اخر ما تقدم فیہ۔ واللہ اعلم بالصواب فاعتبروا یا اولی الالباب۔

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ شکار جانور وحشی چار پایہ یا پرندہ کا مباح ہے یا ممنوع، اور جو شخص شکار کرنے کو برا جانے، اور نیز شکار کرنے والے کو برا کہے، وہ شخص کیسا ہے، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ شکار کرنا مباح و مشروع ہے، قرآن مجید میں ہے۔ فاذا حللتم فاصطادوا وحرم علیکم صید البر ما دمتم حرما الایۃ وما علمتم من الجوارح مکلبین تعلمونھن مما علمکم اللہ فکلوا مما امسکن علیکم الایۃ، اور صحاح ستہ وغیرہ کتب احادیث میں مباح و جواز شکار کرنے میں مروی ہیں اور منقول، اور اسی پر اجماع کا تعامل ہے، اور کتاب الصید ہر کتاب فقہ و حدیث میں مذکور ہے، اس صورت میں جو کوئی شکار کرنے کو برا جانے، اور شکار کرنے والے کو برا کہے وہ جاہل اور خطاوار اور ہم عقیدہ کفار ہے، اور مبتلی ہے وسوسہ شیطانی میں اس سے توبہ کرے، اور حلال کو حرام نہ جانے۔ قال اللہ تعالی وان الشیاطین لیوحون الی اولیائھم لیجادلوکم وان اطعتموھم انکم لمشرکون الایۃ من سورۃ الانعام و اللہ اعلم بالصواب فاعتبروا یا اولی الالباب

العاجز سید محمد نذیر حسین عافاہ اللہ فی الدارین — سید محمد نذیر حسین

---

لے سے مارتا ہے، اور اگر خفیف ہو، تو اس کا شکار حلال ہے ۱۲ لے تمام علماء کا اتفاق ہے، کہ جو جانور غلیلہ یا پتھر سے مرے وہ حرام ہے ۱۲ لے اور جب تم حلال ہو جاؤ، تو شکار کر لو، اور جب تم احرام کی حالت میں ہو، تو تم پر جنگل کا شکار حرام ہے، الایۃ اور جو تم شکاری پرندوں کو سکھلاؤ، خدا کے حکم کے مطابق، جو تمہارے لئے روک رکھیں اس سے کھاؤ ۱۲ لے اللہ تعالی نے فرمایا، شیطان اپنے دوستوں کی طرف وحی کرتے ہیں، تاکہ وہ تم سے جھگڑیں، اگر تم نے ان کا کہا مان لیا تو تم بھی مشرک ہو جاؤ گے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**سوال**:- چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عمرو کہتا ہے، کہ ذبیحہ اہل بدعت کا جن کی بدعت کفر کو پہنچ گئی ہو حلال ہے، اور امامت نادرست ہے، اور نکاح ان کی عورتوں سے درست ہے، قیاساً علی اہل الکتاب، پس حکم ان کا مانند حکم اہل کتاب کے ہے، نہ مانند اہل ارتداد کے، اور زید کہتا ہے، کہ قول عمرو کا سراسر خطا ہے، بلکہ کفر ہے کیونکہ منکر ضروریات دین کا مرتد ہے، اور مرتد کو حکم اہل کتاب کا دینا سراسر انکار ہے ضروریات دین سے پس ان دونوں سے کون سا مصیب ہے؟

**الجواب**:- زید مصیب ہے، اہل بدعت جن کی بدعت کفر کو پہنچتی ہے کسی صورت سے اہل کتاب کا حکم نہیں پا سکتے، بلکہ مرتد کہلائیں گے، اور ان کے ساتھ مرتدین کا سا معاملہ کیا جاوے گا، عن[1] ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من بدل دینہ فاقتلوہ رواہ البخاری وعنہ ایضا مرفوعا من خالف دینہ دین الاسلام فاضربوا عنقہ اخرجہ الطبرانی منکر ضروریات اسلام ومبتدع بہ بدعات مکفرہ کو اہل کتاب پر قیاس کرنا بالکل غلط اور بے اصل بات ہے۔ نہ کسی نے سلف وخلف میں سے ایسا قیاس کیا، اور نہ کوئی سمجھ دار کر سکتا ہے، اگر کتابی پر قیاس کیا بھی جاوے، اور اس کو مثلاً یہود اور نصرانی قرار دیا جاوے، تو بھی وہ از روئے شریعت محمدیہ مرتد معدود ہوگا، اور اس کا معاملہ مرتدین کا ہوگا جیسا کہ اوپر والی حدیثوں سے ظاہر ہوا۔ وعن معاذ بن جبل فی رجل اسلم ثم تہود لا اجلس حتی اقتل قضاء اللہ ورسولہ فامر بہ فقتل متفق علیہ۔ واللہ اعلم بالصواب

سید محمد نذیر حسین

**ھو الموفق**:- یہ بات صحیح ہے، کہ جن مبتدعین مسلمانوں کی بدعت کفر کو پہنچی ہے، وہ اہل کتاب کا حکم نہیں پا سکتے، رہی یہ بات کہ وہ مرتد کہلائیں گے یا نہیں، اور ان کے ساتھ مرتدین کا سا معاملہ کیا جاوے گا یا نہیں، سو اس میں تفصیل ہے، وہ یہ کہ جو شخص ضروریات دین میں سے کسی ایسے امر کا انکار کرے، جس کا ثبوت علی سبیل التواتر ہو، اور اس کے ثبوت میں علماء کا اختلاف نہ

---

[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو اپنے دین کو بدل دے، اس کو قتل کر دو، اور فرمایا جو دین اسلام سے پھر جائے، اس کو قتل کر دو (بخاری) ۱۲ [2] حضرت معاذ بن جبل نے ایک آدمی کے متعلق کہا، جو پہلے مسلمان تھا، لیکن بعد میں یہودی ہو گیا، کہ میں اس وقت تک نہ بیٹھوں گا، جب تک اس کو قتل نہ کیا جائے گا، پھر اس کے متعلق حکم دیا گیا، تو اسے قتل کر دیا گیا (بخاری، مسلم) ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہو بلکہ اس کا ضروریات دین سے ہونا متفق علیہ ہو تو ایسا شخص مرتد کہلاوے گا، اور اس کے ساتھ معاملہ مرتدین کا سا کیا جاوے گا، اور جو مسلمان شخص ایسا نہ ہو، وہ نہ مرتد کہلائے گا، اور نہ اس کے ساتھ مرتدین کا سا معاملہ کیا جاوے گا، حافظ ابن حجر شرح نخبہ میں بدعت کی بحث میں جو اسباب جرح سے ایک سبب سے لکھتے ہیں۔ والتحقیق انہ لا یرد کل مکفر ببدعۃ لان کل طائفۃ تدعی ان مخالفیہا مبتدعۃ وقد تبالغ فتکفر مخالفیہا فلو اخذ ذلک علی الاطلاق لاستلزم تکفیر جمیع الطوائف فالمعتمد ان الذی ترد روایتہ من انکر امرا متواترا من الشرع معلوما من الدین ضرورۃ وکذا من اعتقد عکسہ فاما من لم یکفر بھذہ الصفۃ وانضم الی ذلک ضبط لما یرویہ مع ورعہ وتقواہ فلا مانع من قبولہ انتہی۔ حافظ کے اس کلام سے تفصیل مذکور کا ثبوت ظاہر ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سانڈ جو بازاروں میں پھرتے ہیں، ان کا کھانا درست ہے، یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ سانڈ کے چھوڑنے والے اگر اس کے کھانے کی اجازت دیں، تو اس کا کھانا درست ہے، اور ان کی اجازت نہ ہو، تو بلا ان کی اجازت کے کھانا ہرگز درست نہیں، سانڈ کے چھوڑنے والے اگر اجازت دیں، تو اس کا کھانا اس وجہ سے درست ہے، کہ سانڈ سائبہ ہے، اور سائبہ حلال ہے، اور اس کا کھانا درست ہے، لہٰذا سانڈ حلال ہے اور اس کا کھانا درست ہے، سائبہ کے حلال ہونے پر قرآن مجید کی کئی آیتیں دلالت کرتی ہیں، از انجملہ ایک یہ آیت ہے۔ قد خسر الذین قتلوا اولادھم سفہا بغیر علم وحرموا ما رزقھم اللہ افتراء علی اللہ قد ضلوا وما کانوا مھتدین یعنی بے شک خسارہ اٹھایا، ان لوگوں نے جنہوں نے نادانی سے اپنی اولاد کو قتل کیا، اور حرام ٹھہرایا اس چیز کو جو اللہ نے ان کو دی، اللہ پر جھوٹ باندھ کر، بے شک وہ گمراہ ہوئے، اور وہ راہ پانے والے نہ ہوئے،

---

لہ تحقیق یہ ہے، کہ ہر ایسے شخص کی روایت رد نہ کی جائے گی، جسے کوئی آدمی بدعتی یا کافر کہہ دے، کیونکہ ہر فرقہ اپنے مخالفین کو بدعتی کہتا ہے، تو اس طرح تو کوئی آدمی کفار و بدعت کے فتوی سے نہ بچ سکے گا، ہاں جو ہر شخص کسی امر متواتر یا شریعت کے کسی ایسے حکم سے منکر ہو جس کا اسلام سے ہونا یقینی ہو یا اس طرح کا عقیدہ رکھے، تو اس کی روایت مردود ہوگی، اور جو اس طرح کا نہ ہو، اور اس کے ساتھ ہی متقی اور پرہیزگار بھی ہو، تو اس کی روایت قبول ہوگی ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مفسرین نے لکھا ہے، کہ یہ آیت ان لوگوں کی شان میں نازل ہوئی ہے، جو لڑکیوں کو جان سے مار ڈالتے تھے، اور سائبہ وغیرہ کو حرام ٹھہراتے تھے، جامع البیان میں ہے وحرموا مارزقھم اللہ من البحائر ونحوھا، اور مدارک میں ہے وحرموا مارزقھم اللہ من البحائر والسوائب وغیرھما اور ابوالسعود میں ہے، وحرموا مارزقھم اللہ من البحائر والسوائب وغیرھما، پس جب یہ آیت سائبہ وغیرہ کے حرام ٹھہرانے والوں کی شان میں نازل ہوئی ہے، تو معلوم ہوا، کہ سائبہ وغیرہ کو حرام ٹھہرانا سخت گناہ اور اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے، اور سائبہ وغیرہ کو حلال ٹھہرانا، اور اس کے کھانے کو درست جاننا فرض ہے، اور ازاں جملہ ایک یہ آیت ہے۔ یاایھا الناس کلوا مما فی الارض حلالا طیبا ولا تتبعوا خطوات الشیطان۔ یعنی اے لوگو کھاؤ زمین کی چیزوں میں سے جو حلال طیب ہے، اور مت پیروی کرو شیطان کے قدموں کی، مفسرین نے یہاں بھی لکھا ہے، کہ یہ آیت ان لوگوں کی شان میں نازل ہوئی ہے، جنہوں نے سانڈ وغیرہ کو حرام ٹھہرا لیا تھا، جمل حاشیہ جلالین میں ہے قولہ نزل فی من حرم السوائب ونحوھا ای کالبحائر والوصائل والحامی قالہ ابن عباس وھو المشھور جامع البیان میں ہے۔ ونزلت فی قوم حرموا علی انفسھم السوائب والوصائل والبحائر۔ مدارک میں ہے۔ ونزل فیمن حرموا علی انفسھم البحائر ونحوھا، اور اسی طرح تفسیر کبیر، اور ابوالسعود وغیرہما میں بھی مذکور ہے، پس جب یہ آیت بھی سائبہ وغیرہ کے حرام ٹھہرانے والوں کی شان میں نازل ہوئی ہے، تو اس آیت سے بھی معلوم ہوا، کہ سانڈ کو حرام ٹھہرانا گناہ، اور حلال جاننا ضروری ہے، اور ازاں جملہ ایک آیت یہ ہے۔ ماجعل اللہ من بحیرۃ ولا سائبۃ ولا وصیلۃ ولا حام ولکن الذین کفروا یفترون علی اللہ الکذب واکثرھم لا یعقلون، یعنی اللہ نے نہیں ٹھہرائے ہیں بحیرہ اور نہ سائبہ، اور نہ وصیلہ اور نہ حام ولیکن کافر لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور اکثر ان میں بے عقل ہیں، اس آیت سے صاف ثابت ہوا، کہ سائبہ حلال ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام نہیں کیا، مگر کفار نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھ کر اس کو حرام ٹھہرا لیا ہے، تفسیر کبیر میں ہے،

---

۱؎ یہ آیت ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے، جنہوں نے بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام وغیرہ کو حرام ٹھہرا لیا، حضرت عباس کا یہی قول ہے ۱۲ ۲؎ مدارک اور جامع البیان وغیرہ میں بھی یہی لکھا ہے، کہ یہ ان لوگوں کے متعلق ہوئی ہے، جنہوں نے بحیرہ، سائبہ وغیرہ کو اپنے اوپر حرام کیا ۱۲ ۳؎ چونکہ کفار ایسے جانوروں سے اٹھانا حرام سمجھتے تھے، حالانکہ وہ بہت تنگ دست بھی ہوتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، کہ نے تو بحیرہ، سائبہ وغیرہ کو حرام نہیں کیا ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لما کان الکفار یحرمون علی انفسھم الانتفاع بھذہ الحیوانات وان کانوا فی غایۃ الاحتیاج الی الانتفاع بین اللہ تعالیٰ ان ذلک باطل فقال ماجعل اللہ من بحیرۃ ولا سائبۃ ولا وصیلۃ ولا حام ونیز اس میں ہے قولہ ماجعل اللہ ای ماحکم اللہ بذلک ولا شرع ولا امر بہ۔ اور نیز اس میں ہے۔ قال ابن عباس ولکن الذین کفروا یفترون علی اللہ الکذب یرید بہ عمرو بن لحی واصحابہ یقولون علی اللہ ھذہ الاکاذیب والاباطیل فی تحریمھم ھذہ الانعام والمعنی ان الرؤساء یفترون علی اللہ الکذب فاما الاتباع والعوام فاکثرھم لا یعقلون فلا جرم یفترون علی اللہ الاکاذیب من ھؤلاء الرؤساء جامع البیان میں ہے ماجعل اللہ من بحیرۃ ای ماشرع ذلک ولا امر بالتبحیر ونیز اس میں ہے۔ ولکن الذین کفروا یفترون علی اللہ الکذب فی تحریمھم ھذہ الانعام۔ مدارک میں ہے ومعنی ماجعل ماشرع ذلک وما امر بہ ولکن الذین کفروا بتحریمھم ما حرموا یفترون علی اللہ الکذب فی نسبتھم ھذا التحریم الیہ۔ الحاصل سانڈ کی حلت پر یہ آیتیں صاف دلالت کرتی ہیں، پس سانڈ کے فی نفسہ حلال ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے، پس اس سانڈ کے ساتھ اگر اس کے چھوڑنے والے کا حق متعلق ہے، اور راضی نہیں ہے، کہ اس کے چھوڑے ہوئے سانڈ کو کوئی پکڑ کر کھائے، بلکہ وہ اس سے مانع ہے، تو اس صورت میں اس کا سائبہ کھانا جائز نہیں ہے بوجہ تعلق حق غیر کے، اور اگر اس سانڈ کے ساتھ اس کے چھوڑنے والے کا حق متعلق نہیں ہے، اور اس نے اجازت دے دی ہے، کہ جو شخص چاہے میرے اس چھوڑے ہوئے سانڈ کو پکڑ کر کھائے، تو اس صورت میں اس سانڈ کا کھانا بلاشبہ جائز ہے، الغرض جیسے تمام حلال چیزیں بوجہ تعلق حق غیر کے بلا اجازت اس کے دوسرے کے حق میں حرام ہوتی ہیں، اور اس کی اجازت سے حلال اسی طرح سانڈ بھی بوجہ تعلق حق غیر کے بلا اجازت اس کے دوسرے کے حق میں حرام ہے، اور اس کی اجازت سے حلال، اگر کوئی کہے، کہ جب سانڈ غیر اللہ

---

۱؎ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم نہیں دیا ہے ۱۲ ۲؎ حضرت ابن عباس رض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھتے ہیں، جیسے عمرو بن لحی اور اس کے ساتھی جنہوں نے اللہ تعالیٰ پر بہتان لگایا، کہ اس نے بحیرہ، سائبہ وغیرہ کو حرام ٹھہرایا ہے، یعنی رؤسائے کفار تو اللہ پر بہتان لگاتے ہیں، اور عوام محض بے وقوف ہوتے ہیں، وہ ان کی پیروی کرتے ہیں، اور پھر وہ بھی اپنے رؤسا کی اتباع میں خدا پر جھوٹ بولتے ہیں ۱۲ ۳؎ یعنی اللہ تعالیٰ نے تو بحیرہ سائبہ وغیرہ کا حکم نہیں دیا ۱۲ ۴؎ جامع البیان اور مدارک میں ہے، کہ کافر جو ان چیزوں کے حرام کرنے کی نسبت خدا تعالیٰ کی طرف کرتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہیں ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کے نام پر چھوڑا گیا، تو بجرد غیر اللہ کے نام پر چھوڑے جانے سے ہی وہ حرام ہو گیا، اور ما اھل بہ لغیر اللہ میں داخل ہو گیا، اور وہ ہمیشہ کے لئے حرام ہو گیا، اب وہ نہ چھوڑنے والے کی اجازت سے حلال ہو سکتا ہے، اور نہ اللہ کے نام پر ذبح ہونے سے درست، تو اس کا جواب یہ ہے، کہ اگرچہ کسی جانور کا غیر اللہ کے نام پر چھوڑنا صریح کفر و شرک ہے، اور اس کا چھوڑنے والا بلاشبہ مشرک ہے، مگر بجرد اس شرک کے کام سے وہ جانور حرام نہیں ہو جاتا، جیسا کہ آیات مذکورہ بالا سے واضح ہوا، اور سانڈ ما اھل بہ لغیر اللہ میں داخل نہیں ہے، اس لئے کہ ما اھل بہ لغیر اللہ سے یا تو وہ جانور مراد ہے، جس پر ذبح کرنے کے وقت غیر اللہ کا نام ذکر کیا جاوے یا وہ جانور مراد ہے، جو غیر اللہ کی تعظیم پر ذبح کیا جاوے، جلالین میں ہے۔ وما اھل بہ لغیر اللہ ذبح علی اسم غیرہ، جلالین میں ہے ما اھل بہ لغیر اللہ یعنی ماذکر عند ذبحہ غیر اسم اللہ، بیضاوی اور ابو السعود میں ہے، ما اھل لغیر اللہ بہ ای رفع بہ الصوت عند ذبحہ للصنم جامع البیان میں ہے وما اھل بہ لغیر اللہ ماذکر غیر اسم اللہ عند ذبحہ مدارک میں ہے۔ وما اھل بہ لغیر اللہ ای ذبح للاصنام فذکر علیہ غیر اسم اللہ تفسیر کبیر میں ہے۔ فمعنی قولہ وما اھل بہ لغیر اللہ یعنی ماذبح للاصنام فذکر علیہ غیر اسم اللہ وھو قول مجاھد والضحاک وقتادۃ وقال الربیع ابن انس وابن زید یعنی ماذکر علیہ غیر اسم اللہ انتہی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

سید محمد نذیر حسین

**ھو الموفق**:۔ جیسا کہ آیات مذکورہ بالا سے سانڈ کی حلت ثابت ہوتی ہے، اسی طرح صحیح مسلم کی اس حدیث سے بھی ثابت ہوتی ہے۔ عن عیاض بن حمار المجاشعی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ذات یوم فی خطبتہ الا ان ربی امرنی ان اعلمکم ما جھلتم مما علمنی یومی ھذا کل مال نحلتہ عبدا حلال لہ وانی خلقت عبادی حنفاء کلھم وانھم اتتھم الشیاطین فاجتالتھم عن دینھم وحرمت علیھم ما احللت لھم الحدیث کذا فی المشکوۃ صفحہ ۴۵۱۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی لمعات شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں۔ قولہ

---

لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں فرمایا مجھے خدا نے حکم دیا ہے، کہ جو چیزیں تم نہیں جانتے وہ میں تم کو سکھلاؤں جو مال جو میں کسی بندے کو بخش دوں، وہ اس پر حلال ہے، میں نے اپنے تمام بندوں کو دین حنیف پر پیدا کیا ہے پھر ان کے پاس شیاطین آئے، اور ان کو ان کے دین سے پھیر دیا، اور جو چیزیں میں نے ان پر حلال کی تھیں اس نے ان پر حرام کر دیں ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حلال[1] لہ لا یستطیع احد ان یحرمہ من تلقاء نفسہ وھو انکار لما حرموا علی انفسھم من البحیرۃ والسائبۃ والوصیلۃ الخ، ظاہر اس حدیث سے اور ظاہر آیات مذکورہ بالا سے ثابت ہوتا ہے، کہ سانڈنی نفسہ حلال ہے، اور ظاہر آیت ما اھل بہ لغیر اللہ سے ثابت ہوتا ہے کہ سانڈنی نفسہ حرام ہے، انہیں دلائل مختلفہ کی وجہ سے سانڈ کی حلت و حرمت میں علماء کی رائیں مختلف واقع ہوئی ہیں، بعض سانڈ کی حرمت کے قائل ہوئے ہیں، اور بعض سانڈ کو حلال طیب جانتے ہیں، فریقین میں سے ہر ایک دوسرے کی دلیل کی تاویل کرتا ہے، اس قسم کے مسائل میں اہل علم کو نہایت تحقیق و غور و فکر سے کام لینا چاہیئے، اور پھر جو حق معلوم ہو، اس پر عمل کرنا چاہیئے، اور فریق مخالف پر طعن نہیں کرنا چاہیئے۔ اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ۔

کتبہ محمد عبد الرحمٰن المبارکفوری، عفا اللہ عنہ۔

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین محمدی اس بارے میں، کہ چربی خنزیر کی حلال ہے یا حرام اور پھوپھی اور خالہ سے نکاح حلال ہے یا حرام، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ چربی سور کی بلکہ سب چیز اس کی حرام قطعی ہے، اس کی حرمت میں کسی اہل علم کا اختلاف نہیں، اور یہ مسئلہ قرآن مجید کا ہے، اس کی حرمت کا بیان سورہ مائدہ میں مذکور ہے، زیادہ تحقیق بیان کی نہیں ہے، علی ہذا القیاس پھوپھی اور خالہ سے نکاح حرام قطعی اور حرمت اس کی منصوص ہے، سو اس مسئلہ میں بھی کسی کا اختلاف نہیں ہے، چنانچہ اللہ صاحب نے سورہ نساء میں بیان اس کا بخوبی ارشاد فرمایا ہے، باقی احادیث اور فقہ سے تشریح اس مسئلہ کی بالتفصیل ظاہر ہے، واللہ اعلم بالصواب

حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

---

[1] یعنی حلال کا مطلب یہ ہے، کہ کوئی بھی ان کو حرام نہیں کہہ سکتا، اور اس میں ان لوگوں کا رد ہے، جنہوں نے اپنے اوپر بحیرہ، سائبہ وغیرہ کو حرام کر لیا ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# کتاب اللباس والزینۃ

**سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت محرم کو کرتی و دوپٹہ باریک کپڑے کا پہننا منع ہے یا نہ، یا اگر عورت ایسے گھر میں رہتی ہو کہ جس میں سوائے اس کے خاوند کے اور کسی دوسرے مرد غیر محرم کا گذر بھی نہ ہو اور کل غیر محرم مردوں سے وہ پردہ کرتی ہو اور بغیر اجازت خاوند کے کہیں نہ جاتی ہو تو ایسی صورت میں اگر عورت محرم کرتی باریک کپڑے کی پہنے تو جائز ہے یا ناجائز بینوا توجروا۔

**الجواب:** عورتوں کو باریک کپڑا پہننا جس میں بدن ظاہر ہو منع ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے کپڑے پہننے پر وعید فرمائی ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صنفان من امتی لم ارھما کاسیات عاریات مائلات ممیلات علی رؤسھن امثال اسنمۃ البخت المائلۃ لایرین الجنۃ ولا یجدون ریحھا رواہ مسلم و احمد صاحب نیل الاوطار فرماتے ہیں۔ قیل کاسیات من نعمۃ اللہ عاریات من شکرھا وقیل معناہ تستر بعض بدنھا ویکشف بعضھا اظھارا للجمال ونحوہ وقیل تلبس ثوبا رقیقا یصف لون بدنھا پھر فرماتے ہیں سافر المصنف للاستدلال علی کراھۃ لبس المرأۃ ما یحکی بدنھا وھو احد التفاسیر واکا خبار بان من فعل ذلک من اھل النار وانہ لا یجد ریح الجنۃ مع

---

لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میری امت میں سے دو قسم کی عورتیں ہوں گی، بظاہر لباس پہنا ہوگا لیکن حقیقت میں ننگی ہوں گی، خود مردوں پر مائل ہوں گی، اور مردوں کو اپنی طرف مائل کریں گی، ان کے سروں پر اس طرح بال بنائے ہوئے ہوں گے جیسے اونٹ کی کوہان، وہ نہ جنت کو دیکھیں گی، نہ اس کی خوشبو پائیں گی (مسلم احمد)

ک اللہ کی نعمت کا لباس تو ان پر ہوگا، لیکن شکر سے ننگی ہوں گی، یا ان کے بدن کا کچھ حصہ تو چھپا ہوا ہوگا، اور کچھ ننگا ہوگا، یا یہ کہ وہ باریک کپڑے پہنیں گی جس سے بدن نظر آئے گا، مصنف نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے، کہ عورت کو باریک کپڑے پہننا مکروہ ہے، اور ایسی عورتیں دوزخی ہیں، وہ جنت کی خوشبو نہ پائیں گی، حالانکہ اس کی خوشبو پانچ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ان ربحها یوجد من مسیرۃ خمس مائۃ عام وعید شدید یدل علی تحریم ما اشتمل علیہ الحدیث من صفات ھذین الصنفین انتہی۔ واللہ اعلم

حررہ عبد الرحیم عفی عنہ | سید محمد نذیر حسین

**ھوالموفق:۔** فی الواقع عورتوں کو باریک کپڑا پہننا جس سے بدن کی رنگت و جھلک ظاہر ہو ممنوع ہے اگرچہ وہ ایسے گھروں میں رہتی ہوں جن میں بجز ان کے خاوند کے کسی مرد غیر محرم کا گذر نہ ہو، کیونکہ ان کے لئے ایسے باریک کپڑے پہننے کی عام ممانعت آئی ہے، اور کسی حالت میں ان کو ایسے باریک کپڑے پہننے کی اجازت نہیں آئی ہے سنن ابی داؤد میں دحیہ ابن خلیفہ سے روایت ہے۔ قال اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقباطی فاعطانی منھا قبطیۃ فقال اصدعھا صدعین فاقطع احدھما قمیصا واعط الاخر امرأتک تختمر بہ فلما ادبر قال ومر امرأتک تجعل تحتہ ثوبا لا یصفھا قال المنذری فی اسنادہ عبد اللہ بن لھیعۃ ولا یحتج بحدیثہ وقد تابع ابن لھیعۃ علی روایتہ ھذہ ابو العباس یحیی بن ایوب المصری وقیہ مقال وقد احتج بہ مسلم واستشھد بہ البخاری۔ عون المعبود صفحہ ۱۱۰ جلد ۴ شرح سنن ابوداؤد میں ہے۔ القباطی جمع قبطیۃ وھی علی ما فی الھدایۃ ثوب من ثیاب مصر رقیقۃ بیضاء انتہی مختصرا نیل الاوطار صفحہ ۱۲۴ جلد ۱ میں اس حدیث کے تحت میں ہے۔ والحدیث یدل علی انہ یجب علی المرأۃ ان تستر بدنھا بثوب لا یصفہ وھذا شرط ساتر العورۃ وانما امر بالثوب تحتہ لان القباطی ثیاب رقاق لا تستر البشرۃ عن رؤیۃ الناظر بل تصفھا انتہی

---

سو سالہ راہ سے محسوس ہونے لگے گی، اس حدیث میں سخت وعید ہے ان عورتوں کے لئے جو ان صفات کی حامل ہوں گی ۱۲ ؎۱ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قبطی کپڑے آئے، آپ نے ان میں سے مجھے بھی ایک کپڑا دیا، اور فرمایا، اس کے دو حصے کر لینا، ایک سے اپنی قمیص سلوا لینا، اور دوسرا کپڑا اپنی عورت کو دوپٹہ کے لئے دے دینا، جب میں واپس جانے لگے، تو آپ نے فرمایا، کہ اپنی عورت سے کہنا اس کے نیچے کوئی اور کپڑا بھی رکھے، ایسا نہ ہو کہ اس کا بدن نظر آتا رہے ۱۲ ؎۲ قباطی ایک نہایت باریک کپڑا تھا جو مصر میں تیار ہوتا تھا ۱۲ ؎۳ اس حدیث میں دلیل ہے، کہ عورت کے لئے ضروری ہے کہ اپنے بدن کو ایسے کپڑے سے ڈھانپے، جس سے بدن نظر نہ آئے، حضور نے قباطی کے نیچے اور کپڑا رکھنے کی ہدایت کی کیونکہ وہ باریک کپڑا تھا، اور اس سے چہرہ نہیں ڈھانپا جا سکتا، بلکہ اس سے تو اچھی طرح چہرہ خوشنما نظر آنے لگتا ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور موطا امام مالک صفحہ ۳۶۶ میں ہے[1] ما یکرہ للنساء لباسہ من الثیاب مالک عن علقمۃ عن امہ انہا قالت دخلت حفصۃ بنت عبد الرحمن علی عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلی حفصۃ خمار رقیق فشقتہ عائشۃ وکستہا خمارا کثیفا ثم ذکرنی ھذا الباب حدیث ابن شہاب المرفوع وفیہ کم من کاسیۃ فی الدنیا عاریۃ یوم القیامۃ۔ مشکوۃ شریف صفحہ ۳۶۹ میں ہے۔ عن[2] عائشۃ ان اسماء بنت ابی بکر دخلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہا ثیاب رقاق فاعرض عنہا وقال یا اسماء ان المرأۃ اذا بلغت المحیض لن یصلح ان یری منہا الا ھذا وھذا واشار الی وجہہ وکفیہ رواہ ابوداؤد۔ اشعۃ اللمعات میں اس حدیث کے تحت میں ہے ازین حدیث معلوم می شود کہ چوں اندام در جامہ باریک نماید حکم برہنہ دارد انتہی۔ واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم۔ کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ

**سوال**:۔ موئے زہار مؤنثات کو سنت سے کس طور دور کرنا چاہیئے بینوا توجروا

**الجواب**:۔ واضح ہو کہ موئے زہار مؤنثات کے دور کرنے میں حضرت نے یوں ارشاد فرمایا ہے۔ عن جابر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا دخلت لیلا فلا تدخل علی اھلک حتی تستحد المغیبۃ وتمتشط الشعثۃ متفق علیہ یعنی بے شک فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب رات کو آوے اپنے شہر میں تو اسی دم اپنے گھر والوں پر مت داخل ہو یہاں تک کہ استعمال آہن کا کرلے یعنی استرہ سے موئے زہار صاف کرلے زوجہ تیری اور کنگھی کرلے اپنے بالوں میں اور نورہ وغیرہ کا استعمال بھی درست ہے ان دونوں میں سے جس میں آسانی ہو وہ فعل اختیار کرے واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

حررہ محمد حمایت اللہ عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ استعمال موئے کا عورتوں کے لئے جائز ہے یا نہ بینوا توجروا۔

---

[1] حفصہ بنت عبد الرحمن حضرت عائشہ رضہ کے پاس آئیں ان پر ایک باریک دوپٹہ تھا آپ نے اس کو پھاڑ ڈالا اور ایک موٹے کپڑے کا دوپٹہ ان کو اڑھا دیا ۱۲

[2] بہت سی عورتیں دنیا میں کپڑے پہنے ہوئے ہوں گی لیکن قیامت کو ننگی ہوں گی ایک دفعہ اسماء بنت ابی بکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور انہوں نے باریک کپڑے پہن رکھے تھے حضور نے ان سے منہ پھیر لیا اور فرمایا اے اسماء عورت جب جوان ہو جائے تو اس کے بدن میں سے صرف چہرہ یا ہاتھ نظر آنے چاہئیں (ابوداؤد)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**الجواب:** جائز ہے۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خمس من الفطرۃ الختان والاستحداد الحدیث رواہ البخاری، یہ حدیث عورت مرد دونوں کو شامل ہے، اس حدیث سے صاف ثابت ہوتا ہے، کہ عورتوں کو استرہ کا استعمال جائز ہے فتح الباری میں ہے۔ قال النووی وغیرہ السنۃ فی ازالۃ شعر العانۃ الحلق بالموسی فی حق الرجل والمرأۃ معا وقد ثبت الحدیث الصحیح عن جابر فی النھی عن طروق النساء لیلا حتی تمتشط الشعثۃ وتستحد المغیبۃ (انتہی) یعنی نووی وغیرہ نے کہا، کہ موئے زیر ناف کے دور کرنے میں سنت یہ ہے کہ استرہ سے مونڈے، اور یہ مرد اور عورت دونوں کے حق میں سنت ہے، اور جابر کی حدیث صحیح سے یہ ثابت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر سے رات کے وقت گھر آنے سے منع فرمایا ہے تاکہ عورت کنگھی کرلے، اور استرہ کا استعمال کرلے، علامہ ابن دقیق العید لکھتے ہیں۔ ان بعضھم مال الی ترجیح الحلق فی المرأۃ لان النتف یرخی المحل یعنی بعض علماء کا میلان اس طرف ہے، کہ عورتوں کے لئے موئے زیر ناف کے اکھاڑنے سے استرہ سے مونڈنا اچھا ہے، کیونکہ اکھاڑنے سے محل ڈھیلا ہو جاتا ہے، الحاصل عورتوں کے لئے استرہ کا استعمال بلاشبہ جائز ہے، جیسا کہ ابوہریرہ رضؓ اور جابر کی حدیث صحیح سے ثابت ہے، واللہ تعالےٰ اعلم، حررہ محمد عبدالحق ملتانی۔

سید محمد نذیر حسین

**سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چاندی کے بٹن مرد کو لگانا چاہیئے یا نہ، بینوا توجروا۔

**الجواب:** مرد کو چاندی کے بٹن لگانا جائز نہیں، ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوئی، ہاں بشرط صحت حدیث کا تتمہ منقالا بٹن کو وزن میں ایک مثقال یعنی ساڑھے چار ماشہ سے زاید نہیں ہونا چاہیئے، اگرچہ جمہور علماء کے نزدیک جس طرح سونے اور چاندی کے برتن میں کھانا پینا حرام ہے اسی طرح سونے اور چاندی کی ہر چیز کا استعمال حرام ہے، مثلاً سونے و چاندی کی سلائی اور سرمہ دانی، اور عطر دانی وغیرہ، تمام استعمال کی چیزوں کا استعمال حرام ہے، اور امام نووی نے تو اس پر اجماع نقل کیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔ والحاصل ان الاجماع منعقد علی تحریم استعمال اناء الذھب والفضۃ فی الاکل والشرب والطھارۃ والاکل بملعقۃ من احدھما وجمیع وجوہ الاستعمال[1] اھ مگر علامہ

[1] حاصل یہ کہ سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانا، پینا، وضو کرنا، اور سونے چاندی کے چمچہ سے کھانا، اور ہر طرح کا استعمال بالاتفاق حرام ہے، اور اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



شوکانی جمہور کی مخالفت کی ہے، اور ان کے کلام کا خلاصہ یہ ہے، کہ سونے اور چاندی کے برتن میں کھانے اور پینے کی ممانعت احادیث سے ثابت ہے، مگر اس کے سوائے سونے اور چاندی کا اور استعمال سو اس کی حرمت ثابت نہیں، اور کھانے اور پینے پر اور استعمال کو قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے اور اصل حلت ہے، اور اس اصل کی تائید حدیث ولکن علیکم بالفضۃ فالعبوا بہا اخرجہ ابوداؤد[1] سے ہوتی ہے علامہ شوکانی کا یہ کلام صحیح ہے، بے شک سونے اور چاندی کے برتن میں کھانے اور پینے کی ممانعت احادیث سے ثابت ہے، رہا سونے اور چاندی کا اور استعمال مثلاً سونے چاندی کی سرمہ دانی وسلائی وغیرہ سو اس کی حرمت ثابت نہیں ہے، بنا علیہ مردوں کے لئے چاندی کے بٹن کے استعمال میں کچھ مضائقہ نہیں معلوم ہوتا، واللہ تعالےٰ اعلم

اور حدیث لا تتختم متفقا کی تخریج وتقید حافظ نے فتح الباری میں اس طرح کی ہے اخرجہ اصحاب السنن[2] وصححہ ابن حبان من روایۃ عبد اللہ بن بریدۃ عن ابیہ ان رجلا جاء الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہ خاتم من شبہ فقال مالی اجد منک ریح الاصنام فطرحہ ثم جاء وعلیہ خاتم من حدید فقال مالی اری علیک حلیۃ اھل النار فطرحہ فقال یا رسول اللہ من

---

[1] تم چاندی کا استعمال کیا کرو ۱۲ [2] ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اس نے پیتل کی انگوٹھی پہن رکھی تھی آپ نے فرمایا میں تجھ سے بتوں کی بو پاتا ہوں اس نے اتار کر پھینک دی، پھر آیا، تو اس نے لوہے کی انگوٹھی پہن رکھی تھی آپ نے فرمایا کیا بات ہے، میں تجھ پر دوزخیوں کا لباس پاتا ہوں، اس نے وہ بھی پھینک دی اور عرض کیا، اے اللہ کے رسول میں کیسی انگوٹھی پہنوں، آپ نے فرمایا چاندی کی بنوا لے لیکن تین مثقال سے کم رکھنا (احمد واصحاب سنن)

---

[1] اخرجہ ایضا احمد والنسائی ورجال ابی داؤد رجال الصحیح غیر اسید بن ابی اسید وھو صدوق وقد صحح اسنادہ المنذری فی الترغیب والترھیب ۱۲ ابو سعید محمد شرف الدین عفی عنہ

[2] اخرجہ ایضا احمد والبزار وابو یعلی الموصلی فی مسانیدھم وھو حدیث ضعیف لضعف عبد اللہ بن مسلم المذکور وقد انفرد بہ۔ نصب الرایہ، تہذیب التہذیب ۱۲ ابو سعید محمد شرف الدین عفی عنہ

(ترجمہ) (۱) ابوداؤد کے علاوہ احمد اور نسائی نے بھی یہ روایت ذکر کی ہے ابوداؤد کی سند میں اسید بن ابی اسید کے علاوہ باقی صحیح کے رجال ہیں، اور اسید صدوق اور ثبت ہیں، منذری نے ترغیب میں اس کی روایت کو صحیح قرار دیا ہے ۱۲

(۲) اس روایت کو احمد، بزار اور ابو یعلی نے اپنی اپنی مسانید میں ذکر کیا ہے، لیکن اس روایت کی سند میں عبد اللہ بن مسلم ضعیف ہے اور چونکہ وہ منفرد بھی ہے، لہذا یہ روایت ضعیف ہے، تہذیب التہذیب ۱۲

(ابو سعید محمد شرف الدین عفی عنہ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ای شئ اتخذہ قال اتخذہ من ورق ولا تتمہ مثقالا وفی سندہ ابو طیبۃ بفتح المہملۃ و سکون التحتانیۃ بعدھا موحدۃ اسمہ عبد اللہ بن مسلم المروزی قال ابو حاتم الرازی یکتب حدیثہ ولا یحتج بہ وقال ابن حبان فی الثقات یخطی ویخالف۔ انتہی

حررہ محمد عبد الحق ملتانی عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**ھو الموفق**:۔ علامہ محمد بن اسمٰعیل امیر نے سبل السلام صفحہ ۱۴ جلد ۱ میں قاضی شوکانی کے اس مسلک کو حق بتایا ہے وعبارتہ ھکذا۔ وھذا فی الاکل والشرب فیما ذکر لا خلاف فیہ واما غیرھما ففیہما الخلاف من سائر الاستعمالات قیل لا تحرم لان النص لم یرد الا فی الاکل والشرب وقیل تحرم سائر الاستعمالات اجماعا ونازع فی الاخیر بعض المتاخرین وقال النص ورد فی الاکل والشرب لا غیر والحاق سائر الاستعمالات بہما قیاسا لا یتم فیہ شرائط القیاس والحق ما ذھب الیہ القائل بعدم تحریم غیر الاکل والشرب فیہما اذ ھو الثابت بالنص ودعوی الاجماع غیر صحیحۃ وھذا من شوم تبدیل اللفظ النبوی بغیرہ فانہ ورد بتحریم الاکل والشرب فقط فعدلوا عن عبارتہ الی الاستعمال وھجروا العبارۃ النبویۃ وجاءوا بلفظ عام من تلقاء انفسہم ولہا نظائر فی عباراتہم انتہی۔ واللہ اعلم۔ کتبہ محمد عبد الرحمٰن المبارکفوری عفا اللہ عنہ۔

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت کو ناک چھدانا اور کیل یا نتھ پہننا جائز ہے یا نہیں، اور کس دلیل سے جائز ہے یا جائز ہے، بینوا بالسنۃ توجروا یوم القیامہ

**الجواب**:۔ عورتوں کو کان چھدانا، اور اس میں بالی وغیرہ زیور پہننا جائز ہے، امام بخاریؒ نے باب یوں منعقد کیا ہے باب القرط للنساء اور اس باب میں ابن عباس کی یہ حدیث ذکر کی

---

لہ کھانے پینے کے متعلق تو کوئی اختلاف نہیں ہے، ان کے سوا دوسری چیزوں میں البتہ اختلاف ہے، بعض اس کو حرام نہیں کہتے، کیونکہ نص صرف کھانے اور پینے کے متعلق ہے اور بعض ہر طرح کے استعمال کو حرام کہتے ہیں، اور اس پر اجماع کے مدعی ہیں، لیکن بعض متاخرین نے دوسرے استعمالات میں اختلاف کیا ہے، اور کہا، کہ نص صرف کھانے پینے کے متعلق ہے اور کسی چیز کے متعلق نہیں ہے، اور دوسری چیزوں کو قیاس سے ان کے ساتھ ملحق کرنا صحیح نہیں، کیونکہ اس میں قیاس کے شرائط نہیں پائے جاتے، اور صحیح بات یہ ہے، کہ کھانے پینے کے سوا اور کوئی چیز حرام نہیں ہے، کیونکہ وہی نص سے ثابت ہے اور اجماع کا دعویٰ بالکل باطل ہے، اور یہ بھی تو ایک بری بات ہے، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مخصوص الفاظ کو اپنی طرف سے عام کر کے خواہ مخواہ لوگوں پر از خود پابندی لگا دی جائے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہے۔ قال[1] ابن عباس امرهن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالصدقة فرایتهن یهوین الی اذانهن وحلوقهن حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں استدل[2] بہ علی جواز ثقب اذن المرأة لتجعل فیها القرط وغیرہ مما یجوز لهن التزین بہ پھر کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں۔ وجاز[3] الجواز فی الاناثی عن احمد للزینة والکراهة للصبی سبل السلام میں ہے۔ وفی کتب الحنابلة ان ثقیب اذان الصبیة جائز کانهم کانوا فی الجاهلیة یفعلونه ولم ینکر علیهم النبی صلی اللہ علیہ وسلم علامہ ابن قیم لکھتے ہیں کرہ الجمهور ثقب اذن الصبی ورخص بعضهم فی الاناثی جب معلوم ہوا کہ زینت کے لئے عورت کو کان کا چھدانا اور اس میں بالی وغیرہ پہننا جائز ہے، تو کان پر قیاس کر کے عورت کو ناک چھدانا، اور اس میں کیل اور نتھ زینت کے لئے پہننا جائز ہے، اور ممانعت کی کوئی وجہ صحیح نہیں معلوم ہوتی، حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں ہے۔ الخزام الذی یقال فی العرف الموجود بین العرب فی زماننا زمامہ کما حققہ صاحب النفائس فهو جائز لانہ من امور العادات کساتر اللباس والحلی فلا باس فی استعمالہ وانما هو کان بدعة لکن البدع اذا لم تکن فی الدین والعبادة بان کانت فی العادة لم تکن ردا نحو البدع فی المآکل والمشارب الملابس والمراکب والمساکن مما لم یقصد بها فاعلها التقرب الی اللہ بل مرادہ مجرد الاستعمال اھ صاحب رد المحتار درمختار کے قول وهل یجوز الخزام فی الانف لمرارہ کے تحت میں لکھتے ہیں قلت ان کان مما تزین بہ النساء کما هو فی بعض البلاد فهو فیها کثقب القرط بھر دربارہ

---

[1] ابن عباس نے کہا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو صدقہ کا حکم دیا، تو میں نے ان کو دیکھا، کہ وہ اپنے کانوں اور گلوں کی طرف جھک رہی ہیں ـــــ اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے، کہ عورتوں کو کان چھیدنا درست ہے، جس میں وہ بالیاں یا اور کوئی زیور پہن سکیں ۱۲ [2] لڑکی کو زینت کے لئے کان چھدانا امام احمد کے نزدیک جائز ہے، اور لڑکے کے لئے منع ہے ۱۲ [3] حنابلہ کی کتابوں میں ہے، کہ بچی کے کان کو چھیدنا جائز ہے، کیوں کہ جاہلیت کے زمانہ میں لوگ ایسا کیا کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منع نہ کیا ۱۲ [4] بچے کے کان چھیدنا جمہور کے نزدیک مکروہ ہے، اور لڑکی میں اجازت دی ہے ۱۲ [5] خزام جس کو ہمارے زمانہ میں نتھ کہتے ہیں، پہننا عورتوں کو جائز ہے، کیونکہ یہ عادی امور سے ہے جیسے دوسرے لباس اور زیور وغیرہ ہیں، اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے، یہ ایک نیا زیور ہے، جو آنحضرت کے زمانہ میں نہ تھا، لیکن اس کا تعلق دین سے نہیں ہے، بلکہ امور عادیہ سے ہے، جیسے کھانے، پینے، پہننے، سوار ہونے اور گھر کی چیزیں، اس سے خدا تعالیٰ کا تقرب مقصود نہیں ہوتا، بلکہ اس سے مراد مطلق استعمال ہے ۱۲ [6] اگر نتھ عورتوں کا زیور ہے، جیسے کہ بعض شہروں میں اس کا رواج ہے، تو وہ بالیوں کی طرح ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جواز طحاوی کا قول نقل فرمایا، پھر لکھا ہے، کہ وقد نص الشافعیۃ علی جوازہ اھ ان عبارات سے معلوم ہوا، کہ عورت کو ناک چھدانا، اور اس میں نتھ اور کیل زینت کے لئے پہننا جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد الحق ملتانی عفی عنہ ۲۶ر صفر ۱۳۱۸ھ | سید محمد نذیر حسین

**ھو الموفق**، امام غزالی نے احیاء العلوم میں لکھا ہے، کہ عورت کا کان چھدانا حرام ہے، ہاں اگر شرع میں اس کے بارے میں کچھ ثابت ہو تو اس صورت میں حرام نہیں ہوگا، حافظ ابن حجر فتح الباری میں غزالی کے اس کلام کو نقل کر کے لکھتے ہیں۔ قلت جاء عن ابن عباس فیما اخرجہ الطبرانی فی الاوسط سبعۃ فی الصبی من السنۃ فذکر السابع منھا وثقب اذنہ انتہی، یعنی ابن عباس رضی کی روایت میں جس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے کان چھدانا آیا ہے، وہ روایت یہ ہے کہ لڑکے میں سات چیزیں سنت ہیں، اور ساتویں چیز یہی کان کا چھدانا بیان کیا ہے، میں کہتا ہوں کہ ابن عباس کی یہ روایت حافظ ابن حجر کے اس قاعدہ کے مطابق جس کو انہوں نے اوائل مقدمہ فتح الباری میں بیان کیا ہے حسن ہونا چاہیئے، مگر علامہ شوکانی نے نیل الاوطار میں اس روایت کو پوری نقل کر کے لکھا ہے، کہ یہ روایت ضعیف ہے، پس اگر یہ روایت حافظ ابن حجر کے قاعدہ سے حسن ہے تو اس سے ثابت ہوتا ہے، کہ عورتوں کو کان چھدانا سنت ہے، اور اگر شوکانی کے لکھنے کے موافق یہ روایت ضعیف ہے، تو ابن عباس کی حدیث مذکور سے جس کو امام بخاری نے باب القرط للنساء میں ذکر کیا ہے کان کے چھدانے کا جواز مستفاد ہوتا ہے، اس واسطے کہ اس حدیث کا حاصل مضمون یہ ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے روز بعد نماز عید کے عورتوں میں وعظ کہا، اور صدقہ وخیرات کی ترغیب دی، تو عورتیں اپنے کان اور گلے کی طرف اپنے ہاتھوں کو بڑھا بڑھا کر کانوں سے بالیاں اور گلے سے ہار نکال نکال کر بلال رضی کے کپڑے میں جو پھیلائے ہوئے تھے، ڈالنے لگیں، پس اس حدیث سے صاف ظاہر ہے، کہ صحابیہ عورتوں نے اپنے کانوں میں بالیاں پہنی ہوئی تھیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر کچھ انکار نہیں فرماتے تھے، اسی وجہ سے امام بخاری نے عورتوں کے لئے بالیوں کے درست ہونے پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے، اور ظاہر ہی ہے، کہ کانوں میں بالیوں کا پہننا بغیر کانوں میں سوراخ کئے نہیں ہو سکتا، اور جب بالیوں کے لئے کانوں کا چھدانا درست ہوا، تو اسی پر قیاس کر کے نتھ وغیرہ کے لئے ناک چھدانے کا بھی جواز بتایا جاتا ہے، مگر میرے نزدیک اولیٰ یہی ہے، کہ اس سے احتراز کیا جاوے، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

اگر کوئی کہے، کہ سنن ابی داؤد صفحہ ۹۴ جلد ۴ مع عون میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مروی ہے، کہ من احب ان یحلق حبیبہ حلقۃ من نار فلیحلقہ حلقۃ من ذھب، یعنی جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اپنے محبوب کو آگ کا حلقہ پہنا دے، تو اس کو چاہیئے، کہ سونے کا حلقہ پہنا دے، مطلب یہ ہے، کہ عورتوں کو سونے کا حلقہ پہنانا ناجائز و حرام ہے، عورتوں کو سونے کا حلقہ پہنانا آگ کا حلقہ پہنانا ہے، پس اس حدیث سے نتھ پہننے کی حرمت صاف طور پر ثابت ہوتی ہے، کیونکہ حلقہ کے مفہوم میں نتھ بھی داخل ہے، شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں لکھتے ہیں، من احب ان یحلق کسے کہ دوست دارد کہ حلقہ بیندازد در بینی یا در گوش مثلاً حلقہ انگشتری بے نگین را گوئید حبیبہ دوست خود را از ولد یا زوج حلقۃ من نار حلقہ از آتش و در نسخ فلیحلقہ من ذھب پس گوئد کہ حلقہ بپوشاند او را از طلا یعنی حلقہ طلا پوشانیدن را جزا این است، کہ پوشانیدہ می شود او را حلقہ آتش، تو جواب اس کا یہ ہے، کہ یہ حدیث اگر منسوخ نہیں ہے، بلکہ معمول بہ ہے، تو بے شک اس سے سونے کے حلقہ یعنے سونے کی نتھ کی ممانعت و حرمت ثابت ہوتی ہے، مگر واضح رہے، کہ اسی حدیث سے چاندی کی نتھ کا جواز نکلتا ہے، اور نیز واضح رہے کہ علماء نے اس حدیث کو منسوخ بتایا ہے، پس اس تقدیر سے اسی حدیث سے سونے کی نتھ کا جواز ثابت ہوتا ہے، پہلی بات کا ثبوت یہ ہے، کہ اس حدیث کا آخری جملہ یہ ہے، ولکن علیکم بالفضۃ فالعبوا بھا یعنی تم لوگ لازم پکڑو چاندی کو پس اس کے ساتھ کھیل کرو، مطلب یہ ہے، کہ سونے کا حلقہ اور سونے کا طوق اور سونے کا کنگن وغیرہ اپنی عورتوں کے لئے نہ بناؤ، کیونکہ سونے کے یہ سب زیورات حرام ہیں، ہاں چاندی کی نتھ اور چاندی کا طوق اور چاندی کا کنگن اور ان کے سوا چاندی کا جو زیور چاہو، بناؤ، کیونکہ چاندی تمہارے لئے حلال ہے، سو جو زیور اور جس قسم کا زیور بنانا چاہو، چاندی ہی کا بناؤ، مرقات شرح مشکوۃ میں ہے قال[1] ابن الملک اللعب بالشیٔ التصرف فیہ کیف شاء ای اجعلوا الفضۃ فی ای نوع شئتم من الانواع للنساء دون الرجال الا التختم وتحلیۃ السیف وغیرہ من آلات الحرب انتہی۔ ابو داؤد کی اس حدیث کے پورے الفاظ یہ ہیں۔ عن[2] ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من احب ان یحلق حبیبہ حلقۃ من نار فلیحلقہ حلقۃ

---

[1] ابن ملک نے کہا، کسی چیز کے ساتھ کھیلنا اس میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرنا ہے، یعنی چاندی کو عورتوں کے زیور میں جس طرح چاہو استعمال کرو، مرد اس سے صرف انگوٹھی یا تلوار کا دستہ بنوا سکتے ہیں۔ [2] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس کو پسند ہو کہ اپنے پیارے کو آگ کا حلقہ پہنائے، وہ اسے سونے کا حلقہ پہنا دے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



من ذھب ومن احب ان یطوق حبیبہ طوقا من نار فلیطوقہ طوقا من ذھب ومن احب ان یسور حبیبہ سوارا من نار فلیسورہ سوارا من ذھب ولکن علیکم بالفضۃ فالعبوا بھا (ابوداؤد مع عون المعبود صفحہ ۱۴۹ جلد رابع) دوسری بات کا ثبوت یہ ہے، کہ امام خطابی اور حافظ منذری وغیرہما نے صاف تصریح کی ہے، کہ اس حدیث میں جو حکم سونے کے حلقہ وغیرہ پہننے کی ممانعت کا ہے، وہ پہلے تھا، پھر یہ حکم منسوخ ہوگیا، اور عورتوں کے لئے سونے کا زیور مباح کردیا گیا، امام خطابی معالم السنن میں لکھتے ہیں۔ ھذا[1] الحدیث یتاول علی وجھین احدھما انہ انما قال ذلک فی الزمان الاول ثم نسخ وابیح للنساء التحلی بالذھب والوجہ الاخر ان ھذا الوعید انما جاء فی من لا یؤدی زکوۃ الذھب دون من اداھا انتہی، حافظ منذری تلخیص السنن میں لکھتے ہیں، حملہ بعضھم علی انہ قال ذلک فی الزمان الاول ثم نسخ وابیح للنساء التحلی بالذھب لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ھذان حرام علی ذکور امتی حل لاناثھا وقیل ھذا الوعید فی من لا یؤدی زکاۃ الذھب واما من اداھا فلا انتہی۔ واللہ تعالی اعلم

کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری، عفا اللہ عنہ

**سوال**: عورتوں یا لڑکیوں کے کان یا ناک چھیدنا جائز ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**: کان کا چھیدنا جائز ہے، اور ناک کے بارے میں کچھ نشان معلوم نہیں ہوتا ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خرج ومعہ بلال فظن انہ لم یسمع النساء فوعظھن وامرھن بالصدقۃ فجعلت المرأۃ تلقی القرط والخاتم وبلال یاخذ طرف ثوبہ (بخاری صفحہ ۲۰) (ترجمہ) تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نکلے بلال کے ساتھ پس گمان کیا، کہ تحقیق نہیں سنا عورتوں نے، پس وعظ کیا آپ نے ان عورتوں کو، اور حکم دیا ان کو صدقہ کا، پس عورتیں ڈالنے لگیں بالیوں اور انگوٹھیوں کو، اور لیا بلال نے دامن میں اپنے کپڑے کے، اور بخاری کے باب حسن المعاشرۃ مع الاھل میں یہ لفظ ہے فما ابوزرع اناس من حلی اذنی (ترجمہ) پس کیا خوب زرع ہے اس نے میرے

---

جو اپنے دوست کے گلے میں آگ کا طوق ڈالنا چاہتا ہو، وہ اس کے گلے میں سونے کا طوق ڈال دے، جو آگ کے کنگن پہنانا چاہتا ہو، وہ سونے کے کنگن پہنا دے، تم چاندی کو استعمال کیا کرو (ابوداؤد مع عون المعبود) ۱۲

[1] امام خطابی اور حافظ منذری نے کہا، اس حدیث کی دو طرح پر تاویل کی گئی ہے، ایک یہ کہ پہلے سونے کا استعمال عورتوں کے لئے ممنوع تھا، بعد میں اجازت ہوگئی اور دوسری تاویل یہ ہے، کہ یہ وعید اس آدمی کے حق میں ہے، جو اس کی زکوۃ ادا نہ کرے، جو ادا کرے، وہ اس سے مستثنے ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دونوں کان چھلائے، اور ناک کا چھیدنا بھی بنظر حسن معاشرت و تزئین اسی بنا پر جائز ہوگا، البتہ رسم یا اور کسی وجہ سے جائز نہیں ہے، جیسا کہ عوام لوگ سمجھتے ہیں، کہ نہ چھیدوانے سے بدشگونی ہے۔

سید محمد نذیر حسین ۱۲۸

**سوال**:۔ ما قولکم رحمکم اللہ اس سوال میں کہ داڑھی کا بقدر ایک قبضہ کے رکھنا واجب ہے یا مستحب ہے یا مباح اور قبضہ سے کم رکھنا یعنی خشخاشی مثل پائے مورچہ رکھنا یا منڈوانا حرام ہے یا نہیں، اور دراز رکھنا مونچھوں کا درست ہے یا نہیں، مدلل حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جواب دو، اور جو لوگ اس عمل کو کچھ گناہ نہیں جانتے، اور اس پر مصر ہیں، بلکہ جن کی داڑھی مونچھیں موافق سنت کے ہیں، ان کو حقیر اور ذلیل جانتے ہیں، اور یہاں تک کہتے ہیں، کہ لمبی داڑھی والے بے ایمان ہوتے ہیں، اور جو ان کو نصیحت کی جاتی ہے، کہ اس میں حقارت سنت نبویہ کی لازم آتی ہے تو اور زیادہ مذمت بڑی داڑھی والوں کی کرتے ہیں ایسے لوگوں سے ترک سلام کلام کرنا ضرور ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ ان الحکم الا للہ۔ داڑھی کا دراز رکھنا بقدر ایک مشت کے واجب ہے بدلیل حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کما سنتلوا علیک، اور داڑھی کا منڈوانا ایک مشت سے کم رکھنا یا خشخاشی بنانا حرام ہے، اور موجب وعید ہے، چونکہ اس مسئلہ میں عوام کو تردد ہے، اور تفہیم فلسفائے صادق الاقوال کو باطل اور بے اصل جانتے ہیں، لہذا ہم کو مدلل بنصوص شارع علیہ السلام کے لکھنے کی ضرورت ہوئی۔ قد جاء فی الحدیث فی صحیح مسلم۔ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قصوا الشوارب واوفروا اللحی خالفوا المجوس۔ وفی الصحیحین عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم خالفوا المشرکین و وفروا اللحی واحفوا الشوارب۔ وروی الترمذی من حدیث زید بن ارقم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یاخذ من شاربہ فلیس منا وقال حدیث صحیح۔ پس منڈوانا اور کتروانا داڑھی کا ایک مشت سے کم اور بڑھانا مونچھوں کا حرام ہے، اور بڑھانا داڑھی کا اور پست کرنا مونچھوں کا واجب ہے، کیونکہ شارع علیہ السلام نے صیغہ امر کو جابجا اختیار فرمایا ہے،

---

لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مونچھیں کٹواؤ، اور داڑھی کو لٹکاؤ، اور مجوسیوں کی مخالفت کرو ۱۲

۲ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مشرکوں کی مخالفت کرو، داڑھی بڑھاؤ، اور مونچھیں کٹواؤ (مسلم) ۱۲

۳ آپ نے فرمایا، جو اپنی مونچھیں نہ کٹوادے، وہ ہم میں سے نہیں ہے (ترمذی)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور صیغہ امر کا خبر واحد میں وجوب کو چاہتا ہے، لہذا واجب ہے بڑھانا داڑھی کا اور پست کرنا مونچھوں کا، اور ان نصوص کے اتباع سے اہل اصول فقہ نے کتب اصول میں تعریف وجوب کی لکھی ہے۔ الواجب[1] ماثبت بدلیل ظنی، پس یہ احادیث خبر احاد دلیل ظنی ثبوت وجوب ہیں، اور ترک واجب حرام و موجب وعید ہے، اور عامل سنت کو من حیث السنۃ بے ایمان کہنے والے خود بے ایمان ہیں، ایسے لوگوں سے ترک سلام وکلام لازم ہے، جب تک کہ وہ توبہ نصوح اس عمل بد سے نہ کریں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

فقیر محمد حسین الجواب صحیح۔ حبیب احمد للجواب صحیح: فتح محمد مدرس فتحپوری

الجواب صحیح۔ بندہ ضیاء الحق عفا اللہ عنہ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی

**ھوالموفق**۔ واضح ہو، کہ احادیث صحیحہ مرفوعہ سے جو ثابت ہے، وہ یہی ہے، کہ داڑھی کو بالکلیہ چھوڑ دینا چاہیئے، اور اس کے طول وعرض سے کچھ تعرض نہیں کرنا چاہیئے اور کسی حدیث صحیح مرفوع سے داڑھی کا ترشوانا اور بقدر ایک قبضہ کے رکھنا ثابت نہیں، اور جامع ترمذی میں جو یہ حدیث مروی ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی داڑھی کے عرض وطول سے کچھ لیتے تھے، سو یہ حدیث ضعیف ہے، حافظ ابن حجر فتح الباری صفحہ ۴۹۷ جزو ۱۰ میں لکھتے ہیں۔ ان[2] النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یاخذ من لحیتہ من عرضھا وطولھا اخرجہ الترمذی ونقل عن البخاری انہ قال فی روایۃ عمر وبن ھارون کا اعلم لہ حدیثا منکرا الا ھذا اھ قال الحافظ وقد ضعف عمر بن ھارون مطلقا جماعۃ ہاں حضرت ابن عمر سے بسند صحیح ثابت ہے، کہ وہ حج اور عمرہ میں اپنی داڑھی کو ترشواتے اور بقدر ایک قبضہ کے رکھتے تھے، صحیح بخاری میں ہے وکان ابن عمر اذا حج او اعتمر قبض علی لحیتہ فما فضل اخذہ یعنی ابن عمر رض جب حج یا عمرہ کرتے، تو اپنی داڑھی کو مٹھی سے پکڑتے اور مٹھی سے جو داڑھی بڑھتی اس کو لے لیتے، حافظ ابن حجر اس اثر کے تحت میں لکھتے ہیں الذی یظھر ان ابن عمر کان لا یخص ھذا التخصیص بالنسک بل کان یحمل الامر بالاعفاء علی غیر الحالۃ التی تتشوہ فیھا الصورۃ بافراط طول شعر اللحیۃ او عرضہ فقد قال الطبری ذھب قوم الی ظاھر الحدیث فکرھوا تناول شیء من اللحیۃ من طولھا

---

[1] واجب وہ ہے، جو ظنی دلیل سے ثابت ہو۔ [2] نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے داڑھی کے طول وعرض میں سے بال کٹوایا کرتے تھے (ترمذی)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وعرضها وقال قوم اذا زاد علی القبضة یؤخذ الزائد ثم ساق بسنده علی ابن عمر انه فعل ذلك وفی عمر انه فعل ذلك برجل ومن طریق ابی هریرة انه فعله، یعنی ظاہر بات یہ ہے، کہ کہ ابن عمرؓ کا داڑھی کو ترشوانا، اور بقدر ایک مشت کے رکھنا حج اور عمرہ کے ساتھ خاص نہیں تھا بلکہ وہ داڑھی کے بڑھانے کے حکم کو اس حالت پر محمول کرتے تھے، کہ داڑھی طول وعرض میں زیادہ بڑھ کر صورت کو بھدی اور بدنما نہ کر دے، اس واسطے کہ طبری نے کہا ہے، کہ ایک قوم ظاہر حدیث کی طرف گئی ہے اور داڑھی کے طول وعرض سے کچھ لینے کو مکروہ سمجھتی ہے، اور ایک قوم نے یہ کہا ہے، کہ جب داڑھی ایک مشت سے بڑھ جاوے، تو زاید لے لینا چاہیئے، پھر طبری نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے، کہ ابن عمرؓ نے ایسا کیا ہے، اور عمرؓ نے ایک مرد کے ساتھ ایسا کیا ہے، اور ابو ہریرہؓ نے ایسا کیا ہے، واللہ تعالے اعلم۔ کتبہ محمد عبدالرحمن المبارک، فوری، عفا اللہ عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شاربین کو حلق کرانا یا کھڑوانا دھکذا شعرہائے خدین کو حلق ونتف کرانا جائز ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ شاربین کو حلق کرانا، اور جڑ سے بالکلیہ ترشوانا جائز ہے، اور شعرہائے خدین کو حلق ونتف کرانا جائز نہیں، شاربین کا حلق کرانا، یا جڑ سے بالکلیہ ترشوانا اس وجہ سے جائز ہے، کہ احادیث سے ثابت ہے، صحیحین میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خالفوا المشرکین ادفروا اللحی واحفوا الشوارب وفی روایۃ انهکوا الشوارب واعفوا اللحی کذا فی المشکوٰۃ۔ یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مشرکین کی مخالفت کرو، داڑھیوں کو بڑھاؤ، اور لب کے بالوں کو جڑ سے ترشواؤ، اور نسائی کی روایت میں لفظ حلق واقع ہوا ہے، جس سے لب کے بالوں کا منڈانا ثابت ہوتا ہے۔ قال[1] الحافظ ابن حجر فی الفتح وردا الخبر بلفظ الحلق وهی روایۃ النسائی عن محمد بن عبداللہ بن یزید عن سفیان بن عیینۃ بهذا الباب الی ان قال نعم وقع الامر بما یشعر بان روایۃ الحلق محفوظۃ لکن حدیث الباب عند مسلم بلفظ جزوا الشوارب وحدیث ابن عمر بلفظ احفوا الشوارب وبلفظ انهکوا الشوارب فکل هذه

[1] حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں کہا ہے، کہ مونچھیں منڈانے کی حدیث محفوظ ہے، نسائی نے کہا، کہ منڈوانے کی حدیث محفوظ ہے جیسے علماء کی حدیث، جسے مسلم نے روایت کیا ہے، اس میں لفظ "جزوا الشوارب" کے ہیں، اور ابن عمرؓ کی حدیث میں "احفوا الشوارب" کے ہیں، اور ایک روایت میں "انهکوا الشوارب" ہے، ان تمام الفاظ کا مدعی یہ ہے،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الالفاظ تدل علی ان المطلوب المبالغۃ فی الازالۃ کان الجز قص الشعر والصوف الی ازیلم الجلد والاحفاء الاستقصاء قال ابو عبید الھروی معناہ الزقوا الجز بالبشرۃ والنھک المبالغۃ فی الازالۃ انتہی ملخصا، انہیں روایات کی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب اور بہت سے علماء کے نزدیک جڑ سے بالکلیہ ترشوانا افضل ہے، اور امام احمد کے نزدیک بھی یہی افضل ہے، اور شافعیہ کے نزدیک مختار یہ ہے، کہ لب کے بال جڑ سے بالکلیہ نہ تراشے جاویں بلکہ اس قدر تراشے جاویں، کہ لب کا کنارہ ظاہر ہو جائے، اور اسی طرح امام مالک نے بھی موطا میں فرمایا ہے، وعبارتہ ھکذا۔ یؤخذ من الشارب حتی یبدو اطراف الشفۃ، یعنی لب کے بال یہاں تک لئے جاویں، کہ لب کا کنارہ ظاہر ہو جاوے، ان لوگوں کی دلیل صحیحین کی یہ حدیث ہے۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفطرۃ خمس الختان والاستحداد وقص الشارب الحدیث اور ابی داؤد کی یہ حدیث ہے، جو مغیرہ بن شعبہ رض سے باین لفظ مروی ہے۔ حفت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکان شاربی وفی فقصہ علی سواکہ اور بزار کی یہ حدیث جو حضرت عائشہ رض سے باین لفظ مروی ہے۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابصر رجلا وشاربہ طویل، فقال ائتونی بمقص وسواک فجعل السواک علی طرفہ ثم اخذ ما جاوزہ۔ اور ترمذی کی یہ حدیث جو ابن عباس سے باین لفظ مروی ہے، کہ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقص شاربہ، الحاصل لب کے بال کے ازالہ کے بارے میں حدیثیں مختلف آئی ہیں، بعض احادیث سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اہل علم کا مذہب ثابت ہوتا ہے، اور بعض سے شافعیہ وامام مالک کے مذہب کا ثبوت ہوتا ہے، علامہ طبری لکھتے ہیں، کہ احادیث سے دونوں باتیں ثابت ہوتی ہیں، اور ان احادیث میں کچھ تعارض نہیں ہے اس واسطے کہ لفظ قص دلالت کرتا ہے اخذ بعض پر اور لفظ احفاء دلالت کرتا ہے اخذ کل پر اور یہ دونوں امر ثابت ہیں، پس جو چاہے اختیار کرے" حافظ ابن حجر فتح الباری علامہ طبری کے اس

---

کہ مونچھوں کو اچھی طرح کاٹا جائے، جز کا معنی ہے، کہ بھیڑ بکری کے بال اتنے کاٹے جائیں، کہ چمڑا صاف نظر آنے لگے ۱۲

۱؎ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پانچ چیزیں انسانی فطرت میں، ختنہ کرنا، استرے کا استعمال اور لبوں کا کٹانا الحدیث (بخاری ومسلم) ۲؎ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا، تو میری مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں، آپ نے مسواک اوپر رکھ کر ان کو کاٹ دیا ۱۲ ۳؎ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکھا اس کی مونچھیں بڑی لمبی تھیں آپ نے فرمایا مجھے قینچی اور مسواک لادو آپ نے مونچھوں پر مسواک رکھ کر ان کو کاٹ دیا ۱۲ ۴؎ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مونچھیں کٹوایا کرتے تھے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قول کو نقل کر کے لکھتے ہیں ویرجح قول الطبری ثبوت الامرین معا فی الاحادیث المرفوعۃ انتہی یعنی طبری کے قول کو اس وجہ سے ترجیح ہوتی ہے کہ احادیث مرفوعہ سے دونوں امر ثابت ہیں واللہ تعالیٰ اعلم، اور شعر ہائے خدین کو حلق و نتف کرانا اس وجہ سے جائز نہیں ہے، کہ خدین پر جو بال ہوتے ہیں، وہ داڑھی میں داخل ہیں، اور داڑھی کا حلق و نتف کرانا جائز نہیں ہے، حافظ ابن حجر لفظ وفروا اللحی کی شرح میں لکھتے ہیں۔ اللحی بکسر اللام وحکی ضمہا وبالقصر والمد جمع لحیۃ بکسر اللام فقط وھی اسم لما نبت علی الخدین والذقن انتہی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد عبد الرحمٰن المبارکفوری عفا اللہ عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عصا چوبی دستی جو کہ اکثر عالموں کے پاس ہوتا ہے، اس میں پھل آہنی کس قدر طول میں ہونا چاہیئے، اور ایک عالم کے واسطے کتنے عصا رکھنے کا حکم ہے، از روئے احادیث معتبرہ و مستندہ بیان فرماویں، بینوا توجروا۔

**الجواب:** واضح ہو کہ عصا میں جو پھل آہنی لگاتے ہیں، اس کا بیان کہیں حدیث شریف میں نہیں آیا، کہ اس قدر لانبا لگانا چاہیئے، اور نہ کہیں حدیث میں یہ آیا، کہ عالم کو اس قدر عصا رکھنا چاہیئے نجاشی بادشاہ حبشہ نے ایک لکڑی کہ جس کو عنزہ کہتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تحفہ میں دی تھی، اس میں لوہے کا پھل لگا ہوا تھا، اور وہ لکڑی نیزہ سے چھوٹی تھی، مگر اس کے پھل کا کوئی حال مذکور نہیں ہے، کہ کس قدر طول میں تھا، واللہ اعلم بالصواب، حررہ السید عبد الحفیظ عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**ھو الموفق:** عصا رکھنا ہر ایک شخص کے لئے مستحب و مسنون ہے، اس میں عالم کی کوئی خصوصیت نہیں ہے، چھڑی اور عصا ساتھ رکھنے میں بہت سے فائدے ہیں، اللہ تعالیٰ نے جب موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا وما تلک بیمینک یا موسیٰ یعنی اے موسیٰ تمہارے ہاتھ میں یہ کیا چیز ہے، تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا ھی عصای اتوکأ علیہا واھش بہا علی غنمی ولی فیہا مارب اخری، یعنی یہ میرا عصا ہے، اس پر میں ٹیک لگاتا ہوں، اور اس سے اپنی بکری کے لئے پتے جھاڑتا ہوں، اور اس میں میرے اور بہت سے فائدے ہیں، اور ایک شخص کے لئے ایک عصا کافی ہے، اور اگر ایک سے زائد بھی ہوں، تو کچھ مضائقہ نہیں ہے، زاد المعاد صفحہ ۳۴ جلد ۱ میں ہے، وکان[2] لہ (ای للنبی صلی اللہ علیہ وسلم) فسطاط یسمی الکن ومحجن قدر ذراع او اطول

[1] لحیہ ان بالوں کا نام ہے، جو رخساروں اور ٹھوڑی پر پیدا ہوتے ہیں۔ [2] نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک تولیا چھڑ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یمشی ویرکب بہ ویعلقہ بین یدیہ علی بعیرہ ومخصرۃ وتسمی العرجون وقضیب من الشوحط تسمی الممشوق قیل وھوالذی تداولہ الخلفاء انتہی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد عبدالرحمن المبارکفوری، عفا اللہ عنہ

**سوال**:۔ ملک بنگالہ کے بعض بعض اضلاع میں ایسے لوگ ہیں، کہ جن کو تمام دن اپنے اپنے کھیتوں میں رہنے کا اتفاق ہوتا ہے، اور گرد وغبار کے سبب سے ان کے لمبے لمبے بالوں کو بہت تکلیف پہنچتی ہے، اور وہ لوگ بہ سبب عدم فرصت وغربت کے ہمیشہ ان بالوں کو صاف نہیں کر سکتے ہیں، اور بعض بعض ایام میں ان کے کھیتوں میں تین چار ہاتھ پانی رہتا ہے، اور کھیت کاٹنے کا وقت بھی آجاتا ہے، اس صورت میں وہ لوگ غوطہ مار مار کر کھیت کو کاٹتے ہیں، اس وجہ سے بھی ان کے بالوں کو بہت تکلیف پہنچتی ہے، ان صورتوں میں بالوں کا کتروانا یا منڈوانا جائز ہے، یا نہیں، ان دیار کے بعض بعض علماء بال کتروانے یا منڈوانے کو منع کرتے ہیں، اور کہتے ہیں، کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سوائے حج کے سر کے بال کا منڈوانا ثابت نہیں ہے، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے باوجود دشمن جاننے کے بھی بالوں کو نہیں منڈوایا ہے، کتروایا ہے، اور جو شخص بال منڈواتا ہے، یا کتروا تا ہے، تو اس کو جماعت سے خارج کرتے ہیں، یعنی سلام، کلام ودیگر معاملات سے اس کو رد کتے ہیں، اور کفارہ لیتے ہیں، اب سوال یہ ہے، کہ کفارہ لینا کیسا ہے، اور کفارہ لینے والا کیسا ہے، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ سر کے بال منڈوانا یا کتروانا ضرورت کے وقت بلاشک وشبہ درست ہے، کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کے سر کے بال میں بحالت احرام اس کثرت سے جوئیں پڑ گئی تھیں، کہ ان کے منہ پر گری اور جھڑی پڑتی تھی، اس وجہ سے ان کو بہت تکلیف تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ حالت دیکھ کر ان کو سر منڈانے کا حکم فرمایا، حالانکہ وہ حالت احرام میں تھے اور حالت احرام میں بال منڈانا منع ہے، مگر آپ نے احرام کا خیال نہیں فرمایا، بلکہ ان کی تکلیف اور مضرت کا خیال فرمایا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی جعفر کے بالوں کو منڈوایا ہے، اس وجہ سے کہ ان کے سروں میں جوئیں پڑ گئی تھیں، کما فی زاد المعاد، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس خیال سے کہ غسل جنابت

---

عصا ایک چھڑی تھی، جو ایک ہاتھ یا اس سے کچھ زائد تھی، آپ وہ ہاتھ میں لے کر چلتے تھے، سواری پر ساتھ رکھتے، اپنے اونٹ پر ساتھ رکھ لیتے، اور ایک لاٹھی تھی، جس پر آپ ٹیک وغیرہ لگا لیا کرتے تھے، اور ایک چھڑی اور تھی، جسے ممشوق کہتے ہیں، یہی وہ چھڑی ہے، جو خلفاء کے ہاتھ لگی ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



میں کوئی بال خشک نہ رہ جائے، اپنے بالوں کو ترشوایا کرتے تھے، صحیحین میں ہے عن کعب[1] بن عجرۃ رضی اللہ عنہ قال حملت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والقمل یتناثر علی وجھی فقال ما کنت اری الوجع بلغ بک ما اری وفی روایۃ فامرہ ان یحلق رأسہ وان یطعم فرقا بین ستۃ او یھدی شاۃ او یصوم ثلاثۃ ایام رکن انی زاد المعاد ابن ماجہ میں ہے، عن علی بن ابی طالب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من ترک شعرۃ من جنابۃ لم یغسلھا فعل بہ کذا وکذا من النار قال علی فمن ثم عادیت رأسی وکان یجزہ۔ وفی تلخیص الحبیر وعن علی مرفوعا من ترک موضع شعرۃ من جنابۃ لم یغسلھا فعل بہ کذا وکذا الحدیث اسنادہ صحیح فانہ من روایۃ عطاء بن السائب وقد سمع منہ حماد قبل اختلاطہ انتہی ان حدیثوں سے ثابت ہوا، کہ سوائے حج کے بالوں کا منڈوانا یا کتروانا ضرورت کے وقت جائز ہے بلکہ جیسے عدم ضرورت و مضرت کے وقت بالوں کا رکھنا سنت ہے، اسی طرح وقت ضرورت و مضرت کے منڈوانا یا کتروانا سنت ہے، پس صورت مسئولہ میں بالوں کا منڈوانا یا کتروانا بلاشبہ جائز و درست ہے، بلکہ سنت ہے، اور بعض علماء کا یہ کہنا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے حج کے سر کے بال نہیں منڈوائے صحیح ہے، اور ہم بھی کہتے ہیں کہ بالوں کا رکھنا سنت ہے، اور جیسے بالوں کا رکھنا سنت ہے، اسی طرح بالوں کی خدمت کرنا اور ان کو صاف رکھنا، اور ان میں تیل ڈالنا اور کنگھی کرنا بھی سنت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ بالوں کو صاف رکھتے، اور کثرت سے تیل لگاتے تھے، اور کنگھی کرتے تھے، زاد المعاد میں ہے۔ قال حماد بن سلمۃ عن سماک بن حرب قیل لجابر سمرۃ اکان فی رأس

---

[1] کعب بن عجرہ کہتے ہیں، کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا، میرے منہ پر جوئیں چل رہی تھیں، آپ نے فرمایا مجھے اس کا تصور بھی نہ تھا، کہ تجھ کو اتنی تکلیف ہے، ایک روایت میں ہے، کہ آپ نے ان کو حکم دیا، کہ سر منڈالیں، اور ایک فرق (پیمانہ ہے) چھ آدمیوں میں کھانا تقسیم کر دے، یا ایک بکری کی قربانی دے دے یا تین روزے رکھ لے (بخاری و مسلم) [2] حضرت علی رضی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا، کہ آپ نے فرمایا، جس آدمی کے جسم کا ایک بال بھی غسل جنابت میں خشک رہ جائے گا، اس کے ساتھ آگ سے اس طرح اور اس طرح کیا جائے گا، حضرت علی نے فرمایا، یہی تو وجہ ہے، کہ میں نے اپنے سر سے دشمنی کر رکھی ہے، آپ سر کے بال کتروا دیا کرتے تھے۔ [3] جابر بن سمرہ سے پوچھا گیا، کیا نبی صلی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



النبی صلی اللہ علیہ وسلم شیب قال لو یکن فی رأسہ شیبا الا شعرات فی مفرق رأسہ اذا ادھن وارادھن الدھن قال انس وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکثر دھن رأسہ ولحیتہ ویکثر القناع کان ثوبہ ثوب زیات وکان یحب الترجل وکان یرجل نفسہ تارۃ وترجل عائشۃ تارۃ انتہی، اوران بے چارے دیہاتیوں سے یہ سب باتیں ہو نہیں سکتیں، اور بالوں کے سبب سے ان کو تکلیف پہنچتی ہے، اس لئے ان لوگوں کو چاہیئے، کہ اپنی تکلیف کو دور کریں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگرچہ بالوں کو نہیں منڈایا ہے، اس وجہ سے کہ آپ کو ضرورت منڈالے کی نہیں تھی، لیکن دوسروں کی تکلیف کو دیکھ کر منڈانے کا حکم دیا ہے، اور حضرت علی رضؓ نے سر نہیں منڈایا ہے، مگر انہوں نے بالوں کو کتروایا تو ضرور ہے، جیسا کہ اوپر مذکور ہوا، اور بعض علماء کا مضرت اور تکلیف کے وقت بالوں کے منڈانے یا کتروانے سے منع کرنا اور اس جماعت سے خارج کرنا، اور کفارہ لینا ان سب باتوں کی کوئی دلیل نہیں ہے، ان باتوں سے ان کو باز آنا چاہیئے، اگر باز نہ آویں گے، تو ضرور گنہ گار ہوں گے، لوگوں کو چاہیئے کہ ایسے عالموں کی باتوں کو ہرگز نہ مانیں، اور اپنی تکلیف کو دور کریں، چاہے منڈوا کر یا کتروا کر، فقط، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب، حررہ عین الدین مٹیا برجی۔

سر کے بالوں کا رکھنا بلاشبہ سنت ہے، مگر بلا ضرورت بھی اگر کوئی سر منڈالے یا ترشوائے تو جائز ہے، اور جو لوگ سر منڈانے کو ناجائز بتاتے ہیں، ان کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے، اور جو ثبوت پیش کرتے ہیں، اس سے عدم جواز نہیں نکلتا ہے، امام نووی شرح صحیح مسلم صفحہ ۲۴۳ جلد ۱ میں لکھتے ہیں، کہ بعض لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے کہ خارجیوں کی علامت سر منڈانا ہے، سر منڈانے کے مکروہ ہونے پر دلیل لاتے ہیں، حالانکہ یہ قول اس پر دلیل نہیں ہو سکتا، کیونکہ علامت کبھی حرام ہوتی ہے اور کبھی مباح، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خارجیوں کی یہ بھی ایک علامت بیان کی ہے، کہ ان میں کا ایک کالا شخص ہوگا، جس کا ایک بازو عورت کے پستان کے مثل ہوگا، ظاہر ہے، کہ یہ علامت حرام نہیں ہے، اور ابوداؤد میں ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لڑکے کو دیکھا، جس کا کچھ سر منڈا ہوا تھا، پس آپ نے فرمایا، اس کا کل سر

---

اللہ علیہ وسلم کے سر میں سفید بال تھے، کہنے لگے آپ کے سر میں چند ایک بال مانگ میں سفید موجود تھے، جب تیل لگاتے تو ان کا پتہ نہ چلتا تھا، انس کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سر اور داڑھی کو بکثرت تیل لگایا کرتے تھے، آپ کے کپڑے تیل میں لت پت رہتے، آپ کنگھی کرنے کو پسند کرتے تھے، کبھی خود کنگھی کر لیتے، کبھی حضرت عائشہ کر دیتیں ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مونڈو یا کل چھوڑو، اس حدیث کی سند بخاری اور مسلم کی شرط پر ہے، یہ حدیث سر منڈانے کے جائز ہونے پر صریح دلیل ہے، جس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں ہے، ہمارے اصحاب نے (یعنے علمائے شافعیہ نے) کہا، کہ ہر حال میں سر منڈانا جائز ہے، لیکن اگر کسی شخص پر بالوں کی خدمت، ان میں تیل ڈالنا، کنگھی کرنا، صاف رکھنا شاق ہو، تو ایسے شخص کو سر منڈانا مستحب ہے، اور اگر شاق نہ ہو، تو بال رکھنا مستحب ہے۔ انتہی کلام النووی مترجما واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفی عنہ — سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سر صاف منڈوانا جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے، تو جو شخص سر منڈوانے والے کو کافر کہے، یعنی یہ کہے، کہ جو شخص سر منڈوائے اس کے پاس سے ایمان ایسا بھاگ جاتا ہے، جیسا کمان سے تیر۔ اور قتل کردان لوگوں کو جو سر منڈاتے ہیں، تو ان شخصوں کی نسبت علمائے دین کیا فرماتے ہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ اس میں شبہ نہیں ہے، کہ سر پر بال رکھنا سنت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضہ کے سوا تمام صحابہ رضی اللہ عنہم ہمیشہ سر پر بال رکھتے تھے اور بجز حج کے کبھی سر نہیں منڈاتے تھے، مگر سر کا منڈانا حرام و ناجائز نہیں ہے، بلکہ جائز و رخصت ہے، جیسا کہ یہ حدیثیں اس پر دلالت کرتی ہیں۔ عن علی رضہ قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان تحلق المرأۃ راسھا رواہ النسائی کذا فی المشکوٰۃ یعنی حضرت علی رضہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا، کہ عورت اپنے سر کے بال کو منڈائے، اس حدیث سے معلوم و مفہوم ہوتا ہے، کہ مرد کو سر منڈانا منع نہیں ہے، علامہ قاری اس حدیث کے تحت میں لکھتے ہیں۔ فیہ[1] بطریق المفھوم جواز حلق الرجل ولا خلاف فیہ بل فی انہ سنۃ لما فعلہ علی کرم اللہ وجھہ وقررہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال علیکم وسنۃ الخلفاء الراشدین اولیس لسنۃ کانہ صلی اللہ علیہ وسلم مع سائر اصحابہ علی ترک حلقہ الا بعد فراغ احد النسکین والحق انہ رخصۃ وھو الاظھر انتہی۔ وعن

---

[1] اس سے بطریق مفہوم مرد کو سر منڈانے کی اجازت معلوم ہوتی ہے، اور اس میں کسی طرح کا اختلاف نہیں ہے، بلکہ یہ سنت ہے حضرت علی نے سر کو منڈایا، اور آنحضرت نے منع نہ فرمایا، اور آپ نے فرمایا، تم میری اور خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو، کیونکہ آپ نے اور صحابہ کرام نے سر منڈوانے کے ترک پر ہمیشگی فرمائی، ہاں حج اور عمرہ کے بعد منڈوایا، اور صحیح یہ ہے کہ سر منڈانا جائز ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رای صبیا قد حلق بعض رأسہ وترک بعضہ فنہاھم عن ذلک وقال احلقوا کلہ او اترکوا کلہ رواہ مسلم کذا فی المشکوٰۃ۔ یعنے صحیح مسلم میں ابن عمرؓ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لڑکے کو دیکھا، کہ اس کا کچھ سر منڈا ہوا ہے، اور کچھ چھوڑ دیا گیا ہے، تو آپ نے ان لوگوں کو اس سے منع فرمایا، اور کہا، کہ یا تو کل سر کو منڈاؤ یا کل کو چھوڑو، یہ حکم اگرچہ لڑکے کے بارے میں ہے مگر مرد کے لئے بھی یہی حکم ہے، حافظ ابن حجر فتح الباری صفحہ ۵۰۴ جزو ۲۴ میں لکھتے ہیں تخصیصہ بالصبی لیس قیدا وعن عبد اللہ بن جعفر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امھل آل جعفر ثلاثا ثم اتاھم فقال لا تبکوا علی اخی بعد الیوم ثم قال ادعوا لی بنی اخی فجیئ بنا کانا افرخ فقال ادعوا لی الحلاق فامرہ فحلق رؤسنا رواہ ابوداؤد والنسائی، یعنی عبد اللہ بن جعفر سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جعفر کے اہل وعیال کو تین دن مہلت دی، پھر آپ ان کے پاس آئے، اور فرمایا کہ میرے بھائی پر آج کے روز کے بعد نہ رونا، پھر فرمایا، کہ میرے بھتیجوں کو بلاؤ، پھر ہم لوگ حاضر کئے گئے، گویا کہ ہم لوگ چوزے تھے، تو آپ نے فرمایا، حلاق کو بلاؤ، پھر اس کو آپ نے حکم کیا، تو اس نے ہمارے سروں کو مونڈ دیا، ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے، کہ سر صاف منڈانا جائز ہے، اور جو شخص سر منڈانے والے کو کافر کہے، اور سر منڈانے والوں کو قتل کرنے کو کہے وہ جاہل ہے، شاید اس کو اس حدیث سے دھوکا ہوا ہے، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے، کہ خارجیوں کی علامت سر منڈانا ہے، سو اس کو معلوم ہونا چاہیئے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمانے سے سر منڈانے کی حرمت اور سر منڈانے والے کا کافر اور مباح الدم ہونا ثابت نہیں ہوتا، اس لئے کہ علامت کبھی حلال ہوتی ہے، اور کبھی حرام، دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حدیث میں خارجیوں کی ایک علامت یہ بھی بیان کی ہے کہ ان میں ایک کالا شخص ہوگا جس کا ایک بازو عورت کے پستان کے مثل ہوگا، کیا یہ علامت بھی حرام ہے، ہرگز نہیں، بلکہ بلاشبہ یہ علامت حرام نہیں ہے، حاشیہ نسائی میں ہے استدل بہ بعضھم علی کراھیۃ التحلیق ولا دلالۃ فیہ فان العلامۃ قد تکون بحرام

---

لہ اس سے بعض نے سر منڈانے کی کراہت پر استدلال کیا ہے، لیکن اس میں کراہت کی کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ علامت کبھی حرام بھی ہوتی ہے، اور کبھی حلال کی ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وقد تکون بجلال انتفی۔ پس جو شخص سر منڈے کو کافر کہے، تو اگر خطا کہتا ہے، تو اس پر توبہ لازم ہے، اور اگر نفسانیت سے کہتا ہے، تو اس پر خود کفر کا خوف ہے، واللہ اعلم بالصواب،

سید محمد نذیر حسین

حررہ عبدالحق ملتانی عفی عنہ

**سوال**:۔ سیاہ خضاب کرنا درست ہے یا نہیں؟

**الجواب**: سیاہ خضاب کرنا درست وجائز نہیں ہے، جیسا کہ حدیث ابوداؤد وغیرہ سے واضح ہوتا ہے، واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ السید محمد نذیر حسین عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

**ھوالموفق**:۔ فی الواقع سیاہ خضاب کرنا درست وجائز نہیں ہے، صحیح مسلم میں حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے، کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے باپ ابوقحافہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کئے گئے، اور ان کا سر ولوجہ بالکل سفید ہو جانے بالوں کے گویا ثغامہ تھا، ثغامہ ایک گھاس ہے، جس کے پھول اور پھل سفید ہوتے ہیں، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذھبوا بہ الی بعض نسائہ فلتغیرہ بشئ وجنبوہ عن السواد یعنی ان کو لے جاؤ ان کی بعض عورتوں کے پاس کہ ان کے بالوں کو کسی چیز سے متغیر کر دیں، اور سیاہ رنگ سے ان کو بچانا، یعنی سیاہ خضاب سے ان کو بچانا، اور سرخ یا زرد یا کسی اور رنگ کا خضاب کرنا طبری اور ابن ابی عاصم نے اس حدیث میں اس قدر اور زیادہ روایت کیا ہے، کہ لوگ ابوقحافہ کو لے گئے، اور ان کے بالوں میں سرخ خضاب کیا، صحیح مسلم کی اس حدیث سے سیاہ خضاب کا نادرست ہونا صاف ظاہر ہے، سنن ابوداؤد میں ابن عباس رضی سے روایت ہے، کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ یکون قوم یخضبون فی اخر الزمان بالسواد کحواصل الحمام لا یریحون رائحۃ الجنۃ۔ یعنی آخر زمانہ میں ایک ایسی قوم ہوگی، جو سیاہ خضاب کرے گی، جیسے کبوتر کے سینے سیاہ ہوتے ہیں، سو وہ قوم جنت کی بو نہ پاوے گی، ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے، اور حافظ ابن حجر نے کہا، کہ اس کی سند قوی ہے، ابوداؤد کی اس حدیث سے بھی سیاہ خضاب کا نادرست اور ممنوع ہونا بخوبی ظاہر ہے، طبرانی اور ابن ابی عاصم نے ابوالدرداء سے مرفوعا روایت کیا ہے۔ من خضب بالسواد سود اللہ وجھہ بالسواد یوم القیمۃ۔ یعنی جو شخص سیاہ خضاب کرے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا منہ سیاہی سے کالا کرے گا، یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے، مگر اوپر کی حدیث سے اس کی تقویت ہوتی ہے، طبرانی اور ابن ابی عاصم کی اس حدیث سے بھی سیاہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



خضاب کا نادرست اور ممنوع ہونا صاف ظاہر ہے، فتح الباری صفحہ ۲۸۵ پارہ ۱۳ میں ہے، ثم ان المأذون فیہ رای فی صبغ شیب اللحیۃ والرأس، مقید بغیر السواد لما اخرجہ مسلم من حدیث جابر انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال غیروہ وجنبوہ السواد ولابی داؤد وصححہ ابن حبان من حدیث ابن عباس مرفوعا یکون قوم فی اخر الزمان یخضبون کحواصل الحمام لا یجدون ریح الجنۃ واسنادہ قوی الا انہ اختلف فی رفعہ ووقفہ وعلی تقدیر ترجیح وقفہ فمثلہ لا یقال بالرای فحکمہ الرفع ولھذا اختار النووی ان الصبغ بالسواد یکرہ کراھیۃ تحریم انتہی اور فتح الباری صفحہ ۴۹۹ پارہ ۲۴ میں ہے۔ وقد اخرج الطبرانی وابن ابی عاصم من حدیث ابی الدرداء رفعہ من خضب بالسواد سود اللہ وجھہ یوم القیمۃ وسندہ لین انتہی۔ اگر کوئی کہے کہ ابن ماجہ میں ایک حدیث ہے، جس سے صاف ثابت ہوتا ہے، کہ سیاہ خضاب کرنا درست ہے، اور وہ حدیث یہ ہے عن صہیب الخیر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان احسن ما اختضبتم بہ لھذا السواد ارغب لنسائکم فیکم واھیب لکم فی صدور عدوکم یعنی صہیب خیر سے روایت ہے، کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے تمام خضابوں میں سیاہ خضاب زیادہ اچھا ہے، اس سے تمہاری عورتوں کو تمہاری طرف رغبت زیادہ ہوتی ہے، اور دشمنوں کے دلوں میں تمہاری ہیبت زیادہ ہوتی ہے، تو جواب اس کا یہ ہے، کہ ابن ماجہ کی یہ حدیث ضعیف ہے، اس کی سند میں دو راوی ضعیف ہیں، ایک دفاع بن دغفل، اور دوسرا عبد الحمید بن صیفی، دیکھو تقریب التہذیب، واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب،

کتبہ محمد عبد الرحمٰن المبارکفوری، عفا اللہ عنہ۔

**سوال**:۔ چہ می فرمایند علمائے دین رحمہم اللہ تعالےٰ درین مسئلہ کہ جامہ وعمامہ یا تھان کشیدہ وچکن کہ کار نقرہ وغیرہ مثل کامدانی یا ابریشم در تن داشتہ باشد وگل بوٹا ابریشم یا

---

۱؎ سر اور داڑھی کے بال رنگنے کی اجازت مقید ہے کہ سیاہ رنگ نہ کیا جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو قحافہ کے متعلق فرمایا تھا، اس کے بالوں کا رنگ بدل دو، اور سیاہ رنگ سے بچو، ابن عباس نے مرفوعاً کہا، آخر زمانہ میں ایک قوم ہوگی، وہ اس طرح کے بال رنگ کریں گے، جیسے کبوتر کی پوٹ، یہ لوگ جنت کی خوشبو نہ پائیں گے، اس کی سند قوی ہے، اور یہ حدیث مرفوع ہے یا حکماً مرفوعاً ہے، امام نووی نے کہا سیاہ رنگ کرنا مکروہ تحریمی ہے

۲؎ ابو الدرداء نے مرفوعاً کہا، جو بالوں پر کالا خضاب کرے، خدا اس کا چہرہ قیامت کے روز سیاہ کریں گے (طبرانی)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نقرہ بر آن دوختہ باشد عمامہ و قمیص آن کردن نزد فقہائے حنفیہ جائز است یا نہ بینوا توجروا۔

**الجواب:** پارچہ پنبہ کہ بر دو نقش دنگار از ریشم دیا نقرہ و ذہب باشد پوشیدن آن جامہ نزد امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ جائز است، لان الاستعمال تقصد الجزء الذی یلاقیہ العضو وما سواہ کالتبع لہ فی الاستعمال فلا یکرہ کالجبۃ المکفوفۃ بالحریر والعلم فی الثوب وسمار الذہب فی فص الخاتم وکالعمامۃ المعلمۃ بالذہب ۱۲ طحاوی من التبیین و لا یکرہ لبس ثیاب کتب علیہ بالفضۃ والذہب ولکن ذلک استعمال کل سنوہ لانہ اذا ذوب لم یخلص منہ شئ کذا فی البنابیع واللہ الہادی الی سبیل الرشاد

نقیر احمد سعید احمدی | سید محمد نذیر حسین

**سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دستار سے نماز پڑھنا واجب ہے یا نہ، یا دونوں امر مساوی ہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب:** دستار کے ساتھ نماز پڑھنا واجب نہیں ہے، کیونکہ نماز میں صرف ستر عورت واجب ہے، اور اس کے سوا اور کپڑوں کا نماز میں ہونا مستحب ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک کپڑے میں نماز ادا فرمائی ہے، ایک مرتبہ جابر رضی اللہ عنہ نے صرف ایک تہ بند میں نماز پڑھی، اور دوسرے کپڑے آپ کے الگنی پر رکھے ہوئے تھے، اس پر ایک صاحب نے ان سے کہا، کہ آپ صرف ایک تہ بند میں نماز پڑھتے ہیں، انہوں نے فرمایا، کہ میں نے تو صرف اس لئے ایسا کیا ہے، کہ تم جیسے احمق دیکھیں، ہم لوگوں میں کون ایسا تھا، کہ جس کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دو کپڑے تھے، پس جب صرف ایک کپڑے میں سر برہنہ نماز جائز ہوئی، تو معلوم ہوا، کہ ٹوپی یا عمامہ کے ساتھ نماز

---

**سوال:** جس کپڑے پر چاندی سونے کی تاروں سے کشیدہ کاری کی گئی ہو، فقہائے حنفیہ کے نزدیک اس کا پہننا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب:** وہ سوتی کپڑا جس پر چاندی، سونے کی تاروں سے کشیدہ کاری کی گئی ہو، امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس کا پہننا جائز ہے کیونکہ استعمال میں وہ جز مقصود ہوتا ہے، جو جسم کے ساتھ ملا ہوا ہو، اور جو اس کے سوا ہو، وہ اس کے تابع ہے، لہٰذا مکروہ نہیں ہوگا، جیسا کہ اگر کوٹ کی کفوں پر ریشم لگا ہوا ہو، یا انگوٹھی کے نگینہ میں سونے کی میخ لگی ہو، یا پگڑی میں سونے کی تار کا حاشیہ ہو، یا کوئی طمع کی چیز ہو، کہ اگر اس کو گلایا جائے، تو اس سے کوئی چیز خالص برآمد نہ ہو سکے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پڑھنا واجب نہیں ہے، ہاں اس میں کلام نہیں ہے، کہ عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنا افضل ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم ومن بعدہم عام طور پر عمامہ کی موجودگی میں عمامہ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے، امام مالک فرماتے ہیں۔ اَدْرَکْتُ فِی مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَبْعِیْنَ مُحْتَنِکًا وَاِنْ اَحَدَھُمْ لَوِ ائْتُمِنَ عَلٰی بَیْتِ الْمَالِ لَکَانَ بِہٖ اَمِیْنًا علمانے بھی یہی لکھا ہے، کہ نماز با عمامہ مستحب وافضل ہے، کسی نے عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنے کو واجب نہیں بتایا ہے، فتاوی تاتارخانیہ میں ہے۔ المستحب[1] للرجل ان یصلی فی ثلاثۃ اثواب قمیص وازار وعمامۃ اھ، رفع الالتباس عن مسائل اللباس میں ہے، شک نہیں کہ نماز با عمامہ کو بے عمامہ پر فضیلت ہے باعتبار وقار وسکینۃ واتباع سنت کے، حدیث عبادہ میں فرمایا ہے، کہ عَلَیْکُمْ[2] بِالْعَمَائِمِ فَاِنَّھَا سِیْمَاءُ الْمَلَائِکَۃِ رواہ البیہقی فی شعب الایمان، اور حدیث رکانہ میں فرمایا ہے فَرْقُ مَا بَیْنَنَا وَبَیْنَ الْمُشْرِکِیْنَ الْعَمَائِمُ[3] عَلٰی قَلَانِسِھِمْ رواہ الترمذی، باقی وہ حدیثیں جو مفید الواعظین وغیرہ کتابوں میں نماز با عمامہ کی فضیلت میں منقول ہیں، وہ سب موضوع ہیں، امام شوکانی وغیرہ نے اس کی تصریح کردی ہے، خلاصہ یہ کہ نہ عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنا واجب ہے اور نہ نماز با عمامہ اور نماز بے عمامہ دونوں مساوی ہیں، بلکہ نماز با عمامہ کو نماز بے عمامہ پر فضیلت ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام جامع مسجد جو نماز جمعہ کی پڑھاوے، وہ عمامہ باندھے یا نہیں، اور اس کے پیچھے مقتدی دستار وعمامہ باندھیں یا نہیں، اور یہ دربار شاہی ہے، یعنی دربار شہنشاہ احکم الحاکمین کا ہے، پس از روئے احادیث کیا حکم ہے، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ امام اور مقتدی دونوں کو عمامہ باندھ کر نماز پڑھنا جائز ہے، جمعہ کی نماز ہو یا کوئی اور نماز، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم عمامہ باندھ کر نماز پڑھتے تھے، اور عمامہ

---

[1] میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں ستر کے قریب آدمی دیکھے، جنہوں نے سر پر پگڑیاں باندھ رکھی تھیں، ان میں سے ایک ایک اس درجہ کا آدمی تھا، کہ اگر اس کو بیت المال پر امین بنایا جائے، تو امین ثابت ہو ۱۲

[2] مرد کے لئے مستحب ہے، کہ تین کپڑوں میں نماز پڑھے، قمیص، تہ بند، اور پگڑی ۱۲

[3] پگڑی سر پر رکھا کرو، کیونکہ یہ فرشتوں کا لباس ہے (بیہقی) [4] مشرکوں کا اور ہمارا یہ فرق ہے، کہ ہم ٹوپی پر پگڑی بھی باندھتے ہیں ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



باندھنا دربارشاہی کے منافی نہیں ہے، بلکہ اسی شہنشاہ احکم الحاکمین نے اپنے دربار میں حاضر ہونے کی نسبت یہ حکم کیا ہے، کہ خذوا زینتکم عند کل مسجد یعنی تم لوگ ہر نماز کے وقت اپنے کپڑے لے لیا کرو، یعنی اپنے کپڑے پہن کر نماز پڑھا کرو، اور کپڑے میں عمامہ بھی داخل ہے، کیونکہ عمامہ ایک مسنون کپڑا ہے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ فرق مابیننا وبین المشرکین العمائم علی القلانس رواہ الترمذی وابوداؤد یعنی ہمارے اور مشرکین کے درمیان یہ فرق ہے، کہ ہمارے عماموں کے نیچے ٹوپیاں ہوتی ہیں، واللہ تعالےٰ اعلم۔ حررہ احمد اعظم گڈھی

سید محمد نذیر حسین

سوال، کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز عمامہ کے ساتھ بغیر عمامہ کی نماز سے یعنی ساتھ ٹوپی کے نماز سے مزیت وفضیلت رکھتی ہے بچپن نماز وستر نماز وستر درجہ کرکے، آیا از روئے حدیث صحیح ثابت ہے یا نہیں، اور حدیث صلوۃ تطوع او فریضۃ بعمامۃ تعدل خمسا وعشرین صلوۃ بلا عمامۃ وجمعۃ بعمامۃ تعدل سبعین جمعۃ بلا عمامۃ یہ روایت ضعیف ہے یا صحیح یا موضوع، اور جامع رموز میں ہے۔ ینبغی ان یصلی مع العمامۃ فی الحدیث الصلوۃ مع العمامۃ خیر من سبعین صلوۃ من غیر عمامۃ، یہ حدیث صحیح ہے یا ضعیف یا موضوع دیا باعتبار حدیث صحیح کے ثواب نفس نماز کا ساتھ عمامہ دبے عمامہ کے متساوی وبرابر ہے، پس عمامہ سے نفس نماز میں ازدیاد ثواب وانتقاص ہوتا ہے یا نہیں یعنی کمی بیشی نفس ثواب نماز میں عمامہ کو مداخلت ہے یا نہیں، اور جو شخص اصرار کرے فضیلت نماز عمامہ کو بلا عمامہ سے ستر کیت وستر درجہ وستر نماز کرکے وعظ اور غیر وعظ میں درسالہ تصنیف کرکے اشاعت دیوے حدیث موضوع کو صحیح سمجھے دسمجھادے لوگوں کو اور ہٹ کرے اس پر باوجود اطلاع دینے وپانے موضوعیت کے اور کتب معتبرہ ومستندہ محدثین حوالہ تسلیم نہ کرے وسخن پروری کرے، اور روایت رسالہ غیر معتبرہ وروایت فقہیہ غیر مستندہ کو سند گردانے وسند میں پیش کرے، از روئے شرع شریف ایسا شخص آثم ہوگا یا نہیں، وقابل الزام شرعی ہوگا، یا نہیں،

---

ا نفلی ہو یا فرضی نماز اگر پگڑی سے پڑھی جائے تو وہ بغیر پگڑی والی نماز سے پچیس درجہ زیادہ ثواب رکھتی ہے، اور اگر پگڑی سے جمعہ پڑھا جائے تو وہ دوسرے ستر جمعوں کے برابر ہوگا ۱۲ ۲ پگڑی کے ساتھ نماز پڑھنا چاہیے کیونکہ حدیث میں ہے، کہ پگڑی والی نماز دوسری نماز سے ستر درجہ زیادہ ثواب رکھتی ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بینوا بالسنۃ توجروا یوم الساعۃ یقوم الناس لرب العالمین۔

**الجواب** ۔ ھو المصوب والملھم للحق والصواب ۔ احادیث صحیحہ کے رو سے عمامہ والی نماز کو بے عمامہ والی نماز سے کچھ فضیلت و مزیت پچیس نماز و ستر نماز و ستر درجہ کی ثابت نہیں ہے اور حدیث صلوۃ تطوع او فریضۃ بعمامۃ تعدل خمسا وعشرین صلوۃ بلا عمامۃ وجمعۃ بعمامۃ تعدل سبعین جمعۃ بلا عمامۃ موضوع و باطل ہے، چنانچہ ملا علی قاری حنفی ہروی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ المصنوع فی الحدیث الموضوع میں فرماتے ہیں حدیث صلوۃ بخاتم تعدل سبعین صلوۃ بلا خاتم موضوع کما قالہ العسقلانی وکذا صلوۃ بعمامۃ تعدل خمسا وعشرین صلوۃ بلا عمامۃ وجمعۃ بعمامۃ تعدل سبعین جمعۃ بلا عمامۃ والصلوۃ فی العمامۃ بعشرۃ آلاف حسنۃ قال المتونی فذلک کلہ باطل انتہی۔ یعنی یہ حدیث کہ ایک نماز انگوٹھے کے ساتھ برابر ہوتی ہے ستر نماز بغیر انگوٹھی کے موضوع ہے یعنی بنی اور گڑھی ہوئی بات ہے، جیسا کہ کہا عسقلانی نے اس کو اور ایسے ہی موضوع ہے، یہ حدیث کہ ایک نماز عمامہ کے ساتھ برابر ہے پچیس نماز بغیر عمامہ کے، اور ایک جمعہ عمامہ کے ساتھ برابر ہوتا ہے ستر جمعہ بلا عمامہ کے، اور نماز با عمامہ میں دس ہزار نیکیاں ہیں کہا متونی نے یہ کل حدیثیں باطل ہیں، اور قاضی شوکانی اپنی کتاب الفوائد المجموعۃ فی بیان الاحادیث الموضوعۃ صفحہ ۴۴ میں فرماتے ہیں۔ حدیث صلوۃ بعمامۃ تعدل خمس وعشرین جمعۃ وجمعۃ بعمامۃ تعدل سبعین جمعۃ ذکرہ فی المقاصد وقال موضوع، حدیث العمائم تیجان العرب والاحتبا حیطانہا وجلوس المؤمنین فی المسجد رباط قال فی المقاصد ضعیف واخرج البیہقی معناہ من قول الزہری حدیث علیکم بالعمائم فانہا سیما الملائکۃ فارخوہا خلف ظہورکم اخرجہ ابن عدی والبیہقی فی الخلافیات موضوع وقال فی اللآلی لا یصح وقال لہ طریق اخر عن ابن عباس اخرجہ الحاکم فی المستدرک وقد اخرج ابوداؤد

---

لہ نفلی ہو یا فرضی نماز اگر پگڑی سے پڑھی جائے، تو وہ بغیر پگڑی والی نماز کے پچیس درجہ زیادہ ثواب رکھتی ہے اور پگڑی سے اگر جمعہ پڑھا جائے، تو وہ دوسرے ستر جمعوں کے برابر ہوگا ۱۲ سے پگڑی کے ساتھ نماز پچیس درجہ زیادہ ثواب رکھتی ہے، اور پگڑی سے حج ستر حج کے برابر ہے، مقاصد میں ان کو ذکر کر کے موضوع کہا ہے، اور پگڑیاں عرب کا تاج ہیں، اور اعتبار اس کی دیواریں ہیں، اور مومنوں کا مسجد میں بیٹھنا رباط ہے، یہ حدیث ضعیف ہے، اور حدیث "پگڑیاں باندھا کرو، کہ وہ فرشتوں کا نشان ہے، اور اپنی پیٹھ پیچھے اس کو لٹکا دیا کرو"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



من حدیث رکانۃ فرق ما بیننا وبین المشرکین العمائم علی القلانس واخرج البیہقی من مرسل خالد بن معدان ان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم قال اعتموا خالفوا الامم قبلکم قول ابن عمر یا بنی احب العمامۃ یا بنی اعتم تجل وتکرم وتوقر ولا یراک الشیطان الاولی ھاربا سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان الصلوۃ بعمامۃ وجمعۃ بعمامۃ تعدل سبعین جمعۃ بغیر عمامۃ ان الملائکۃ تشھدون الجمعۃ متعممین ولا یزالون یصلون علی اصحاب العمائم حتی تغرب الشمس قال ابن حجر موضوع حدیث صلوۃ علی کور العمامۃ یعدل ثوابھا عند اللہ غزوۃ فی سبیل اللہ ھو موضوع حدیث الصلوۃ فی العمامۃ عشرۃ الاف فی اسنادہ مبھم وقال فی المقاصد موضوع انتہی، اور جامع الرموز کتب غیر معتبرہ سے ہے، پس کیا اعتبار اس کی روایت بے سند کا، جیسا کہ صاحب کشف الظنون نے لکھا ہے۔ والمولی شمس الدین محمد الخراسانی القہستانی نزیل بخارا ومرجع الفتوی بھا وجمیع ماوراء النھر المتوفی سنۃ اثنین وستین وتسع مائۃ وھو اعظم الشروح نفعا وادقھا اشارۃ ورمزا کثیر النفع عظیم الوقع سماہ جامع الرموز فرغ من تالیفہ سنۃ احدی واربعین وتسع مائۃ وقیل انہ مات فی حدود سنۃ خمسین وتسع مائۃ ببخارا وقال المولی عصام الدین فی حق القہستانی انہ لم یکن من تلامذۃ شیخ الاسلام الھروی لا من اعالیھم ولا من ادانیھم وانما کان دلال الکتب فی زمانہ ولا کان یعرف الفقہ ولا

---

یہ بھی موضوع ہے، اور مندرجہ ذیل حدیثیں سب موضوع ہیں "ہمارے اور مشرکوں کے درمیان فرق یہ ہے، کہ ہم ٹوپی پر پگڑی باندھتے ہیں"۔ "پگڑیاں باندھا کرو، اور پہلی امتوں کی مخالفت کرو" بیٹا پگڑی کو پسند کر، اور پگڑی باندھا کر تیری عزت بڑھے گی، اور شیطان جہاں بھی تجھ کو دیکھے گا بھاگ جائے گا" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پگڑی کے ساتھ نماز اور جمعہ ستر نماز اور جمعہ کے برابر ہے"۔ "فرشتے جمعہ میں پگڑیاں باندھ کر آتے ہیں، اور پگڑی والوں کے لئے سورج غروب ہونے تک دعا کرتے رہتے تھے"۔ "نماز اگر پگڑی کے ساتھ پڑھی جائے، تو اللہ تعالی کے نزدیک اس کا ثواب جہاد فی سبیل اللہ کے برابر ہے"۔ "پگڑی کے ساتھ نماز کا اجر دس ہزار نماز کے برابر ملتا ہے"۔ یہ سب احادیث موضوع ہیں ۱۲

[1] اور شمس الدین محمد خراسانی قہستانی بخارا کا رہنے والا ہے، ۹۶۲ھ میں اس کی وفات ہوئی، یہ اپنی تالیف جامع الرموز سے ۹۵۰ھ کے قریب فارغ ہوا، مولانا عصام الدین اس کے متعلق فرماتے ہیں، کہ یہ شیخ الاسلام ہروی کے تلامذہ میں سے نہیں ہے، یہ کتابوں کا دلال تھا، فقہ سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



غیرہ بین اقرانہ ویؤیدہ انہ یجمع فی شرحہ ھذا بین الغث والسمین والصحیح و الضعیف من غیر تحقیق وتدقیق فھو کحاطب اللیل جامع بین الرطب والیابس فی السیل وھو مصنف القوارض فی ذم الروافض انتہی۔ اور حضرت استاذنا مولوی ابوالحسنات محمد عبدالحی لکھنوی فرنگی محلی غفراللہ لہ ونور مرقدہ اپنی کتاب النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر میں فرماتے ہیں ومنھا عدم الاطلاع علی حال مؤلفہ ھل کان فقیھا معتمدا امر کان جامعا بین الغث والسمین وان عرف رسمہ واشتھر اسمہ کجامع الرموز للقھستانی فانہ وان تداولہ الناس لکنہ لما لم یعرف حالہ انزلہ من درجۃ الکتب المعتبرۃ الی الکتب الغیر المعتبرۃ انتہی۔ قال ابن عابدین فی ردالمحتار وفی شرح الاشباہ لشیخنا المحقق ھبۃ اللہ البعلی قال شیخنا العلامۃ صالح الجنبی انہ لا یجوز الافتاء من الکتب المختصرۃ کالنھر وشرح الکنز للعینی والدرالمختار شرح تنویر الابصار لعدم الاطلاع علی حال مولفیھا کشرح الکنز لملا مسکین و شرح النقایۃ للقھستانی انتہی۔ اور عمامہ وکلاہ سر دوسنون سنت زوائد سے ہیں، جو من قبیل عادات نبی علیہ السلام سے ہیں نہ من قبیل سنت ہدی سے ہیں۔ کما فی شرح الوقایۃ فان کانت المواظبۃ المذکورۃ علی سبیل العبادۃ فسنن الھدی وان کانت علی سبیل العادۃ فسنن الزوائد کلبس الثیاب انتہی۔ وفی المنار شرح الانوار للملا جیون

---

بالکل ناواقف تھا اس کی تالیف میں صحیح، ضعیف، اچھی، بری سب چیزیں بلاتحقیق ملتی ہیں، یہ حاطب اللیل ہے خشک وتر جو کچھ ملتا جاتا ہے، لے لیتا ہے۔ اس کی ایک تصنیف "قوارض فی ردالروافض" بھی ہے "

۱ اور ان میں سے ایک مصنف کے حالات سے بے خبری بھی ہے، کہ وہ کوئی معتبر اور فقیہ تھا، یا بھلی بری روایات جمع کرنے والا تھا، اگرچہ اس کا نام بڑا مشہور ہو چکا ہو، جیسے کہ قہستانی کی جامع الرموز، اگرچہ لوگوں نے اس کتاب کو ہاتھوں ہاتھ لیا ہے، لیکن چونکہ اس کے مصنف کے حالات معلوم نہیں ہیں، لہٰذا یہ کتاب معتبر کتابوں کے درجہ سے گر کر غیر معتبر کتابوں میں شامل ہو گئی ہے، ابن عابدین اور ہبۃ اللہ البعلی نے کہا کہ صالح الجنبی کہتے تھے، مختصر کتابوں سے فتوی نہیں دینا چاہیئے، مثلاً نہر اور عینی کی شرح کنز اور درمختار اور شرح تنویر الابصار، یا جن کے مؤلفین کے حالات معلوم نہیں ہیں، جیسے ملا مسکین کی شرح کنز، اور قہستانی کی شرح نقایہ وغیرہ ۱۲

۲ اگر کسی چیز پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مواظبت بر سبیل عبادت ہو تو وہ سنن ہدی سے ہے، اور اگر بر سبیل عادت ہو تو وہ سنن زوائد سے ہے، جیسے کپڑے پہننا وغیرہ ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وھی نوعان ای مطلق السنۃ سنۃ الھدی کالجماعۃ والاذان والاقامۃ والثانی الزوائد کسیر النبی علیہ السلام فی لباسہ الی قولہ ور بما یلبس عمامۃ سوداء وحمراء انتھی ملخصاً وھی فی التوضیح من کتب اصول الفقہ والسنۃ نوعان سنۃ الھدی وترکھا یوجب اساءۃ وکراھۃ کالجماعۃ والاذان والاقامۃ ونحوھا وسنۃ الزوائد وترکھا لا یوجب ذلک کسنن النبی علیہ السلام فی لباسہ وقیامہ وقعودہ انتھی پس مسنونیت دونوں امر کے باب میں صاحب قاموس وسفر السعادت یعنی مجد الدین فیروز آبادی اپنی کتاب سفر السعادت میں فرماتے ہیں گاہ عمامہ مع کلاہ می پوشید گاہ کلاہ بے عمامہ انتھی، اور لفس ثواب نماز میں کوئی مداخلت عمامہ و کلاہ کو از دیاد و انتقاص ثواب میں از روئے حدیث صحیح ثابت نہیں، بلکہ ایک کپڑے میں نبی علیہ السلام نے نماز پڑھی ہے، جیسا کہ روایت جامع ترمذی میں منقول ہے۔ عن عمر بن ابی سلمۃ انہ رای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی بیت ام سلمۃ مشتملا فی ثوب واحد۔ انتھی قال ابو عیسی حدیث عمر بن ابی سلمۃ حسن صحیح والعمل علی ھذا عند اکثر اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومن بعدھم من التابعین وغیرھم قالوا لا بأس بالصلوۃ فی الثوب الواحد وقال بعض اھل العلم یصلی الرجل فی ثوبین انتھی وفی صحیح مسلم عن ابی ھریرۃ ان سائلا سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الصلوۃ فی الثوب الواحد فقال اولکلکم ثوبان انتھی وفی صحیح مسلم ان ابا الزبیر المکی حدثہ انہ رای جابر بن عبد اللہ یصلی فی ثوب متوشحا بہ وعندہ ثیابہ وقال جابر انہ رای رسول اللہ صلی اللہ

---

۱؎ سنت دو طرح کی ہے، ایک سنت ہدی، جیسے جماعت، اذان، اقامت وغیرہ، اور دوسری سنت زائدہ، جیسے کہ آنحضرت کے لباس وغیرہ کی عادت کہ آپ کبھی سیاہ پگڑی پہن لیتے اور کبھی سرخ، سنت دو قسم ہے، ایک سنت ہدی، اس کو چھوڑنے سے انسان گنہ گار ہوتا ہے، جیسے جماعت، اذان اور اقامت وغیرہ، ایک سنت زائدہ، جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس اور قیام وقعود کا طریقہ ۱۲ ۲؎ کبھی تو آپ کلاہ پر عمامہ باندھتے، اور کبھی صرف کلاہ (ٹوپی) پہن لیتے ۱۲ ۳؎ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ام سلمہ کے گھر میں صرف ایک کپڑے میں نماز پڑھی، ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے، اور اکثر اہل علم صحابہ اور تابعین کا اسی پر عمل رہا ہے، کہتے تھے، کہ ایک کپڑے میں نماز پڑھ لینے میں کوئی حرج نہیں بعض کہتے ہیں کہ دو کپڑوں میں پڑھے، ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کیا تم میں سے ہر آدمی کے پاس دو کپڑے موجود ہیں؟ ۴؎ جابر رضی اللہ عنہ نے ایک ہی کپڑے کو لپیٹ کر نماز پڑھ لی، حالانکہ آپ کے پاس کپڑے موجود تھے، اور حضرت جابر نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے دیکھا ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



علیہ وسلم یعنع ذلک انتہی۔ وفی النووی شرح صحیح مسلم واجمعوا علی ان الصلوۃ فی ثوبین افضل ومعنی الحدیث ان الثوبین لا یقدر علیہما کل واحد فلو وجبا لعجز من لا یقدر علیہما من الصلوۃ وفی ذلک حرج وقد قال اللہ تعالی ما جعل علیکم فی الدین من حرج واما صلوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم والصحابۃ رضی اللہ عنہم فی ثوب واحد ففی وقت کان لعدم ثوب اخر وفی وقت کان مع وجودہ لبیان الجواز کما قال جابر رضی اللہ عنہ لیراہ الجہال وإلا فالثوبان افضل کما سبق انتہی پس جب کہ جواز و افضلیت نماز ثوب واحد و دو ثوب کے بروئے حدیث صحیح ثابت و محقق ہے، پس ایسی روایت جس کو محدثین نے موضوعات و مصنوعات سے شمار کیا ہے، اس کے موافق کر کے فتوی دینا اور مجلس وعظ میں بیان کرنا و رسالہ میں اشاعت دینا، بڑی جرأت کرنا و مرتکب کبیرہ ہونا ہے نعوذ باللہ منہا، چنانچہ امام نووی شرح صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۸ مطبوعہ نولکشور میں تحریر فرماتے ہیں تحرم روایۃ الحدیث الموضوع علی من عرف کونہ موضوعا او غلب علی ظنہ وضعہ فمن روی حدیثا علم او ظن وضعہ ولم یبین حال وضعہ فہو داخل فی ہذا الوعید مندرج فی جملۃ الکاذبین علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتہی۔ اور صحیح بخاری صفحہ ۲۱ میں سلمہ بن الاکوع رضہ سے روایت ہے، کہا انہوں نے سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من یقل علی مالم اقل فلیتبوا مقعدہ من النار انتہی، اور رواۃ اس روایت کے بکثرت ہیں، بلکہ عشرہ مبشرہ

---

لہ نووی شرح صحیح مسلم میں ہے، کہ علماء کا اتفاق ہے، کہ دو کپڑوں میں نماز افضل ہے، اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ دو کپڑے ہر ایک کو میسر نہیں آ سکتے، اگر دو کپڑے واجب ہوتے، تو نادار لوگ نماز سے عاجز آ جاتے اور تنگ ہو جاتے، اور اللہ تعالے نے فرمایا ہے، کہ خدا نے تمہارے دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے جو ایک کپڑے میں نماز پڑھی ہے، تو وہ بعض اوقات دوسرا کپڑا نہ ہونے کی وجہ سے پڑھی ہے اور بعض اوقات بیان جواز کے لئے، جیسے کہ حضرت جابر نے ایک کپڑے میں اس لئے نماز پڑھی، کہ ناواقف لوگ دیکھ لیں کہ ایک کپڑے میں نماز جائز ہے، ورنہ دو کپڑے افضل ہیں ۱۲ ۲ حدیث موضوع کی روایت اس آدمی کے لئے حرام ہے، جس کو اس کے موضوع ہونے کا علم ہو، یا گمان غالب ہو، اور پھر اس کے موضوع ہونے کی وضاحت نہ کرے، تو وہ اس وعید میں داخل ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ بولنے والوں میں سے ایک وہ بھی ہے ۱۲ ۳ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو آدمی مجھ پر وہ بات کہے جو میں نے نہیں کہی، تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بھی داخل ہیں اور شرح شرح نخبۃ الفکر میں ہے۔ واتفقوا علی تحریم روایۃ الموضوع من علم بحالہ بسند او غیرہ فی ای معنی کان من الاحکام والقصص والترغیب والترھیب وغیرھا الا مقرونا ببیان انہ موضوع انتہی۔ وفی شرح صحیح مسلم للنووی وقال الشیخ ابو محمد الجوینی وامام الحرمین ابو المعالی من ائمۃ اصحابنا یکفر بتعمد الکذب علیہ صلی اللہ علیہ وسلم حکی امام الحرمین عن والدہ ھذا المذھب وانہ کان یقول فی درسہ کثیرا من کذب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمدا کفر وارتد دمہ انتہی۔ اور مجمع البحار جلد سوم میں ہے قال زید بن اسلم من عمل بخبر علم انہ موضوع فھو من خدم الشیطان انتہی اور نفح المغیث شرح الفیۃ الحدیث میں ہے۔ وکیف کان الموضوع ای فی ای معنی کان من الاحکام او القصص او الفضائل او الترغیب او الترھیب او غیرھا لم یجیزوا وفیہ ایضا ولذا قال الخطیب یجب علی المحدث ان لا یروی شیئا من الاخبار الموضوعۃ فمن فعل ذلک باء بالاثم المبین ودخل فی جملۃ الکاذبین وکتب البخاری علی حدیث موضوع من حدث بھذا استوجب الضرب الشدید والحبس الطویل انتہی۔ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ رسالہ عجالہ نافعہ میں تحریر فرماتے ہیں، منجملہ شناخت وضعیت حدیث علامت ہشتم آن ست کہ افراط در وعید شدید بر گناہ صغیر یا افراط

---

۱؎ اس پر اتفاق ہے، کہ جس کو کسی روایت کے موضوع ہونے کا علم ہو جائے، خواہ وہ کسی قسم کی حدیث ہو احکام سے ہو یا قصص اور ترغیب وترہیب وغیرہ کے متعلق ہو، وہ اس کو بیان نہ کرے، اگر کرے تو اس کے موضوع ہونے کی وضاحت بھی کرے، ابو محمد جوینی اور امام الحرمین ابو المعالی نے کہا، ہمارے کچھ امام موضوع روایت بیان کرنے والے پر کفر کا فتوی دیا کرتے تھے، امام الحرمین کے والد کا یہی مذہب تھا، وہ اکثر درس میں کہا کرتے تھے، جو آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے، وہ کافر ہے، اس کا خون مباح ہے"

۲؎ زید بن اسلم نے کہا جو شخص ایسی حدیث پر عمل کرے، جو موضوع ہو، وہ شیطان کا خادم ہے، نفح المغیث میں ہے موضوع حدیث جس مضمون کی بھی ہو اس کی روایت حرام ہے، خواہ وہ احکام سے تعلق رکھتی ہو یا قصص اور فضائل اور ترغیب وترہیب کے متعلق ہو، خطیب نے کہا، محدث پر فرض ہے، کہ کسی موضوع اور باطل حدیث کی روایت نہ کرے اور جو ایسا کرے گا، وہ کذابوں کی جماعت میں شامل ہوگا، اور گنہ گار ہوگا، امام بخاری نے ایک موضوع روایت کے متعلق لکھا، جو یہ حدیث بیان کرے گا، وہ ضرب شدید اور حبس طویل کا مستحق ہے"

۳؎ موضوع حدیث کی شناخت کی آٹھویں علامت یہ ہے، کہ اس میں کسی معمولی گناہ پر بہت سخت وعید بیان کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وعد عظیم بر فعل قلیل چنانچہ من صلی رکعتین فلہ سبعون الف دار فی کل دار سبعون الف بیت و فی کل بیت سبعون الف سریر علی کل سریر الف جاریۃ بلکہ احادیث این قسم را خواہ در عذاب باشند خواہ در ثواب موضوع باید شناخت انتہی پس عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنے میں دس ہزار نیکی کا حاصل ہونا، اور اسی طرح ایک نماز عمامہ کے ساتھ پچیس نماز کا برابر ہونا، اور ایک جمعہ باعمامہ ستر جمعہ کے برابر ہونا، اور ایک نماز انگوٹھی کے ساتھ ستر نماز بغیر انگوٹھی کے برابر ہونا سراسر بموجب علامت وضعیت ہے، علاوہ اس کے تصریح کی ہے ملا علی قاری نے اپنی کتاب موضوعات کبیر میں۔ حدیث صلوۃ بخاتم تعدل سبعین صلوۃ بغیر خاتم موضوع کما قالہ العسقلانی ولکن صلوۃ بعمامۃ تعدل بخمس وعشرین صلوۃ وجمعۃ بعمامۃ تعدل سبعین جمعۃ والصلوۃ فی العمامۃ بعشرۃ الاف حسنۃ قال المتوفی فذلک کلہ باطل وقال السخاوی حدیث صلوۃ بخاتم تعدل بسبعین بغیر خاتم ھو موضوع کما قال شیخنا عن شیخہ ولکن اما اورد الدیلمی من حدیث ابن عمر رفعہ مرفوعا صلوۃ بعمامۃ تعدل بخمس وعشرین وجمعۃ بعمامۃ تعدل سبعین جمعۃ ومن حدیث انس مرفوعا الصلوۃ فی العمامۃ بعشرۃ الاف حسنۃ قلت روی ابن عمر نقلہ السیوطی عن ابن عساکر فی جامعہ الصغیر مع التزامہ بانہ لم یبین کر نیہ الموضوع (ترجمہ) یہ حدیث کہ ایک نماز انگوٹھی کے ساتھ ستر نمازوں کے برابر ہے، جو بغیر انگوٹھی کے پڑھی گئی ہوں موضوع ہے یعنے بنائی ہوئی بات ہے، جیسا کہ عسقلانی کے کہا ہے، اور ایسے ہی یہ حدیث موضوع ہے، کہ ایک نماز پگڑی سے پچیس نمازوں کے برابر ہے، اور ایک جمعہ پگڑی سے ستر جمعوں کے برابر ہے، اور ایک نماز پگڑی میں دس ہزار نیکی کے برابر ہے، کہا متوفی نے یہ سب باطل ہیں، کہا سخاوی نے یہ حدیث کہ ایک نماز انگوٹھی سے ستر نمازوں کے برابر ہے جو بغیر انگوٹھی کے ہوں موضوع ہے، جیسے کہ ہمارے شیخ نے اپنے شیخ سے نقل کیا ہے، اور ایسے ہی موضوع ہے وہ حدیث جس کو دیلمی نے ابن عمر سے مرفوع روایت کیا ہے، کہ ایک نماز پگڑی سے پچیس نمازوں کے برابر ہے، اور ایک جمعہ پگڑی سے ستر جمعوں کے برابر ہے، اور ایک نماز پگڑی سے دس ہزار نیکی کے برابر ہے، میں کہتا ہوں، اس کو سیوطی نے جامع الصغیر میں ابن عساکر سے اس کے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، باوجود اس کے کہ اس نے التزام کیا ہے، کہ میں اس

---

گئی ہو یا کسی چھوٹے سے عمل پر بہت بڑے اجر کا وعدہ کیا گیا ہو جیسے یہ حدیث کہ جو شخص دو رکعت نماز پڑھے، اس کو ستر ہزار مکان ملیں گے، ہر مکان میں ستر ہزار کمرے ہوں گے، ہر کمرے میں ستر ہزار تخت بچھے ہوں گے اور ہر تخت پر ایک ہزار لونڈی ہوگی، پس ایسی حدیثوں کو خواہ وہ ثواب کے متعلق ہوں یا عذاب کے متعلق موضوع سمجھ لینا چاہیئے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



میں کوئی موضوع حدیث ذکر نہ کروں گا، انتہی، اور شمس الدین محمد بن عبدالرحمن السخاوی اپنی کتاب المقاصد الحسنۃ فی بیان کثیر من الاحادیث المشتہرۃ علی الالسنۃ میں فرماتے ہیں حدیث العمائم تیجان العرب الدیلمی من جہتہ ابی نعیم ثم من جہتہ ابن عباس مرفوعا بزیادۃ و الاحتباء حیطانہا وجلوس المؤمن فی المسجد رباطہ وہو کذلک عند القضاعی من حدیث علی مرفوعا ایضا لکن قد اخرجہ البیہقی عن الزہری من قولہ ولفظہ العمائم تیجان العرب والحبوۃ حیطان العرب والاضطجاع فی المسجد رباط المؤمنین وللدیلمی لفظ الرجمۃ من حدیث ابن عباس ایضا بزیادۃ فاذا وضعوا عممہم و فی لفظ عندہ العمائم وقار المؤمن وعز العرب فاذا وضعت العرب عمائمہا وقد خلعت عزہا وکذا للبیہقی بلفظ الرجمۃ بزیادۃ واعتموا تزدادوا حلما وفی الباب مما یشبہ بلفظ تعمموا تزدادوا حلما والعمائم تیجان العرب سوی ما ذکروکلہ ضعیف ومنہ للبیہقی فی الشعب عن ابن عباس مرفوعا علیکم بالعمائم فانہا سیما الملائکۃ فارخوہا خلف ظہورکم وقد استطرد بعض الحفاظ ممن جمع فی العذبۃ وسدل العمامۃ بخصوصہما لما استحضرہ من ہذا المعنی وایضا ہو عند الطبرانی فی الدیلمی عن ابن عمر وہما لا یثبت ما اوردہ الدیلمی فی سندہ عن ابن عمر رفعہ صلوۃ بعمامۃ تعدل بخمس وعشرین صلوۃ وجمعۃ بعمامۃ تعدل سبعین جمعۃ ونیہ ان الملائکۃ یشہدون الجمعۃ متعممین ویصلون علی اہل العمائم حتی یغیب الشمس وفی لفظ عنہ ایضا جمعۃ بعمامۃ افضل من سبعین جمعۃ بلا عمامۃ وعنہ وعن ابی ہریرۃ معا ان اللہ عزوجل وملائکۃ

---

لہ مندرجہ ذیل احادیث موضوع ہیں "پگڑیاں عرب کا تاج ہیں" "اعتباء عرب کی فصیل ہے اور مومن کا مسجد میں بیٹھنا رباط ہے" "پگڑیاں عرب کا تاج ہیں، اور حبوہ عرب کی فصیل ہے اور مسجد میں لیٹنا مومن کا رباط ہے" جب عرب لوگ پگڑیاں اتار دیں گے تو ذلیل ہو جائیں گے "پگڑیاں باندھا کرو تم میں بردباری زیادہ ہو جائے گی پگڑیاں باندھا کرو فرشتوں کا نشان ہے اور ان کو اپنی پیٹھ پیچھے لٹکا دیا کرو" پگڑی سے نماز پڑھنا پچیس گنا اجر رکھتا ہے اور پگڑی سے جمعہ پڑھنا ستر جمعوں کے برابر ہے" فرشتے جمعہ میں پگڑیاں باندھ کر آتے ہیں اور سورج غروب ہونے تک پگڑی والوں کے لئے دعائیں مانگتے ہیں "پگڑی سمیت جمعہ بغیر پگڑی کے جمعہ سے ستر گنا زیادہ اجر رکھتا ہے" اللہ کے کچھ فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے رہتے تھے اور سفید پگڑی والوں کے لئے استغفار

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وقوف بباب المسجد یستغفرون لاصحاب العمائم البیض. وعن جابر رکعتان بعمامۃ افضل من سبعین بغیرھا. وعن ابی الدرداء ان اللہ وملائکتہ یصلون علی اصحاب العمائم یوم الجمعۃ وعن علی العمامۃ حاجز بین المسلمین والمشرکین وعن رکانۃ فرق ما بین المشرکین العمائم علی القلانس وبعضہ اوھی من بعض انتہی کلامہ۔ ایسا آدمی قابل الزام شرعی ہوگا و مرتکب کبیرہ۔ کما روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من حدث عنی بحدیث یری انہ کذب فھو احد الکاذبین رواہ مسلم فی صحیحہ عن سمرۃ بن جندب وعن المغیرۃ بن شعبۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذلک وفی مختصر الجرجانی ولا یحل روایۃ الموضوع للعالم بحالہ فی ای معنی کان الا مقرونا ببیان الوضع انتہی واللہ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب والیہ المرجع والمآب۔ اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطنا وارزقنا اجتنابہ۔

حررہ الراجی عبد ربہ المتین محمد امین الحسینی الحسنی تجاوز اللہ عن ذنبہ الخفی والمبین والدقیق والسمین۔

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مردوں اور بچوں کو چاندی کا زیور پہننا درست ہے یا نہیں؟

**الجواب**:۔ جو زیور عورتوں کے ساتھ مخصوص ہیں وہ مردوں کے لئے حرام ہیں، مردوں کو ان زیوروں کا پہننا جائز نہیں، مشکوۃ شریف ۳۷۲ میں ہے۔ عن ابن عباس رض لعن اللہ المتشبھین بالنساء والمتشبھات من النساء بالرجال رواہ البخاری، ونیز اسی کتاب صفحہ ۳۷۵ میں ہے۔ عن ابی ھریرۃ قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الرجل یلبس لبسۃ المرأۃ والمرأۃ تلبس لبسۃ الرجل رواہ ابوداؤد۔ اور جو چیز مردوں کے لئے حرام ہے وہ بچوں

---

کرتے ہیں"۔ پگڑی کے ساتھ دو رکعتیں بغیر عمامہ کے ستر رکعت سے افضل ہیں" جمعہ کے دن پگڑی والوں پر فرشتے اور خداوند تعالیٰ صلوۃ بھیجتے ہیں"۔ مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان پگڑی کا فرق ہے"۔ ہمارا اور مشرکوں کا فرق یہ ہے کہ ہم ٹوپی پر پگڑی باندھتے ہیں"۔ ۱؎ جس آدمی کو کسی حدیث کے موضوع ہونے کا گمان ہو اور پھر بھی وہ اس کو روایت کرے، موضوع حدیث کی روایت عالم کو جائز نہیں ہے، مگر اس صورت میں کہ اس کے موضوع ہونے کی وضاحت کرے ۱۲ ۲؎ اللہ ان مردوں پر لعنت کرے، جو عورتوں کا سا لباس پہنیں، اور ان عورتوں پر جو مردوں کا سا لباس لگائیں، یہ روایت بخاری اور ابوداؤد میں ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کے لئے بھی حرام ہے لہذا ان زیوروں کا پہننا لڑکوں کو بھی جائز نہیں، اور چاندی کا وہ زیور جو عورتوں کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، جیسے بٹن اور سیف و منطقہ کا حلیہ، سو مردوں اور لڑکوں کے لئے اس کے حرام ہونے کی کوئی دلیل صحیح میری نظر سے نہیں گذری، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ محمد عبدالرحمٰن المبارکفوری عفا اللہ عنہ

سید محمد نذیر حسین

**مسئلہ:** واضح ہو کہ عورتوں کو چاہیئے، کہ درمیانہ آواز سے قرآن شریف پڑھا کریں، نہ بہت آہستہ اور نہ بہت چیخ کر پڑھیں، ایسا ہی حکم شریعت کا ہے، اور زیور گھنگرو دار عورت کو پہننا منع ہے، اور باقی زیور پہننا درست ہے شرعاً۔ راقم سید عبدالسلام عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین — ۱۲۹۹ سید محمد عبدالسلام غفرلہ — ۱۳۰۵ سید محمد ابوالحسن

**ھوالموفق:** بے شک عورتوں کو گھنگرو دار زیور پہننا منع ہے، مشکوٰۃ شریف میں ہے، عن بنانۃ مولاۃ عبدالرحمٰن ابن حیان الانصاری کانت عند عائشۃ اذ دخلت علیھا جاریۃ وعلیھا جلاجل یصوتن فقالت لا تدخلنھا علی الا ان تقطع جلاجلھا سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا تدخل الملائکۃ بیتا فیہ جرس رواہ ابوداؤد۔ یعنی بنانہ سے روایت ہے، کہ وہ حضرت عائشہ رضؓ کے پاس تھیں ناگاہ ایک لڑکی داخل ہوئی اور اس پر گھنگرو تھے، جو آواز دے رہے تھے، پس حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا، کہ یہ لڑکی میرے پاس ہرگز داخل نہ ہو، مگر اپنے گھنگروؤں کو کاٹ کر، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، کہ آپ فرماتے تھے، کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں گھنگرو ہوتے ہیں روایت کیا اس حدیث کو ابوداؤد نے، اور عبداللہ بن زبیر رضؓ سے روایت ہے، کہ ایک لونڈی حضرت زبیر کی لڑکی کو لے کر حضرت عمر رضؓ کے پاس گئی، اور اس لڑکی کے پیر میں گھنگرو تھے، تو آپ نے اس کے گھنگروؤں کو کاٹ ڈالا، اور کہا، کہ سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے ہر گھنگرو کے ساتھ ایک شیطان ہے، روایت کیا اس حدیث کو ابوداؤد نے، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب، حررہ محمد عبدالرحمٰن المبارکفوری، عفا اللہ عنہ۔

**مسئلہ:** اندازہ چھوڑنے شملہ کا کس قدر چاہیئے، حدیث صحیح میں بروایت مشہورہ صحیحہ سے ثابت نہیں ہوتا، مگر فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں، کہ نصف پشت تک چھوڑنا شملہ کا مستحب ہے، چنانچہ کنز الدقائق و تنویر الابصار وغیرہ میں مذکور ہے ویندب لبس السواد وارسال ذنب[1]

---

[1] سیاہ پگڑی پہننا مستحب ہے، اور شملہ آدھی پیٹھ تک کندھوں کے درمیان لٹکانا چاہیئے کیونکہ رسول اللہ صلی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



العمامۃ بین کتفیہ الی وسط الظہر کانہ علیہ السلام کان یفعل ذلک وقیل قدر شبر وقیل الی موضع الجلوس کذا فی العینی شرح الکنز اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی ترجمہ مشکوۃ میں لکھتے ہیں اقل مقدار عذبہ چہار انگشت است واکثر یک دست وتطویل آن مجاوز از نصف ظہر بدعت است وداخل اسبال واسراف ممنوع واگر بطریق تکبر وخیلاء باشد حرام والا مکروہ مخالف سنت وگفتہ اند کہ تخصیص ارسال عذبہ بوقت نماز نیز موافق سنت نیست وصواب آن است کہ ارسال عذبہ مستحب است واز سنن زوائد مقابل سنن ہدی ودر ترک آن لمے واسائتے نیست اگرچہ در فعل آن ثوابے وفضیلتے باشد وقول بودن او سنت مؤکدہ خلاف تحقیق است انتہی کلامہ۔ حررہ السید محمد نذیر حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زیور سونے کا عورتوں کو پہننا درست ہے یا نہیں بعض لوگ کہتے ہیں، کہ یہ حدیث میں منع آیا ہے۔

**الجواب**:۔ ارباب فطانت پر مخفی نہیں، کہ مباح ہونا زیور سونے اور چاندی کا عورتوں کے حق میں چند آیات قرآن مجید سے دلالۃً واضح ہوتا ہے، چنانچہ سورہ زخرف میں خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ اومن ینشؤ فی الحلیۃ وھو فی الخصام غیر مبین ۝ ترجمہ، آیا آن را کہ پرورده می شود در زیور واو در صفت خصومت ظاہر نمی گردد کذا فی فتح الرحمٰن لشاہ ولی اللہ المحدث الدہلوی رحمۃ اللہ علیہ، اور ایسا شخص کہ پلتا ہے گہنے میں، اور جھگڑے میں بات نہ کہہ سکے، ترجمہ شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ، اور تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ میں مذکور ہے۔ اومن ینشؤ یعنی وبربی فی الحلیۃ حلیۃ الذھب والفضۃ وھو فی الخصام فی الکلام غیر مبین غیر ثابت الحجۃ وھن النساء انتہی قال الکیا فیہ دلیل علی اباحۃ الحلی

---

اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے تھے، بعض کہتے ہیں، کہ ایک بالشت شملہ ہو، بعض مقعد تک کہتے ہیں ۱۲

۱؎ شملہ کم از کم چار انگشت تک ہونا چاہیے، اور زیادہ سے زیادہ ایک ہاتھ، اور آدھی پیٹھ سے زیادہ شملہ بدعت ہے، اور اگر تکبر وفخر کی نیت سے زیادہ رکھے، تو حرام ہے ورنہ مکروہ، بعض علماء شملہ لٹکانے کو سنت کے خلاف کہتے ہیں، اور صحیح یہ ہے، کہ مستحب ہے سنن زوائد میں سے ہے، اگر ایسا نہ کرے تو گناہ نہیں ہے، اگر کرے تو ثواب کی امید ہے، اور اس کو سنت مؤکدہ کہنا خلاف تحقیق ہے ۱۲ ۲؎ کیا جو زیور رات میں پلا ہوا اور جھگڑے کے وقت کھل کر بات نہ کر سکے یعنی دلیل قائم نہ کر سکے، اور یہ عورتیں ہیں اس آیت سے عورتوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



للنساء واخرج ابن ابی حاتم عن ابی العالیۃ انہ سئل عن الذھب للنساء فلم یر بہ باسا و تلا ھذہ الآیۃ کذا فی تفسیر الاکلیل للشیخ جلال الدین السیوطی المسئلۃ الثالثۃ دلت الآیۃ علی ان الحلی مباح للنساء انتہی ما فی التفسیر الکبیر مختصرا پس لفظ ینشؤ فی الحلیۃ سے مستفاد ہوا کہ حرص مفرط زینت زیور کی عورت کو جبلی اور خلقی ہے اور خدا تعالیٰ نے اس کی حرص میں ان کو معذور رکھا اور اس کی نہی نہیں فرمائی بلکہ اس میں اباحت دلالۃ پائی گئی کما لا یخفی علی المتامل المتفطن اور اس زینت کا بیان بخوبی سورہ نور میں مذکور ہے قولہ تعالیٰ ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا فسرہ ابن عباس رضی اللہ عنہ بالوجہ والکفین اخرجہ ابن ابی حاتم فاستدل بہ من باح النظر الی وجہ المرأۃ وکفیھا حیث لا فتنۃ وفسرہ ابن مسعود بالثیاب وفسر الزینۃ بالخاتم والسوار والقرط والقلادۃ والخلخال اخرجہ ابن ابی حاتم ایضا وقولہ تعالیٰ ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن فیہ النھی عن تحریک رجلھا بالخلخال عند السمع صوتہ انتہی ما فی الاکلیل للسیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما میں مذکور ہے ولا یبدین زینتھن الدملوج والوشاح وغیر ذلک ولا یضربن بارجلھن احداھما بالاخری لیقرع الخلخال بالخلخال انتہی قال اکثر المفسرین الزینۃ ھھنا اریدبھا امور ثلاثۃ احدھا الاصباغ کالکحل والخضاب بالوسمۃ فی حاجبیھا والغمرۃ فی خدیھا والحناء فی کفیھا وقدمیھا وثانیھا الحلی کالخاتم والسوار والخلخال والدملج والقلادۃ والاکلیل والوشاح والقرط وثالثھا الثیاب

---

کو زیور پہننا مباح معلوم ہوتا ہے، ابو العالیہ سے عورتوں کو زیور پہننے کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا، کہ کوئی حرج نہیں ہے علامہ سیوطی تفسیر اکلیل میں لکھتے ہیں تیسرا مسئلہ یہ ہے، کہ اس آیت سے عورتوں کو زیور پہننا جائز معلوم ہوتا ہے ۱۲

ا اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں، مگر جو خود بخود کھلی ہوتی ہے، ابن عباس نے کہا، اس سے چہرہ اور ہاتھ مراد ہیں، اور اس سے استدلال کیا ہے، کہ اگر فتنہ کا خوف نہ ہو، تو عورت کے چہرہ اور ہاتھوں کو دیکھنا جائز ہے، ابن مسعود نے اس سے مراد کپڑے لئے ہیں، اور زینت کی تفسیر انگوٹھی کنگن، بالیاں، ہار، جھانجھر وغیرہ سے کی ہے، اللہ تعالیٰ کے اس قول میں کہ اپنے پاؤں کو زمین پر نہ ماریں، کہ ان کی مخفی زینت کا پتہ چلتا رہے، اس میں کڑیاں (جھانجھر) ہیں کر عمداً پاؤں کو حرکت دینے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے، کہ اس کی آواز سنی جاتی ہو ۱۲ ۲ اور نہ ظاہر کریں اپنی زینت یعنی بازو بند، ہار وغیرہ اور پاؤں ایک دوسرے سے نہ ٹکرائیں تاکہ جھانجھر کی آواز آئے اکثر مفسرین نے کہا ہے، کہ یہاں زینت سے تین چیزیں مراد ہیں ایک تو سرمہ خضاب، وسمہ، مہندی وغیرہ اور دوسری زیور جیسے انگوٹھی، کنگن کڑیاں، بازو بند، ہار، بالیاں وغیرہ اور تیسرے کپڑے

---

(۱) الدملوج۔ بالضم، بازو بند ۱۲ صراح۔ ابو سعید ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



انتہی مافی التفسیر النیسابوری والکبیر اور سورہ رعد میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ومما یوقدون علیہ فی النار ابتغاء حلیۃ او متاع واز انچہ می گدازند کش در آتش بطلب پیرایہ یا بطلب درخت خانہ، فتح الرحمٰن، اور جس چیز کو دھونکتے ہیں آگ میں واسطے زیور کے یا اسباب کے۔ ابتغاء حلیۃ طلب حلیۃ تلبسونہا یقول مثل الحق مثل الذہب والفضۃ ینتفع بہا کذلک الحق ینتفع بہ صاحبہ انتہی مافی تفسیر ابن عباس رض ابتغاء حلیۃ او متاع ای بطلب اتخاذ حلیۃ وھی ما یتزین بہ وتجمل بہ کالحلی المتخذۃ من الذہب والفضۃ قولہ ابتغاء حلیۃ قال اھل المعانی الذی یوقد علیہ لابتغاء الحلیۃ الذہب الفضۃ والذی یوقد علیہ لابتغاء المتعۃ الحدید والنحاس والرصاص والاسرب کذا فی التفسیر الکبیر والمقصود من ذلک بیان منافعہا کذا فی البیضاوی الحلی بضم الحاء وکسر اللام والیاء المشددۃ اصلہ حلوی فعلی جمع حلی بالفتح اسم لکل ما یتزین بہ من مصاغ الذہب والفضۃ کذا فی نہایۃ الجزری اور خاص کرنا چاندی کو تخصیص بلا مخصص اور مخالف سوق آیات قرآنیہ کے ہے کما لا یخفی علی المتامل الماہر اور اباحت زیور سونے کی عموماً عورتوں کو ثابت ہوتی ہے صحیح بخاری اور مسلم سے باب العرض فی الزکوۃ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم تصدقن ولو من حلیکن فجعلت المرأۃ تلقی خرصہا وسخابہا کذا فی صحیح البخاری حلی یعنی زیور عام ہے سونے کا ہو یا چاندی کا کقولہ تعالیٰ من حلیہم عجلا جسدا الآیۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو فرمایا کہ صدقہ یعنی زکوۃ نکالو اگرچہ تمہارے زیوروں سے ہو، اور زیور دونوں طرح کا ہوتا ہے۔ الخرص بالضم ویکسر حلقۃ الذہب والفضۃ او حلقۃ القرط او الحلقۃ الصغیرۃ کذا فی القاموس خرص بالضم والکسر حلقہ زر و نقرہ کذا فی الصراح وسخاب

---

لہ زیور جاہنے کے لئے جن کو تم پہنتے ہو، حق کی مثل سونے اور چاندی کی ہے، کہ ان سے نفع حاصل کیا جاتا ہے اسی طرح حق سے بھی نفع حاصل ہوتا ہے، حلیہ وہ ہے جس سے زینت حاصل کی جاتی ہے، جو کہ سونے چاندی سے بنائے جاتے ہیں، اہل معانی نے کہا ہے، کہ سونے کو آگ میں ڈالا جاتا ہے تاکہ اس سے زیور تیار کیا جائے اور لوہا، پیتل، تانبہ، سکہ، سلور کو اس لئے آگ میں ڈالا جاتا ہے، کہ اس سے سامان تیار کیا جائے، اور اس سے مقصد منافع کا بیان ہے ۱۲ ۲ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے عورتو! صدقہ کرو اگرچہ اپنے زیوروں ہی سے کرو، تو عورتیں اپنے بالے و بندے اتار کر پھینکنے لگیں ۱۲ ۳ ان کے زیوروں سے ایک بچھڑے کا وجود ۱۲

---

(۱) ترجمہ شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ ۱۲ (۲) وصلہ المؤلف فی کتاب العیدین ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بکسر سین مہملہ وخاء معجمہ قلادہ یعنی گردن بند فارسی یعنی جو زیور گلے میں پہنا جاتا ہے، ہر عرف میں پس سخاب بھی عام ہے، سونے کا ہو یا چاندی وغیرہ کا ہر شخص حسب مقدور بناتا ہے زینت کے واسطے وقرط بالضم گوشوارہ پس گوشوارہ بھی عام ہے چاندی کا ہو یا سونے کا، مرصع وجڑاؤ ہو، یا نہ ہو، اور امام بخاری نے کتاب اللباس میں ذکر کیا ہے۔ باب الخاتم للنساء وکان علی عائشۃ خواتیم الذھب حدثنا ابو عاصم قال اخبرنا ابن جریج قال اخبرنا الحسن بن مسلم عن طاؤس عن ابن عباس قال شھدت العیدین مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فصلی قبل الخطبۃ قال ابو عبد اللہ وزاد ابن وھب عن ابن جریج فاتی النساء فجعلن یلقین الفتخ والخواتیم فی ثوب بلال انتھی ھکذا فی صحیح مسلم قال ابن درید کل ما علق من شحمۃ الاذن فھو قرط سواء کان من ذھب او خرز انتھی ما نقل النووی فی شرح مسلم اور امام بخاری نے باب حسن المعاشرۃ مع الاھل کا منعقد کیا گیارہ عورتوں کے قصہ میں۔ قالت الحادیۃ عشرۃ زوجی ابو زرع فما ابو زرع اناس من حلی اذنی کہا گیارھویں نے شوہر میرا ابو زرع ہے، پس کیا خوب شخص ابو زرع ہے، ہلا دیا اور بھاری کر دیا زیوروں سے میرے دونوں کانوں کو بعد بیان تمام حدیث کے حضرت عائشہ فرماتی ہیں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کنت لک کابی زرع لام زرع انتھی ما فی صحیح البخاری وصحیح مسلم مختصرا پس ابو زرع کے قصہ سے صاف واضح ہوا کہ اس مرد خیر صاحب ثروت اور دولت نے ام زرع کے دونوں کانوں میں بالے بالیاں سونے اور چاندی کی بنادی تھیں، بلکہ مورد مدح اور اتمام زینت خاص زیور سونے کو مقتضی اور مرجح ہے، اور ہر ذی مقدور چاندی کے زیور کو عیب رکھتا ہے خصوصاً کان کے زیور میں اسی بنا پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس خواتیم ذہب کی تھیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات مبارک کو ابو زرع کے ساتھ تشبیہ دی، اور امام نووی شارح مسلم نے تحت جملہ اناس من حلی اذنی کے لکھا ہے۔ معناہ حلانی قرطا وشنوفا فھی تتحرک لکثرتھا

---

لہ حضرت عائشہ رض کے پاس سونے کی انگوٹھیاں تھیں، ابن عباس کہتے ہیں کہ میں عیدین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا آپ نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھی پھر آپ عورتوں کے پاس آئے، وہ اپنی انگوٹھیاں اور گوشوارے بلال کی چادر میں پھینکنے لگیں، کان میں جو حلقہ لٹکایا جائے وہ بالی ہے، خواہ سونے کا ہو یا چاندی کا یا موتیوں کا۔

لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں تیرے لئے ایسا ہوں جیسے ام زرع کے لئے ابو زرع تھا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



انتہی کلام الشارح وفی روایۃ ابن السکیت اذنی وفرعی وفرعا الانسان یداھا والحلی حیثما یعم القرط والشنف والسوار والمعضد والسکیر حلی وشحم للتکثیر کلہ من الفائق بالی تو ے از زیور کہ از سیم وزر سازند و در گوش آویزند پس اگر در نرمہ گوش آویزند بعربی آن را قرط بضم قاف وسکون راء مہملہ وطاء مہملہ گویند واگر در اعلائے گوش آویزند بعربی آن را شنف بفتح شین معجمہ وسکون نون وفا در آخر گویند وبفارسی ہمہ را گوشوارہ گوشوارہ وآویزہ گوش گویند کذا فی نفائس اللغات الغرض حدیث صحیح بخاری اور مسلم سے حلی عام مستفاد ہوتا ہے، سونے کی قسم ہو یا چاندی کی قسم سے اور تخصیص چاندی بلا تخصص اور بلا مرجح باطل ہے، بلکہ مویدات طلائی آگے تحریر ہوتی ہیں۔ فی ابی داؤد فی باب الکنز ما ھو وزکوۃ الحلی حدثنا ابو کامل وحمید بن مسعدۃ المعنی ان خالد بن الحارث حدثھم قال حدثنا حسین عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان امرأۃ اتت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومعھا ابنۃ لھا وفی ید ابنتھا مسکتان غلیظتان من ذھب فقال لھا اتعطین زکوۃ ھذا قالت لا قال ایسرک ان یسورک اللہ بھما یوم القیمۃ سوارین من نار قال فخلعتھما فالقتھما الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقالت ھما للہ ولرسولہ انتہی ما فی ابی داؤد وھکذا رواہ النسائی قال الحافظ عبد العظیم المنذری لعل الترمذی قصد الطریقین الذین ذکرھما ولا فطریق ابی داؤد لا مقال فیھا ثم بینھا رجلا رجلا کذا فی المحلی شرح مؤطا مالک رواہ ابو داؤد قال فی فتح القدیر قال ابو الحسن بن قطان اسنادہ صحیح وقال المنذری فی مختصرہ اسنادہ لا مقال فیہ وایضا اخرج ابو داؤد عن ام سلمۃ قالت کنت البس اوضاحا من ذھب فقلت

---

لہ مطلب یہ ہے، کہ اس نے میرے کانوں کو بالیوں اور مرکیوں سے بھر دیا، ابن سکیت کی روایت میں ہے، کہ میرے کانوں اور ہاتھ، پاؤں کو زیور سے بھر دیا یعنی بالیاں، مرکیاں، کنگن، بازو بند، بالی وہ حلقہ ہے، جو نرمہ گوش میں پہنا جائے اور جو کان کے اوپر کے حصہ میں پہنی جائے اسے مرکی کہتے ہیں، عربی میں پہلی کو قرط اور دوسری کو شنف کہتے ہیں، اور فارسی میں سب کو گوشوارہ کہا جاتا ہے ۱۲

لہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اس کے ساتھ ایک خورد سال بچی تھی، اس کے ہاتھوں میں سونے کے ٹھوس کنگن تھے، آپ نے اس سے فرمایا، کیا ان کی زکوۃ ادا کرتی ہو؟ کہنے لگی کہ نہیں، آپ نے فرمایا، تو کیا تم کو یہ پسند ہے، کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ تجھے اس کے بدلے میں آگ کے کنگن پہنائے، چنانچہ اس نے ان کو اتار کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے رکھ دیا، اور کہا یہ اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہیں، اس حدیث کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یارسول اللہ اکنزھو فقال ما بلغ ان تؤدی زکوتہ فزکی فلیس بکنز واسنادہ جید کذا فی المحلی باب فی الحریر للنساء عن عبد اللہ بن زریر انہ سمع علی بن ابی طالب یقول ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخذ حریرا فجعلہ فی یمینہ واخذ ذھبا فجعلہ فی شمالہ ثم قال ان ھذین حرام علی ذکور امتی رواہ ابوداؤد فی سننہ وفی النسائی فی باب تحریم لبس الذھب عن ابی موسی الاشعری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ عز وجل احل لاناث امتی الحریر والذھب وحرمہ علی ذکورھا انتھی تحریما لذھب علی الرجال عن عبد اللہ بن زریر انہ سمع علی بن ابی طالب یقول ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخذ حریرا فجعلہ فی یمینہ واخذ ذھبا فجعلہ فی شمالہ ثم قال ان ھذین حرام علی ذکور امتی انتھی مافی النسائی۔ اس حدیث کو نسائی نے چار طریق سے روایت کیا ہے علی مرتضے سے اور ایک طریق ابوموسی اشعری سے، اور ابن ماجہ نے بھی اس حدیث کو حضرت علی رض سے روایت کیا ہے، اور نیز حضرت عائشہ رض سے قالت اھدی النجاشی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حلقۃ فیھا خاتم ذھب فیہ نصی حبشی فاخذہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعود او بعض اصابعہ ثم دعا بنتہ او بنتہ امامۃ بنت ابی العاص فقال تحلی بھذا یا بنیۃ انتھی مافی ابن ماجہ اور ابوداؤد نے بھی باب ماجاء فی الذھب للنساء کا منعقد کیا ہے۔ حدثنا ابن نفیل ثنا محمد بن سلمۃ عن محمد بن اسحاق قال حدثنی یحیی بن عباد عن ابیہ عن عباد بن عبد اللہ عن عائشۃ قالت قدمت علی

---

صحیح ہے، ام سلمہ کہتی ہیں، کہ میرے پاس سونے کی کڑیاں تھیں، میں ان کو پہنتی تھی، میں نے پوچھا یارسول اللہ کیا یہ خزانہ ہے؟ آپ نے فرمایا، اگر یہ نصاب کو پہنچ جائیں، اور تو اس کی زکوۃ ادا کرے، تو پھر خزانہ نہیں ہے، اس کی سند بھی اچھی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں ہاتھ میں ریشم پکڑا، اور بائیں میں سونا، اور فرمایا یہ دونوں چیزیں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں، اور آپ نے فرمایا، اللہ تعالی نے میری امت کی عورتوں کے لئے ریشم اور سونا حلال کیا ہے، اور مردوں پر حرام ۱۲

لہ نجاشی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک سونے کی انگوٹھی ہدیہ بھیجی، اس میں حبشی نگینہ جڑا ہوا تھا آپ نے لکڑی سے اس کی طرف اشارہ کرکے اپنی نواسی امامہ بنت ابوالعاص سے کہا بیٹی یہ پہن لے (ابن ماجہ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



النبی صلی اللہ علیہ وسلم حلیۃ من عند النجاشی اھداھا لہ فیھا خاتم ذھب فیہ فص حبشی قالت فاخذہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعود معرضا عنہ او ببعض اصابعہ ثم دعا امامۃ بنت ابی العاص ابنۃ زینب فقال تحلی بھذا یا بنیۃ انتھی وقال الترمذی فی باب ماجاء فی الحریر والذھب للرجال حدثنا اسحق بن منصور ثنا عبد اللہ بن نمیر ثنا عبید اللہ بن عمر عن نافع عن سعید بن ابی ھند عن ابی موسی الاشعری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال حرم لباس الحریر والذھب علی ذکور امتی واحل لاناثھم وفی الباب عن عمر وعلی وعقبۃ بن عامر وھانی وانس وحذیفۃ وعبد اللہ بن عمرو وعمران بن حصین وعبد اللہ بن الزبیر وجابر وابی ریحانۃ وابن عمر وابن لبراء ھذا حدیث حسن صحیح انتھی ما فی الترمذی وفی المشکوٰۃ رواہ احمد وابوداؤد والنسائی انتھی وفی بلوغ المرام عن ابی موسی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال احل الذھب والحریر لاناث امتی وحرم علی ذکورھم رواہ احمد والنسائی والترمذی وصححہ انتھی حلال ہونا سونے اور حریر کا عورتوں کو اور حرام ہونا ان دونوں کا مردوں پر سولہ صحابی سے مروی ہے چنانچہ واقفان حدیث پر مخفی نہیں ہے۔ وفی الباب عن علی بن ابی طالب عند احمد وابی داؤد والنسائی وابن ماجہ وابن حبان بلفظ اخذ النبی صلی اللہ علیہ وسلم حریرا فجعلہ فی یمینہ واخذ ذھبا فجعلہ فی شمالہ ثم قال ان ھذین حرام علی ذکور امتی زاد ابن ماجہ حل لاناثھم وبین النسائی الاختلاف فیہ علی یزید بن ابی حبیب قال الحافظ وھو اختلاف لا یضر ونقل عبد الحق عن ابن المدینی انہ قال حدیث حسن ورجالہ معروفون انتھی ما فی نیل الاوطار للعلامۃ الشوکانی، ہرگاہ علی بن مدینی نے اس حدیث کی تحسین کی، اور اس کے راویوں کو معروف بالعدالت کہا تو پھر اس کی تضعیف کون کر سکتا ہے۔ علی بن عبد اللہ المدینی البصری ثقۃ ثبت امام

---

۱؎ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ریشمی لباس اور سونا میری امت کے مردوں پر حرام ہے، اور عورتوں کے لئے حلال ہے (ابوداؤد) ۱۲ ۲؎ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں ہاتھ میں ریشم پکڑا، اور بائیں میں سونا، اور فرمایا یہ دونوں چیزیں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں، اور عورتوں کے لئے حلال ہیں ۱۲

۳؎ علی بن عبد اللہ مدینی بصری حدیث میں اپنے زمانے کے امام تھے، امام بخاری نے کہا، مجھ کو اپنا آپ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اعلم اهل عصره بالحديث وعلله حتى قال البخاري ما استصغرت نفسي الا عند ه و قال شيخه ابن عيينة اتعلم منه اكثر ما يتعلم مني وقال النسائي كان الله خلقه لحديث كذا في التقريب للعسقلاني، پس تحریر ماسبق سے استعمال زیور سونے کا عورت کے حق میں بلاریب ثابت ہوا، اور حدیث وعید نار کی باعتبار نفس استعمال زیور سونے کے عورتوں کو معارض اور مقابل دلائل مذکورہ بالا کے ہرگز نہیں ہو سکتی، چند وجوہ سے۔

وجہ اول، یہ کہ دلائل جواز بنظر قوت اور کثرت کے ارجح و اکثر ہیں، اور حدیث وعید نار مرجوح اور کمتر کیونکہ دلیل جواز پر آیات قرآنیہ اور حدیث بخاری و مسلم وغیرہ شاہد عدل ہیں بخلاف حدیث وعید نار کے کما لا یخفی علی المتتبع الماہر۔

وجہ دوم، یہ کہ حدیث حرمت کی عورتوں کے حق میں منسوخ ہے بدلیل آیات قرآنیہ و حدیث تشحین اور روایت سولہ سترہ صحابی کی اس لئے کہ اکثر منسوخ کا مخفی رہنا نہایت مستبعد اور خلاف عادت ہے، بنا بر اس کے محی السنۃ بغوی وغیرہ نے حدیث وعید نار کو منسوخ کہا ہے شرح السنۃ میں ہے۔ قال البغوی هذا الحديث منسوخ بحديث ابي موسى الاشعري انه صلى الله عليه وسلم قال احل الذهب والحرير للاناث من امتي كذا في المرقاة وغیرہ اور شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ شرح نسائی میں لکھتے ہیں۔ يا معشر النساء ما لكن في الفضة ما تحلين اما انه ليس منكن امراة تحلت ذهبا تظهره الا عذبت به هذا منسوخ بحديث ان هذين حرام على ذكور امتي حل لاناثها قال ابن شاهين في ناسخه كان في اول الامر تلبس الرجال خواتيم الذهب وغير ذلك وكان الخطر قد وقع على الناس كلهم ثم اباحه رسول الله صلى الله عليه وسلم للنساء

---

اس کے سامنے ہیچ معلوم ہونے لگتا، ان کے استاد ابن عیینہ نے کہا، جتنا وہ مجھ سے سیکھتا ہے میں اس سے زیادہ اس سے سیکھتا ہوں، نسائی نے کہا، اللہ تعالیٰ نے اس کو حدیث کے لئے پیدا کیا ہے ۱۲

ط بغوی نے کہا یہ حدیث ابو موسیٰ کی حدیث سے منسوخ ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سونا اور ریشم میری امت کی عورتوں کے لئے حلال ہے ۱۲ ک اے عورتوں کی جماعت تم چاندی کے زیور کیوں نہیں پہنتیں، جو عورت سونے کا زیور پہنے گی اسے عذاب ہوگا، یہ حدیث اس حدیث سے منسوخ ہے، کہ سونا اور ریشم میری امت کی عورتوں کے لئے حلال ہے، اور مردوں پر حرام، ابن شاہین نے کہا، ابتدا میں مرد عورت سب سونے کی انگوٹھیاں پہنتے تھے، اس خطرہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو سونے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دون الرجال فصار ما کان علی النساء من الخطر مباحا لهن فنسخت الاباحة الخطر وحکی النووی فی شرح مسلم اجماع المسلمین علی ذلک انتهی ما فی زهر الربی علی المجتبی للشیخ الحافظ جلال الدین سیوطی وانشانی ان النساء احوج الی تزیین لیرغب فیهن ازواجهن ولذلک جرت عادة العرب والعجم جمیعا بان یکون تزیینهن اکثر من تزیینهم فوجب ان یرخص لهن اکثر مما یرخص لهم ولذلک قال صلی الله علیه وسلم احل الذهب والحریر للاناث من امتی وحرم علی ذکورها انتهی ما فی حجة الله البالغة للشیخ الشاه ولی الله المحدث الدهلوی رحمة الله علیه، در موطا امام مالک مذکور است، کہ عبداللہ بن عمر زیور طلائی پسر و دختران و کنیزان خود را پس نمی برآورد از زیور ایشان زکوٰۃ۔ مالک عن نافع ان عبد الله بن عمر کان یحلی بناته وجواریه الذهب ثم لا یخرج من حلیهن الزکوٰة انتهی۔

وجہ سوم:۔ یہ کہ وعید نار نفس لبس حلی ذہب کے نہیں فرمائی، بلکہ یہ وعید نار بمجموعہ قصد ریا و نمود و تکبر و افتخار و پر امثال روزگار اور باعث اظہار زینت و سنگار بطرز تبرج جاہلیت کے ہے، کہ یہ شعار اہل اتراف و اغنیا ہے باسراف ہر زمانہ میں ہوتا چلا آیا ہے پس اتصاف امور خارجیہ مذکورہ بالا کا بلبس ذہب موجب وعید نار کا اس پر فرمایا ہے، اس لئے کہ لباس و حریر و حلی ذہب میں اکثر و اغلب عجب و ریا و تکبر و تبختر پایا جاتا ہے، بخلاف زیور چاندی کے کہ اہل اتراف کے نزدیک اکثر نہایت بے قدر متصور ہوتا ہے عرفاً اور باعث نشو و نما اسی تکبر و ریا کے لباس فاخرہ اور حلی ذہب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من لبس ثوب شهرة البسه الله ثوب مذلة یوم القیمة رواہ احمد وابو داؤد وابن ماجہ۔ پس اس حدیث میں لباس شہرت و ریا و افتخار کا موجب لباس

---

سے منع کر دیا، جب مردوں کو یہ عادت بھول گئی، تو عورتوں کو اجازت دے دی اور مردوں پر حرام کر دیا گیا نووی نے کہا، اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے، کہ عورت پر سونا حلال ہے سیوطی نے کہا، چونکہ عورتوں کو مردوں کی نسبت زینت کی زیادہ ضرورت ہے لہٰذا ان کو سونے اور چاندی کی اجازت دی گئی، اور مردوں پر حرام کر دیا گیا، اور یہی عادت عرب و عجم سب میں ہے، کہ عورتوں کے لئے زیور بنائے جاتے ہیں ۱۲

لہ حضرت عبداللہ بن عمر اپنی لڑکیوں اور لونڈیوں کو زیور پہنایا کرتے تھے، اور ان کے زیور کی زکوٰۃ نہیں دیا کرتے تھے ۱۲ لہ جو آدمی شہرت کا لباس پہنے گا، اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن ذلت کا لباس پہنائیں گے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مذلت آخرت کا ہوا۔ لفظ لباس زینت کا، چنانچہ فرمایا اللہ جمیل یحب الجمال پھر فرمایا۔ من ترک لبس ثوب جمال وھو یقدر علیہ وفی روایۃ تواضعا کساہ اللہ حلۃ الکرامۃ رواہ ابوداؤد والترمذی کذا فی المشکوٰۃ مقصود شارع کا یہ ہے، کہ اکثار لباس فاخرہ اور حلی مذہب بیش قیمتی موجب تکلیف و تردد و جانفشانی در دنیا و سبب نسیان و غفلت در آخرت متصور ہے اور بقدر حاجت روائی بلا رو اور ریا موجب رفاہیت و آسانی دارین ہے، بنابر اس کے فرمایا خدا تعالیٰ نے یا بنی آدم قد انزلنا علیکم لباسا یواری سوآتکم وریشا و لباس التقوی ذلک خیر الآیۃ پس خیر الامور اوسطھا موقع و مزیہ ہے، اور اسی اظہار ریا و افتخار کے باعث عبدالرحمن نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے باب الکراہیۃ للنساء فی اظہار الحلی و الذہب باندھا ہے، اور روایت کی اخت حذیفہ صحابی سے ساتھ دو طریق کے۔ قالت خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا معشر النساء اما انہ لیس منکن امرأۃ تحلی ذھبا تظھرہ الا عذبت الا تی مانی النسائی مختصرا بقدر الحاجۃ پس لبس ذہب موصوف بصفت اظہار ریا و تکبر و افتخار موجب وعید نار فرمایا، چنانچہ جملہ تظھرہ کا کہ صفت ذہب واقع ہوا ہے، اس پر صریح دال ہے، نہ بنظر نفس لبس ذہب بلا ریا و افتخار کے کما لایخفی علی المتامل الذکی الماہر، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گاہے گاہے اپنے اہل کو پہننے حریر اور حلی سے مطلقا منع فرماتے تھے، بنابر ترغیب و ترہیب کے۔ عن عقبۃ بن عامر یخبر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یمنع اھلہ الحلیۃ والحریر ویقول ان کنتم تحبون حلیۃ الجنۃ و حریرھا فلا تلبسوھا فی الدنیا رواہ النسائی اور اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات کو شب کو جگاتے تھے، اور فرماتے تھے۔ من یوقظ صواحب الحجرات یارب کاسیۃ

---

۱؎ جو آدمی خوبصورت کپڑے پہننے پر قادر ہو، اور پھر اللہ تعالیٰ کے سامنے تواضع سے ان سے پرہیز کرے، تو اللہ تم اس کو بزرگی کا لباس پہنائیں گے ۱۲ ۲؎ اے آدم کے بیٹو، ہم نے تمہارے لئے لباس اتارا، جو تمہارا جسم ڈھانپے، اور فائدہ دے، اور پرہیزگاری کا لباس بہتر ہے ۱۲ ۳؎ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور فرمایا اے عورتوں کی جماعت جو تم میں سے سونے کے زیور پہن کر دکھلائے گی اسے سزا ملے گی (نسائی) ۴؎ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کو زیور اور نعیم سے منع فرماتے تھے، اور فرماتے تھے، کہ اگر جنت کے زیورات کی خواہش ہے، تو اس کو دنیا میں نہ پہنو (نسائی) ۵؎ کون حجرے والیوں کو جگاتا ہے، بہت سے دنیا میں لباس پہننے والے قیامت کو ننگے ہوں گے (بخاری) ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فی الدنیا عاریۃ فی الآخرۃ کما رواہ البخاری یہ بنا بر ترغیب عبادت اور نماز تہجد اور اعراض عن الدنیا اور ترہیب مواخذہ آخرت کے ارشاد فرماتے تھے نہ لباس زینت سے علی الاطلاق منع کرتے تھے، کہ حرام مطلقا ہو جائے، کہ یہ خلاف نقل وعقل کے ہے بقولہ تعالیٰ قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ الآیۃ لیکن زرق برق واتراف مفرط زاید از حاجت ضروری مضر قرب منزلت ورفع درجات آخرت نہ حرام مطلق موجب دخول نار کا ہو، اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ کو فرمایا۔ یا عائشۃ ان اردت اللحوق بی فلیکفک من الدنیا کزاد الراکب وایاک ومجالسۃ الاغنیاء رواہ الترمذی کما فی المشکوۃ۔

**وجہ چہارم:** ۔ وعید نار بہ نسبت ان لوگوں کے ہے، کہ جو حرام لذات ونفاست و حرص دنیا میں بطلب لباس فاخرہ وزیور نفیس بیش قیمتی باسراف تام واتراف تمام تنافس اور منہمک ومستغرق رہتے ہیں، اور فراہم اور جمع کرتے ہیں لذات اور طرائف دنیا کے خواہ بوجہ حلال یا حرام میسر ہو، رات دن غلطاں وپیچاں ہو کر اور اپنے کو مرفع الحال ظاہر کرکے داعیہ غمط و تکبر وفخر وتعلی کا ہم اقران فقراء ومساکین پر بیش نظر اور ملحوظ خاطر رکھ کر نازاں وفرحاں ہوتے ہیں، اور شہوات دنیا میں اللہ ورسول کو بھول جاتے ہیں، اسی بنا پر خدا تعالیٰ نے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب کیا، اور امت کو سنایا۔ لا تعد عیناک عنہم ترید زینۃ الحیوۃ الدنیا ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا واتبع ہواہ وکان امرہ فرطا خصوصا عورات ناقصات عقل حرص و ہوائے دنیا میں مرتی ہیں، اور سونے کے زیور خوشنما پر جان دیتی ہیں، اور زیور بھاری بیش قیمتی مرکوز خاطران کے ہوتا ہے، اور اس کی حرص وہوا میں مفتون اور باختہ ہوش وحواس رات دن اسی خیال میں مبتلا اور حرص ہمدوش واحسان فراموش رہتی ہیں، ویکفرن العشیر ویکفرن الاحسان لو احسنت الی احداہن الدہر ثم رأت منک شیئا قالت ما رأیت منک خیرا قط کما

---

۱؎ آپ کہیں کس نے اللہ کی زینت کو حرام کیا ہے، جو اس نے اپنے بندوں کے لئے بنائی ہے ۱۲ ۲؎ اے عائشہ اگر تو مجھ سے ملنا چاہتی ہے، تو دنیا سے تجھے اتنا ہی کافی ہے، جتنا کہ ایک سوار کو زاد راہ کافی ہوتا ہے، اور دولتمندوں کی صحبت سے بچتا رہ (ترمذی) ۳؎ دنیا کی زندگی کی زینت کے لئے ان سے اپنی نگاہ نہ پھیر، اور جس کا دل ہماری یاد سے غافل ہے، اور خواہشات کا پیرو ہے، اور ہر کام میں حد سے بڑھتا ہے، اس کا کہنا نہ مان ۱۲ ۴؎ خاوند کی ناشکری کرتی ہیں، احسان کو بھول جاتی ہیں، اگر تو کسی عورت پر ساری عمر بھی احسان کرے، پھر تجھ سے ذرا سی چیز بھی اس کو ناگوار گذرے، تو کہہ دے گی، میں نے تجھ سے کبھی کوئی بھلائی نہیں دیکھی (بخاری)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



رواہ البخاری۔ اور باعث اسی اتراف مفرط کے چاہتے رہتے ہیں ع

گل خورشید ٹکا ہو قمرا کا ہو بازو کا!

اور قدر قلیل ضروری سونے کے زیور پر اکتفا نہیں کرتیں، بلکہ اکثار اور تعدد زیورات وزنی و بیش بہا پر خواہش کرتی ہیں، تو اس صورت میں اسراف و اتراف کی پابند رہتی ہیں، مثلاً جو زیور دو تین تولہ میں بن سکتا ہے، اس پر راضی نہیں ہوتیں، جب تک پانچ چھ تولہ کا نہ ہو، حالانکہ زیور تولہ بھر کا، اور دو تولہ چار تولہ کا زیب و زینت میں مساوی ہے، اس پر قناعت نہیں کرتیں، بلکہ دہرے تہرے زیور سے زیب و زینت کی طلب گار رہتی ہیں، اسی حرص متکاثر و آرائش نقش و نگار پر عورتوں کے میر تقی کہتے ہیں ؎ یار کی بالی کا جھمکا قدرت اللہ سے عقد پروین کان میں زہرہ کے زیور ہو گیا

اور بھی کہتے ہیں ؎

تیرے زیور کے نگین رات کو ایسے چمکے ایک جگنی سے ہوئے سیکڑوں جگنو پیدا

پس اکثار متجاوز الحد اور تعمق اتراف مفرط البتہ موجب غفلت و نسیان دار آخرت ہوتا ہے، تعریف اسراف یہ کہ التجاوز ما لم یکن فی حقہ ان یتجاوز اور خصلت و عادت مذموم ہے شرعاً و عقلاً، خدا تعالیٰ نے سورہ فرقان میں عباد الرحمٰن کی خصلتوں میں سے ایک خصلت یہ بیان فرمائی ہے والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذلک قواما۔ اور دوسرے مقام میں فرمایا۔ ان المسرفین ھم اصحاب النار الآیۃ وعن ابن عباس رض قال کل ما شئت والبس ما شئت ما اخطأتک اثنتان سرف ومخیلۃ کما رواہ البخاری وعن عمرو بن شعیب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلوا واشربوا ما لم یخالط اسراف ولا مخیلۃ رواہ احمد والنسائی وابن ماجہ اور جب مباح چیز میں مثلاً اسراف و اتراف و خیلاء و ریا پایا گیا، تو وہ چیز محظور و ممنوع ہوئی شرعاً یعنی محظور لغیرہ ہوئی لا لعینہ، اور اسی حرص شدید و اتراف مزید پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تعس عبد الدینار وعبد الدرھم وعبد الخمیصۃ کما رواہ البخاری عن ابی ھریرۃ پس رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی اسراف کبیر و اتراف کثیر پر نہی کی لبس الذہب الا مقطعا سے

---

۱؎ اسراف کی تعریف یہ ہے، کہ جس چیز کے متعلق تجاوز نہ کرنا چاہیئے، اس سے تجاوز کر جائے ۱۲ ۲؎ اور وہ لوگ کہ جب خرچ کرتے ہیں، تو نہ اسراف کرتے ہیں نہ بخل، اور اس کے درمیان زندگی گذارتے ہیں ۱۲ ۳؎ اسراف کرنے والے ہی دوزخی ہیں، ابن عباس نے کہا، جب تک اسراف اور فخر نہ ہو، جو چاہو کھاؤ، اور جو چاہو پہنو (بخاری) ۱۲

۴؎ ہلاک ہو جائے درہم و دینار اور کپڑے کا بندہ (بخاری) ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کما رواہ النسائی۔ قال فی النہایۃ اذا دا الشئ الیسیر وکرہ الکثیر الذی ھو عادۃ اھل الترف والخیلاء انتہی کذا ذکر الشیخ جلال الدین السیوطی فی شرح النسائی۔ اور دراصل میں بھی کلام ہے، اہل حدیث کو بنظر اسناد کے، اور بیان اس کا بالفعل متعذر ہے، نووی شارح مسلم نے باب باندھا ہے تحریم خاتم الذھب علی الرجال ونسخ ماکان من اباحتہ فی اول الاسلام واجمع المسلمون علی اباحۃ خاتم الذھب للنساء واجمعوا علی تحریمہ علی الرجال الا ماحکی عن ابی بکر بن عمر بن محمد بن حزم انہ اباحہ وعن بعض انہ مکروہ لا حرام وھذان النقلان باطلان مع اجماع من قبلہ علی تحریمہ مع قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الذھب والحریر ان ھذان حرام علی ذکور امتی حل لاناثھا انتہی اور ہمارے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وعید نازنفس لبس حلی ذہب پر نہیں فرمایا بلکہ کثیر و مفرط پر کہ موجب سرف وخیلاء ور یاء وفخر کا ہوتا ہے وکم من شئ یکرہ او یحرم بمجاورۃ شئ اخر کما تقرر عند المحدثین والمجتہدین رحمہم اللہ علیہم کما لا یخفی علی المتامل الماھر بالنصوص اور ہماری اس تحریر کی مؤید تحریر محدث علامہ شاہ ولی اللہ دہلوی کی بھی حجۃ اللہ البالغہ میں ہے۔ اللباس والزینۃ والاوانی ونحوھا اعلم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نظر الی عادات العجم وتعمقاتہم فی الاطعمۃ ان بلذات الدنیا فحرم رؤسھا واصولھا وکرہ ما دون ذلک لانہ علم ان ذلک مفضی الی نسیان الدار الاخرۃ مستلزم للاکثار من طلب الدنیا فمن تلک الرؤس اللباس الفاخر فان ذلک اکبرھم وفخرھم والبحث عنہ من وجوہ منھا الاسبال فی القمص والسراویلات فانہ لا یقصد بذلک الستر والتجمل اللذان ھما المقصودان فی اللباس وانما یقصد

---

۱؎ آپ نے تھوڑی چیز پسند کی، اور زیادہ کو ناپسند فرمایا، جیسا کہ فضول خرچ اور متکبر لوگوں کا شیوہ ہے ۱۲

۲؎ سونے کی انگوٹھی مردوں پر حرام ہے، جو ابتداء اسلام میں اس کی اجازت تھی، وہ منسوخ ہوگئی، اب مسلمانوں کا اجماع ہے، کہ سونے کی انگوٹھی عورت کو جائز ہے، اور مرد کے لئے حرام ہے، ابن حزم نے اس کو مرد کے لئے جائز کہا ہے اور بعض نے مکروہ کہا حرام نہ کہا، لیکن یہ دونوں قول باطل ہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ریشم اور سونا میری امت کے مردوں پر حرام ہے، اور عورتوں پر حلال ہے ۱۲

۳؎ کتنی ہی چیزیں کسی دوسری چیز کی وجہ سے حرام یا مکروہ ہو جاتی ہیں، جیسا کہ نصوص کے ماہر پر مخفی نہیں ہے ۱۲

۴؎ لباس، زینت اور برتن وغیرہ ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بہ التفخر وارادۃ الغنی ونحو ذلک والتجمل لیس الا فی القدر الذی یساوی البدن قال صلی اللہ علیہ وسلم لا ینظر اللہ یوم القیامۃ الی من جر ازارہ بطرا وقال صلی اللہ علیہ وسلم ازرۃ المؤمن الی انصاف ساقیہ ومنہا الجنس المستغرب الناعم من الثیاب قال صلی اللہ علیہ وسلم من لبس الحریر فی الدنیا لم یلبسہ یوم القیامۃ ومنہا الثوب المصبوغ بلون مطرب یحصل بہ التفخر والمراۃ فنہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن المعصفر والمزعفر وقال ان ہذہ من ثیاب اہل النار والمذمومۃ لا معان فی التکلف والمراۃ والتفاخر بالثیاب وکسر قلوب الفقراء وفی الفاظ الحدیث اشارات الی ہذہ المعانی کما لا یخفی علی المتامل ومناط الاجر ردع النفس عن اتباع داعیۃ الغلط والفخر ومن تلک الرؤس الحلی المترفۃ وہہنا اصلان احدہما ان الذہب ہو الذی یفاخر بہ العجم ویفضی جریان الرسم بالتحلی بہ الی الاکثار من طلب الدنیا دون الفضۃ ولذلک شدد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الذہب وقال ولکن علیکم بالفضۃ فالعبوا بہا والثانی ان النساء احوج الی تزیین لیرغب فیہن ازواجہن ولذلک جرت عادۃ العرب والعجم جمیعا بان یکون تزیینہن اکثر من تزیینہم فوجب ان یرخص لہن اکثر مما یرخص لہم ولذلک قال صلی اللہ علیہ وسلم احل الذہب والحریر للاناث من امتی وحرم علی ذکورہا انتہی ما فی حجۃ البالغۃ بقدر الحاجۃ۔ پس تقریر شاہ ممدوح علیہ الرحمۃ سے بھی واضح ہوا کہ اسراف واتراف کثیر واکثار مفرط کہ سبب ریا وتفاخر ہوتا ہے منہی عنہ وسبب وعید نار ہے، نہ بلا اسراف و اکثار مفرط، کما لا یخفی علی المتامل الماہر بکلام الشیخ المحدث، اور جو حدیثیں وعید نار کی لبس ذہب پر ابوداؤد وغیرہ میں وارد ہیں، سو وہ اوپر اتراف مفرط واکثار مزید کے محمول ہیں بنا بر توفیق وتطبیق درمیان احادیث کثیرہ جواز ومیان حدیثین عدم جواز کی یا حدیثیں عدم جواز کی منسوخ ہیں، چنانچہ تقریر بالا بغوی وابن شاہین ونووی وشیخ جلال الدین سیوطی ونیز تحریر شاہ صاحب موصوف سے پہلے واضح ہوا لیکن جناب شاہ صاحب اکثار کو منع کرتے ہیں بنا بر تقوے کے نہ بنا بر فتوے کے کہ خلاف اجماع مسلمین مستلزم نہ ہوا اور اسی طرح تقریر مولانا محمد اسماعیل شہید مرحوم کی تقویت الایمان میں بنا بر تقوے کے ہے نہ بنا بر فتوے کے، کیونکہ تردیدات اور منولیات وتشکیکات فائدہ سے ان کے موجب تاکید وعید نار کے ایک توجیہہ پر جزماً وقطعاً نہیں ہو سکتی،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہاں بظاہر حدیث احتیاطاً ہو سکتی ہے لیکن نسخ اشہر اس کو آبی ہے، مولانا موصوف علیہ الرحمۃ پہلے ابوداؤد سے وعید کی حدیث نقل کر کے فائدہ میں اس کے یوں فرماتے ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سونے کا بالا، دربان، نتھ، لڑی، کنگن، چوڑیاں، ہنسلیاں عورتوں کو پہننا حرام ہے، مگر اور حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سونا پہننا عورتوں کو جائز ہے اور مردوں کو دونوں کا استعمال کرنا حرام ہے، خواہ دونوں ملی ہوئی ہوں، خواہ علیحدہ علیحدہ، تو اس مضمون کو یوں سمجھنا چاہیئے کہ یا یہ مطلب ہے کہ چاندی کا زیور عورتوں کو پہننا مطلق درست ہے، اور سونا اگر ملا ہو جیسے کڑے، ہنسلیاں، بالے، نتھ تو وہ نادرست ہے، اور اگر اس میں چاندی ملی ہو یا ملمع ہو، یا جڑاؤ ہو تو جائز اور مباح ہے، یا یہ مطلب ہے کہ سونا بھی مطلق مباح ہے۔ لیکن استعمال اس کا اچھا نہیں، جیسے طلاق جائز ہے پر اچھی نہیں، یا یہ حدیث اس زیور کے حق میں ہے جس کی زکوٰۃ نہ دے، الی آخرہ فی تقویۃ الایمان، پس مولانا ممدوح کے نزدیک بھی بنا بر توجیہات ثلاثہ کے تقوے کی وجہ سے اچھا نہیں ہے فاذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال کما لا یخفی، اور واضح ہو کہ ابوداؤد نے وعید نار میں حدیثیں نقل کی ہیں، مگر ان میں بنظر اسناد کے کلام ہے۔ حدثنا عبد اللہ بن مسلمۃ نا عبد العزیز یعنی ابن محمد عن اسید بن ابی اسید البراد عن نافع بن عباس عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من احب ان یحلق حبیبہ حلقۃ من نار فلیحلقہ حلقۃ من ذہب ومن احب ان یسور حبیبہ سوارا من نار فلیسورہ سوارا من ذہب ولکن علیکم بالفضۃ فالعبوا بہا۔ اس طریق میں عبد العزیز اگرچہ صدوق تھا لیکن کتب غیر سے حدیث کی روایت کرتا تھا، اور خطا واقع ہوتی تھی۔ عبد العزیز بن محمد صدوق کان یحدث عن کتب غیرہ ویخطئ من الثامنۃ من التقریب واسید بن ابی اسید البراد من الخامسۃ مات فی اول خلافۃ منصور من التقریب۔ اور روایت عبد العزیز کی محمد بن ابی اسید سے اس جگہ معنعن ہے، ان کی ملاقات کا ثبوت ہونا چاہیئے

---

لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص اپنے پیارے کو آگ کا حلقہ پہنانا چاہتا ہے، وہ اس کو سونے کا حلقہ پہنائے، اور جو آگ کا کنگن پہنانا چاہے، وہ سونے کا کنگن پہنائے، تم چاندی استعمال کیا کرو ۱۲

لہ عبد العزیز بن محمد ویسے تو سچا ہے غیر کی کتابوں سے روایت کرتا ہے، اور خطا کر جاتا ہے، آٹھویں طبقہ سے ہے اور اسید بن ابی اسید پانچویں طبقہ سے ہے، منصور کی خلافت کے ابتدائی دنوں میں اس کی وفات ہوئی ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ولو مرۃ تو احتمال انقطاع کا ہوا پس یہ بسبب خطا اور احتمال انقطاع کے قابل احتجاج کے نہ رہی، دوسرا طریق یہ ہے، حدثنا مسددنا ابو عوانۃ عن ربعی بن حراش عن امرأتہ عن اخت لحذیفۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یا معشر النساء اما لکن فی الفضۃ ما تحلین بہ اما انہ لیس منکن امرأۃ تحلی ذہبا تظہرہ الا عذب بہ انتہی۔ اس روایت میں زوجہ ربعی بن حراش مجہول الاسم والعدالت والضعف (۱) ہے ربعی بن حراش عن امرأتہ لم اقف علی اسمہا کذا فی التقریب۔ اخبرنا اسحق ابن شاہین الواسطی قال انا خالد عن مطرف ح واخبرنا احمد بن حرب قال اخبرنا اسباط عن مطرف عن ابی الجہم عن ابی زید عن ابی ہریرۃ قال کنت قاعدا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاتتہ امرأۃ فقالت یا رسول اللہ سوارین من ذہب قال سوارانِ من نار قالت یا رسول اللہ طوق من ذہب قال طوق من نار قالت قرطین من ذہب قال قرطین من نار قال وکان علیہا سواران من ذہب فرمت بہما الی الخ رمانی النسائی ان دونوں طریقوں میں ابو زید راوی مجہول ہے۔ ابو زید شیخ لابی جہم مجہول من الثالثۃ کذا فی التقریب پس یہ دونوں طریق قابل اعتبار و اعتماد کے نہ رہے کیونکہ راوی مجہول سے سند حدیث کی بے اعتبار ہو جاتی ہے۔ کما لا یخفی علی الماہر بہذا الفن، اور جو بعض علماء نے حدیث حلت ذہب للنساء میں بسبب جہالت راوی کے مابین یزید بن ابی حبیب اور حضرت علی رضہ کے کلام کیا ہے، وہ وہم محض ہے، کیونکہ نسائی نے خود اس وہم کو دفع کیا

---

ل۱ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عورتوں کی جماعت تم چاندی کے زیور کیوں نہیں پہنتیں اگر کوئی عورت سونے کے زیور نمائش کے لئے پہنے گی تو اسے عذاب ہوگا ۱۲ ۲ ربعی بن حراش کی بیوی کا نام معلوم نہیں ہو سکا، ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت آئی اور کہنے لگی، اے اللہ کے رسول سونے کے دو کنگن کیسے ہیں آپ نے فرمایا آگ کے دو کنگن ہیں، کہنے لگی سونے کا حلقہ کیسا ہے؟ فرمایا آگ کا حلقہ ہے کہنے لگی سونے کی دو بالیاں کیسی ہیں، فرمایا آگ کی دو بالیاں ہیں، اس کے پاس سونے کے دو کنگن تھے، اس نے اتار کر پھینک دیئے ۱۲

---

(۱) باوجود اس کے یہ روایت تو ہمارے قول کی مؤید ہے، کہ وعید نار بنا بر اظہار و افتخار کے ہے نہ مطلق لبس ذہب کے تو یہ حدیث معدود مگر احادیث صحیحہ کے احادیث مطلقہ کی مقید ہوئی ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہے۔ تحریما لذھب علی الرجال اخبرنا قتیبۃ قال ثنا اللیث عن یزید بن ابی حبیب عن ابی (۱) افلح الھمدانی عن ابی زریر انہ سمع علی بن ابی طالب یقول ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخذ حریرا فجعلہ فی یمینہ واخذ ذھبا فجعلہ فی شمالہ ثم قال ان ھذین حرام علی ذکور امتی۔ اخبرنا عیسی بن حماد اخبرنا اللیث عن یزید بن ابی حبیب عن ابن ابی صعبۃ عن رجل من ھمدان یقال لہ ابو صالح عن ابی زریر انہ سمع علی بن ابی طالب یقول ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخذ حریرا فجعلہ فی یمینہ واخذ ذھبا فجعلہ فی شمالہ ثم قال ان ھذین حرام علی ذکور امتی۔ اخبرنا محمد بن حاتم قال ثنا حبان قال اخبرنا عبد اللہ عن لیث بن سعد قال حدثنی یزید بن ابی حبیب عن ابن ابی الصعبۃ عن رجل من ھمدان یقال لہ افلح عن ابن زریر انہ سمع علیا رضی یقول ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخذ حریرا فجعلہ فی یمینہ واخذ ذھبا فجعلہ فی شمالہ ثم قال ان ھذین حرام علی ذکور امتی قال ابو عبد الرحمن وحدیث ابن المبارک اولی بالصواب الا قولہ افلح (۲) فان ابا افلح اشبہ۔ اخبرنا عمرو بن علی قال ثنا یزید بن ھارون قال اخبرنا محمد بن اسحاق عن یزید بن ابی حبیب عن عبد العزیز بن ابی الصعبۃ عن ابی افلح الھمدانی عن عبد اللہ بن زریر الغافقی قال سمعت علیا یقول اخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذھبا فی شمالہ وحریرا فی یمینہ فقال ھذا حرام علی ذکور امتی۔ اخبرنا علی ابن الحسین الدرھمی قال ثنا عبدا الاعلی عن سعید عن ایوب عن نافع عن سعید بن ابی ھند عن موسی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال احل الذھب والحریر لاناث امتی وحرم علی ذکورھا۔ انتہی ماروا ہ النسائی۔ واضح ہو کہ یہ حدیث بطرق متعددہ صحیحہ مروی ہے۔ کما لایخفی علی المتتبع الماہر اور حدیث ذھبی حرم لبس الذھب الا مقطعا سے جو لوگ دلیل پکڑتے ہیں اس کا جواب تین طرح پر ہے اول یہ کہ اس کے رواۃ کا

---

(۱) حضرت علی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں ہاتھ میں ریشم پکڑا اور بائیں میں سونا اور فرمایا یہ دونوں چیزیں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں اور یہ حدیث حضرت علی سے کئی طرق سے مروی ہے اور آپ نے فرمایا سونا اور ریشم میری امت کے مردوں پر حرام ہے اور عورتوں پر حلال ہے (نسائی)

(۱) ابو الافلح الھمدانی البصری مقبول من الخامسۃ ۱۲ تقریب (۲) صوابہ ابو افلح ۱۲ تقریب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حال معلوم نہیں، کہ ان کی ثقاہت اور عدم ثقاہت کے سبب سے اس پر صحت اور عدم صحت کا حکم لگا کر دلیل پکڑی جائے، دوم یہ کہ بر تقدیر تسلیم صحت کے یہ نہی حق میں عورتوں کے نہیں، جیسا کہ ابوداؤد نے سمجھا، بلکہ حق میں مردوں کے ہے، جیسا کہ نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے سمجھا، اور اب تحریم الذہب علی الرجال میں اس حدیث کو لایا ہے، اور دلیل ہمارے قول کی دوسری روایت نسائی کی ہے، ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن لبس الحریر یعنی والذھب الا مقطعا کیونکہ حریر کی نہی تو خاص مردوں کے حق میں ہے، اور عورتوں کو حلال ہے، بدلیل احادیث صحیحہ وصریحہ بخاری ومسلم کے تو نہی ذہب کی بھی جو اس پر معطوف ہے مخصوص بر جال ہوگی، اور مقطعا کے معنی ریزہ ریزہ کردہ شدہ کے ہیں، یعنی کپڑوں وغیرہ پر جو ستارے سونے کے اور ٹکڑے حریر کے لگاتے ہیں۔ قولہ الا مقطعا بفتح الطاء المشددۃ ای مکسرا قطعا صغارا مثل الثیاب علی الاسلحۃ والخواتیم الفضیۃ واعلام الثیاب کذا ذکرہ بعض الشراح من علمائنا ۱۲ کذا فی المرقاۃ سیوم یہ کہ بر تقدیر تسلیم کرنے نہی کے حق میں عورتوں کے یہ نہی بنا بر احتیاط اور تنزیہ کے ہے، کہ فے سبیل پر مانند خاتم وغیرہ کے قناعت کریں، اور زیادہ حرص نہ کریں، جیسا کہ اس کو تفصیل اور بسط سے ثابت کیا گیا ہے، اور اس نہی کی صارف عن التحریم احادیث کثیرہ صحیحہ ہیں، جو ذکر کی گئیں، یہ بھی اس تقدیر پر کہ نہی عورتوں کے حق میں تسلیم کی جائے، ورنہ اصل تو وہی ہے، جو ہم نے بیان کیا کہ نہی مخصوص بر جال ہے، جیسا کہ نسائی کی روایت اس پر دال ہے، اور واضح ہو کہ بعد تمام ہونے اس تحریر کے شرح ابن قیم ابوداؤد کی بھی مل گئی، پس اس شرح سے بھی تائید اور ترمیم تحریر بالا کی کی جاتی ہے۔

**باب** فی الذھب للنساء ذکر حدیث ایما امراۃ جعلت فی اذنھا خرصا من ذھب ثم قال المنذری واخرجہ النسائی قال ش قال ابن قطان وعلۃ ھذا الخبر ان محمود بن عمرو راویہ عن اسماء مجھول الحال وان کان قد روی عنہ جماعۃ وروی النسائی عن ابی ھریرۃ قال کنت قاعدا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاتتہ امراۃ فقالت یا رسول اللہ سوارا ان من ذھب قال سوارا ان من نار قالت طوق من ذھب قال طوق من نار قال قرطان من ذھب

---

لہ جو عورت اپنے کانوں میں سونے کی بالیاں پہنے گی الحدیث، اس حدیث کا راوی محمود بن عمرو مجہول ہے، اگرچہ اس سے ایک جماعت نے اس کو روایت کیا ہے، حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں، کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک عورت آئی اور کہنے لگی، اے اللہ کے رسول سونے کے دو کنگن کیسے ہیں؟ آپ نے فرمایا آگ کے دو کنگن ہیں، کہنے لگی، سونے کا طوق، آپ نے فرمایا آگ کا طوق ہے، کہنے لگی سونے کی دو بالیاں، فرمایا وہ آگ کی دو بالیاں ہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قال قرطان من نار قال وکان علیها سواران من ذهب فرمت بهما فقالت یا رسول الله ان المرأة اذا لم تتزین لزوجها صلفت[1] عنده فقال ما یمنع احداکن ان تصنع قرطین من فضة ثم تصفره بزعفران او بعبیر قال ابن قطان وعلته ان ابا زید راویه عن ابی هریرة مجهول ولا یعرف روی عنه غیر ابی الجهم ولا یصح هذا وفی النسائی ایضا عن ثوبان قال جاءت بنت هبیرة الی رسول الله صلی الله علیه وسلم وفی یدها فتخ فدخلت علی فاطمة رض تشکوا الیه الذی صنع بها رسول الله صلی الله علیه وسلم فانتزعت فاطمة رض سلسلة فی عنقها من ذهب قالت هذه اهداها ابو الحسن[2] فدخل رسول الله صلی الله علیه وسلم والسلسلة فی یدها فقال یا فاطمة الیعزلک ان یقول الناس ابنة رسول الله صلی الله علیه وسلم وفی یدها سلسلة من نار ثم خرج ولم یقعد فارسلت فاطمة رض بالسلسلة الی السوق فباعتها واشترت بثمنها غلاما وقال مرة عبدا وذکر کلمة معناها فاعتقته فحدث بذلک فقال الحمد لله الذی انجا فاطمة من النار قال ابن القطان فی علته ان الناس قد قالوا ان روایة یحیی عن ابی سلام منقطعة وعلی ان یحیی قد قال حدثنی ابو سلام وقد قیل انه دلس ذلک ولعله کان اجازه زید بن سلام فجعل یقول لنا زید وفی النسائی ایضا عن عقبة بن عامر ان النبی صلی الله علیه وسلم کان

---

اس کے پاس سونے کے دو کنگن تھے، اس نے اتار کر پھینک دیئے، اور کہنے لگی، کہ اے اللہ کے رسول اگر عورت اپنی زیب وزینت نہ کرے، تو اپنے خاوند کے دل سے اتر جاتی ہے، آپ نے فرمایا، یہ منع تو نہیں، کہ تم چاندی کی دو بالیاں بنا کر طمع کرالو، اس حدیث کا ایک راوی ابو زید مجہول الحال ہے، اور یہ حدیث صحیح نہیں ہے، ہبیرہ کی بیٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی، اس کے ہاتھ میں سونے کی ایک انگوٹھی تھی، پھر وہ حضرت فاطمہ رض کے پاس گئیں، اور جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کے متعلق فرمایا تھا، اس کی شکایت کرنے لگیں، حضرت فاطمہ رض کے گلے میں سونے کا ہار تھا، جو حضرت علی نے ان کو ہدیہ دیا تھا، یہ سنکر انہوں نے بھی گلے سے اتار کر ہاتھ میں پکڑ لیا اسی حال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، آپ نے فرمایا اے فاطمہ کیا تجھے یہ پسند ہے کہ لوگ کہیں رسول اللہ کی بیٹی کے ہاتھ میں آگ کا ہار ہے، پھر آپ کھڑے کھڑے باہر نکل آئے، حضرت فاطمہ رض نے وہ ہار بازار میں فروخت کر کے اس کی قیمت سے ایک غلام خرید لیا، اور اس کو آزاد کر دیا، جب یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سنی، تو فرمایا خدا کا شکر ہے، جس نے فاطمہ کو آگ سے نجات بخشی، اس حدیث کی سند منقطع ہے، اور یحیی نے اس

---

(۱) ثقلت علیہ ۱۲ (۲) کنیۃ علی رضی اللہ عنہ ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یمنع اھلہ الحریر والحلیۃ ویقول ان کنتم تحبون حلیۃ الجنۃ وحریرھا فلا تلبسوھا فی الدنیا فاختلف الناس فی ھذہ الاحادیث ولذا اختلفت علیھم فطائفۃ سلکت بھا مسلک التضعیف وعللھا کلھا کما تقدم وطائفۃ ادعت ان ذلک کان اول الاسلام ثم نسخ واحتجت بحدیث ابی موسی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال احل الذھب والحریر للاناث من امتی وحرم علی ذکورھا قال الترمذی وھذا حدیث صحیح ورواہ ابن ماجہ فی سننہ من حدیث علی وعبد اللہ بن عمرو عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وطائفۃ حملت احادیث الوعید علی من لم تؤد زکوۃ حلیھا فاما من ادتھا فلا یلحقھا ھذا الوعید واحتجوا بحدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان امرأۃ اتت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومعھا ابنۃ لھا وفی ید ابنتھا مسکتان غلیظتان من ذھب فقال لھا تعطین زکوۃ ھذا قالت لا قال ایسرک ان یسورک اللہ بھما یوم القیمۃ سوارین من نار قالت فخلعتھما والقتھما الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالت ھما للہ ولرسولہ وبما رواہ ابوداؤد عن ام سلمۃ قالت کنت البس اوضاحا من ذھب فقلت یا رسول اللہ اکنز ھو فقال ما بلغ ما تؤدی زکوتہ فزکی فلیس بکنز وھذا من افراد ثابت بن عجلان والذی قبلہ من افراد عمرو بن شعیب وطائفۃ من اھل الحدیث حملت احادیث الحدیث علی من اظھرت حلیتھا وتبرجت بھا دون من

---

میں تدلیس کی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کو ریشم اور زیور سے منع فرماتے، اور کہتے اگر تم جنت کے زیور اور ریشم پہننا چاہتی ہو تو دنیا میں اس کو نہ پہنو بعض نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے، اور بعض نے کہا پہلے یہی حکم تھا لیکن بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سونا اور ریشم میری امت کی عورتوں کے لئے حلال ہے اور مردوں کے لئے حرام، اور یہ حدیث بالکل صحیح ہے، بعض نے یہ وعید اس کے لئے کہی ہے، جو زکوۃ ادا نہ کرے، اور اس حدیث سے استدلال کیا ہے، کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی، اس کے ساتھ ایک بچی تھی، اس کے ہاتھ سونے کے دو ٹھوس کنگن تھے، آپ نے فرمایا، کیا تو ان کی زکوۃ دیتی ہے؟ کہنے لگی نہیں، آپ نے فرمایا کیا تجھے پسند ہے کہ قیامت کے روز خدا تعالیٰ تجھ کو ان کے بدلے آگ کے دو کنگن پہنائے، اس عورت نے وہ دونوں کنگن اس سے لے کر رسول اللہ کی خدمت میں پیش کر دیئے، اور کہا یہ اللہ اور اس کے رسول کی نذر ہیں، اور ام سلمہ نے کہا میرے پاس سونے کی کڑیاں تھیں، میں نے ان کو پہنا کرتی تھی، میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کیا یہ خزانہ ہے؟ آپ نے فرمایا، اگر نصاب کو پہنچ جائے، اور تو اس کی زکوۃ ادا کرے، تو پھر خزانہ نہیں ہے، بعض نے وعید کی احادیث کو اس پر محمول کیا ہے، کہ عورت زیور لگا کر دوسرے مردوں کے سامنے نمائش کرے، وہ حدیث جس میں سونے کے ٹکڑے استعمال کرنے کی اجازت ہے، اس کی سند میں دو جگہ انقطاع ہے،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تزینت بها لزوجها وبه قال النسائی فی سننه وقد ترجم علی ذلک الکراهة للنساء فی اظهار الحلی والذهب ثم ساق احادیث الوعید واللہ اعلم ثم ذکر ابوداؤد ذکر حدیث میمون القناد وفیه نهی عن لبس الذهب الا مقطعا الی قوله المنذری فیه الا نقطاع فی موضعین ش وقد رواه النسائی من حدیث بهیس بن فهدان عن ابی شیخ الهنائی عن معاویة وقد تقدم الکلام علی هذا الاسناد فی الحج ورواه عن ابی شیخ عن ابی حمان انه سمع معاویة ورواه النسائی ایضا من حدیث بهیس بن فهدان انا ابو شیخ قال سمعت ابن عمر قال نهی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم عن لبس الذهب الا مقطعا وقد روی فی حدیث اخر احتج به احمد فی روایة اکاثم من تحلی بخریصیصة کوی بها یوم القیمة نقال اکاثم فقلت ای شیء خریصیصة قال شیء صغیر مثل الصفیرة وقال غیره من عین الجرادة وسمعت شیخ الاسلام یقول حدیث معاویة فی اباحة الذهب مقطعا هو فی التابع غیر الفرد کالنذر والعلم ونحوه وحدیث الخریصیصة هو فی الفرد کالحاتم وغیره فلا تعارض بینهما واللہ اعلم انتهی۔ حررہ العاجز السید محمد نذیر حسین عافاہ اللہ فی الدارین

| | |
|---|---|
| زشرف سید کونین شد شریف حسین ۱۲۹۳ | سید محمد نذیر حسین ۱۲۸۱ |
| خادم شریعت رسول الثقلین محمد تلطف حسین ۱۲۹۲ | حسبنا اللہ بس حفیظ اللہ |
| محمد عبد الصمد ابن ملا عبد الواحد خان ۱۲۹۲ | عبد الحکیم احمدی ۱۲۹۸ |
| خادم شریعت رسول اکاذاب ابو محمد عبد الوهاب ۱۳۰۰ | عبید اللہ عفا اللہ عنہ ۱۳۰۱ |
| سعد بن احمد بن عتیق / محمد عبد الغنی ۱۲۹۸ | قادر بخش عفی عنہ ۱۲۹۹ |
| خادم العلماء حافظ فتح دریا / حافظ محمد داؤد سلمہ الودود | ابو طاہر عبد الرحمن |
| محمد مظهر الحق ابن شاه مولوی محمد ممتاز الحق الحیدرابادی | عبده محمد طاهر |
| محمد حمایت اللہ بن مولوی مولا بخش الجلیسری | محمد ابو عبد الرحمن حدیث عهد بالایمان |

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# کِتَابُ الطِّبِ

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ طاعون وغیرہ امراض کی وجہ سے جو خروج منع ہے، وہ کونسا خروج ہے، کیا مطلق منع ہے، یا دوسرے گاؤں میں جانا منع ہے، اور اپنے گاؤں کے سرحد کے کنوؤں یا کھیتوں پر چھپر وغیرہ ڈال کر تبدیل ہوا کے لئے جانا منع ہے یا جائز ہے، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ جو خروج فرار من الطاعون منع ہے، وہ مطلقاً منع ہے، بنا علیہ طاعون سے بھاگ کر نہ دوسرے گاؤں میں جانا جائز ہے، اور نہ اپنے گاؤں کی سرحد کے کنوؤں یا کھیتوں پر چھپر وغیرہ ڈال کر جانا درست ہے، مسند امام احمد بن حنبل میں ہے۔ عن عائشۃ تقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فناء امتی بالطعن والطاعون فقلت یارسول اللہ ھذا الطعن قد عرفناہ فما الطاعون قال غدۃ کغدۃ الابل المقیم فیھا کالشھید والفار منھا کالفار من الزحف۔ یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری امت کا فنا ہونا طعن اور طاعون سے ہے پس میں نے کہا یارسول اللہ ہم نے اس طعن کو پہچانا، پس طاعون کیا ہے، آپ نے فرمایا گلٹی ہے، جیسے اونٹ کو گلٹی ہوتی ہے، طاعون میں ٹھہرنے والا مثل شہید کے ہے، اور اس سے بھاگنے والا مثل اس شخص کے ہے، جو لڑائی سے بھاگا ہو، یہ حدیث قابل احتجاج ہے، علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ شرح مواہب صفحہ ۲۵۴ جلد ۵ میں لکھتے ہیں۔ وروی احمد برجال ثقات الطاعون غدۃ کغدۃ البعیر المقیم بھا کالشھید والفار منہ کالفار من الزحف حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ المغنی عن حمل الاسفار فی الاسفار تخریج احیاء العلوم میں لکھتے ہیں۔ کہ:۔

---

لہ طاعون ایک غدود (گلٹی) ہے، جیسے اونٹ کو ہوتی ہے، اس میں ثابت قدم رہنے والا شہید کی طرح ہے اور اس سے بھاگنے والا ایسا ہے، جیسا میدان جنگ سے بھاگنے والا ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حدیث تشبیہ الفرار من الزحف رواہ احمد من حدیث عائشۃ باسناد جید ومن حدیث جابر باسناد ضعیف انتہی۔ اور حافظ منذری ترغیب وترہیب میں لکھتے ہیں وعن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تفنی امتی الا بالطعن والطاعون قلت یا رسول اللہ ھذا الطعن قد عرفناہ فما الطاعون قال غدۃ کغدۃ البعیر المقیم بہا کالشہید والفار منہا کالفار من الزحف رواہ احمد وابو یعلی والطبرانی وفی روایۃ لابی یعلی قال وخزۃ تصیب امتی من اعدائہم من الجن کغدۃ الابل من اقام علیہا کان مرابطا ومن اصیب بہ کان شہیدا ومن فر منہ کان کالفار من الزحف ورواہ البزار وعندہ قلت یا رسول اللہ ھذا الطعن قد عرفناہ فما الطاعون قال یشبہ الدمل یخرج فی الاباط والمراق وفیہ تزکیۃ اعمالہم وھو لکم ملو شہادۃ قال العلمی رضی اللہ عنہ اسانید الکل حسان انتہی، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی سند کو حسن کہا ہے، وتجمی عبارۃ عنقریب، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خروج فرار من الطاعون مطلقا حرام اور گناہ کبیرہ ہے، اس واسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں مطلق فرار من الطاعون کو فرار من الزحف سے تشبیہ دی ہے، اور فرار من الزحف بہت بڑا گناہ ہے، فرمایا اللہ تعالے نے یا ایہا الذین امنوا اذا لقیتم الذین کفروا زحفا فلا تولوہم الادبار ومن یولہم یومئذ دبرہ الا متحرفا لقتال او متحیزا الی فئۃ فقد باء بغضب من اللہ ومأواہ جہنم وبئس المصیر یعنی اے ایمان والو جب بھڑو تم

---

۱؎ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کی فنا طعن اور طاعون سے ہوگی، حضرت عائشہ نے عرض کیا یا رسول اللہ طعن (نیزہ) تو ہم جانتے ہیں، یہ طاعون کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا غدود ابھرتی ہے، جیسے اونٹ کی غدود، جو اس میں ثابت قدم رہے گا، وہ شہید ہوگا، اور جو اس سے بھاگے گا، وہ میدان جنگ سے بھاگنے کے مترادف ہوگا اور فرمایا طاعون جن دشمنوں کا کچوکا ہے، اونٹ کی غدود کی طرح جو اس میں ثابت قدم رہے گا، وہ غازی ہے، جو اس میں مرجائے گا وہ شہید ہے، جو اس سے بھاگے گا، وہ میدان جنگ سے بھاگنے والے کے برابر ہوگا، اور ایک روایت میں ہے، کہ طاعون ایک پھوڑا ہے، جو بغل اور گردن میں ہوتا ہے، اس سے مسلمان کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں، یہ مسلمان کے لئے شہادت ہے ۱۲ ۲؎ طاعون سے بھاگنے کو میدان جنگ سے بھاگنے کے مشابہ اس لئے قرار دیا ہے تاکہ معلوم ہوجائے کہ یہ کبیرہ گناہ ہے، اللہ تعالی نے فرمایا، ایماندارو! جب تم کافروں سے میدان جنگ میں ملو تو ان سے پیٹھ نہ پھیرو تو جیسا میدان جنگ سے بھاگنا جرم ہے، ویسا ہی طاعون سے بھاگنا بھی جرم ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کافروں سے میدان جنگ میں تو سب دوان کو پیٹھ اور جو کوئی ان کو پیٹھ دے اس دن مگر یہ کہ ہنر کرتا ہو لڑائی کا، یا جا ملتا ہو فوج میں سو وہ لے پھرا غضب اللہ کا، اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے، اور کیا بری جگہ جا ٹھہرا۔ مولانا شاہ عبدالقادر فائدہ میں لکھتے ہیں، یعنی جب مقابلہ میدان میں ہو تو بھاگنا اشد گناہ ہے اور چور ڈوڑ یا غارت ہو، تو بھاگنا نہیں ہے، اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجتنبوا السبع الموبقات قالوا وما هن یا رسول الله قال الشرك بالله والسحر وقتل النفس التی حرم الله الا بالحق واكل الربوا واكل مال الیتیم والتولی یوم الزحف یعنی بچو سات چیزوں سے جو ہلاک کرنے والی ہیں، صحابہ رض نے کہا یا رسول اللہ وہ کیا ہیں، آپ نے فرمایا شرک اللہ کے ساتھ اور جادو کرنا، اور مارنا اس جان کا جس کو اللہ نے حرام کیا ہے مگر ساتھ حق کے، اور کھانا سود کا، اور کھانا یتیم کے مال کو، اور پیٹھ دینا لڑائی کے دن الخ علامہ عبدالرؤف مناوی شرح جامع الصغیر میں لکھتے ہیں، کہ شبہ بہ فی ارتکاب الکبیرۃ قال تعالیٰ یا ایها الذین امنوا اذا لقیتم الذین کفروا زحفا فلا تولوهم الادبار فکما یحرم الفرار من الزحف یحرم الخروج من بلد وقع فیها الطاعون انتہی۔ علامہ احمد ضیاء الدین حنفی لوامع العقول شرح مرموز الاحادیث میں لکھتے ہیں۔ الفار منه کالفار من الزحف فی الوبال والصابر علیه کالصابر فی سبیل الله فی حصول الاجر انتہی علامہ شیخ احمد بن علی رومی حنفی مجالس الابرار صفحہ ۲۱۶ میں لکھتے ہیں ویدل علی التحریم ما روی عن ام المؤمنین عائشة رضی الله عنها انه علیه الصلوٰة والسلام قال الفار من الطاعون کالفار من الزحف انتہی علامہ مرتضیٰ زبیدی حنفی احیاء العلوم کی شرح میں لکھتے ہیں واستدل به من ذهب الی ان النهی فیه للتحریم انتہی۔ علامہ ابن حجر مکی زواجر صفحہ ۱۹۳ میں لکھتے ہیں، تشبیه بالفرار من الزحف یقتضی انه مثله فی کونه کبیرة وان کان التشبیه لا یقتضی

---

۱؎ طاعون سے بھاگنے والا سزا کے لحاظ سے میدان جنگ کے بھاگنے والے کے برابر ہے، اور اس میں صبر کرنے والا ثواب کے حصول میں میدان جنگ میں ثابت قدم رہنے والے کی طرح ہے ۱۲ ۲؎ طاعون سے بھاگنے کی حرمت پر حضرت عائشہ رض کی حدیث دلالت کرتی ہے، کہ آپ نے فرمایا، طاعون سے بھاگنے والا ایسا ہے جیسا میدان جنگ سے بھاگنے والا ۱۲ ۳؎ اس حدیث سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے، جو طاعون سے بھاگنے کو حرام کہتے ہیں ۱۲ ۴؎ میدان جنگ سے بھاگنے کی تشبیہ تقاضا کرتی ہے کہ یہ کبیرہ گناہ ہے، اگرچہ من کل الوجوہ دونوں کی برابری کا تقاضا نہیں ہے، کیونکہ یہ مقام ان دونوں کی برابری کا گناہ کبیرہ ہونے میں تقاضا کرتا ہے، اور یہ طاعون سے بھاگنے والے کے لئے زجر اور تنبیہ ہے، تاکہ وہ باز آجائے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تساوی المتشابهین من کل وجه کلا ان المقام ههنا یشهد بتساویهما فی هذا الشیء الخاص وهو کونه کبیرة اذا القصد بهذا التشبیه انما هو زجر الفار والتغلیظ علیه حتی یزجر ولا یتمرد ذلک اکلا ان کان کبیرة کالفرار من الزحف انتهی حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں، ومنهم من قال النهی فیه للتنزیه فیکره ولا یحرم وخالفهم جماعة فقالوا یحرم الخروج منها لظاهر النهی الثابت فی الاحادیث الماضیة وهذا هو الراجح عند الشافعیة وغیرهم یؤید ثبوت الوعید علی ذلک فاخرج احمد وابن خزیمة من حدیث عائشة مرفوعا فی اثناء حدیث بسند حسن قلت یا رسول الله فما الطاعون قال غدة کغدة الابل المقیم فیها کالشهید والفار منها کالفار من الزحف انتهی۔ ابن خزیمہ نے اپنے صحیح میں باب لفظ باب منعقد کیا ہے۔ باب الفرار من الطاعون من الکبائر یعنی یہ باب اس بیان میں ہے، کہ طاعون سے بھاگنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے، پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اسی حدیث سے استدلال کیا ہے تفسیر روح المعانی صفحہ ۶۹ جلد ۹ میں ہے ومنهم من حرمه کابن خزیمة فانه ترجم فی صحیحه باب الفرار من الطاعون من الکبائر وان الله تعالی یعاقب من وقع منه ذلک مالم یعف عنه واستدل بحدیث عائشة الفرار من الطاعون کالفرار من الزحف رواه الامام احمد والطبرانی وابن عدی وغیرهم وسنده حسن انتهی۔ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات صفحہ ۲۹ جلد ۱ میں فرماتے ہیں، وگریختن از موت وبا کبیرہ گناہ است در رنگ فرار یوم زحف وکسے کہ در زمین وبا باصبر بماند وبمیرد از شہدا است واز فتنہ قبر مامون وآنکہ صبر نماید از غازیان است ؎

ان قال لی مت مت سمعا وطاعة وقلت لداعی الموت اهلا ومرحبا

---

لہ بعض نے اس نہی کو تنزیہ کے لئے کہا ہے، تو وہ اس کو مکروہ کہتے ہیں، حرام نہیں سمجھتے، لیکن دوسرے لوگوں نے کہا یہ نہی تحریمی ہے، اور طاعون سے بھاگنا حرام ہے، اور یہی راجح ہے، اور شافعیہ کا یہی مذہب ہے، اور عائشہ کی حدیث اس کی دلیل ہے، کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ یہ طاعون کیا چیز ہے، آپ نے فرمایا ایک غدود ابھرتی ہے جیسے اونٹ کی غدود اس میں ثابت قدم رہنے والا شہید کی طرح ہے، اور اس سے بھاگنے والا ایسا ہے، جیسے میدان جنگ سے بھاگنے والا۔ ۱۲ لہ بعض نے طاعون سے بھاگنے کو حرام کہا ہے، مثلاً ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اس پر اس طرح باب باندھا ہے، کہ طاعون سے بھاگنا کبیرہ گناہ ہے، اور جو اس کا ارتکاب کرے گا، اگر اللہ تعالیٰ اس کو معاف نہ کرے، تو اس کو سزا ہوگی، اور حضرت عائشہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے، کہ طاعون سے بھاگنے والا میدان جنگ سے بھاگنے والے کی طرح ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الحاصل:۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خروج فرار من الطاعون مطلقاً منع و ناجائز ہے طاعون سے بھاگ کر نہ دوسرے گاؤں میں جانا جائز ہے، اور نہ اپنے گاؤں کے سرحد کے کنوؤں یا کھیتوں پر چھپر ڈال کر جا رہنا درست ہے، مشکوٰۃ شریف میں ہے۔ عن جابر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الفار من الطاعون کالفار من الزحف والصابر فیہ لہ اجر شہید رواہ احمد۔ یعنی جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طاعون سے بھاگنے والا لڑائی سے بھاگنے والے کی طرح ہے، اور اس میں صبر کرنے والے کے لئے ایک شہید کا ثواب ہے، روایت کیا اس کو احمد نے۔ اس حدیث کی صحت میں محدثین مختلف ہیں، حافظ منذری ترغیب و ترہیب میں جابر کی اس حدیث کو بلفظ الفار منہ کالفار من الزحف ومن صبر فیہ کان لہ اجر شہید نقل کر کے لکھتے ہیں رواہ احمد والبزار والطبرانی واسناد احمد حسن انتہی ابن حجر کی رحمۃ اللہ علیہ زواجر میں لکھتے ہیں وروی احمد بسند حسن والبزار والطبرانی عن جابر رضہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی الطاعون الفار منہ کالفار من الزحف ومن صبر فیہ کان لہ اجر شہید والترمذی وقال حسن غریب۔ اور حافظ سیوطی نے جامع صغیر میں بلفظ مشکوٰۃ نقل کر کے اس پر علامت تصحیح لکھی ہے، اور بلفظ منذری نقل کر کے اس پر علامت تضعیف لکھی ہے، اور حافظ عراقی نے اس کی سند کو ضعیف بتایا ہے، کما مر، اور حافظ ابن حجر فتح الباری میں جابر کی اس حدیث کو نقل کر کے لکھتے ہیں وسندہ صالح للمتابعات، پس جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث اگر قابل احتجاج نہیں ہے، تو قابل استشہاد ضرور ہے، مولانا شیخ عبد الحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں اس حدیث کے تحت میں لکھتے ہیں، ازین حدیث معلوم می شود کہ گریختن از طاعون گناہ کبیرہ است، چنانکہ فرار از زحف واگر اعتقاد کند کہ اگر نہ گریزد البتہ می میرد واگر بگریزد البتہ بسلامت ماند کفر است انتہی، صحیح بخاری اور مسلم میں ہے۔ عن اسامۃ بن زید قال قال رسول اللہ

---

۱؎ طاعون سے بھاگنے والا ایسا ہے، جیسا کہ میدان جنگ سے بھاگنے والا، اور جو اس میں صبر کرے گا، اس کے لئے شہید کا اجر ہے ۱۲ ۲؎ جابر رضہ کہتے ہیں، کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ طاعون کے بارے میں فرماتے تھے، اس سے بھاگنے والا ایسا ہے، جیسا میدان جنگ سے بھاگنے والا، جو اس میں صبر کرے گا، اس کے لئے ایک شہید کا ثواب ہے ۱۲ ۳؎ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے، کہ طاعون سے بھاگنا کبیرہ گناہ ہے جیسا کہ میدان جنگ سے بھاگنا، اور اگر یہ عقیدہ رکھے کہ اگر یہاں سے بھاگ نہ گیا، تو یقیناً مر جاؤں گا، اور اگر یہاں سے چلا جاؤں گا، تو بچ جاؤں گا، تو وہ کافر ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الطاعون رجز ارسل علی طائفۃ من بنی اسرائیل او علی من کان قبلکم فاذا سمعتم بہ بارض فلا تقدموا علیہ واذا وقع بارض وانتم بہا فلا تخرجوا فرارا منہ، یعنی اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طاعون عذاب ہے، جو بنی اسرائیل کے ایک گروہ پر یا ان لوگوں پر جو تم سے پہلے تھے بھیجا گیا تھا، پس جب تم کسی جگہ میں طاعون سنو تو وہاں نہ جاؤ، اور جب کسی مقام میں طاعون ہو اور تم وہاں ہو تو وہاں سے طاعون سے بھاگ کر مت نکلو، اس حدیث سے صراحۃ معلوم ہوا، کہ طاعونی جگہ سے طاعون سے بھاگنے کے ارادہ سے نکلنا حرام و ناجائز ہے، کیونکہ اس حدیث میں خروج کی ممانعت بلفظ نہی (فلا تخرجوا) وارد ہوئی ہے، جو حقیقۃ حرمت کے لئے موضوع ہے، اور اس نہی کے نہی تحریمی ہونے پر حضرت عائشہ رض کی حدیث الفار من الطاعون کالفار من الزحف بھی واضح دلیل ہے، کما تقدم بیانہ، اور یہی جمہور کا مذہب ہے، اور جو لوگ اس نہی کو نہی تنزیہی کہتے ہیں، ان کا قول بے دلیل ہے، علامہ زرقانی شرح موطا میں اس حدیث کے تحت میں لکھتے ہیں۔ والجمہور علی انہ للتحریم حتی قال ابن خزیمۃ انہ من الکبائر التی یعاقب اللہ ان لم یعف یعنی جمہور کا یہ قول ہے، کہ طاعونی جگہ سے بھاگنے کی نہی تحریمی ہے، یہاں تک کہ کہا، ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہ طاعونی جگہ سے بھاگنا ان کبیرہ گناہوں میں سے ہے جن پر اللہ تعالیٰ عذاب کرے گا، اگر معاف نہ کیا، اور علامہ محمد شرح مواہب لدنیہ میں لکھتے ہیں۔ وخالفہم الاکثرون قالوا انہ للتحریم حتی قال ابن خزیمۃ انہ من الکبائر التی یعاقب علیہا ان لم یعف وھو ظاھر قولہ صلی اللہ علیہ وسلم الطاعون غدۃ کغدۃ البعیر المقیم بہا کالشہید والفار منہ کالفار من الزحف رواہ احمد برجال ثقات وروی الطبرانی وابو نعیم باسناد حسن مرفوعا الطاعون شہادۃ لامتی ودخز اعدائکم من الجن غدۃ کغدۃ البعیر تخرج فی الآباط والمراق من مات

---

لہ طاعون سے بھاگنے والا ایسا ہے جیسا میدان جنگ سے بھاگنے والا ۔ ۲ اکثر نے ان کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے، کہ یہ نہی تحریمی ہے، یہاں تک کہ ابن خزیمہ نے کہا یہ کبیرہ گناہوں سے ہے، اگر معاف نہ ہوا، تو اس پر سزا ہوگی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر الفاظ سے یہی معلوم ہوتا ہے، کہ طاعون ایک غدود ہے، جیسے اونٹ کی غدود ہوتی ہے، اس میں ثابت رہنے والا شہید کی طرح ہے، اور اس سے بھاگنے والا میدان جنگ سے بھاگنے والے کی طرح ہے، اور ایک روایت میں ہے، طاعون میری امت کے لئے شہادت ہے، اور تمہارے دشمن جنوں کا کچوکا ہے، ایک غدود ابھرتی ہے، جیسے اونٹ کی غدود ابغل یا گردن پر ہوتی ہے، جو اس میں مرجائے وہ شہید ہے، اور جو اس میں ثابت قدم رہے، وہ غازی فی سبیل اللہ ہے، اور جو اس سے بھاگ جائے، وہ میدان جنگ سے بھاگنے والے کی طرح ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



متمنیات شہیدا ومن اقام ببرکان کالمرابط فی سبیل اللہ ومن فر منہ کان کالفار من الزحف انتہی۔ امام نووی شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں وفی ھذہ الاحادیث منع القدوم علی بلدۃ الطاعون ومنع الخروج فرارا من ذلک اما الخروج لامر اخر فلا باس وھذا الذی ذکرنا ھو مذھبنا ومذھب الجمھور وقال القاضی ھو قول الاکثرین حتی قالت عائشۃ رض الفرار منہ کالفرار من الزحف قال ومنھم من جوز القدوم علیہ والخروج منہ فرارا انتہی اسامہ بن زید وغیرہ کی ان حدیثوں میں طاعونی مقام میں جانے کی اور اس سے طاعون سے فرار کے ارادہ سے نکلنے کی ممانعت ہے لیکن کسی اور ضرورت سے نکلنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور یہی ہمارا اور جمہور کا مذہب ہے قاضی نے کہا یہی اکثروں کا قول ہے یہاں تک کہ حضرت عائشہ رض نے کہا کہ طاعون سے بھاگنا لڑائی سے بھاگنے کی مثل ہے اور بعض لوگوں نے طاعونی مقام میں جانے اور اس سے نکلنے کو جائز رکھا ہے پھر امام نووی ان بعض لوگوں کے قول کو نقل کر کے لکھتے ہیں والصحیح ماقدمناہ من النہی عن القدوم علیہ والفرار منہ لظاھر الاحادیث الصحیحۃ انتہی یعنی اور صحیح وہی ہے جو ہم نے کہا ہے یعنی طاعونی مقام میں داخل ہونا اور اس سے بھاگنا ممنوع ہے کیونکہ ظاہر احادیث صحیحہ سے یہی ثابت ہے اور حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں ومنھم من قال النہی فیہ للتنزیہ ولا یحرم وخالفھم جماعۃ فقالوا یحرم الخروج منھا لظاھر النہی الثابت فی الاحادیث الماضیۃ وھذا ھو الراجح عند الشافعیۃ وغیرھم ویؤیدہ ثبوت الوعید علی ذلک فاخرج احمد وابن خزیمۃ من حدیث عائشۃ رض مرفوعا فی اثنا حدیث بسند حسن قلت یا رسول اللہ فما الطاعون قال غدۃ کغدۃ الابل تقیم فیھا کالشھید والفار منھا کالفار من الزحف ولہ شاھد من حدیث جابر رفعہ الفار من الطاعون کالفار من الزحف والصابر فیہ کالصابر فی الزحف اخرجہ احمد ایضا وابن خزیمۃ وسندہ صالح للمتابعات یعنی بعض لوگوں نے کہا ہے کہ طاعونی جگہ سے نکلنے کی نہی جو حدیث میں آئی ہے وہ تنزیہی ہے پس نکلنا مکروہ ہے اور حرام نہیں ہے اور ایک جماعت نے ان لوگوں کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ طاعونی مقام سے نکلنا حرام ہے بہ سبب ظاہر ممانعت کے جو احادیث گذشتہ سے ثابت ہے اور شافعیہ وغیرہم کے نزدیک یہی راجح ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ طاعونی مقام سے نکلنے پر وعید ثابت ہے چنانچہ امام احمد اور ابن خزیمہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً بسند حسن روایت کیا ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ طاعون کیا ہے آپ نے فرمایا گلٹی ہے جیسے اونٹ کو گلٹی ہوتی ہے اس میں مقیم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



رہنے والا مثل شہید کے ہے، اور اس سے بھاگنے والا لڑائی سے بھاگنے والے کی مثل ہے، اور اس حدیث کی شاہد وہ حدیث ہے، جس کو امام احمد اور ابن خزیمہ نے حضرت جابر رضہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے، کہ طاعون سے بھاگنے والا لڑائی سے بھاگنے والے کی مثل ہے، اور طاعون میں صبر کرنے والا لڑائی میں صبر کرنے والے کی مثل ہے، اور سند اس کی متابعت کی صلاحیت رکھتی ہے، شیخ عبدالحق محدث اشعۃ اللمعات میں اس حدیث کے تحت میں لکھتے ہیں، ضابطہ در وہمین است کہ در انجا کہ ہست نباید رفت، واز انجا کہ باشد نباید گریخت، واگرچہ گریختن در بعض مواضع مثل خانہ کہ در وے زلزلہ شدہ، یا آتش گرفتہ یا نشستن در زیر دیوارے کہ خم شدہ نزد غلبہ ظن بہلاک آمدہ است، اما در باب طاعون جز صبر نیامدہ وگریختن تجویز نیافتہ وقیاس این بر آن سواد فاسد است، کہ آنہا از قبیل اسباب عادیہ اند، وایں از اسباب وہمی وبر ہر تقدیر گریختن ازان جا جائز نیست وہیچ جا وارد نہ شدہ وہر کہ بگریزد عاصی و مرتکب کبیرہ ومردود است انتہی۔ المختصر ان احادیث صحیحہ سے صاف ثابت ہوتا ہے، کہ خروج فرارا من الطاعون مطلقا منع ہے، بناء علیہ جس جگہ طاعون واقع ہو، وہیں ٹھہرے رہنا ضروری ہے، اور وہاں سے بھاگ کر نہ کسی دوسرے مقام میں جانا جائز ہے، اور نہ اس جگہ کی سرحد کے کھیتوں اور کنوؤں پر چھپر ڈال کر جا رہنا درست ہے، ہذا ما عندی واللہ تعالے اعلم۔ کتبہ محمد عبدالرحمن المبارکفوری، عفا اللہ عنہ،

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ چہ می فرمایند علمائے دین اندرین باب کہ از روئے مذہب حنفی تداوی بحرام خصوصا بخمر وغیرہ جائز است یا نہ بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ در صورت مرقومہ باید دانست کہ تداوی بحرام خصوصاً بخمر در ظاہر مذہب

---

لہ اس میں قانون یہ ہے، کہ جہاں طاعون ہو، وہاں نہ جائے، اور جہاں ہو، وہاں سے نہ بھاگے، بعض حالات میں جہاں غلبہ گمان موت ہو، بھاگنا ثابت ہوتا ہے، مثلاً زلزلہ کے وقت مکان سے باہر نکل جانا، یا کہیں آگ لگی ہوئی ہو، تو باہر چلے جانا، یا اگر کوئی دیوار گرنے والی ہو، تو اس سے پرے ہٹ جانا، ایسی صورتوں میں جائز ہے، کیونکہ ایسی صورت میں موت امور عادیہ میں سے ہے، اور طاعون میں کسی حالت میں بھی باہر نکلنے کی اجازت نہیں ہے، کیونکہ یہ اسباب وہمیہ میں سے ہے، اور اس کو ان پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، بہر حال جو اس سے بھاگے گا، وہ مرتکب گناہ کبیرہ کا ہے، اور مردود ہے۔

**سوال**:۔ مذہب حنفی میں حرام چیز خصوصاً شراب سے علاج کرنا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب**:۔ حرام چیز سے علاج کرنا خاص کر شراب سے ظاہر مذہب میں جائز نہیں ہے، ہدایہ میں اسی طرح

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جائز نیست، چنانکہ در بحر و ہدایہ وغیرہ مذکور است، و لیکن از نہایہ و عنایہ و قاضی خاں وغیرہ چنان مستفاد می شود کہ ہرگاہ دیگر دوا مفید و نافع نہ باشد و اطباء حاذقین گویند کہ در حرام و خمر شفا ایں مرض بظن غالب است، پس دریں صورت استعمال آن جائز است و یک جماعت علماء بلخ ہم برین رفتہ اند، پس بموجب قول صاحب عنایہ وغیرہ استعمال خمر بتداوی برائے مریض کہ قریب ہلاکت است مباح خواہد بود۔ الا انہ لا ینبغی ان یستعمل المحرم کالخمر ونحوھا الا زا لاستشفاء بالمحرم حرام ھدایۃ۔ قیل اذا لم یعلم ان فیہ شفاء اما اذا علم ان فیہ شفاء ولیس لہ دواء اخر غیرہ یجوز الاستشفاء بہ و معنی قول ابن مسعود ان اللہ لم یجعل شفاءکم فیما حرم علیکم یحتمل ان عبد اللہ قال فی داء عرف لہ دواء غیر المحرم لانہ یستغنی بالحلال عن الحرام و یجوز ان یقال تنکشف الحرمۃ عند الحاجۃ فلا یکون الشفاء بالمحرم وانما یکون الحلال کذا فی العنایۃ۔ اختلف فی التداوی بالمحرم و ظاھر المذھب المنع لما فی رضاع البحر لکن نقل المصنف ثمہ و ھنا عن الحاوی و قیل یرخص اذا علم فیہ الشفاء و لم یعلم دواء اخر کما رخص الخمر للعطشان و علیہ الفتوی کذا فی الدر المختار قال فی العنایۃ عن الذخیرۃ والاستشفاء بالحرام یجوز اذا علم ان فیہ شفاء و لم یعلم دواء اخر و فی فتاوی قاضی خاں معزیا الی نصر بن سلام معنی قولہ علیہ السلام ان اللہ لم یجعل شفاءکم فیما حرم علیکم محمول علی الاشیاء التی لا یکون فیھا شفاء فاما اذا کان فیہ شفاء فلا باس بہ الا ترى ان العطشان حل لہ شرب الخمر للضرورۃ و کذا اختار صاحب الھدایۃ فی التجنیس انتھی ما فی الطحاوی مختصرا و لو ان مریضا اشار الیہ

---

ہے، لیکن ہدایہ، عنایہ اور قاضی خان وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر بیماری مہلک ہو، اور اس کے لئے اور کوئی علاج نہ ہو اور حرام دوائی سے فائدہ کا گمان غالب ہو، اور مریض قریب المرگ ہو، تو ایسی حالت میں حرام دوا سے علاج جائز ہے اور ابن مسعود کا قول کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری شفا حرام چیزوں میں نہیں رکھی، ممکن ہے، کہ حضرت عبداللہ نے کسی ایسی بیماری کے متعلق کہا ہو جس کا اور کوئی علاج بھی معلوم ہو، اور حرام کی ضرورت نہ پڑے، اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے، کہ ایسی خطرناک بیماری میں کوئی حرام چیز حرام نہیں رہتی، بلکہ وہ حلال ہے، اور اس کی مثال بالکل ایسی ہے، جیسے پیاسے کو شراب پی لینا جائز ہے، اور اسی پر فتوی ہے، اور قاضی خاں میں نصر بن سلام کا قول نقل کیا ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا، کہ اللہ نے حرام چیزوں میں تمہاری شفا نہیں رکھی، یہ ان چیزوں کے متعلق ہے جن میں شفا معلوم نہ ہو، لیکن جب شفا معلوم ہو، تو کوئی حرج نہیں ہے، طحاوی میں ہے، کہ اگر کوئی حاذق طبیب کسی

مکتبہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الطبیب بشرب الخمر روی عن جماعۃ من ائمۃ بلخ انہ ینظر ان کان یعلم یقینا انہ یصلح حل لہ التناول کذا فی الفتاوی العالمگیریۃ۔ واللہ اعلم بالصواب

حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**مسئلہ**:۔ استعمال کردن ادویہ انگریزی کہ درین آمیزش خمر باشد ممنوع است مسلمانان را بجہت آنکہ خمر نجس مغلظ مثل بول و براز آدمی است نہ بسبب سکر آن زیرا کہ یک قطرہ خمر در صد قطرہ دیگر ادویہ موجب اسکار نخواہد شد، چہ یک قطرہ خمر دران ادویہ مستہلک و گمنام شد و باعتبار نجس بودن خمر یک قطرہ خمر ہمہ ادویہ صد قطرہ را ناپاک گردانید، چنانکہ یک قطرہ بول ہمہ آب سبو را ناپاک می کند و ہمین حال ادویہ ممتزجہ خمر است، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ السید شریف حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ تداوی بالخمر جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب**:۔ درست نہیں ہے، اس واسطے کہ خمر حرام ہے، اور حرام میں شفا نہیں ہے جیسا کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے واضح ہوتا ہے۔ عن ام سلمۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ لم یجعل شفاءکم فیما حرم علیکم اخرجہ البیہقی وصححہ ابن حبان کذا فی بلوغ المرام اور اس واسطے کہ خمر دوا نہیں ہے، بلکہ داء یعنی بیماری ہے، جیسا کہ طارق بن سوید کی روایت سے واضح ہوتا ہے۔ عن وائل الحضرمی ان طارق بن سوید سال النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الخمر یصنعہا للدواء فقال انہا لیست بدواء ولکنہ داء اخرجہ مسلم وابو داؤد وغیرہما کذا فی بلوغ المرام اور اس واسطے کہ ابو داؤد نے ابو الدرداء سے مرفوعا روایت کی ہے، کہ لا تداووا بالحرام یعنی حرام سے مت دوا کرو، اس روایت میں اگرچہ ایک راوی مستور ہے، مگر دونوں روایتیں جو پہلے مذکور ہوئیں اور ایک روایت جو آگے

---

مریض کو شراب پلانے کا حکم دے، تو ائمہ بلخ کی ایک جماعت کا فتوی ہے، کہ اگر اس سے صحت یقینی ہو تو اس کا پی لینا جائز ہے ۱۲

مسئلہ:۔ انگریزی ادویات کا استعمال جن میں شراب کی آمیزش ہوتی ہے منع ہے، کیونکہ شراب پاخانہ پیشاب کی طرح نجاست غلیظہ ہے، اس کی حرمت کی وجہ نشہ نہیں ہے، کیونکہ سو قطرہ دوائی میں اگر ایک قطرہ شراب ہوگا تو وہ نشہ نہیں لائے گا، کیونکہ اتنی دوائی میں شراب کا ایک قطرہ تو فنا ہو جائے گا، اس کی حرمت باعتبار نجاست کے ہے، کیونکہ اس کا ایک قطرہ تمام دوائی کو اسی طرح پلید کر دے گا، جیسے پانی کے ایک مشکے کو پیشاب کا ایک قطرہ، شراب کی دواؤں کا یہی حکم ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



آتی ہے، اس کو قوت دیتی ہے، اور اس واسطے کہ خمر بلاشبہ خبائث میں داخل ہے، اور دوا خبیث سے ممانعت آتی ہے، جیسا کہ ابوداؤد میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الدواء الخبیث یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا دوا خبیث سے، اس حدیث کے سب راوی صدوق ہیں، واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جب دواؤں میں نامشروعات وناپاک اجزا اگرچہ ملے ہیں، لیکن ان کی ہیئت تبدیل ہوگئی ہے، مثلاً شراب ہے، کہ اسے دواؤں میں ملاکر اس کی حالت بالکل بدل دی گئی ہے، اور اب اس میں کسی قسم کی بو یا نشہ باقی نہیں ہے، تو وہ دوا استعمال کی جاسکتی ہے یا نہیں، دوسری صورت یہ ہے، کہ مثلاً سور کی چربی دواؤں میں ملاکر تیل کھینچا جاتا ہے، تو اس تیل کی مالش جائز ہے یا نہیں، اور بعد مالش کے بلا دھوئے ہوئے نماز پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں، تیسری صورت یہ ہے، کہ ایسی چیزیں مثل شیر اور سور کی چربی کے دواؤں میں ملی ہے، جو مثل مردار کے ہے، مگر صورت اس کی بدلی ہوئی ہے تو ایسے مرہم کے استعمال سے بعد نماز جائز ہوگی یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ حرام اور ناپاک چیز جیسے شراب وغیرہ سے دوا کرنا حرام وناجائز ہے خواہ وہ حرام اور ناپاک چیز اپنی حالت پر باقی رہے، یا دواؤں میں ملاکر اس کی حالت بدل دی گئی ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی لوگ شراب سے دوا تیار کرتے تھے، آپ نے ان کو منع کیا، اور فرمایا، کہ شراب دوا نہیں ہے، بلکہ یہ بیماری ہے، نیز آپ نے فرمایا، کہ حرام چیز سے دوا مت کرو۔ عن وائل بن حجر ان طارق بن سوید الجعفی سال النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الخمر فنھاہ عنھا فقال انما اصنعہ للدواء قال انہ لیس بدواء ولکنہ داء رواہ احمد ومسلم وابوداؤد والترمذی وصححہ علامہ شوکانی اس حدیث کے تحت میں لکھتے ہیں فیہ التصریح بان الخمر لیست بدواء فیحرم التداوی بھا کما یحرم شربھا وکذلک سائر الامور النجسۃ او المحرمۃ وانیہ ذھب الجمھور انتھی وعن ابی الدرداء قال قال رسول

---

لہ طارق بن سوید نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شراب کے متعلق سوال کیا، آپ نے اس سے روک دیا، اس نے کہا میں دوائیوں میں اس کو استعمال کرتا ہوں، آپ نے فرمایا، یہ دوائی نہیں ہے، یہ تو خود بیماری ہے (احمد، بخاری) سے اس میں تصریح ہے، کہ شراب نہ دوائی ہے، اور نہ اس کے ساتھ علاج کرنا جائز ہے، جیسا کہ دوسری ناپاک اور حرام چیزوں سے علاج کرنا منع ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ انزل الداء والدواء وجعل لکل داء دواء فتداووا ولا تداووا بالحرام رواہ ابوداؤد علامہ شوکانی اس حدیث کے تحت میں لکھتے ہیں قولہ ولا تداووا بالحرام کای لایجوز التداوی بما حرمہ اللہ من النجاسات وغیرھا مما حرم اللہ ولو لم یکن نجسا انتہی۔ ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے، کہ شراب اور تمام حرام چیزوں سے دوا کرنا مطلقا ممنوع و ناجائز ہے، خواہ تنہا ان چیزوں سے دوا کی جائے، یا ان حرام چیزوں کو اور اجزا کے ساتھ مخلوط کر کے دوا کی جائے، خواہ ان کی ہیئت باقی ہے، یا تبدیل ہو گئی ہو، خواہ ان حرام چیزوں کو اور دواؤں میں ملا کر تیل کھینچا گیا ہو، غرض ہر صورت سے حرام اور ناپاک چیز سے، دوا کرنا ممنوع اور ناجائز ہے۔ قال العلامۃ الشوکانی فی النیل ان ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام سواء کان مفردا او مختلطا بغیرہ وسواء کان یقوی علی الاسکار بعد الخلط او لا یقوی انتہی۔ اور دوسری صورت میں اس تیل کی مالش جائز نہیں، اس واسطے کہ جب سور کی چربی یا کسی اور حرام جانور کی چربی دواؤں میں ملا کر تیل کھینچا جائے گا، تو وہ تیل حرام اور نجس ہوگا، اور حرام و نجس چیز سے علاج کرنا جائز نہیں کما مر، اور بعد مالش کے بلا دھوئے ہوئے نماز پڑھنا جائز نہیں، اور تیسری صورت میں نہ ایسے مرہم کا استعمال جائز ہے، اور نہ بعد استعمال کے بلا دھوئے ہوئے نماز پڑھنا جائز ہے۔ کما تقدم، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العاجز السید محمد نذیر حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

---

جمہور کا یہی مذہب ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے بیماریاں بھی پیدا کی ہیں، اور ان کے علاج بھی، ہر بیماری کی کوئی نہ کوئی دوا ہے، تم دوا تو کیا کرو، لیکن حرام سے علاج نہ کرو ۱۲

۱؎ حرام سے علاج نہ کرو، یعنی حرام اور پلید چیزوں سے علاج کرنا اللہ تعالیٰ نے جائز نہیں رکھا (ابوداؤد)

۲؎ شوکانی نے کہا، جو چیز کثیر مقدار میں مستی لائے، اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے، خواہ وہ خالص ہو یا کسی چیز میں ملی ہوئی ہو، اور خواہ وہ ملاوٹ کے بعد نشہ لا سکے یا نہ ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# کتاب الادب

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے بوقت ملاقات عمرو کے ابتدا السلام کی دنیز ایک ہاتھ واسطے مصافحہ کے عمرو کی طرف بڑھایا، عمرو نے بے ساختہ کہا، کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا طریقہ نبوی نہیں، بلکہ طریقہ نصاری ہے، اور سنت طریقہ دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنا ہے، لہذا گذارش ہے، کہ سنت طریقہ مصافحہ کا حدیثوں سے کس طور پر ثابت ہے، اور عمرو اس لفظ کے کہنے سے کہ طریقہ نصاری ہے، گنہ گار ہوگا یا نہیں عام فہم عبارت تحریر فرمایئے، اور حدیثوں کا ترجمہ اس کے تحت میں ہو، اور جس کتاب کی عبارت ہو، مع صفحہ وجلد کے تحریر فرمایئے، اور اجر اس کا عند اللہ لیجئے۔

**الجواب**:۔ بعد حمد وصلوۃ کے واضح ہو کہ مصافحہ کے بارے میں اگرچہ رواج تو ایسا ہی ہو رہا ہے، کہ اکثر آدمی دونوں ہاتھ سے کرتے ہیں، اور اسی کو اچھا بھی سمجھتے ہیں، لیکن حدیثوں کی رو سے ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کرنا ثابت ہوتا ہے، اس لئے کہ جو حدیثیں مصافحہ کے بارے میں آئی ہیں ان میں ید کا لفظ ہے، جن کے معنی ہیں ایک ہاتھ، چنانچہ ترمذی صفحہ ۹۰ ابواب المصافحہ میں حضرت انس سے روایت ہے۔ قال رجل یا رسول اللہ الرجل منا یلقی اخاہ او صدیقہ ایحنی لہ قال لا قال فیلتزمہ ویقبلہ قال لا قال فیاخذ بیدہ ویصافحہ قال نعم۔ یعنی ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ہم میں سے کوئی آدمی اپنے بھائی سے یا دوست سے ملے، تو کیا اس کے واسطے جھک جایا کرے آپ نے فرمایا، کہ نہیں، اس نے کہا، کیا معانقہ کرے آپ نے فرمایا، کہ نہیں، اس نے کہا، کہ کیا اس کا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کیا کرے فرمایا، کہ ہاں، اور اس حدیث کو ترمذی نے حسن کہا ہے، اور مشکوۃ صفحہ ۴۱۰ باب فی الاخلاق وشمائلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے آیا ہے۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا صافح الرجل لا ینزع یدہ من یدہ حتی یکون ھو الذی ینزع یدہ یعنے

(۱) قولہ کان اذا صافح الخ اخرجہ الترمذی وفی اسنادہ زید العمی وھو ضعیف ۱۲ ابو سعید محمد شرف الدین عفی عنہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وسیع الحلم اور عظیم الخلق تھے، کہ جب کسی شخص سے مصافحہ کرتے تو جب تک وہی شخص اپنا ہاتھ آپ کے ہاتھ مبارک سے جدا نہ کرتا، تب تک آپ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے جدا نہ فرماتے، اور مشکوۃ کتاب الدعوات صفحہ ۲۰۶ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے آیا ہے۔ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا ودع رجلا اخذ بیدہ فلا یدعہ حتی یکون الرجل ھو یدع ید النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویقول استودع اللہ دینک وامانتک واخر عملک من ابی داؤد وغیرہ۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی شخص کو رخصت کرتے، تو اس کا ہاتھ پکڑتے پھر نہ چھوڑتے اس کو جب تک کہ وہ شخص خود ہی آپ کے مبارک ہاتھ کو نہ چھوڑتا، اور آپ اس وقت یعنی رخصت کرتے وقت یہ دعا پڑھا کرتے تھے، جس کا ترجمہ یوں ہے، کہ تیرے دین وامانت اور کاموں کے انجام کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں، اور مشکوۃ باب المصافحہ میں ابوداؤد کے حوالہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی روایت سے آیا ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے پاس تشریف لے جاتے، تو وہ آپ کا ہاتھ پکڑتیں اور اپنی جگہ پر بٹھلاتیں، اور جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا آپ کے پاس آتیں، تو آپ ان کا ہاتھ پکڑتے، اور اپنی جگہ پر بٹھلاتے، ان حدیثوں سے کئی مسئلے معلوم ہوتے، ایک یہ کہ ملنے والے کی تعظیم کے واسطے جھک جانا درست نہیں ہے، اور معانقہ کی بابت حدیث اول میں ممانعت ہے اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے جواز معلوم ہوتا ہے، جو کہ ترمذی جلد دوم صفحہ ۱۰۹ میں ہے مگر ترمذی والی روایت میں چونکہ یہی مذکور ہے، کہ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ اس وقت سفر سے آئے تھے، لہٰذا دونوں روایتوں کے جمع کرنے سے یہ مسئلہ نکلا، کہ جب سفر سے آوے تب معانقہ بھی درست ہے، اور ہر وقت کی ملاقات میں معانقہ منع ہے صرف مصافحہ کرنا سنت ہے، اور ایک مسئلہ یہ بھی معلوم ہوا، کہ جس طرح آتے وقت مصافحہ کرنا سنت ہے، اسی طرح رخصت ہوتے وقت بھی سنت ہے، حالانکہ اکثر لوگ یوں کہتے ہیں کہ رخصت ہوتے وقت کا مصافحہ درست نہیں ہے، پس یاد رکھیں کہ درست اور سنت ہے، اور ایک مسئلہ یہ معلوم ہوا، کہ اگر ملنے والے محرم ہوں، تو عورت مرد کو بھی باہم مصافحہ درست ہے، جیسے باپ بیٹی یا بھائی بہن یا خاوند زوجہ وغیرہم، مگر بعض مولوی یا پیرزادے چونکہ نامحرم عورتوں سے بھی مصافحہ کرتے ہیں، اس لئے اس موقع پر یہ لکھنا ضروری ہے، کہ کسی مرد کو نامحرم عورت سے مصافحہ کرنا درست نہیں ہے کیونکہ ابن ماجہ صفحہ ۲۱۲ باب بیعۃ النساء میں امیمہ بنت رقیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، کہ رسول

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انی لا اصافح النساء یعنی میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا ہوں، اور ابن ماجہ کے اسی باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ قسم ہے اللہ تعالیٰ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک نے کبھی کسی عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا، اگر کوئی صاحب یوں کہیں کہ یہ صرف بیعت کے بارے میں ہے، تو میں یہ جواب دوں گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ انی لا اصافح النساء عام ہے، اس عموم میں سے محرم عورتیں خاص ہوگئیں بوجہ حدیث مذکورہ بالا کے جس میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مصافحہ کرنے کا بیان ہے باقی سب عورتیں ہر صورت سے اس عموم نہی میں داخل رہیں اور ایک مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ ہر ایک ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا سنت ہے، کچھ یہ نہیں ہے کہ چند روز کے بعد ملاقات ہو تب ہی سنت ہو، اور ایک مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ مصافحہ میں سنت طریقہ یہی ہے کہ ایک ہاتھ سے کیا جاوے، دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنا سنت نہیں ہے، دونوں ہاتھوں کا بیان تو اس طرح ہوتا ہے جس طرح تیمم کے بیان والی حدیثوں میں ہوا ہے، چنانچہ مشکوۃ صفحہ ۴۶ باب التیمم میں بخاری کی روایت سے آیا ہے۔ فضرب النبی صلی اللہ علیہ وسلم بکفیہ الارض ونفخ فیہما ثم مسح بہما وجہہ وکفیہ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دونوں ہتھیلیاں زمین پر ماریں، اور ان دونوں میں پھونک ماری، پھر ان دونوں کو اپنے چہرہ مبارک اور دونوں ہاتھوں پر ملا، اور مسلم کا لفظ اسی روایت میں یوں ہے۔ انما یکفیک ان تضرب بیدیک الارض یعنی فرمایا کہ تجھ کو کفایت کرتا تھا کہ مارتا تو دونوں ہاتھ اپنے زمین پر پس مصافحہ کی حدیثوں میں ید کا لفظ اور تیمم کی حدیث میں یدین اور کفین کا لفظ آنا اس امر کی روشن دلیل ہے کہ مصافحہ ایک ہی ہاتھ سے کرنا سنت ہے، اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو روایت آئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو التحیات کا پڑھنا سکھایا، اور اس وقت میرا ہاتھ آپ کے دونوں ہاتھوں کے بیچ میں تھا، اس سے بعض علماء دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنے کی سنت نکالتے ہیں، لیکن انصاف کی رو سے یہ حدیث مصافحہ کے بارے میں نہیں، اور ہو سکتی بھی نہیں، ہے تو نہیں اس لئے کہ اس میں مصافحہ کا ذکر نہیں ہے بلکہ تعلیم اور تذکیر کا بیان ہے، اور یہ عام دستور ہے، اور سب جانتے ہیں، کہ جب کوئی ضروری بات یا کام کسی کو سکھانا یا سمجھانا ہوتا ہے، اور اس کے حال پر مہربانی و شفقت کی نظر ہوتی ہے تو اس

---

(۱) قولہ انی لا اصافح النساء اخرجہ ایضا الترمذی والنسائی۔ الجامع الصغیر۔ ابو سعید محمد شرف الدین ۱۲

(۱) ترجمہ قولہ انی لا اصافح النساء اس روایت کو ترمذی اور نسائی نے بیان کیا ہے، الجامع الصغیر ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کے سر یا کاندھے پر ہاتھ رکھ کر یا اس کا ہاتھ پکڑ کر سکھایا، یا سمجھایا کرتے ہیں، اور ہو سکتی نہیں، اس لئے کہ مصافحہ کے صرف تین موقعے ہیں، یا آتے وقت یا رخصت ہوتے وقت یا بیعت کے وقت، اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں تینوں موقعے نہیں، پھر اس کو مصافحہ کے مسئلہ سے کیا علاقہ۔ باقی رہا بعض علماء کا قول یا فعل سو وہ دلیل شرعی نہیں ہے خصوصاً جب کہ احادیث مرفوعہ صحیحہ کے مخالف واقع ہو، تو پھر اس سے کیا کام نکل سکتا ہے، اس کی اتنی رعایت کافی ہے، کہ اگر کوئی شخص دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرے، تو اس پر چنداں گرفت نہ کی جاوے، مگر اس کو سنت کہنا بالکل غلط ہے، کیوں کہ سنت ہونے کا شرف تو ایک ہی ہاتھ کے مصافحہ کے واسطے حاصل ہے، ایک ہاتھ کے مصافحہ کو نصاریٰ کا طریقہ کہہ دینا اگر ناواقفیت کی وجہ سے ہے، تو عمرو کو سمجھ لینا چاہیئے، کہ یہود و نصاریٰ کی یا دوسرے کافروں کی مشابہت ایسے کام میں ہوا کرتی ہے، جس کو شریعت اسلام نے ثابت یا مقرر نہیں رکھا، مسلمان لوگ صرف کفار کی ریس سے اس کو کرنے لگیں، اور جو کام شریعت میں ثابت ہو چکا ہے، وہ اگر یہود و نصاریٰ یا دوسرے کافروں میں بھی پایا جاوے، تو اس کام پر اس کی مشابہت کا اطلاق صحیح نہیں ہے اور وہ واجب الترک بھی نہیں ہے، مثلاً سپہ گری کا فن سیکھنا، اور گھوڑے کی سواری میں مشاقی پیدا کرنا آج کل نصاریٰ میں بہت کثرت سے رائج ہے، مگر شریعت اسلام میں بھی چونکہ یہ امر مقرر اور مامور بہ ہے لہٰذا اس کو نصاریٰ کی مشابہت کے تحت میں لاکر واجب الترک ہرگز نہیں کہہ سکتے، اس قاعدہ کو یاد رکھیں اور ہر موقع پر اس کے موافق جانچ کر کے حکم لگایا کریں گے، تو ان شاء اللہ تعالیٰ غلطی نہ ہوگی، اور اگر عمرو مذکور نے جان بوجھ کر ایسا لفظ کہا ہے، تو سنت کی صریح توہین ہے، اور سنت کی توہین کفر ہے ایسی باتوں سے مسلمانوں کو بہت ڈرنا اور بچنا چاہیئے، فقط

حررہ العاجز حمید اللہ عفی عنہ، ساکن سرادہ، ضلع میرٹھ — حمید اللہ

سید محمد نذیر حسین

**ھوالموفق**، جواب صحیح ہے، بے شک مصافحہ کا طریقہ مسنون یہی ہے، کہ ایک ہاتھ سے یعنی داہنے ہاتھ سے کیا جاوے، اور دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا کسی حدیث مرفوع صحیح سے ثابت نہیں ہے، اس مسئلہ کی تحقیق میں رسالہ المقالۃ الحسنیٰ فی سنیۃ المصافحۃ بالید الیمنیٰ ایک جامع اور مفید رسالہ چھپ کر شائع ہوا ہے، جس شخص کو اس مسئلہ کی تحقیق کامل طور پر مع مالہا و ما علیہا کے منظور ہو اسے چاہیئے، کہ اس رسالہ کو ضرور مطالعہ کرے، ہاں اس جواب میں جو یہ لکھا گیا ہے، کہ اور ایک مسئلہ یہ معلوم ہوا، کہ جس طرح آتے وقت مصافحہ کرنا سنت ہے، اسی طرح رخصت ہوتے وقت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بھی سنت ہے، حالانکہ اکثر لوگ یوں کہتے ہیں، کہ رخصت ہوتے وقت کا مصافحہ درست نہیں پس یاد رکھیں، کہ درست اور سنت ہے" سو مجیب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمانا ٹھیک نہیں ہے اس واسطے کہ رخصت ہوتے وقت کے مصافحہ کے درست اور سنت ہونے کو مجیب نے حدیث کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا ودع رجلا اخذ بیدہ فلا یدعھا الخ سے ثابت کیا ہے، حالانکہ اس حدیث سے صرف مسافر کے رخصت کرتے وقت مصافحہ کا مسنون ہونا ثابت ہوتا ہے، اور غیر مسافر کے لئے رخصت ہونے وقت کا مصافحہ اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ اس حدیث میں تودیع سے مراد مسافر کو رخصت کرنا ہے، اور مطلب یہ ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی شخص سفر میں جانے والے کو رخصت کرتے، تو اس کا ہاتھ پکڑ لیتے، اور یہ دعا کرتے استودع اللہ دینک وامانتک واخر عملک۔ دیکھو شروح حدیث ولغت کی کتب، ہاں جامع ترمذی میں ابوامامہ رضی کی حدیث میں جو یہ جملہ مروی ہے وتمام تحیتکم بینکم المصافحۃ یعنی تم لوگوں کے سلام کی تمامی مصافحہ کرنا ہے یعنی سلام جب ہی پورا اور مکمل ہوگا، کہ سلام کے ساتھ مصافحہ بھی کرو، شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس جملہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں تمام وکمال سلام ہمائے شما کہ میان یک دیگری کنید مصافحہ است یعنی چوں سلام کنید مصافحہ نیز بکنید تا سلام شما تمام شود و کامل گردد، سو حدیث کے اس جملہ سے رخصت ہوتے وقت کا مصافحہ مسافر اور غیر مسافر ہر ایک کے لئے البتہ ثابت ہوتا ہے، کیونکہ رخصت ہوتے وقت مسافر اور غیر مسافر ہر ایک کے لئے سلام کرنا بلاشبہ مسنون ہے، اور سلام کی تمامی مصافحہ کرنا ہے، تو نتیجہ یہ نکلا، کہ رخصت ہوتے وقت مسافر اور غیر مسافر ہر ایک کے لئے مصافحہ کرنا مسنون ہے، لیکن جامع ترمذی کی یہ حدیث ضعیف وناقابل احتجاج ہے، ترمذی نے اس حدیث کے روایت کرنے کے بعد لکھا ہے ھذا اسناد لیس بالقوی یعنی اس حدیث کی سند قوی نہیں ہے، میں کہتا ہوں، کہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی علی بن یزید ہے، اس کی نسبت ترمذی نے امام بخاری سے نقل کیا ہے، کہ یہ ضعیف ہے، اور خلاصہ میں اس کی نسبت

---

ل۱ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی آدمی کو وداع کرتے، تو اس کا ہاتھ پکڑ لیتے، اور اس وقت تک نہ چھوڑتے جب تک وہ خود نہ چھوڑتا ۱۲ ل۲ میں تیرا دین اور امانت اور انجام کار خدا کے سپرد کرتا ہوں ۱۲

ل۳ یعنی تمہارا پورا سلام جو تم ایک دوسرے سے کرتے ہو، مصافحہ ہے، یعنی جب سلام کرو، تو مصافحہ بھی کرو، تاکہ سلام پورا ہو جائے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لکھا ہے۔ قال البخاری منکر الحدیث یعنی امام بخاری نے کہا، کہ علی بن یزید منکر الحدیث ہے، اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جس راوی کی نسبت منکر الحدیث کہتے ہیں اس راوی سے حدیث کا روایت کرنا حلال نہیں ہے، میزان الاعتدال میں ابان بن جبلہ کے ترجمہ میں مرقوم ہے۔ نقل ابن القطان ان البخاری قال کل من قلت فیہ منکر الحدیث فلا تحل الروایۃ عنہ۔ الحاصل جامع ترمذی کی یہ حدیث ضعیف ہے، لہٰذا اس حدیث کے جملہ مذکورہ سے رخصت ہونے وقت کا مصافحہ ثابت نہیں ہوسکتا، اور کتاب شرعۃ الاسلام میں جو یہ اثر مرقوم ہے، کہ کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا تلاقوا تعانقوا واذا تفرقوا تصافحوا وحمدوا اللہ واستغفروا عند ذلک واذا التقوا وافترقوا فی الیوم مرارا انتہی، سو یہ اثر بے سند ہے، صاحب شرعۃ الاسلام نے اس اثر کی نہ سند لکھی ہے، اور نہ کسی کتاب حدیث کا حوالہ دیا ہے، کہ فلاں کتاب میں یہ اثر مروی ہے، پس جب تک اس اثر کی سند صحیح معلوم نہ ہو، کیونکر قابل اعتبار ہوسکتا ہے، اور امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں اس اثر کو شعبی سے روایت کیا ہے، مگر اس میں لفظ واذا تفرقوا تصافحوا الخ نہیں ہے، بلکہ اس کا لفظ صرف اس قدر ہے۔ ان[1] اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانوا اذا التقوا تصافحوا واذا قدموا من سفر تعانقوا، خلاصہ یہ کہ رخصت ہونے وقت غیر مسافر کے لئے مصافحہ کا مسنون ہونا نہ کسی حدیث مرفوع صحیح سے ثابت ہے، اور نہ کسی اثر صحیح سے، ہاں مسافر کے لئے رخصت ہونے وقت ثابت ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ محمد عبدالرحمن المبارکفوری، عفا اللہ عنہ۔

**سوال:** مصافحہ کرنا ایک ہاتھ سے سنت ہے، یا دونوں ہاتھ سے؟

**الجواب:** ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا سنت ہے، اور دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنا

---

[1] امام بخاری نے کہا، جس حدیث کو میں منکر کہہ دوں، تو اس کو روایت کرنا جائز نہیں ہے ۱۲ [2] صحابہ کرام جب آپس میں ملتے، تو معانقہ کرتے، اور جب علیحدہ ہوتے، تو مصافحہ کرتے، اور اس وقت اللہ کی حمد اور استغفار کرتے، اگرچہ دن میں کئی مرتبہ ملیں ۱۲ [3] صحابہ کرام جب ملتے تو مصافحہ کرتے، اور جب سفر سے آتے تو معانقہ کرتے ۱۲

---

(۱) قولہ ان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ عن انس قال کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا تلاقوا تصافحوا واذا قدموا من سفر تعانقوا رواہ الطبرانی ورواتہ محتج بہم فی الصحیح کذا فی الترغیب والترہیب للمنذری ۱۲۔ ابو سعید محمد شرف الدین عفی عنہ

(ترجمہ) امام منذری نے ترغیب ترہیب میں بیان کیا ہے کہ اس حدیث کو طبرانی نے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے، اس کے رجال ثقات ہیں ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سنت نہیں ہے، ایک ہاتھ سے مصافحہ کے سنت ہونے کی وجہ یہ ہے، کہ یہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، حافظ ابن عبدالبر تمہید شرح موطا میں لکھتے ہیں حدثنا عبدالوارث بن سفیان قال ثنا قاسم بن اصبغ ثنا ابن وضاح قال ثنا یعقوب بن کعب قال ثنا مبشر بن اسمٰعیل عن حسان بن نوح عن عبیداللہ بن بسر قال ترون یدی ھذہ صافحت بھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وذکر الحدیث یعنی عبیداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا، کہ تم لوگ میرے اس ہاتھ کو دیکھتے ہو، میں نے اپنے اسی ایک ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کیا ہے، یہ حدیث صحیح ہے، اس حدیث سے بصراحت ثابت ہوا کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا مسنون ہے، اور اس حدیث کی تائید انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہوتی ہے، عن انس بن مالک قال صافحت بکفی ھذہ کف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فما مسست خزا ولا حریرا لین من کف صلی اللہ علیہ وسلم ذکرہ العلامۃ محمد عابد السندی فی حصر الشارد والعلامۃ الشوکانی فی اتحاف الاکابر وغیرھما من المحدثین فی مسلسلاتھم، ونیز اس حدیث کی تائید ابوامامہ کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے، عن ابی امامۃ تمام التحیۃ الاخذ بالید والمصافحۃ بالیمنی رواہ الحاکم فی الکنی، اور ایک ہاتھ سے مصافحہ عند الملاقات کے سنت ہونے کا ثبوت احادیث مصافحہ عند البیعت سے بھی ہوتا ہے، اس واسطے کہ ان دونوں وقتوں کے مصافحہ کی حقیقت وکیفیت ایک ہے، اور ان دونوں مصافحہ کی حقیقت وکیفیت میں شرعاً کچھ فرق ثابت نہیں ہے، اور بیعت کے وقت ایک ہی ہاتھ سے (یعنی داہنے ہاتھ سے) مصافحہ کا مسنون ہونا ثابت ہے، مشکوۃ شریف صفحہ ۶ میں ہے، عن عمرو بن العاص قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقلت ابسط یمینک فلابایعک فبسط یمینہ فقبضت یدی فقال مالک یا عمرو قلت اردت ان اشترط الحدیث رواہ مسلم ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوۃ صفحہ ۸۷ جلد ۱ میں اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں، ابسط یمینک ای افتحھا ومدھا لاضع یمینی علیھا کما ھو

---

۱؎ انس بن مالک کہتے ہیں، کہ میں نے اپنے اس ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کیا، میں نے کوئی ریشم کوئی پٹ اتنا نرم اور ملائم نہ پایا، جتنا کہ آپ کا ہاتھ تھا ۲؎ عمرو بن عاص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، کہ اپنا ہاتھ بڑھائیے، میں آپ سے بیعت کروں، جب آپ نے اپنا ہاتھ پھیلایا، تو عمرو نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا آپ نے فرمایا، اے عمرو کیا بات ہے، انہوں نے کہا، میں شرط کرنا چاہتا ہوں الحدیث (مسلم) ۳؎ اپنا دایاں ہاتھ بڑھا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



العادۃ فی البیعۃ مسند احمد بن حنبل صفحہ ۱۷۲ جلد ۳ میں ہے۔ حدثنا عبد اللہ حدثنا ابی ثنا محمد بن جعفر ثنا شعبۃ قال سمعت عتابا مولی ابن ھرمز قال سمعت انس بن مالک یقول بایعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدی ھذہ یعنی الیمنی علی السمع والطاعۃ[۱] صحیح ابوعوانہ میں ہے۔ حدثنا اسحق بن سیار قال حدثنا عبید اللہ قال ثنا سفیان عن زیاد بن علاقۃ قال سمعت جریرا یحدث حین مات المغیرۃ بن شعبۃ خطب الناس فقال اوصیکم بتقوی وحدہ لا شریک لہ والسکینۃ والوقار فانی بایعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدی ھذہ علی الاسلام واشترط علی النصح لکل مسلم فورب الکعبۃ انی لکم ناصح اجمعین واستغفر ونزل[۲] مسند امام احمد بن حنبل صفحہ ۵۶۸ میں ہے۔ حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی ثنا ابو سعید وعفان قالا ثنا ربیعۃ ابن کلثوم حدثنی ابی قال سمعت ابا غادیۃ یقول بایعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ابو سعید فقلت لہ بیمینک قال نعم الحدیث[۳] ان احادیث صحیحہ سے ثابت ہوتا ہے، کہ بیعت کے وقت ایک ہاتھ سے یعنی داہنی ہاتھ سے مصافحہ کرنا سنت ہے، اور انہیں احادیث سے مصافحہ عند الملاقات کا بھی ایک ہی ہاتھ سے مسنون ہونا صاف ظاہر ہوتا ہے، اس واسطے کہ مصافحہ بیعت اور مصافحہ ملاقات کی حقیقت وکیفیت میں شریعت سے کچھ فرق ثابت نہیں ہے، ان احادیث مذکورہ کے علاوہ اور بھی احادیث ہیں جن سے صرف ایک ہاتھ سے مصافحہ کا سنت ہونا ثابت ہے، اور دونوں ہاتھ سے مصافحہ کے سنت نہ ہونے کی وجہ یہ ہے، کہ اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، واللہ تعالے اعلم

کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری، عفا اللہ عنہ

سید محمد نذیر حسین

---

تاکہ میں اس پر اپنا دایاں رکھوں، جیسا کہ بیعت میں عادت ہے ۱۲ [۲] انس بن مالک نے کہا، میں نے اپنے دائیں ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت کی (مسند احمد بن حنبل) [۳] مغیرہ بن شعبہ کی وفات پر حضرت جریر نے خطبہ دیا، اور کہا میں تمہیں اللہ وحدہ لا شریک لہ کے ڈر، اور وقار وسکینت کی وصیت کرتا ہوں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے اس ہاتھ سے اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی کی بیعت کی تھی، سو رب کعبہ کی قسم! میں تم سب کا خیر خواہ ہوں، پھر استغفار کیا، اور منبر سے نیچے اتر آئے (مسند ابو عوانہ) [۴] ابو غادیہ نے کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی، ابو سعید نے پوچھا، کیا داہنی ہاتھ سے بیعت کی تھی؟ کہنے لگے ہاں (احمد)

محفلہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انگریزی پڑھنا بغرض حصول دنیا کے جائز ہے یا نہیں فقط بینوا توجروا۔

www.KitaboSunnat.com

**الجواب**:۔ بغرض حصول معاش و دفع حاجت کے انگریزی پڑھنی جائز ہے جامع ترمذی میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اتعلم لہ کلمات من کتاب یہود وقال انی واللہ ما امن یہود علی کتابی قال فما مر بی نصف شہر حتی تعلمتہ لہ قال فلما تعلمتہ کان اذا کتب الی یہود کتبت الیہم واذا کتبوا الیہ قرأت لہ کتابہم قال الترمذی ھذا حدیث حسن صحیح وقد روی من غیر ھذا الوجہ عن زید بن ثابت وقد رواہ الاعمش عن ثابت بن عبید عن زید بن ثابت یقول امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اتعلم السریانیۃ رجامع ترمذی ابواب الاستیذان والادب)

حررہ عبد الرحیم عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**ھو الموفق**:۔ بغرض حصول معاش انگریزی پڑھنا جائز ہے، مگر ایسے طریق سے کہ مفضی الی الیچر یت والالحاد نہ ہو، ورنہ ہرگز جائز نہیں ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری، عفا اللہ عنہ

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی مسلمان آدمی پیشہ ہاہی فروشی یا سبزی فروشی یا نانبائی یا کپڑا بننے کا کرتا ہے، اور وہ دیندار، نمازی، پرہیزگار ہے، کیا اس پیشہ کے کرنے سے وہ اپنے کو شیخ کہہ سکتا ہے، یا لکھا سکتا ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ اللہ کے نزدیک زیادہ بزرگ پرہیزگار ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم یعنی اللہ کے نزدیک زیادہ بزرگ وہ ہے، جو زیادہ پرہیزگار ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سید، شیخ، مغل، پٹھان یہ چار لقب معروف نہ تھے

---

لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہودیوں کی خط وکتابت کی تعلیم دلوائی، اور فرمایا، خدا کی قسم میں اپنی تحریر کے متعلق یہودیوں سے مطمئن نہیں ہوں، پھر میں نے پندرہ دن میں خط وکتابت سیکھ لی، پھر جب میں سیکھ گیا تو اس کے بعد یہودیوں کی طرف جو خط وکتابت ہوتی، وہ میں کرتا اور جب ان کی طرف سے جو نوشت آتی تو اس کو میں پڑھتا، زید بن ثابت کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے سریانی زبان سیکھنے کا حکم دیا (ترمذی) ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بلکہ مشہور قبیلے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریشی تھے، کوئی تمیمی تھا، کوئی خدری، کوئی اشجعی تھا، بہت عرصہ کے بعد لوگوں نے یہ لقب مقرر کئے، غیاث اللغات میں شیخ کے معنی یہ لکھے ہیں شیخ بالفتح بمعنے خواجہ و پیر اور صراح میں ہے شیخ پیر و خواجہ، پس باعتبار معنی لغوی کے اگر یہ لوگ اپنے کو شیخ لکھیں یا لکھائیں، تو کوئی حرج نہیں ہے، اور پیشہ کرنے سے کوئی آدمی اپنی قومیت سے خارج نہیں ہوتا، حضرت داؤد علیہ السلام زرہ بافی کا پیشہ کرتے تھے، فرمایا اللہ تعالیٰ نے وعلمناہ صنعۃ لبوس لکم لتحصنکم من باسکم (سورہ انبیاء) اور فرمایا۔ والنا لہ الحدید ان اعمل سابغات وقدر فی السرد (سورہ سبا) اور زکریا علیہ السلام نجار یعنی بڑھئی تھے، صحیح مسلم میں ہے۔ عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کان زکریا نجارا۔ اور تاریخ خمیس کے صفحہ ۷۶ میں ادریس علیہ السلام کے حال میں لکھا ہے، کہ کان خیاطا یعنی حضرت ادریس علیہ السلام پیشہ درزی کا کرتے تھے، اور نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم اپنی کتاب سعۃ المجال کے صفحہ ۷ میں لکھتے ہیں، نبی اللہ داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کے کام سے کھاتے تھے، اس کو بخاری نے روایت کیا ہے، داؤد علیہ السلام زرہ بناتے تھے، اس کا ذکر قرآن شریف میں بھی آیا ہے، یہ حدیث دلیل ہے اس بات پر کہ انبیاء علیہم السلام اہل حرفہ تھے، حرفہ میں اگر عیب ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کو اس سے بچاتا، نوح علیہ السلام نجار تھے یعنی بڑھئی، ابراہیم علیہ السلام بزاز تھے، اسماعیل علیہ السلام صیاد تھے یعنی شکار کا پیشہ کرتے تھے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شبانی گوسفند کی کرتے تھے، حاصل کلام یہ کہ پیشہ کرنے سے کوئی آدمی رذیل نہیں ہوتا ہے، تو اب جو آدمی مسلمان ہو، یا پیشہ ماہی فروشی یا سبزی فروشی یا بانداقی کا کرتا ہے، اور وہ دیندار اور پرہیزگار ہے، وہ اپنے کو شیخ لکھا سکتا ہے باعتبار لغت کے، کیونکہ وہ دیندار بزرگ ہے اور نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتا ہے، اور حضرت ابوبکر صدیق کا تبع ہے، اس لئے وہ شیخ صدیقی ہے، اور جتنے نومسلم ہوتے ہیں، وہ اس معنی سے اپنے کو شیخ صدیقی کہتے ہیں، اور بنگالہ میں جس قدر نومسلم ہوئے کوئی دس پشت سے اور کوئی پانچ پشت سے سب شیخ کہلاتے ہیں، ایسے ہی یہ دیندار جو پیشہ ماہی فروشی کا یا سبزی فروشی کا کرتا ہے

---

لہ ہم نے اس کو جنگی لباس بنانا سکھایا، تاکہ تمہاری لڑائی میں تم کو محفوظ رکھے، اور فرمایا، ہم نے اس کے لئے لوہا نرم کر دیا اور حکم دیا، کہ پوری زرہیں تیار کرو، اور حلقے پرونے میں ایک ہی اندازہ رکھو۔ لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی تھے (مسلم)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مستحق اس کا ہے، کہ اپنے کو شیخ کہلائے، واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ محمد سید عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**ھوالموفق**:۔ اس میں کچھ شبہ نہیں ہے، کہ کوئی دیندار اور پرہیزگار مسلمان اپنے کسی جائز پیشہ کی وجہ سے رذیل اور وضیع نہیں ہوسکتا، کیا ہی سچ کہا ہے، الوالعتاہیہ شاعر نے ؎

الا انما التقوی ھی العز والکرم ۔۔۔ وحبک للدنیا ھوالذل والسقم

ولیس علی عبد تقی نقیصۃ ۔۔۔ اذا صح التقوی وان حاک او حجم

اور اس دیندار پرہیزگار مسلمان کو باعتبار اس کی دینداری و پرہیزگاری کے یا باعتبار اس کی فضیلت علمی کے شیخ یا خواجہ کہنا، اور اس کے نام کے ساتھ اس لفظ کو استعمال کرنا بلاشبہ جائز ہے، خواہ اس کا پیشہ ماہی فروشی یا سبزی فروشی ہو، یا نداف یا جامہ بافی ہو، یا کوئی جائز پیشہ ہو، بہت سے علمائے امت واتقیائے امت اہل پیشہ گذرے ہیں، جن کے علم وفضل یا صلاح وتقوی کی وجہ سے ان کے نام کے ساتھ شیخ یا خواجہ کا لفظ بلا نکیر استعمال کیا جاتا ہے، اگر تم تفتیش کروگے، تو بہت سے اکابر اہل پیشہ کے نام کے ساتھ شیخ یا خواجہ کے لفظ کو مستعمل پاؤ گے، بلکہ جائز پیشہ والے مسلمان کو اس کے صلاح وتقوے وفضیلت علمی کے لحاظ سے سید کہنا بھی جائز ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن معاذ رضہ کو سید کہا ہے، چنانچہ فرمایا قوموا الی سیدکم الحدیث رواہ البخاری وغیرہ حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں۔ قال الخطابی فی حدیث الباب جواز اطلاق السید علی الخیر الفاضل انتہی۔ رہی یہ بات کہ کوئی متقی دیندار اہل پیشہ خود اپنے کو شیخ کہہ سکتا ہے یا لکھا سکتا ہے یا نہیں، سو اس کا جواب تفصیل طلب ہے، اگر وہ اپنے تقوی ودینداری یا علم وفضل کی وجہ سے اپنے کو شیخ کہنا یا لکھانا چاہتا ہے، تو اس وجہ سے اپنے کو شیخ کہنا یا لکھانا ٹھیک نہیں، قال اللہ تعالی فلا تزکوا انفسکم ھو اعلم بمن اتقی، اور اگر وہ اپنے کو شیخ لکھ کر یا کہہ کر اپنی خاص قومیت پر جو اس کو اس کے خاص پیشہ کی وجہ سے حاصل ہے، پردہ ڈالنا چاہتا ہے، اور یہ چاہتا ہے، کہ لوگ اس کو اس کی خاص قوم سے شمار نہ کریں، بلکہ اس کو کچھ اور سمجھیں، تو اس خیال سے بھی اپنے کو شیخ کہنا یا لکھانا ٹھیک نہیں ہے، کیونکہ یہ ایک قسم کی تدلیس ہے، اور اگر وہ اپنے کو شیخ کہنے یا لکھانے سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یا حضرت عمر فاروق

---

۱؎ اپنے سوار کے لئے کھڑے ہو جاؤ (بخاری) ۲؎ اس حدیث سے معلوم ہوا، کہ بہتر اور اچھے آدمی پر سید کا لفظ بولا جاسکتا ہے ۱۲ ۳؎ اللہ تعالی نے فرمایا تم اپنے کو پاک وصاف نہ کہو، اللہ پرہیزگار کو خوب جانتا ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



رضی اللہ عنہ کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنا، اور ان کی نسل میں داخل کرتا ہے، حالانکہ وہ ان کی نسل سے نہیں ہے، تو اس وجہ سے بھی اپنے آپ کو شیخ کہنا یا لکھانا جائز نہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے من ادعی الی غیر ابیہ وھو یعلم فالجنۃ علیہ حرام متفق علیہ، یعنی جو شخص جان بوجھ کر اپنے آپ کو اپنے باپ کے سوا کسی اور شخص کی طرف منسوب کرے، اس پر جنت حرام ہے روایت کیا اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے، و نیز فرمایا لا ترغبوا عن اٰبائکم فمن رغب عن ابیہ فقد کفر متفق علیہ، یعنی اپنے آپ کو اپنے آباء و اجداد کی طرف منسوب کرنے سے اعراض نہ کرو، اس واسطے کہ جو شخص ایسا کرے گا، وہ کافر ہو جائے گا، روایت کیا، اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے (مشکوۃ شریف باب اللعان) اور اگر اس کا اپنے کو مطلق شیخ یا شیخ صدیقی کہنا یا لکھانا اس وجہ سے ہے، کہ اس کے آباء و اجداد نو مسلم تھے، پس ان کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک خاص مناسبت ہے، جیسا کہ علامہ آزاد بلگرامی نے سبحۃ المرجان میں علامہ محمد طاہر فتنی کے پوتے شیخ عبد القادر کے ترجمہ میں لکھا ہے، و من احفاد العلامۃ محمد طاہر الفتنی الشیخ عبد القادر بن الشیخ ابی بکر و نظم الشیخ عبد اللہ المکی الشافعی استاذہ فی مدح التلمیذ قصیدۃ یوصل فیھا نسبہ الی الصدیق الاکبر رض ؎

قد کان جدا بیک بل ضریحہ ۔۔۔ من اوحد العلماء و الفضلاء

اعنی محمد طاہر من منحبی ۔۔۔ الصدیق حققہ من غیر مراء

لکن جمہور اھل گجرات متفقون علی ان الشیخ من البواھیر و صرح بہ الشیخ عبد الحق الدھلوی فی کتابہ اخبار الاخیار قال بعضھم انما کان صدیقیا من جانب الام و قال الاٰخرون لما تلقب المھدویۃ بالحیدریۃ نسبتہ الی الحیدر علی بن ابی طالب تلقب الشیخ بالصدیقی فی مقابلتھم و الاصل ان اصل البواھیر جدید اسلام[1]

---

[1] علامہ محمد طاہر فتنی کے نبیرگان میں سے شیخ عبد القادر بن شیخ ابوبکر بھی ہیں، ان کے استاد نے ان کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا ہے، اس میں ان کو صدیق اکبر کی طرف منسوب کیا ہے، لیکن جمہور اہل گجرات ان کو بوہرہ قوم سے کہتے ہیں، شیخ عبد الحق دہلوی نے اپنی کتاب اخبار الاخیار میں اس کی تصریح کی ہے، بعض کہتے ہیں، کہ یہ ماں کیطرف سے صدیقی تھے، اور بعض کہتے ہیں، کہ جب مہدویہ نے اپنے آپ کو حیدریہ کہلانا شروع کیا، تو ان کے مقابلہ میں انہوں نے اپنے آپ کو صدیقی کہلانا شروع کر دیا، لیکن اصل بات یہ ہے، کہ بوہرے نو مسلم ہیں، اور ہندوستان میں رواج ہے، کہ وہ نو مسلموں کو صدیقی کہتے ہیں، کیونکہ انہوں نے بھی صدیق کی طرح اسلام کی تصدیق کی ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



واھل الھند یدعون کل من یدخل فی دین الاسلام صدیقیا لمناسبتہ بالصدیق الاکبر رضی اللہ عنہ (سبحۃ المرجان صفحہ ۴۴) سو اس وجہ سے اس کا اپنے کو شیخ صدیقی کہنا یا لکھنا نادرست معلوم ہوتا ہے، مگر چونکہ اس کے کہنے یا لکھنے میں کچھ فائدہ نہیں، اور ساتھ اس کے اس میں نسبت الی غیر الآباء کا ایہام ہوتا ہے، لہذا اس وجہ سے بھی اس کو شیخ صدیقی کہنے یا لکھنے سے اجتناب کرنا بہتر معلوم ہوتا ہے۔ ھذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم

کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص کسی عالم دیندار یا حاکم دیندار کے آنے یا جانے کے وقت تعظیما کھڑا ہو جاوے، اور دل میں جانتا ہے، کہ عالم دیندار کی تعظیم خدا کے لئے کرتا ہوں، اور حاکم دیندار کی یا تو اس غرض سے کرتا ہوں، کہ وہ حاکم ہے، یا اس غرض سے کہ تعظیم کرنے والا اس کا ڈر کہے عادتاً اس کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے، یہ کھڑا ہو جانا اس کا شرعاً کیسا ہے، آیا شرک ہے یا بدعت یا جائز یا ثواب؟

(۲) حدیث میں جو بڑوں کی تعظیم کرنا وارد ہے، اس سے کیا مراد ہے یعنی ان کی بزرگی کیونکر کی جاوے، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ کسی شخص کے آنے یا جانے کے وقت اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہونے کے بارے میں حدیثیں مختلف آئی ہیں، اسی وجہ سے اہل علم کی رائیں بھی اس مسئلہ میں مختلف ہیں، بعض اہل علم نے اس قیام کو مطلقاً ممنوع بتایا ہے، اور بعض نے مطلقاً جائز رکھا ہے، اور امام غزالی کی یہ رائے ہے، کہ قیام علی سبیل الاعظام مکروہ ہے، اور علی سبیل الاکرام مکروہ نہیں ہے" حافظ ابن حجر فتح الباری جزء ۲۵ صفحہ ۶۵ میں لکھتے ہیں۔ ھذا التفصیل حسن یعنی امام غزالی کی یہ تفصیل اچھی ہے، اور حافظ ابن کثیر نے بعض محققین کی یہ رائے نقل کی ہے، کہ عجمیوں کی طرح کھڑے ہونے کی عادت بنا لینا ممنوع ہے، لیکن اگر سفر سے آنے والے کے لئے کھڑا ہو جائے، یا حاکم کے لئے اس کے محل ولایت میں کھڑا ہو جائے، تو کچھ مضائقہ نہیں ہے" حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ اسی حکم کے ساتھ ملحق ہے توسع مجلس کے لئے کھڑا ہو جانا، یا کسی عاجز کی اعانت کے لئے کھڑا ہو جانا، یا کسی نعمت پانے والے کو مبارک باد دینے کے لئے کھڑا ہو جانا، یا کسی اور ضرورت سے کھڑا ہو جانا، یعنی اس میں بھی کچھ مضائقہ نہیں ہے، ابن قتیبہ کی یہ رائے ہے، کہ کسی شخص کے سر پر کھڑا ہونا، جیسا کہ عجمی بادشاہوں کے سامنے لوگ کھڑے رہتے ہیں ممنوع ہے، اور کسی اپنے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بھائی کیلئے کھڑا ہو جانا جب کہ وہ سلام کرنے ممنوع نہیں ہے، حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ادب المفرد میں اسی طرف اشارہ کیا ہے، اور حافظ منذری نے اسی رائے کو ترجیح دی ہے، امام خطابی کی یہ رائے ہے، کہ رعایا کا اپنے رئیس فاضل اور امام عادل کے لئے کھڑا ہو جانا، اور متعلم کا عالم کے لئے کھڑا ہونا مستحب ہے، اور جو لوگ ان صفات کے ساتھ موصوف نہ ہوں، ان کے لئے کھڑا ہونا مکروہ ہے، قیام متنازع فیہ کو جو لوگ مطلقاً ناجائز کہتے ہیں متعدد حدیثیں پیش کرتے ہیں، از انجملہ ابوامامہ کی یہ حدیث ہے۔ خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم متوکئا علی عصا فقمنا لہ فقال لا تقوموا کما تقوم الاعاجم یعظم بعضھم بعضا اخرجہ ابوداؤد وابن ماجہ۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھڑی پر ٹیکا دیئے ہوئے باہر تشریف لائے، سو ہم لوگ آپ کے لئے کھڑے ہو گئے، پس آپ نے فرمایا، مت کھڑے ہو، جیسا کہ عجمی لوگ باہم بعض بعض کے لئے کھڑے ہوا کرتے ہیں، روایت کیا اس حدیث کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے، علامہ طیبی نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے، کہ یہ حدیث ضعیف و مضطرب السند ہے، اور اس کی سند میں غیر معروف شخص ہے، اور از انجملہ عبداللہ بن بریدہ کی یہ حدیث ہے۔ من احب ان یتمثل لہ الرجال قیاما وجبت لہ النار اخرجہ الحاکم ولہ طریق اخری عن معاویۃ اخرجہ ابوداؤد والترمذی وحسنہ۔ یعنی جو شخص اس بات کو محبوب رکھے کہ لوگ اس کی فرمانبرداری میں کھڑے رہیں، تو اس کے لئے آگ واجب ہو گئی، روایت کیا اس کو حاکم نے، ابن قتیبہ نے اس حدیث کے جواب میں کہا ہے، کہ اس سے قیام متنازع فیہ کی ممانعت و نہی مراد نہیں ہے، بلکہ اس میں اس شخص کے لئے قیام کی ممانعت ہے، جو چاہتا ہے، کہ لوگ اس کے سر پر کھڑے رہیں، جیسا کہ عجمی بادشاہوں کے سامنے لوگ کھڑے رہا کرتے ہیں، اور از ان جملہ انس کی یہ حدیث ہے۔ لم یکن شخص احب الیھم من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکانوا اذا رأوہ لم یقوموا لما یعلمون من کراھیتہ لذلک قال الترمذی حسن صحیح غریب، یعنی صحابہ رضہ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب کوئی اور شخص نہیں تھا، اور وہ لوگ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تھے، تو کھڑے نہیں ہوتے تھے، اس واسطے کہ وہ جانتے تھے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات ناپسند ہے، کہا ترمذی نے کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے، اس حدیث صحیح سے صاف اور صریح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ قیام متنازع فیہ مکروہ و ناجائز ہے، امام نووی نے اپنے رسالہ قیام میں اس حدیث کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دو جواب لکھے ہیں، ابن الحاج مالکی نے اپنی کتاب مدخل میں ان دونوں جوابوں پر بحث کر کے بتا دیا ہے کہ یہ دونوں جواب مخدوش و ناقابل وثوق ہیں، اور قیام متنازع فیہ کو جو لوگ مطلقاً جائز کہتے ہیں، وہ بھی چند حدیثیں پیش کرتے ہیں، ازاں جملہ ابو سعید کی یہ حدیث ہے، کہ اہل قریظہ جب سعد بن معاذ رضہ کے حکم پر اترے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو طلب فرمایا، جب وہ آئے تو آپ نے انصار سے فرمایا، کہ قوموا الی سیدکم یعنی اپنے سردار کی طرف کھڑے ہو جاؤ روایت کیا اس کو بخاری نے، اس حدیث کا جواب یہ ہے، کہ اس سے قیام متنازع فیہ ثابت نہیں ہوتا ہے، اس واسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد رضہ کے سواری سے اتارنے کے لئے لوگوں کو کھڑے ہونے کو فرمایا تھا، اس وجہ سے کہ وہ بیمار تھے، نہ کہ ان کی تعظیم کے لئے، حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں وقد وقع فی مسند عائشۃ رضہ عند احمد من طریق علقمۃ بن وقاص عنہا فی قصۃ بنی قریظۃ وقصۃ سعد بن معاذ بجیئہ مطولا وفیہ قال ابو سعید فلما طلع قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم قوموا الی سیدکم فانزلوہ وسندہ حسن قال وھذہ الزیادۃ تخدش فی الاستدلال بقصۃ سعد علی مشروعیۃ القیام المتنازع فیہ، ازاں جملہ حضرت عائشہ رضہ کی یہ حدیث ہے۔ کانت اذا دخلت علیہ قام الیہا فاخذ بیدھا فقبلھا واجلسھا فی مجلسہ وکان اذا دخل علیہا قامت الیہ فاخذت بیدہ فقبلتہ واجلستہ فی مجلسہا رواہ ابوداؤد وقال الحافظ فی الفتح اخرجہ ابوداؤد والترمذی وحسنہ وصححہ ابن حبان واصلہ فی الصحیح انتہی۔ یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب حضرت فاطمہ رضہ داخل ہوتیں، تو آپ ان کی طرف کھڑے ہوتے، اور ان کے ہاتھ پکڑتے، اور ان کو بوسہ دیتے، اور اپنی جگہ میں بٹھلاتے، اور جب آپ حضرت فاطمہ رضہ کے پاس تشریف لے جاتے، تو آپ کی طرف وہ کھڑی ہو جاتیں اور آپ کا ہاتھ پکڑتیں، اور آپ کو بوسہ دیتیں، اور اپنی جگہ میں بٹھلاتیں، روایت کیا اس حدیث کو ابوداؤد نے، ابن الحاج مکی نے مدخل میں اس حدیث کا یہ جواب لکھا ہے، کہ محتمل ہے، کہ یہ قیام اپنی جگہ میں بٹھلانے کی غرض سے ہو اور قیام متنازع فیہ کے طور پر نہ ہو، ازاں جملہ وہ حدیث

---

لہ علقمہ بن وقاص نے حضرت عائشہ رضہ سے بنو قریظہ کے واقعہ میں سعد بن معاذ اور ان کے آنے کا قصہ مفصل بیان کیا ہے اور اس میں ہے، کہ جب حضرت سعد نظر آئے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اپنے سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ، اور اس کو سواری سے اتارو، اور اس کی سند حسن ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہے، جس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز بیٹھے ہوئے تھے، پس آپ کے رضاعی باپ آئے تو آپ نے اپنے کپڑے کا ایک حصہ ان کے لئے بچھا دیا پس اس پر وہ بیٹھے، پھر آپ کی رضاعی ماں آئیں، تو آپ نے اپنے کپڑے کا دوسرا حصہ بچھا دیا، پھر آپ کے رضاعی بھائی آئے، تو آپ کھڑے ہو گئے، اور اپنے سامنے ان کو بٹھایا، ابن الحاج مکی نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے، کہ اگر یہ قیام قیام متنازع فیہ ہوتا، تو اس قیام کے سب زیادہ سے زیادہ حق دار آپ کے رضاعی ماں باپ ہوتے، پس جب کہ آپ نے اپنے رضاعی ماں باپ کے لئے قیام نہیں کیا، تو معلوم ہوا، کہ یہ قیام قیام متنازع فیہ نہیں تھا، بلکہ توسع فی الرداء یا توسع فی المجلس کے لئے تھا، الحاصل قیام مذکور کے بارے میں حدیثیں مختلف وارد ہوئی ہیں، اور علماء کی رائیں مختلف ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب،

جواب سوال دوم:۔ حدیث میں جو بڑوں کی تعظیم و توقیر کرنے کا حکم آیا ہے، سو اس سے ہر قسم کی جائز توقیر و تعظیم مراد ہے، رہی یہ بات کہ قیام مذکور توقیر کبیر میں داخل ہے یا نہیں، سو جو اہل علم قیام متنازع فیہ کے جواز و مشروعیت کے قائل ہیں، ان کے نزدیک قیام متنازع فیہ توقیر کبیر میں داخل ہے، اور جو لوگ عدم جواز کے قائل ہیں ان کے نزدیک داخل نہیں ہے، فتح الباری جزو ۲۵ صفحہ ۶۵۶ میں ہے، ثم احتج النووی بعمومات تنزیل الناس منازلھم واکرام ذی الشیبۃ وتوقیر الکبیر واعترضہ ابن الحاج بما حاصلہ ان القیام علی سبیل الاکرام داخل فی العمومات المذکورۃ لکن محل النزاع قد ثبت النہی فیخص من العمومات انتہی واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔ کتبہ محمد عبد الرحمٰن المبارکفوری عفا اللہ عنہ

**سوال**:۔ چہ می فرمایند علمائے دین درین صورت کہ تسمیہ بعبد فلان و بندہ فلان یعنی مثلاً عبد حسین و عبد حسن و عبد علی و بندہ علی و عبد النبی و عبد الکعبہ در شرع مشروع است یا غیر مشروع و درین شائبہ شرک اگرچہ شرک خفی باشد یافتہ می شود شرعاً یا نے و تبدیل کردن

---

لہ امام نووی نے عموم احادیث سے کہ "لوگوں کی عزت ان کے مرتبہ کے مطابق کرو" اور "بوڑھے آدمی کی عزت کرو" اور "بڑے کی عزت کرو" سے استدلال کیا ہے، کہ ان کے استقبال کے لئے کھڑا ہونا جائز ہے، ابن الحاج نے اس پر اعتراض کیا ہے، کہ قیام علی سبیل الاکرام عمومات مذکورہ میں داخل ہے، لیکن محل نزاع کے متعلق نہی ثابت ہے، تو یہ اس عموم سے خاص سمجھا جائے گا۔ ۱۲

سوال:۔ کیا اس طرح کے نام رکھنا جائز ہے، عبد حسین یا عبد حسن یا عبد علی یا بندہ علی یا عبد النبی یا عبد الکعبہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



این چنین اسماء شرعاً احسن است یا الزم و واجب از کتب معتبرہ شرعیہ بیان شافی کہ متلقی بالقبول باشد باحیطہ تحریر فرمودہ، ثبت مہر نمودہ بمن سائل عنایت فرمایند، موجب کمال اجر و ثواب عنداللہ تعالیٰ خواہد بود، فقط۔

الجواب:۔ این چنین تسمیہ غیر مشروع است، و شرک حقیقی نیست، و تبدیل این چنین اسماء احسن است الزم و واجب نیست، واللہ اعلم بالصواب

محمد صدرالدین ۱۲۳۵ — یا حافظ سید محمد ۱۲۳۳ — محمد فضل حق ۱۲۳۷

فی الواقع این چنین تسمیہ غیر مشروع است بنا بران مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ این را از جملہ شرک در غیر عبادت تحت این آیت کریمہ فلا تجعلوا للہ اندادا نوشتہ اند، عبارتہ ہکذا، اما ہمسر کنندگان در غیر عبادت پس بسیار اند، از انجملہ کسانے کہ در ذکر دیگراں را با خدا ہمسری کنند و نام دیگران را با نام خدا بطریق تقرب ذکر می نمایند، و ازان جملہ اند کسانے کہ در نام نہادن خود را بندہ فلان و عبد فلان می گویند، و این شرک در تسمیہ است، انتہی کلامہ مختصراً پس از تقریر شاہ صاحب مغفور و مبرور تسمیہ این چنین اسماء غیر مشروع شد و ارتکاب غیر مشروع منہی عنہ است پس ازین احتراز پر ضرور است کہ توہم شرکت نباید، واللہ اعلم بالصواب۔

سید محمد نذیر حسین

این چنین ناموں کا مقرر نمودن فی الحقیقۃ غیر مشروع و منہی عنہ است، بلکہ اطلاق شرک بران وارد

---

وغیرہ کیا ان میں کوئی شرک کا شائبہ پایا جاتا ہے، یا نہیں، اگرچہ شرک خفی ہو، اور کیا ایسے ناموں کو بدلنا چاہیئے یا نہیں، اور اگر بدلنا ہے، تو کیا بدلنا احسن ہے یا ضروری و واجب، کتب معتبرہ کے حوالے سے جواب عنایت فرمائیں

الجواب:۔ ایسے نام غیر مشروع ہیں، اور ان میں حقیقی شرک نہیں ہے، اور ایسے ناموں کا بدلنا احسن ہے واجب نہیں ہے۔

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو غیر عبادت میں شرک قرار دیا ہے، اور وہ فلا تجعلوا للہ اندادا کے تحت لکھتے ہیں غیر عبادت میں خدا کے ساتھ ہمسر بنانے والے بہت ہیں، انہی میں سے وہ لوگ ہیں، جو خدا کے نام کے علاوہ اوروں کے نام کو تقرب کے لئے پکارتے ہیں، اور انہی میں سے وہ لوگ ہیں، جو نام رکھنے میں اپنے آپ کو فلان کا بندہ اور فلاں کا غلام کہلاتے ہیں، اور یہ نام رکھنے میں شرک ہے، شاہ صاحب کی تقریر سے معلوم ہوا کہ ایسے نام رکھنا غیر مشروع ہے، اور غیر مشروع کا ارتکاب منہی عنہ ہے، ان سے پرہیز کرنا ضروری ہے، کیونکہ اس سے شرک کا وہم ہوتا ہے ۱۲

اور شاہ ولی اللہ صاحب نے تو ایسے نام رکھنے کو صاف شرک لکھا ہے، چنانچہ آیت فلما اتاہما صالحا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



شدہ است، کما یفہم من کلام رئیس المحدثین وقدوۃ الاتقیاء المحققین حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کہ در ترجمہ کلام مجید مسمی بفتح الرحمن تحت آیت فلما اتاھما صالحا جعلا لہ شرکاء الایۃ کہ در سورہ اعراف دسیپارہ قال الملاء واقع است می نویسند این تصویر است حال آدمی را کہ نزدیک ثقل حمل نیت درست کند وچوں فرزند بوجود آید آن را فراموش سازد، ودر تسمیہ اشراک کند، و ازینجا دانستہ شد کہ شرک در تسمیہ نوعے است از شرک، چنانچہ اہل زمان ما غلام فلان وعبد فلان نام می نہند، انتہی وملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ در شرح وصیت نامہ می نویسند واما ما اشتھر من التسمیۃ بعبد النبی فظاھرہ کفر الا ان اراد بالعبد المملوک انتہی۔ پس ظاہر ا تبدیل این چنین اسماء لازم وبر ضرور است، واللہ اعلم بالصواب،

محمد قطب الدین — حفیظ اللہ

تسمیۃ عبد النبی وعبد الرسول ممنوع شرعا لنھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولتوھم الشرکۃ فی تسمیۃ عبد الحارث قال اللہ تعالی فی ھذہ الایۃ دعوا اللہ ربھما لئن اٰتیتنا صالحا لنکونن من الشاکرین فلما اتاھما صالحا جعلا لہ شرکاء فیما اٰتاھما ما طلباہ من الولد الصالح السوی جعلا لہ شرکاء ای جعل اولادھما لہ شرکاء علی حذف المضاف واقامۃ المضاف الیہ مقامہ ولکن لک فیما اتاھما ای اتی اولادھما دلیلہ فتعالی اللہ عما یشرکون حیث جمع الضمیر وادم وحوا بریان من الشرک ومعنی اشراکھم فیما اتاھم تسمیتھم

جعلا لہ شرکاء الآیہ کے تحت لکھتے ہیں، یہ آدمی کی حالت کی تصویر ہے، جب حمل ظاہر ہوتا ہے، تو اس کی نیت درست ہوتی ہے، لیکن جب بچہ پیدا ہو جاتا ہے، تو اس کو فراموش کر دیتا ہے اور نام رکھنے میں شرک کرتا ہے، اس سے معلوم ہوا، کہ نام میں شرک کرنا بھی شرک کی ایک قسم ہے، چنانچہ ہمارے زمانے کے لوگ بھی عبد فلان اور غلام فلان وغیرہ نام رکھتے ہیں، اور ملا علی قاری نے وصیت نامہ میں لکھا ہے، کہ یہ جو عبد النبی وغیرہ نام رکھتے ہیں، ظاہرا یہ کفر ہے، مگر اس صورت میں کہ عبد کا معنی غلام کر لیا جائے، پس ایسے اسماء کا بدلنا نہایت ضروری ہے ۱۲

اور خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے نام رکھنے سے منع فرمایا ہے، اور اس سے شرک کی بو آتی ہے، لنکونن من الشاکرین کی جمع کی ضمیر سے معلوم ہوتا ہے، کہ یہاں حضرت آدم وحوا علیہما السلام مراد نہیں ہیں، بلکہ ان کی اولاد مراد ہے کیونکہ انہوں نے تو شرک نہ کیا تھا، کافر لوگ بجائے عبد اللہ، عبد الرحمن وغیرہ کے عبد العزی، عبد مناۃ، عبد شمس وغیرہ نام رکھا کرتے تھے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی، کہ جو نام اچھے یا مشروع نہ ہوتے، ان کو بدل دیتے، جیسے عاص عزیز، عتلہ شیطان، حکم، غراب، حباب، شہاب وغیرہ ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اولادهم بعبد العزی وعبد مناة وعبد شمس ونحو ذلك مكان عبد الله وعبد الرحمن وعبد الرحيم وقد غير النبي صلى الله عليه وسلم اسم القبيح مثل العاص وعزيز وعتلة وشيطان وحكم وغراب وحباب وشهاب هكذا في المشكوة وتفسير المدارك۔

حامی الدین محمد ابو احمد ۱۲۱۷

اگر از تسمیہ بعبد النبی وعبد الرسول عبدیت حقیقۃ مراد دارد لاریب شرک وکفر است، کما ھو الظاہر والا کفر نیست، لیکن خالی از جرم ہم نیست، بجہت ایہام شرک، پس تبدیل ہم چون اسماء مذکورہ الزم وواجب است، ملا علی قاری) در مرقاۃ شرح مشکوۃ نوشتہ۔ ولا یجوز نحو عبد الحارث ولا عبد النبی ولا غیرہ مما شاع فیما بین الناس انتہی وابن حجر مکی در تحفہ نوشتہ ویحرم ملك الملوك لان ذلك لیس لغیر الله تعالی وکذا عبد النبی او الکعبۃ او الدار او علی او الحسین لایہام التشریك انتہی۔ وہم چنیں در شرعۃ الاسلام وشرح آن وکتب دیگر مرقوم است۔ کما لا یخفی علی الناظر فقط۔ کتبہ عبدہ المسکین محمد بشیر الدین العثمانی نسبا والقنوجی وطنا

محمد بشیر ونذیر امد ۱۲۶۷ھ

**مسئلہ**۔ واضح ہو کہ اسمائے الٰہیہ میں سے جن ناموں کا اطلاق کرنا غیر پر وارد ہوا ہے، ان ناموں کے ساتھ نام رکھنا کسی شخص کا یا مرد یا عورت درست ورد ہے، اور جن ناموں کا اطلاق غیر اللہ تعالے پر وارد نہیں ہوا ہے، ان ناموں کے ساتھ غیر کا نام رکھنا جائز نہیں ہے۔ اعلم ان اسماء الله تعالی توقیفیۃ بمعنی انہ لا یجوز ان یطلق اسم لم یاذن لہ الشرع وان یطلق علی غیرہ کذا یستفاد من کتب العقائد وشروح الحدیث۔ پس اطلاق رؤف ورحیم ورشید وصبور وملک ومالک ومقسط وجامع ووالی وحادی ووارث وباعث وعزیز وشہید ومومن وحلیم وسمیع وبصیر وحکم وعدل ولطیف وخبیر وحلیم وعظیم وشکور وعلی وکبیر وحفیظ وجلیل وکریم ومجیب وحکیم ووکیل وقوی ومتین

اگر عبد النبی اور عبد الرسول وغیرہ سے حقیقی عبدیت مراد ہو تو بے شبہ یہ کفر وشرک ہے، ورنہ کفر نہیں ہے لیکن ایسے اسماء کو بدل دینا چاہیے، کیوں کہ ان سے شرک کا وہم ہوتا ہے، ملا علی قاری، اور ابن حجر مکی نے ایسے ناموں کا تبدیل کرنا واجب کہا ہے، اور فقہ کی کتابوں میں مثلاً شرعۃ الاسلام وغیرہ میں بھی ایسا ہی لکھا ہے، واللہ تعالے اعلم ۱۲۔

لہ معلوم ہونا چاہیے، کہ اللہ تعالے کے تمام نام توقیفی ہیں، یعنی جائز نہیں کہ اللہ تعالے کے لئے کوئی ایسا نام تجویز کر لیا جائے جو شریعت نے مقرر نہ کیا ہو، یا خدا تعالے کا کوئی نام کسی آدمی کے لئے تجویز کر لیا جائے، کتب عقائد اور شروح حدیث میں ایسا ہی ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ودلی ومانع ونافع وواجد واحد وواحد وقادر کا غیر اللہ پر ہوتا ہے اور تعامل اس کا قرون ثلاثہ میں درمیان صحابہ رضؓ وعلمائے صالحین کے پایا گیا ہے، اور ان ناموں کے سوا جو اور اسمائے الٰہیہ ہیں ان کا اطلاق غیر اللہ تعالےٰ پر وارد نہیں ہوا ہے، پس کسی شخص کا غفور نام رکھنا نہیں چاہیئے اور بہتر یہ ہے، کہ عورتوں کا نام مردوں کے نام کے ساتھ مشابہ نہ رکھے، اور اگر کوئی رکھ لے، تو کچھ مضائقہ نہیں ہے، واللہ اعلم بالصواب

سید محمد نذیر حسین

---

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# کتاب البر والصلۃ

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے، کہ والد کا حق ۱/۵ یعنی پانچ حصے، اور والد کا حق ۱/۳ یعنی تین حصے ہیں، آیا یہ درست ہے یا کہ نہیں؟

(۲) اور حقوق زن و شوہر میں کیا فرق ہے؟

(۳) اور اولاد کا حق والدین پر کس قدر ہے، اور والدین کا حق اولاد پر کس قدر ہے، از روئے آیات قرآن شریف و احادیث صحیحہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جواب فرماویں خداوند کریم آپ کو جزائے خیر دیوے

(۴) ایک لڑکا بالغ صاحب اولاد ہے، وہ خود آپ اپنی زبان سے کہتا ہے، اپنے باپ سے کہ مجھ کو آپ عاق کر دو اپنی فرمانبرداری سے، مجھ کو کچھ تمہاری پرواہ نہیں ہے، باپ اس کا نہیں چاہتا ہے، بلکہ وہ خود آپ چاہتا ہے، اس کے بارے میں جو کچھ حکم خدا و رسول اللہ کا ہے از روئے آیات و حدیث صحیحہ کے ارقام فرماویں۔

**الجواب**:۔ زید کا قول صحیح نہیں ہے، بلکہ والدہ کا حق والد کے حق سے سہ گونہ زیادہ ہے یعنی اگر والد کا حق ایک حصہ ہے، تو والدہ کا حق تین حصہ ہے، یا اگر والد کا حق تین حصہ فرض کرو تو والدہ کا حق نو حصہ ہے صحیح بخاری میں ہے۔ عن ابی ھریرۃ قال جاء رجل الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ من احق بحسن صحابتی قال امک قال ثم من قال امک قال ثم من قال امک قال ثم من قال ابوک فتح الباری صفحہ ۲۲۵ جزو ۱۰ میں ہے قال ابن بطال مقتضاہ ان یکون للام ثلاثۃ امثال بالاب

---

لہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور کہا میری حسن صحبت کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ آپ نے فرمایا تیری ماں، اس نے کہا، پھر کون؟ فرمایا تیری ماں، اس نے کہا پھر کون؟ فرمایا تیری ماں، اس نے کہا پھر کون، فرمایا تیرا باپ (بخاری)

لہ ابن بطال نے کہا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے، کہ جتنی نیکی باپ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



من البرقال وکان ذلک لصعوبۃ الحمل ثم الوضع ثم الرضاع فھذہ تشفر دبہ الام ثم تشارک الاب فی التربیۃ وقد وقعت الاشارۃ الی ذلک فی قولہ تعالیٰ ووصینا الانسان بوالدیہ حملتہ امہ وھنا علی وھن وفصالہ فی عامین فوی بینھما فی الوصایۃ وخص الام بالامور الثلاثۃ انتھی۔

(۲) زن وشوہر کے حقوق کے بارے میں چند حدیثوں کا ترجمہ لکھ دیا جاتا ہے انہیں حدیثوں سے ان دونوں کے حقوق میں فرق معلوم ہو جائے گا، صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو تم لوگوں نے عورتوں کو اللہ کی امان کے ساتھ لیا ہے اور ان کی شرمگاہوں کو اللہ کے کلمہ کے ساتھ حلال کیا ہے اور تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ وہ کسی ایسے شخص کو جس کو تم ناپسند اور مکروہ سمجھتے ہو تمہارے بستر پر نہ آنے دیں، اگر وہ ایسا کریں، سو ان کو مارو، مگر سخت مار نہ مارو، اور ان کا حق تم پر یہ ہے کہ ان کو کھانا اور کپڑا دو دستور کے موافق، مشکوۃ شریف میں معاویہ قشیری سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ زوجہ کا شوہر پر کیا حق ہے، آپ نے فرمایا کہ جب تم کھاؤ تو اس کو بھی کھلاؤ، اور جب تم کپڑا پہنو تو اس کو بھی پہناؤ، اور اس کے منہ پر نہ مارو اور اگر (تنبیہاً) اس سے جدائی کرو تو گھر ہی میں کرو، روایت کیا اس حدیث کو احمد اور ابوداؤد، اور ابن ماجہ نے، فرمایا اللہ تعالیٰ نے وعاشروھن بالمعروف فان کرھتموھن فعسی ان تکرھوا شیئا ویجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا۔ یعنی زندگی بسر کرو عورتوں کے ساتھ اور صحبت رکھو ان کے ساتھ اچھی طرح پر، پس اگر ناپسند رکھو ان کو پس شاید کہ مکروہ رکھو کسی چیز کو اور کرے اللہ اس میں بھلائی بہت، مولانا شاہ عبدالقادر صاحب اس آیت کے فائدہ میں لکھتے ہیں، عورتوں کے ساتھ گذر کرے تحمل کے ساتھ، اگر ان میں بعضی چیز ناپسند ہو تو شاید کچھ خوبی بھی ہو، بدخو کے ساتھ بدخوئی نہ چاہیئے، خلاصہ یہ کہ شوہر پر زوجہ کا

---

سے کی جائے، ماں سے اس سے تین گنا زیادہ کی جائے، کیونکہ اس نے حمل، وضع حمل اور دودھ پلانے کی تین صعوبتیں باپ سے علیحدہ برداشت کی ہیں، پھر اس کے بعد بچے کی تربیت میں دونوں شریک ہوئے، اور قرآن مجید میں بھی اس کا اشارہ پایا جاتا ہے، فرمایا ہم نے انسان کو ماں باپ کے متعلق وصیت کی، اس کی ماں نے اس کو تکلیف پر تکلیف برداشت کر کے پیٹ میں اٹھایا، اور پھر دو سال بعد اس کا دودھ چھڑایا، اللہ تعالیٰ نے وصیت میں تو ماں باپ دونوں کو رکھا، اور پہلے تین امور میں ماں کا تذکرہ الگ کیا ۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نان ونفقہ اور اس کے ساتھ حسن معاشرت اور حسن خلق ضروری ہے، اور اس کے علاوہ اس کو دین کی باتوں کی تعلیم دینا، اور اس کے عقاید واعمال کی اصلاح کرنا بھی لازم ہے، فرمایا اللہ تعالےٰ نے قوا انفسکم واھلیکم نارا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کوئی شخص اپنی زوجہ کو ضرورت کے لئے بلاوے، تو اس کو اس کے پاس آنا ہی چاہیئے، اگرچہ وہ تنور پر ہو، اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے، صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے، کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص اپنی عورت کو اپنے فرش پر بلاوے، اور وہ آنے سے انکار کرے، اور اس وجہ سے وہ شخص غصہ کی حالت میں رات بسر کرے، تو صبح تک اس عورت پر فرشتے لعنت کرتے رہتے ہیں، سنن ابی داؤد میں قیس بن سعد سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں، کہ میں جو شہر حیرہ میں آیا، تو وہاں کے لوگوں کو دیکھا، کہ وہ اپنے رئیس وسردار کو سجدہ کرتے ہیں، تو میں نے اپنے جی میں کہا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کے زیادہ مستحق ہیں، پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور آپ سے عرض کیا، کہ میں شہر حیرہ میں گیا تھا، تو وہاں کے لوگوں کو دیکھا، کہ وہ اپنے رئیس وسردار کے لئے سجدہ کرتے ہیں، سو آپ سجدہ کے لئے زیادہ مستحق ہیں، آپ نے فرمایا بتاؤ اگر تم میری قبر پر جاؤ گے، تو کیا اس کو بھی سجدہ کرو گے، میں نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا، تو ایسا نہ کرنا، اگر میں کسی شخص کو کسی شخص کے لئے سجدہ کرنے کا حکم کرتا، تو عورتوں کو حکم کرتا، کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں، اس وجہ سے کہ شوہروں کا عورتوں پر بہت کچھ حق ہے، ابوداؤد اور ابن ماجہ میں ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، اور ہم لوگ بھی حاضر تھے، اس نے کہا، کہ میرا شوہر صفوان بن معطل رضؓ مجھے مارتا ہے جب میں نماز پڑھتی ہوں، اور روزہ کے افطار کرنے کا حکم کرتا ہے، جب میں روزہ رکھتی ہوں، اور خود فجر کی نماز اس وقت پڑھتا ہے، جب سورج نکل آتا ہے، صفوان بن معطل بھی وہاں موجود تھے، آپ نے صفوان سے ان باتوں کی نسبت دریافت کیا، جو ان کی بی بی نے بیان کی تھیں، وہ بولے یا رسول اللہ میری بی بی نے جو نماز پڑھنے پر مارنے کی بات کہی ہے، سو یہ نماز پر، دو دو سورتیں پڑھتی ہے، حالانکہ میں اس کو دو دو سعد تین پڑھنے سے منع کر چکا ہوں، پس آپ نے فرمایا، کہ اگر ایک ہی سورت ہو تو بھی لوگوں کے لئے کافی ہے

---

لہ اپنے آپ کو بھی اور اپنے اہل وعیال کو بھی آگ سے بچاؤ ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



صفوان نے کہا اور اس نے جو روزہ کے متعلق بات کہی ہے، سو یہ روزہ رکھتی ہے، تو روزہ رکھے چلی جاتی ہے، اور میں ایک جوان آدمی ہوں، اور مجھ سے صبر نہیں ہو سکتا، پس آپ نے فرمایا کوئی عورت بلا اجازت اپنے شوہر کے نفلی روزہ نہ رکھے، صفوان نے کہا، اور اس نے جو سورج نکلنے پر نماز پڑھنے کی بات کہی ہے، سو ہم لوگ کام کاج والے آدمی ہیں رات کو سوتے نہیں ہیں، اور ہماری یہ عادت ہے، ہم لوگ سورج نکلنے سے پہلے اٹھ نہیں سکتے، آپ نے فرمایا اے صفوان جب تمہاری آنکھ کھلے، اس وقت نماز پڑھ لیا کرو، خلاصہ یہ کہ عورت پر اپنے شوہر کی اطاعت و فرمانبرداری فرض ہے ہر حالت میں اس کو راضی رکھنا لازم ہے، بلا مرضی شوہر کے کوئی کام نہ کرے، حتی کہ نفلی روزہ بھی بغیر حکم شوہر کے نہ رکھے، واللہ اعلم بالصواب۔

(۳) چند آیات و احادیث والدین و اولاد کے حقوق کے بارے میں نقل کی جاتی ہیں، جن سے معلوم ہو جاوے گا، کہ اولاد کا حق والدین پر کس قدر ہے، اور والدین کا حق اولاد پر کس قدر ہے، اللہ تعالیٰ نے جہاں اپنی عبادت کا حکم فرمایا، وہیں والدین کے ساتھ احسان اور بھلائی کرنے کا بھی حکم فرمایا ہے، چنانچہ فرمایا ہے۔ وقضی ربك الا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا یعنی حکم کیا تیرے رب نے کہ اس کے سوا کسی کو نہ پوجو، اور ماں باپ کے ساتھ احسان اور بھلائی کرو، اور جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی شکر گذاری کا حکم فرمایا، وہیں والدین کی شکر گذاری کا حکم فرمایا ہے، چنانچہ فرماتا ہے۔ ان اشکرلی ولوالدیك یعنی میری شکر گذاری کرو، اور اپنے والدین کی، اور والدین کی خدمت میں نہایت عاجزی اور مہربانی سے پیش آنے کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے۔ واخفض لہما جناح الذل من الرحمۃ وقل رب ارحمہما کما ربیانی صغیرا یعنی والدین کے سامنے عاجزی کے بازو مہربانی سے جھکا، اور کہہ اے رب تو ان پر رحم کر جیسا کہ انہوں نے چھوٹے پنے میں مجھے پالا اور پرورش کی، انسان کے بڑھاپے کا زمانہ نہایت نازک زمانہ ہوتا ہے، اس کے قوی اور حواس میں فتور آجاتا ہے اس کے اقوال و افعال بچوں کے سے فضول اور بے معنی ہونے لگتے ہیں، اس وجہ سے لوگوں کے نزدیک ان کی وقعت کم ہو جاتی ہے، اس بڑھاپے کے زمانہ میں ان کی خدمت اور تعظیم و تکریم کے بارے میں یوں ارشاد ہوتا ہے۔ اما یبلغن عندك الکبر احدہما او کلاہما فلا تقل لہما اف ولا تنہرہما وقل لہما قولا کریما۔ یعنی اگر تیرے سامنے تیرے ماں باپ دونوں یا ایک بڑھاپے کو پہنچ جاویں، تو ان کو اف نہ کہو، اور ان کو جھڑکو نہیں، اور ان سے اچھی بات بولو، والدین اگر مشرک و کافر ہوں، تو بھی دنیا میں ان کی خدمت اور ان کے ساتھ بھلائی اور حسن سلوک کرنے کا حکم ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے وصاحبہما فی الدنیا معروفا یعنی دنیا میں کافر ماں باپ کے ساتھ بھلائی کے ساتھ مصاحبت رکھو، صحیحین میں ابن مسعود رضہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں، کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، کہ کون سا کام اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ محبوب ہے آپ نے فرمایا، اپنے وقت پر نماز پڑھنا، میں نے کہا، پھر کون سا، آپ نے فرمایا والدین کے ساتھ نیکی کرنا، میں نے کہا، پھر کونسا، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا، ابن ماجہ میں ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ ایک مرد نے کہا، یا رسول اللہ والدین کا حق اولاد پر کیا ہے، آپ نے فرمایا، وہ دونوں تیرے لئے جنت ہیں، اور دوزخ یعنی والدین کے حقوق اولاد پر بیشمار ہیں، بس اتنا سمجھ رکھو، کہ اگر ان کی اطاعت کرو گے، اور ان کو خوش و راضی رکھو گے، تو جنت میں جاؤ گے، اور اگر ان کی نافرمانی کرو گے، اور ان کو ناخوش رکھو گے، تو دوزخ میں جاؤ گے، اور ترمذی و ابن ماجہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور بولا کہ میرا باپ میرے مال کا محتاج ہے، آپ نے فرمایا تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے الخ جامع ترمذی وغیرہ میں ہے، کہ حضرت ابن عمر رضہ نے کہا کہ میرے نکاح میں ایک عورت تھی، جس کو میں محبوب رکھتا تھا، مگر میرے باپ عمر رضہ کو وہ ناپسند تھی، انہوں نے کہا، کہ اس کو طلاق دے دے، طلاق دینے سے میں نے انکار کیا، پس انہوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کا ذکر کیا، آنحضرت نے مجھ سے فرمایا کہ تم اپنی عورت کو طلاق دے دو، صحیحین میں ابوبکرہ رضہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ کیا میں تم لوگوں کو بڑے سے بڑے گناہ پر آگاہ و خبردار نہ کروں، ہم لوگوں نے کہا ہاں آگاہ و خبردار کیجئے، آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک کرنا، اور والدین کی نافرمانی کرنا، اور ان کو ستانا، مسند امام احمد میں معاذ بن جبل سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دس باتوں کی وصیت کی، بعض ان میں سے یہ ہیں، کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنا، اگرچہ تو قتل کر دیا جائے، اور جلا دیا جائے، اور والدین کی ہرگز نافرمانی نہ کرنا اگرچہ وہ تجھ کو اس بات کا حکم کریں، کہ تو اپنے اہل اور مال کو چھوڑ کر الگ ہو جا، ان آیات و احادیث سے معلوم ہو سکتا ہے، کہ والدین کا اولاد پر کس قدر حق ہے۔

اور اولاد کے حقوق والدین پر یہ ہیں، کہ بچپن میں ان سے پیار کریں، شفقت و محبت سے ان کی پرورش کریں، سنت کے مطابق ان کا نام رکھیں، عقیقہ و ختنہ کریں، جب ہوشیار ہوں،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تو ان کو علم وادب کی تعلیم دیں، اور اس میں کوشش بلیغ کریں، والدین پر اولاد کا بہت بڑا حق یہی ہے، کہ ان کو علم نافع کی تعلیم دیں، اور آداب شرعیہ سکھلائیں، اس حق سے زیادہ بڑا اور اہم کوئی اور حق اولاد کا والدین پر نہیں ہے، فرمایا اللہ تعالیٰ نے یا ایہا الذین امنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا یعنی اے ایمان والو بچاؤ اپنی جانوں کو اور اپنے گھر کے لوگوں کو آگ سے، شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے فائدے میں لکھتے ہیں، کہ ہر مسلمان کو لازم ہے، کہ اپنے گھر والوں کو دین کی راہ پر لاوے، لالچ دے کر ڈر دکھا کر پیار سے مار سے، پھر بھی اگر راہ پر نہ آویں، تو ان کی کم بختی، یہ بے گناہ ہے، مشکوٰۃ شریف میں ہے، کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اولاد کو نماز پڑھنے کا حکم کرو، جب وہ سات برس کے ہوں، اور نماز پڑھنے کے لئے ان کو مارو، جب وہ دس برس کے ہوں، اور ان کے سونے کی جگہوں میں جدائی اور علیحدگی کرو، روایت کیا اس حدیث کو ابوداؤد نے، ونیز مشکوٰۃ شریف میں ہے، کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس کے یہاں اولاد پیدا ہو، تو اس کو چاہیئے، کہ اس کا اچھا نام رکھے، اور اچھا ادب سکھلائے، پس جب بالغ ہو، تو اس کا نکاح کر دے، اور اگر بالغ ہونے کے بعد اس کا نکاح نہیں کیا، اور اولاد سے کوئی گناہ ہو گیا تو اس کا گناہ اس کے باپ پر ہے، روایت کیا اس حدیث کو بیہقی نے شعب الایمان میں، ونیز مشکوٰۃ شریف میں ہے، کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی اپنے بیٹے کو اس سے بڑھ کر اور بہتر کوئی تحفہ نہیں دے سکتا ہے، کہ اس کو اچھا ادب سکھلائے، روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

(۴) عقوق کے معنی ہیں ماں باپ کی نافرمانی کرنا، اور ان کو اذیت اور تکلیف پہنچانا، اور یہ گناہ کبیرہ ہے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے ساتھ شرک کرنا کبیرہ گناہ ہے اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا، اور ان کو تکلیف واذیت پہنچانا کبیرہ گناہ ہے، الحدیث متفق علیہ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی باتوں کی وصیت فرمائی تھی، ازانجملہ ایک یہ بات تھی، کہ اپنے ماں باپ کی نافرمانی نہ کریو، اگرچہ وہ تیرے اہل ومال سے مجھ کو نکل جانے کا حکم کریں، اور عاق اس نالائق اولاد کو کہتے ہیں، جو اپنے ماں باپ کا نافرمان اور ان کو اذیت پہنچانے والا ہو، پس صورت مسئولہ میں اس لڑکے بالغ کا اپنے باپ سے یہ کہنا، کہ مجھ کو آپ عاق کر دو، ایک مہمل ولغو بات ہے، اولاد کا باپ سے عاق کرنے کا سوال

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کرنا کچھ معنی نہیں رکھتا، ہاں اگر اولاد اپنے ماں باپ کی نافرمان و موذی ہوگی، تو وہ سخت گنہ گار ہوگی، اسی طرح ماں باپ اپنی اولاد کے اگر ضروری حقوق ادا نہ کریں گے، تو وہ بھی گنہ گار ہوں گے واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔ کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری۔ عفا اللہ عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ اگر سید محتاج و قرضدار ہو، تو وہ سوال واسطے ادائے قرض اپنے کے دولت مندوں و ذی مقدور لوگوں سے کرے، تو کچھ حرج شرعی اس کے حق میں ہوگا، یا نہیں اور لوگوں پر کچھ حق سید کا بھی ہے یا نہیں، اور کیوں کر سید سے پیش آنا چاہیئے بینوا توجروا

**الجواب**:۔ درصورتے کہ محتاج، قرضدار قوم سادات سے ہوں، تو بمقتضائے آیت قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی جب روایت ابن ابی حاتم کے بیچ تفسیر آیت مذکورہ کے کہ مراد قربی سے حضرت فاطمہ و علی و حسن و حسین رضی اللہ عنہم ہیں، تو اعانت و امداد و رفع تکلیف و ادائے قرض سادات کرام کے زیادہ تر ثواب کثیر اور سبب خوشنودی جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس میں متصور ہوگی، اسی واسطے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے ارقبوا محمدا فی اھل بیتہ، چنانچہ صحیح بخاری میں مذکور ہے (ترجمہ) یعنی احترام و رعایت آداب کرو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیچ خبر گیری و اکرام و مددگاری اہل بیت میرے کے یعنی سلوک و اکرام کرنا اہل بیت قوم سادات کے ساتھ موجب تعظیم و احترام تام آن سرور خیر البشر شافع روز حشر ہے۔ وقال اللہ تعالیٰ قل ان کان للرحمن ولد فانا اول العابدین (ترجمہ) کہو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں سے کہ واسطے خدا تعالیٰ کے اولاد ثابت کرتے ہیں تعالے اللہ عن ذلک، اگر واسطے رحمن کے اولاد ہوتی، تو میں اول عبادت اس کی کرتا، لیکن حق تعالیٰ اس بات سے پاک اور منزہ ہے، اس آیت سے مستفاد ہوتا ہے، کہ جس کسی کا حق ادا پر کسی شخص کے ہو، تو چاہیئے، کہ ساتھ اولاد اس کی کے حق ادا کرے ھکذا فی شرعۃ الاسلام من تالیف قاضی ثناء اللہ مرحوم واللہ اعلم بالصواب

حررہ سید شریف حسین عفی عنہ

شرف سید کونین شد شریف حسین

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مسماۃ ہندہ زوجہ اپنی کو ماں

---

لہ آپ کہیں میں اس پر تم سے کوئی مزدوری نہیں مانگتا، مگر قرابت کی محبت مانگتا ہوں ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور باپ اس کے سے ملنے نہیں دیتا، اور نہ ماں باپ کو اس کے اجازت دیتا ہے، بلکہ زوجہ کو روکتا ہے، اور منع کرتا ہے ماں باپ کے گھر جانے سے، جو حکم شرع شریف کا ہو بیان فرماویں، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ درصورت مرقومہ شرع کا یہ حکم ہے، کہ زید کو منع کرنا نہیں پہنچتا ہندہ کو ماں باپ کے گھر جانے سے، اور نیز منع نہ کرے ماں باپ ہندہ و بیٹی کے ملنے سے، کیونکر روکنا اور منع کرنا موجب ایذا رسانی اور قطع صلہ رحمی کا ہوتا ہے، اور یہ گناہ ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وعاشروھن بالمعروف اور روکنا خلاف عرف کے ہے۔ قال بعضھم لا یمنع الابوین من الدخول علیھا للزیارۃ فی کل جمعۃ وانما ینعھم عن الکینونۃ عندھا وبہ اخذ مشائخنا رحمۃ اللہ علیھم وعلیہ الفتوی وقیل لا یمنع من الخروج الی الوالدین فی کل جمعۃ مرۃ وعلیہ الفتوی کذا فی غایۃ السرخسی کذا فی العالمگیریۃ واللہ اعلم بالصواب

حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

---

۱؎ اور ان سے دستور کے مطابق زندگی گذارو ۱۲ ۲؎ بعض نے کہا ماں باپ کو بیٹی کے پاس ملاقات کے لئے ہفتہ میں ایک بار آنے سے خاوند روک نہیں سکتا، ماں پوشیدہ صلاح مشورہ سے ان کو روک سکتی ہے ہمارے علماء کا یہی مذہب ہے، اور اسی پر فتوی ہے، اور ایسا ہی ہفتہ کے بعد اپنی بیوی کو بھی ماں باپ کی ملاقات کے لئے جانے سے روک نہیں سکتا ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# کتاب مناقب الصحابۃ وغیرھم رضی اللہ عنھم

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مولوی خالد بن ولید کو ولد الزنا اور برا بھلا کہتے ہیں، اور کہتے ہیں، کہ برائی ان کی قرآن مجید سے ثابت ہے، اور وہ صحابی ہرگز نہیں ہیں، دوسرے مولوی صاحب ان کے مقابلہ میں یہ کہتے ہیں، کہ خالد مذکور صحابی تھے، انہیں برا نہیں کہنا چاہیئے، اب جو بیان حق ہو، وہ ارشاد ہو، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ درصورت مرقومہ معلوم ہو، کہ ولید بن مغیرہ مخزومی خالد رضی اللہ عنہ کا باپ کافر تھا جس کی برائی سورہ نون وغیرہ میں مذکور ہے، اور خالد رضی اللہ عنہ بیٹے ولید بن مغیرہ کے صحابی جلیل القدر ہیں، جو کوئی خالد بن ولید کو برا کہے، وہ جاہل واہی ہے، جو کتب تفسیر و سیر سے واقف نہیں، ایسے جاہل کو واجب ہے، کہ خالد بن ولید کے برا کہنے سے توبہ کرے، اور خالد رضی اللہ عنہ کو صحابی سمجھے، اور بزرگ جانے، جیسا کہ تقریب و استیعاب و تفسیر عزیزی وغیرہ میں مذکور ہے، واللہ اعلم بالصواب۔ الراقم العاجز سید محمد نذیر حسین عفی عنہ،

سید محمد نذیر حسین | محمد اسد علی اسلام آبادی

**سوال**:۔ چہ می فرمایند علمائے دین و مفتیان شرع متین اہل سنت والجماعت درین صورت کہ بمقابلہ ذکر حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ و معاویہ کہ نیز صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بود، معاویہ را خاطی باغی باید گفت یا امیر معاویہ و بغیر مقابلہ ذکر حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ در دیگر جاہا با امام معاویہ بلفظ حضرت یا رضی اللہ عنہ ضرور است یا نہ و بلفظ رضی

سوال:۔ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو باغی یا خاطی کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اور حضرت علی رض کے مقابلہ کے بغیر ان کو امیر یا امام یا رضی اللہ عنہ کہنا ضروری ہے یا نہیں؟ اور صحاح

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اللہ عنہ یا نام مذکور در صحاح ستہ وغیرہ کتب مسطور است یا نہ و خطا و بغی کہ از امیر معاویہ با حضرت علی کرم اللہ وجہہ بوقوع آمدہ بود باز بصلاح پیوست یا تا یوم الوفات بعداوت ماند، و اگر شخصے بتعصب معاویہ گوید چہ حکم دارد فقط بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ (از مولوی محمد فصیح صاحب غازی پوری) بمقابلہ ذکر حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ و کرم اللہ وجہہ ہرگاہ تذکرہ در پیش شود، در آن مقام ذکر لفظ حضرت و الفاظ دعائیہ تعظیمیہ مناسب نیست، زیرا کہ بمقابلہ خاتم الخلفاء حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ خطا و بغاوت ایشان ثابت شدہ است لہذا خاطی و باغی باید دانست، زیادہ ازین شناعت و زیادتی درست نیست، کف لسان ضرور است، چنانچہ ملا جامی علیہ الرحمۃ در عقاید منظومہ خود افادہ فرمودہ اند، بیت

آن خطائے کہ رفت منکر بود حق در آنجا بدست حیدر بود

چہ بلاغت نمودہ اند کہ نام ہم نہ گرفتہ اند و داد بلاغت داد اند، جزاہ اللہ خیر الجزاء نکتہ کف لسان را خوب فہمیدہ اند و تصریح این مضمون در کتب کلامیہ موجود است، و در کتب سیر ہم علمائے محققین فرمودہ اند، چنانچہ در مواہب و مدارج و شرح شذرات السعادت موجود است، ہر کس بخواہد ببیند، و در صحاح ستہ لفظ رضی اللہ عنہ نیست، آنچہ خطا و بغی واقع شدہ، اگر رفع می شد علمائے محققین خاطی باغی چرا می گفتند، این امر آنچنان نیست کہ دران این قدر تفحص و تفتیش رود و بغیر مقابلہ ذکر حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ لفظ حضرت بگویند، چنانکہ باخود ہا ہم این لفظ را استعمال می کنند، باین سبب کہ صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دریافتہ اند،

---

ستہ میں ان کے نام کے ساتھ کہیں رضی اللہ عنہ کا لفظ آیا ہے یا نہیں؟ اور وہ غلطی یا بغاوت جو امیر معاویہ سے سرزد ہوئی پھر اس کا اندمال ہو گیا تھا، یا آخری دم تک قائم رہا، اگر کوئی تعصب کی بنا پر صرف معاویہ کہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب (از مولوی محمد فصیح غازی پوری) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں جہاں امیر معاویہ کا تذکرہ ہو، وہاں لفظ حضرت یا دعائیہ الفاظ کہنا درست نہیں، کیونکہ انہوں نے آخری خلیفہ راشد کے خلاف بغاوت کی ہے لہذا ان کو غلط کار اور باغی سمجھنا چاہیئے، اور اس سے آگے بڑھ کر ان کو برا بھلا کہنا درست نہیں ہے، اس سے زبان کو روکنا چاہیئے، ملا جامی نے کیا خوب کہا ہے، کہ جو غلطی ان سے سرزد ہوئی وہ بری تھی، اور حق اس وقت حضرت علی کی طرف تھا، دیکھو کس طرح انہوں نے اپنی زبان کو روکا اور اس کی تصریح کتب کلامیہ میں موجود ہے، مثلاً مواہب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وخود حضرت علی مرتضی رضی کہ خاتم خلفاء بودند در باب مدینۃ العلم بودند بلفظ اخوان تعبیر فرمودہ اند بہر کیف از ما مردمان بہتر اند مضائقہ ہم ندارد در چندان جائے بحث نیست، زیرا کہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ ہمیں فرمودہ اند اخواننا قد بغوا علینا، درین باب آداب حضرت خاتم الخلفاء را ملاحظہ باید کرد کہ چہ قدر پاس صحبت رسالت ہمان است نمودہ اند کہ باوجود بغی وخطا از برادری اسلامی خارج نہ فرمودند سبحان اللہ ثم سبحان اللہ پس مذہب اہل سنت والجماعت ہمان است کہ عین مضمون ارشاد حضرت خاتم الخلفاء راست، چنانچہ حضرت مولانا شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ در تحفہ اثنا عشریہ افادہ آن فرمودہ اند ہر کس کہ خواہد بہ بیند در زیادہ تطویل کلام درین مقام نماید کلمہ کہ کف لسان دارد است و بہ ہمیں نکتہ دارسیدہ محققین کف لسان نمودہ اند چنانچہ حافظ شیراز کہ لسان الغیب لقب دارند ازشان ہم کف لسان نمودہ و فرمودہ اند شعر

رموز سلطنت دملک خسروان دانند گدائے گوشہ نشینے تو حافظا مخروش

جزاہ اللہ خیر الجزاء ہمین مسلک اہل سنت والجماعت است، بد گفتن و طعن نمودن ولعن گفتن را عبادت شمردن کار روافض وخوارج است، کہ از پایہ حق دور افتادہ اند و امر حق نصیب اہل سنت والجماعت شدہ، چنانچہ حافظ شیراز فرمودہ شعر

جنگ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بنہ چون ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

چہ بلاغت بود ند حافظ شیرازی درین مقام کہ ہفتاد و دو ملت را ذکر نمودہ و یک ملت را گذاشتہ ہمان ملت ملت سنت و جماعت است، کہ اہل حق اند چنانچہ از حدیث معلوم می شود و

---

مدارج، شرح سفر السعادت وغیرہ اور صحاح ستہ میں امیر معاویہ کے ساتھ رضی اللہ عنہ کے الفاظ نہیں آئے اور خطا و بغاوت کا اگر ازالہ ہو جاتا تو مسلمان کو خاطی اور باغی کیوں کہتے، اور یہ بات کوئی ڈھکی چھپی ہوئی نہیں ہے اور حضرت علیؓ کے مقابلہ کے بغیر ان کے نام کے ساتھ "حضرت" کا لفظ کہنا چاہیئے، کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو بھائی کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے، بہر حال وہ ہم سے بہتر ہیں اس معاملہ میں حضرت علی کی پیروی ہم پر لازم ہے، کہ باوجود یکہ ان کے خلاف بغاوت کی گئی، لیکن پھر بھی انہوں نے صحابی ہونے کا پاس رکھا، اور اسلامی برادری سے ان کو خارج نہ کیا، چنانچہ اہل سنت کا یہی مذہب ہے اور شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے تحفہ اثنا عشریہ میں یہی کچھ فرمایا ہے، اگر خواہش ہو تو اس کا مطالعہ فرمائیں، اور اس حد سے آگے بڑھ کر ان کو برا بھلا کہنا روافض اور خوارج کا مذہب ہے، اہل سنت کا نہیں، اس کی تفصیل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تفصیل آن طول می خواہد کہ این مقام مقام آن نیست و ہمین قدر برائے اہل انصاف کافی و وافی است، و اہل تعصب را دفاتر ہم کفایت نمی کند، فقط

حررہ العبد الضعیف محمد فصیح عفی عنہ بمقام مظفر پور۔

## تحریر دلپذیر حضرت مولینا نائب رسول الثقلین سید محمد نذیر حسین صاحب

### مدظلہ العالی در رد جواب مولوی محمد فصیح صاحب

در صورت مرقومہ بر ارباب دیانت و اصحاب فطانت پوشیدہ نیست کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ از جملہ صحابہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم است، و روی ابن بطال باسناد صحیح عن ابن عباس رضی اللہ عنہ انہ قال لا تسبوا اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم فلمقام احدھم ساعۃ مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیر من عمل احدکم اربعین سنۃ و فی روایۃ وکیع خیر من عبادۃ احدکم عمرہ و اسلام آوردہ بود وے رضی اللہ عنہ روز فتح مکہ و یک صد و شصت و سہ حدیث از وے مروی است، چنانچہ در کتب صحاح ستہ و غیرہ از کتب احادیث اہل سنت و جماعت مذکور است، و از وے رضی اللہ عنہ چندے از صحابہ کبار مانند عبداللہ بن عباس و عبداللہ بن عمر و عبداللہ بن زبیر و ابو الدرداء و جریر بن عبداللہ البجلی و نعمان بن بشیر و غیرہم من الصحابۃ روایت حدیث کردہ اند و از تابعین کبار مثل سعید بن المسیب و حمید بن عبدالرحمن و غیرہما نیز از وے روایت حدیث کردہ اند چنانکہ در تقریب و تہذیب الکمال، و لسان المیزان و تہذیب الاسماء و اطراف البوجیی مزی و اکمال و غیرہ

---

بڑی لمبی چوڑی ہے اہل انصاف کے لئے اتنا ہی کافی ہے، اور متعصب کے لئے کئی دفتر ہوں، تو بھی کافی نہیں،

الجواب:۔ از جناب سید محمد نذیر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ، اہل عقل و دیانت پر مخفی نہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، حضرت عبداللہ بن عباس نے کہا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو گالیاں نہ دو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں ان کا ایک ساعت بیٹھنا تمہارے چالیس سال کے اعمال سے بہتر ہے، اور وکیع کی روایت میں عمر بھر کے اعمال سے بہتر ہے کے الفاظ ہیں، آپ فتح مکہ کے دن ایمان لائے، آپ سے ایک سو تریسٹھ ۱۶۳ حدیث مروی ہیں، جو صحاح ستہ میں، اور دوسری کتابوں میں مروی ہیں، ان سے بڑے بڑے صحابہ نے روایت کی مثلاً عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر عبداللہ بن زبیر، ابو الدرداء، جریر بن عبداللہ بجلی، نعمان بن بشیر وغیرہ اور تابعین میں سے سعید بن مسیب، حمید بن عبدالرحمن وغیرہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



من کتب اسماء الرجال کہ نقاد و صراف اسامی رواۃ حدیث ہستند مذکور است و نیز در اصابہ ابن حجر و شیخ جلال الدین سیوطی در بعض تصانیف تصریح بدان کردہ اند کما لا یخفی علی من تتبع کتب اسماء الرجال والسیر المعتبرۃ من تواریخ الخلفاء وحدیثے کہ مشتمل بر دعا خیر کردن آن سرور خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم برائے وے رضی اللہ عنہ وارد گشتہ در جامع ترمذی موجود است و ترمذی آن را حسن گفتہ اخرج الترمذی وحسنہ عن عبد اللہ بن ابی عمیرۃ الصحابی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لمعاویۃ اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا واخرج الامام احمد فی مسندہ عن عرباض بن ساریۃ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللھم علم معاویۃ الکتاب والحساب وقہ العذاب واخرج ابن ابی شیبۃ فی المصنف والطبرانی فی الکبیر عن عبد الملک بن عمیر قال معاویۃ ما زلت اطمع فی الخلافۃ منذ قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا معاویۃ اذا ملکت فاحسن کذا فی تاریخ الخلفاء للسیوطی وغیرہ و در صحیح بخاری در ذکر امیر معاویہ می نویسد حدثنا الحسن بن بشر ثنا المعافی عن غسان بن الاسود عن ابن ابی ملیکۃ قال اوتر معاویۃ بعد العشاء برکعۃ وعندہ مولی لابن عباس فاتی ابن عباس فقال دعہ فانہ قد صحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدثنا ابن ابی مریم ثنا نافع بن عمر حدثنی ابن ابی ملیکۃ قیل لابن عباس ھل لک فی امیر المؤمنین معاویۃ فانہ ما اوتر الا بواحدۃ قال اصاب انہ فقیہ حدثنا عمرو بن عباس ثنا محمد بن جعفر ثنا شعبۃ عن ابی التیاح قال سمعت حمران بن ابان

---

روایت کرتے ہیں، چنانچہ اس کی تصریح کتب اسماء الرجال و سیرت میں موجود ہے، اور ترمذی میں ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں دعا فرمائی، کہ اے اللہ اسے ہادی و مہدی بنا دے، اور مسند احمد میں ہے، کہ اے اللہ معاویہ کو کتاب اور حساب کا علم سکھا، اور اسے عذاب سے محفوظ رکھ، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، کہ جب سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو یہ وصیت فرمائی، کہ جب تو بادشاہ ہو جائے تو احسان کرنا، مجھے اسی روز سے اپنے بادشاہ بننے کا یقین تھا، صحیح بخاری میں ہے، کہ امیر معاویہ نے ایک رکعت وتر پڑھا ابن عباس کے آزاد کردہ غلام پاس تھے، انہوں نے جا کر ابن عباس سے کہا، کہ امیر معاویہ نے ایک رکعت وتر پڑھا ہے، تو انہوں نے فرمایا، جانے دو، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، اور ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے ٹھیک کیا، وہ ایک فقیہ صحابی ہیں، ایک دفعہ امیر معاویہ نے کہا، کہ تم ایسی نماز میں پڑھنے لگے ہو،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



عن معاویۃ قال انکم لتصلون صلوۃ لقد صحبنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فما رأینا یصلیھا ولقد نھی عنھما یعنی الرکعتین بعد العصر انتھی مافی صحیح البخاری، پس از صحیح البخاری کہ اصح کتب است و احادیث، چنانکہ علماء معتبرین بران تصریح کردہ اند صحابی بودن امیر المؤمنین معاویہ رضی اللہ تعالے عنہ و عدالت و فقاہت وے از زبان ابن عباس رضی اللہ عنہ ثابت شد، و ہرگاہ بودن امیر المؤمنین معاویہ صحابی آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم متحقق گردید پس ترضی و ترحم برائے وے مستحب خواہد بود چہ وے صحابی است و برائے ہر صحابی ترضی و ترحم نزد اہل سنت و جماعت بالاجماع مستحب است، و درین صورت باعتبار نفس شرافت صحابیت امیر معاویہ را حضرت رضی اللہ عنہ ستن بمقابلہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ و رضی اللہ عنہ نزد اہل سنت و جماعت درست و روا است و ممنوع نیست زیرا کہ مشاجرات باخود ہا از صحابیت خارج نمی کنند خلافا للروافض، آرے در میان بزرگی حضرت علی رضی اللہ عنہ و حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تفاوت بسیار بودن بدیہی است، چہ جناب علی مرتضی در عشرہ مبشرہ بالجنۃ داخل اند و کثیر الصحبۃ از ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم و فضیلت و اما دی و غیرہ میدارند کما لا یخفی علی الماھر بالشریعۃ الغراء و یستحب الترضی للصحابۃ و الترحم للتابعین و من بعدھم من العلماء و العباد و سائر الاخیار و کذا یجوز عکسہ و ھو الترحم للصحابۃ و الترضی للتابعین و من بعدھم علی الراجح ذکرہ الکرمانی و قال النووی الاولی ان یقال ھو للصحابۃ بالترضی و التابعین بالرحمۃ و من بعدھم بالمغفرۃ و التجاوز کذا

---

جو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا حالانکہ ہم لوگ آپ کی صحبت میں رہے، آپ نے عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

صحیح بخاری میں جو کہ حدیث کی کتابوں میں سے صحیح ترین کتاب ہے آپ کا صحابی ہونا، اور زبان ابن عباس عادل اور فقیہ ہونا ثابت ہو گیا، تو آپ ترضی اور ترحم کے مستحق ہوں گے، کیونکہ اہل سنت کے نزدیک صحابہ کے لئے رضی اللہ عنہ کہنا بالاتفاق مستحب ہے، اور صحابی ہونے کی حیثیت سے ان کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں بھی حضرت اور رضی اللہ عنہ کے الفاظ کہنا مستحب ہے ممنوع نہیں ہے، کیونکہ آپس کی لڑائی سے صحابہ صحابیت کی بزرگی سے محروم نہیں ہو جاتے، ہاں رافضی کا مذہب اس کے خلاف ہے، البتہ امیر معاویہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما میں درجے کا بہت فرق ہونا بھی بعید نہیں ہے، کیونکہ حضرت علی عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، کثیر الصحبت ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ہیں، لہذا صحابہ کے لئے رضی اللہ عنہ اور تابعین اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فی تنویر الابصار والدر المختار والفتاوی العالمگیریۃ والفیاثیۃ وغیرہ من کتب الفقہ الحنفیۃ وغیرھا من کتب سائر المذاھب المتبوعۃ کما لا یخفی علی الماھر بالکتب الشرعیۃ وغیر صحابی از ادنی صحابی بدرجہ بزرگی صحابی نخواہد رسید ذھب احد ولا یبلغ غیرھم ادناھم ولو انفق ملاء الارض ذھبا کذا فی الطحطاوی حاشیۃ الدر المختار وغیرھا من کتب اھل السنۃ ومناقب وفضائل صحابہ بر دیگران بنا بر شرف صحبت آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کافی ووافی است قال صلی اللہ علیہ وسلم فی حدیث ابن مالک اذا ذکر اصحابی فامسکوا وفی لفظ وایاکم وما شجر بین اصحابی فلو انفق احدکم مثل احد ذھبا ما بلغ مد احدھم ولا نصیفہ الحدیث وقال صلی اللہ علیہ وسلم فی حدیث ابن مالک طوبی لمن رانی ومن رای من رانی وقال صلی اللہ علیہ وسلم لا تسبوا اصحابی فمن سبھم فعلیہ لعنۃ اللہ الحدیث کذا فی غنیۃ الطالبین للشیخ الکامل المکمل عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ومشاجرات صحابہ رضی منافی عقیدہ بودن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ از اصحاب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم وچون از اصحاب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بود ندپس فضیلت شان بر غیر صحابہ در ضمن عمومات نصوص لازم آمد اگرچہ فضیلت بافضیلت غیرے تفاوت از عرش تا فرش دارد وھو المقصود پس آنہا را جز بنیکی ودعا خیر یاد نباید کرد وبا آنہا کینہ وعداوت وبغض نباید داشت واز مشاجرات آنہا کف اللسان باید بود وتاویل نیک باید کرد وجہت صحابی بودن آنہا مقتضی ترک کینہ وعداوت است لقولہ تعالی ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا الآیۃ ازین جہت عداوت باکسے از

---

ان کے بعد کے لوگوں کے لئے رحمہ اللہ کہنا مستحب ہے، فقہ اور عقاید کی کتابوں سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے، اور غیر صحابی خواہ کتنے بڑے درجے کا آدمی ہو کسی ادنی صحابی کے درجہ کو بھی نہیں پہنچ سکتا، شرف صحبت کے بہت سے حقوق ہیں، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب میرے صحابہ کا تذکرہ ہو تو اپنی زبان کو تھام لو، اور فرمایا "میرے صحابہ کے جھگڑوں کا تذکرہ مت کرو، کیونکہ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ جتنا بھی سونا خرچ کرے، تو ان کے ایک مد جو یا نصف مد کو بھی نہیں پہنچ سکتا" اور آپ نے فرمایا "مبارک ہے وہ جس نے مجھے دیکھا، اور مبارک ہے وہ جس نے میرے صحابہ کو دیکھا" اور فرمایا "میرے صحابہ کو گالی نہ دو، جو ان کو گالی دے گا، اس پر خدا کی لعنت برسے گی" پس معاویہ چونکہ صحابی ہیں، لہذا تمام روئے زمین کے غیر صحابہ سے افضل ہیں، اگرچہ صحابہ، صحابہ میں عرش سے لے کر فرش تک سے بھی زیادہ فاصلہ ہو، لہذا ان کو دعا سے خیر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



صحابہ نتوان کرد کہ دلیل ضلالت است، اما محبت باہر یک از آنہا بقدر محبت ہر یک از آنہا است بارسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم وچوں در مقابلہ ومطاعن صحابہ ظاہر شدہ کہ منازعات و مخاجرات کہ در صحابہ واقع شدہ بنا بر خطا اجتہادی واقع شدہ بکفر نمی رساند چنانچہ امیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ عنہ گفتہ۔ انما اصبحنا نقاتل اخواننا فی الاسلام علی ما دخل فیہ من الزیغ والاعوجاج والشبہۃ والتاویل کذا فی نہج البلاغۃ ورسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم در حق امام حسن فرمودہ ابنی ھذا سید ولعل اللہ یصلح بین فئتین عظیمتین من المسلمین چنانچہ جناب قاضی ثناء اللہ صاحب تفسیر مظہری در سیف المسلول افادہ فرمودہ وہکذا یستفاد من نہج الازہر لملا علی القاری ومولانا شاہ عبد العزیز قدس سرہ در تحفہ اثنا عشریہ می فرمایند کہ پس در کتب امامیہ متواتر رسیدہ کہ حضرت امیر از لعن اہل شام منع فرمودہ، ونیز اہل سنت گفتہ اند کہ در نہج البلاغہ روایتے دیگر موجود است کہ شیعہ ازان چشم پوشی می کنند، واگر روایت صریح دلالت دارد بر آنکہ مانع بقاء شرکت اسلام واخوت ایمانی بود۔ وھو انہ لما سمع لعن اھل الشام من اصحابہ خطب وقال اصبحنا نقاتل اخواننا فی الاسلام علی ما دخل فیہ من الزیغ والاعوجاج والشبہۃ والتاویل انتہی مانی تحفہ اثنا عشریہ وجناب مورد تجلیات سبحانی محبوب ربانی حضرت سید محی الدین عبد القادر جیلانی قدس سرہ در غنیۃ الطالبین در عقیدہ اہل سنت والجماعت

---

سے یاد کرنا چاہیے، اور ان کے متعلق دل میں کینہ اور عداوت نہ رکھنا چاہیئے، اللہ تعالیٰ نے ایماندار دل والوں کی کیفیت بیان فرمائی ہے کہ وہ دعائیں مانگتے ہیں، کہ ہمارے دلوں میں ایماندلاروں کے متعلق کینہ اور عداوت نہ رکھنا، اور ہمارے دلوں میں ہر صحابی کے لئے اتنی ہی محبت ہونی چاہیئے، جتنی کہ ان کی محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تھی، اور جو جھگڑے صحابہ میں ہوئے، وہ اجتہادی غلطی کی بنا پر سرزد ہوئے، اور اجتہادی غلطی سے کوئی آدمی کافر نہیں ہو جاتا، چنانچہ حضرت علی نے خود فرمایا تھا، ہم اپنے مسلمان بھائیوں سے لڑنے لگے کیونکہ شبہ اور تاویل سے ان کے دلوں میں کجی آگئی ہے، شیعہ کی کتابوں میں ہے، کہ حضرت علی نے شامیوں پر لعنت کرنے سے منع فرمایا ہے، اور نہج البلاغت میں یہ روایت موجود ہے کہ اس جنگ کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو ایمان اور اسلامی برادری سے خارج نہ کیا، اور وہ روایت یہ ہے، کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی فوج سے شامیوں کے متعلق سب وشتم سنا تو فرمانے لگے، ہماری اپنے بھائیوں سے لڑائی چھڑ گئی ہے، کیونکہ شبہ اور تاویل کی وجہ سے ان کے دل ٹیڑھے ہو گئے ہیں، شیخ عبد القادر جیلانی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



افادہ می فرمایند وارشاد می نمایند اتفق اھل السنۃ علی وجوب الکف عما شجر بینھم والامساک عن مساویھم واظھار فضائلھم ومحاسنھم وتسلیم امرھم الی اللہ عزوجل علی ماکان وجری من اختلاف علی وطلحۃ وزبیر وعائشۃ ومعاویۃ رضی اللہ عنھم علی ماقدمنا بیانہ واعطاء کل ذی فضل فضلہ کما قال اللہ عزوجل والذین جاءوا من بعدھم یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انک رؤف رحیم وقال اللہ تعالی تلک امۃ قد خلت لھا ما کسبت ولکم ما کسبتم ولا تسئلون عما کانوا یعملون انتھی مافی غنیۃ الطالبین ونیز درین کتاب مسطور است نبذی ازان بقلم می آید فخرج علی رضی الی المسجد فبایعہ الناس فکان اماما حقا الی ان قتل فلا فما قال الخوارج انہ لم یکن اماما فقاتلھم واما قتالہ لطلحۃ وزبیر وعائشۃ ومعاویۃ فقد نص الامام احمد رحمہ اللہ علی الامساک عن ذلک وجمیع ما شجر بینھم من منازعۃ ومنافرۃ وخصومۃ کان اللہ تعالی یزیل ذلک من بینھم یوم القیامۃ کما قال عزوجل ونزعنا ما فی صدورھم من غل اخوانا علی سرر متقابلین الآیۃ ومن قاتلہ من معاویۃ وطلحۃ والزبیر وطلبوا ثار عثمان رضی خلیفۃ حق المقتول ظلما وان الذین قتلوہ کانوا فی عسکر علی رضی فکل ذھب الی تاویل صحیح فاحسن احوالنا الامساک فی ذلک ورددھم الی اللہ عزوجل وھو احکم الحاکمین

---

غنیہ میں لکھتے ہیں کہ اہل سنت کا اتفاق ہے کہ صحابہ کرام کے جھگڑوں اور ان کی بدگوئی سے اپنی زبان بند رکھنی چاہیے اور ان کے فضائل ومحاسن کو بیان کرنا چاہیے، اور ان کا معاملہ خدا کے سپرد کرنا چاہیے حضرت علی، طلحہ، زبیر، حضرت عائشہ صدیقہ اور امیر معاویہ کی لڑائی کا تذکرہ نہ ہونا چاہیے، اور ہر ایک کی بزرگی کا اقرار کرنا چاہیے غنیہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت علی مسجد کی طرف نکلے، تو لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی، سو آپ شہید ہونے تک امام برحق تھے لیکن خارجی ان کو امام برحق نہیں مانتے، خدا ان کو غارت کرے، اور حضرت علی وطلحہ وزبیر ومعاویہ وحضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم کی جنگ سے اپنی زبان کو روکنا چاہیے، کیونکہ مسند احمد میں نص ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ان کے دلوں سے دشمنی اور کینہ وغیرہ نکال دیں گے، حضرت علی خلیفہ برحق تھے ان کے خلاف خروج ہوا، حضرت علی رضی اس حیثیت سے سچے تھے، اور ان سے لڑائی کرنے والے حضرت عثمان خلیفہ برحق اور مظلوم خلیفہ کے خون کا مطالبہ کرتے تھے، اور جن سے مطالبہ تھا، وہ حضرت علی کی فوج میں شامل تھے، لہٰذا وہ اپنی جگہ پر سچے تھے، تو ہمارے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ ہم اس معاملہ میں خاموش

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وخیر انفاصلین انتہی ما فی غنیۃ الطالبین۔ پس از تقریر دلپذیر جناب محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ ہم ہویدا گردید، کہ مشاجرات آنہا را بر خطا را جتہادی حمل باید کرد، واین معاملہ را سپرد خدا می شاید، چنانکہ از کلام در نظام شان مستفاد می شود، کما لا یخفی علی العالم المنصف المتفطن بالکلام و باغیان و مقتولان از مقابلین علی مرتضی بر حکم اشتباہ حق و خطا را جتہادی کہ ہر کس از فریقین خود را بر امر حق دانستہ مقاتلہ کرد و اشتباہ حق و باطل درین معرکہ رو دادہ، اگرچہ در حقیقت یکے مصیب بود و دیگر ماذول و مخطی گشتہ شدند و بعقیدہ ہر یکے از فریقین و طرفین شہید گشتند، بنا بر اعتقاد حق ہر یک از آنہا بجانب خویش چنانکہ از غنیۃ الطالبین وغیرہ مستفاد گردد، بلکہ از کلام امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ صاف خطا را جتہادی از مقابل وے رضی اللہ عنہ واضح می شود حیث قال اصبحنا نقاتل اخواننا فی الاسلام علی ما دخل فیہ من الزیغ و الاعوجاج والشبہۃ والتاویل کذا فی نہج البلاغۃ ولہذا در کتب فقہی نویسند و ان قتل عادل باغیا ورثہ مطلقا و بالعکس اذا قال الباغی وقت قتلہ انا علی باطل لا یرثہ اتفاقا لعدم الشبہۃ وان قال انا علی حق فی الخروج علی الامام واصر علی دعواہ ورثہ کذا فی تنویر الابصار والدر المختار وغیرہما من کتب الفقہ وفی الاختیار وما اصاب کل واحد من الفریقین من الاخر من دم او جراحۃ او استہلاک مال فہو موضوع لا دیۃ فیہ ولا ضمان وما کان قائما فی ید کل واحد من الفریقین للاخر فہو لصاحبہ انتہی ما فی رد المحتار حاشیۃ در المختار وغیرہ من کتب الفقہ۔ وآنچہ در سوال مذکور است، کہ کسے کہ خود را بمذہب اہل سنت وجماعت گوید، واز تعصب بحق

---

رہیں، اور ان کا معاملہ خدا کے سپرد کر دیں، اور طرفین کے جو آدمی ان جنگوں میں مرے ہیں، وہ شہید ہیں، کیونکہ ان میں سے ہر ایک اپنے آپ کو حق پر سمجھتا تھا، اگرچہ فی الحقیقت ایک گروہ حق پر تھا، اور دوسرا غلطی پر اور وہ غلطی اجتہادی تھی، جس کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی ہے، فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے، کہ اگر عادل باغی کو قتل کر دے، تو وہ اس کا وارث ہوگا، اور اس کے برعکس بھی، اگر باغی اس کا اصرار کرے، کہ میں اس خروج میں حق پر ہوں، اور اگر باغی قتل کے وقت اقرار کرے، کہ میں باطل پر تھا، تو اس کا وارث نہیں ہوگا، اور ان جنگوں میں جو زخم فریقین کے آدمیوں کو لگے، ان کی دیت نہیں ہے، اور جو مال لوٹ لیا گیا، اگر وہ ختم ہو چکا ہے تو اس کی تاوان نہیں، اور اگر مال بعینہ ہو، تو وہ مالک کو مل جائے گا، اور یہ جو لکھا ہے، کہ اگر کوئی تعصب کی راہ سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو رضی اللہ عنہ نہ کہے بلکہ برائی بیان کرے، تو اس کا جواب یہ ہے، کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حضرت معاویہ لفظ رضی اللہ عنہ نہ گوید بلکہ بدگوید چہ حکم دارد پس جوابش این است کہ امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ با علی مرتضی کرم اللہ وجہہ مقابلہ و مقاتلہ کردہ مخطی بود و علی رضی اللہ تعالے عنہ مصیب بود و مخطی در اجتہاد مورد لعن و سب و شتم نیست بر مذہب اہل سنت بلکہ فاسق معین و مرتکب کبیرہ را لعن کردن جائز نیست، بر مسلک اہل سنت چہ جائے کہ مخطی در اجتہاد حاشا کہ لعن و سب در حق او اصلا روا نیست کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن لعن المصلین و من کان من اہل القبلۃ کذا فی خلاصۃ الفتاوی وغیرہ من کتب الفقہ والعقائد اما ما وقع من امتناع جماعۃ من الصحابۃ عن نصرۃ علی و خروج معہ فی المحاربۃ و من محاربۃ طائفۃ منہم کما وقع فی حرب الجمل والصفین فلا یدل علی عدم صحۃ خلافتہ ولا تضلیل علی مخالفیہ فی ولایتہ اذا لم یکن ذلک نزاع فی حقیقۃ امارتہ بل کان عن خطاء فی اجتہادہم حیث انکروا علیہ ترک القود من قتلۃ عثمان رض بل زعم بعضہم انہ کان مائلا الی قتلہ والخطی فی الاجتہاد لا یضلل ولا یفسق علی ما علیہ الاعتماد کذا فی نہج الازہر شرح فقہ اکبر لملا علی القاری الحنفی وغیرہ من کتب العقائد پس ہر کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ را از راہ تعصب و بغض رضی اللہ عنہ نہ گوید او خود در وعید حدیث گرفتار خواہد بود۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تسبوا اصحابی فمن سبہم فعلیہ لعنۃ اللہ الحدیث کذا فی غنیۃ الطالبین وغیرہ من کتب اہل السنۃ و سب کنندہ و بدگوینده او در پردہ عقیدہ روافض می دارد

---

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑائی کی اور اس لڑائی میں حضرت علی حق پر تھے اور امیر معاویہ خطا پر اور اس اجتہادی غلطی پر اہل سنت کے نزدیک سب و شتم اور بدگوئی کرنا درست نہیں ہے بلکہ فاسق معین اور مرتکب کبیرہ کو بھی لعنت کرنا جائز نہیں ہے، چہ جائے کہ اجتہادی غلطی پر اس کی بدگوئی کی جائے، نبی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نمازی اور اہل قبلہ پر لعنت نہ کیا کرو، اور جو لوگ حضرت علی کی مدد کرنے سے رک گئے، یا جنہوں نے ان کے برخلاف جنگ کی، نہ تو وہ اس سے گمراہ ہوئے، اور نہ حضرت علی کی خلافت اس سے ناجائز ہوئی، کیونکہ حضرت علی کی خلافت کی حقانیت کے متعلق جھگڑا نہیں تھا، بلکہ ان کو یہ غلط فہمی ہوئی، کہ حضرت علی حضرت عثمان رض کا قصاص لینے میں کوتاہی کر رہے ہیں، بلکہ بعض لوگ تو اس طرف تھے، کہ حضرت علی خود قاتلین کی حمایت کر رہے ہیں، اب اگر کوئی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا کہے، تو وہ اس وعید کے لئے تیار ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میرے صحابہ کو گالی نہ دو،

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



گو بظاہر خود را از اہل سنت می شمارد، و ہم چنین ہر کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا را بد گوید او موذی است و من جملہ من یوذی اللہ و رسولہ داخل است از گمان بد در نفسانی خود توبہ نماید پس واجب است ہر کہ از ین عقیدہ بد کہ زوجہ مطہرہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم و صحابی پیغمبر خدا را بد می گوید توبہ کند، و مسلک اہل سنت اختیار نماید تا در دنیا و دین از مواخذہ نجات یابد و این آیت کریمہ را کنتم خیر امۃ اخرجت للناس الآیۃ و رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ الآیۃ کہ در شان صحابہ رض در جہ بدرجہ بقدر استحقاق خیریت ہر یک از ایشان مشعر و ناطق است تلاوت کردہ باشد و عقیدۃ الصحابۃ ان ترتیب الخلفاء الراشدین کرتبتھم فی الخلافۃ پیش نظر دارد، و فضیلت ہر یک صحابی را حسب روایات کتب احادیث صحیحہ و موافق قرار داد مذہب متبوعہ حقہ اہل سنت و جماعت ملحوظ در عقیدہ خود بدارد تا خود را در زمرہ اہل سنت پندارد و تفصیل این اجمال را در شرح مواقف و شرح مقاصد و ازالۃ الخفاء فی اثبات خلافۃ الخلفاء وغیرہ ملاحظہ نماید تا از انہا عبرت گیرد و مذہب و مسلک اہل سنت را معلوم کند و از جہالت و نادانی خود بیرون آید۔ وما علینا الا البلاغ۔ واللہ اعلم بالصواب فاعتبروا یا اولی الالباب۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

| | | | |
|---|---|---|---|
| سید محمد نذیر حسین | صح الجواب بعون الملک الوھاب | | محمد صدر الدین ۱۲۷۵ |
| وقد اصاب من اجاب | محمد قطب الدین ۱۲۷۴ | الجواب صحیح | محمد عبد الرب ۱۲۶۷ |
| اصاب المجیب فی الجواب بلا ارتیاب | | سعید الدولۃ عزیز الملک محمد یوسف علی خان | |
| الجواب صحیح | محمد عبد القادر | الجواب صحیح | حفیظ اللہ ۱۲۸۱ الجواب صحیح |
| شکر ھین بس است کہ صدیق محمد ہم | | الجواب صحیح | محمد یوسف ۱۲۷۰ |
| ما قال المجیب فھو حق والحق احق بالاتباع واولی کان الحق یعلو ولا یعلی | | | محمد حسین نقیر |
| الجواب صحیح | | | محمد اسد علی ۱۲۲۸ |

جو ان کو گالی دے گا اس پر اللہ کی لعنت برسے گی اور ایسا آدمی جو ان کو گالی دے، وہ حقیقت میں شیعہ ہے اگرچہ بظاہر اپنے آپ کو اہل سنت کہلائے، اور جو حضرت عائشہ صدیقہ کی بدگوئی کرے حقیقت میں وہ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتا ہے، پس ایسے عقیدہ سے توبہ کرنا لازمی ہے، اور صحابہ کرام کا عقیدہ یہ تھا کہ ان چاروں خلفاء کی خلافت جس ترتیب سے ہوئی ہے، اسی ترتیب سے ان کا مرتبہ اور مقام تھا، اس اجمال کی تفصیل اگر دیکھنا منظور ہو، تو شرح مواقف، شرح مقاصد اور ازالۃ الخفاء کا مطالعہ کرنا چاہیئے، واللہ اعلم ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# فتویٰ در باب تفضیل شیخین از علمائے محدثین

**سوال اول**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس میں کہ یہ جو کتب عقاید مثل عقیدہ صابونیہ و عقیدہ واسطیہ و انتقاد الرجیح وغیرہا میں مندرج ہے، کہ افضل اس امت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، پھر حضرت عمر رضہ پھر حضرت عثمان رضہ پھر حضرت علی رضہ یہ امر شرعی ہے یا غیر شرعی ہے، بر تقدیر ثانی یہ کہنا جائز ہے یا نہیں کہ حضرت علی افضل ہیں حضرت ابوبکر و عمر رضہ سے، اور عمر رضہ ابوبکر رضہ سے

**سوال دوم**:۔ جس شخص کا یہ مقولہ ہو، کہ اگر کوئی علی رضہ کو ابوبکر رضہ سے افضل کہے تو اس کو بھی سچا دیندار جانتا ہوں، اور اس ترتیب کو کہ ابوبکر افضل ہیں عمر رضہ سے، اور عمر رضہ عثمان رضہ سے اور عثمان علی رضہ سے غیر شرعی جانتا ہوں، ایسا شخص کیسا ہے، مخالف عقیدہ سلف کے ہے یا موافق اور سلف اہل سنت و علمائے محدثین کا اس میں کیا عقیدہ تھا۔

**سوال سوم**:۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضہ حضرت علی رضہ سے کیوں لڑیں، آیا بوجہ خلافت کے یا بجہت طلب قاتلان عثمان رضہ کے بر تقدیر ثانی اہل جمل کا قتال حضرت علی رضہ سے بحکم یا رضا حضرت عائشہ رضہ کے تھا، یا درمیان میں مفسدوں نے فساد ڈال دیا تھا، بر تقدیر ثانی حضرت عائشہ رضہ پر اطلاق باغیہ کا کرنا اس وقت میں صحیح تھا، یا صحیح نہیں تھا، اور سلف کا اس میں کیا عقیدہ ہے، فقط، بینوا توجروا۔

**الجواب** (۱) یہ جو کتب عقاید میں مندرج ہے، کہ افضل اس امت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابوبکر رضہ ہیں، پھر عمر رضہ پھر عثمان رضہ پھر علی رضہ یہ امر شرعی ہے، اور دلیل اس پر حدیث ابن عمر رضہ ہے۔ قال کنا نخیر بین الناس فی زمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنخیر ابا بکر رضہ ثم عمر بن الخطاب رضہ ثم عثمان بن عفان رواہ البخاری[1] اور یہ حدیث حکماً مرفوع ہے۔ کما لا یخفی علی من لہ ادنی الالمام بعلوم الاصول، اور طبرانی[2]

---

[1] ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ میں بعض کو بعض پر فضیلت دیتے تھے، ہم کہتے تھے ابوبکر سب سے افضل ہیں، ان کے بعد عمر رضہ پھر عثمان پھر علی رضی اللہ عنہم (بخاری)

---

(۱) مجمع الزوائد میں لکھا ہے۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط نحوہ باختصار الا انہ قال ابوبکر و عمر و عثمان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کی روایت میں ہے فیسمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولا ینکرہ یہاں سے صراحۃ تقریر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سمجھی جاتی ہے۔

(۲) قائل مقولہ مذکورہ کا مخالف ہے عقیدہ جمہور سلف وعلمائے محدثین کے۔

(۳) جنگ حضرت عائشہ صدیقہ رضہ حضرت علی رضہ سے بجہت طلب قصاص عثمان رضہ کے تھی مفسدوں نے درمیان میں فساد ڈالدیا تھا اس لئے اطلاق باغیہ کا حضرت عائشہ رضہ پر صحیح نہیں ہے سلف کا اس بارہ میں یہی عقیدہ ہے۔ والتفصیل موکول الی کتب العقائد۔ واللہ اعلم۔ کتبہ محمد بشیر عفی عنہ

محمد بشیر ۱۲۹۴
شیخ محمد عفی عنہ

الجواب صحیح۔ کتبہ محمد بن عبد العزیز القاضی فی بھوپال

فی الواقع افضل اس امت کے بعد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت عمر رضہ پھر حضرت عثمان رضہ پھر حضرت علی رضہ اور یہ امر شرعی ہے اور اس پر ایک دلیل حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ہے۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صعد احدا وابوبکر رضہ وعمر رضہ وعثمان رضہ فرجف بھم فقال اثبت احد فانما علیک نبی وصدیق وشہیدان رواہ البخاری وجہ دلالت اس حدیث کی اس امر پر یہ ہے کہ افضل ناس مطلقا نبی ہوتے ہیں، پھر صدیق پھر شہید جیسا کہ آیت کریمہ اولئک الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین اس پر دال ہے، اور ابوبکر صدیق ہیں، اور عمر رضہ اور عثمان رضہ شہید ایسا شخص مخالف ہے عقیدہ

---

۱؎ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو سنتے تھے، اور اس کا انکار نہیں کرتے تھے ۱۲ ۲؎ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم احد پہاڑ پر چڑھے ہوئے تھے، پہاڑ کانپنے لگا تو آپ نے فرمایا، اے احد ٹھہر جا تیرے اوپر نبی اور صدیق اور دو شہید ہیں (بخاری) ۳؎ یہ وہ لوگ ہیں، جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین میں سے ۱۲

---

ثم استقر الناس فبلغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلا ینکرہ علینا وابو یعلی نحوہ الطبرانی فی الکبیر ورجالہ وثقوا وفیہم خلاف انتہی۔ ابو سعید محمد شرف الدین عفی عنہ۔

(ترجمہ) مجمع الزوائد میں ہے، کہ طبرانی نے اوسط اور کبیر میں اس حدیث کو بیان کیا ہے، کہ صحابہ کرام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں افضلیت میں حضرت ابوبکر اور عمر اور عثمان کا نام لیا کرتے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس بات کا علم تھا لیکن آپ نے منع نہیں کیا، ابو یعلی نے بھی اسے بیان کیا ہے، اور اس کے رجال کی توثیق کی ہے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سلف صالحین وائمہ محدثین ومجتہدین کے، جنگ حضرت عائشہ صدیقہ رضہ حضرت علی رضہ سے بوجہ طلب قصاص قاتلان حضرت عثمان رضہ سے تھی، مفسدوں نے بیچ میں فساد ڈال دیا تھا اس لئے اطلاق باغیہ کا ان پر صحیح نہیں ہے سلف صالحین کا اس میں یہی عقیدہ ہے۔

فقہ محمد عبداللہ غازی پوری مدرس مدرسہ چشمہ رحمت

الجواب صحیح وخلافہ قبیح۔ العاجز سید محمد نذیر حسین عفی عنہ بقلم خود

سید محمد نذیر حسین — یہ جواب صحیح ہے — شریف حسین

یہ جواب صحیح ہے — غلام اکبر خاں — المجیب مصیب — لطف حسین عفی عنہ

اصاب من اجاب — محمد عبدالرحمن — الجواب صحیح — ابو نصر عبداللہ فضل حسین مظفر پوری

عبدالرحیم — للہ در المجیب فانہ فیما قال مصیب — ابو محمد ابراھیم

نعم الجواب وھو الصواب — محمد ادریس — الجواب صحیح محمد اسماعیل

اچھا جواب لکھا ہے — عبدالعزیز مظفر پوری

اصاب من اجاب واللہ اعلم بالصواب۔ نظیر حسین اردی — نظیر حسین اردی

**سوال**:۔ مراد از تفضیل شیخین بر جناب مرتضی چیست، بینوا توجروا

**الجواب**:۔ آنچہ جناب شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی در بارہ تفضیل شیخین رضہ بر علی مرتضی نوشتہ اند کافی است، لہذا نقل آن کردہ می شود تا اظہار حق گردد و تردد خاطر زائل شود، عبارتہ ہکذا تفضیل شیخین رضی اللہ عنہما بر مرتضی رضی اللہ عنہ من کل الوجوہ نیست، بلکہ علمائے محققین نوشتہ اند کہ تفضیل احد الشیخین علی الآخر من جمیع الوجوہ مجال چہ تفضیل حضرت مرتضی در جہاد سینے و سنانے و فن قضا و کثرت روایت حدیث و ہاشمیت و حقیت لاسیما زوجیت حضرت بتول زہرا بر صدیق اکبر قطعی است و ہم چنین تفضیل آنجناب در قدم اسلام

سوال:۔ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر کیسی فضیلت حاصل ہے؟

الجواب:۔ بالکل وہی فضیلت جو شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے لکھی ہے، بغور ملاحظہ فرمائیں، تاکہ شکوک زائل ہو جائیں، شیخین کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ہر طرح سے فضیلت حاصل نہیں ہے، بلکہ شیخین میں سے بھی ایک کو دوسرے پر ہر طرح سے فضیلت حاصل نہیں ہے، حضرت علی تلوار اور نیزے کے جہاد قضا کے فن، کثرت روایت اور ہاشمی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا داماد ہونے میں شیخین سے افضل ہیں اور یہ فضیلت صدیق اکبر پر بھی ہے اور حضرت عمر رضہ پر پہلے اسلام لانے اور پہلے نمازیں پڑھنے میں بھی ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



واول من صلی پر حضرت عمر رضہ فاروق قطعی است، بلکہ مراد از تفضیل شیخین بر جناب مرتضیٰ نیست مگر تفضیل اینہا در تشبہ بہ نبی من جہۃ سیاستہ الامۃ وحفظ الدین وسد باب الفتنۃ وترویج الاحکام الشرعیۃ واشاعۃ الاسلام فی البلدان واقامۃ الحدود والتعزیرات وہمین است مقاصد خلافت کبریٰ، ولہذا تقدیم الشیخین درین امر مجمع علیہ معاً بود، بلکہ در صواعق محرقہ ودیگر کتب حدیث معتبرہ مذکور است کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم فرمودند۔ سالت اللہ ان یقدمک یا علی فابی علی الا تقدیم ابی بکر رضہ واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ السید شریف حسین

سید محمد نذیر حسین

از شرف سید کرین شد شریف حسین

**سوال**:۔ چہ می فرمایند علمائے شریعت اہل سنت والجماعت درحق کسے کہ خود را از اہل سنت وجماعت وانماید ودر عقیدہ خود تفضیل حضرت علی رضی اللہ عنہ بر اصحاب ثلاثہ اعنی حضرت ابوبکر صدیق وحضرت عمر وحضرت عثمان رضی اللہ عنہم وہد یا گوید کہ تفضیل حضرات اصحاب بترتیب خلافت صرف در امور سیاست مدنی است نہ تفضیل از جہت دیگر فضائل ونہ در امور باطنی است یا گوید کہ در ولایت باطنی اصحاب ثلاثہ را دخل نیست یا گوید کہ این اصحاب ثلاثہ را از خلافت فضیلت شد نہ از سابق پس بر معتقدین این سخنہا اطلاق تفضیلیہ ومخالف اجماع ہست یا نہ؟

**الجواب**:۔ افضلیت اصحاب رضی اللہ عنہم یعنی خلفائے اربعہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

---

شیخین کی تفضیلت حضرت علی رضہ پر اس لحاظ سے ہے، کہ وہ امت کی سیاست، حفاظت دین، اور فتنے کا سد باب، اور احکام شرعیہ کی ترویج، اور شہروں میں اشاعت اسلام اور حدود وتعزیرات کے قائم کرنے میں ان سے افضل ہیں، اور یہی خلافت کبریٰ کا مقصد ہے، اور اسی لحاظ سے شیخین کی افضلیت صحابہ میں مسلم تھی، بلکہ صواعق محرقہ اور حدیث کی دوسری معتبر کتابوں میں ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا اے علی میں نے خدا سے دعا مانگی، کہ علی کو آگے بڑھا دے، لیکن خدا تعالیٰ نے ابوبکر کو آگے بڑھایا۔ واللہ اعلم

سوال:۔ اگر کوئی سنی حضرت علی رضہ کو اصحاب ثلاثہ پر فضیلت دے، یا کہے کہ ان کو حضرت علی پر سیاسی امور میں برتری حاصل تھی دیسے نہیں، یا کہے کہ اصحاب ثلاثہ کو ولایت اور امور باطنی میں کوئی دخل نہیں ہے، یا کہے کہ ان کو خلافت کی وجہ سے فضیلت مل گئی، ورنہ یہ حضرت علی رضہ سے افضل نہیں تھے، تو ایسے آدمی کو تفضیلی شیعہ، اور مخالف اجماع کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بترتیب خلافت است مطلقاً مقید بظاہر یا باطن و اطلاق تفضیلیہ وخاطی ومخالف اجماع بر تفضیل دہندہ حضرت علی رضی بر خلفائے ثلاثہ صحیح است، و افضلیت خلفائے ثلاثہ پیشتر از زمان خلافت ثابت است، کہ ہمان سابقہ فضل و تقدم در جحان کہ در آنوقت ہمان صحابہ رضی بود آنہا را در زمان آنہا متعین برائے خلافت کردند اخرج البخاری فی صحیحہ عن ابن عمر قال کنا فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا نعدل بابی بکر رضی احدا ثم عمر رضی ثم عثمان رضی ثم نترک اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا نفاضل بینہم وا خرج ابوداؤد فی کتاب السنۃ فی باب التفضیل من حدیث عبید اللہ عن نافع عن ابن عمر قال کنا فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا نعدل بابی بکر رضی احدا ثم عمر رضی ثم عثمان رضی ثم نترک اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا نفاضل بینہم ومن طریق سالم بن عبد اللہ ان ابن عمر قال کنا نقول ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حی افضل امۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعدہ ابوبکر رضی ثم عمر رضی ثم عثمان رضی واخرج من طریق جامع بن ابی راشد ثنا ابو یعلی عن محمد بن الحنفیۃ قال قلت لابی ای الناس خیر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ابوبکر رضی قال قلت ثم من قال ثم عمر رضی قال ثم خشیت ان اقول ثم من فیقول عثمان فقلت ثم انت یا ابت قال ما انا الا رجل من المسلمین واخرج من طریق محمد الفریابی قال

---

الجواب:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفائے اربعہ کی فضیلت ان کی خلافت کی ترتیب پر ہے، مطلقاً اس میں ظاہر یا باطن کی کوئی قید نہیں ہے، خلفائے ثلاثہ پر حضرت علی رضی کو فضیلت دینے والے کو تفضیلی شیعہ اور خطاکار اور مخالف اجماع کہہ سکتے ہیں، اور خلفائے ثلاثہ کی فضیلت خلافت کے زمانہ سے پہلے بھی مسلم تھی، اور اسی تقدم در جحان کی وجہ سے بزرگوں میں تھی، ان کو خلافت میں انتخاب کیا گیا، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی کہتے ہیں، کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حضرت ابوبکر رضی کے ہم پلہ کسی کو نہیں سمجھتے تھے، پھر ان کے بعد حضرت عمر رضی اور ان کے بعد حضرت عثمان رضی، اور اس کے بعد ہم صحابہ کی تخصیر چھوڑ دیتے تھے، کسی کو کسی پر فضیلت نہ دیتے تھے، یہ حدیث بخاری اور ابوداؤد میں اور ان طرق سے مروی ہے، محمد بن حنفیہ کہتے ہیں، کہ میں نے اپنے باپ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر کون ہے؟ آپ نے فرمایا ابوبکر رضی میں نے پوچھا پھر کون، کہنے لگے حضرت عمر رضی پھر مجھے خطرہ محسوس ہوا، کہ اگر اسی طرح سوال کیا تو آپ حضرت عثمان رضی کا نام لے دیں گے، میں نے پوچھا، پھر ان کے بعد تو آپ ہوں گے، فرمانے لگے میں تو ایک عام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سمعت سفیان یقول من زعم ان علیا رض کان احق بالولایۃ منہما فقد خطاء ابابکر رض وعمر رض والمہاجرین رض والانصار وما اراہ یرتفع لہ مع ہذا عمل الی السماء واخرج من طریق عباد بن سماک قال سمعت سفیان یقول الخلفاء خمستہ ابوبکر رض وعمر رض وعثمان رض وعلی رض وعمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہم انتہی۔ من سنن ابی داؤد وفی کتاب الاعتقاد للبیہقی بسندہ الی ابی ثور عن الشافعی رح انہ قال اجمع الصحابۃ واتباعہم علی افضلیۃ ابی بکر رض ثم عمر رض ثم عثمان رض ثم علی رض انتہی ودر شرح عقاید نسفی گفتہ افضل البشر بعد نبینا ابوبکر الصدیق رض ثم عمر الفاروق رض ثم عثمان ذی النورین رض ثم علی المرتضی رض رضی اللہ عنہم وخلافتہم علی ہذا الترتیب انتہی

حررہ السید محمد نذیر حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

| | | | |
|---|---|---|---|
| احمد علی کل حال | مولانا احمد علی سہارنپوری | عالم علی | مراد ابادی |
| سعادت حسین | بہاری | لطف علی | بہاری |
| سید علی اعظم | پہلواری | محمد علی حبیب | پہلواری |

مسلمان آدمی ہوں، سفیان ثوری کہتے تھے، کہ جو آدمی یہ کہے، کہ حضرت علی شیخین سے ولایت کے زیادہ حقدار ہیں تو اس نے ابوبکر رض وعمر فاروق رض اور تمام مہاجرین وانصار کو خطاکار کہا، مجھے امید نہیں کہ ایسے آدمی کا کوئی بھی نیک عمل آسمان کی طرف جائے، سفیان ثوری کہا کرتے تھے خلفائے راشدین پانچ ہیں، حضرت ابوبکر صدیق رض حضرت عمر فاروق رض حضرت عثمان ذی النورین، حضرت علی مرتضی، حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہم، امام شافعی کہتے ہیں، صحابہ اور تابعین کا اجماع ہے، کہ سب سے افضل حضرت ابوبکر رض ہیں، پھر حضرت عمر رض پھر حضرت عثمان رض پھر حضرت علی رض، شرح عقاید نسفی میں بھی اسی طرح ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# کتاب ذکر الانبیاء وبدأ الخلق

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ذبیح کون تھے اسمٰعیل علیہ السلام یا اسحٰق علیہ السلام یعنی ذبح کرنے کا حکم کس کی نسبت آیا تھا، آیا اسمٰعیل علیہ السلام کی نسبت یا اسحٰق علیہ السلام کی نسبت بعض لوگ کہتے ہیں اسمٰعیل علیہ السلام ذبیح تھے، اور بعض لوگ کہتے ہیں اسحاق علیہ السلام تھے، پس اس بارے میں قول فیصل کیا ہے، بینوا توجروا۔

**الجواب**:۔ اس بارے میں علماء کا اختلاف چلا آتا ہے، بعض اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبیح بتاتے ہیں، اور بعض اسحٰق علیہ السلام کو، مگر نظم قرآن سے جو بات ثابت ہوتی ہے، وہ یہی ہے، کہ اسمٰعیل علیہ السلام ذبیح تھے، اور اس بارے میں میرے نزدیک یہی قول اقرب الی الصواب معلوم ہوتا ہے، واللہ اعلم بالصواب، علامہ ابن القیم زاد المعاد میں لکھتے ہیں۔ و اسمٰعیل ھو الذبیح علی قول الصواب عند علماء الصحابۃ والتابعین ومن بعدھم واما القول بانہ اسحٰق فباطل باکثر من عشرین وجھا وسمعت شیخ الاسلام ابن تیمیۃ قدس اللہ روحہ یقول ھذا القول انما تلقی من اھل الکتاب مع انہ باطل بنص کتابھم فان فیہ ان اللہ امر ابراھیم ان یذبح ابنہ بکرہ وفی لفظ وحیدہ و لا یشک اھل الکتاب مع المسلمین ان اسمٰعیل ھو بکرہ وولادہ (یعنی علمائے صحابہ رضؓ و تابعین وتبع تابعین ومن بعدہم کے نزدیک قول صواب یہی ہے، کہ اسمٰعیل علیہ السلام ذبیح ہیں اور اسحاق علیہ السلام کا ذبیح ہونا باطل ہے، اور اس کے بطلان میں بیس سے بھی زیادہ وجہیں ہیں اور میں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ قدس اللہ روحہ سے سنا ہے، وہ فرماتے تھے، کہ یہ قول (یعنی اسحٰق علیہ السلام کا ذبیح ہونا) اہل کتاب سے لیا گیا ہے، حالانکہ یہ قول خود انہی کی کتاب سے باطل ہے، کیونکہ ان کی کتاب میں یہ صاف لکھا ہوا ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو حکم کیا، کہ اپنے پہلے بیٹے کو ذبح کر، اور ایک لفظ میں ہے، کہ اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کر، اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اس بات میں نہ اہل کتاب کو شک ہے، اور نہ اہل اسلام کو کہ ابراہیم علیہ السلام کے پہلے اور اکلوتے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام ہی تھے۔ والذی غر اصحاب ھذا القول ان فی التوراۃ التی بایدیھم اذبح ابنک اسحٰق قال وھذہ الزیادۃ من تحریفھم ولکن بھم لانھا تناقض قولہ بکرک ووحیدک ولکن بھم حسدت بنی اسمٰعیل علی ھذا الشرف واحبوا ان یکون لھم وان یسوقوہ الیھم ویختارونہ دون العرب وبابی اللہ الا ان یجعل فضلہ لاھلہ۔ یعنی اور جس وجہ سے اہل کتاب کو دھوکا ہوا ہے، وہ یہ ہے، کہ جو تورات ان کے ہاتھوں میں ہے، اس میں یہ عبارت ہے اذبح ابنک اسحٰق یعنی ذبح کر اپنے بیٹے اسحاق کو، کہا ابن تیمیہ نے کہ اس عبارت میں لفظ اسحاق کی زیادتی اہل کتاب کی تحریفات سے ہے کیونکہ یہ زیادتی مخالف ہے ان کی کتاب کے اس قول کے کہ ذبح کر اپنے پہلے اور اکلوتے بیٹے کو، مگر یہود کو اس پر رشک ہوا کہ ذبح ہونے کا شرف بنی اسمٰعیل میں رہے، اور انہوں نے چاہا کہ اس شرف کو کھینچ کر اپنے میں لائیں اور اپنے لئے ثابت کریں، اور عرب میں یہ شرف نہ رہے، مگر اللہ تعالیٰ کو ہرگز یہ منظور نہیں ہے، کہ اس کا فضل اس شخص کے لئے ثابت ہو، جو اس فضل کا اہل نہیں ہے۔ وکیف یسوغ ان یقال ان الذبیح اسحٰق واللہ تعالیٰ قد بشر ام اسحٰق بہ وبابنہ یعقوب فقال تعالیٰ عن الملائکۃ انھم قالوا لابراھیم لما اتوہ بالبشری لا تخف انا ارسلنا الی قوم لوط وامراتہ قائمۃ فضحکت فبشرناھا باسحٰق ومن وراء اسحٰق یعقوب فمحال ان یبشرھا بانہ یکون لھا ولد ثم یامر بن بحبسہ لا ریب ان یعقوب داخل فی البشارۃ فتناول البشارۃ لاسحٰق ویعقوب فی اللفظ الواحد وھذا ظاھر الکلام وسیاقہ۔ یعنی یہ قول کہ ذبیح اسحاق علیہ السلام تھے، کیونکر جائز ہو سکتا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسحاق علیہ السلام کی ماں کو اسحٰق علیہ السلام اور ان کے بیٹے یعقوب علیہ السلام کی بشارت دی، چنانچہ فرمایا فبشرناھا باسحاق ومن وراء اسحٰق یعقوب یعنی ہم نے ان کو اسحاق کی بشارت دی، اور اسحاق کے بعد یعقوب کی بشارت دی، پس یہ بات محال و ناممکن ہے، کہ اللہ تعالیٰ اسحاق علیہ السلام کی ماں کو اسحاق علیہ السلام کے بیٹے ہونے کی بشارت دے، اور پھر اسحاق علیہ السلام کے ذبح کرنے کا حکم کرے، اور اس میں کوئی شبہ نہیں ہے، کہ بشارت میں یعقوب علیہ السلام ضرور داخل ہیں، پھر علامہ ابن قیم سوال وجواب کی صورت میں ایک اشکال کا جواب دے کر فرماتے ہیں۔ ویدل علیہ ان سبحانہ وتعالیٰ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قصة ابراهيم وابنه الذبيح في سورة الصافات قال فلما اسلما وتله للجبين وناديناه ان يا ابراهيم قد صدقت الرؤيا انا كذلك نجزي المحسنين ان هذا لهو البلاء المبين وفديناه بذبح عظيم وتركنا عليه في الاخرين سلام على ابراهيم كذلك نجزي المحسنين انه من عبادنا المؤمنين (ثم قال) وبشرناه باسحق نبيا من الصالحين وهذه بشارة من الله له شكرا على صبره على ما امر به وهذا ظاهر جدا في ان المبشر به غير الاول بل هو كالنص فيه۔ یعنی اس بات پر کہ ذبیح اسمٰعیل علیہ السلام تھے یہ بات دلالت کرتی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ابراہیم اور ان کے بیٹے ذبیح کا قصہ سورہ والصافات میں ذکر کرکے پھر فرمایا ہے وبشرناہ باسحٰق نبیا من الصالحین یعنی ہم نے ابراہیم کو اسحٰق کی بشارت دی، درانحالیکہ وہ نبی ہیں صالحین سے ہیں، پس یہ ایک بشارت ہے اللہ کی طرف سے، ابراہیم علیہ السلام کو اس بات پر کہ انہوں نے صبر کیا اس بات کا جس کا ان کو حکم ہوا تھا پس ابراہیم اور ان کے بیٹے ذبیح کے ذکر کرنے کے بعد پھر ان کو ان کے صبر پر اسحاق کی بشارت دینا یہ صاف اور صریح دلیل ہے، کہ اسحاق علیہ السلام غیر ذبیح ہیں، پھر اس کے بعد ابن القیم لکھتے ہیں۔ فان قيل فالبشارة الثانية وقعت على نبوته اى لما صبرا لاب على ما امر به واسلم الولد لامر الله جازاه الله على ذلك بان اعطاه النبوة قيل البشارة وقعت على المجموع على ذاته ووجوده وان يكون نبيا ولهذا نصب نبيا على الحال المقدرة اى مقدرا نبوته فلا يمكن اخراج البشارة وان يقع على الاصل ثم يخص بالحال التابعة الجارية مجرى الفضلة هذا الحال من الكلام بل اذا وقعت البشارة على نبوته فوقوعها على وجوده اولى واحرى وايضا فلا ريب ان الذبيح كان بمكة ولذلك جعلت القرابين يوم النحر كما جعل السعي بين الصفا والمروة ورمي الجمار تذكيرا

---

سلہ اگر سوال کیا جائے کہ دوسری بشارت صرف نبوت کے اظہار کی تھی، کہ جب باپ اور بیٹے نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو تسلیم کرلیا، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی نبی بنانے کی خوشخبری سنائی، اس کا جواب یہ ہے، کہ نبوت کی خوشخبری تو تب ہی ہوسکتی تھی، جب کہ ان کا وجود باقی رہتا، نبوت کی بشارت کا وقوع وجود کے وقوع پر مقدم ہے، اس کے علاوہ یہ بات تو یقینی ہے، کہ یہ ذبح مکہ میں واقع ہوا، یہی وجہ ہے کہ قربانیوں کی رسم مکہ میں چلی آئی ہے، اگر حضرت اسحاق ذبیح ہوتے تو شام میں ہوتے، کیونکہ وہ مکہ میں کبھی نہ آئے، تو قربانیوں کی رسم بھی شام میں ہوتی، یہ صاف دلیل ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل تھے نہ کہ حضرت اسحاق اس کے علاوہ یہ بات بھی قابل غور ہے، کہ حضرت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لشان اسماعیل وامہ واقامۃ لذکر اللہ ومعلوم ان اسماعیل وامہما الذان کانا بمکۃ دون اسحٰق وامہ ولھذا اتصل مکان الذبح وزمانہ بالبیت الحرام الذی اشترک فی بنائہ ابراھیم واسمٰعیل کان النحر بمکۃ من تمام حج البیت الذی کان علی ید ابراھیم وابنہ اسمٰعیل زمانا ومکانا ولو کان الذبح بالشام کما یزعم اھل الکتاب لم یتلق عنھم لکانت القرابین والنحر بالشام لا بمکۃ وایضا فان اللہ سبحانہ سمی الذبیح حلیما لانہ لا احلم ممن اسلم نفسہ للذبح طاعۃ لربہ ولما ذکر اسحٰق سماہ علیما فقال ھل اتاک حدیث ضیف ابراھیم المکرمین اذ دخلوا علیہ قالوا سلاما قال سلام قوم منکرون (الی ان قال) قالوا لا تخف وبشروہ بغلام علیم وھذا اسحٰق بلا ریب لانہ من امرأتہ وھی المبشرۃ بہ دون اسمٰعیل فمن البریۃ وایضا فانھما بشرا بہ علی الکبر والیاس من الولد وھذا بخلاف اسمٰعیل فانہ ولد قبل ذلک وایضا فان اللہ سبحانہ اجری العادۃ البشریۃ ان یکرا لاولاد احب الی الوالدین ممن بعدہ وابراھیم لما سال ربہ الولد ووھبہ لہ تعلقت شعبۃ من قلبہ بمحبتہ واللہ تعالیٰ قد اتخذہ خلیلا والخلۃ منصب یقتضی توحید المحبوب بالمحبۃ وان لا یشارک بینہ وبین غیرہ فیھا فلما اخذ الولد شعبۃ من قلب الوالد جاءت غیرۃ الخلۃ تنتزعھا من قلب الخلیل فامرہ الخلیل بذبح المحبوب فلما اقدم علی ذبحہ

---

اسماعیل کو اللہ تعالیٰ نے حوصلے والا لڑکا فرمایا ہے، اور حضرت اسحاق کو علم والا لڑکا کہا ہے، اور اس سے بڑھ کر اور حوصلہ کیا ہو سکتا ہے، کہ کوئی اپنی جان ذبح ہونے کے لئے پیش کر دے، اگر ذبیح حضرت اسحاق ہوتے، تو ان کو حوصلے والا لڑکا کہا جاتا اور ظاہری طور پر یہ بات ثابت ہے، کہ حضرت اسحاق کی ولادت سے پہلے ذبح ہونے کا واقع ہو چکا تھا، اور یہ بھی ذہن میں رکھیں، کہ حضرت اسحاق کی ولادت حضرت سارہ اور حضرت ابراہیم کے بڑھاپے میں ہوئی، اور حضرت اسماعیل کی ولادت کے وقت حضرت ابراہیم اتنے بوڑھے نہ تھے، اور حضرت ہاجرہ تو جوان تھیں، اور یہ جو سورۂ ذاریات میں بشارت مذکور ہے، وہ حضرت اسحاق کے متعلق ہے، اور دستور تھا، کہ پہلے بیٹے کی قربانی کی جائے، اور پہلا بیٹا اسمٰعیل ہے اسحاق نہیں اور یہ بھی انسانی فطرت ہے، کہ جتنا پیار پہلے بچے سے ہوتا ہے دوسری اولاد سے اتنا پیار نہیں ہوتا، ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے ایک بچے کی دعا مانگی، جب لڑکا مل گیا تو حضرت ابراہیم کے دل میں اس بچے کی محبت بھی آگئی، اور آپ اللہ تعالیٰ کے خلیل تھے اور خلت کا تقاضا تھا، کہ اس دل میں اور کسی کی محبت پیدا نہ ہو، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس بچے کو ذبح کرنے کا حکم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وکانت محبۃ اللہ اعظم عندہ من محبۃ الولد خلصت الخلۃ حینئذ من شوائب المشارکۃ فلم یبق فی الذبح مصلحۃ اذا کانت المصلحۃ انما ھی فی العزم وتوطین النفس فیہ فقد حصل المقصود فسخ الامر وفدی الذبح وصدق الخلیل الرؤیا وحصل مراد الرب ومعلوم ان ھذا الامتحان والاختبار انما حصل عند اول مولود ولو کان لیحصل فی المولود الاخر دون الاول بل لم یحصل عند المولود الاخر من مزاحمۃ الخلۃ ما یقتضی الامر بذبحہ وھذا فی غایۃ الظھور وایضا فان سارۃ امرأۃ الخلیل غارت من ھاجرۃ وابنھا اشد الغیرۃ فانھا کانت جاریتہ فلما ولدت اسمٰعیل واحبہ ابوہ اشتدت غیرۃ سارۃ فامر اللہ سبحانہ ان یبعد عنھا ھاجرۃ وابنھا ویسکنھا فی ارض مکۃ لیبرد عن سارۃ حرارۃ الغیرۃ وھذا من رحمتہ ورافتہ فکیف یامر سبحانہ بعد ھذا ان یذبح ابنھا وبیضع ابن الجاریۃ بحالہ ھذا مع رحمۃ اللہ لھا وابعاد الضرر عنھا وحیرۃ لھا فکیف یامر بعد ھذا بذبح ابنھا دون ابن الجاریۃ بل حکمۃ ابلغۃ اقتضت ان یامر بذبح ولد السریۃ حینئذ ترق قلب سارۃ علی ولدھا وتبدل قسوۃ الغیرۃ رحمۃ ویظھر لھا برکۃ ھذہ الجاریۃ وولدھا وان اللہ لا یضیع بیتا ھذہ وابنھا ھم وبری عبادہ جبرہ بعد الکسر ولطفہ بعد الشدۃ وان عاقبۃ صبر ھاجرۃ وابنھا علی البعد والوحدۃ والغربۃ والتسلیم الی ذبح الولد آلت الی ما آلت الیہ من جعل آثارھما

---

دے دیا، چونکہ ابراہیم علیہ السلام کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اسماعیل کی محبت سے زیادہ تھی، لہٰذا ان کو ذبح کرنے پر تیار ہو گئے، جب حضرت ابراہیم کے دل سے شراکت کی تمام آمیزشیں دور ہو گئیں، تو اب بچے کے ذبح کا کوئی فائدہ نہیں تھا، لہٰذا ان کو اللہ تعالیٰ نے بچا لیا، مینڈھے سے ان کا فدیہ دیا گیا، اور خلیل کا خواب سچا ہو گیا، خدا تعالیٰ کی مراد پوری ہو گئی، تو معلوم ہوا کہ یہ امتحان پہلے بچے کی پیدائش پر ہی ہوا تھا، دوسری اولاد کے متعلق اس کا وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا، اور یہ بھی سوچیں کہ جب حضرت ہاجرہ کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو حضرت سارہ کے دل میں رشک آیا، اللہ تعالیٰ نے اس نیک بندی کا دل ٹھنڈا کرنے کے لئے حضرت ابراہیم کو حکم دیا کہ ہاجرہ اور ان کے بیٹے کو عرب میں چھوڑ آؤ، اور خدا تعالیٰ پر کیسے کر سکتے تھے، کہ ہاجرہ کا بیٹا تو زندہ رہے، اور سارہ کو بعد میں بیٹا دے کر اس کو ذبح کرا دیا جائے، بلکہ حکمت اور مصلحت کا تقاضا یہی تھا، کہ حضرت اسماعیل ذبیح ہوں، اور پھر ہاجرہ اور ان کے بچے نے اس راہ میں جو تکلیفیں برداشت کیں، وطن سے دور ہوئے، غربت، تنہائی اور مسافری کی صعوبتیں برداشت کیں، تو ان کو یہ انعام ملا، کہ خدا تعالیٰ نے ان کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وموطن اقدامها مناسك لعبادة المؤمنين ومتعبدات لهم الى يوم القيامة وهذا سنة تعالى فيمن يريد رفعه من خلقه ان يمن عليه بعد استضعافه وذلهم وانكساره قال تعالى ونريد ان نمن على الذين استضعفوا في الارض ونجعلهم ائمة ونجعلهم الوارثين وذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم انتهى كلام ابن القيم۔

اگر کوئی کہے، کہ ظاہر نظم قرآن سے یہی معلوم ہوتا ہے، کہ اسمٰعیل علیہ السلام ذبیح تھے مگر قرآن میں اس کی صاف تصریح نہیں آئی ہے، کہ ذبیح کون تھے، اور حدیثوں میں تو صاف تصریح آگئی ہے، کہ ذبیح اسحٰق علیہ السلام تھے، پس ان احادیث کے مطابق اسحٰق علیہ السلام کو کیوں ذبیح نہیں کہا جاتا، اور صاف اور مصرح امر کو چھوڑ کر غیر مصرح کو کیوں اختیار کیا جاتا ہے، اور وہ حدیثیں یہ ہیں (۱) تفسیر درمنثور میں ہے۔ اخرج الدارقطنی فی الافراد والدیلمی عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الذبیح اسحٰق (۲) تفسیر درمنثور میں ہے واخرج الطبرانی وابن مردویہ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اکرم الناس قال یوسف بن یعقوب بن اسحاق ذبیح اللہ (۳) تفسیر درمنثور میں ہے اخرج ابن ابی حاتم عن ابی رزق رضی اللہ عنہ قال لما حبس یوسف علیہ السلام اخاہ بسبب السرقة کتب الیہ یعقوب علیہ السلام من یعقوب بن اسحٰق بن ابراھیم خلیل اللہ الی یوسف عزیز فرعون اما بعد فانا اھل بیت موکل بنا البلاء ان ابی ابراھیم علیہ السلام القی فی النار فی اللہ فصبر فجعلھا اللہ علیہ بردا وسلاما وان ابی اسحٰق علیہ السلام قرب للذبح

---

قدموں کے نشانات محفوظ رکھے، اور ان کو حج کے ارکان بنا دیا، اللہ تعالیٰ کسی کا اجر ضائع نہیں کرتے۔

۱؎ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ذبیح اسحاق ہے۔ ۲؎ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا، کہ سب سے معزز آدمی کون ہے؟ آپ نے فرمایا یوسف بن یعقوب بن اسحاق ذبیح اللہ۔

۳؎ جب یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی کو چوری کے الزام میں روک لیا، تو یعقوب علیہ السلام نے عزیز مصر کی طرف خط لکھا، کہ ہم ایک ایسا گھرانہ ہیں، جن پر مصیبت مسلط ہے، میرے باپ ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا، اور اس نے صبر کیا، تو اللہ نے ان پر آگ کو ٹھنڈا کر دیا، اور میرے باپ اسحاق علیہ السلام کو قربان گاہ میں لے جا کر ذبح کیا، اس نے صبر کیا، تو اللہ نے ان کو بچا لیا، اور فدیہ میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فی اللہ فصبر فعداہ اللہ بذبح عظیم۔ وان اللہ کان وھب لی قرۃ عین فسلبتنیھا فاذھب حزنہ بصری وابیض لحمی علی عظمی فلا لیلی لیل ولا نھاری نھار ولا سیر الذی فی یدیک بما ادعی علیہ من السرق اخوہ لامہ فکنت اذا ذکرت اسفی علیہ قربتہ منی فیسلی عنی بعض ما کنت اجد وقد بلغنی انک حبستہ بسبب سرقۃ مخل سبیلہ فانی لم الدہ سارقا ولیس بسارق والسلام (۴) مشکوۃ شریف کے باب النذور میں ہے۔ عن محمد بن المنتشر قال ان رجلا نذر ان ینحر نفسہ ان نجا اللہ من عدوہ فسأل ابن عباس فقال لہ سل مسروقا فسالہ فقال لا تنحر نفسک فانک ان کنت مؤمنا قتلت نفسا مؤمنۃ وان کنت کافرا تعجلت الی النار واشتر کبشا فاذبحہ للمساکین فان اسحق خیر منک وفدی بکبش فاخبر ابن عباس فقال ھکذا کنت ارید ان افتیک رواہ رزین۔

تو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ سب حدیثیں ضعیف و ناقابل احتجاج ہیں، پہلی حدیث کو جلال الدین نے جامع صغیر میں ذکر کر کے رمز (ض) ضعیف کہا ہے، اور اس کے علاوہ اہل علم نے بھی اس حدیث کی تضعیف کی ہے، اور دوسری حدیث کو بخاری و مسلم وغیرہما نے روایت کیا ہے، مگر اس میں لفظ اسحاق کے بعد ذبیح اللہ کا لفظ نہیں ہے، اہل علم نے اس بات کی تصریح کر دی ہے، کہ اس حدیث میں ذبیح اللہ کا لفظ کسی راوی نے اپنی طرف سے زیادہ کر دیا ہے، اور تیسری حدیث کی نسبت تفسیر بیضاوی وغیرہ میں لکھا ہے، لم یثبت یعنی یہ حدیث

---

مینڈھا ذبح ہو گیا، اور مجھے اللہ نے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرمائی تھی، وہ مجھ سے چھین لی، اس کا غم میری بینائی لے گیا، میری ہڈیوں سے گوشت خشک ہو گیا، اور نہ رات میری رات ہے، اور نہ دن میرا دن ہے، اور وہ قیدی جو آپ کے پاس چوری کے الزام میں گرفتار ہے، وہ اس کا مال جایا بھائی ہے، میں اس کو دیکھ کر اپنے دل کو تسلی دے لیا کرتا تھا اب وہ بھی مجھ سے چوری کے بہانے چھن گیا، آپ اسے چھوڑ دیں، نہ وہ چور ہے نہ میں چور جننے والا ہوں۔

(۴) ایک آدمی دشمن کے پنجہ میں گرفتار ہو گیا، اس نے نذر مانی کہ اگر مجھے خدا تعالیٰ نے اس دشمن سے نجات دی، تو میں اپنے آپ کو خدا کے لئے ذبح کروں گا، اس نے ابن عباس سے مسئلہ پوچھا، آپ نے فرمایا مسروق سے پوچھو، اس سے پوچھا تو اس نے کہا اپنے آپ کو قتل نہ کر اگر تو مومن ہے، تو ایک مومن کا قتل تیرے ذمہ ہوگا، اور اگر کافر ہے تو آگ کے لئے جلدی کیوں کرتا ہے، ایک مینڈھا ذبح کر کے مسکینوں کو کھلا دے، اسحاق تجھ سے بہتر تھے، ان کا فدیہ بھی ایک مینڈھے سے ہوا تھا، اس نے ابن عباس کو مسروق کا جواب بتایا، تو آپ کہنے لگے میں بھی تجھ کو یہی جواب دینا چاہتا تھا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ثابت نہیں ہے، اور چوتھی کی سند کا حال معلوم نہیں کہ کیسی ہے صحیح ہے یا ضعیف، اور اگر صحیح بھی ہو تو یہ ابن عباس کا قول ہے جو محتمل ہے، کہ اسرائیلیات سے ماخوذ ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔

الغرض ان حدیثوں میں سے کوئی حدیث قابل احتجاج و لائق اعتماد نہیں ہے، اور ان حدیثوں کے علاوہ اور حدیثیں بھی پیش کی جاتی ہیں، مگر وہ بھی ایسی ہی ناقابل احتجاج ہیں، اور ساتھ اس کے ان احادیث کے معارض ایسی حدیثیں بھی ہیں، جن میں صاف تصریح ہے، کہ ذبیح اسمٰعیل علیہ السلام تھے، مثلاً ایک یہ حدیث جو تفسیر درمنثور میں بحوالہ ابن جریر وغیرہ ہے ما خرج ابن جریر والامدی فی المغازی والخلعی فی فوائدہ والحاکم وابن مردویہ بسند ضعیف عن عبد اللہ بن سعید الصنابحی قال حضرنا مجلس معاویۃ بن ابی سفیان فتذاکروا الغلام اسمٰعیل واسحق ایھما الذبیح فقال سقطتم علی الخبیر کنا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاتاہ اعرابی فقال یارسول اللہ خلفت الکلأ یابسا والماء غابسا اھلک العیال وضاع المال فعد علی مما افاء اللہ علیک یا ابن الذبیحین فتبسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم ینکر علیہ فقال القوم من الذبیحان یا امیر المؤمنین قال ان عبد المطلب لما حفر زمزم نذر للہ تعالیٰ ان سھل حفرھا ان ینحر بعض ولدہ فلما فرغ اسھم بینھم وکانوا عشرۃ فخرج السھم علی عبد اللہ فاراد ذبحہ فمنعہ اخوالہ من بنی مخزوم وقالوا ارض ربک وافد ابنک ففداہ بمائۃ ناقۃ فھو الذبیح و اسماعیل الثانی۔ دیکھو یہ حدیث صاف اور صراحت طور پر بتاتی ہے، کہ ذبیح اسمٰعیل علیہ السلام تھے، پس احادیث مذکورہ بالا جن سے اسحاق علیہ السلام کا ذبیح ہونا ثابت ہوتا ہے بوجہ تعارض کے بھی ناقابل استدلال ہیں، الحاصل تعیین ذبیح میں حدیثیں مختلف و متعارض آئی ہیں، اور باوجود تخالف و تعارض کے کل کی کل ضعیف ہیں، اس تعارض و ضعف کی وجہ

---

لہ امیر معاویہ بن ابی سفیان کہتے ہیں، کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، ایک اعرابی آیا، اور کہنے لگا، یارسول اللہ گھاس خشک ہو گئے، پانی ختم ہو گئے، اہل و عیال ہلاک ہونے لگے، مال ضائع ہو گیا، اے دو ذبیحین کے بیٹے میری کچھ مدد کر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے، اور اس پر انکار نہ کیا، لوگوں نے امیر معاویہ سے پوچھا، دو ذبیح کون سے ہیں، تو فرمایا عبد المطلب نے جب زمزم کا کنواں کھودنا چاہا، تو نذر مانی اگر یہ کنواں آسانی سے مجھے دستیاب ہو گیا تو میں اپنی اولاد میں سے ایک لڑکا خدا کے نام پر ذبح کروں گا، چنانچہ انہوں نے اپنی اولاد پر قرعہ ڈالا، تو حضرت عبداللہ کا نام نکلا، لہٰذا ان کے بدلے سو اونٹ ذبح کئے گئے، اور دوسرے ذبیح حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تھے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سے ان کا ہونا نہ ہونے کے برابر ہے، اسی وجہ سے ان کو کالعدم سمجھ کر ظاہر نظم قرآن سے جو بات ثابت ہوئی ہے، اس کو اختیار کیا گیا ہے، واللہ تعالے اعلم۔

کتبہ محمد عبدالرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے کیا اللہ تعالے نے کوئی انسان اور بھی پیدا کیا ہے، تو وہ کیا ہوئے، اور ان کا قصہ کس طرح سے ہے، براہ نوازش اس کا احوال خلاصہ تحریر فرمایئے۔

**الجواب**:۔ حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے خداوند کریم نے کوئی اور انسان پیدا نہیں کیا، بلکہ آدم علیہ السلام سے پہلے جنات لوگ تھے، جب اللہ تعالے نے آدم علیہ السلام کو خلیفہ بنانا چاہا، تو فرشتوں سے کہا، کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں، تو فرشتوں نے کہا، کیا تو زمین میں ایسے شخص کو خلیفہ بنائے گا، جو اس میں فساد مچائے اور خونریزی کرے، اور ہم تیری تسبیح کرتے ہیں تیری حمد کے ساتھ، اور تیری پاکی بیان کرتے ہیں، اللہ تعالے فرمایا، میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے، مفسرین نے لکھا ہے، کہ فرشتوں نے جو یہ کہا، کہ کیا تو زمین میں ایسے شخص کو خلیفہ بنائے گا، جو اس میں فساد مچائے اور خونریزی کرے، سو اس وجہ سے کہا، کہ پہلے زمین میں جنات رہتے تھے، پھر جب انہوں نے باہم فساد مچایا، اور خونریزی کی، تو اللہ تعالے نے ان کے پاس فرشتوں کو بھیجا، اور فرشتوں نے ان کو پہاڑوں اور جزیروں میں نکال باہر کیا، پس فرشتوں نے انہیں جنات پر قیاس کر کے یہ بات کہی، تفسیر جلالین میں ہے۔ قالوا اتجعل فیھا من یفسد فیھا بالمعاصی ویسفک الدماء بریقہا بالقتل کما فعل بنو الجان وکانوا فیھا فلما فسدوا ارسل اللہ الیھم الملائکۃ فطردوھم الی جزائر والجبال انتہی واللہ تعالی اعلم حررہ محمد علی عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یوسف نجار سے مریم علیہا السلام کا نکاح بعد پیدائش عیسے علیہ السلام کے مسلمانوں کی تاریخ میں ثابت ہے یا نہیں؟

۱۲ فرشتوں نے کہا، کیا تو زمین میں ایسی مخلوق پیدا کرنا چاہتا ہے، جو گناہ کر کے بگاڑ پیدا کرے، اور قتل کرے ناحق بہائے، جیسے پہلے زمین میں جن کیا کرتے تھے، جب انہوں نے فساد مچا دیا، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف فرشتوں کو بھیجا، انہوں نے ان کو مار مار کر جزیروں اور پہاڑوں کی طرف دھکیل دیا ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**الجواب:** صورت مرقومہ میں معلوم ہو کہ مسلمانوں کی کسی تاریخ کی کتاب میں یہ مذکور نہیں ہے، بلکہ اس کے خلاف یعنی مریم علیہا الصلوٰۃ والسلام کا بے شوہر رہنا، قرآن شریف سے بوضاحت ثابت ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ومریم ابنت عمران التی احصنت فرجہا فنفخنا فیہ من روحنا وصدقت بکلمات ربہا وکتبہ وکانت من القانتین اور جو شخص اس کا قائل ہے، وہ ضال و مضل ہے، اور انجیل سے تمسک پکڑنا اس بارے میں ناجائز ہے، کیونکہ وہ محرف ہے۔ واللہ اعلم۔ املاہ عبد المنان الوزیرآبادی

سید محمد نذیر حسین

**سوال:** ایک شخص کہتا ہے، کہ جنات کو کسی قسم کا تصرف نہیں ہے، بلکہ وہ مانند انسان کے ہیں، و نیز کہتا ہے، کہ کوہ قاف کے وجود کا کوئی ثبوت نہیں ہے، کیا اس کا قول صحیح ہے یا غلط؟

**الجواب:** اللہ تعالیٰ نے جنوں کو بہت کچھ قوت دی ہے، دیکھو سلیمان علیہ السلام نے جب اپنے دربار والوں سے کہا ایکم یاتینی بعرشہا قبل ان یاتونی مسلمین یعنے تم لوگوں میں سے کون شخص بلقیس کا تخت میرے پاس اٹھا لائے گا، قبل اس کے کہ وہ لوگ مسلمان ہو کر میرے پاس آویں، تو سلیمان علیہ السلام کے جواب میں ایک جن بولا۔ قال عفریت من الجن انا اتیک بہ قبل ان تقوم من مقامک وانی علیہ لقوی امین۔ یعنی کہا ایک عفریت نے جنوں میں سے میں لا دیتا ہوں اس کے تخت کو آپ کے پاس قبل اس کے کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھیں، اور میں اس کے لانے پر قوت رکھتا ہوں، امانت دار ہوں، اور ایک دوسرا شخص جو کتاب الٰہی کا علم رکھتا تھا بولا۔ انا اتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک یعنی میں اس کو آپ کے پاس لا دیتا ہوں، قبل اس کے کہ پھر آئے آپ کی طرف آپ کی نظر۔ اور یہاں واضح رہے کہ بلقیس کا تخت کوئی معمولی تخت نہیں تھا، اس کی عظمت کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولہا عرش عظیم۔ یعنی بلقیس کے پاس ایک بڑا تخت ہے، اور سنو سلیمان علیہ السلام کے پاس خدمت اور کام کے لئے جو جن رہا کرتے تھے، ان کا حال اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے۔ یعملون لہ ما یشاء من محاریب وتماثیل وجفان کالجواب

---

ل اور مریم عمران کی بیٹی جس نے اپنی شرمگاہ کو محفوظ رکھا، ہم نے اس میں اپنی روح پھونکی، اس نے اپنے رب کے کلمات اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی، اور وہ فرمانبرداروں سے تھی ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وقد در راسیات یعنی سلیمان علیہ السلام جو چاہتے ان کے لئے جن لوگ بناتے، قلعے اور تصویریں اور لگن جیسے تالاب، اور دیگیں ایک جگہ ثابت رہنے والیں پس شخص مذکور کا یہ کہنا، کہ جنات کو کسی قسم کا تصرف نہیں، بلکہ وہ مانند انسان کے ہیں غلط ہے، کوہ قاف کے انکار کی کوئی وجہ نہیں ہے جس طرح دنیا کے اور بہت سے پہاڑوں اور شہروں وغیرہ کا وجود کتب جغرافیہ وکتب لغت سے اور خبر متواتر سے ثابت ہے، اسی طرح کوہ قاف کا وجود بھی کتابوں سے ثابت ہے، صراح[1] میں ہے، قاف یکے از حروف معجمہ وکوہ گرداگرد زمین، واللہ اعلم۔ حررہ محمد عبدالحق ملتانی عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

**ھوالموفق**:۔ جو شخص یہ کہتا ہے، کہ جنات کو کسی قسم کا تصرف نہیں، بلکہ وہ مانند انسان کے ہیں، اس کا اگر یہ مقصود ہے، کہ جو تصرفات واختیارات اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں، مثلاً غیب دانی وغیرہ، تو اس شخص کا یہ قول صحیح اور درست ہے، بے شک جنات کو ان تصرفات میں سے کسی قسم کا تصرف نہیں ہے، اس بارے میں جنات اور انسان اور تمام مخلوق برابر ہیں کسی مخلوق کو کسی قسم کا تصرف نہیں ہے، اور اگر اس شخص کا یہ مقصود ہو، کہ جس قدر اور جس طرح کی قوت اللہ تعالیٰ نے انسان کو دی ہے، اسی قدر اور اسی طرح کی قوت جنات کو بھی دی ہے، اس معنی میں جنات مانند انسان کے ہیں، تو اس شخص کا یہ قول غلط ہے، دیکھو جنات کو آسمان تک چڑھ جانے کی قوت دی گئی ہے، اور ان کو مختلف صورتوں میں متشکل ہونے کی قوت دی گئی ہے، کیا یہ قوت انسان کو بھی دی گئی

[1] قولہ صراح میں ہے الخ اقول، اسی طرح قاموس، لسان العرب وغیرہ میں بھی لکھا ہے، اور تفسیر درمنثور میں بھی کئی روایتیں اسی قسم کی لکھی ہیں، چنانچہ اس میں لکھا ہے۔ اخرج ابن ابی الدنیا فی العقوبات وابوالشیخ فی العظمۃ عن ابن عباس قال خلق اللہ جبلا یقال لہ ق محیط بالعالم دعروقہ الی الصخرۃ التی علیہا الارض فاذا اراد اللہ ان یزلزل قریۃ امر ذلک الجبل فحرک العرق الذی یلی تلک القریۃ فیزلزلہا ویحرکہا فمن ثم تحرک القریۃ دون القریۃ واخرج عبدالرزاق عن مجاہد قال ق جبل محیط بالارض انتہی ایسے ہی معجم البلدان حموی جلد ۷ صفحہ ۱ میں لکھا ہے ھذا الجبل یقوف اثر الارض فیستدیر حولہا اور نیز اس میں ہے وقالوا واصول الجبال کلہا من عرق جبل قاف اور نیز اسی میں ہے قال المفسرون انہ الجبل المحیط بالارض انتہی لیکن مستدرک علی معجم البلدان میں لکھا ہے وقولہ قاف بین البحر الاسود وبحر قزوین جلد ۱ صفحہ ۳۶ کشف القناع عن احوال الاقالیم والبقاع میں بھی ایسا ہی لکھا ہے، خلاصہ یہ ہے، کہ از روئے تحقیق جدید تواریخ اور جغرافیہ کی رو سے اب کوہ قاف علاقہ روس میں بحیرہ کیسپین (خزر) اور بحیرہ اسود کے درمیان کا نام ہے، اسی کے دامن کا علاقہ قفقاز کہلاتا ہے، واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والماب، ابوسعید محمد شرف الدین عفی عنہ دہلی ٹیا محل۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہے، اللہ تعالیٰ سورہ جن میں فرماتا ہے۔ وانا لمسنا السماء فوجدناھا ملئت حرسا شدیدا وشھبا وانا کنا نقعد منھا مقاعد للسمع فمن یستمع الان یجد لہ شھابا رصدا وانا لا ندری اشر ارید بمن فی الارض ام اراد بھم ربھم رشدا حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں۔ وروی البیھقی فی مناقب الشافعی باسنادہ عن الربیع سمعت الشافعی یقول من زعم انہ یری الجن ابطلنا شھادتہ الا ان یکون نبیا انتھی وھذا محمول علی من یدعی رؤیتھم علی صورھم التی خلقوا علیھا واما من یدعی انہ یری شیئا منھم بعد ان یتطور علی صور شتی من الحیوان فلا یقدح فیہ وقد تواردت الاخبار بتطورھم فی الصور انتھی۔ اور کوہ قاف کے وجود یا اس کی کیفیت کے متعلق کوئی حدیث مرفوع صحیح میری نظر سے نہیں گذری، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ کتبہ محمد عبد الرحمٰن المبارکفوری عفا اللہ عنہ۔

**سوال:** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام از دہن مادر پیدا شدہ اند یا مانند دیگر مولود پیدا شدہ اند، بینوا توجروا

**الجواب:** شیخ عبد الحق محدث دہلوی در مدارج النبوت می نویسد، کہ از حلیمہ مرضعہ آمدہ کہ گفت آمنہ کہ بیرون آمد از فرج من شہابے کہ روشن شد بآن زمین تا دیدم من قصور شام را وزائیدن من او را نظیف کہ نہ بود باوے چرک واین صریح است در آن کہ ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بطریق معتاد شدہ است کہ سائر زنان را می باشد، وحدیث

---

سلہ اور ہم نے آسمانوں کو ٹٹولا، تو اس کو سخت پہرے داروں اور شعلوں سے بھرا ہوا پایا، اور ہم نے آسمانوں میں سننے کے لئے بیٹھنے کی جگہ بنا رکھی تھی، سو اب جو کوئی سننا چاہے، تو وہ اپنے لئے گھات میں لگا ہوا شعلہ پاتا ہے، اور ہم نہیں جانتے کہ زمین والوں کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا گیا ہے، یا اللہ ان کا کچھ بھلا کرنا چاہتا ہے ۱۲

سلہ امام شافعی رح کہتے ہیں، جو آدمی جنوں کو اپنی اصلی صورت میں دیکھنے کا دعوےٰ کرے ہم اس کی شہادت قبول نہیں کریں گے، ماسوائے اس کے کہ کوئی نبی ہو، اس کا مطلب یہ ہے، کہ اگر کوئی جنوں کو دوسری شکل اختیار کئے ہوئے دیکھنے کا مدعی ہو، تو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے، کیونکہ اس طرح دیکھنے سے متعلق متواتر اخبارات ملتی رہتی ہیں۔

سوال:۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ماں کے منہ سے پیدا ہوئے ہیں یا ان کی پیدائش بھی دوسرے بچوں جیسی ہے؟

الجواب: شیخ عبد الحق محدث دہلوی مدارج النبوت میں حضرت حلیمہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت آمنہ نے کہا میری شرمگاہ سے ایک نور نکلا جس سے تمام زمین روشن ہو گئی، اور میں نے اس سے شام کے محل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دیگر نیز کہ در وے آمدہ فاخذتنی المخاض کہ بمعنے دردزہ است ظاہر دران است وعبدالرحمن بن عوف الراوی خود کہ شفا نام دارد، روایت می کند، کہ گفت ہنگامے کہ ولادت کرد آمنہ افتاد مولود در دست و آواز کرد شنیدم گوینده را کہ می گوید یرحمك الله۔ انتہی ما فی المدارج وھکذا فی السیرۃ الشامیۃ۔ پس ازین رد شد قول آن کہ گوید کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم از دہن مادر شریفہ پیدا شدہ اند، وعلی ہذا القیاس ولادت حضرت عیسے علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نیز بطریق معتاد شدہ است، چنانچہ آیت کریمہ در سورہ مریم فاجاءھا المخاض الی جذع النخلۃ نص صریح است برین معنے قال فاجاءھا المخاض وھو فی الاصل منقول من جاء لکنہ خص بہ فی الاستعمال کما فی اعلی وقرئ المخاض بالکسر وھما مصدران مخضت المراۃ اذا تحرک الولد فی بطنھا للخروج وفی تفسیر الجلالین المخاض وجع الولادۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

بیں محمد نذیر حسین

**سوال**:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے محققین اس مسئلہ میں کہ کسی نبی یا صدیق یا شہید یا ولی یا صالح کا بعد موت یا قبل موت اپنے کی کسی شخص کے سر پر آنا، اور اس کی زبان پر بولنا، اور اس کی مدد کرنا، اسی طرح کسی ملک یا جن صالح کا کسی کے سر پر آنا، اور اس کی زبان پر بولنا اور اس کی مدد کرنا کسی دلیل شرعی سے ثابت ہے یا نہیں، اور در صورت ثانیہ اگر یہ امر تجربہ سے ثابت ہو تو عقیدہ اس کا رکھنا مضر ہے یا نہیں، اور اس کے تجربہ کا کوئی طریقہ صحیحہ ہے یا نہیں، جواب ہر امر کا بحوالہ کتاب معتبر بتفصیل و توضیح تحریر فرمایئے:۔

---

دیکھے۔ اور میں نے جب آپ کو جنا، تو آپ بالکل پاک صاف تھے، آپ پر کوئی میل کچیل نہ تھی، اس حدیث سے معلوم ہوا، کہ آپ کی ولادت بھی دوسرے بچوں کی طرح ہوئی ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت آمنہ نے کہا، مجھ کو جننے کا درد ہوا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رض کی والدہ شفا کہتی ہیں، کہ جب حضرت آمنہ کے بچہ پیدا ہوا، تو میں نے ان کو ہاتھ میں لے لیا، اور میں نے ایک کہنے والے کی آواز سنی "خدا تجھ پر رحم کرے" ان روایات سے پتہ چلتا ہے، کہ آپ کی ولادت ماں کے منہ سے نہیں ہوئی، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق قرآن مجید میں ہے، کہ حضرت مریم کو جننے کا درد ایک کھجور کے تنے کے پاس آیا، خَاضَتِ الْمَرَاۃُ کا معنے ہے، کہ بچے نے پیٹ میں حرکت کی تفسیر جلالین میں ہے، مخاض کا معنے ہے جننے کا درد ۱۲

---

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**الجواب**:۔ درصورت مرقومہ ظاہر ہو کہ کسی نبی یا صدیق یا شہید یا ولی یا مرد صالح وغیرہ کا کسی شخص کے سر پر آنا اور اس کی زبان پر کلام کرنا اور اس کی اعانت کرنا کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں ہے، یہ بات بالکل غلط اور لغو ہے، اور قائل ایسے امورات کا واہی ہے، قول اس کا لائق سماعت کے نہیں ہے، البتہ جن شیاطین ایسے کام کرتے ہیں، جیسا کہ سورہ بقرہ میں مذکور ہے۔ الذین یاکلون الربوا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطان من المس الآیۃ۔ واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ سید شریف حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین ۱۲۸

---

لہ وہ لوگ جو سود کھاتے ہیں، وہ قیامت کو ایسے اٹھیں گے، جیسے کسی کو شیطان نے چھو کر بدحواس کر دیا ہو، الآیۃ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# کتاب المعراج

**سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین حقیقت گزین اور مفتیان شرع متین صداقت آئین بیانات اختلافات آیات وروایات مختلف سمات ذیل میں، کہ مسمی زید بحوالہ کتاب انیس الواعظین راوی ہے، کہ شب معراج میں جبریل امین بمعیت اسرافیل مع ستر ہزار ملائک کے بحکم خداوند عرش برین چرخ چارمین سے بیت اللطیف ام ہانی میں خواب گاہ جناب رسالت پناہ یعنی سید المرسلین محبوب رب العالمین محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ مخطوب بخطاب وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین صلوات اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین میں نازل ہوئے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لولاک لما خلقت الافلاک کو حالت خواب میں مشاہدہ کر کے بپاس ادب اور عظمت ووقعت کے اس محبوب رب کو بیدار نہ کر سکے، اور مؤدب کھڑے رہے، اس اثنار میں حکم خداوند ذوالجلال بسوئے جبریل نزول اجلال پایا، کہ کف پائے احمد مرسل محبوب لم یزل سے شرف اندوز بوسہ ہو، کہ یہ دولت سعادت قدم بوسی تجھ کو نصیب ہو، چنانچہ روح الامین متعمل ارشاد رب العالمین خداوند زمان وزمین ہوئے، مسمی بکر کہتا ہے، بحوالہ تفسیر درمنثور کہ جبریل امین فلک پرسے نازل ہوئے، اور آنحضرت مصدر نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کو بخانہ ام ہانی سوتا دیکھ کر کف پا اپنے سے ٹھوکر لگا کر، اور اپنا پاؤں آپ کے پاؤں پر رکھ کر خواب سے بیدار کیا، بکر کہتا ہے، کہ روایت تفسیر درمنثور کی صحیح ہے، اور انیس الواعظین کتاب محض غیر معتبر ہے اب سوال یہ ہے، کہ کون روایت صحیح ہے، درمنثور کی یا انیس الواعظین کی، اور انیس الواعظین کیسی کتاب ہے، معتبر یا غیر معتبر؟

**الجواب:** چونکہ سوال روایات مذکورہ کی صحت وضعف کے متعلق ہے، اور

---

لہ ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے" ۱۲ ۳ اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سوال میں روایات بعینہا مندرج نہیں ہیں، لہذا پہلے روایتیں درج کی جاتی ہیں، پھر ان کا جواب دیا جاوے گا، انیس الواعظین کی عبارت یہ ہے، شب دوشنبہ بست و ہفتم ماہ رجب خواجہ کائنات در خانہ ام ہانی کہ عمہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بودہ است خفتہ بود و چشم در خواب و دل مبارک او بیدار حق تعالیٰ فرمان داد کہ اے روح ما در ماہ ما بسوئے بندہ ما برو کہ بہ بیند و نظارہ کند خلق را مہتر جبریل علیہ السلام با ہفتاد ہزار فرشتہ و اسرافیل علیہ السلام براق دست گرفتہ پیش در استادہ جبریل علیہ السلام در خانہ ام ہانی در آمد مہتر عالم صلی اللہ علیہ وسلم بر بوریا غلطیدہ بود، جبریل و اسرافیل علیہما السلام استادہ شدند بعدہ فرمان شد کہ قبل قدمیہ بر قدم او لب بنہ تا او بیدار شود و عظمت تو بلند گردد کہ ہر کس را نحل پابوسی او نیست، انتہی مختصرا۔ اور تفسیر در منثور کی روایت یہ ہے۔ اخرج ابن اسحاق وابن جریر وابن المنذر عن الحسن بن حسین قال قال رسول اللہ علیہ وسلم بینا انا نائم فی الحجر جاء نی جبریل فھمز نی برجلیہ فجلست فلم ار شیئا فعدت لمضجعی فجاء نی الثانیۃ فھمز نی بقدمہ فجلست فلم ار شیئا فعدت لمضجعی فجاء نی فھمز نی بقدمہ فجلست فاخذ بعضدی انتہی مختصرا۔ یہ دونوں کتابوں کی روایتیں ہیں، اور ان کے صحت و ضعف کے بارے میں یہ جواب ہے، کہ یہ دونوں روایتیں غیر صحیح و غیر معتبر ہیں، انیس الواعظین کی روایت تو اس واسطے غیر معتبر ہے، کہ یہ ظاہر ہے،

---

لہ ماہ رجب کی ستائیس تاریخ اور سوموار کی رات تھی، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پھوپھی ام ہانی کے گھر میں سوئے ہوئے تھے، آنکھیں سوئی ہوئی تھیں، اور دل بیدار تھا، خدا تعالیٰ نے حکم دیا اے روح الامین ہمارے بندہ کی طرف جاؤ، کہ مخلوق کا نظارہ کرے، جبریل نے اپنے ہمراہ اسرافیل اور ستر ہزار فرشتوں کو لیا، اور براق کو ہاتھ میں پکڑا، اور آپ کے دروازہ پر پہنچا، ام ہانی کے گھر میں داخل ہوا، آپ ایک بوریا پر لیٹے ہوئے تھے، جبریل اور اسرافیل دونوں فرشتے کھڑے رہے، خدا تعالیٰ کی طرف سے حکم آیا، کہ آپ کے قدموں کا بوسہ لو، تاکہ آپ بیدار ہو جائیں، اور تمہارا مرتبہ بڑھ جائے، کیونکہ ہر کسی کو آپ کی قدم بوسی کا شرف نصیب نہیں ہوتا ۱۲

سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں حطیم میں سویا ہوا تھا، جبریل میرے پاس آئے، اور اپنے دونوں قدموں سے مجھ کو ٹھوکا دیا، میں اٹھ بیٹھا، مجھے کوئی چیز نظر نہ آئی، پھر میں لیٹ گیا، تو پھر قدم سے ٹھوکا دیا، پھر میں اٹھ بیٹھا، مجھے کوئی چیز نظر آئی، پھر میں لیٹ گیا، اس نے پھر ٹھوکا دیا، میں اٹھ بیٹھا، تو اس نے مجھے بازو سے پکڑ لیا ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کہ مصنف انیس الواعظین محدث نہیں ہے، اور نہ روایت مذکورہ میں کسی کتاب حدیث کا حوالہ دیا ہے، اور نہ کسی محدث شارح کا نام لیا ہے، حالانکہ غیر محدث کی ذکر کی ہوئی روایت کے معتبر ہونے کے لئے شرط یہ ہے، کہ وہ اپنی روایت میں کسی کتاب حدیث کا حوالہ دے اور اس بات پر اتفاق ہے، حنفیہ نے بھی اس بات کی تصریح کی ہے، چنانچہ ملا علی قاری رح اپنی موضوعات کبیر میں لکھتے ہیں حدیث من قضی صلوۃ من الفرائض فی اخر جمعۃ من شہر رمضان کان ذلک جابرا لکل صلوۃ فائتۃ فی عمرہ سبعین سنۃ باطل قطعا لانہ مناقض للاجماع علی ان شیئا من العبادات لا یقوم مقام فائتۃ سنوات ثم لا عبرۃ بنقل صاحب النہایۃ ولا بقیۃ شراح الہدایۃ فانہم لیسوا من المحدثین ولا اسندوا الحدیث الی احد من المخرجین یعنی حدیث من قضی صلوۃ من الفرائض الخ یقینا جھوٹی ہے، کیونکہ اجماع کے خلاف ہے، اس کے علاوہ کوئی عبادت چند برسوں کی نماز فوت شدہ کے قائم مقام نہیں ہو سکتی، پھر صاحب نہایہ اور بقیہ شارحین ہدایہ کے نقل کرنے کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ نہ تو یہ حضرات محدثین میں ہیں، اور نہ حدیث مذکور کو کسی محدث کی طرف منسوب کیا ہے، اور انیس الواعظین کوئی معتبر کتاب نہیں ہے، اور در منثور کی روایت کے غیر معتبر ہونے کی کئی وجہیں ہیں، اول یہ کہ در منثور میں ہر قسم کی ضعیف اور صحیح روایتیں موجود ہیں، پس جب تک اس کی روایت کی تصحیح محدثین سے ثابت نہ ہو تب تک وہ قابل احتجاج نہیں ہو سکتی، اور در منثور کی اس معراج والی روایت کی تصحیح کسی محدث سے ثابت نہیں، لہذا یہ روایت قابل احتجاج نہیں، دوسری وجہ یہ کہ اس روایت کی سند میں جو ایک راوی حسن بن حسین ہے، کتب اسماء رجال سے اس کا پتہ نہیں چلتا، کہ یہ کون ہے، اور کیسا ہے، مقبول ہے یا غیر مقبول، تقریب اور خلاصہ میں اس نام کا کوئی راوی نہیں ہے اور میزان الاعتدال میں اس نام کے چھ راوی ہیں، اور چھپنوں مخدوش اور ناقابل احتجاج ہیں، اور تیسری وجہ یہ کہ حسن بن حسین صحابی نہیں ہے، کیونکہ اس نام کا راوی صرف میزان میں ہے اور میزان میں صحابہ رضی اللہ عنہم مذکور نہیں، کما صرح صاحب المیزان فی خطبتہ پس در منثور کی یہ روایت مرسل یا منقطع ٹھہری، اور روایت مرسل یا منقطع قابل احتجاج نہیں ہوتی، چوتھی وجہ یہ ہے، کہ در منثور میں اس روایت کی پوری سند مذکور نہیں ہے، پس معلوم نہیں کہ باقی رواۃ کیسے ہیں، مقبول یا غیر مقبول، الحاصل در منثور کی یہ روایت بھی غیر معتبر و ناقابل استدلال ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



باقی رہا معراج کا واقعہ جو صحیح حدیث سے ثابت ہے، سو اس میں نہ تو یہ ہے، کہ جبرئیل علیہ السلام ستر ہزار فرشتوں کو لے کر آئے، اور نہ اس میں یہ ہے، کہ حضرت جبریل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کو بوسہ دیا، یا ٹھوکر لگائی، بلکہ اس میں صرف اس قدر بیان ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، کہ میرے گھر کی چھت پھٹی، جب کہ میں مکہ میں تھا، اور جبریل علیہ السلام اترے، اور میرے سینہ کو پھاڑا، اور اس کو زمزم کے پانی سے دھویا، پھر سونے کا ایک طشت لائے، جو حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا تھا، پھر اس کو میرے سینہ میں ڈالا، اور بند کر دیا، پھر میرا ہاتھ پکڑا، اور میں آسمان کی طرف چڑھایا گیا، چنانچہ مشکوۃ شریف میں بحوالہ بخاری و مسلم یوں مذکور ہے۔ عن انس قال کان ابوذر یحدث ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فرج عنی سقف بیتی وانا بمکۃ فنزل جبرائیل علیہ السلام ففرج صدری ثم غسلہ بماء زمزم ثم جاء بطست من ذھب ممتلئ حکمۃ وایمانا فافرغہ فی صدری ثم اطبقہ ثم اخذ بیدی فعرج بی الی السماء الحدیث متفق علیہ۔ حررہ ابو محمد عبد الحق اعظم گڈھی

سید محمد نذیر حسین

www.KitaboSunnat.com

---

لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میرے مکان کی چھت کھولی گئی، میں مکہ میں تھا، جبریل علیہ السلام نازل ہوئے، انہوں نے میرا سینہ کھول دیا، پھر اس کو زمزم کے پانی سے دھویا، پھر ایک سونے کا تھال حکمت اور ایمان سے بھر کر لائے، اور اسے میرے سینہ میں انڈیل دیا، پھر اس کو سی دیا، پھر میرا ہاتھ پکڑا، اور مجھے آسمان کی طرف لے جایا گیا (متفق علیہ) ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# تقریظ از رشحات قلم منشی محفوظ علی صاحب

مصلح رنگ و منیجر دلی پرنٹنگ ورکس دہلی

(طبع اوّل)

الحمد للہ الذی خلق الانسان وعلمہ البیان والصلوٰۃ والسلام الاتمان الاکملان علی سید الانس والجان محمد المبعوث من اکرم نبی عدنان وعلی الہ واصحابہ اولی الہدایۃ والعرفان مادام القمران واختلف الملوان ۵

اما بعد۔ ناظرین یہ مجموعہ فتاوے جو آپ کی نظر کے سامنے ہے اس جہت سے کہ واقعات وحوادث یومیہ کے شرعی احکام بتاتا ہے۔ اور سبیل حق اور راہ ہدایت دکھلاتا ہے اور امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کو شاہراہ شریعت تک پہونچاتا ہے گویا اس پر عمل کرنے والوں کو خدا تک پہونچاتا ہے حرز جان بنانے بلکہ جان سے بھی زیادہ عزیز رکھنے کے سزاوار ہے کیونکہ احکام شرعیہ کا علم حاصل کرنا اور پھر اس پر عمل کرنا ہی تمام سعادتوں کا اصل الاصول اور حقیقی زندگی کے لئے حرز مقبول ہے۔ پس اس کے تمام وسائل اور ذرائع بھی اس قدر مقبولیت تامہ کاملہ اپنے اندر رکھتے ہوں گے اس کے علاوہ یہ مجموعہ فتاویٰ اس شخص کے قلم کا نتیجہ ہے جو وسعت علم و نظر اور محبت قرآن وحدیث میں اہل زمانہ کا امام تھا یعنی جناب راس المحدثین، قدوۃ المحققین عالم باعمل محدث اکمل حضرت سیدنا و مولانا مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی نور اللہ مرقدہٗ جن کے بحر علم و عمل سے ایک زمانہ سیراب اور جن کی علمی، شعاعوں سے تمام اطراف ہندوستان بہرہ یاب ہے۔ جن کے سینکڑوں تلامذہ علم حدیث کے ممتاز خادم اور اسفار سنت کے متمیز مصنف ہیں۔

ظاہر ہے کہ ایسے کامل اکمل علامہ دہر کے قلم و نظر سے نکلے ہوئے فتوے کس قدر معتبر و مقبول ہوں گے اور کس درجہ واقعات کا صحیح صحیح حکم بتائیں گے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مشتاقان سنت نبویہ جلدی کریں اور اس حدیث جان کو اپنے لئے دستور العمل بنائیں۔
اور حضرت میاں صاحب مرحوم کے لائق جانشین مولوی سید ابوالحسن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کی ہمت و محنت کی داد خریداری مکمل فتاویٰ سے فرمائیں خصوصاً ایسی حالت میں کہ زمانہ کو احکام شریعت حقہ کی ازبس ضرورت ہے اور ہر مسلمان کو تہذیب نفس کی حاجت ہے۔ جناب مولوی سید ابوالحسن صاحب لائق جانشین میاں صاحب مرحوم کی ہمت بڑھانی اور مکمل فتاویٰ کی خریداری لازم ہے۔ فجزاہ اللہ عنا وعن جمیع المسلمین وما علینا الا البلغ المبین۔

بندہ محفوظ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

# اشاریہ

## فتاوے نذیریہ کامل

ناشر

اہلحدیث اکادمی ــــ کشمیری بازار لاہور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




## ا

ابراہیم (ابو محمد)

جلد سوم - ۴۵۹،

احمد (اعظم گڑھی)

جلد اوّل - ۳۶۲،

جلد دوم - ۴۷، ۹۱، ۲۸۱، ۳۹۱، ۴۲۷، ۵۴۹،

جلد سوم - ۱۲۶، ۳۷۳،

احمد (سیّد)

جلد اوّل - ۴۹۱،

احمد (قاری)

جلد دوم - ۵۲،

احمد ابراہیم

جلد دوم - ۴۰۶،

احمد الدین

جلد اول - ۵۳، ۳۵۶، ۷۱۳،

احمد اللہ

جلد اول - ۱۳۶،

جلد دوم - ۴۷، ۵،

احمد حسن خاں (مراد آبادی)

جلد اوّل - ۳۷۹،

احمد حسن (دیوبندی)

جلد سوم - ۲۰۹

احمد حسن (سیّد)

جلد اول - ۱۸۰، ۲۲۷، ۳۷۸، ۵۴۵، ۵۷۰، ۶۱۷، ۷۱۰،

جلد دوم - ۴۰۰، ۴۰۷، ۱۰۶، ۱۷۳، ۱۷۶، ۵۰۱،

جلد سوم - ۱۹۳،

احمد حسین (سیّد)

جلد اول - ۶۵، ۴۸۹،

احمد سعید (دہلوی)

جلد سوم - ۱۷۲، ۳۳۲، ۳۷۱،

احمد علی (سہارنپوری)

جلد سوم - ۴۶۲،

احمد علی (میرٹھی)

جلد دوم - ۱۱۸، ۱۲۲، ۲۹۳، ۴۱۱،

جلد سوم - ۳۱۱، ۳۳۲،

اکرام علی

جلد اول - ۲۵۹،

آل حسن (امروہی)

جلد اول - ۴۸۹،

الطاف حسین (فاضل پوری)

جلد اول - ۱۷،

اللہ داد (قندھاری)

جلد اول - ۴۹۱،

اللہ دیا (حافظ)

جلد اوّل - ۱۸۱،

الٰہی بخش

جلد اول - ۱۸۰، ۲۲۹، ۳۷۸، ۵۴۵، ۷۱۰، ۷۱۵،

جلد دوم - ۲۱۶،


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




امام الدین (لاہوری)

جلد دوم - ۵۷۳، ۵۷۴،

امانت اللہ

جلد دوم (۳۱۸

امیر احمد (نقوی)

جلد اول - ۶۷،

جلد دوم - ۴۶۷، ۴۷۴،

جلد سوم - ۱۹۳،

امیر باز (خاں)

جلد دوم - ۲۱۵،

امیر حسن (بہاری)

جلد اوّل - ۱۸۱، ۶۲۳،

جلد دوم - ۵۰۶،

انور علی شاہ (کشمیری)

جلد دوم - ۲۸۸،

جلد سوم - ۳۱۱،

## ب

بدر الدین قاضی،

جلد دوم - ۲۸۷،

برکت اللہ (پشاوری)

جلد اوّل - ۱۲۹،

## ت

تائب علی (ابو محمد)

جلد اول - ۱۱۷،

تصدق حسین

جلد اوّل - ۳۷۹،

تلطف حسین (عظیم آبادی)

جلد اول - ۶۵، ۱۳۹، ۱۸۰، ۲۷۴، ۳۷۸،
۳۸۵، ۵۲۴، ۶۱۷، ۶۲۳، ۷۰۰، ۷۱۵،

جلد دوم - ۴۰، ۱۰۶، ۱۱۴، ۱۱۶، ۱۷۳، ۱۹۹،
۲۲۰، ۲۹۹، ۵۱۰، ۵۲۷، ۵۷۰،

جلد سوم - ۱۱۴، ۱۶۰، ۱۶۸، ۲۵۱، ۲۶۱، ۲۹۵،
۳۳۷، ۴۰۴،

توسل حسین

جلد دوم (۳۶،

## ث

ثابت علی

جلد اول - ۵۷۷،

جلد سوم - ۳۱۰،

## ج

جعفر علی

جلد اوّل - ۱۸۴،

جمیل الدین (بہاری)

جلد دوم - ۳۸۹،

جلد سوم - ۱۴۴،


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




## ح

حامد علی (سید)

جلد دوم - ۳۲۳،

حبیب احمد (دہلوی)

جلد اول - ۲۸۲، ۳۴۷،

جلد دوم - ۴۲۵،

جلد سوم - ۳۶۰،

حسن علی (خان)

جلد اوّل - ۶۲۳،

حسین عرب (شیخ)

جلد دوم - ۴۰۶،

حفیظ اللہ

جلد اوّل - ۵۳، ۱۱۷، ۱۲۹، ۱۴۵، ۲۰۷، ۲۲۳، ۲۲۹، ۲۴۵، ۲۶۷، ۲۸۵، ۳۵۶، ۳۷۸، ۴۳۸، ۴۰۷، ۴۸۶، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۹، ۵۷۰، ۵۵۷، ۶۰۹، ۶۹۲، ۷۱۰، ۷۱۷،

جلد دوم - ۴۷، ۴۹، ۱۱۴، ۱۱۷، ۱۷۶، ۱۹۷، ۲۲۸، ۳۳۲، ۳۸۵، ۴۷۴، ۵۰۱، ۵۰۷، ۵۷۰، ۵۹۵،

جلد سوم - ۲۳۴، ۲۵۰، ۲۹۲، ۲۹۵، ۳۳۲، ۴۰۴، ۴۳۴، ۴۵۶،

حفیظ اللہ (اعظم گڑھی)

جلد اوّل - ۳۷۸، ۴۸۶،

حفیظ اللہ (بنگالی)

جلد اوّل - ۱۸۰،

حفیظ اللہ (خان)

جلد اوّل - ۶۰۸،

جلد دوم - ۴۷، ۲۳۶، ۲۸۷،

حمید الرحمٰن (نصیر آبادی)

جلد اول - ۲۱، ۲۴۰، ۳۷۱،

جلد سوم - ۱۶۵

حمید اللہ

جلد اوّل - ۷، ۴۳۴،

جلد دوم - ۲۸۷، ۳۸۱، ۴۰۱،

جلد سوم - ۲۵۰، ۴۲۰،

حیدر علیؒ

جلد اول - ۴۹۱،

## خ

خلیل احمد (مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند)

جلد سوم - ۲۶۶،

خلیل احمد (مدرس مظاہر العلوم سہارنپور)

جلد سوم - ۳۱۰،

خلیل الرحمٰن

جلد اوّل - ۳۵۳،

جلد دوم - ۴۲۷،

جلد سوم - ۷۰، ۵۵، ۶۷، ۱۷۰، ۳۲۳،

## س

راج

جلد دوم - ۲۳۹،


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




رافت علی

جلد اول - ۴۸۹،

رحمت اللہ (دیناپوری)

جلد اوّل - ۱۱۸،

جلد دوم - ۵۰، ۲۸۷،

جلد سوم - ۳۳۲،

رحمت علی خاں (سید)

جلد دوم - ۴۹، ۲۸۷،

رحمت علی (سید)

جلد دوم - ۳۳۲، ۵۰۹،

رحمت علی (مراد آبادی)

جلد اوّل - ۳۷۹،

رحیم اللہ (پنجابی)

جلد اوّل - ۱۱۸،

رحیم اللہ (مئوی)

جلد اوّل - ۱۸۱،

رشید احمد (گنگوہی)

جلد اوّل - ۵۳، ۲۰۳، ۲۲۸، ۳۶۹، ۴۱۵، ۴۹۰، ۵۷۶، ۷۱۳،

جلد دوم - ۵۶۹،

جلد سوم - ۲۱۲، ۳۱۰،

رکن الدین

جلد اول - ۴۸۷،

## ز

زاہد حسین

جلد دوم - ۳۱۰،

زکریا

جلد سوم - ۳۳۷،

## س

سبط احمد (نقوی)

جلد دوم - ۴۸،

سراج احمد

جلد دوم - ۴۷،

سراج الدین (حصاری)

جلد دوم - ۴۴۰، ۴۴۵،

سرفراز علی

جلد اوّل - ۲۲۳،

سعادت حسین (بہاری)

جلد سوم - ۴۶۲،

سعادت علی (سہارنپوری)

جلد اول - ۲۸۳،

جلد دوم - ۲۱۴،

سعد

جلد سوم - ۴۰۴،

سلامت اللہ

جلد دوم - ۱۰۹،


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




سلطان حسین (سید)
جلد دوم - ۳۰۵،

سید حسن (مراد آبادی)
جلد اول - ۳۷۸،

سید حسن (قادری)
جلد اول - ۱۲۹،

سید علی (دہلوی)
جلد اوّل - ۱۲۹،

سید محمد (حافظ)
جلد سوم - ۴۳۳،

## ش

شرافت علی (مراد آبادی)
جلد اوّل - ۳۷۹،

شریف حسین (سید)
جلد اوّل - ۶۵، ۷۶، ۱۴۵، ۱۸۰، ۲۰۷، ۲۲۰، ۲۲۹، ۲۶۷، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۵۶، ۳۷۳، ۳۷۸، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۸، ۳۹۶، ۴۸۶، ۴۹۴، ۵۲۲، ۵۳۱، ۵۴۵، ۵۷۰، ۶۱۷، ۶۲۳، ۶۴۲، ۶۴۸، ۶۷۹، ۶۹۰، ۷۱۰، ۷۱۳، ۷۱۵، ۷۱۷،
جلد دوم ۴۰، ۶۸، ۹۷، ۱۰۶، ۱۰۹، ۱۵۷، ۱۶۱، ۱۶۹، ۱۷۳، ۱۷۶، ۱۹۹، ۲۱۶، ۲۲۰، ۲۲۸، ۲۴۴، ۲۶۷، ۳۰۷، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۷، ۳۲۹، ۳۳۳، ۳۳۹، ۳۴۴، ۳۴۸، ۳۵۱، ۳۵۳، ۴۷۵، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۸، ۵۱۰، ۵۳۰، ۵۷۷، ۵۹۷، ۶۰۰،
جلد سوم - ۱۴، ۶۵، ۶۹، ۸۵، ۹۲، ۹۹، ۱۱۴، ۱۳۱، ۱۵۹، ۱۶۲، ۱۶۸، ۱۷۳، ۱۹۳، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۳۱، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۷۳، ۲۹۲، ۲۹۵، ۳۰۲، ۳۰۴، ۴۰۴، ۴۱۴، ۴۴۳، ۴۶۰، ۴۷۶،

شہاب الدین
جلد اول - ۱۸۰، ۳۷۸، ۴۸۶،
جلد سوم - ۲۸۴،

## ض

ضیاء الحق (دہلوی)
جلد اوّل - ۶۵۲،

ضیاء الدین (خواجہ)
جلد اوّل - ۵۳، ۲۲۳،
جلد دوم - ۴۹، ۱۹۷، ۲۱۴، ۲۸۷،

## ظ

ظل الرحیم (رحیم آبادی)
جلد اوّل - ۱۸۱،

ظہور حسن
جلد اول - ۳۸۰،


محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# ع


**عالم علی** (مرادآبادی)

جلدسوم - ۴۶۲،

**عباداللہ** (پشاوری)

جلداول - ۳۸۰،

**عبدالباری** (نقوی)

جلددوم - ۴۸،

**عبدالتواب** (ملتانی)

جلداوّل - ۱۵۹، ۳۸۶، ۶۱۳،

جلدسوم - ۳۲۲،

**عبدالجبار** (بن عبدالعلی)

جلداوّل - ۲۵۲،

**عبدالجبار** (حیدرآبادی)

جلداول - ۲۵۲،

جلددوم - ۳،

**عبدالجبار** (عمرپوری)

جلددوم - ۵۳۸

جلدسوم - ۲۱، ۴۱،

**عبدالجبار** (غزنویؒ)

جلداوّل - ۴۱۴،

جلددوم - ۲۷۸، ۳۰۰

جلدسوم - ۲۰۹،

**عبدالجلیل** (عربی)

جلددوم - ۱۱۴، ۴۲۵، ۵۲۸،

جلدسوم - ۲۵۱،

**عبدالحفیظ**

جلداوّل - ۸،

جلدسوم - ۵۷، ۹۷،

**عبدالحق** (اعظم گڑھی)

جلداوّل - ۴۷۳، ۵۷۹، ۶۵۷، ۶۶۶،

جلددوم - ۳، ۶۷، ۹۹، ۱۸۹، ۲۵۴، ۲۷۱،

۲۸۸، ۳۸۵، ۴۳۴، ۴۳۹، ۴۵۹، ۴۶۴، ۴۷۱،

۴۸۴، ۵۳۴، ۵۶۹،

جلدسوم - ۴۷، ۴۸، ۵۴، ۵۶، ۹۸، ۱۵۱، ۳۱۲،

۴۸۰،

**عبدالحق** (لودھیانوی)

جلداوّل - ۲۵۲، ۳۴۱، ۴۰۷، ۵۲۹، ۵۷۷،

جلدسوم - ۲۵۱، ۳۱۷،

**عبدالحق** (مفسر تفسیر حقانی)

جلداول - ۳۵۱،

**عبدالحکیم** (ابوعبدالرشید)

جلددوم - ۴۴۰،

**عبدالحکیم** (احمدی)

جلدسوم - ۴۰۴،

**عبدالحکیم** (سکندرآبادی)

جلدسوم - ۳۱۰،

**عبدالحکیم** (نصیرآبادی)

جلددوم - ۴۴۵،

جلدسوم - ۷۲،


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




عبدالحمید

جلد اوّل - ۱۸۰، ۲۲۳، ۲۲۹، ۲۷۸، ۴۰۷، ۴۱۷،

جلد دوم - ۴۰۰، ۵۵۰،

عبدالحمید (جلیسری)

جلد اول - ۱۱۷، ۱۸۰، ۳۷۸،

عبدالحمید (عظیم آبادی)

جلد اول ۱۱۷،

عبدالحمید (محمدی)

جلد دوم - ۲۱۵، ۳۸۷،

عبدالحمید (مظفرنگری)

جلد اوّل - ۴۹۱،

عبدالخالق (دہلوی)

جلد اول - ۱۲۹، ۴۸۴،

جلد دوم - ۴۹، ۲۸۷، ۳۳۲،

جلد سوم - ۱۷۲، ۲۰۶، ۲۹۷،

عبدالخالق (کلکتوی)

جلد دوم - ۵۲۸،

عبدالرب

جلد اول - ۲۴۵، ۲۸۵، ۳۴۲، ۳۸۵، ۴۹۰، ۶۰۹، ۶۹۲،

جلد دوم - ۴۹، ۲۲۸، ۲۸۷، ۳۳۲، ۵۵۳،

جلد سوم - ۴۵۶،

عبدالرحمٰن (ابوطاہر)

جلد سوم - ۴۰۴،

عبدالرحمٰن (پانی پتی)

جلد دوم - ۵۲، ۲۱۵،

عبدالرحمٰن (پشاوری)

جلد اول - ۳۸۰،

عبدالرحمٰن (پنجابی)

جلد اول - ۳، ۱۹۹،

جلد دوم - ۳۸۵،

عبدالرحمٰن (قندھاری)

جلد سوم - ۴۸۷

عبدالرحمٰن (لاہوری)

جلد دوم - ۱۱۴،

جلد سوم - ۱۷۰،

عبدالرحیم (اعظم گڑھی)

جلد اول - ۱۹۹، ۲۱۰، ۲۷۵، ۳۳۷، ۳۵۹، ۳۶۰، ۴۰۳، ۵۶۵، ۵۷۴، ۶۸۳، ۷۲۳،

جلد دوم - ۱۳۱، ۱۷۴، ۲۷۱، ۴۵۵، ۵۸۵،

جلد سوم - ۶۶، ۱۴۵، ۱۶۵، ۲۰۶، ۳۵۰، ۴۲۵، ۴۵۹،

عبدالرحیم (مدرس مدرسہ حسین بخش)

جلد سوم - ۸۴،

عبدالرزاق

جلد اول - ۲۲۳،

عبدالرؤف (بخاری)

جلد سوم - ۳۱۱،


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




عبدالرؤف (بہاری)
جلد اول - ۳۸۵، ۵۲۴، ۵۲۹،
جلد دوم - ۱۱۴، ۱۱۷، ۳۸۵،
جلد سوم - ۲۵۱،
عبدالسمیع (رام پوری)
جلد اول - ۴۸۸،
جلد دوم - ۲۱۴،
عبدالصمد (بہاری)
جلد دوم - ۵۰۲،
جلد سوم - ۳۱۰
عبدالطیف
جلد اول - ۵۲۴،
جلد دوم - ۵۲، ۱۱۴، ۱۱۷،
جلد سوم - ۲۵۱،
عبدالعزیز (کلکتوی)
جلد دوم - ۵۲۷،
عبدالعزیز (مظفر پوری)
جلد سوم - ۴۵۹،
عبدالعزیز (ملتانی)
جلد اول - ۵، ۴۷۲، ۵۷۱، ۶۴۷،
جلد دوم - ۲۹۶،
جلد سوم - ۱۶۴،
عبدالعلی (کلکتوی)
جلد دوم - ۵۲۷،
عبدالغفور (بنگالی)
جلد اوّل - ۱۸۰،
عبدالغنی (اکبرآبادی)
جلد اول - ۳۸۰،
عبدالغنی (کرنال)
جلد اوّل - ۵۷۷،
جلد دوم - ۵۰۰، ۵۲،
عبدالقادر (چاڑگامی)
جلد سوم - ۳۱۱،
عبدالقدوس (غزنوی)
جلد اول - ۳۸۶،
عبدالکریم (پنجابی)
جلد اول - ۴۰۵،
جلد دوم - ۲۲۰،
عبداللہ (ابومحمد)
جلد دوم - ۳۲۰، ۳۳۲،
جلد سوم - ۳۹، ۴۶،
عبداللہ (بالاکوٹ)
جلد سوم - ۳۱۰،
عبداللہ (حافظ)
جلد دوم - ۵۰۱،
جلد سوم - ۴۰۴،
عبداللہ (خاں)
جلد سوم - ۳۱۱،


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




عبداللہ فضل حسین (مظفرپوری)
جلدسوم - ۴۵۹،
عبدالمجید (خان)
جلداول - ۱۸۴،
عبدالمنان (وزیرآبادی)
جلدسوم - ۴۷۲،
عبدالنور (مظفرپوری)
جلددوم - ۲۹۳،
عبدالوہاب (سید)
جلداول - ۲۷۵، ۴۰۱، ۴۷۴،
جلددوم - ۱۰، ۲۲۱، ۴۸۰،
جلدسوم - ۲۴۳، ۳۱۹،
عبدالوہاب (ملتانی)
جلداول - ۲۸، ۱۱۷، ۲۰۳، ۲۵۲، ۳۰۵، ۳۸۵، ۴۰۸، ۴۵۲، ۵۲۹، ۵۷۰، ۵۷۷، ۶۱۳، ۷۱۶،
جلددوم (۹۴، ۸۸، ۱۴۱، ۱۱۶، ۱۱۹، ۲۱۵، ۲۸۱، ۲۹۳، ۳۸۵، ۴۷۳، ۴۸۵، ۵۷۰،
جلدسوم - ۱۱۱، ۱۶۸، ۲۵۱، ۲۶۱، ۴۰۴،
عبدالہادی (اسلام آبادی)
جلداول - ۱۸۱، ۲۲۸،
عبدالرحمٰن
جلددوم - ۳۸۹،
عزیزالرحمٰن (دیوبندی)
جلداول - ۱۵۱،
جلددوم - ۲۵۸،
جلدسوم - ۲۶۶، ۳۱۰،
علاؤالدین
جلددوم - ۴۹،
علی (ابوتراب)
جلددوم - ۴۸،
علی احمد (مدراسی)
جلداول - ۱۱۸، ۱۸۴،
جلددوم - ۶۹، ۱۳۶، ۲۰۷، ۴۵۲، ۴۶۷، ۴۶۸،
جلدسوم - ۱۶۱، ۱۷۵،
علی احمد (پھلواری)
جلدسوم - ۴۶۲،
علی حسن (خاں)
جلداول - ۱۸۱،
علی حسن (مرادآبادی)
جلداول - ۳۷۹،
علیم الدین حسین
جلداول - ۷۱۰،
علی محمد (فیروزپوری)
جلداول - ۱۶۴، ۳۹۸، ۷۱۸،
جلددوم - ۱۶۴، ۲۶۲، ۲۹۹، ۳۱۶، ۳۶۲، ۳۹۸، ۴۸۹،
جلدسوم - ۶۱،
عنایت الٰہی
جلدسوم - ۱۳۱،


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




عنایت اللہ

جلد اول - ۴۸۶،

عین الدین (المشیابرجی)

جلد اول - ۳۳۸، ۴۰۱، ۵۶۵، ۷۲۳،

جلد دوم - ۱۲۰، ۱۳۰، ۳۵۵، ۳۵۷، ۵۴۷، ۵۸۷،

جلد سوم - ۱۱۷، ۳۶۶،

غ

غلام احمد (گجراتی)

جلد سوم - ۳۱۰،

غلام اللہ (لاہوری)

جلد دوم - ۵۷۰

غلام حسین (فیروزپوری)

جلد سوم - ۳۱۱،

غلام حسین (مونگیری)

جلد اول - ۱۱۷،

جلد دوم - ۲۹۲،

غلام رسول (دیوبند)

جلد سوم - ۳۱۱،

غلام رسول (قصوری)

جلد اول - ۱۲۹،

جلد دوم - ۲۶۶،

غلام علی

جلد اول - ۱۴۹،

جلد دوم - ۵۷۴،

جلد سوم - ۲۰۶،

غلام محی الدین (دیگہ والا)

جلد دوم - ۵۷۳، ۵۷۴،

غلام محی الدین (لاہوری)

جلد دوم - ۵۷۳،

غلام یحییٰ

جلد اول - ۳۵۸،

ف

فتح دریا (حافظ)

جلد سوم - ۴۰۴،

فتح محمد (دہلوی)

جلد دوم - ۲۸۸،

فتح محمد (فتح پوری)

جلد اول - ۳۴۷، ۶۵۲،

جلد سوم - ۳۶۰،

فضل الٰہی

جلد اول - ۱۱۸،

فضل رب (بہاری)

جلد دوم - ۲۹۳،

فقیر احمد (سعید آبادی)

جلد دوم - ۲۷۳، ۳۳۲، ۵۰۹،

فقیر حسین (دہلوی)

جلد اول - ۱۱۶،


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




## ق

قادر بخش (حافظ)

جلد اول - ۵۷۶،

جلد دوم - ۱۵۲،

جلد سوم - ۴۰۴،

قادر علی

جلد اول - ۱۱۶،

قاسم علی (حاجی)

جلد اوّل - ۲۱۷،

قلندر علی (سید)

جلد اوّل - ۴۸۶،

قمر الدین (بریلوی)

جلد سوم - ۳۱۱،

قمر الدین (سہارنپوری)

جلد سوم - ۳۱۰،

## ک

کریم الدین (عظیم آبادی)

جلد اول - ۱۱۷،

کریم بخش

جلد اول - ۴۸۹،

## گ

گل محمد (دیوبند)

جلد سوم - ۳۱۱،

## ل

لطف علی (بہاری)

جلد سوم - ۴۶۲،

## م

محبوب علی (جعفری)

جلد اول - ۱۳۶، ۱۴۹، ۲۲۳، ۲۵۹، ۴۸۴،

جلد دوم - ۴۹، ۵۰۹، جلد سوم - ۲۰۶، ۲۹۷،

محمد ابراہیم (بہاری)

جلد اول - ۳۱، ۲۷۸،

جلد دوم - ۴۷۲،

جلد سوم - ۱۴۰،

محمد ابراہیم (حنفی)

جلد دوم - ۵۴۳،

محمد ابراہیم (دہلوی)

جلد اول - ۱۱۶، ۱۳۹، ۳۴۷، ۳۸۶، ۶۹۳،

جلد دوم - ۱۳۸، ۱۶۲، ۲۸۵، ۲۸۸، ۴۹۰،

جلد سوم - ۲۱، ۵۴، ۸۴،

محمد (ابو احمد)

جلد سوم - ۴۳۵،

محمد (ابو البرکات)

جلد اول - ۲۷۸، ۳۷۸، ۶۱۷،

جلد سوم - ۲۸۴،

محمد (ابو الحسن)

جلد اوّل - ۳، ۵، ۷، ۱۱۷، ۱۳۹، ۱۵۹، ۱۷۲، ۲۰۰،

۲۴۲، ۳۲۵، ۳۷۶، ۳۸۵، ۳۹۸، ۴۱۰، ۴۶۱، ۵۴۸،

۵۶۹، ۵۷۱، ۵۷۵، ۶۱۳، ۶۴۳، ۶۴۷، ۶۶۸،


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جلد دوم - ۴۳، ۴۷، ۵۳، ۷۰، ۹۲، ۱۰۷، ۱۱۵، ۱۹۰، ۲۳۱، ۲۵۸، ۲۶۷، ۲۸۱، ۲۹۶، ۲۹۸، ۳۰۳، ۳۴۵، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۶۳، ۳۶۶، ۳۹۲، ۳۹۹، ۴۰۵، ۴۰۹، ۴۱۲، ۴۳۳، ۴۶۸، ۴۷۵، ۴۷۸، ۵۲۲، ۵۲۵، ۵۴۴، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۸، ۵۹۱، ۵۹۳، ۵۹۹،

جلد سوم - ۷، ۳۳، ۵۴، ۵۷، ۱۱۸، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۴۳، ۱۴۶، ۱۷۰، ۲۰۸، ۲۱۰، ۲۱۳، ۲۲۰، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۸۵، ۳۱۰، ۳۱۲، ۳۲۲، ۳۸۳،

محمد (ابوعبدالرحمٰن)

جلد اول - ۳۸۶، ۴۸۱،

جلد سوم - ۴۰۴،

محمد (ابویحییٰ)

جلد دوم - ۲۷۲،

محمد احسن اللہ (پشاوری)

جلد اول - ۱۲۹،

محمد احسن (صدیقی)

جلد اوّل - ۲۲۹،

محمد احکم (جلیسری)

جلد سوم - ۳۱۰،

محمد احمد (ابوالحامد)

جلد اول - ۱۸۰،

جلد دوم - ۱۰۶،

محمد احمد (سیّد)

جلد اول - ۳۵۶،

محمد ادریس (ابوعبداللہ)

جلد اوّل - ۴۲۳، ۶۱۴،

جلد دوم - ۳۸۰،

جلد سوم - ۴۵۹،

محمد اسد علی (اسلام آبادی)

جلد اول - ۵۳، ۶۷، ۲۰۳، ۲۴۵، ۲۸۵، ۴۸۶،

۵۰۶، ۵۲۲، ۶۰۹، ۶۳۴، ۶۹۲،

جلد دوم - ۲۱۵، ۲۲۸،

جلد سوم - ۲۷۶، ۲۹۶، ۴۴۵، ۴۵۶،

محمد اسحٰق (بہاری)

جلد اول - ۲۶۷،

جلد دوم - ۷۴،

جلد سوم - ۲۰۹-۲۱، ۲۸۴،

محمد اسمٰعیل (سیّد)

جلد اول - ۵۷۷،

محمد اسمٰعیل (علیگڑھ)

جلد اول - ۲۲۳، ۴۴۸، ۵۲۸،

جلد دوم - ۳۱۳، ۵۶۸، ۵۷۰،

جلد سوم - ۲۷۶، ۴۵۹،

محمد اشرف

جلد اول - ۶۱۴، ۶۱۰،

جلد سوم - ۲۶۶،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




محمد اشرف (خواجہ)

جلد اول - ۲۲۳،

جلد دوم - ۵۲۸،

محمد اعظم

جلد اول - ۴۰۴،

محمد اکرم (ابوالمکارم)

جلد اوّل - ۳۷۷،

محمد (المعروف بحامد رضا بریلوی)

جلد دوم - ۱۲۶،

محمد امام الدین

جلد اول - ۱۸۴،

محمد امانت اللہ (ابوعبداللہ)

جلد دوم - ۲۸۱،

محمد امداد علی

جلد اوّل - ۴۸۹،

محمد امیر الدین (پٹیالوی)

جلد اول - ۵۷۶،

جلد دوم - ۱۱۴، ۱۱۶،

جلد سوم - ۲۵۱، ۲۶۱، ۳۳۷،

محمد امیر (لکھنوی)

جلد اوّل - ۱۸۰

محمد امیر یار (خاں)

جلد اول - ۴۸۸،

محمد امین (الحسینی الحسنی)

جلد سوم - ۳۸۲،

محمد امین الدین

جلد اول - ۲۰۳، ۴۸۶،

جلد سوم - ۲۲۶،

محمد انعام اللہ

جلد اول - ۱۸۴،

محمد انور حسین (ابوالخیر)

جلد سوم - ۲۵۴،

محمد انور علی

جلد دوم - ۱۰۹،

محمد اوسط (بہاری)

جلد سوم - ۳۲۲،

محمد ایوب

جلد دوم - ۳۸۰،

محمد برکت اللہ (دہلوی)

جلد اول - ۱۲۹، ۱۳۶، ۱۴۹،

جلد دوم - ۴۹،

محمد بشیر الدین (قنوجی)

جلد اول - ۱۳۶، ۱۴۹، ۱۶۱،

جلد سوم - ۴۳۵،

محمد بشیر (بھوپال)

جلد دوم - ۲۰۴،

محمد بشیر (سہسوانی)

جلد اول - ۳۴۸، ۳۵۲،

جلد دوم - ۴۷، ۴۹، ۸۰، ۱۰۹، ۱۱۸، ۱۲۹، ۱۹۰،
۳۸۱، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۴۰۴،


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



۴۲۶، ۴۲۷، ۴۷۱، ۴۹۳، ۵۲۷، ۵۴۷، ۵۴۹، ۵۴۹،
۱۱۸، ۱۱۹،
جلد سوم - ۳۲۰، ۳۳۱، ۴۵۸،
محمد (بن بارک اللہ لکھنوی)
جلد اول - ۱۲۹، ۱۳۶، ۱۴۹،
جلد دوم - ۴۷۴، ۵۷۴،
جلد سوم ۲۰۶،
محمد (بن عبدالعزیز قاضی بھوپال)
جلد سوم - ۴۵۸،
محمد بنیامین (خاں)
جلد دوم - ۲۸۱،
محمد تفضل حسین (رام پوری)
جلد اوّل - ۳۷۸
محمد تقی (خاں)
جلد اول - ۱۰۸، ۴۸۴،
جلد دوم - ۵۰۶،
جلد سوم - ۲۹۷
محمد جمال الدین
جلد اول - ۴۶۵،
محمد جمیل (اعظم گڑھی)
جلد اوّل - ۱۸۰، ۶۲۳،
محمد حامد
جلد دوم - ۲۹۳،
محمد حبیب اللہ (اعظم گڑھی)
جلد اول - ۳۷۹،
محمد حسن (دیوبند)
جلد اول - ۱۳۹، ۲۲۳،
جلد سوم - ۳۱۰،
محمد حسین
جلد اول - ۶۷، ۲۲۳، ۲۴۷، ۳۸۴، ۳۸۶،
۵۷۶، ۶۹۲،
جلد دوم - ۱۳۸، ۲۸۸، ۴۰۸، ۴۹۰، ۵۰۱، ۵۳۶،
۵۴۷،
جلد سوم - ۲۱، ۲۸، ۳۲، ۵۴، ۴۵۶،
محمد حسین (ابو عبدالحی)
جلد سوم - ۳۳۷،
محمد حسین (الحسنی القدوسی)
جلد اول - ۳۸۰،
محمد حسین (رشالوی)
جلد اول - ۵، ۱۳۶، ۱۳۹، ۵۷۱، ۶۱۴، ۶۴۷،
۷۱۵،
جلد دوم - ۱۳۵، ۲۶۶، ۴۷۴،
جلد سوم - ۹۳، ۲۰۶،
محمد حسین (رپٹیالوی)
جلد اول ۲۲۳،
محمد حسین تمنا (مراد آبادی)
جلد اول - ۳۷۹،
محمد حسین خان (خورجوی)
جلد اول - ۴۰۸، ۵۷۷،
جلد دوم - ۱۱۴، ۱۱۷، ۵۷۰،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




محمد حسین خاں (مرادآبادی)

جلد اول - ۱۸۱،

محمد حسین (سلطانپوری)

جلد اول - ۱۸۱،

محمد حسین (قادری وغفوری)

جلد اول - ۱۴۵، ۲۰۷، ۲۶۷، ۳۵۶، ۷۱۷، ۴۱۲،

محمد حفیظ اللہ

جلد دوم - ۳۱۳

محمد حمایت اللہ (جلیسری)

جلد اول - ۵۰۲، ۵۷۷،

جلد دوم - ۴۸۱،

جلد سوم - ۱۹، ۵۹، ۳۵۱، ۴۰۴،

محمد حیات اللہ (جلیسری)

جلد اول - ۱۱۸،

محمد حیدر علی

جلد اول - ۱۸۴،

محمد (خانپوری)

جلد دوم - ۵۰۱،

محمد خلیل (ابوالجمیل)

جلد دوم - ۵۷۱،

محمد دارم (پیر)

جلد اول - ۵۳، ۷۱۳،

محمد داؤد (حافظ)

جلد سوم - ۴۰۴،

محمد دبیر الرحمٰن (رنگالی)

جلد اول - ۱۱۷،

محمد (دہلوی)

جلد اول - ۵۷۷،

محمد (راجشاہی)

جلد اول - ۱۸۱،

جلد دوم - ۵۱، ۵۳۰

محمد رحمت اللہ

جلد دوم - ۵۰۶،

محمد رضی الدین

جلد دوم - ۲۷۳،

محمد رمضان (قصبہ بوڑیہ)

جلد اول - ۴۹۱،

محمد زین العابدین (بدایونی)

جلد اول - ۱۱۷،

جلد دوم - ۴۸،

محمد سبحان علی (لکھنوی)

جلد دوم - ۱۹۸،

محمد سدید الدین

جلد اول - ۳۵۸،

محمد سعد اللہ

جلد دوم - ۳۱۳،

جلد سوم - ۱۹۳،

محمد سعید (بنارسی)

جلد سوم - ۲۸۴،


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




محمد سعید (کنجاہی)

جلد اول - ۱۸۱،

جلد دوم - ۱۹۱، ۵۸۱

جلد سوم - ۲۷، ۴۲۷،

محمد سلامت اللہ

جلد دوم - ۴۰۶

محمد شاہ (پنجابی)

جلد دوم - ۵۰۶،

محمد شاہ (صدیقی)

جلد اول - ۲۲۳، ۳۸۵،

محمد (شاہجہان پوری)

جلد اول - ۴۰۴،

جلد دوم - ۳۶۵، ۳۶۹، ۴۱۶،

محمد شبلی

جلد سوم - ۲۹۶،

محمد شرف الدین (دہلوی)

جلد دوم - ۲۴۴، ۲۷۸،

جلد سوم - ۱۹، ۹۵، ۱۵۱، ۲۸۱، ۳۵۳،

محمد شفیع

جلد اول - ۱۸،

محمد شکر اللہ

جلد اول - ۳۸۰،

محمد شمس الحق (عظیم آبادی)

جلد اول - ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۴۶، ۲۱۵، ۲۲۰، ۲۷۹، ۳۹۳، ۴۳۶، ۴۵۱، ۵۰۲، ۵۴۰، ۶۱۴، ۶۴۶، ۷۱۰، ۷۱۵،

جلد دوم - ۱۰۶، ۳۸۰، ۵۶۰،

جلد سوم - ۴۱، ۳۰۸، ۳۱۳،

محمد شمس الدین

جلد دوم - ۱۱۴،

جلد سوم - ۲۵۱،

محمد شہود الحق

جلد اول - ۱۸۰، ۷۱۵،

جلد دوم - ۱۰۶،

جلد سوم - ۱۹۳،

محمد صدر الدین

جلد اول - ۱۰۳، ۱۴۹، ۴۸۴،

جلد دوم - ۳۶، ۱۹۸، ۲۳۱، ۲۳۲، ۳۴۱، ۵۰۶، ۵۵۰،

جلد سوم - ۸۹، ۱۷۲، ۲۰۶، ۲۵۵، ۲۹۷، ۳۳۲، ۴۳۳، ۴۵۶،

محمد صدیق

جلد اول - ۱۴۵، ۱۸۴، ۲۰۷، ۲۲۳، ۷۱۷،

جلد دوم - ۳۱۳، ۵۵۱،

جلد سوم - ۴۵۶،

محمد صدیق (پشاوری)

جلد اول - ۲۲۳،

جلد دوم - ۵۰۶،

محمد ضمیر الحق

جلد دوم - ۲۹۳،


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



محمد ضیاء الدین
جلد دوم - ۵۰۹،
محمد طاہر (سلہٹی)
جلد اوّل - ۳۸۵، ۴۰۷، ۵۲۴، ۵۱۹، ۵۷۷،
جلد دوم - ۱۱۴، ۱۱۷، ۳۸۵، ۵۷۰،
جلد سوم - ۱۶۸، ۲۵۰، ۲۶۱، ۴۰۴،
محمد ظہیر الدین
جلد اول - ۴۸۶،
محمد عالم علی
جلد دوم - ۳۱۳، ۵۰۷،
محمد عبد الباری
جلد اول - ۴۸۹،
جلد دوم - ۴۲۰،
محمد عبد الجلیل
جلد اول - ۳۷۵،
محمد عبد الحفیظ (دستید)
جلد اول - ۳۲۵، ۳۵۴، ۳۵۷، ۳۹۸، ۴۰۵، ۴۴۰،
۵۲۵، ۵۷۵، ۵۹۰، ۶۲۹، ۶۳۸،
جلد دوم - ۷۲، ۱۳۷، ۲۸۸، ۲۹۰، ۳۵۳، ۴۰۷،
۵۴۵،
جلد سوم - ۲۱، ۳۳، ۶۴، ۷۳، ۱۲۴، ۱۴۰، ۱۴۴،
۲۱۱، ۲۳۹، ۲۴۲، ۲۹۳، ۳۲۴، ۳۶۳،
محمد عبد الحق (دلتانی)
جلد اول - ۱۹، ۱۳۹، ۱۶۹، ۱۸۰، ۲۱۷، ۲۲۱،
۲۳۲، ۳۲۱، ۳۵۶، ۳۶۳، ۳۷۲، ۳۷۳،
۳۹۴، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۵۵، ۴۸۴، ۴۹۷،
۵۲۲، ۵۵۷، ۵۹۵، ۶۶۱،
جلد دوم - ۸۵، ۱۷۶، ۲۰۵، ۲۱۸، ۲۶۱، ۳۰۳،
۳۵۸، ۳۹۵، ۳۹۷، ۴۰۷، ۴۴۴، ۴۵۰، ۴۵۷،
۴۶۰، ۴۷۰، ۴۷۷، ۴۷۹، ۴۸۵، ۵۷۸، ۵۸۲،
۵۸۴، ۵۸۶،
جلد سوم - ۲۹، ۴۷، ۶۰، ۶۸، ۷۴، ۸۲، ۹۶،
۱۱۰، ۱۲۳، ۱۴۵، ۱۵۷، ۱۶۹، ۱۷۷، ۲۱۶، ۲۵۰،
۲۶۱، ۳۵۲، ۳۵۴، ۳۵۶، ۳۶۹، ۴۷۳،
محمد عبد الحکیم
جلد اول - ۱۱۷، ۱۳۹، ۶۷۰، ۷۱۵،
جلد دوم - ۲۲۸،
محمد عبد الحلیمؒ
جلد اول - ۱۴۵، ۲۰۷، ۳۵۶، ۵۴۵، ۷۱۷،
جلد دوم - ۱۰۶، ۳۱۳،
محمد عبد الحلیم (ابو الحیار)
جلد اول - ۳۷۷،
محمد عبد الحمید
جلد دوم - ۳۲۳،
جلد سوم - ۲۶۰، ۲۸۴،
محمد عبد الحیّ (ابو البرکات)
جلد اول - ۱۲، ۴۹، ۴۵۲، ۵۵۴،
محمد عبد الحیّ (ابو الحسنات)
جلد اول - ۳۷۷، ۵۰۲، ۵۷۰، ۶۲۸،
جلد دوم - ۳۹، ۱۷۳، ۲۹۹، ۳۰۰، ۵۷۰،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جلد سوم - ۱۹۳، ۲۷۳،

محمد عبدالخالق (کبولنوی)

جلد سوم - ۲۸۴،

محمد عبدالرحمٰن (ابوالقاسم)

جلد دوم - ۳۸۵،

جلد سوم - ۲۵۰، ۲۶۱،

محمد عبدالرحمٰن (گیلانی)

جلد سوم - ۱۳۷،

محمد عبدالرحمٰن (مبارک پوری)

جلد اول - ۴، ۲۲، ۵۱، ۲۱۴، ۲۲۲، ۲۷۵،
۳۰۳، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۲۱، ۳۳۴، ۳۳۷، ۳۴۱،
۳۵۹، ۳۶۳، ۳۶۷، ۳۸۸، ۳۹۲، ۴۰۰، ۴۰۹،
۴۱۶، ۴۴۱، ۴۵۶، ۴۶۰، ۴۶۴، ۴۶۹، ۴۷۴،
۴۷۶، ۴۸۳، ۴۹۶، ۵۰۹، ۵۲۵، ۵۸۰، ۵۹۸،
۶۱۶، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۷، ۶۷۰،
۶۷۴، ۶۷۸، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۵، ۷۹۴، ۷۲۲،
جلد دوم - ۳، ۴، ۷، ۹، ۱۲، ۶۹، ۷۱، ۷۵، ۷۷،
۸۷، ۸۹، ۹۰، ۹۳، ۱۱۴، ۱۲۳، ۱۲۵، ۱۲۸، ۱۳۱،
۱۴۰، ۱۸۳، ۲۶۹، ۲۸۱، ۲۹۵، ۳۴۷، ۳۵۱،
۳۵۴، ۳۵۷، ۳۶۱، ۳۸۲، ۳۸۸، ۳۹۵، ۴۱۲،
۴۱۳، ۴۲۴، ۴۲۶، ۴۴۸، ۴۵۳، ۴۶۵، ۴۷۱،
۴۷۸، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۹۱، ۵۷۰، ۵۸۰، ۵۹۰،
جلد سوم - ۱۹، ۳۵، ۴۱، ۴۷، ۴۸، ۵۷، ۵۸، ۶۱،
۶۲، ۶۶، ۷۰، ۷۴، ۷۸، ۸۰، ۱۰۹، ۱۱۶، ۱۱۹،
۱۳۲، ۱۳۹، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۹، ۱۵۲، ۱۶۶، ۱۷۰،
۱۷۳، ۱۷۶، ۲۱۱، ۲۱۹، ۲۳۵، ۲۴۰، ۲۴۲،
۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۶، ۲۵۰، ۲۶۱، ۳۰۸، ۳۱۷،
۳۱۸، ۳۲۱، ۳۲۵، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۶، ۳۳۴،
۳۴۸، ۳۵۱، ۳۵۴، ۳۵۸، ۳۶۱، ۳۶۳، ۳۷۴،
۳۷۷، ۳۷۰، ۳۸۳، ۴۱۲، ۴۲۲، ۴۲۴، ۴۲۵،
۴۲۹، ۴۴۳، ۴۵۹، ۴۷۱، ۴۷۴،

محمد عبدالرشید (مراد آبادی)

جلد اول - ۳۷۹،

محمد عبدالرؤف (بہاری)

جلد دوم - ۵۷۰،

محمد عبدالرؤف (بھدانوی عظیم آبادی)

جلد اول - ۱۸۰، ۲۵۲،

محمد عبدالسبحان (خاں)

جلد اول - ۱۸۰،

محمد عبدالسلام (سید)

جلد اول - ۳-۵، ۵۳، ۱۱۷، ۱۳۹، ۱۵۹، ۱۶۲،
۲۲۸، ۲۵۲، ۲۷۸، ۳۲۵، ۳۵۲، ۳۵۸، ۳۷۴،
۳۸۵، ۳۹۸، ۴۰۷، ۴۵۲، ۵۲۹، ۵۶۹، ۵۷۱،
۵۷۵، ۵۷۷، ۶۱۳، ۶۴۳، ۶۴۷، ۶۶۸، ۶۷۳،
جلد دوم - ۱۰۷، ۱۱۴، ۱۱۷، ۲۵۸، ۲۸۱، ۲۹۴،
۲۹۷، ۳۵۳، ۳۶۶، ۳۸۵، ۳۹۹، ۴۰۹، ۴۱۱،
۴۱۴، ۴۷۴، ۴۷۸، ۵۲۲، ۵۲۵، ۵۴۴، ۵۷۰،
۵۹۹،
جلد سوم - ۷، ۴۵، ۵۷، ۱۴۳، ۲۱۴، ۲۵۱،
۲۶۱، ۲۸۴، ۳۱۲، ۳۲۲، ۳۳۷، ۳۸۳،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




محمد عبدالسلام (نصیر آبادی)

جلد سوم - ۲۸۴،

محمد عبدالصمد (بن ملا عبدالواحد خاں)

جلد اول - ۱۸۰، ۲۲۳،

جلد سوم - ۲۸۴، ۴۰۴،

محمد عبداللطیف (رہوگلوی)

جلد دوم - ۵۸۶،

محمد عبدالعزیز (ابوالبشیر)

جلد دوم - ۲۸۱،

محمد عبدالعزیز (الہاشمی المنیری)

جلد اول - ۴۸۶،

محمد عبدالعزیز (جلال آبادی)

جلد اول - ۱۸۰،

جلد دوم - ۱۰۷،

محمد عبدالعزیز (رحیم آبادی)

جلد اول - ۱۸۰، ۵۴۲، ۶۲۳، ۷۱۵،

جلد دوم - ۷۷، ۷۸،

محمد عبدالعزیز (عظیم آبادی)

جلد اول - ۱۸۰،

جلد دوم - ۱۰۶،

جلد سوم - ۶۳، ۲۱۷، ۲۸۴،

محمد عبدالعزیز (فاتن پوری)

جلد اول - ۳۷۸، ۴۸۶،

جلد دوم - ۲۹۳،

محمد عبدالعزیز (مراد آبادی)

جلد اول - ۱۸۱، ۲۷۸، ۳۷۸،

محمد عبدالعزیز (مرشد آبادی)

جلد اول - ۶۵۰،

جلد سوم - ۱۶۴،

محمد عبدالعظیم

جلد اول - ۳۸۰،

محمد عبدالعلی (رام پوری)

جلد اول - ۳۷۸،

محمد عبدالعلی (مدراسی)

جلد اول - ۶۲۷،

محمد عبدالغفار (بنگالی)

جلد اول - ۱۸۰،

محمد عبدالغفار (عظیم آبادی)

جلد اول - ۱۸۰، ۲۷۸، ۳۷۸،

جلد سوم - ۲۸۴،

محمد عبدالغفور (ابوالحسنات)

جلد دوم - ۱۸۷،

محمد عبدالغفور (مرتسری)

جلد اول - ۱۱۷، ۳۷۸، ۴۸۶، ۵۶۹،

جلد سوم - ۱۸۳، ۲۸۴،

محمد عبدالغفور (مدرسہ امینیہ)

جلد اول - ۶۵۲،

محمد عبدالغنی

جلد سوم - ۴۰۴،


محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



محمد عبدالقادر (جلیسری)
جلد اول - ۱۳۹، ۱۸۰، ۲۲۳، ۴۴۸،
محمد عبدالقادر (دہلوی)
جلد اول - ۳۷۸، ۴۸۶، ۵۲۸،
جلد دوم - ۲۶۶، ۵۶۸، ۵۷۰،
جلد سوم - ۵۴، ۲۹۲، ۲۹۵، ۴۵۶،
محمد عبدالکریم (مراد آبادی)
جلد اول - ۳۷۹،
محمد عبداللہ (حنفی)
جلد اول - ۵۳، ۷۱۳،
محمد عبداللہ (غازی پوری)
جلد سوم - ۴۵۹،
محمد عبداللہ (مدرس احمدیہ آرہ)
جلد دوم - ۱۲۹، ۱۶۳، ۲۹۳، ۴۳۱، ۴۸۷، ۵۲۵،
جلد سوم - ۲۵،
محمد عبداللہ (مراد آبادی)
جلد اول - ۳۷۹،
جلد دوم - ۴۸،
محمد عبدالمالک
جلد اول - ۴۸۶،
محمد عبدالمجید
جلد دوم - ۱۷۶،
محمد عبدالمجید (ابوالغفار)
جلد اول - ۳۷۷،
محمد عبدالمطلب
جلد اول - ۲۰۳،
محمد عبدالوہاب (ابوتراب)
جلد دوم - ۱۱۸، ۲۷۲، ۳۹۲،
محمد عبدالوہاب (ابوصالح)
جلد دوم - ۲۹۳،
جلد سوم - ۲۹۲،
محمد عبید اللہ
جلد اول - ۱۳۹، ۲۸۳، ۵۲۳،
جلد سوم - ۱۹۲، ۲۵۰، ۲۷۱،
محمد عثمان خاں (مراد آبادی)
جلد اول - ۳۷۹،
جلد سوم - ۳۰۹،
محمد علی (ابوالمعالی)
جلد دوم - ۱۸۰، ۲۷۸، ۳۷۸،
محمد علی (ابوالمکارم)
جلد سوم - ۱۰۲، ۱۵۲، ۲۴۱، ۳۱۱، ۴۷۱،
محمد علی حبیب (پھلواری)
جلد سوم - ۴۶۲،
محمد عماد الدین (زادی الحسنی الحسینی)
جلد دوم - ۲۸۷،
محمد عمر (لاڑیسوی ابوظفر)
جلد اول - ۵۰۲،
محمد عنایت علی
جلد اول ۲۷۷

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جلد دوم - ۴۷،
جلد سوم - ۲۶۵
محمد غلام اکبر (خان)
جلد اول - ۱۴۵، ۱۸۰، ۲۰۷، ۲۶۷، ۳۵۶، ۶۱۷، ۷۱۷،
جلد دوم - ۲۲۰،
جلد سوم - ۴۵۹،
محمد غوث (مجددی)
جلد دوم - ۵۰۶،
محمد فضل الرحمن خاں (قاضی)
جلد اول - ۱۲۹،
محمد فضل الرحمن (مراد آبادی)
جلد اول - ۳۷۹،
محمد فضل حق
جلد سوم - ۱۶۸، ۴۳۳،
محمد فقیر اللہ (شاہ پوری)
جلد اول - ۵۷۷،
جلد دوم - ۱۱۴، ۱۱۷، ۵۷۰،
جلد سوم - ۲۵۰،
محمد فیض اللہ (سوادرای)
جلد سوم - ۳۱۰،
محمد قاسم (شاہ آبادی)
جلد اول - ۱۸۰،
محمد قاسم (مدرسہ امینیہ)
جلد اول - ۶۵۲،
محمد قطب الدین
جلد اول - ۵۳، ۱۲۹، ۱۳۶، ۱۵۲، ۱۶۱، ۲۲۳، ۲۸۳،
جلد دوم - ۵۰، ۱۹۷، ۲۱۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۸۷،
جلد سوم - ۱۷۲، ۲۰۶، ۲۳۴، ۲۵۵، ۲۹۲، ۴۴۲، ۴۳۴، ۴۵۶،
محمد قطب الدین (بن قاضی سراجدین)
جلد اول - ۲۲۳،
محمد قطب الدین (خاں)
جلد اول - ۶۰۹،
جلد دوم - ۵۲، ۵۵۳،
محمد قمر الدین
جلد اول - ۳۵۷،
محمد کرامت اللہ
جلد اول - ۳۴۷، ۳۵۲، ۶۹۴،
محمد کرم الدین
جلد دوم - ۲۷۳،
محمد کریم اللہ
جلد اول - ۳۴۲، ۶۰۸، ۶۰۹،
جلد دوم - ۲۲۸، ۲۳۷، ۲۸۷، ۳۳۲، ۵۰۶، ۵۰۹،
جلد - ۳۳۲،
محمد گلزار حسین
جلد اول - ۱۸۱،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




محمد گل (مراد آبادی)

جلد اول - ۳۷۸،

محمد لطف اللہ

جلد دوم - ۳۱۳، ۵۵۳،

جلد سوم - ۲۷۶،

محمد مجید الدین (مراد آبادی)

جلد اول - ۳۷۸،

محمد محفوظ اللہ (قاضی پانی پتی)

جلد دوم - ۲۱۵، ۲۴۲، ۵۵۳،

محمد محمود (دیوبندی)

جلد اول - ۲۲۹، ۳۸۶، ۴۹۱،

جلد دوم - ۴۳۳،

محمد مخصوص اللہ

جلد دوم - ۴۷۴،

جلد سوم - ۲۰۶،

محمد مرتضیٰ حسین (دیوبند)

جلد سوم - ۳۱۱،

محمد مسعود (نقشبندی)

جلد اول - ۱۳۹، ۲۲۳، ۳۴۳، ۳۸۴، ۴۵۹،

جلد دوم - ۱۹۷، ۲۲۸، ۳۱۳، ۵۲۸،

محمد مسلم (خان)

جلد دوم - ۲۸۱،

محمد مصطفیٰ (خاں)

جلد دوم - ۵۲،

محمد مظہر الحق (حیدر آبادی)

جلد سوم - ۴۰۴،

محمد منصور علی (سیفی)

جلد اول - ۳۷۸،

محمد منفعت علی (دیوبند)

جلد سوم - ۲۶۵،

محمد ناظر حسن (دیوبند)

جلد سوم - ۲۶۶،

محمد ناظم (فرید پوری بنگالی)

جلد اول - ۵۷۷،

محمد نجف علی (خاں)

جلد دوم - ۲۸۷،

محمد نجم الدین

جلد دوم - ۲۹۳

محمد نجیب (خان)

جلد اول - ۵۲۸،

جلد دوم - ۵۶۸،

محمد نذیر حسین (سید)

جلد اوّل - ۳، ۴، ۵، ۷، ۸، ۱۰، ۱۲، ۱۷، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۴، ۲۸، ۲۹، ۳۱، ۴۸، ۴۹، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۷، ۶۱، ۶۵، ۶۷، ۸۲، ۱۰۸، ۱۱۲، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۹، ۱۳۶، ۱۳۹، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۹، ۱۵۲، ۱۵۹، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۴، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۳، ۲۰۷، ۲۱۰، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶،


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۹-۲۳۲،
۲۳۸، ۲۴۰، ۲۴۲، ۲۴۵، ۲۴۹، ۲۵۲، ۲۵۵،
۲۵۹، ۲۶۷، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۷، ۲۷۸،
۲۷۹، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۵، ۳۰۱،
۳۰۳، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۵،
۳۳۴، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۴،
۳۴۵، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۶،
۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۲-۳۶۳،
۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۱، ۳۷۲،
۳۷۳، ۳۷۵، ۳۷۸، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۵،
۳۸۶، ۳۸۸، ۳۹۱، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵،
۳۹۶، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۳،
۴۰۵، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۱۰، ۴۱۶، ۴۲۰، ۴۲۳،
۴۳۴، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۴۰، ۴۴۸، ۴۵۱، ۴۵۲،
۴۵۵، ۴۵۹، ۴۶۱، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۷۲، ۴۷۳،
۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۹، ۴۸۱، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵،
۴۸۶، ۴۹۲، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷،
۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۶، ۵۰۸، ۵۲۲، ۵۲۴،
۵۲۵، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۱، ۵۴۰، ۵۴۲،
۵۴۵، ۵۴۸، ۵۵۴، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۹،
۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۴،
۵۷۵، ۵۷۷، ۵۷۹، ۵۹۰، ۵۹۵، ۵۹۸، ۶۰۸،
۶۰۹، ۶۱۳، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۲۳، ۶۲۸، ۶۲۹،
۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۸، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۵،
۶۴۷، ۶۴۸، ۶۵۰، ۶۵۲، ۶۵۵، ۶۵۶،
۶۵۷، ۶۶۱، ۶۶۶، ۶۶۸، ۶۷۰، ۶۷۳،
۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۶، ۶۸۷،
۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۲، ۶۹۴، ۷۰۰، ۷۱۰،
۷۱۳، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۲۳، ۷۲۴،
جلد دوم - ۳، ۴، ۷، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۲۱، ۲۷، ۳۵،
۴۰، ۴۷، ۴۹، ۵۰، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۶۷، ۶۸، ۶۹،
۷۰، ۷۲، ۷۷، ۷۸، ۸۰، ۸۳، ۸۵، ۸۹، ۹۰،
۹۱، ۹۲، ۹۶، ۹۷، ۹۹، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷،
۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰،
۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰،
۱۳۱، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۱،
۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۵۰، ۱۵۷، ۱۵۹، ۱۶۰،
۱۶۱، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۳، ۱۷۴،
۱۷۶، ۱۷۷، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۸، ۱۸۹،
۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۴، ۱۹۷، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۲،
۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷،
۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰،
۲۳۱، ۲۳۳، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶،
۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۱، ۲۵۴، ۲۵۶،
۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۶،
۲۶۷، ۲۶۹، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴،
۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸،
۲۹۰، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۶، ۲۹۷،
۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶،
۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۲، ۳۱۳،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



۳۱۴، ۳۱۶، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۵۱، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۹، ۳۷۱، ۳۸۱، ۳۸۵، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۵، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۱، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۳، ۴۱۶، ۴۲۲، ۴۲۴، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۱، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۷، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۴، ۴۶۷، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۵، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۷، ۴۸۹، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۶، ۴۹۷، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۲۰، ۵۲۲، ۵۲۵، ۵۲۷، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۲، ۵۳۴، ۵۳۶، ۵۳۸، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۱، ۵۵۳، ۵۶۲، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۵، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، جلد سوم ۷، ۱۴، ۱۷، ۱۹، ۲۱، ۲۵، ۲۷، ۲۹، ۳۰، ۳۲، ۳۳، ۳۹، ۴۱، ۴۷، ۴۸، ۵۴، ۵۵، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۸، ۷۴، ۷۶، ۷۹، ۸۰، ۸۲، ۸۴، ۸۵، ۸۷، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۱، ۱۰۴، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۴، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۵، ۱۷۷، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۹۳، ۱۹۵، ۲۰۵، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۴، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۴، ۲۴۷، ۲۵۱، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۶۱، ۲۶۶، ۲۷۵، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۷، ۲۹۰، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۸، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۷، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۲، ۳۲۵، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۱،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



۳۳۲، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۷،
۳۴۸، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۴، ۳۵۶، ۳۵۹،
۳۶۱، ۳۶۳، ۳۶۷، ۳۶۹، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳،
۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۴۰۴، ۴۱۲، ۴۱۴، ۴۱۵،
۴۱۶، ۴۲۰، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۷، ۴۳۳، ۴۳۶،
۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۵۶، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۲،
۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۸۰،

محمد نظام الدین

جلد دوم - ۲۸۷،

جلد سوم - ۱۰۷،

محمد نظیر حسن (ابو نعیم)

جلد اول - ۱۸۰،

محمد نعمان

جلد دوم - ۲۹۲،

محمد نعمت اللہ

جلد دوم - ۲۸۱،

محمد نعیم (ابو الاحیاء)

جلد اول - ۳۷۷،

جلد دوم - ۱۶۱،

محمد نور اللہ (گلاوٹی)

جلد اول - ۴۹۱،

جلد دوم - ۴۷،

محمد وصیت علی

جلد اول - ۳۴۷، ۶۳۴،

جلد دوم - ۴۷،

جلد سوم - ۵۴،

محمد ولایت حسین (ابو عبد الحی)

جلد دوم - ۲۸۱،

محمد ہاشم

جلد اول - ۵۳، ۲۲۳، ۲۸۳، ۷۱۳،

جلد دوم - ۲۹۳،

محمد ہاشم (دستی)

جلد دوم - ۱۹۷، ۲۱۵، ۵۵۰،

محمد یحییٰ

جلد سوم - ۲۱۳،

محمد یٰسین (عظیم آبادی)

جلد اول - ۳۸۴، ۴۰۷، ۵۲۴، ۵۲۹،

جلد دوم - ۱۱۴، ۱۱۷، ۱۷۷، ۲۴۹، ۳۷۱، ۳۸۵،
۵۷۰،

جلد سوم - ۲۵۰، ۲۶۰،

محمد یعقوب

جلد اول - ۱۸، ۲۲۹، ۳۴۷، ۳۸۵، ۴۰۵،
۴۹۰، ۶۵۲، ۷۱۵،

جلد دوم، ۴۹، ۱۰۶، ۲۸۹،

جلد سوم - ۵۴ - ۱۶۱، ۲۰۹،

محمد یعقوب (دیوبند)

جلد دوم - ۶۵۸،

محمد یعقوب (نانوتوی)

جلد دوم - ۲۱۴،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




محمد یوسف

جلد اول - ۱۴۵، ۲۰۷، ۲۷۸، ۳۴۲، ۴۰۷، ۴۵۵، ۷۱۷،

جلد دوم - ۴۷، ۱۹۷، ۲۲۸، ۳۱۳، ۳۸۵، ۵۹۵،

جلد سوم - ۲۸۴، ۳۱۱، ۴۵۶،

محمد یوسف علی (خاں)

جلد سوم - ۴۵۶،

محمود

جلد دوم - ۵۹۹،

محمود حسن (دیوبند)

جلد سوم - ۲۶۶، ۳۱۱،

محمود شاہ

جلد اول - ۴۸۶،

محمود علی

جلد دوم - ۲۵۸،

مستجاب (بن مولوی سرفراز)

جلد دوم - ۲۸۷، ۳۳۲،

مستعصم باللہ (سید)

جلد اول - ۱۳۹،

مصطفیٰ خاں (سورتی)

جلد اول - ۱۱۷،

مظہر حسین (سید)

جلد اول - ۳۷۹،

مملوک علی

جلد سوم - ۲۰۶،

منصور الرحمٰن (انصاری)

جلد اول - ۵۲۸،

جلد دوم ۵۶۸، ۵۷۰،

منصور جان (پشاوری)

جلد اول - ۱۲۹،

منصور علی

جلد اول - ۱۴۵، ۲۰۷، ۳۴۲، ۳۵۶، ۳۷۸، ۷۱۷،

جلد دوم - ۲۲۸،

مولا بخش (بہاری)

جلد دوم - ۱۸۴،

میر احمد (پشاوری)

جلد اول ۵۲۳،

جلد سوم - ۲۵۰،

## ن

نصیر الحق (عظیم آبادی)

جلد اول - ۱۸۰،

نصیر احمد (پشاوری)

جلد اول - ۱۲۹،

نصیر الدین (معروف بغلام المولیٰ)

جلد اول - ۱۳۶،

نظام الدین احمد

جلد دوم - ۵۲۸،


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نظام الدین (فتح گڑھ)
جلد دوم - ۵۷۳، ۵۷۴،
نظام الدین (کیرانوی)
جلد سوم - ۳۱۰،
نظیر حسین (آروی)
جلد سوم - ۴۵۹
نعمانی
جلد اول - ۲۲۵،
نوازش علی
جلد اوّل - ۱۳۶، ۲۵۹،
جلد دوم - ۴۹، ۵۰۹،
جلد سوم - ۵۵، ۳۳۲،
نورالحسن
جلد اول - ۱۸۰، ۳۷۸، ۶۲۳،
جلد دوم - ۱۰۶،
نورالحق (حقی)
جلد اول - ۱۸۴،
نورالحق (دہلوی)
جلد اول - ۱۲۹،
نورمحمد
جلد اول - ۱۱۸
نورمحمد اعظم (مئوی)
جلد اول - ۱۸۱،
نورمحمد (حافظ)
جلد دوم - ۲۲۸،

و

وسیم الدین
جلد اول - ۲۰۳،
وصیت علی
جلد سوم - ۸۴،
ولی محمد (فیض آبادی)
جلد اول - ۱۱۷،

ی

یوسف حسین خانپوری (ابواسمٰعیل)
جلد اول - ۱۷، ۱۱۷،
جلد دوم - ۴۲۷، ۴۹۲،
جلد سوم - ۳۲۲،
یوسف (مرشد آبادی)
جلد دوم - ۲۹۳،

تمت بالخیر

مرتبہ

نذیر احمد سبحانی

مینجر

اہلحدیث اکادمی ـــــ لاہور

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# سنن ابن ماجہ شریف مترجم اردو

چار ہزار سے زائد احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کلامی فقہی احکام ومسائل کا بہترین مجموعہ جسے حضرت امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ قزوینی نے مرتب فرما کر مسلمانان عالم پر احسان عظیم فرمایا ہے۔

یہ امر مخفی نہیں کہ صحاح ستہ کتب احادیث میں بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ اور محدثین نے ان کتابوں کے درجے قرار دے کر ان کی ترتیب دی ہے۔ سنن ابن ماجہ شریف صحاح ستہ میں ایک صحیح مستند کتاب تسلیم کی گئی ہے۔

یہ ترجمہ کئی سال سے نایاب تھا اب اس کو ضروری قواعد و تشریحات کے اضافے کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔ احادیث و ابواب کے سلسلہ وار نمبر دیئے گئے ہیں صفحہ کے اوپر والے حصہ میں عربی متن مع اعراب درمیان میں ترجمہ اور نیچے حاشیہ و تشریح ہے۔ کتاب تین جلدوں پر مشتمل ہے۔ مگر علیحدہ علیحدہ حصے بھی مل سکتے ہیں۔

ترجمہ و فوائد: حضرت علامہ وحید الزمان خان۔

تشریح و تصحیح: مولانا محمد سلیمان صاحب کیلانی۔

کتابت و طباعت و جلد سازی عمدہ۔ کاغذ گلیز۔ دیدہ زیب وسٹ کور۔

قیمت جلد اول ..... ۲۰ روپے

" جلد دوم ..... ۱۶ روپے

" جلد سوم ..... ۱۲ روپے

" کامل سیٹ ..... ۴۸ روپے

ملنے کا پتہ:- **اہلحدیث اکادمی کشمیری بازار لاہور**

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

## سنن ابن ماجہ شریف (اردو ترجمہ)

چار ہزار سے زائد احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کلامی فقہی احکام و مسائل کا بہترین مجموعہ جسے حضرت امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ قزوینی نے مرتب فرما کر مسلمانان عالم پر احسان عظیم فرمایا ہے۔

یہ امر مخفی نہیں کہ صحاح ستہ کتب احادیث میں بڑی اہمیت رکھتی ہیں اور محدثین نے ان کتابوں کے درجے قرار دے کر ان کی ترتیب دی ہے۔ سنن ابن ماجہ شریف صحاح ستہ میں ایک صحیح و مستند کتاب تسلیم کی گئی ہے۔

یہ ترجمہ کئی سال سے نایاب تھا اب اس کو ضروری قواعد و تشریحات کے اضافے کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔ احادیث و ابواب کے سلسلہ وار نمبر دئیے گئے ہیں صفحہ کے اوپر والے حصہ میں عربی متن مع اعراب، درمیان میں ترجمہ اور نیچے حاشیہ و تشریح ہے۔ کتاب تین جلدوں پر مشتمل ہے مگر علیحدہ علیحدہ حصے بھی مل سکتے ہیں۔

ترجمہ و فوائد: حضرت علامہ وحیدالزماں خان رح

تشریح و تصحیح: مولانا محمد سلیمان صاحب کیلانی

کتابت۔ طباعت و جلد سازی عمدہ۔ کاغذ گلیز۔ دیدہ زیب ڈسٹ کور

قیمت جلد اول -/۲۰۔ جلد دوم -/۱۶۔ جلد سوم -/۱۲۔ کامل سیٹ ۴۸ روپے۔

---

## "مفردات القرآن"

امام راغب اصفہانی کا شاہکار ہے۔ یہ کتاب اپنی اہمیت اور افادیت کے اعتبار سے جس درجہ علمائے متاخرین میں مقبول ہوئی اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ شارحین حدیث علامہ ابن حجر اور علامہ عینی اور دیگر فضلاء نے اس سے استفادہ کیا ہے۔ یہ کتاب عربی کی ادق ترین کتب میں شمار ہوتی ہے اردو دان حضرات جو قرآن کے مطالعہ کا شوق رکھتے ہیں اس کتاب سے مستفید نہیں ہو سکتے تھے۔ فاضل مترجم نے اس کو اردو کا لباس پہنا کر ان لوگوں کیلئے سہولت پیدا کر دی ہے۔ طبع جدید میں احادیث و اشعار کی مکمل تخریج کر دی ہے۔ آیات قرآنیہ کے نمبر لگا دئیے ہیں جس سے قرآن پاک کی ایک مکمل لغات اور بہت سے علمی فوائد کا مرقع بن گئی ہے۔

یہ لغات تیرہ سو صفحات پر مشتمل ہے۔

مقدمہ میں اصول تفسیر پر مفصل روشنی ڈالی گئی ہے۔

ترجمہ۔ شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد عبدہ صاحب

قیمت ۴۲ روپے

اہلحدیث اکادمی کشمیری بازار۔ لاہور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ